بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علمائے دیوبند کی کفریہ اور متضاد عبارات سے متعلق

دیوبندیوں سے لاجواب سوالات

WWW.NAFSEISLAM.COM
" THE NATURAL PHILOSOPHY
OF AHLESUNNAT WAL JAMAAT "

مرتبہ : **محمد نعیم اللہ خاں قادری**
بی ایس سی بی ایڈ
ایم اے اردو، پنجابی، تاریخ

ناشر: فیضان مدینہ پبلیکیشنز جامع مسجد عمر روڈ کاموکی

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب .... دیوبندیوں سے لاجواب سوالات
مرتبہ .... محمد نعیم اللہ خاں قادری
بی ایس سی۔ بی ایڈ
ایم اے اردو۔ پنجابی۔ تاریخ
ناشر .... فیضان مدینہ پبلیکیشنز کاموکے
صفحات ۱۱۳۶
بار اول .... فروری ۲۰۰۳ء
قیمت .... -/450 روپے

WWW.NAFSEISLAM.COM
" THE NATURAL PHILOSOPHY
OF AHLESUNNAT WAL JAMAAT "

تقسیم کار

نوری کتب خانہ
معصوم شاہ روڈ بالمقابل ریلوے اسٹیشن، لاہور
فون: 042-6366385

نوری بک ڈپو
دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ، لاہور
فون: 042-7112917

فہرست رسائل

نمبر شمار			صفحہ نمبر
۱۔	عقائد علمائے دیوبند کا انکشاف	(مولانا ڈاکٹر محمد اعجاز انجم لطیفی)	۵
۲۔	مسئلہ تکفیر اور امام احمد رضا	(علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی صاحب)	۵۴
۳۔	مسئلہ تکفیر جواب آں غزل	(سید بادشاہ تبسم بخاری صاحب)	۱۰۰
۴۔	مسئلہ تکفیر اور تحذیر الناس	(علامہ مولانا غلام علی قادری اشرفی اوکاڑوی)	۱۳۱
۵۔	موت کا پیغام	(شیخ الحدیث حضرت علامہ سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ)	۱۸۴
۶۔	تازہ فتوائے حرم مکہ و مدینہ	(الجبل الثانوی علیٰ کلوۃ التھانوی)	۲۱۳
۷۔	ظفر الدین الجید معروف بہ عطش غیب		۲۲۹
۸۔	مذہب کی پہچان کا پاکیزہ فوٹو	(حضرت حاجی غلام حسن صاحب سنی حنفی قادری)	۳۱۷
۹۔	امکانِ کذب کا فتنہ	(علامہ مفتی بدر الدین احمد صاحب علیہ الرحمۃ)	۳۳۹
۱۰۔	کیا خدا جھوٹ بول سکتا ہے؟	(مبارک حسین مصباحی)	۳۵۳
۱۱۔	ضیاء القاسمی کا پُرفریب چیلنج قبول	(سید بادشاہ تبسم بخاری صاحب)	۳۸۴
۱۲۔	"سپاہ صحابہؓ" کیلئے لمحہ فکریہ	(سید بادشاہ تبسم بخاری صاحب)	۴۳۰
۱۳۔	سرپرست "سپاہ صحابہؓ" کے نام	(سید بادشاہ تبسم بخاری صاحب)	۵۱۴
۱۴۔	غلط فہمی کا ازالہ	(مولانا محمد حسن علی رضوی میلسی)	۵۳۶
۱۵۔	حرم سے دھرم تک	(دیوبندیت اور ہندو نوازی) مولانا قاضی غلام رسول غازی سیالوی	۵۴۴
۱۶۔	تحریک انسداد گاؤ کشی اور امام احمد رضا علیہ الرحمۃ	(زین الدین ڈیروی صاحب)	۶۰۷
۱۷۔	شمع ہدایت	(علامہ مولانا ابو الفیض محمد عبد الحفیظ قادری)	۶۴۴
۱۸۔	سید احمد بریلوی انگریز دوست یا انگریز دشمن	(جناب عنایت اللہ چشتی چکڑالوی)	۷۴۷

WWW.NAFSEISLAM.COM

فہرست رسائل

صفحہ نمبر		نمبر شمار
۷۸۴	پاکستان اور کانگریسی علماء کا کردار (مولانا ضیاء الحامدی نقشبندی مجددی)	۱۹۔
۸۲۰	اشرف الافادات (مولانا عبدالواحد صاحب دیوبندی)	۲۰۔
۸۳۸	دیوبندی شاطر اپنے منہ کافر (مولانا علامہ حسن علی قادری رضوی)	۲۱۔
۸۶۹	مرثیہ گنگوہی (حکیم اللہ بخش انصاری اسد نظامی)	۲۲۔
۸۹۱	مباہلہ کا جواب (محمد شمیم الحسن قادری رضوی)	۲۳۔
۹۰۷	آئینہ حق و باطل	۲۴۔
۹۳۴	ڈاکٹر خالد محمود کی ایمان سوز فریب کاریاں (سید بادشاہ تبسم بخاری صاحب)	۲۵۔
۱۱۲۵	گستاخان رسول ﷺ سے قطع تعلق (علامہ مولانا محمد عبدالرشید صاحب قادری)	۲۶۔

WWW.NAFSEISLAM.COM
"THE NATURAL PHILOSOPHY
OF AHLESUNNAT WAL JAMAAT"

۷۸۶

کلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار
اعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

فرقہائے باطلہ، نجدی، دیوبندی، وہابی کے عقائد
کی نقاب کشائی پر ایک کتاب ۔ بنام!

عقائد علمائے دیوبند

کا

انکشاف

از:

ڈاکٹر مولینا **محمد اعجاز انجم لطیفی** ایم اے پی ایچ ڈی
مدرس مرکز اہل سنت جامعہ رضویہ منظر اسلام سوداگران بریلی شریف

WWW.NAFSEISLAM.COM
"THE NATURAL PHILOSOPHY OF AHLESUNNAT WAL JAMAAT"

انتساب

راقم الحروف اپنی اس کتاب کا انتساب اپنے والدین کریمین مغفورین کے نام کرتا ہے کہ جن کی محبت وشفقت اور دعا سحر گاہی سے راقم حصول تعلیم کی طرف راغب ہوا اور علم دین حاصل کیا۔ ساتھ ہی ساتھ ان اساتذہ کرام کی طرف منسوب کرتا ہے کہ جن کی تربیت وتعلیم کی وجہ سے راقم الحروف تصنیف وتالیف کے لائق ہوا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے والدین کریمین کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور اساتذہ کرام کے درجات میں ترقی عطا فرمائے۔ اور ان کا سایہ مدام ہمارے سروں پر قائم ودائم رہے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

WWW.NAFSEISLAM.COM
THE NATURAL PHILOSOPHY

محمد اعجاز انجم لطیفی

مقام وپوسٹ مادھے پور
وایا بارسوئی گھاٹ ضلع کٹیہار بہار

دعائیہ کلمات

حضرت علامہ مولانا الحاج
محمد سبحان رضا خاں صاحب
سبحانی میاں قبلہ مدظلہ العالی۔
سجادہ نشین خانقاہ عالیہ رضویہ حامدیہ نوریہ ریحانیہ سوداگران بریلی شریف

فقیر نے مکرمی حضرت مولانا اعجاز انجم صاحب لطیفی زید مجدہ مدرس مرکز اہلسنت دار العلوم منظر اسلام کی تالیف لطیف بنام "عقائد علماء دیوبند کا انکشاف" مطالعہ کی ماشاء اللہ تعالیٰ احقاق حق و ابطال باطل میں بہت کامیاب تالیف ہے۔ اپنے مذہب و مسلک کے اظہار اور اہل باطل دیوبندو وہابیہ کے رد و انکار میں مولانا نے جو کاوش کی ہے وہ لائق تحسین ہے۔ اہل باطل کے سامنے ایک آئینہ رکھ دیا ہے۔ جس میں وہ اپنے آپ کو اور اپنے باطل مذہب کو دیکھیں گے یا پھر انہیں کا جوتا اور انہیں کا سر ہے جس کی ضرب کی شدت وہ ہمیشہ محسوس کریں گے۔ مولیٰ تعالیٰ مسلک اہل سنت کی تائید اور میرے جد کریم مجدد دین و ملت امام اہل سنت سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کی حمایت میں اٹھے ہوئے مولانا محترم کے قلم کو دارین میں سرفرازی بخشے اور ان کی اس قلمی خدمت دینی کو مقبول عوام و خواص فرمائے اپنے مذہب مہذب کی تائید و اہل باطل کی تردید میں مزید تصنیف و تالیف کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین آمین یا رب العالمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

فقیر قادری محمد سبحان رضا خان سبحانی
خادم و سجادہ خانقاہ رضویہ رضا نگر بریلی شریف
۱۹؍ ربیع النور شریف ۱۴۱۹ھ

www.NAFSEISLAM.COM
THE NATURAL PHILOSOPHY

تقریظ جلیل

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد فاروق قادری
صدر مفتی دار الافتاء مرکز اہل سنت منظر اسلام سوداگران بریلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔ جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا ۔ گرامی وقار قارئین کرام لکھنے والے نے کتنی سچی اور اچھی بات کہی ہے کہ :

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

اسی حقیقت کے پیش نظر خطیب ملت ناشر مسلک اعلیحضرت مناظر اہل سنت حضرت علامہ محمد اعجاز انجم لطیفی صاحب مدرس مرکز اہل سنت دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف ایک باصلاحیت مدرس قادر الکلام خطیب اور ایک صاحب قلم عالم دین ہیں۔ حضرت مولانا موصوف ملک کے مختلف جرائد و رسائل سے اپنی پختہ و بے باک تحریرات کے ذریعہ خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ بالخصوص مرکزی ماہنامہ (رسالہ اعلیحضرت) میں آپ کی تحریرات کسی نہ کسی عنوان سے منصۂ شہود پر آتی رہتی ہیں اور علامہ موصوف ان تحریرات کے ذریعہ ملک و بیرون ملک سے داد و تحسین حاصل کرتے رہتے ہیں۔ حضرت علامہ موصوف کی تحریر احقاق حق اور ابطال باطل کی آئینہ دار ہوتی ہے اور پُر مغز اور دلائل و براہین سے آراستہ کہ مخالفین کو دم مارنے کی گنجائش نہیں ہوتی۔ قارئین کرام! زیر مطالعہ کتاب مستطاب بنام عقائد علمائے دیوبند کا انکشاف،، حضرت علامہ موصوف کا ایک عظیم قلمی شاہکار ہے۔ جو اتفاقی طور پر وجود پذیر ہوا ہے۔ اگر وہ اتفاق نہ ہوتا تو شاید یہ پُر دلائل و باحوالہ کتاب منظر عام پر نہ آتی۔ کتاب کے منظر عام پر آنے کا سبب خود صاحب کتاب علامہ موصوف نے پیش گفتار کے تحت نہایت شرح و بسط سے بیان فرمایا ہے۔ جو حقیقت و صداقت کا غماز ہے۔

حقیقت اور صد فی صد حقیقت ہے کہ فرقہائے باطلہ بالخصوص دیوبندیوں وہابیوں کے مقابل اہل سنت کا ہر عالم بفضلہ تعالیٰ و بکرم حبیبہ الاعلیٰ مناظر ہے زمانہ جانتا ہے کہ جس علاقہ میں جب بھی کبھی وہابیوں دیوبندیوں نے سر ابھارا اور اپنی جہالت دے دی

WWW.NAFSEISLAM.COM

کی آواز بلند کی۔ اللہ رب العزت نے اسی علاقہ میں بلا تاخیر کسی نہ کسی عالم اہل سنت کو ان کی سرکوبی کے لئے اُن کے مقابل کھڑا کر دیا۔ یہ بات میں نے تنزلاً عرض کی ہے ورنہ بلا مبالغہ عرض کر رہا ہوں کہ اہل سنّت کے علماء کی شانِ علمی تو بہت ارفع و اعلیٰ ہے اُن کے تلامذہ ان کے مدارس کے طلبہ کا علمی وقار یہ ہے کہ مدارسِ اہل سنت کے طلبہ کے سامنے اہل باطل دیابنہ وہابیہ آنے کی جرأت نہیں کر سکتے ؛ ذالك فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء مناظرہ کرنے کی دھمکیاں دینا۔ لایعنی اعتراضات کرنا۔ عوام کو گمراہ کرنے کے لئے بے ثبوت و بلا دلیل باتیں کرنا یہ آج کے دیوبندیوں وہابیوں کو اپنے اکابر سے ورثہ میں ملا ہے۔ مناظرہ کرنے کی تو اُن کے بڑھوں کو جرأت نہ ہو سکی تو آج کے یہ نادان دوست اہل سنت کے سامنے آنے کی کیا ہمت کر سکتے ہیں۔ مثل مشہور ہے کہ گیدڑ کی جب موت آتی ہے تو وہ آبادی کی طرف بھاگتا ہے

مثال صادق آئی اور اس علاقہ کے دیوبندیوں وہابیوں نے سر اُبھارا عقائد حقہ اہل سنت کے خلاف باتیں کیں۔ اپنی نجس ناپاک تقاریر کے ذریعہ امام اہلسنت مجدد دین و ملت سیدنا اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں صاحبؒ قدس سرہٗ کے دامن عزت و وقار پر بیہودگی کی کیچڑ اچھالی اور بریلی شریف کی جانب بد نگاہی سے دیکھا۔ بس کیا ہوا کہ فوراً پکڑے گئے اور حضرت مناظر اہل سنت علامہ اعجاز انجم لطیفی صاحبؒ کے آہنی پنجوں کے شکار ہو گئے۔ علامہ موصوف نے ایسے شکنجہ میں پھانس دیا کہ اب مرتے دم تک دیوبندیوں وہابیوں کا اس شکنجہ سے نکلنا غیر ممکن ہے۔ یہ مرکز اہل سنت بریلی شریف کی طرف بد نگاہی سے دیکھنے کا نتیجہ ہے کہ مذبوح وہابیت ہمیشہ سسکتی رہے گی۔

حضرت علامہ موصوف کی کتاب لاجواب حوالہ جات کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے۔ کوئی دیوبندی وہابی اگر انصاف پسندی پر آیا تو وہ کتاب میں درج شدہ حوالوں کو خود دیوبندیوں وہابیوں کی کتابوں سے مطابقت کر سکتا ہے اور

NAFSEISLAM
THE NATURAL DISCOURSE
OF AHLESUNNAT WAL JAMAAT

دیکھ سکتا ہے۔ کہ اہل سنّت بحمدہ تعالیٰ غلط بیانی و بے سروپا باتوں کو اپنے قریب نہیں آنے دیتے۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر کے دکھانا۔ علماء اہل سنت کا طرۂ امتیاز ہے۔ اور یہی ہمارے محترم خطیب الہند مناظر اہل سنت علامہ اعجاز انجم لطیفی صاحب نے کر کے دکھایا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میرے بیان کی تصدیق قارئین کرام مطالعۂ کتاب کے بعد ضرور فرمادیں گے۔ مولیٰ تعالیٰ علامہ موصوف وممدوح کو اس دینی کارنامہ کی بہتر سے بہتر جزا عطا فرمائے اور وہ عوام جو کسی بھی سبب سے دیوبندیت وہابیت سے متاثر ہیں۔ انہیں قبول حق کی توفیق ہو۔

آمین آمین یارب العالمین بجاہ النبی الامی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

فقیر قادری محمد فاروق نوری خادم الافتاء
دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف

NAFSEISLAM.COM
THE NATURAL PHILOSOPHY
SUNNAT WAL JAMAAT

تاثرات

از قلم: حضرت علامہ مولانا محمد انور علی صاحب قبلہ
ایم۔ اے۔ مدرس جامعہ رضویہ منظر اسلام سوداگران
بریلی شریف

محب گرامی فاضل نوجوان ادیب شہیر حضرت علامہ مولانا محمد اعجاز انجم لطیفی کی یہ تازہ ترین کتاب "عقائد علماء دیوبند کا انکشاف"، میری نظر سے گزری اس کتاب میں انہوں نے علمائے دیوبند کے عقائد کفریہ کو مدلل واضح طور پر بیان کیا ہے اور ان عقائد باطلہ کو انہیں کے اکابر کی تحریر کردہ کتابوں کے حوالوں سے ثابت کیا ہے۔ صاحب عقل و دانش اور منصف مزاج ایسے گندے باطل عقائد کو سن کر یقیناً بغیر لاحول پڑھے اور لعنت بھیجے ہوئے نہیں رہ سکتا۔ لہذا ہر مسلمان پر ہر آن لازم ہے کہ ایسے بد عقیدہ لوگوں سے ہمیشہ دور و نفور رہے۔ اور اپنے اہل و عیال و متعلقین کو بھی ان کی صحبت سے بچائے۔

مولانا موصوف ایک باصلاحیت مدرس ہونے کیساتھ بہترین قلم کار اور مضمون نگار ہیں۔ عربی فارسی، اردو، ہندی اور انگلش زبان سے بھی واقف ہیں اسی لئے آپ کی تحریریں عوام و خواص، علماء ادباء و عقلاء میں وفور شوق اور کمال فکر کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔ آپ کے مضامین و مقالات دنیائے سنیت میں مقبولیت حاصل کر چکے ہیں۔ زبان و بیان سے آشنا ہیں۔ اور میدان صحافت و خطابت میں اپنی مثال آپ ہیں۔ مولانا موصوف نے جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی سے فاضل درس نظامی، فاضل دینیات الہ آباد بورڈ، فاضل پرشین مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ بہار، ادیب کامل معلم اردو علی گڑھ، ڈی ایم پی بریلی کالج بریلی، ایم۔ اے اردو روہیلکھنڈ،

یونیورسٹی بریلی، پی۔ ایچ۔ ڈی بہار یونیورسٹی مظفر پور بہار، عربک بائی ریڈیو مصر کی ڈگریاں حاصل کیں اور ماہنامہ اعلیٰ حضرت ڈائجسٹ کے مدیر بھی ہیں اور مرکز اہل سنت جامعہ رضویہ منظر اسلام کی عظیم درسگاہ کے مسند تدریس پر فائز ہیں۔

اس کتاب کے ذریعہ عقائد وہابیہ دیوبندیہ کے اصلی چہرے کی نقاب کشائی کی گئی ہے کہ وہابیت کی بنیادیں واقعی دروغ بیانی اور بہتان تراشی اور رسول دشمنی پر کھڑی کی گئی ہیں...... وقت کی سخت ضرورت اور اسلامی دینی حمیت نے آواز دی اور مناظر اہل سنت حضرت علامہ اعجاز انجم صاحب لطیفی ایک مرد مجاہد کی طرح قلم کی تلوار لیکر میدان میں کود پڑے اور اردو زبان میں ایک حقائق بیان مدلل کتاب "بنام عقائد علماء دیوبند کا انکشاف" تصنیف فرمائی۔ ہم ان سے گزارش کریں گے کہ تصنیف و تالیف کے میدان میں رہ کر اپنے زور قلم سے قوم مسلم کی صحیح رہنمائی فرماتے رہیں اللہ کرے زور قلم اور زیادہ ہو۔

دیکھنے میں یہ کتاب اگرچہ مختصر ہے مگر افادیت میں کہیں زیادہ۔ صاحب سجادہ حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خان صاحب قبلہ، اور قادر الکلام حضرت علامہ مولانا محمد فاروق صاحب صدر مفتی مرکزی دار الافتاء بریلی نے اس پر دعائیہ کلمات اور تقریظ تحریر فرمائیں جو کتاب کے وزن و وقار میں اضافہ کر رہی ہیں۔

مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب پاک کے صدقے و طفیل اس کتاب کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

فقیر نوری عبید المصطفیٰ محمد انور علی رضوی نانپاروی

ایم۔ اے۔ مدرس جامعہ منظر اسلام بریلی شریف۔ یوپی

۲۲ — ۷ — ۹۸ء

پیش گفتار

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے
نہ کھلتے راز سر بستہ نہ یوں رُسوائیاں ہوتیں!!

مرکز اہل سنت جامعہ رضویہ منظر اسلام سوداگران بریلی شریف سے احقر (محمد اعجاز انجم لطیفی) بقرعید کی تعطیل میں اپنے گھر بمقام مادھے پور ضلع کٹیہار پہونچا۔ تعطیل میں مدارس اسلامیہ میں زیر تعلیم طلبہ بھی اپنے اپنے گھر آئے ہوئے تھے۔ موقع غنیمت جان کر میرے چچا محترم جناب حبیب ڈیلر صاحب اور ان کے برادران نے اپنے دروازے پر ۱۰؍ اپریل ۱۹۹۰ء کو عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پروگرام رکھا مجمع عام کو خطاب کرنے کے لئے انہوں نے احقر کو دعوت دی۔ احقر کے علاوہ طلبہ بھی شریک بزم تھے۔ طلبہ نے یکے بعد دیگرے نعت و منقبت کے اشعار پڑھے پھر افتتاحی تقریر بھی کی آخر میں راقم الحروف نے میلاد مصطفےٰ اور علم غیب کے موضوع پر ایک بصیرت افروز تقریر احادیث کی روشنی میں کی۔ جس سے عوام کے اندر خوشی کی لہر دوڑ گئی نعرۂ تکبیر اور نعرۂ رسالت کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ اثنائے تقریر احقر نے کہا کہ کفار و مشرکین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کو دیکھ کر ایمان لایا کرتے تھے لیکن آج اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے روزہ نماز کی تبلیغ کرنے والے دیوبندی وہابی تبلیغی لوگ نبی کے علم غیب کا انکار کرتے ہیں۔ اس پر احقر نے کہا کہ اگر علماء دیوبند کے باطل عقائد کو عوام الناس پر ظاہر کیا جائے تو انہیں کے عقیدتمند جو ان کے دام تزویر میں پھنسے ہیں اور انہیں فرشتہ صفت تصور کرتے ہیں وہی لوگ ان کے منھ پر جوتے اور طمانچے رسید

کرتے نظر آئیں گے۔ یہ سب کچھ بیان کرنے کے بعد تقریباً ۱۱ بجے شب جلسہ صلوٰۃ وسلام پر ختم ہوا۔ فاتحہ کے بعد شیرینی تقسیم ہوئی۔

پانی وہیں مرتا ہے جہاں گڑھا ہوتا ہے

اس مقولے کے عین مطابق فدایان دیوبند وشیدائیان سہارنپور کے پیٹ میں درد شروع ہو گیا۔ میرے خلاف اپنے لوگوں کو بھڑکانا شروع کیا۔ میری زبان کھینچنے اور مارنے کی دھمکی دی جانے لگیں۔ میرے محبین نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا جب مجھے مرعوب کرنے کی ساری سازشیں ناکام ہو گئیں تو دوسرے دن ان نام نہاد مولویوں نے اپنے حواریوں کی میٹنگ کر کے میری تقریر کے رد میں جوابی تقریر کا اعلان کیا۔ اپنی برادری میں کافی دھنڈورا پیٹا۔ شام کو جب ان لوگوں نے اپنے پیشوا اور مقتدا کی روش کے مطابق ایران و توران کا راگ چھیڑا اپنے آپ ڈینگیں مارنے لگے بقراط و سقراط باور کرانے لگے۔ اپنے مقابل میں راقم الحروف کو بے علم و جاہل، یتیم العقل وغیرہ کہنا شروع کیا تو میں نے ان کی لاف زنی کو ریکارڈ کرنے کے لئے۔ اپنے لوگوں کو ٹیپ ریکارڈر لے کر ان کے جلسے میں بھیج دیا تاکہ ان نام نہاد مولویوں کے بیان کردہ تضادات کو عوام کے سامنے وقت ضرورت پیش کیا جا سکے حسن اتفاق کہیے کہ اسی دن شام کو حضرت مولانا امام اختر نوری صاحب قبلہ صدر المدرسین الجامعۃ النظامیہ فیض العلوم ملک پور ضلع کٹیہار میرے غریب خانے پر ایک تقریب سعید کی دعوت دینے آئے تھے۔ وہ واپس جا رہے تھے میں نے ان کو بالقصد روکا۔ انہوں نے بھی ان کی واہی تباہی سنی۔ کم بختوں نے ان پر بھی کچھ چھینٹا کشی کی مجھے تو ان نام نہاد مولویوں نے دریدہ دہنی کے ساتھ برا بھلا کہا۔ دل کھول کر گالیاں دیں۔ جس کی مجھے کوئی پرواہ نہیں۔

کیونکہ جن کا شعار نبی، رسول، ولی وغیرہ کو گالی دینا ہو، وہ اگر مجھ احقر کو گالی دیں تو اس میں حیرت اور تعجب کی کیا بات ہے؟ لیکن ان نام نہاد مولویوں نے مجھ پر ہی اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ ان لوگوں نے پیشوائے اہل سنت مجدد دین و ملت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتِ ستودہ صفات پر بہتان تراشی کی۔ ان کی علمی شخصیت کو مجروح کرنے کی۔ ناکام کوشش کی۔

ان سب کے سرغنہ مولوی منظور نے اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کو اپنے حواریوں کے سامنے رسوا کرنے کی تمہید اس طرح گانٹھی۔

اس نے کہا کہ بریلوی حضرات احمد رضا کو اعلیٰ حضرت کہتے ہیں لفظ "اعلیٰ" پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ کچھ دنوں قبل وزیر اعلیٰ لالو پرساد تھا۔ اس نے اپنے دورۂ حکومت میں اعلیٰ گھٹالہ کیا۔ چارہ گھٹالہ وغیرہ۔

اسی طرح ان کے اعلیٰ حضرت احمد رضا ہیں۔ میں ان کا سی۔ بی۔ آئی ہوں ان کے اعلیٰ حضرت نے بھی گھٹالہ کیا ہے۔ گھٹالے کی مثال اس کم عقل بے علم نے دی کہ اعلیٰ حضرت نے ایک سلام لکھا ہے اور وہ سلام اپنے بیٹے پر لکھا ہے۔ ؎

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

صرف اس شعر کی تشریح کرتے ہوئے خود ساختہ سی۔ بی۔ آئی نے جو وضاحت کی ہے یقیناً وہ اس کی سفاہت اور جہالت پر دال ہے۔

اس کی جہالت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ اسے دو کا پہاڑا یاد نہیں جوڑ، گھٹاؤ کا حساب یاد نہیں لاعلمی کی حد تو یہ ہے کہ اسے یہ نہیں معلوم کہ سال میں کتنے دن ہوتے ہیں۔ اس خود ساختہ سی۔ بی۔ آئی نے اپنی

تقریر میں کہا کہ سال میں ۳۶۰ دن ہوتے ہیں اس بے علم نے کہا کہ احمد رضا کے دو لڑکے تھے۔ ایک کا نام حامد رضا دوسرے کا نام مصطفیٰ رضا تھا اور مصطفیٰ رضا کی ماں کا نام رحمت ہے۔

نام نہاد مولوی نے "مصطفیٰ جان رحمت" کی بے بنیاد اور غلط توضیح کر کے عوام کو دھوکہ دینے کی بھرپور کوشش کی " مصطفیٰ جان رحمت " سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایسی جامع تعریف ہے کہ آج تک کسی شاعر نے ایسی تعریف نہیں کی۔ سرکار دو جہاں کو شعرا کرام نے رحمت عالم رحمت کونین جیسے الفاظ سے مخاطب کیا ہے۔ لیکن "جان رحمت" تو صرف اور صرف عاشق صادق فاضل بریلوی نے کہا ہے۔ اب رہا سوال اعلیحضرت کی بیوی کا نام۔ تو ان کا نام رحمت نہیں بلکہ ارشاد بیگم ہے "حیات اعلیحضرت" میں خاندان کا پورا شجرۂ نسب مذکور ہے

میں نام نہاد مولوی سے پوچھنا چاہوں گا کہ آیا تم نے پورا سلام پڑھا ہے یا کسی اندھے کا قول نقل کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سلام مذکور دنیائے شاعری میں ایک اچھوتا سلام ہے جو فصاحت و بلاغت کا شاہکار ہے۔ ایسا سلام کہ جس میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اقدس کے ایک ایک عضو کی تعریف ہو اور ان کے اوصاف حمیدہ و خصائل مبارکہ کا ذکر ہو۔ آج تک منصۂ شہود پر نہیں آیا ہے یہ صرف اعلیٰحضرت کے عشق رسول کی بات ہے کہ انہوں نے ایسا انوکھا پیارا سلام پیش کیا کہ دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔ خوبی کی بات یہ ہے کہ جہاں پر اس سلام کو اپنوں نے سراہا ہے وہیں پر غیروں نے بھی برملا اعتراف کیا ہے کہ " احمد رضا نے سلام والہانہ و عاشقانہ لکھ کر اپنی بخشش کا سامان مہیا کر لیا ہے "ـہ (حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

سلام والہانہ بہت ہی طویل اور بے عدیل ہے۔ تقریباً ایک سو ستر[1] اشعار پر مشتمل ہے جس میں انہوں نے پہلے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تذکرہ کیا ہے۔ پھر بعد میں علی الترتیب صحابہ، اہلبیت، ائمہ عظام اولیاء کرام، مومنین و مومنات پر سلام لکھا ہے۔ آخر میں فاضل بریلوی نے لکھا ہے۔

ایک میرا ہی رحمت میں دعویٰ نہیں
شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام

مذکورہ سلام پر مزید تبصرہ کرتے ہوئے اس نے کہا کہ "احمد رضا زبان سے ایک بار سلام پیش کرتا ہے لیکن تحریر میں اس ایک بار کو لاکھوں سلام سے تعبیر کرتا ہے۔ یہ گھٹالا نہیں تو اور کیا ہے۔

اس نام نہاد مولوی سے کوئی پوچھے کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو ایک ہی بار میں لفظ تین سے تین طلاقیں دیں تو بیوی پر کتنی طلاقیں واقع ہوں گی۔؟ اسی طرح سے حدیث و فقہ کی کتابوں میں جا بجا الف الف مرۃ کا لفظ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟

برین عقل و دانش بباید گریست

کھسیانی بلی کھمبا نوچے

اس مقولے کے مصداق ان نام نہاد مولویوں نے اپنی اپنی تقریر میں ایسی ایسی باتیں کہہ ڈالیں کہ اس سے ان ہی لوگوں پر کفر کا فتویٰ عائد

---

[1] اس بات کی روایت مجھ سے خواجہ علم و فن حضرت مولانا خواجہ مظفر حسین صاحب قبلہ نے اس طرح کی کہ وہ ایک بار ٹرین میں سفر کر رہے تھے حسن اتفاق سے اس ڈبے میں دیوبند و سہارنپور کے طلبہ بھی تھے۔ صبح کے وقت

ہوتا ہے ذیل میں ان کی تقریر کے چند جملے پیش کرتا ہوں جو ٹیپ شدہ ہیں سے

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

(۱) ہم (دیوبندی) آقائے دوجہاں کی نسل سے ہیں۔ تم (بریلوی) ابوجہل کی نسل سے ہو۔

آقائے دوجہاں کی نسل کے صرف سادات کرام ہیں غیر سادات کو سرکار دوجہاں کی نسل بتانا کیسا ہے؟ جب کہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ من ادعی الی غیر ابیه فعلیه لعنة الله والملٰئکة والناس اجمعین ؁ دوسری روایت میں ہے من ادعی الی غیر ابیه فالجنة علیه حرام ؁ مذکورہ احادیث کی روشنی میں مسئلہ علماء دیوبند سے دریافت کریں جو حکم عائد ہو اس پر عمل کریں۔

(۲) فاتحہ کی شیرینی اہل نصاب کے لئے کھانا حرام ہے۔

حرام ہے حرام ہے۔

فاتحہ کی شیرینی جو صدقۂ واجبہ بھی نہیں ہے آخر اس میں وہ کونسی ایسی چیز شامل ہو جاتی ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے، شیرینی خواہ مٹھائی ہو یا حلوہ یا کوئی اور دوسری میٹھی چیز جس کو آدمی روزمرہ استعمال کرتا ہے

" مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام " کی آواز ان کو سنائی دی انہوں نے جھانک کر دیکھا تو کچھ طلبہ کو بڑی والہانہ سلام پڑھتے ہوئے پایا۔ وہ ان کے قریب جاکر بیٹھ گئے اور از خود ان سے بات چیت شروع کردی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ دیوبند و سہارنپور کے طالب علم ہیں۔ آپ نے مزید دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا کہ ابھی کچھ دیر پہلے آپ لوگ سلام پڑھ رہے تھے کیا بتلا سکتے ہیں کہ یہ کس کا لکھا ہوا سلام ہے؟ ان لوگوں نے منہ بگاڑتے ہوئے کہا کہ یہ سلام احمد رضا کا لکھا ہوا ہے جو نہایت عمدہ ہے ہمارے اساتذہ فرمایا کرتے ہیں کہ احمد رضا گرچہ بدعتی ہو گئے ہیں لیکن اگر ان کی بخشش ہوگی تو اسی سلام کے [illegible]

مٹھائی اور حلوہ کے تمام اجزائے ترکیبی حلال۔ جس مصلے پر یا جس جگہ رکھ کر فاتحہ دی جاتی ہے وہ جگہ پاک وصاف۔ آخر وہ کونسی چیز شامل ہوگئی کہ جس سے اس کا کھانا حرام ہوگیا۔ سوائے اس کے کہ اس پر قرآن کی سورتیں پڑھی جاتی ہیں اور آخر میں نبی، رسول، اولیا، اور مومنین و مومنات کو ایصال ثواب کیا جاتا ہے۔ کیا اس کے حرام ہونے کی یہی وجہ ہے؟ جواب دیں۔

(۳) تین مسجدوں کے علاوہ سفر کرنا حرام ہے۔

اگر فی الواقع حدیث کا یہی مفہوم ہے جیسا کہ ان نام نہاد مولویوں نے سمجھا ہے۔ یا شریعت مطہرہ کا یہی حکم ہے تو سب سے پہلے حرام کا ارتکاب دیوبندی لوگ ہی کرتے ہیں اور حرام کاری کثرت سے کرتے ہیں۔ کیونکہ ہند و بیرون ہند اجتماع میں شریک ہونے کے لئے انہیں کے برادران اکثر سفر کرتے رہتے ہیں آیا وہ لوگ حرام کاری کرتے ہیں یا کار ثواب کی نیت سے سفر کرتے ہیں؟ جواب دیں۔

(۴) تبلیغی جماعت والوں کا گھر بار مسجد ہے۔

مسجد تو صرف خدا کا گھر ہے اور وہ عبادت کے لئے وقف ہے غیر معتکف کو اس میں کھانا، پینا، سونا اور دیگر دنیاوی امور انجام دینا حرام ہے۔ لیکن اس کو گھر بار کہہ کر مسجد کو گھر جیسا برتنا یعنی اس میں کھانا پکانا دسترخوان سجانا، ہمبستر ہونا اور دنیاوی امور کی انجام دہی روا سمجھنا عند الشرع کیسا ہے؟ کیوں کہ "گھر بار" کے لفظ سے صاف واضح ہے تبلیغی جماعت والے مسجد کو اپنا گھر تصور کرتے ہیں۔ اور جو شخص

کی بنیاد پر ہوگی۔ اس پر کہنے والوں نے کہا کہ: الفضل ما شہدت بہ الاعداء۔

مسجد کو اپنا گھر تصور کرے۔ یا گھر بار کہے اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے۔ دیوبند کے دار الافتاء سے رجوع کریں۔

> (۵) مردود، نالائق، جوتا خور، ایسے الفاظ سے مومن کو گالی دینا فسق و کفر ہے۔

نام نہاد مولویوں کے فتوے کی زد میں وہ اپنے آپ ہی کافر ہو گئے کیوں کہ ان میں سے اکثر نے دوران تقریر راقم الحروف نیز علماء اہلسنت کو مردود، نالائق، جوتا خور، کمینہ اور اس طرح کے ذلت آمیز الفاظ سے گالیاں دی ہیں۔

اس کے علاوہ اور بہت سے جملے ہیں طوالت سے بچنے کے لئے انہیں چند جملوں پر اکتفا کرتا ہوں۔ کیوں کہ سو کفر یا ایک کفر بکنا یا کرنا دونوں کا نتیجہ ایک ہی ہے۔ یعنی وہ انسان شریعت کی روشنی میں کافر ہو جاتا ہے۔

خود پھنسے پھندے میں بلبل کیا خطا صیاد کی

فدایانِ دیوبند و شیدائیان سہارنپور کی بے ہودہ گوئی۔ الزام تراشی اور کفریات کی نشاندہی کرنے اور عوام کو علماء دیوبند کے عقائد باطلہ سے آگاہ و روشناس کرانے کے لئے راقم الحروف نے ۸؍ اپریل ۱۹۹۸ء کو ایک جلسے عام کا پروگرام رکھا جس میں حضرت علامہ مولانا رحمت حسین صاحب کلیمی سربراہ اعلیٰ تنظیم المسلمین بارسی پورنیہ۔ حضرت مولانا مظفر حسین صاحب قبلہ مدرس تنظیم المسلمین بارسی، حضرت علامہ مولانا امام اختر نوری صاحب قبلہ صدر المدرسین الجامعۃ النظامیہ فیض العلوم ملک پور کٹیہار، حضرت مولانا مختار عالم اشرفی صاحب قبلہ، نائب صدر المدرسین الجامعۃ النظامیہ فیض العلوم حضرت علامہ اعجاز اصغر نوری صاحب قبلہ تیلتا سیہور کو میں نے دعوت دی۔ بحمدہٖ تعالیٰ میری آواز پر سبھی حضرات تشریف لائے اور سب نے عقائد باطلہ

کی تردید میں تقریریں کیں اور ساتھ ہی ساتھ مذہب اہل سنت کو قرآن و احادیث سے ثابت کیا۔ جلسہ نہایت کامیاب ہوا۔ آخر میں راقم الحروف نے علماء دیوبند کے عقائد باطلہ کا انکشاف کیا اور اعلان عام کر دیا کہ اگر کسی نے مذکورہ عقائد کو اسلامی عقائد ثابت کر دیا یا درج شدہ حوالہ جات کو غلط یا جعلی ہونا ثابت کر دیا تو میں ان کو اپنی جیب خاص سے پچپن ہزار روپے نقد انعام دونگا

اعلان عام کے بعد بھی کوئی سورما سامنے نہیں آیا۔ عوام میں اپنے آپ کو شیر ببر کہلانے والے چوہوں کی طرح بل میں گھس گئے ؎

کیا دبے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا
شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کتا تیرا

مدرسے کی چھٹی ختم ہو گئی تھی۔ میری واپسی کا ریزرویشن ۲۲ اپریل ۸۰ء کا بنا ہوا تھا۔ میں نے اپنے لوگوں سے تاکیداً کہا کہ اگر وہ لوگ مناظرہ کرنے پر راضی ہو جائیں تو مجھے اطلاع کر دیں ۔ تادم تحریر کوئی اطلاع نہیں آئی ۔ اس لئے میں نے سوچا کہ علماء دیوبند کے عقائد کو جو ان کی کتابوں میں درج ہیں (جن عقائد کو پڑھنے کے بعد فاضل دیوبند جناب مولوی عامر عثمانی، ایڈیٹر ماہنامہ تجلی دیوبند نے لکھا ہے کہ "تقویۃ الایمان، فتاوی رشیدیہ، فتاوی امدادیہ، بہشتی زیور، حفظ الایمان، جیسی کتابوں کو چوراہے پر رکھ کر آگ لگا دی جائے اور صاف اعلان کر دیا جائے کہ ان کے مندرجات قرآن و سنت کے خلاف ہیں)

ان عقائد کو کتاب کی صورت میں شائع کر دیا جائے تاکہ عقائد دیوبند سے عوام کو مکمل طور سے واقفیت ہو جائے اور یہ جو عوام میں مشہور کیا گیا ہے کہ علمائے دیوبند کا ہرگز ایسا عقیدہ نہیں ہے اور

نہ ہی کوئی ایسی کتاب ہے۔ جس میں یہ کفریات مندرج ہیں۔ یہ علماء دیوبند پر بریلوی علماء کا الزام ہے۔

مذکورہ ڈھٹائی اور افترا کا علم تو مجھے تھا ہی لیکن مزید یقین اس وقت ہوا کہ جب جناب جمال تیلی ساکن مادھے پور سے پیدا شدہ حالات کے بعد گفتگو ہوئی۔ موصوف بہت ہی سیدھے اور بھولے بھالے انسان ہیں۔ وہ بھی انہیں نام نہاد مولویوں کے دام تزویر میں پھنسے ہوئے ہیں انہوں نے مجھ سے کہا کہ آپ کے والد مجھ سے محبت وانسیت رکھا کرتے تھے اور برابر آیا جایا کرتے تھے۔ مگر آپ میرے گھر تشریف نہیں لاتے ہیں۔ میں نے جواباً کہا کہ آپ دیوبندیت کی اشاعت کرتے ہیں۔ اس لئے میں نے قطع تعلق کر رکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ "دیوبندی بریلوی میں آخر کیا فرق ہے"؟ مجھے ذرا تفصیل سے بتلائیے۔ میں نے ان کے سامنے علماء دیوبند کے عقائد باطلہ کو بیان کیا۔ عقائد باطلہ سنتے ہی وہ ان لوگوں پر لعنت اور لاحول پڑھنے لگے لیکن آخر میں انہوں نے بھی یہی کہا کہ یہ عقائد باطلہ ان کے نہیں ہیں کیوں کہ ایسا عقیدہ جو بھی انسان رکھے گا وہ کافر و مرتد ہو جائے گا۔ ایسا ہی نظریہ عام پڑھے لکھے انسانوں کا بھی ہے۔

لہٰذا: اس فریب کا پردہ چاک کرنے کے لئے میں نے علمائے دیوبند کے عقائد باطلہ کو مع حوالۂ کتب دو عنوان میں تقسیم کیا ہے۔

پہلا عنوان "اللہ اور اللہ کے رسول سے علمائے دیوبند کی بدعقیدگی"

دوسرا عنوان "اکابر دیوبند سے علمائے دیوبند کی خوش عقیدگی"

اس کے بعد میں نے فاضل دیوبند مولوی عامر عثمانی ایڈیٹر ماہنامہ تجلی دیوبند کا وہ بے لاگ تبصرہ جو انہوں نے حضرت علامہ ارشد القادری صاحب

قبلہ کی کتاب ''زلزلہ'' پر لکھا ہے اسے آخر میں شامل کر دیا ہے۔

میری یہ کوشش صرف اور صرف احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کیلئے ہے۔ اللہ تعالیٰ عوام کو بہتر سمجھ عطا فرمائے۔ حق و ناحق میں امتیاز کرنے کی توفیق رفیق بخشے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

محمد اعجاز انجم لطیفی
مدرس جامعہ رضویہ منظر اسلام سوداگران بریلی شریف
۲۵ محرم الحرام ۱۴۱۹ھ مطابق ۲۲ مئی ۱۹۹۸ء بروز پیر

انتباہ

کتاب میں مذکورہ حوالہ جات اور صفحات کے بارے میں یہ بتا دینا اور واضح کر دینا نہایت ضروری ہے کہ جن کتابوں سے حوالہ اخذ کیا گیا ہے وہ کتابیں مختلف مطبع، مکتبہ سے بار بار چھپتی رہتی ہیں، سائز میں بھی فرق یعنی چھوٹا بڑا ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے درج شدہ صفحات میں فرق ہونا ممکن ہے۔

لیکن حوالہ سو فیصد درست ہے۔ کسی بھی حوالہ کو غلط ثابت کرنے پر پچپن سو روپے کا نقد انعام ہے۔

اللہ اور اللہ کے رسول سے علمائے دیوبند کی بدعقیدگی

عقیدہ نمبر ۱

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسا علم غیب تو بچوں، پاگلوں اور جانوروں و دیگر رذائل کو بھی حاصل ہے۔ حوالہ ملاحظہ کیجیے:

> "پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ کتاب حفظ الایمان صفحہ ۸ مصنفہ سردار جماعت مولوی اشرف علی تھانوی۔"

عقیدہ نمبر ۲

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ علم شیطان لعین کو ہے۔ حوالہ ملاحظہ کیجیے:

> "الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ کتاب براہین قاطعہ صفحہ ۵۵ مصنفہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی مصدقہ رشید احمد گنگوہی۔

عقیدہ نمبر ۳

اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا ہو جائے تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ حوالہ ملاحظہ کیجیے

" اگر بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا "۔ کتاب تحذیر الناس صفحہ ۲۸، مصنف مولوی قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند۔

عقیدہ نمبر ۴

اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن ہے۔ حوالہ ملاحظہ کیجیے:

(الف) " لا نسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد " (ترجمہ) " ہم نہیں مانتے کہ اللہ کا جھوٹ بولنا محال ہے "۔ رسالہ یکروزہ صفحہ ۱۷، مصنف امام الوہابیہ اسمٰعیل دہلوی (ب) " امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدماء میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے کہ نہیں "، براہین قاطعہ صفحہ ۲، مصنف خلیل احمد انبیٹھوی۔

عقیدہ نمبر ۵

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیثیت عام انسانوں سے بھی کمتر ہے۔ حوالہ ملاحظہ کیجیے:

" ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا (نبی ہو یا ولی) وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے "۔ کتاب تقویۃ الایمان صفحہ ۱۳ مصنف امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی۔

عقیدہ نمبر ۶

انبیاء، اولیاء۔ ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔ حوالہ ملاحظہ کیجیے:

" اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء اولیاء اس کے روبرو ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہیں "۔ کتاب تقویۃ الایمان صفحہ ۴۸ مصنف امام الوہابیہ اسمعیل دہلوی۔

عقیدہ نمبر ۷

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیات النبی نہیں بلکہ مر کر مٹی میں مل گئے۔ حوالہ ملاحظہ کیجیے:

کتاب تقویۃ الایمان صفحہ ۵۳ مصنفہ امام الوہابیہ اسمٰعیل دہلوی۔

عقیدہ نمبر ۸ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قوم کے چودھری اور گاؤں کے زمیندار جیسے ہیں۔ حوالہ ملاحظہ کیجیے:

"جیساکہ ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار سو ان معنوں کو ہر پیغمبر اپنی اُمّت کا سردار ہے۔" تقویۃ الایمان صفحہ ۵۵۔

عقیدہ نمبر ۹ اللہ تعالیٰ کو غیب کا علم نہیں البتہ وہ اگر چاہے تو دریافت کرسکتا ہے۔ حوالہ ملاحظہ کیجیے:

"سو اس طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو جب چاہے کرلیجیے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے۔" تقویۃ الایمان صفحہ ۱۸

عقیدہ نمبر ۱۰ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم بڑے بھائی کے برابر کرنی چاہیے۔ حوالہ ملاحظہ کیجیے:

"انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجیے۔ تقویۃ الایمان ۵۲

عقیدہ نمبر ۱۱ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا علم غیب ماننا بھی شرک ہے۔ حوالہ ملاحظہ کیجیے:

"ملخصاً فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۳، ۷ تقویۃ الایمان صفحہ ۹، ۲۳، ۵۰۔

عقیدہ نمبر ۱۲ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر اور بھی کروڑوں پیدا ہونا ممکن ہے۔ حوالہ ملاحظہ کیجیے:

"اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن و فرشتے جبرئیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے۔" تقویۃ الایمان صفحہ ۲۶۔

عقیدہ نمبر ۱۳ نماز میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال لانا اپنے

گدھے اور بیل کے خیال میں ڈوبنے سے بھی بدتر ہے۔ حوالہ ملاحظہ کیجئے:

”زنا کے وسوسے اپنی بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے۔ اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے برا ہے۔“ صراط مستقیم صفحہ ۹۵ مصنف امام الوہابیہ اسمٰعیل دہلوی۔

عقیدہ نمبر ۱۴

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا میلاد کرنا اور قیام تعظیمی کرنا یعنی سلام کیلئے کھڑا ہونا بدعت و شرک ہے۔ مثل کنھیا کے جنم کے ہے۔ حوالہ ملاحظہ کیجئے:

”ملخصاً“ براہین قاطعہ صفحہ ۱۵۲۔

عقیدہ نمبر ۱۵

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے مدد مانگنا شرک ہے۔ حوالہ ملاحظہ کیجئے

”ملخصاً“ فتاویٰ رشیدیہ ۹۱ ص تقویۃ الایمان صفحہ ۷-۳۰-۱۰-۱۱۔

عقیدہ نمبر ۱۶

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جملہ بنی آدم کے برابر ہیں۔ حوالہ ملاحظہ کیجئے:

”البتہ نفس بشریت میں مماثل آپ کے جملہ بنی آدم ہیں“ براہین قاطعہ صفحہ ۷

عقیدہ نمبر ۱۷

اعمال میں امتی انبیاء سے بڑھ جاتے ہیں حوالہ ملاحظہ کیجئے:

”انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔ باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں۔ بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔“ تحذیر الناس صفحہ ۵ مصنف مولوی قاسم نانوتوی۔

عقیدہ نمبر ۱۸

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یا رسول اللہ کہنا شرک ہے حوالہ ملاحظہ فرمایئے:

ملخصاً فتاویٰ رشیدیہ صفحہ نمبر ۶۶ بہشتی زیور حصہ اوّل صفحہ ۳۴۔

عقیدہ نمبر ۱۹

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مدرسہ دیوبند کے تعلق سے اُردو بولنا آگئی۔ حوالہ ملاحظہ کیجئے:

"ایک صالح فخر عالم علیہ السّلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو اُردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آگئی آپ تو عربی ہیں فرمایا کہ جب سے علماء دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آگئی۔ سبحان اللہ اس سے رتبہ اس مدرسہ کا معلوم ہوا۔"

(براہین قاطعہ صفحہ ۳۰)

عقیدہ نمبر ۲۰

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی آخرت کا حال بھی معلوم نہیں حوالہ ملاحظہ کیجئے:

"جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا" تقویۃ الایمان صفحہ ۲۳۔

عقیدہ نمبر ۲۱

وہابیوں کے نزدیک رام چندر اور لچھمن اور کرشن نبی ہیں جو ہندوؤں میں مشہور ہے۔ اسی طرح فارسیوں میں زرتشت اور چین وجاپان والوں میں کنفیوس۔ اور بدھ وسقراط اور فیثاغورس یونانیوں میں۔ مولوی وحیدُ الزماں وہابی لکھتے ہیں۔

"ہم ان کی نبوت کا انکار نہیں کرسکتے۔ یہ انبیاء صلحاء تھے" ہدایۃ المہدی صفحہ

عقیدہ نمبر ۲۲

وہابیوں کا مذہب ہے کہ مرد ایک وقت میں جتنی عورتوں سے چاہے نکاح کرسکتا ہے اس کی حد نہیں کہ چار ہی ہو۔

"ظفر اللاضی صفحہ ۱۴۱، ۱۴۲، نواب صاحب) (غیر مقلد کی عرف الجادی ص۱۱۵)

عقیدہ نمبر ۲۳

کافر کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے۔ اس کا کھانا جائز ہے ("دلیل الطالب صفحہ ۴۱۳، مؤلفہ نواب صدیق حسن خان") (عرف الجادی صفحہ ۲۳۴ مؤلفہ نور الحسن خان)

عقیدہ نمبر ۲۴

علمائے دیوبند کے نزدیک قرآن مجید و حدیث پاک کے معنی و مفاہیم سمجھنے کے لئے عالم دین ہونا ضروری نہیں۔ غیر عالم بھی قرآن و حدیث فہمی کی صلاحیت رکھتا ہے۔ حوالہ ملاحظہ کریں:

"عوام الناس میں یہ مشہور کہ اللہ و رسول کا کلام سمجھنا بہت مشکل ہے اس کو بڑا علم چاہیے سو یہ بات غلط ہے۔ انتہی ملخصاً تقویۃ الایمان"

عقیدہ نمبر ۲۵

دیوبندیوں کے نزدیک قرآن مجید شرک کی تعلیم دیتا ہے۔ حوالہ ملاحظہ کیجئے:

"حوالہ: عہ۱ اغنہم اللہ ورسولہ من فضلہ۔ ترجمہ: انہیں دولتمند کر دیا اللہ اور اللہ کے رسول نے اپنے فضل سے۔ تنبیہ: خوب یاد رہے اللہ اور اللہ کے رسول دونوں نے دولتمند کیا۔ عہ۲ وتبری الاکمہ والابرص باذنی۔ ترجمہ: اے عیسیٰ تو تندرست کرتا ہے مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو میرے حکم سے۔ تنبیہ: یاد رکھنا اللہ کے حکم سے عیسیٰ علیہ السلام تندرست کرتے ہیں۔

عہ۳ ابری الاکمہ والابرص واحی الموتی باذن اللہ۔ ترجمہ: عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو تندرست کرتا ہوں اور مردے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے۔

تنبیہ: یاد رہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو تندرست کرتے ہیں اور اللہ کے حکم سے مردے جلاتے ہیں۔

اب مذکورہ آیتوں پر دیوبندیوں کے شہید اور علم بردار توحید مولوی اسمٰعیل دہلوی کا فتویٰ ملاحظہ کیجیے:

"روزی کی کشائش اور تنگی کرنی اور تندرست اور بیمار کر دینا، حاجتیں برلانی، بلائیں ٹالنی، مشکل میں دستگیری کرنی یہ سب اللہ ہی کی شان ہے۔ اور کسی انبیاء و اولیاء بھوت پری کی یہ شان نہیں جو کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے اس سے مرادیں مانگیں مصیبت کے وقت اس کو پکارے سو وہ مشرک ہو جاتا ہے پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے۔ خواہ یوں سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو قدرت بخشی ہے۔ ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔" (انتہی ملخصاً)

(تقویۃ الایمان ص۱۱ مطبع صدیقی دہلی)

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا

اکابرِ دیوبند علمائے دیوبند کی

خوش عقیدگی

عقیدہ نمبر ۱ علماءِ دیوبند کے نزدیک مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی مربیٔ خلائق ہیں۔ جو رب العالمین کے ہم معنی ہے ۔

حوالہ ملاحظہ کیجیے :

خدا ان کا مربی وہ مربی تھے خلائق کے ۔
مرے مولیٰ مرے ہادی تھے بیشک شیخ ربانی

(مرثیہ رشید احمد مصنف مولوی محمود حسن ۔ صـ۱۲)

وضاحت : مذکورہ شعر میں مولوی محمود حسن صاحب نے مولوی رشید احمد صاحب کو " مربی خلائق " لکھا ہے جو رب العالمین کے ہم معنی ہے ۔ (سارے جہان کا پالنہار) شاید ضرورت شعری کی وجہ سے رب العالمین نہیں لکھا ۔

عقیدہ نمبر ۲ اہل دیوبند کے نزدیک مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی مسیحا ہیں ۔ یعنی مردے کو جلاتے ہیں ۔ صرف جلاتے ہی نہیں بلکہ زندوں کو مرنے نہیں دیتے ۔ حوالہ ملاحظہ کیجیے :

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم

(مرثیہ رشید احمد صـ۲۳)

وضاحت: دیوبندیوں کے نزدیک مولوی رشید احمد صاحب کی مسیحائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بہت آگے نکل چکی ہے کیوں کر جو کام حضرت عیسیٰ علیہ السلام بحیثیت پیغمبر نہ کر سکے اس کام کو رشید احمد صاحب نے کر کے دکھا دیا۔ مردے جلانے میں رشید احمد صاحب بزعم مرثیہ نگار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے برابر ہی تھے۔ مگر زندوں کو موت سے بچانے میں سبقت لے گئے لیکن مجھے حیرت ہے اس بات پر کہ آنجناب خود موت کے چنگل میں پھنس گئے اور مر بھی گئے۔

عقیدہ نمبر ۳

علماء دیوبند مولوی رشید احمد گنگوہی کو بانیٔ اسلام (خدا) کا ثانی جانتے اور مانتے ہیں۔ حوالہ ملاحظہ کیجیے!

زباں پر اہلِ اہوا کی ہے کیوں اعلُ ہبل شاید
اٹھا عالم سے کوئی بانیٔ اسلام کا ثانی۔

(مرثیہ رشید احمد ص ۶)

وضاحت: مذکورہ شعر میں مولوی محمود حسن صاحب نے مولوی رشید احمد صاحب کو بانیٔ اسلام کا ثانی لکھا ہے۔ اشرف علی تھانوی نے اپنے وعظ ذکر الرسول مطبع کانپور کے صفحہ ۲۲ پر لکھا ہے کہ ”بانیٔ اسلام خدائے تعالیٰ ہے،، مذکورہ شعر میں بانیٔ اسلام کا ثانی لکھ کر مرثیہ نگار نے بھی عوام کو یہ ذہن اور تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ مولوی رشید احمد خدا کا ثانی ہے۔ یعنی دوسرا خدا ہے (معاذ اللہ)

عقیدہ نمبر ۴

علماء دیوبند کے نزدیک گنگوہ کی خانقاہ کا مرتبہ اتنا عظیم ہے کہ وہ کعبہ شریف سے بھی بڑھ کر ہے۔ جبھی تو عرفائے دیوبند نے کعبہ شریف پہونچ کر گنگوہ کا راستہ ڈھونڈا۔

حوالہ ملاحظہ کریں:

پھرتے تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا رستہ
جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق و شوق عرفانی

(مرثیہ رشید احمد ص۱۳)

وضاحت: خانہ کعبہ وہ عظیم بابرکت جگہ ہے جہاں پر ایک رکعت نماز کا ثواب ایک لاکھ رکعت کے برابر ہے۔ ایسی بابرکت جگہ پہنچ کر بھی اہل دیوبند کو تسکین نہیں ہوئی۔ بلکہ اپنی اندھی عقیدت کے مطابق گنگوہ جو کعبہ سے بھی بہتر اور افضل ان کی نگاہ میں ہے اس کا راستہ دوسروں سے معلوم کرتے رہے اور گنگوہ پہنچنے کی دھن میں حج کے سارے احکام کو پس پشت ڈال کر گنگوہ، گنگوہ کی رٹ لگاتے رہے۔

عقیدہ نمبر ۵ علماء دیوبند کے نزدیک روحانی اور جسمانی سب حاجتوں کا قبلہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی ہیں، ساری حاجتیں انہیں سے طلب کرنا چاہئے ان کے سوا کوئی دوسرا حاجت روا نہیں۔

حوالہ ملاحظہ کریں:

حوائج دین و دنیا کے کہاں ہم لیجائیں یارب
گیا وہ قبلۂ حاجات روحانی و جسمانی

(مرثیہ رشید احمد ص۱۰)

وضاحت: مولوی رشید احمد صاحب نے غیر اللہ سے مدد مانگنے کو شرک بتایا ہے۔ فتاوی رشیدیہ حصہ سوم صفحہ ۶ پر ہے "غیر اللہ سے مدد مانگنا اگرچہ ولی ہو یا نبی۔ شرک ہے۔" اس کے برخلاف مولوی محمود حسن صاحب دونوں جہان کی حاجتیں انہیں (مولوی رشید احمد) سے مانگ رہے ہیں۔ قبلہ حاجات انہیں کو کہہ رہے ہیں۔ لہٰذا فتاوی رشیدیہ کے حکم سے مولوی محمود حسن صاحب مشرک ہوئے اور

اگر مولوی محمود حسن صاحب کو موحد کہا جائے تو مولوی رشید احمد صاحب کو ضرور خدا کہنا پڑے گا۔ فیصلہ اہل دیوبند خود کریں۔

عقیدہ نمبر ۶

علماء دیوبند کے نزدیک امتی کو رحمۃ اللعالمین کہہ سکتے ہیں۔ اس مقولے کے بموجب مولوی رشید احمد صاحب رحمۃ اللعالمین ہیں۔ حوالہ ملاحظہ کریں:

> "رحمۃ للعالمین"، صفت خاصہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ کی نہیں ہے۔ بلکہ دیگر اولیائے کرام اور علماء ربانیین (علماء دیوبند) بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں۔ فتاوی رشیدیہ حصہ دوم صفحہ ۱۲

وضاحت: علماء دیوبند کے نزدیک چونکہ مولوی رشید احمد صاحب عالم ربانی ہیں اور انہیں کا حکم بھی ہے کہ عالم ربانی کو رحمۃ اللعالمین کہنا درست ہے لہٰذا مذکورہ حکم کے مطابق اہل دیوبند کے نزدیک مولوی رشید احمد صاحب رحمۃ اللعالمین ہیں حالانکہ قرآن مجید میں صرف رسول پاک صاحب لولاک کو رحمۃ اللعالمین کہا گیا ہے اور یہ صفت خاص ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے۔

عقیدہ نمبر ۷

علماء دیوبند کے نزدیک مولوی اشرف علی تھانوی کے پیر دھو کر پینا نجات اخروی کا سبب ہے۔ حوالہ ملاحظہ کریں:

> "واللہ العظیم مولانا تھانوی کے پیر دھو کر پینا نجات اخروی کا سبب ہے۔" (تذکرۃ الرشید حصہ اول ص۱۱۳)

وضاحت: مذکورہ عقیدے میں شک و شبہات کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی۔ کیوں کہ لفظ واللہ العظیم جو قسم کے لئے مستعمل ہے اس سے مذکورہ جملے کے شک و شبہات کو یکسر ختم کر دیا گیا ہے۔ اب کسی بات کا کوئی کھٹکا نہیں۔ اگر کھٹکا ہو بھی تو مولوی اشرف علی تھانوی کے پیر دھو کر پی لو

آخرت میں نجات مل جائے گی۔

عقیدہ نمبر ۸ علماء دیوبند کے نزدیک امتی اعمال میں نبی سے بڑھ جاتے ہیں حوالہ ملاحظہ کریں۔

"انبیاء اپنی امت سے ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں۔ بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔" تحذیر الناس مصنفہ مولوی قاسم نانوتوی صہ ۵

وضاحت: "تھانوی صاحب نے حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کو عام انسان کے علم سے گھٹایا نانوتوی صاحب نے حضور کے عمل کو امتی سے گھٹایا۔ لہٰذا دونوں فضیلتیں ختم ہو گئیں۔ اگر علم و عمل میں فضیلت ہے تو صرف علماء دیوبند کو حاصل ہے

عقیدہ نمبر ۹ دیوبندی مذہب میں مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب "تقویۃ الایمان" کا گھر میں رکھنا۔ پڑھنا اور اس پر عمل کرنا عین اسلام ہے۔ حوالہ ملاحظہ کریں۔

"اس کا (تقویۃ الایمان) رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام اور موجب اجر کا ہے۔" فتاوی رشیدیہ حصہ سوم صہ ۵

وضاحت: جب تقویۃ الایمان کا رکھنا اور پڑھنا عین اسلام ہے تو ضروری ہے کہ جس شخص نے تقویۃ الایمان نہ پڑھی اور جس نے اپنے پاس نہ رکھی وہ شخص اسلام سے خارج ہے۔ جب کہ قرآن پاک کا پڑھنا اور رکھنا عین اسلام نہیں ہے یعنی اگر کسی محروم القسمت نے قرآن پاک نہیں پڑھا یا اپنے گھر میں نہیں رکھ سکا پھر بھی وہ داخل اسلام ہی رہے گا۔ لیکن فتاوی رشیدیہ کی روشنی میں وہ شخص اسلام سے خارج ہے کہ جس کے پاس تقویۃ الایمان نہیں ہے اس کا لازمی نتیجہ یہی نکلا

کہ تقویۃ الایمان کے لکھنے اور چھپنے سے قبل کوئی شخص بھی مسلمان نہیں تھا۔

عقیدہ نمبر۱۰

علماء دیوبند مرنے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں جس سے چاہتے ہیں بات چیت کر لیتے ہیں۔ حوالہ ملاحظہ کریں

" ایک صاحبِ کشف حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر فاتحہ پڑھنے گئے۔ بعد فاتحہ کہنے لگے کہ بھائی یہ کون بزرگ ہیں؟ بڑے دل لگی باز ہیں۔ جب میں فاتحہ پڑھنے لگا تو مجھ سے فرمانے لگے کہ جاؤ کسی مردہ پر پڑھیو۔ یہاں زندوں پر پڑھنے آئے ہو "

(ارواح ثلاثہ مصنفہ مولوی امیر شاہ خان) ص۳۲

وضاحت: جب چاہنا جھانک کر وہاں کا حال معلوم کر لینا۔ عالم غیب کا پردہ اٹھا کر جس سے چاہنا بات کر لینا اور انبیاء و رسول کے لئے مشکل ہو تو ہو لیکن ان علماء دیوبند کے لئے تو گویا شب و روز کا معمول ہے۔

عقیدہ نمبر۱۱

قبر اور صاحبِ قبر سے علماء دیوبند کو فیض ملتا ہے۔ قبر کی مٹی مریض کو شفا بخشتی ہے حوالہ ملاحظہ کریں:

" (مولوی خیر الدین کے) وصال کے بعد ایک مدت تک مزار شریف پر لوگوں کا ہجوم رہنے لگا۔ اور پانی، تیل، نمک وغیرہ قبر شریف کے پاس لے جا کر لوگ رکھ دیتے۔ اور کچھ دیر کے بعد اٹھا لیتے۔ اس سے بکثرت لوگوں کو فوائد حاصل ہوئے۔ "

" وصال کے بعد لوگوں کا ہجوم جو مزار کے پاس آیا وہ پانی وغیرہ رکھنے یا یوں کہئے کہ دم کرانے کے بعد تھوڑی تھوڑی مٹی بھی ہر ایک

اٹھا کر لے جانے لگا۔ چنانچہ چند روز میں ضرورت پڑ جاتی کہ دوسری مٹی مزار شریف پر ڈالی جائے۔ چنانچہ مولانا ایوب صاحب مرحوم (حضرت کے صاحبزادے) کچھ عرصہ تک جب مٹی کم ہو جاتی نئی نئی مٹی ڈال دیا کرتے۔۔۔ درس حیات مصنفہ مولوی فخر الدین ۲۵۴/۲۵۸

وضاحت: اہل دیوبند کو صاحب قبر اور قبر سے فیض حاصل ہوتا ہے۔ اور اس قدر ہوتا ہے کہ لوگوں کا ہجوم رہتا ہے۔ اس کے برخلاف" انکشاف کی ایک عبارت پڑھئے جس سے علماء دیوبند کی تضاد بیانی کا مکمل اندازہ ہو جائے گا۔

> "جو شخص اپنی حاجت روائی کے لئے اجمیر جائے۔ یا سید سالار مسعود غازی کے مزار پر یا اسی طرح دوسری جگہ پر مراد مانگے۔ یقیناً اس کا گناہ زنا اور ناحق قتل کرنے سے بھی بڑا ہے"
>
> (انکشاف ص ۱۰۴)

نوٹ!: علمائے دیوبند کی تحریر میں تضاد بیانی کا وافر حصہ آخر کیوں ہے؟ میرے خیال سے وہ اس لئے ہے کہ ان لوگوں کا کوئی مستحکم عقیدہ نہیں ہے۔ اور نہ ہی کوئی موقف ہے۔ اول الذکر عبارت اپنے لوگوں سے متعلق تھی۔ اس لئے اس میں بھرپور عقیدت ومحبت کا اظہار ہے۔ آخر الذکر عبارت کا تعلق بریلوی مسلک سے ہے۔ اس لئے اس میں منافرت وعداوت کا عنصر غالب ہے۔ اس کے علاوہ ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ علمائے دیوبند کو مذہب وملت سے کوئی ہمدردی نہیں ہے اور نہ ہی اس کی اشاعت مقصود ہے۔ اسکا مقصود صرف اور صرف نجدیت پھیلانا۔ اور مسلمانان عالم کے درمیان افتراق وانتشار پیدا کرنا ہے۔ جیسا کہ کتاب ارواح ثلاثہ میں مذکور ہے۔

"اس لئے میں نے یہ کتاب (تقویۃ الایمان) لکھدی ہے گو اس سے شورش ہوگی۔ مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے..."

صاحب کتاب کو مکمل یقین ہے کہ میری کتاب سے مسلمانوں کے اندر جنگ وجدال ہوگی۔

امر واقعہ بھی یہی ہے کہ جب سے تقویۃ الایمان شائع ہوئی ہے تب ہی سے بھائی بھائی کا دشمن ہے۔ باپ بیٹے میں اختلاف ہے۔ شہر شہر اور گاؤں گاؤں میں افتراق و انتشار ہے۔ اس کا جیتا جاگتا ثبوت مادھے پور ضلع کیہار کا گذشتہ تازہ واقعہ ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

عقیدہ نمبر ۱۲

اکابر دیوبند ایک ہی وقت میں کئی جگہ موجود رہتے ہیں یعنی کعبہ معظمہ میں بھی نماز پڑھتے ہوتے ہیں اور خانقاہ گنگوہ میں بھی تشریف فرما ہوتے ہیں حوالہ ملاحظہ کریں:

"مولوی محمود حسن صاحب نگہنوی فرماتے ہیں کہ میری خوش دامن صاحبہ جو اپنے والد کے ہمراہ مکہ معظمہ میں بارہ سال تک مقیم رہیں نہایت پارسا اور عابدہ زاہدہ تھیں سینکڑوں احادیث بھی ان کو حفظ تھیں۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ بیٹا حضرت (گنگوہی) کے بہت شاگرد ہیں مگر کسی نے حضرت کو نہیں پہچانا جن ایام میں میرا قیام مکہ معظمہ میں تھا روزانہ میں نے صبح کی نماز حضرت کو حرم شریف میں پڑھتے دیکھا اور لوگوں سے سنا بھی کہ یہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی ہیں۔ گنگوہ سے تشریف لایا کرتے ہیں۔ (تذکرۃ الرشید از مولوی عاشق الٰہی صدیقی

صفحہ ۲۱۲ - جلد دوم

وضاحت: روزانہ کا لفظ بتا رہا ہے کہ کسی دن بھی مولوی رشید احمد صاحب صبح کی نماز حرم شریف میں ناغہ نہیں کرتے تھے۔ نہایت پارسا عابدہ زاہدہ خوش دامن صاحبہ کی مدت قیام کے مطابق یہ سلسلہ بارہ سال تک جاری رہا۔ روایت میں لفظ نہایت، پارسا، عابدہ زاہدہ اس بات کی غمازی کر رہا ہے کہ واقعہ بالکل سچا ہے۔ کذب بیانی کا ذرہ بھر بھی احتمال نہیں ہے۔ اس کے برخلاف مولوی عاشق الٰہی میرٹھی نے بھی اسی کتاب میں مولوی رشید احمد صاحب کے معمولات شبانہ روز کا جو گوشوارہ پیش کیا ہے۔ اس میں مولوی گنگوہی کو چوبیس گھنٹے گنگوہ میں موجود دکھایا ہے۔ [illegible] صراحت پر لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ مولوی گنگوہی ایک ہی وقت میں مکے میں بھی موجود ہوتے تھے اور گنگوہ میں بھی حاضر رہتے تھے۔ مگر یہ کس قدر حیرت انگیز اور افسوسناک بات ہے کہ اگر کوئی سنی صحیح العقیدہ انسان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ایسا عقیدہ رکھتا ہے تو وہ علماء دیوبند کی نظر میں کافر و مشرک ہو جاتا ہے۔

کیا یہ رسول سے دشمنی اور اقرباء نوازی کی واضح ترین مثال نہیں ہے؟

عقیدہ نمبر ۱۳

علماء دیوبند کو علم غیب حاصل تھا وہ ہونے والے واقعات وحالات کو پہلے سے بیان کر دیا کرتے تھے۔

حوالہ ملاحظہ کریں۔

: ایک دن تھانوی صاحب نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بابت فرمایا۔ کہ انہوں نے خبر دے دی تھی اس وبا کی جس میں ان کے اعزہ نے وفات پائی

تھی۔

پھر فرمایا کہ مولانا تھے بڑے صاحب کشف! رمضان ہی میں خبر دے دی تھی کہ ایک بلائے عظیم رمضان کے بعد آوے گی۔ ابھی آجاتی لیکن رمضان کی برکت سے رکی ہوئی ہے۔ اگر لوگ بچنا چاہیں تو ہر چیز میں صدقات دے دیں۔ (حسن العزیز ج۱ ص۲۹۳)

وضاحت: آنے والے کل میں کیا ہوگا اس کا تعلق بھی علم غیب سے ہے۔ جس کے بارے میں علماء دیوبند ہی کا کہنا ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ اللہ کے علاوہ کسی نبی و رسول، ولی کو ہرگز حاصل نہیں، مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان صفحہ ۱۴۱ پر یہ درج ہے۔

”جو کوئی دعویٰ کرے کہ میرے پاس ایسا کچھ علم ہے کہ جب میں چاہوں اس سے غیب کی باتیں معلوم کر لوں۔ اور آئندہ باتوں کا معلوم کر لینا میرے قابو میں ہے۔ سو وہ بڑا جھوٹا ہے۔ کہ وہ دعویٰ خدائی کرتا ہے۔۔“

حسن العزیز کی مذکورہ بالا عبارت سے صاف واضح ہے کہ مولوی محمد یعقوب صاحب کو آنے والے کل کا مکمل علم حاصل تھا صرف اتنا ہی نہیں بلکہ یہ بھی معلوم تھا کہ وہ بلا ابھی آجاتی۔ مگر رمضان کی برکت سے رکی رہی۔ مزید اس کا بھی علم تھا کہ اگر لوگ صدقہ دیدیں تو وہ بلا واپس بھی لوٹ جائے گی۔ بروایت تھانوی صاحب مولوی محمد یعقوب صاحب کو علم غیب حاصل تھا جب کہ یہی تھانوی جی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کے بارے میں اپنی کتاب حفظ الایمان میں رقمطراز ہیں!

> آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمر ہر صبی و مجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ حفظ الایمان ص۸

علماء دیوبند جواب دیں کہ آیا حسن العزیز کی عبارت درست ہے یا تقویۃ الایمان اور حفظ الایمان کی عبارت صحیح ہے۔ کسی صورت میں گلو خلاصی ممکن نہیں ہے۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

اس طرح کی بے شمار خوش عقیدگیاں علماء دیوبند کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ میں انہیں چند پر اکتفا کرتا ہوں اس شعر کے ساتھ ؎

طوفان نوح لانے سے اے چشم فائدہ!
اک بوند ہی بہت ہے اگر کچھ اثر کرے

آپ حضرات نے گزشتہ صفحات میں علماء دیوبند کی بدعقیدگی اور خوش عقیدگی دونوں کا مطالعہ کیا۔ مذکورہ بالا دونوں عنوان کی روشنی میں یہ بات مکمل طور سے واضح اور ثابت ہوگئی کہ علمائے دیوبند کے یہاں دو طرح کی شریعتیں ہیں۔ ایک ہی عقیدہ انبیاء و اولیاء کے حق میں شرک و کفر ہے۔ اور اپنے گھر کے بزرگوں کے حق میں عین اسلام ہے۔ علماء دیوبند کے انہی خرافات اور متضاد عبارات کو پڑھ کر فاضل دیوبند مولوی عامر عثمانی مدیر تجلی دیوبند نے حقائق کا انکشاف کرتے ہوئے ایک بے لاگ تبصرہ قلم بند کیا تھا۔ آپ حضرات کی معلومات کے لئے تبصرہ

کا کچھ اقتباس آنے والے صفحات میں پیش کر رہا ہوں۔ خالی الذہن ہو کر آپ حضرات اس کا مطالعہ کریں۔ اور تبصرہ کی روشنی میں فیصلہ کریں کہ راہِ حق پر کون ہے۔؟ ـــہ

مانو نہ مانو اس کا تمہیں اختیار ہے
ہم نیک و بد جناب کو سمجھائے جاتے ہیں۔

* * *

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ پارہ ۲۶ سورۃ فتح۔ رکوع ۱

اطاعت رسول اور تعظیم نبی

نماز، روزہ اور دیگر اعمال سے مقدم ہے۔

(اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رقمطراز ہیں)

ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منیٰ ✤ لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے
مولیٰ علی نے واری تیری نیند پر نماز ✤ اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے
صدیق بلکہ غار میں جان اس پہ دے چکے ✤ اور حفظ جاں تو جانِ فروضِ غُرَر کی ہے
ہاں تو نے ان کو جان انہیں پھیر دی نماز ✤ پر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں ✤ اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

اظہارِ حقیقت بعنوانِ تبصرہ

فاضل دیوبند مولوی عامر عثمانی مدیر ماہنامہ تجلی دیوبند کا تبصرہ ڈاک نمبر دسمبر ۱۹۶۲ء میں شائع ہوا تھا۔ سادہ لوح مسلمانوں کے فائدے کے لیے ہم تبصرہ کا کچھ اقتباس شائع کر رہے ہیں۔

"مصنف: ارشد القادری۔ صفحات: ۳۰۴۔ کاغذ سفید، سائز چھوٹا۔ کتابت وطباعت معمولی۔ قیمت: چار روپے۔ مکتبہ جام نور فیض العلوم جمشید پور،

اس کتاب کے فاضل مصنف بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس میں یہ کہتے ہوئے خوشی محسوس ہوتی ہے کہ ان کا انداز تحریر عام بریلوی ارباب قلم کی معروف خامیوں سے خاصی حد تک پاک ہے اور ان کے علم کلام میں معقولیت کا عنصر بڑی مقدار میں پایا جاتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ابھی اُن میں پوری پختگی نہ آئی ہو۔

اس کتاب میں صاحبِ کتاب نے علماء دیوبند کی تحریروں سے یہ واضح کیا ہے کہ یہ حضرات عقائد کے معاملہ میں سخت تضادات کا شکار ہیں اور جن امور کو یہ بریلویوں کے تعلق سے بدعت، شرک، اور کفر وغیرہ لکھتے ہیں۔ انہیں وہ اپنے بزرگوں کے لئے عین ایمان قرار دیتے ہیں۔ بات اگر اس اونچے علم الکلام کی ہوتی جس کا مظاہرہ بریلوی مکتب فکر کی طرف سے بالعموم پمفلٹوں اور پوسٹروں وغیرہ میں کیا جاتا رہا ہے تو ہم

نوٹس ہی نہ لیتے۔ مگر یہ کتاب دستاویزی حقائق اور ناقابلِ تردید شواہد پر مشتمل ہے۔ اور فاضل مصنف اکثر و بیشتر سنجیدگی کا دامن تھامے رہے ہیں۔ لہذا کوئی وجہ نہیں کہ ہم بے لاگ تبصرے کا فرض ادا نہ کریں۔ کتاب کی ترتیب یوں ہے کہ مصنف ایک طرف تو حضرت اسماعیل شہید کی تقویت الایمان اور بعض علماء دیوبند کی کتابوں سے یہ دکھلاتے جاتے ہیں کہ انبیاء اولیاء کے حق میں علم غیب اور تصرف وغیرہ کے عقیدے کو علمائے دیوبند نے شرک و بدعت اور خلافِ توحید کہا ہے۔ اور دوسری طرف یہ دکھلاتے ہیں کہ خود اپنے بزرگوں کے حق میں یہ سارے عقائد علماء دیوبند کے یہاں موجود ہیں۔ بات یقیناً تشویشناک ہے۔ مصنف نے ایسا ہرگز نہیں کیا ہے کہ ادھر ادھر سے چھوٹے موٹے فقرے لیکر ان سے مطالب پیدا کئے ہوں بلکہ پوری پوری عبارتیں نقل کی ہیں اور اپنی طرف سے ہرگز کوئی معنی پیدا نہیں کئے ہیں۔ ہم اگرچہ حلقۂ دیوبندی سے تعلق رکھتے ہیں لیکن ہمیں اس اعتراف میں کوئی تامل نہیں کہ اپنے ہی بزرگوں کے بارے میں ہماری معلومات میں اس کتاب نے اضافہ کیا۔ اور ہم حیرت زدہ رہ گئے۔ کہ دفاع کریں تو کیسے۔ دفاع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کوئی بڑے سے بڑا منطقی اور علامۃ الدہر بھی ان اعتراضات کو دفع نہیں کرسکتا جو اس کتاب کے مشتملات متعدد بزرگان دیوبند پر عائد کرتے ہیں۔ ہم اگر عام روش کے مطابق اندھے مقلد اور فرقہ پرست ہوتے تو بس اتنا ہی کرسکتے تھے کہ اس کتاب کا ذکر ہی نہ کریں۔ لیکن خدا بچائے اشخاص پرستی اور گروہ بندی کی باطل ذہنیت سے کہ ہم اپنا دیانتدارانہ فرض سمجھتے ہیں کہ حق کو حق کہیں۔ اور حق یہی ہے کہ متعدد علماء دیوبند پر تضاد پسندی کا جو الزام اس کتاب میں دلیل و شہادت کے ساتھ عائد کیا گیا ہے وہ اٹل ہے۔

یہ دیوبندیوں کے لٹریچر کی خاصی مشہور کتابیں۔ ارواح ثلاثہ، تذکرۃ الرشید، سوانح قاسمی، اشرف السوانح، الجمعیۃ کا شیخ الاسلام نمبر، انفاس قدسیہ وغیرہ ان کی صورتیں دیکھنے اور کہیں کہیں سے پڑھنے کا تو شاید ہمیں بھی اتفاق ہوا ہو۔ لیکن یہ "زلزلہ" ہی سے منکشف ہوا کہ ان میں کیسے کیسے عجوبے اور کیسی کیسی اَن کہنیاں محفوظ ہیں۔ استغفر اللہ۔ ثم استغفر اللہ

واقعہ یہ ہے کہ فحش ناول بھی اپنے قارئین کو اتنا نقصان نہیں پہنچا سکتے جتنا ان کتابوں نے پہنچایا ہوگا۔ ان کے باقی اوراق پر چاہے حقائق و معارف کے ڈھیر لگے ہوئے ہوں لیکن جو اقتباسات "زلزلہ" میں نقل کیے گئے ہیں وہ بجائے خود اس کے لیے کافی ہیں کہ سادہ لوح قارئین کے تصور توحید کی دھجیاں اڑا دیں اور خدا پرستی کی جگہ انہیں "بزرگ پرستی" کا ایسا سبق دیں جس کے زہر کا کوئی تریاق نہ ہو۔ مصنف بار بار پوچھتے ہیں کہ علماء دیوبند کے اس تضاد کا جواب کیا ہے۔ انصاف تو یہ ہے کہ اس سوال کا جواب مولانا منظور نعمانی یا مولانا محمد طیب صاحب کو دینا چاہیے۔ مگر وہ کبھی نہ دیں گے کیوں کہ جو اعتراض ایک ناقابل تردید صداقت کی حیثیت رکھتا ہو اس کا جواب دیا بھی کیا جا سکتا ہے۔؟

ہمارا خیال ہے کہ تذکرۃ الرشید اور سوانح قاسمی اور اشرف السوانح جیسی کتابوں سے کبھی یہ توقع رکھنی ہی نہیں چاہیے کہ وہ افسانہ تراشیوں اور مغالطوں کی آمیزش سے پاک ہوں گی۔ ارادتمند حضرات جب اپنے ممدوحوں کے تذکرے لکھتے ہیں تو ناممکن ہو جاتا ہے کہ وہ فن روایت کے اس اعلیٰ اور محتاط معیار کا لحاظ رکھ سکیں جس کے ذریعہ

احادیث کو جانچا پرکھا جاتا ہے۔ اسی لئے رونا صرف اُن مریدانِ باصفا کا نہیں جو غیر عالم ہیں بلکہ اس وادی میں تو اچھے اچھے علامہ اور "روشن فکر" حضرات بھی ایک ہی رنگ میں رنگے نظر آتے ہیں۔ یہ سوانح قاسمی کے فاضل مرتب مولانا مناظر احسن گیلانی نور اللہ مرقدہٗ کیا معمولی درجہ کے عالم تھے، یہ تذکرۃ الرشید کے عالی قدر مرتب مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیا جہلا کی صف میں تھے یہ انفاس قدسیہ کے محترم مدون مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری کیا بے پڑھے لکھے آدمی ہیں۔ یہ الجمعیۃ کا شیخ الاسلام نمبر اور خواجہ غریب نواز نمبر شائع کرنے والے کیا غیر عالم ہیں اور یہ ارواح ثلاثہ کے مصنف امیر شاہ خاں کیا کباڑی بازار کی جنس تھے۔ نہیں یہ سب ماشاء اللہ لائق فائق علماء شریعت ہیں اور دوسروں کے افکار و عقائد پر اعتراضات کی بوچھار کرنے میں انکی اہلیت مشین گن سے کم نہیں ہے۔ مگر یہی مکرم حضرات جب اپنے ممدوحوں اور بزرگوں کے احوال بیان کرنے بیٹھتے ہیں تو نقد و نظر کی ساری صلاحیتوں کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں۔ اور یہ تک بھول جاتے ہیں کہ ہم نے کب کیا فتویٰ اور فیصلہ دیا تھا۔ خود ہم نے اور ہمارے معتمد بزرگوں نے کس قدر شد و مد سے توحید و شرک اور سنت و بدعت کے کیا کیا عقدے کھولے تھے۔ بات تلخ ہے مگر سو فیصدی دُرست کہ دیوبندی مکتب فکر کے خمیر میں بھی اندھی تقلید اور مسلکی تعصبات کی اچھی خاصی مقدار گُندھی ہوئی ہے اس مکتب کا کم و بیش ہر عالم پہلے دن سے اس خوش فہمی میں مبتلا ہے کہ اگر کسی نے قرآن کو پوری طرح سمجھا ہے تو وہ ہمارے فلاں

شیخ التفسیر ہیں۔ اگر علم الحدیث کی تہ تک کوئی پہنچا ہے تو وہ ہمارے فلاں شیخ الحدیث پہنچے ہیں۔ اگر ولایت و نبوت اور طریقت و تصوف کے اسرار و معارف پر کسی نے عبور حاصل کیا ہے تو ہمارے فلاں فلاں شیوخ ہیں۔ اس خوش فہمی کے ساتھ ساتھ یہ عقیدہ بھی دلوں میں جاگزیں کر لیا گیا ہے کہ وہ محفوظ عن الخطاء بھی ہیں معصوم تو اس لئے نہیں کہہ سکتے کہ ایک عامی بھی عصمت کو انبیاء کا مخصوص وصف سمجھتا ہے مگر محفوظ کی اصطلاح کا سہارا لیکر وہ عملاً انہیں معصوم ہی تصور کئے ہوتے ہیں۔ ان کا پختہ خیال ہے کہ ان کا ہر بزرگ زہد و تقویٰ کے علاوہ عقل و دانش میں بھی بقراط و ارسطو سے کسی طرح کم ہرگز نہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اگر مولانا حسین احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رد مودودیت کی بسم اللہ کی تو اب سارے متوسلین اور ارباب حلقہ اور اہل تعلق پر واجب ہو گیا کہ یہی راگ مسلسل الاپے جائیں اور ایک ایک اعتراض و الزام کا جواب خواہ کتنی ہی قوت اور معقولیت کے ساتھ دے دیا گیا ہو مگر ضد اور اندھی تقلید کے محاذ سے بے تکان و گڑھے گڑھائے نعرے اور ڈھلی ڈھلائی چرب زبانیاں نشر کئے جائیں۔

خیر مولانا مودودی کا اور ان علماء کا فیصلہ تو انشاء اللہ اب یوم حشر میں ہو گا۔ مگر یہ کتاب "زلزلہ" جو نقد جواب طلب کر رہی ہے اس سے عہدہ برآ ہونے کی صورت آخر کیا ہو گی اپنی کسی غلطی کو تسلیم کرنا تو ہمارے آج کے بزرگان دیوبند نے سیکھا ہی نہیں۔ انہوں نے صرف یہ سیکھا ہے کہ اپنی کہے جاؤ اور کسی کی مت سنو۔ انشاء اللہ اس کتاب کے ساتھ بھی ان کا سلوک مختلف نہ ہو گا

اس کتاب نے ہمارے بزرگوں کی جن محیر العقول کرامتوں سے آگاہ کیا ہے ان کو تو خیر کیا کہیے ایک نادر اقتباس یہاں ہم ضرور نقل کریں گے۔ جس نے ہمیں ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے

سید اسماعیل شہید کے بارے میں ہم یقین رکھتے تھے کہ انہوں نے اعلائے کلمۃ الحق کی راہ میں جان دی اور آج بھی یقین رکھتے ہیں: مگر یہ ہمارے مرحوم و مغفور۔ استاذ مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "نقش حیات" میں فرماتے ہیں "سید صاحبؒ کا اصل مقصد چوں کہ ہندوستان سے انگریزی تسلط اور اقتدار کا قلع قمع کرنا تھا جس کے باعث ہندو اور مسلمان دونوں ہی پریشان تھے۔ اس بنا پر آپ نے اپنے ساتھ ہندوؤں کو بھی شرکت کی دعوت دی اور صاف صاف انہیں بتا دیا کہ آپ کا واحد مقصد ملک سے بدیسی لوگوں کا اقتدار ختم کرنا ہے۔ اس کے بعد حکومت کس کی ہوگی اس سے آپ کو غرض نہیں ہے۔ جو لوگ حکومت کے اہل ہوں گے۔ ہندو یا مسلمان یا دونوں وہ حکومت کریں گے (نقش حیات جلد ۲ ص ۱۰ زلزلہ ص ۱۴۲) اس پر "زلزلہ" کے مرتب نے جو ریمارک دیا ہے وہ یہ ہے: آپ ہی انصاف سے بتلایئے کہ مذکورہ حوالہ کی روشنی میں سید صاحب کے اس لشکر کے متعلق سوا اس کے اور کیا رائے قائم کی جا سکتی ہے کہ وہ ٹھیک انڈین نیشنل کانگریس کے رضاکاروں کا ایک دستہ تھا۔ جو ہندوستان میں سیکولر اسٹیٹ (لادینی حکومت) قائم کرنے کے لئے اٹھا تھا ص ۱۴۲۔ ہم کتنی ہی جانبداری سے کام لیں زیادہ سے زیادہ کہہ سکتے ہیں کہ اس ریمارک میں لفظی غلطی آگئی ہے۔ لیکن کیا معنوی اور منطقی اعتبار سے بھی اس میں کوئی نقص ہے۔ کوئی افترا

ہے کوئی زیادتی ہے۔ کوئی شک نہیں اگر استاذ محترم حضرت مدنی کے ارشاد گرامی کو درست مان لیا جائے تو حضرت اسماعیل کی شہادت محض افسانہ بن جاتی ہے۔ مادی پریشانیوں کو رفع کرنے کے لئے غیر ملکی حکومت کے خاتمے کی کوشش کرنا ذرا بھی مقدس نصب العین نہیں۔ اس نصب العین میں کافر و مومن سب یکساں ہیں۔ اس طرح کی کوشش کے دوران مارا جانا شہادت سے بھلا کیا تعلق رکھے گا۔ جو اسلام کی ایک معزز ترین اور مخصوص اصطلاح ہے۔ اور اس طرح کی کوششوں کے نتیجہ میں قید و بند کی مصیبتیں اٹھانا بھلا اجر آخرت کا موجب کیوں ہوگا اگر ہم فرض کرلیں کہ ان بزرگوں کی طرف دیگر مصنفین نے جو کچھ منسوب کردیا ہے وہ مبالغہ آمیز ہے، غلط ہے حقیقت سے بعید ہے تو بیشک ان بزرگوں کی حد تک ہمیں اعتراض سے خلاصی مل جائیگی لیکن یہ دیگر مصنفین بھی تو علماء دیوبند ہی ہیں۔ ان کی یہ کتابیں بھی حلقہ دیوبند ہی میں بڑے ذوق و شوق سے تلاوت فرمائی جاتی ہیں۔ اور کسی اللہ کے بندے کی زبان پر یہ اعلان جاری نہیں ہوتا کہ ان خرافات سے ہم برأت ظاہر کرتے ہیں۔ برأت کیا معنی؟ ہمارے موجودہ بزرگ تو پورا یقین رکھتے ہیں کہ ان کتابوں میں علم غیب اور فریاد رسی اور تصرفاتِ روحانی اور کشف والہام کے جو کمالات ہمارے مرشدین کی طرف منسوب ہیں وہ بالکل حق ہیں۔ سچے ہیں۔ پھر آخر ازالۂ اعتراض کی صورت کیا ہو؟ ہمارے نزدیک جان چھڑانے کی ایک راہ ہے کہ یا تو تقویۃ الایمان اور فتاویٰ رشیدیہ اور فتاویٰ امدادیہ اور بہشتی زیور اور حفظ الایمان جیسی کتابوں کو چولہے پر رکھ کر آگ دے دی جائے۔ اور صاف اعلان کر دیا جائے کہ ان کے مندرجات قرآن وسنت کے خلاف ہیں۔

ایمان کے بغیر اعمال بے کار

برادران اسلام! مذہب اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے ایمان، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، مذکورہ پانچوں چیزوں میں پہلا درجہ ایمان کا ہے یعنی ایمان لانے کے بعد ہی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کا اعتبار ہوتا ہے۔ ایمان کے بغیر ان چیزوں کا کوئی اعتبار ہی نہیں ہے جب اعتبار نہیں تو باعث اجر و ثواب بھی نہیں اس سے واضح ہو گیا کہ اعمال کے لیے ایمان شرط ہے۔ کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے ؎

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے ۔۔ اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

یعنی اگر کسی مرد مومن کے دل میں محبت رسول نہیں ہے۔ تو اسکا نماز پڑھنا، روزہ رکھنا اور دیگر اعمال صالحہ کرنا بے کار ہے۔ سب کچھ نامکمل ہے ؎

نہ ہو تعظیم جس کے دل میں سرکار مدینہ کی ۔۔ عبادت لاکھ وہ کرلے مسلماں ہو نہیں سکتا

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔ ترجمہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں تمہارے نزدیک تمہارے والد اور تمہارے لڑکے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں، فاضل بریلوی عظمت رسول بیان کرتے ہوئے۔ حدائق بخشش میں رقمطراز ہیں ؎

اللہ کی سر تا بہ قدم شان ہیں یہ ۔۔ ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں ۔۔ ایمان یہ کہتا ہے کہ مری جان ہے یہ

مذکورہ حدیث اور اشعار سے یہ واضح ہو گیا کہ ایمان محبت رسول اور عظمت رسول کا نام ہے اگر کسی کے دل میں محبت رسول اور عظمت رسول نہیں ہے تو وہ ایمان سے خارج اور اسلام سے منحرف ہے۔ اگرچہ وہ نماز روزے کا پابند ہو۔ کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے ؎

گیا شیطان مارا اک سجدے کے نہ کرنے میں ۔۔ ہزاروں سال گر سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

لہٰذا جو لوگ اللہ اور اللہ کے رسول کی شان میں گستاخی کرتے ہیں وہ لوگ اسلام سے خارج ہیں۔ ان کی ظاہری تقویٰ و طہارت، عبادت و ریاضت پر انہیں فرشتہ صفت ہرگز تصور نہ کریں بلکہ وہ تو شیطان سے بھی بدتر ہیں۔

ماٰخذ و مراجع

اسماء کتب	مصنفین
قرآن مجید	کلام الٰہی
بخاری شریف	شیخ امام محمد بن اسمٰعیل بخاری
حدائق بخشش	امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی
حیات اعلیٰ حضرت	مولانا ظفر الدین بہاری
المصباح الجدید	〃 عبد العزیز مراد آبادی
الدیوبندیت	〃 〃 〃
زلزلہ	〃 ارشد القادری
حفظ الایمان	مولوی اشرف علی تھانوی
بہشتی زیور	〃 〃 〃
وعظ ذکر الرسول	〃 〃 〃
تحذیر الناس	〃 قاسم نانوتوی
تقویۃ الایمان	〃 اسماعیل دہلوی
صراط مستقیم	〃 〃 〃
فتاوی رشیدیہ	〃 رشید احمد گنگوہی
مرثیہ رشید احمد	〃 محمود حسن
تذکرۃ الرشید	〃 عاشق الٰہی صدیقی
ارواح ثلاثہ	〃 امیر شاہ خاں
درس حیات	〃 فخر الدین
دلیل الطالب	〃 نواب صدیق حسن خاں
ہدایۃ المہدی	〃 وحید الزماں
ظفر اللاضی	〃 نواب صدیق حسن خاں

باسمہٖ تعالیٰ

اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکَافِرُوْنَ حَقًّا

یہ لوگ یقیناً کافر ہیں (سورہ نسا آیت ۱۵۱)

مسئلہ تکفیر

اور

امام احمد رضا

از

فقیہ الہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی شارح بخاری
دامت برکاتہم القدسیہ۔ صدر شعبہ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور
اعظم گڑھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

★

امام احمد رضا اور مسئلہ تکفیر

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ العزیز ماضی قریب کے وہ عظیم المرتبت جامع جمیع علوم عالم تھے کہ ان کے مثل ان کے ہم عصروں میں تو کوئی کیا ہوگا اگر تعصب، عناد سے ہٹ کر انصاف و دیانت اور خدا کا خوف دل میں رکھ کر دیکھا جائے تو زمانۂ ماضی میں صدیوں پہلے ان کی کوئی نظیر نہیں اکاون ۵۱ یا باون ۵۲ فنون میں ان کی تقریباً ایک ہزار تصنیفات جو ایک اندازہ کے مطابق کتابی سائز کے ایک لاکھ صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں جن کے تقریباً چار کروڑ ساٹھ لاکھ الفاظ ہوتے ہیں یہ میرا تخمینہ ہے اور امید ہے کہ صحیح ہوگا۔ ویسے بعض حضرات نے

فرمایا کہ ایک بار اندازہ لگایا گیا تو یومیہ تحریر کا اوسط ساڑھے تین جز آیا، ایک جز سولہ صفحات کا، تو حاصل یہ نکلا کہ یومیہ ۵۶ صفحے تحریر فرماتے تھے۔

دس شوال ۱۲۷۲ھ کو ولادت ہوئی، ۲۵؍ صفر ۱۳۴۰ھ کو وصال فرمایا اس حساب سے عمر مبارک ۶۷؍ سال ۵ مہینے ۱۵ دن کی ہوئی۔

اگرچہ منصب افتاء پر فائز ہونے کی تاریخ ۱۴؍ شعبان ۱۲۸۶ھ ہے اس طرح منصب افتاء پر فائز رہنے کی کل مدت ۵۳ سال ۶ ماہ گیارہ دن ہے۔

لیکن تصنیف و تالیف کا مشغلہ اس سے بہت پہلے شروع ہو چکا تھا، چنانچہ آٹھ سال کی عمر میں "ہدایۃ النحو" کی عربی شرح لکھی نیز بہت سے فتاویٰ لکھے جو حضرت والد ماجد کی تصحیح و تصدیق سے مزین ہوئے، ان سب کو چھوڑ دیجئے صرف مسند افتاء پر فائز ہونے کے وقت سے حساب لگائیے تو (۱۰۶۵۸۴۳) دس لاکھ پینسٹھ ہزار آٹھ سو تینتالیس صفحات ہوتے ہیں۔

اور اگر یہ نکتہ ذہن میں رکھا جائے کہ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ فل اسکیپ سائز پر لکھتے تھے اور خط بہت باریک ہوتا تھا اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کی فل اسکیپ سائز کی تحریر کتابی سائز پر کم از کم ڈیڑھ صفحے ضرور ہوتی تھی تو کتابی سائز پر صفحات کی تعداد تقریباً سولہ لاکھ ہو جائے گی اس تفصیل کی روشنی میں میرا تخمینہ بہت کم ہے۔

اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کی تصنیفات کے بارے میں واقف کاروں کی تحقیق یہ ہے کہ لگ بھگ ایک ہزار ہیں اور یہ صحیح ہے، حضرت مولانا عبد المبین صاحب نعمانی مدظلہ العالی نے بڑی کد و کاوش اور تلاش و جستجو سے ایک فہرست تیار کی ہے جس میں ساڑھے سات سو کی تعداد درج ہے۔

یہ بات صحیح ہے کہ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کے ہزارہا ہزار فتاویٰ رجسٹر میں درج نہ ہو سکے میں نے خود مارہرہ مطہرہ اور جبل پور میں بہت سے ایسے فتاویٰ دیکھے ہیں جو مطبوعہ فتاویٰ میں نہیں خود فتاویٰ رضویہ کی کئی جلدیں غائب ہو گئیں کتاب

الطلاق، کتاب السیر، کتاب الحظر والاباحہ غائب ہوگئیں۔ اب جو کچھ چھپے ہیں وہ ان جلدوں کے غائب ہونے کے بعد جو لکھے گئے ہیں وہ چھپے ہیں۔ حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ "کتاب الطلاق" پہلی جلد سے بھی زیادہ ضخیم تھی یہی وجہ ہے کہ بجائے ۱۲ ہزار صفحات کے مطبوعہ فتاویٰ رضویہ کے کل صفحات سات ہزار سے کچھ زائد ہیں۔

رسائل کا حال یہ ہے کہ سیکڑوں رسائل غیر متعلق لوگوں کے پاس اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کے دست مبارک کے تحریر کردہ موجود ہیں۔

رسالۂ مبارکہ "فوز مبین در رد حرکت زمین" اعلیٰ حضرت کے کتب خانے سے غائب ہے وہ ایک مولوی صاحب کے یہاں ملا جسے انھوں نے کثیر رقم کے عوض فروخت کیا۔

رسالہ مبارکہ "مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین" میں نے ایک صاحب کے پاس دیکھا اس وقت زیروکس کی مشین ہندوستان نہیں آئی تھی میں نے مانگا کہ دیجیے نقل کرکے واپس کردوں گا انھوں نے انکار کردیا اب کہتے ہیں کہ غائب ہوگیا۔

مطبوعہ فتاویٰ میں جگہ جگہ ملے گا۔ کہ تحریر فرمایا۔ کما فصلناھا فی فتاوینا، مگر تفصیل کہیں نہیں ملتی " انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ ——— ان تفصیلات کے ذکر سے مقصود یہ ہے کہ جن صاحب کا اندازہ یہ ہے کہ یومیہ ۵٦ سطروں کے لکھنے کا اوسط تھا تو یہ مستبعد نہیں۔ میں بہت تو کیا زود نویس بھی نہیں مگر بعض دنوں میں دو دو سو سطریں لکھیں۔

اور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی زود نویسی کا حال یہ تھا کہ جناب سید قناعت علی صاحب فرماتے تھے "کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ آتنا تیز لکھتے تھے کہ جب تحریر فرماتے تو معلوم ہوتا کہ لکھ نہیں رہے ہیں، ہاتھ میں رعشہ ہے، کبھی کبھی ہنگامی

ضرورتوں کے موقع پر اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ ایک صفحہ لکھ کر ہم لوگوں کو صاف کرنے کے لیئے دیتے ہم لوگ جتنی دیر میں ایک صفحہ صاف کرتے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ چار پانچ صفحات لکھ لیتے حالانکہ ہماری زود نویسی مشہور تھی؟ ایسا زود نویس شخص ۵۳ سال تک روزانہ سولہ سولہ، سترہ سترہ گھنٹے تک مسلسل تصنیف وتالیف کا کام کرے تو کوئی مستبعد نہیں کہ اس کی تصانیف کے صفحات دس پندرہ لاکھ تک پہونچ جائیں لیکن میں نے جو اندازہ لگایا ہے وہ اپنی تحقیق کے لحاظ سے لگایا ہے، یہ معاملہ جذبات کا نہیں، حقائق کا ہے، اسلئے اس پر بہت سنجیدگی متانت اور ٹھنڈے دل سے غور کرنے کی حاجت ہے ــــ بات ایسی کہی جائے کہ اگر کوئی اسے چیلنج کرے تو ثابت کیا جاسکے اگر ضرورت ہوگی تو میں ثابت کردوں گا کہ تصانیف کے صفحات کی تعداد ایک لاکھ سے کم نہیں ــــ

اس وقت میں نزہۃ القاری جلد ہشتم کی تصحیح اور فہرست سازی میں مصروف ہوں۔ معاندین نے اب نیا شگوفہ چھوڑا ہے کہ اعلیحضرت قدس سرہٗ کے کل یا اکثر رسائل فتاویٰ رضویہ کے جز ہیں اہلسنت یہ فریب دیتے ہیں کہ فتاویٰ رضویہ کو الگ شمار کرتے ہیں اور فتاویٰ رضویہ میں چھپے ہوئے رسائل کو الگ۔

اس پر گذارش یہ ہے کہ کچھ رسائل فتاویٰ رضویہ میں شامل کرکے چھاپ دیئے گئے ہیں جن کی تعداد ایک سو اکتالیس (۱۴۱) ہے۔ چلیئے مجموعی میزان سے (۱۴۱) نکال دیجیے پھر بھی تعداد آٹھ سو سے زائد ہوتی ہے یہ کیا کم ہے۔

رسائل کی تعداد تو ایک ضمنی بات ہے اور تحقیقی بات تو یہ ہے کہ معاصرین کے سارے فتاویٰ ایک طرف رکھیں سب پر فتاویٰ رضویہ جلد اوّل بھاری ہوگا انصاف ودیانت شرط ہے جو تحقیقات اور استیعاب اور ابحاث اس میں موجود ہیں ان سے معاصرین کے سارے فتاویٰ خالی ہیں بلکہ اس کی گرد تک نہیں پہونچے ہیں مثال کے طور پر ایک سوال ہے کہ کن کن چیزوں سے تیمم جائز ہے اور کن کن چیزوں سے جائز نہیں اس کا مجمل جامع جواب فقہ کی کتابوں

میں یہ ہے کہ زمین اور زمین کی جنس سے جو چیزیں ہیں ان سے تیمم جائز ہے زمین کیا چیز ہے سب کو معلوم ہے زمین کی جنس سے کیا کیا چیزیں ہیں اور جنس ارض سے مطلب کیا ہے اس سلسلے میں اعلیحضرت قدس سرہٗ کے مطالعہ کی وسعت اور ساتھ ہی ساتھ تحقیق و تفتیش دیکھئے تو عقل دنگ رہ جائے گی زمین میں کیا کیا چیزیں پیدا ہوتی ہیں کیسے پیدا ہوتی ہیں ان کے مادے کیا ہیں ان سب پر وہ اعلیٰ درجے کی تحقیق فرمائی کہ معدنیات کا بڑا سے بڑا ماہر بھی اس کی گرد تک نہیں پہنچ سکتا۔ تحقیق فرمائی کہ ایک سو اسی (۱۸۰) چیزوں سے تیمم جائز ہے اور ایک سو تیس ۱۳۰ چیزیں ایسی ہیں جن پر بظاہر جنس ارض کا شبہہ ہوتا ہے مگر حقیقت میں جنس ارض سے نہیں اس لئے ان سے تیمم صحیح نہیں قسم اول میں ایک سو سات چیزیں اعلیحضرت قدس سرہ کی استخراج ہیں اور قسم ثانی میں بہتر (۷۲) کا استخراج ہے میں نے تو بار بار علانیہ کہا کہ صرف فتاوی رضویہ جلد اول اسکی دلیل ہے کہ اعلیحضرت قدس سرہ اپنے معاصرین سے ہر علم میں بدرجہا فائق تھے۔

اور ہر تصنیف تحقیق و تدقیق کے اس اعلےٰ درجہ پر ہے جس میں کسی موافق کو نہ کسی اضافے کی گنجائش اور نہ کسی مخالف کو مجال دم زدن جس موضوع پر قلم اٹھایا اس کی بحث کے تمام گوشوں کو ایسا واضح و آشکارا اور مبرہن، مدلل کر دیا جس میں نہ کہیں لوچ ہے نہ ابہام نہ خفا۔ علمائے حرمین طیبین نے جنکی چند تصنیفات کے مطالعہ کے بعد ان کے وسعت معلومات تبحر علمی، نکتہ رسی، تحقیق و تدقیق سے متاثر ہو کر یہ فرما دیا۔

لیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

کے مصداق ہیں۔ ترجمہ۔ اللہ کے لئے یہ بڑی بات نہیں کہ ساری دنیا ایک شخص میں جمع فرمادے۔ اور انکے ایک فتوی کو مطالعہ کرنے کے بعد فرمایا "لو رأه ابو حنیفة لقرت عینه ولجعله من اصحابه" اگر انھیں امام ابو حنیفہ دیکھ لیتے تو ان کی آنکھ ٹھنڈی ہو جاتی اور انھیں اپنے اصحاب میں شامل کر لیتے۔

لیکن کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو ان سب فضائل و کمالات پر پردہ ڈالنے کے لئے جوش عناد و تعصب میں انھیں بدنام کرنے کے لئے یہ رات دن پروپگنڈہ کرتے رہتے

کہتے ہیں کہ انھوں نے سوائے اس کے اور کوئی کام نہیں کیا ہے کہ اپنے سوا سب کو کافر کہہ کر مسلمانوں کو آپس میں لڑایا ہے اور فتنہ و فساد پھیلایا ہے اس لئے آج کے اس عظیم الشان اما احمد رضا سمینار میں جس میں ملک کے مختلف طبقات کے ارباب علم و دانش اور محققین مجدد اعظم اعلیٰ حضرت کی زندگی کے بہت سے گوشوں پر روشنی ڈالیں گے میں نے اپنے لئے یہ تجویز کیا کہ مسئلہ تکفیر پر کچھ لکھوں سیمنار کے ارکان کی بھی یہی خواہش تھی۔ جو لوگ داور محشر کے روبرو حاضر ہونے اور ذرے ذرے کے حساب دینے پر اعتقاد رکھتے ہیں ان سے میری یہ گذارش ہے کہ وہ فرقہ وارانہ عصبیت اور طبقاتی عناد سے بالاتر ہو کر میری ان سطور کو ٹھنڈے دل اور دیانت کے ساتھ پڑھیں اور پھر غور کریں اور حقیقت کی تہ تک پہونچنے کی کوشش کریں

اس سلسلے میں پہلے چند بنیادی باتیں ذہن نشین کر لیں جن پر ان تمام لوگوں کا اتفاق ہے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ اور جو مسئلہ تکفیر کے اصل الاصول ہیں۔

کیا تکفیر جرم ہے؟

اس سلسلے میں پہلی بحث یہ آتی ہے کہ کوئی شخص اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اور اس کا بھی دعویٰ کرتا ہے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں لیکن اس سے کوئی ایسا فعل یا اس کی زبان سے کوئی ایسا کلمہ نکل جائے جو واقعی کفر ہو تو کیا اس صورت میں اسے کافر کہنا جرم ہے یا اسے کافر کہنا فرض ہے۔ اسے کافر کہنا تخریب ہے یا تعمیر ہے، فتنہ پھیلانا ہے یا فتنہ ختم کرنے کی جدوجہد ہے ایسے شخص کو کافر کہنا تعمیر نہیں تخریب ہے اور فتنہ فرو کرنے کی جدوجہد نہیں بلکہ فتنہ انگیزی ہے۔

اس سوال کے جواب میں ہم حقیقت حال پر مطلع ہونے کی خواہش رکھنے والوں کو دینیات کی کتابوں کے ابواب میں سے باب المرتد کے مطالعہ کی زحمت دیں گے۔

اسلاف کے عہد ہی سے عقائد و فقہ کی کتابوں میں بالاتفاق ہر طبقہ کے مصنفین نے اپنی کتابوں میں ایک مستقل باب رکھا ہے جس میں ان

افعال اور ان کلمات کو تفصیل کے ساتھ لکھتے آئے ہیں اور نہایت صراحت کے ساتھ بغیر کسی اشتباہ کے واشگاف الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ جس نے یہ کام کیا وہ کافر اور جس نے یہ قول کیا وہ کافر۔

بلکہ خود قرآن مجید پہ نظر کی جائے تو اس میں عہد رسالت کے بہت سے نمازیوں غازیوں، قسمیں کھا کھا کر کلمہ پڑھنے والوں کو اس بناپر کہ انھوں نے کوئی کلمۂ کفر بکا کافر فرمایا۔ ابن ابی شیبہ ابن منذر ابو الشیخ عدی بن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں یہ حدیث ذکر کی کہ کچھ لوگوں نے یہ کہہ دیا تھا " یحدثنا محمد ان ناقۃ فلان بوادی کذا وکذا فی یوم کذا وکذا وما یدریہ بالغیب " محمد صلے اللہ علیہ وسلم یہ بیان کرتے ہیں کہ فلاں کی اونٹنی فلاں جنگل میں ہے انھیں غیب کی کیا خبر ——— یہ کہنے والے وہ لوگ تھے جنھوں نے اپنے بارے میں یہ اعلان کر دیا تھا " اٰمنا باللہ وبالیوم الاٰخر الخ ہم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے اور جنھوں نے ان زوردار الفاظ میں رسالت کا اقرار کیا تھا " نشھد انک لرسول اللہ " ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ بلا شبہہ ضرور اللہ کے رسول ہیں جنھوں نے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی جو حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز پڑھتے تھے جو حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہم رکاب اور ان کے جھنڈے کے نیچے جہاد کے لئے نکلتے تھے مگر جب حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ انھوں نے یہ کہا ہے کہ محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب کی کیا خبر تو انھیں بلوایا اور ان سے مواخذہ فرمایا کہ تم لوگوں نے ایسا کہا ہے؟ تو انھوں نے کہا [1] اِنَّمَا کُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ہم تو یونہی ہنسی اور کھیل کر رہے تھے اس پر اللہ عزوجل نے ان زوردار کلمہ پڑھنے والے نمازیوں غازیوں مدعیوں کے بارے میں یہ حکم ارشاد فرمایا قُلْ اَبِاللّٰہِ وَاٰیٰتِہٖ وَرَسُوْلِہٖ کُنْتُمْ

تفسیر درمنثور جلد ثالث ص ۲۵۳

تَسْتَهْزِءُوْنَ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ

(آیت ۶۵۔ ۶۶ سورۂ توبہ) اے محبوب ان سے فرما دو کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو بہانے نہ بناؤ مسلمان ہونے کے بعد تم بلا شبہہ کافر ہوگئے۔

عہد رسالت میں دو شخصوں میں جھگڑا ہوا مقدمہ حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا حضور نے ایک کے حق میں فیصلہ فرمایا۔ جس کے خلاف فیصلہ ہوا تھا اس نے کہا کہ اس کی حضرت عمر کے یہاں اپیل کریں۔ دونوں حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوئے معاملہ عرض کرنے کے اثنا میں جس کے حق میں فیصلہ ہوا تھا اس نے یہ بھی بتا دیا کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے موافق فیصلہ فرما دیا ہے۔ دریافت فرمایا کیا رسول اللہ نے فیصلہ فرمایا ہے۔ عرض کیا۔ جی۔ ہاں! فرمایا تم دونوں اپنی جگہ رہو گھر کے اندر تشریف لے گئے اور تلوار لے کر باہر تشریف لائے اور اسے قتل کر دیا جس نے کہا تھا کہ حضرت عمر کے یہاں اپیل کریں دوسرا بھاگ کر خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ عمر نے میرے حریف کو قتل کر دیا۔ فرمایا عمر کسی مسلمان کو قتل نہیں کریں گے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى	اے محبوب تیرے رب کی قسم وہ مسلمان
يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ	نہ ہوں گے جب آپس کے جھگڑوں میں تمہیں حاکم
ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ	نہ بنائیں اور تم جو فیصلہ کر دو اس سے دلوں میں
حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا	رکاوٹ نہ پائیں اور اسے کما حقہ
تَسْلِيْمًا۔ (نساء آیت ۶۵)	مان نہ لیں۔

حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس قتل پر قصاص یا دیت کچھ بھی نہیں واجب فرمائی یہ بدنصیب جس نے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلے کو تسلیم نہیں کیا اور اس کی فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں

عہ تفسیر در منثور جلد ثانی ص۱۸۰

اپیل کرنے گیا تھا۔ کلمہ گو تھا اپنے کو مسلمان کہتا تھا مگر اللہ عز وجل نے نہایت واضح غیر مبہم الفاظ میں فرمایا کہ ایسے لوگ جو میرے رسول کے فیصلے کو نہ مانیں مسلمان نہیں۔ اب نصِ قرآن سے ثابت ہو گیا کہ اگر کسی سے کوئی کفر سرزد ہو یا اس نے کوئی کلمۂ کفر بکا تو وہ بلا شبہہ کافر ہے اگرچہ وہ کلمہ پڑھتا ہو، نماز پڑھتا ہو جہاد کرتا ہو اور اگر بالفرض یہ جرم اہانت رسول کا ہے تب تو معاملہ بہت ہی سنگین ہے اور ایسا سنگین کہ علماء نے یہ تشریح فرمائی ہے کہ اگر کوئی گستاخ رسول توبہ بھی کر لے حاکم اسلام اسے زندہ نہ چھوڑے گا۔ اٹھا کے دیکھئے شفاء اور اس کی شروح، درر غرر، درمختار وغیرہ۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ اگر کوئی شخص اپنے آپکو مسلمان کہے اور نمازیں پڑھے، زکوٰۃ دے، روزے رکھے، حج کرے دن رات قال اللہ قال الرسول کا درس دے اور اتنا بڑا متقی ہو کہ کبھی خلاف شرع تھوکے بھی نہیں لیکن اگر اس سے کوئی فعلِ کفر سرزد ہو جائے یا کوئی کفری قول بک دے تو اسے کافر کہنا بنصِ قرآن فرض ہے یہ جرم نہیں بہت بڑی عبادت ہے یہ جہاد بالقلم ہے، جہاد باللسان ہے اور اسلامی شریعت کو فاسد مادوں سے پاک کرنے کی سعی مشکور بلکہ حقیقت میں سنت خدا ہے سنت رسول ہے اسے جرم کہنا ایسے فرض شناس عالم کو موردِ طعن و تشنیع بنانا خود بہت بڑا جرم ہے اس سلسلے میں ایک بہت بڑا مغالطہ یہ دیا جاتا ہے کہ عقائد کا یہ مسلم الثبوت قاعدہ ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں یعنی جو کعبہ مقدسہ کی طرف منھ کر کے نماز پڑھے اسے کافر کہنا درست نہیں اس پر ہماری دو گذارش ہے کہ جو لوگ علماء کے اس ارشاد کو اپنے لئے بطور سپر استعمال کرتے ہیں خود ان کا عمل اس کے خلاف ہے مثلاً قادیانیوں کی تکفیر یہ لوگ بھی کرتے ہیں جب کہ قادیانی بھی ہمارے قبلہ کی طرف منھ کر کے نماز پڑھتے ہیں اب ہر شخص کے لئے لمحۂ فکریہ ہے کہ اگر اہل قبلہ کا مطلب ہے کہ جو قبلہ کی طرف منھ کر کے نماز پڑھے وہ بہر حال مسلمان ہے

خواہ کتنے ہی بڑے کفر کا ارتکاب کرے تو پھر آپ لوگ قادیانیوں کو کافر کیوں کہتے ہیں ـــــ دوسری بات یہ ہے کہ اہل قبلہ کا یہ معنی نہیں جو آپ بتا کر اپنے لئے ڈھال بناتے ہیں اہل قبلہ کے معنی یہ ہیں کہ جو کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کے ساتھ ساتھ تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتا ہو۔ ضروریات دین میں سے کسی ایک کا بھی انکار نہ کرتا ہو۔ لیکن اگر کوئی کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتا ہے اور ضروریات دین میں سے کسی ایک کا انکار کرتا ہے تو وہ اہل قبلہ میں سے ہے ہی نہیں ـــــ آیئے اس توضیح کو اپنے عہد کے سب سے بڑے فقیہ اور محدث حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنئے

اعلم انّ المراد باھل القبلة الذین اتفقوا علی ما ھو من ضروریات الدّین کحدوث العالم وحشر الاجساد وعلم اللہ بالکلیات والجزئیات وما اشبہ ذالک من المسائل فمن واظب طول عمرہ علی الطّاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم او نفی الحشر او نفی علمہ سبحانہ بالجزئیات لا یکون من اھل القبلة وانّ المراد بعدم تکفیر احدٍ من اھل القبلة عند اھل السنّة انّہ لا یکفر ما لم یوجد شیٔ من امارات الکفر وعلاماتہ ولم یصدر عنہ شیٔ من موجباتہ۔

(شرح الفقہ الاکبر ص ۱۸۹)۔

اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو تمام ضروریات دین پر اتفاق رکھتے ہیں جیسے عالم کا حادث ہونا جسموں کا حشر اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام کلیات وجزئیات کو جانتا ہے اور اس کے مثل اور مسائل ـــــ اور جو شخص اپنی زندگی بھر طاعات وعبادات کا پابند رہے اور عالم کے قدیم ہونے کا اعتقاد کرے یا حشر کا انکار کرے یا اللہ تعالیٰ کے جزئیات جاننے سے انکار کرے وہ اہل قبلہ سے نہیں ہوگا ـــــ

اور اہل قبلہ کو کافر نہ کہنے سے اہلسنت کے نزدیک مراد یہ ہے کہ اس کو اس وقت تک کافر نہ کہا جائے گا جب تک کفر کی نشانیوں اور اس کی علامتوں میں سے کچھ نہ پایا جائے اور کفر کے موجبات میں سے کوئی چیز اس سے صادر نہ ہو۔

اس سلسلے میں سب سے اہم اور قابل توجہ اور قابل حفظ امر یہ ہے کہ عہد صحابہ سے لے کر آج تک تمام کلمہ گو افراد کے رہنماؤں کا طریقہ عمل کیا تھا

صحابہ کرام کا عمل

شیر خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد پاک میں خوارج پیدا ہوئے جنھوں نے صرف اس بنا پر کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صفین کے موقع پر تحکیم قبول کر لی تھی کہ دونوں فریق اپنا اپنا ایک ایک حکم بنا لیں اور وہ جو فیصلہ کریں اسے دونوں فریق قبول کریں۔ حضرت علی کو مشرک کہا اور دلیل میں یہ آیت پیش کی۔ ان الحکم الا للّٰہ ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے شدید قتال فرمایا حتی کہ اس کی پوری جد وجہد فرمائی کہ ان سب کو نیست و نابود کر دیں جنگ کے اختتام کے بعد فرمایا کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے بموجب تم نے بدترین خلق کو قتل کیا —— انھیں کے عہد پاک میں وہ لوگ پیدا ہوئے جنھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معبود کہا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا کہ انھیں پکڑ کر آگ میں جلا دیا جائے چنانچہ اسی پر عمل درآمد ہوا ——

تابعین کرام

تابعین کے عہد میں خوارج اور معتزلہ پیدا ہوئے جن میں خوارج نے بہت قوت پکڑ لی۔ تابعین کرام نے مسلسل ان سے جہاد کیا اور ان کے گمراہ کن اقوال کا شدید رد فرمایا۔ ائمہ مجتہدین کے عہد میں اور کچھ مزید گمراہ فرقے پیدا ہوئے۔ قدریہ، جہمیہ وغیرہ مجتہدین کرام نے ان سب کا پوری قوت کے ساتھ رد فرمایا۔

جب مامون کے عہد سے معتزلہ ابھرے تو تمام محدثین فقہاء نے مل جل کر ان کا قلع قمع کرنے کی جد وجہد کی۔

روافض دوسری صدی ہی میں پیدا ہو چکے تھے لیکن ان کی نہ کوئی تنظیم تھی اور نہ ان کے عقائد منضبط لیکن جب کسی بھی بزرگ کو ان کے گمراہ کن اقوال کی اطلاع ملتی تو اس کا شدید رد فرماتے یہاں تک کہ حضرت زید شہید سے جب دشمنوں سے مقابلہ کے وقت ان رفاض نے یہ مطالبہ کیا کہ حضرات شیخین پر تبرا کیجئے تو انھوں نے انکار فرمادیا اور انھیں اپنی جماعت سے الگ کر دیا اور صاف صاف ارشاد فرمادیا رفضونا فرفضناهم۔ انھوں نے ہم کو چھوڑ دیا تو ہم نے بھی ان کو چھوڑ دیا اور جب روافض منظم ہو گئے اور ان کے عقائد مدون ہو گئے تو علماء اسلام نے ان کا مکمل رد کیا ـــــ

ہمارے ہندوستان میں فرقہ مہدویہ پیدا ہوا تو علماء خاموش نہیں بیٹھے اور ان کے استیصال کی حتی الوسع پوری جدوجہد فرمائی ـــــ

غرض کہ اسلام کی پوری تاریخ اس کی شاہد ہے کہ جب بھی سواد اہل اسلام کے خلاف کوئی کلمہ گو غلط عقائد و نظریات لے کر اٹھا تو علماء نے اسے نہیں بخشا کیسے بخشتے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے اذا ظهرت الفتن او البدع ولم يظهر العالم علمه فعليه لعنة الله والملئكة والناس اجمعين جب فتنے یا گمراہیاں ظاہر ہوں اور عالم اپنے علم کو ظاہر نہ کرے تو اس پر اللہ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے ـــــ

ہماری اس گفتگو سے ثابت ہو گیا کہ اگر کوئی کلمہ گو سواد اہل اسلام کے خلاف کسی عقیدے یا نظریے کو پھیلانے کی کوشش کرے تو ذمہ دار علماء و مشائخ مفتیان عظام پر فرض ہے کہ اپنی وسعت و قوت بھر انکار کریں ان کے باطل نظریات کو غلط ثابت کریں اور شریعت کی رو سے ان پر جو حکم عائد ہوتا ہو اسے برملا بیان کریں۔

آمدم برسر مطلب

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ نے جن افراد کی تکفیر کی ہے وہ مذکورہ بالا اللہ عزوجل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت اور صحابہ سے لے کر آج تک کے تمام علماء اہل سنت کے اسوہ اور طریقہ کی پیروی میں کی ہے اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ اعلیحضرت قدس سرہٗ نے جن لوگوں کی تکفیر کی ہے واقعی ان لوگوں سے کفر سرزد ہوا ہے یا نہیں ؟ اور وہ کفر کے مجرم ہیں یا نہیں ۔ اس سلسلے میں چار نام قابل ذکر ہیں مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا قاسم نانوتوی، مولانا خلیل احمد انبیٹھی، مولانا اشرف علی تھانوی قبل اس کے کہ ہم ان کا جائزہ لیں پہلے یہ بتادیں کہ ان لوگوں کا رابطہ کس طبقہ سے ہے یہ چار افراد مولانا اسمٰعیل صاحب دہلوی کے پیرو اور ان کی کتاب تقویۃ الایمان، صراط مستقیم، یکروزی، ایضاح الحق وغیرہ کے مطابق عقیدہ رکھنے والے اور عمل کرنے والے ہیں ان چاروں میں سب سے مکرم و محترم مولانا رشید احمد گنگوہی نے اپنے فتاویٰ میں مولوی اسمٰعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان کے بارے میں لکھا ہے ــــ

> "تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔" فتاویٰ رشیدیہ مطبوعہ کراچی ص۴۱

یہ مولوی اسمٰعیل دہلوی وہی ہیں کہ جب انھوں نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان لکھی تو ان کے ہم عصر دہلی کے تمام علماء اہلسنت نے بالاتفاق ان کا رد لکھا اور ان کی تکفیر کی جس کی تفصیل استاذ الاساتذہ حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی کی کتاب تحقیق الفتویٰ بابطال الطغویٰ میں مذکور ہے۔ جس کی تصدیق اس عہد کے تمام ان علماء دہلی نے فرمائی ہے جو مسلم الثبوت معتمد علیہ تھے اسی کتاب تقویۃ الایمان کے رد میں خود مصنف کے اہل خاندان بلکہ عمزاد مولانا محمد موسیٰ

ورمولانا مخصوص اللہ نے معید الایمان لکھی اس کے علاوہ ملک کے ہر طبقہ سے س کتاب کا رد لکھا گیا۔ مولوی اسمٰعیل کے مارے جانے کے بعد ان کے ہمنواؤں نے ان کی تائید میں جو کتابیں لکھیں ان سب کا رد مسلسل ہوتا رہا جس کی ایک ہت بڑی نظیر حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کی کتاب فیصلہ ہفت مسئلہ ہے وران کے مرید اور خلیفہ مولانا عبد السمیع صاحب رامپوری کی کتاب انوار ساطعہ ہے ـــ

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہٗ جب مسند رشد و ہدایت پر فائز ہوئے تو ملک کا ماحول یہ تھا کہ انھیں مولوی اسمٰعیل دہلوی کے یرو کار مولوی قاسم نانوتوی کی کتاب تحذیر الناس کے خلاف پورے ملک میں یک شورش بپا تھی جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ اور انھیں مولوی اسماعیل ہلوی کے مذہب کی نشر و اشاعت کرنے والے مولوی رشید احمد گنگوہی اور ولوی خلیل احمد انبیٹھی کی کتاب براہین قاطعہ نے ملک میں آگ لگا رکھی تھی جسکے تیجے میں سنہ ۱۳۰۶ھ میں ریاست بہاول پور میں خود کتاب کے مصنف مولوی خلیل احمد نبیٹھی اور حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب قصوری کے مابین ایک اہم تاریخی مناظرہ وا جس مناظرہ کے حکم نے مولوی خلیل احمد انبیٹھی وغیرہ کے خلاف اپنا فیصلہ یا ـــ جب مجدد اعظم اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ تحذیر الناس راہین قاطعہ، حفظ الایمان کی ان عبارتوں پر مطلع ہوئے جن میں ضروریات دین کا انکار اور حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین تھی تو یہ کیسے ممکن تھا کہ علیحضرت قدس سرہٗ اسے برداشت فرماتے آپ نے پہلے ان لوگوں کے رد میں سائل لکھے جزاء اللہ عدوہ، سبحان السبوح وغیرہ اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں نکران لوگوں نے نہ تو اعلیحضرت کے رسائل کا کوئی جواب دیا اور نہ ان عبارتوں سے رجوع اور توبہ کیا اس لیئے اعلیحضرت قدس سرہٗ نے سنہ ۱۳۲۰ھ میں ان کی تکفیر

فرمائی اعلیحضرت قدس سرہٗ کی تکفیر حق ہے یا باطل، صحیح ہے یا غلط ـــــ اب آیئے اُسے عقائد کی کسوٹی پر رکھئے۔

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہؓ کرام نے اور سلف و خلف پوری امت نے خاتم النبیین کے معنی صرف آخر الانبیا بتایا یعنی حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد کسی کو بھی منصب نبوت نہیں مل سکتا اور کوئی نبی نہیں ہو سکتا ـــــ وہ بھی اس قید کے ساتھ کہ اس میں نہ تو کسی تاویل کی گنجائش ہے نہ کسی تخصیص کی۔ تصریحیں فرمادیں کہ اگر کوئی اس میں کسی قسم کی تاویل یا کوئی تخصیص کرے تو وہ کافر ہے جس پر احادیث کریمہ اور ارشادات سلف و خلف نص جلی ہیں جسے اس کی تفصیل دیکھنی ہو وہ مجدد اعظم اعلیحضرت قدس سرہٗ کا رسالہ مبارکہ (جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ) کا مطالعہ کرے۔ جس میں ایک سو تیس احادیث کریمہ اور ارشادات علماء سے ثابت فرمایا ہے۔

کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ایسا قطعی یقینی معلوم و مشہور ہے جس میں کسی قسم کے شبہہ کی گنجائش نہیں۔ جیسے علماء تو علماء عوام بھی جانتے ہیں۔ اگر عوام سے پوچھا جائے کہ خاتم النبین کے معنی کیا ہیں؟ تو وہ بھی بلا توقف بتا دیں گے کہ "آخری نبی" اسی وجہ سے یہ ضروریات دین سے ہے امام قاضی عیاض شفاء میں فرماتے ہیں۔

(۱) لانہ اخبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ خاتم النبیین لا نبی بعدہ واخبر عن اللہ تعالیٰ انہ خاتم النبیین وانہ ارسل کافۃ للناس

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی کہ وہ خاتم النبیین ہیں اور یہ خبر دی کہ اللہ عزوجل نے انھیں خاتم النبیین بنایا اور پوری مخلوق کا رسول بنایا تمام امت کا اس پر اجماع

جمعت الامة على حمل	ہے کہ یہ کلام (خاتم النبیین) اپنے
هذا الكلام على	ظاہری معنی پر محمول ہے اس کا جو مفہوم
ظاهره وان مفهومه	ہے یعنی آخری نبی ہونا یہی مراد ہے جس میں
لمراده دون تاويل	نہ کوئی تاویل ہے نہ کوئی تخصیص ہے تو
لا تخصيص فلا شك في كفر	مذکورہ بالا لوگوں کے کافر ہونے میں ہرگز
هؤلاء الطوائف كلها قطعا۔ جلد دوم ص ۲۸۵	کوئی شک نہیں۔

۲) شفاء کی اس عبارت کو محمد شفیع صاحب مفتی دیوبند نے بھی اپنی کتاب ختم النبوۃ فی الآثار میں قادیانیوں کے خلاف بطور سند ذکر کیا ہے۔

۳) حجۃ الاسلام امام غزالی کتاب الاقتصاد میں فرماتے ہیں۔

ت الامة فهمت من هذا اللفظ	اس میں شک نہیں کہ امت نے "خاتم النبیین"
نه افهم عدم نبي بعده ابدا	سے یہ سمجھا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ
عدم رسول بعده ابدا وانه	حضور کے بعد کبھی بھی کوئی نبی ہو گا
يس فيه تاويل ولا تخصيص	نہ کوئی رسول نیز یہ کہ اس میں نہ کوئی
من اوّلَ بتخصيص فكلامه	تاویل ہے نہ کوئی تخصیص اگر کوئی اس
ن انواع الهذيان لا يمنع	میں تاویل و تخصیص کرلے تو وہ ہذیان کی
تكفيره لانه مكذب	قسم سے ہے اور اسے کافر کہنے سے کوئی
لهذا النص الذي	چیز مانع نہیں کیونکہ وہ قرآن کی اس نص
جمعت الامة على انه	کو جھٹلا رہا ہے جس کے بارے میں امت
غير مؤول ولا مخصوص	نے اجماع کیا ہے کہ نہ اس میں تاویل ہے نہ
	تخصیص۔

) علامہ عبدالغنی نابلسی شرح الفوائد میں لکھتے ہیں۔

ساد مذهبهم غني	یعنی فلاسفہ کا یہ قول کہ نبوت کسب سے

عن البیان بمشاهدة العیان کیف وهو یودی الی تجویز نبی مع نبینا صلی الله عیه وسلم او بعده وذالك یستلزم تکذیب القرآن اذ قد نص علی انه خاتم النبیین وآخر المرسلین وفی السنة انا العاقب ولا نبی بعدی واجمعت الامة علی ابقاء هذا الکلام علی ظاهره وهذه احدی المسائل المشهورة کفرنا بها الفلاسفة لعنهم الله تعالیٰ

ل سکتی ہے۔ ایسا کھلا ہوا فساد ہے جو محتاج بیان نہیں کیسے فاسد نہ ہوگا جب کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یا حضور کے بعد کسی نبی کا ہونا جائز ہے ایسے قرآن کی تکذیب لازم ہے اس لیے قرآن نے اس پر نص فرمادی ہے کہ حضور خاتم النبیین اور آخر المرسلین ہیں اور حدیث میں ہے کہ میں سب میں پچھلا نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں اور امت نے اس پر اجماع کیا ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہری معنی پر باقی ہے اور یہ ان مسائل میں سے ایک ہے جس کی بنا پر ہم نے فلاسفہ کو کافر کہا ہے اللہ تعالیٰ ان پر لعنت فرمائے۔

(۱) ناظرینا! غور کریں کہ ان تینوں عبارتوں سے ظاہر ہوگیا کہ پوری امت کا اس پر قطعی یقینی اجماع ہے کہ خاتم النبیین اور لا نبی بعدی کے معنی صرف یہ ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی آخری رسول ہیں حضور کے زمانہ میں یا حضور کے بعد کسی نبی ہونے کو جائز جاننے والا کافر ہے خواہ وہ نبی بالفرض مانے یا ظلی بروزی بہرحال کافر ہے۔

(۲) حضور کے زمانہ میں یا حضور کے بعد کوئی نبی جائز ماننا خاتمیت محمدی کے منافی ہے اس کے معارض ہے، قرآن کی تکذیب ہے۔

(۳) لہٰذا یہ کہنا اگر حضور کے زمانہ میں یا حضور کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو آپکا

خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا قرآن کی تکذیب ہونے کی وجہ سے کفر ہے اور ایسا کہنے والا کافر ہے۔

(۴) ان عبارتوں نے بتایا کہ امت کا اس پر بھی اجماع ہے کہ اس میں نہ کسی تاویل کی گنجائش ہے نہ کسی تخصیص کی بلکہ کسی قسم کی تاویل یا تخصیص کرنے والا کافر ہے اس لیئے یہ کہنا کہ خاتم النبیین کے معنیٰ آخری نبی کے نہیں نبی بالذات کے ہیں ضرور کفر ہے اور ایسا کہنے والا ضرور کافر ہے۔

اب آیئے اس خصوص میں دیوبندی مکتب فکر کا عقیدہ ملاحظہ فرمایئے۔

نانوتوی صاحب کی کفری عبارت

مولوی قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند اپنی کتاب تحذیر الناس کے صفحہ ۳،۴ پر لکھتے ہیں۔

اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنا چاہیئے کہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تأخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں ———

پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہیئے اور اس مقام کو مقام مدح نہ قرار دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارہ نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب زیادہ گوئی کا وہم ہے۔

آخر اس وصف میں اور قد و قامت شکل و رنگ حسب و نسب سکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں۔ کیا فرق ہے؟ جو اس کو ذکر کیا اوروں کو ذکر نہ کیا ———

دوسرے رسول اللہ صلعم کی جانب نقصان قدر کا احتمال ہے۔ کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کیا کرتے ہیں اعتبار نہ ہو تو تاریخوں کو دیکھ لیجئے۔

باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا اس لئے سد باب اتباع مدعیان نبوت کیا ہے جو کل کو جھوٹے دعوے کر کے خلائق کو گمراہ کریں گے ـــ البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے۔

پر جملہ ”ماکان محمد ابا احد من رجالکم۔ اور جملہ“ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں کیا تناسب تھا؟ جو ایک کو دوسرے پر عطف کیا اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک قرار دیا۔

اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی بے ارتباطی خدا کے کلام معجز نظام میں متصور نہیں اگر سد باب مذکور منظور ہی تھا تو اس کے لیے اور بیسیوں موقع تھے بلکہ بنائے خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے ص ۳ ———

خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین کا انکار

ہم نے تحذیر الناس کی اس موقع کی عبارت پوری لفظ بلفظ نقل کردی ہے۔ ناظرین اسے بغور پڑھیں۔ کیونکہ عبارت بہت گنجلک اور پیچیدہ ہے ہوسکتا ہے کہ ایک بار پڑھنے سے نہ سمجھ میں آئے تو بار بار پڑھیں اور عربی فارسی الفاظ کے ترجمے کسی لغت کی کتاب میں دیکھ لیں ہم نے کوئی تشریح اس لیے نہیں کی کہ ہوسکتا ہے نانوتوی صاحب کے کسی نیاز مند کو یہ کہنے کی گنجائش مل جائے چونکہ تحذیر الناس کی عبارت کا مطلب غلط بتایا ہے اس لیئے اس کے معنی کفری ہوگئے۔ البتہ ناظرین ہماری مندرجہ ذیل گذارش کو بغور پڑھ لیں اور خود فیصلہ کریں۔

نانوتوی صاحب نے اس عبارت میں بڑے شدومد اور زور و شور سے یہ ثابت کیا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین نہیں ہیں نہ یہ معنی کسی طرح بن سکتے ہیں خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین ہونے کو انھوں نے سترہ طریقوں سے باطل مانا ہے

اوّل۔ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہونا" ناسمجھ عوام کا خیال ہے۔ واضح ہو کہ یہاں اس عبارت میں عوام کے مقابل میں اہل فہم بولے ہیں جس سے متعین ہے کہ عوام سے مراد ناسمجھ لوگ ہیں۔

دوم۔ اسے خیال بتایا عقیدہ نہیں خیال کا معنی وہم گمان رائے وغیرہ کے ہیں اب اس کا مطلب یہ ہوا کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی عقیدہ نہیں

جو قطعی یقینی غیر متزلزل ہوتا ہے۔ بلکہ ناسمجھ عوام کی رائے ہے جو انھوں نے ازخود قائم کر لی ہے قرآن وحدیث واقوال سلف سے ثابت نہیں۔

سوئم۔ آخری نبی ہونے کو مقام مدح میں یعنی تعریف کے موقع پر ذکر کرنا صحیح نہیں۔ اور یہ آیت کریمہ مقام مدح میں ہے ـــــ اس لئے اس آیت میں خاتم النبیین آخری نبی کے معنی میں نہیں ـــــ اس کا صاف صاف مطلب ہوا کہ آخر الانبیاء ہونے میں کوئی مدح نہیں کچھ فضیلت نہیں نہ بالذات نہ بالعرض۔

چھارم۔ اس آیت کو مقام مدح میں نہ مانیں اور خاتم النبیین کو اوصاف مدح میں سے تسلیم نہ کریں تو خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہونا درست ہو سکتا ہے مگر چونکہ یہ آیت مقام مدح میں ہے اور خاتم النبیین وصف مدح ہے اس لئے اس آیت میں خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہونا درست نہیں۔

پنجم۔ اگر خاتم النبیین کا معنی آخری نبی مراد لیں گے تو خدا کے بے ہودہ گو لغو گو ہونے کا وہم ہوگا ـــــ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آخری نبی ہونا بیہودہ اور لغو وصف ہے جس میں کچھ بھی فضیلت نہیں نہ بالذات نہ بالعرض۔

ششم۔ آخری نبی ہونا قد وقامت وغیرہ ایسے اوصاف میں سے ہے جنھیں فضائل میں کچھ دخل نہیں اس کا صاف صاف بالکل واضح غیر مبہم یہ معنی ہوا کہ آخر الانبیاء ہونے میں کچھ فضیلت نہیں نہ بالذات نہ بالعرض۔

ھفتم۔ اگر حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقصان قدر کا احتمال لازم آئے گا یعنی یہ کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ کم ہے ـــــ اس کا یہ مطلب ہوا کہ آخری نبی ہونا ایک ناقص وصف ہے جس میں کچھ فضیلت نہیں ہے نہ بالذات نہ بالعرض۔

هشتم۔ آخری نبی ہونا ایسے ویسے یعنی معمولی درجہ کے لوگوں کے عام اوصاف کی طرح ہے اس کا بھی حاصل یہی ہے کہ آخری نبی ہونے میں کچھ فضیلت نہیں نہ بالذات نہ بالعرض۔

نہم۔ اگر خاتم النبیین کا معنیٰ آخر النبیین لیں گے تو اس آیت کے پہلے والے جملے اور اس میں تناسب نہ رہے گا۔

دہم۔ ایک کا عطف دوسرے پر درست نہ ہوگا۔

یازدہم۔ ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک بنانا صحیح نہ ہوگا۔

دوازدہم۔ اللہ کے کلام معجز نظام میں بے ارتباطی لازم آئے گی۔

سیزدہم۔ نبوت کے جھوٹے دعویداروں کے اتباع کو روکنے کے لئے اس آیت میں خاتم النبیین نہیں فرمایا گیا اگر یہ روکنا مقصود ہوتا تو ضرور خاتم النبیین کے معنیٰ آخر الانبیاء ہوتے ——— مگر چونکہ روکنا اس سے مقصود نہیں اس لئے اس آیت میں خاتم النبیین کے معنیٰ آخر الانبیاء نہیں۔

چہاردہم۔ اس کا یہ موقع نہیں اس کے بیسیوں اور دوسرے مواقع تھے۔

پانزدہم۔ آخری نبی ہونے پر بنائے خاتمیت نہیں کسی اور بات پر ہے۔

خاتم النبیین کے معنیٰ آخری نبی کے نہیں خاتمیت کی بنا آخری ہونے پر نہیں۔ یہ ثابت کرنے کے بعد نانوتوی صاحب خاتم النبیین کے معنیٰ اور جس پر خاتمیت کی بنا ہے صفحہ ۴ پر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ———

سو اسی طور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کو تصور فرمایئے یعنی آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں ——— اور سوائے آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض ——— اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں۔

اب یہ بات بالکل صاف ہوگئی کہ خاتم النبیین کا معنیٰ آخری نبی نہیں بلکہ بالذات نبی ہونا ہے اور خاتمیت کی بنیاد نبی بالذات ہونے پر ہے

شانزدہم: اس لئے صفحہ ۱۴ پر یہ نتیجہ نکالا ــــ "غرض اختتام اگر بایں معنیٰ تجویز کیا جاوے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے"۔

ہفدہم نیز صفحہ ۲۸ پر مزید نتیجہ یہ نکالا ــــ "اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے"۔

یہ کل سترہ وجوہ ہوئے جن سے نانوتوی صاحب نے اپنا یہ عقیدہ ثابت کیا ہے۔ کہ خاتم النبیین کے معنیٰ آخر النبیین نہیں بلکہ نبی بالذات کے ہیں ــــ

نیز یہ بھی واضح کردیا کہ نبی بالذات ہونے کو آخری نبی ہونا کسی طرح لازم نہیں ــــ

(اوّلاً) نانوتوی صاحب جیسا بیدار مغز محقق ماہر مناظر اگر نبی بالذات ہونے کو آخری نبی ہونا لازم مانتا تو صفحہ ۱۴ پر یہ نہیں لکھتا۔

"بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں کوئی اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے" ــــ

(ثانیاً) صفحہ ۲۸ پر یہ نہیں لکھتا۔

> "بلکہ اگر بالفرض بعد زمانۂ نبوی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں ہوں۔ یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی نبی تجویز کیا جائے" ــــــ

ظاہر ہے کہ اگر واقعی خاتمیت ذاتی کو زمانی لازم ہوتی تو حضور کے زمانہ میں کسی نبی کے ہونے سے آپ کا خاتم ہونا ختم ہو جاتا اور آپ کے بعد کسی نبی کے ہونے سے خاتمیت محمدی رخصت ہو جاتی۔ اس لئے کہ ہر ادنیٰ سی عقل رکھنے والے پر یہ بات واضح ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا اسکے منافی ہے کہ حضور کے عہد مبارک میں یا بعد میں کوئی نیا نبی کہیں بھی پیدا ہو ــــــ اور نانوتوی صاحب جب یہ تصریح کر رہے ہیں کہ آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد کسی جدید نبی ہونے کے باوجود آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہے گا۔ اور آپ کی خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آئے گا ــــــ تو ثابت کہ وہ نبی بالذات ہونے کو آخری نبی ہونا لازم نہیں مانتے۔ اس لئے کہ جو چیز لازم کے منافی ہے وہ ملزوم کے بھی ضرور منافی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا بعد میں کسی نبی کے ہونے سے خاتمیت زمانی ضرور ختم ہو جائے گی اور جب یہ ختم تو اس کا ملزوم خاتمیت ذاتی بھی ختم ــــــ جب صورت حال یہ ہے کہ خاتمیت ذاتی کو زمانی لازم مانیں تو دونوں ختم ــــــ

ثالثاً۔ نانوتوی صاحب ابتدا ہی میں چودہ وجوہ سے یہ ثابت کر آئے کہ خاتم النبیین کے معنیٰ آخر الانبیاء ہونا باطل ہے اور بطلان لازم بطلان ملزوم کو مستلزم ہے تو اگر ان کے عقیدے کے خلاف کوئی صاحب خاتمیت ذاتی کو لازم مانیں تو لازم آئے گا کہ خاتمیت ذاتی بھی باطل ــــــ اب نہ ذاتی رہی نہ زمانی۔

رابعاً۔ نانوتوی صاحب کے نیاز مند ناحق ان پر تہمت رکھتے ہیں اس کا ہمارے پاس یا اگر خود نانوتوی صاحب ہوتے تو انہیں کے پاس کیا علاج۔ نانوتوی صاحب نے خود لکھا۔

> "ہاں اگر بطور اطلاق یا عموم مجاز اس خاتمیت کو زمانی اور رُتبی سے عام لیجئے تو پھر دونوں طرح کا ختم مراد ہوگا۔ پر ایک مراد ہو تو شایان شان محمدی خاتمیت رتبی ہے نہ زمانی۔" تحذیر الناس ص ۸

اس کا صاف صاف مطلب یہ ہوا کہ خاتمیت زمانی یعنی آخر الانبیاء ہونا حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے شایان شان نہیں تو اسے لازم ماننے سے کیا فائدہ — بلکہ الٹے لازم آئے گا کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے شایان شان جو وصف نہیں اسے حضور کے لیے ثابت مانا گیا اس میں نقصان قدر کا احتمال اور اللہ عز وجل کی طرف بیہودہ بکواس کا توہم ہوگا — بلکہ آخر کے اس جملہ میں خاتمیت زمانی کا بالکل صفایا کر دیا خواہ خاتمیت کو مطلق مانیں خواہ اس میں عموم مجاز کا قول کریں۔ کہ جب یہ شایان شان نہیں تو اس کا اثبات حضور کے لئے لغو بے فائدہ ہی نہیں نقصان قدر کا سبب ہوگا۔

ان سب سے ہٹ کر خود نانوتوی صاحب کا ایک اعتراف سُن لیجئے وہ اپنے مکتوب میں ایک معتمد علیہ خصوصی کو لکھتے ہیں۔

معنی خاتم النبیین در نظر ظاہر	خاتم النبیین کا معنی ظاہر پرستوں کی نظر
پرستاں ہمی باشد کہ زمانہ نبوی آخر	میں یہی ہے کہ زمانہ نبوی گذشتہ انبیاء
است از زمانہ گذشتہ بعض نبی	کے زمانہ سے آخر ہے اور اب کوئی نبی
دیگر نخواہد آید مگر می دانی ایں	نہ آئے گا مگر تم جانتے ہو کہ یہ ایسی بات
سخن ایست کہ مدحے است در آنے	ہے کہ اس میں نہ تو کوئی تعریف ہے اور نہ کوئی

نہ دیے ——— برائیٔ۔ قاسم العلوم ص۵۵ مکتوب اول بنام مولوی محمد فاضل ———.

ہر شخص جانتا ہے کہ مصنف اپنی مراد کو بخوبی جانتا ہے جب نانوتوی صاحب نے بغیر کسی ایچ پیچ کے صاف صاف بیان کر دیا کہ آخر الانبیاء ہونا مدح اور تعریف کی بات نہیں اس میں کوئی مدح نہیں ——— جب کہ اس میں کوئی مدح نہیں تو اسے خاتم بالذات کو لازم مان کر حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کرنا بقول نانوتوی صاحب بیہودہ لغو وغیرہ وغیرہ ضرور ہو گا پھر یہ کہنا کہ نانوتوی صاحب ختم ذاتی کے لئے ختم زمانی لازم مانتے ہیں تو ان پر تہمت اور افترا کے سوا اور کیا ہے۔

اسی سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ص۳ پر "بالذات کچھ فضیلت نہیں" میں بالذات کی قید صرف "داشتہ بکار آید" کے طور پر ہے ———

ثابت ہو گیا کہ نانوتوی صاحب کا عقیدہ یہ ہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیاء نہیں صرف نبی بالذات کے ہیں جسے آخر الانبیاء ہونا لازم بھی نہیں ———

اسی وجہ سے انھوں نے ص۱۴ ص۲۸ پر صاف صاف بلا کسی ابہام کے لکھ دیا ———

> اگر حضور کے زمانہ میں کوئی اور نبی پیدا ہو جائے تو بھی
> آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد
> زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے تو بھی خاتمیت محمدی
> میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔

نانوتوی صاحب پر شرعی مواخذے

نانوتوی صاحب نے دیدہ و دانستہ بالقصد والا رادہ

تحذیر الناس کی ان عبارتوں میں مندرجہ ذیل قطعی یقینی ایسے کفریات کا ارتکاب کیا جس میں کسی قسم کے ذرہ برابر شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں جس میں کسی تاویل کی کوئی گنجائش نہیں نہ تاویل قریب کی نہ تاویل بعید کی۔

(۱) قرآن مجید کے ارشاد خاتم النبیین کے معنی سب میں پچھلا نبی آخری نبی خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بتائے صحابہ کرام نے بتائے ـــ پوری امت نے بتائے اور اس پر پوری امت نے قطعی یقینی اجماع کر لیا کہ خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں ـــ وہ بھی اس تشریح کے ساتھ کہ اس میں کسی قسم کی تاویل یا تخصیص کی ذرہ برابر کوئی گنجائش نہیں اس کو نانوتوی صاحب نے عوام یعنی ناسمجھ لوگوں کا خیال بتایا۔

(۲) حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو نافہم عوام میں داخل کیا۔

(۳) اس اعلیٰ درجہ کے وصف مدح کو مقام مدح میں ذکر کے قابل ہونے سے انکار کیا اور اس کو وصف مدح ماننے سے بھی انکار کیا۔

(۴) اسے زیادہ گوئی یعنی بیہودہ گوئی لغو گوئی کہا۔

(۵) اسے فضیلت سے بالکلیہ خالی کہا۔

(۶) اسے ایسے ویسے گئے گذرے لوگوں کے احوال میں داخل کیا۔

(۷) اسے اللہ عز وجل کے کلام معجز نظام کے منافی کہا۔

(۸) اسے قرآن کے تناسب اور ارتباط میں مخل مان کر کہا۔

(۹) اسے جھوٹے مدعیان نبوت کے جھوٹے دعوائے نبوت کے سد باب کے لیے نہیں مانا۔ اس آیت مبارکہ کو اس کا موقع نہیں مانا۔

(۱۰) اسے بنائے خاتمیت ماننے سے انکار کیا۔ بنائے خاتمیت دوسری بات پر رکھا۔

(۱۱) خاتم النبیین کا معنی اپنے جی سے یہ گڑھا آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوائے آپ کے اور انبیاء موصوف ـــ بوصف ـــ

نبوت بالعرض۔

(۱۳) حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جدید نبی پیدا ہونے کو خاتمیت محمدی کے منافی نہ ماننا۔

(۱۴) حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی جدید نبی کے پیدا ہونے کو خاتمیت محمدی کے منافی نہیں ماننا۔

اب ناظرین سے سوال ہے؟ کیا اتنے کفریات کے ارتکاب کے باوجود بھی تحذیر الناس کے مصنف نانوتوی صاحب مسلمان ہی ہیں؟ کیا اب بھی ان کی تکفیر فرض نہیں تھی اس کا فیصلہ آپ حضرات پر چھوڑتا ہوں۔

تحذیر الناس کے خلاف شورش

یہی وجہ ہے کہ تحذیر الناس جہاں بھی پہونچی تو خود نانوتوی صاحب کے زمانے میں وہاں کے علماء نے اس سے بیزاری ظاہر کی۔ اسکا زبانی بھی اور تحریری بھی رد کیا ___ تحذیر الناس سے پوری امت بیزار تھی اس کو اشرف علی تھانوی نے اپنے ان الفاظ میں بیان کیا۔

> جس وقت مولانا نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس لکھی ہے کسی نے ہندوستان بھر میں مولانا کے ساتھ موافقت نہیں بجز مولانا عبدالحئی کے۔

(الافاضات الیومیہ جلد چہارم صفحہ ۸۰ ملفوظ ۹۳)

نانوتوی صاحب یکبار ریاست رامپور گئے اس کا قصہ ارواح ثلثہ میں یوں لکھا ہے۔

> اپنے کو ایک ملازم کی حیثیت سے ظاہر کیا اس لئے کہ خفیہ پہونچیں جب رامپور پہونچے تو جناب

> نے اپنا نام خورشید حسن بتلایا اور لکھوا دیا۔ اور ایک نہایت ہی غیر معروف سرائے میں مقیم ہوئے اس میں بھی ایک کمرہ چھت پر لیا یہ وہ زمانہ تھا کہ تحذیر الناس کے خلاف اہل بدعات میں ایک شور برپا تھا۔ مولانا کی تکفیر تک ہو رہی تھی حضرت کی غرض اس اخفاء سے یہی تھی کہ میرے علانیہ پہونچنے سے اس بارہ میں جھگڑے اور بحثیں نہ کھڑی ہو جائیں ـــ (ارواح ثلٰثہ صفحہ ۲۶۱

ارواح ثلٰثہ کے جاہل متعصب راوی نے تحذیر الناس کے رد کرنے والے علماء کو اہل بدعات قرار دیا ـــ اب آیئے ان کے ایک نیاز مند دیوبندی جماعت کے بہت بڑے عالم جن کی حیثیت دیوبندی برادری میں ایک عالم ہی کی نہیں بلکہ جمیعۃ العلماء کی ہے۔ وہ ہیں انور شاہ کشمیری بلکہ ڈھابیلی یہ تحذیر الناس کی تردید کرتے ہوئے اپنے رسالہ خاتم النبیین کے صفحہ ۳۸ پر لکھتے ہیں۔

وارادۂ ما بالذات وما بالعرض عرف فلسفہ است نہ عرف قرآن مجید و محاورۂ عرب ونہ نظم قرآن را ہیچ گونہ ایمان و دلالت بر آں پس اضافۂ استفاضۂ نبوت زیادت است بر قرآن بمحض اتباع ہوا۔

یعنی ما بالذات و ما بالعرض کا ارادہ (جیسا کہ تحذیر الناس میں ہے) فلسفہ کا عرف ہے۔ قرآن مجید کا عرف یا عرب کا محاورہ نہیں اور نہ نظم قرآن کا اس کی طرف کوئی اشارہ ہے پس اضافہ استفاضۂ نبوت محض اتباع ہوا کی وجہ سے قرآن پر زیادتی ہے۔

یہی بزرگ قریب قریب یہی مضمون اپنے دوسرے رسالہ "عقیدۃ الاسلام" کے صفحہ ۲۵۶ پر لکھ چکے ہیں۔

دیکھئے انور صاحب نانوتوی صاحب کے بہت نیاز مند ہیں مگر تحذیر الناس

ں کلام مجید کی تمام امت کے خلاف جو تفسیر بالرائے کی ہے اسے رد رہے
یں صرف رد ہی نہیں اسے اتباع ہوا یعنی خواہش نفسانی کی پیروی میں
رآن مجید پر زیادتی قرار دے رہے ہیں۔ اب یہ فیصلہ ناظرین کریں کہ تمام امت
ی قطعی یقینی اجماعی تفسیر کے خلاف خواہش نفسانی سے قرآن مجید پر زیادتی
رنے والا مسلمان ہے یا کافر؟ غالباً انور صاحب کا یہی جرم وہ جرم نابخشیدہ
ہے جس کی سزا میں انہیں دارالعلوم دیوبند چھوڑنا پڑا جس کو وہ بڑی حسرت
ویاس سے کہا کرتے تھے "ہم نے کلمۂ حق کہا تو اس کی وجہ سے یہاں ڈھابیل
یں آنا پڑا"

گنگوہی اور انبیٹھوی صاحب کی مشترکہ کفری عبارت

جب دیوبندیوں نے میلاد، قیام، عرس، چادر وغیرہ کے خلاف پوری طاقت
سے مہم چلائی۔ متعدد فتاوی کتابچے شائع کئے تو جناب حاجی امداد اللہ صاحب
ہاجر مکی کے مرید اور خلیفہ مولانا عبد السمیع صاحب رامپوری نے انتہائی سنجیدگی
اور متانت کے ساتھ ان معمولات کے ثبوت میں ایک مبسوط کتاب انوار ساطعہ
لکھی جس پر گنگوہی صاحب کو بہت طیش آیا اور انہوں نے اس کے رد میں براہین قاطعہ

لکھی جو اپنے مرید اول خلیفہ خلیل احمد انبیٹھی صاحب کے نام سے چھپوائی یہ کتاب گنگوہی صاحب ہی کی لکھی ہوئی ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ ان کے مؤرخ عاشق الہٰی میرٹھی نے تذکرۃ الرشید جلد دوم صفحہ ۳۲۱ پر اسے ان کی تصنیفات کی فہرست میں داخل کیا ہے۔ لکھتے ہیں ناظرین ملاحظہ کریں۔

> براہین قاطعہ ـــ یہ انوار ساطعہ کا جواب اور رد بدعات و تحقیق سنت میں وہ لاثانی کتاب ہے جس کو حضرت کے (گنگوہی) کمالات علمیہ و عملیہ کا مظہر کہیں تو بجا ہے سنت کے عشق میں جو عضیادہ انداز اور شان جلالی کا اظہار اس میں نظر آتا ہے دیگر تصانیف میں کم ہے۔

قصہ یہ ہوا کہ ـــ مولوی عبدالجبار عمرپوری دیوبندی نے لکھا تھا۔ حضرت کی نسبت یہ اعتقاد کہ جہاں مولود شریف پڑھا جاتا ہے تشریف لاتے ہیں شرک ہے۔ ہر جگہ موجود اللہ تعالےٰ ہے اللہ سبحانہٗ نے اپنی یہ صفت دوسرے کو عنایت نہیں فرمائی (انوار ساطعہ بالائے براہین قاطعہ صفحہ ۵۲)

نانوتوی گنگوہی تھانوی صاحبان کے پیر بھائی مولانا عبدالسمیع صاحب رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے انوار ساطعہ میں اس کو دو طریقہ سے رد فرمایا۔

(۱) ایک یہ کہ جہاں جہاں مولود شریف پڑھا جاتا ہے وہاں وہاں تشریف لانے کا مطلب ہر جگہ موجود ہونا کہاں ہے؟

(۲) زمین میں ہر جگہ تشریف لے جانے کو اللہ عزّوجل کا خاصہ جاننا باطل ہے کیونکہ مشرق سے مغرب تک ہر روح کو حضرت عزرائیل علیہ السلام (ملک الموت) قبض کرتے ہیں ـــ ہر جگہ کو رات دن دیکھتے رہتے ہیں اللہ تعالےٰ نے دنیا ان کے آگے مثل چھوٹے سے توان کے کر دیا ہے ـــ یہ تو ایک فرشتہ مقرب ہیں ـــ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو یہ قدرت دی ہے کہ وہ تمام بنی آدم کے

ساتھ رہتا ہے حاصل یہ ہے کہ جب مخلوق اور غیر اللہ کو یہ قدرت دی گئی ہے تو ہرگز یہ خاصۂ الوہیت نہیں اور جب یہ خدا کی خاص صفت نہیں تو رسول کریم کے لئے اسے ثابت کرنا ہرگز ہرگز شرک نہیں ــــ اس رد کا گنگوہی صاحب سے کوئی جواب نہیں بن پڑا اور نہ قیامت تک کسی سے بن پڑے گا۔ گنگوہی صاحب نے اپنے دل میں یہ فرض کر لیا یہ رد نہیں استدلال ہے ــــ یعنی یہ کہ مولانا عبد السمیع صاحب نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے ہر جگہ موجود ہونے پر یہ دلیل دی ہے ــ کہ جب شیطان اور ملک الموت ہر جگہ موجود ہیں تو حضور چونکہ ان دونوں سے افضل ہیں اس لئے وہ بھی ہر جگہ موجود ہیں ــ حالانکہ مولانا موصوف پر یہ کھلا ہوا افترا ہے۔ مولانا عبد السمیع صاحب نے عمرپوری پر نقض وارد فرمایا تھا۔ نہ کہ اپنے مدعیٰ پر استدلال کیا تھا۔ مگر ان بزرگوں کی یہ عادت متواترہ ہے کہ اپنے حریف پر افترا کرنے سے نہیں چوکتے گنگوہی صاحب نے اس نقض کو استدلال ٹھہرا کر اس پر لکھا ــــ

> الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے ! کہ شیطان اور ملک الموت کو یہ (علم کی) وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔
>
> براہین قاطعہ ص۵۵

اس پر ہمارے مواخذے

(۱) زمین کا علم محیط گنگوہی صاحب نے شیطان اور ملک الموت کے لئے نص یعنی

قرآن وحدیث سے ثابت مانا۔ پھر اسی علم کو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے شرک بتایا۔ اور یہ شرک اسی وقت ہوگا جب کہ اسے باری عز اسمہ کی صفت خاصہ مانیں ـــ اور جب اسے اللہ عز وجل کی صفت خاصہ مانیں گے تو شیطان اور ملک الموت کے لئے اسے ثابت ماننے کا مطلب یہ ہوگا کہ شیطان اور ملک الموت خدا کے شریک ہیں ـــ اور گنگوہی صاحب نے ان دونوں کیلئے ثابت مانا۔ اب لازم آیا کہ انھوں نے شیطان اور ملک الموت کو خدا کا شریک مانا۔ یہ اس عبارت کا ایک صریح کفر ہوا ـــ

(۲) پھر اس کفر و شرک کو نص یعنی قرآن و احادیث سے ثابت مانا یہ دوسرا کفر ہوا۔

(۳) آخر میں ہے شیطان ملک الموت کو یہ (علم کی) وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے! جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

یعنی شیطان اور ملک الموت کے علم کی وسعت اور زیادتی نص یعنی قرآن وحدیث سے ثابت ہے اس لئے شیطان و ملک الموت کا علم وسیع اور زیادہ ہے ـــ مگر حضور اقدس صلّے اللہ علیہ وسلم کے لئے وسعت علم یعنی علم کا زیادہ ہونا چونکہ نص قطعی سے ثابت نہیں اس لئے حضور کے لئے وسعت علم ماننا شرک ہے اس کا صریح مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا علم زیادہ نہیں ـــ جس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ گنگوہی صاحب کے نزدیک شیطان کا علم حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے۔ تکاد السمٰوٰت یتفطرن منه و تنشق الارض و تخر الجبال ھدًا۔ قریب ہے کہ آسمان ٹوٹ پڑے ـــ زمین پھٹ جائے اور پہاڑ ڈھہ جائیں ـــ جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہوگا۔ کیا اسے اس میں شک ہوگا کہ یہ کلمہ کفر نہیں کیا اس میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی کھلی ہوئی توہین نہیں؟ کیا اس کفر صریح کے بعد بھی گنگوہی صاحب اور ان کے مرید

اور خلیفہ انبیٹھی صاحب کے کافر ہونے میں کوئی شک وشبہ باقی رہ جاتا ہے؟ ایسے شنیع قول پر مجدد اعظم اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ العزیز نے گنگوہی اور انبیٹھی صاحبان کو کافر کہا تو کیا جرم کیا؟

لطائف اس صریح و شنیع کفریات کے علاوہ بھی براہین قاطعہ میں کچھ مزیدار باتیں ہیں۔ ناظرین ان سے محظوظ ہوں۔

(۱) شیطان کی وسعت علم کے ثبوت کے لیئے صرف نص پر قناعت کی گئی مگر حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم کے لئے صرف نص کو کافی نہیں جانا۔ نص قطعی کا مطالبہ کیا۔

(۲) اس کے برخلاف حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کی نفی کے ثبوت میں ایک بے اصل روایت پیش کیا۔ اور اسے شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی طرف منسوب کر دیا۔ عبارت مذکورہ بالا کے چند سطور پہلے ہے:

شیخ عبدالحق روایت
کرتے ہیں کہ مجھے دیوار کے پیچھے کا بھی
علم نہیں۔

یہ حضرت شیخ قدس سرہٗ پر افترا ہے۔ روایت تو بہت دور ہے انھوں نے مدارج النبوۃ جلد اول صہ ۹ پر اس روایت کو بالکلیہ رد فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں

اینجا اشکال می آرند کہ در بعض روایت	اس جگہ اشکال لاتے ہیں کہ بعض روایتوں
آمدہ است کہ گفت آنحضرت صلے اللہ	میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
علیہ وسلم من بندہ ام نمی دانم آنچہ در	میں بندہ ہوں نہیں جانتا کہ اس دیوار کے
پس ایں دیوار است جوابش آنست	پیچھے کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس روایت
کہ ایں سخن اصلے ندارد و روایت	کی کوئی اصل نہیں اور یہ روایت صحیح

بداں صحیح نشدہ است۔ نہیں۔

کیا کسی مسلمان سے ایسی جسارت ممکن ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے علم کو گھٹانے کے لیے خود حضور پر جھوٹ باندھے اور من کذب علیّ فلیتبوأ مقعدہٗ من النّار۔ جو مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔ کا بھی خوف نہ کرے پھر جرأت بالائے جرأت یہ کہ جس بزرگ نے اسے رد فرمایا انھیں کو راوی بتائے۔

دوسرے علماء کی تائیدات

آج سے ایک صدی زائد ۱۳۰۶ھ کی بات ہے ریاست بہاولپور میں براہین قاطعہ کی گمراہ کن عبارتوں پر ایک انتہائی اہم اور فیصلہ کن مناظرہ ہوا تھا جس میں دیوبندیوں کی طرف سے اس وقت کے دیوبندی جماعت کے سب سے بڑے عالم ان کے شیخ الہند محمود الحسن کانگریسی اور خود انبیٹھی صاحب جن کے نام سے یہ کتاب چھپی ہے شریک تھے اور اہل سنت کی طرف امام المناظرین علامہ غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مناظر تھے یہ مناظرہ تحریری تھا اس مناظرہ کے حکم شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ غلام فرید صاحب چاچڑاں شریف نواب کے مرشد تھے۔ موصوف نے اس مناظرہ پر جو فیصلہ دیا ہے وہ یہ ہے۔

> مؤلف مذکور خلیل احمد انبیٹھی مع اپنے معاونین
> کے وہابی اہل سنت سے خارج ہے۔ تقدیس الوکیل ص۲

یہ مناظرہ تحریری تھا۔ اس کی روداد تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل کے نام سے چھپ چکی ہے۔ اس میں حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب نے براہین کی اس عبارت پر یہی اعتراض کیا ہے کہ اس عبارت میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو شیطان لعین کے علم سے کم بتایا ہے۔

> فقیر کان اللہ لہ کا اعتراض یہ ہے کہ سرور کائنات اعلم مخلوقات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وسعت علم کا جو انکار کیا ہے اور شیطان کے علم سے آپ کے علم کو کم لکھ دیا ہے یہ نہایت درجہ کی توہین ہے۔ ص ۱۹۳

اسی تقدیس الوکیل کی تصدیق میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی نے لکھا ہے ـــ

> میں مولوی رشید احمد کو رشید سمجھتا تھا مگر میرے گمان کے خلاف کچھ اور ہی نکلے بڑی کوشش اس میں کی کہ حضرت کا علم شیطان لعین کے علم سے کمتر ہے اور اس عقیدہ کے خلاف کو شرک فرمایا۔ تقدیس الوکیل ص ۳۱۹

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی وہ بزرگ ہیں جنھیں سلطان ترکی نے پایۂ حرمین کا خطاب دیا جنھیں خود براہین ہی میں "ہمارے شیخ الہند مولوی رحمت اللہ لکھا ـــ جو لوگ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ پر الزام لگاتے ہیں کہ انھوں نے بلا وجہ ان لوگوں کو کافر کہا ہے وہ آئیں اور دیکھیں۔ شیخ الہند مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور مولانا غلام دستگیر قدس سرہ العزیز اعلیٰ حضرت کے مرید ہیں نہ خلیفہ نہ پیر بھائی ان لوگوں نے بھی یہی کہا۔ لکھا کہ اس عبارت میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو شیطان لعین کے علم سے کم بتایا گیا ہے۔ اور یہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ کیا ایسی صورت میں بھی اعلیٰحضرت قدس سرہ کو یہ طعن دینا درست ہے کہ انھوں نے ان دونوں کی بلا وجہ تکفیر کی کسی مسلمان کو اس میں شک ہو سکتا ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنا کفر ہے۔

اور توہین کرنے والا کافر ہے

تھانوی صاحب کی کفری عبارت

دیوبندی جماعت کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب نے اپنے کتابچہ حفظ الایمان کے صفحہ ۷ پر لکھا۔

> پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب ــــ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی (یعنی بچے) مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔

چند سطر بعد ہے: اور اگر تمام علوم غیبیہ مراد ہیں اس طرح کہ ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل عقلی و نقلی سے ثابت ہے۔

اس عبارت کا صاف صاف صریح وہ بھی صریح متعین مطلب یہ ہے کہ تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو ہر کس و ناکس زید عمر بکر بلکہ بچوں پاگلوں جانوروں چوپایوں کے علم سے تشبیہ[عہ] دی یا حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو ان کے مساوی بتایا اور اس پر فریقین کا

[عہ] یہ تردید اس بنا پر ہے کہ تھانوی صاحب کے نیازمند خود آپس میں الجھے ہوئے ہیں کہ اس عبارت میں ایسا تشبیہ کے لئے ہے یا "اتنا" "اور" اس "قدر" کے معنی میں ہے

اتفاق ہے کہ ان دونوں باتوں میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی انتہائی توہین اور تحقیر ہے۔ کسی نبی کی توہین وہ بھی سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین باجماع امت کفر ہے اور توہین کرنے والا کافر ——

اس عبارت سے مضمون مذکور بلا کسی ابہام واختفاء کے ظاہر ہے بے ہیر پھیر کے واضح ہے مزید توضیح کے لئے عرض یہ ہے —— ابتداء میں ہے کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا —— اس کا مطلب صرف یہ ہے

—— یہ کہنا کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم غیب جانتے تھے

اس لئے کہ حکم کے یہی معنی ہیں کہ ایک چیز دوسرے کے لئے ثابت کی جائے

—— آگے ہے ——

"اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب" —— اس عبارت میں —— "اس" کا اشارہ پہلے ذکر کردہ غیب کی طرف ہے یعنی وہ جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا —— اس لئے بعض غیب سے مراد حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم ہی کا بعض غیب ہوا اور یہی مراد ہونا متعین ہے ——

اس لئے کہ مقسم کا اقسام پر صدق ضروری ہے ورنہ قسم قسم نہ رہے بیگانۂ محض ہو جائے

اس کے بعد اسی بعض علم غیب کو جو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ یہ کہا۔ اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو ہر زید وعمرو بکر بلکہ ہر صبی مجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ اس لئے بلا کسی ادنیٰ شک وشبہہ اور بغیر ذرہ برابر تردد کے واضح ہو گیا کہ تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو ہر کس و ناکس زید وعمرو بکر بلکہ صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے علم سے تشبیہ دی یا ان کے برابر بتایا ——

اسی کو اور مختصر عبارت میں یوں کہہ لیجیے ـــــ کہ تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے بقول زید جو علم غیب حاصل مانا اس کی دو قسمیں کیں بعض غیب اور کل غیب ـــــ کل کے حاصل ہونے کو عقلاً نقلاً باطل کہا تو لازم کہ انھوں نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے بعض علم غیب حاصل مانا ـــــ اور اسی کے بارے میں لکھا کہ ایسا علم غیب تو ہر زید و عمرو و بکر یعنی ہر کس و ناکس بچوں پاگلوں تمام حیوانوں تمام چوپایوں کو بھی حاصل ہے۔

اب اگر لفظ 'ایسا' کو تشبیہ کے لیے مانیں جیسا کہ دیوبندیوں کے شیخ الاسلام حسین احمد ٹانڈوی کی تحقیق ہے تو انھوں (یعنی تھانوی) نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے علم ارفع و اعلےٰ کو ان خسیس چیزوں کے کہتر و ادنیٰ علم سے تشبیہ دی ـــــ اس میں یقیناً حتماً حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی کھلی ہوئی توہین ہے ـــــ اور اگر لفظ 'ایسا' کو اتنا اور اس قدر کے معنیٰ میں مانیں جیسا کہ مرتضےٰ حسن دربھنگی ناظم تعلیمات کی تحقیق ہے تو لازم کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے وافر و کثیر علم کو جس کی مقدار کوئی ملک مقرب اور نبی مرسل بھی نہیں جان سکا۔ ان رذیل چیزوں کے علم کے برابر کر دیا۔ یہ بھی بدترین توہین ہے ـــــ

غیر جانبداروں کی شہادتیں

دہلی کے مشہور سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ طریقت امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی کے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ ابوالخیر

دہلوی میرٹھ آ گئی بخش صاحب کی کوٹھی میں تھے وہاں امام المناظرین حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب قصوری کے حامی ایک بزرگ پیر سید گلاب شاہ اور تھانوی صاحب اور قاری طیب کے والد حافظ احمد بھی تھے

> اب آگے کا قضیہ مولانا زید ابوالحسن صاحب کی زبانی سنئے۔ پیر سید گلاب شاہ نے مولوی اشرف علی صاحب کی کتاب حفظ الایمان کے ص۸ کا حوالہ دیتے ہوئے سنایا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے۔ الی آخرہ۔ یہ سنکر آپ (مولانا ابوالخیر صاحب) نے مولوی اشرف علی سے کہا کیا یہی دین کی خدمت ہے تمہارے بڑے تو ہمارے طریقہ پر تھے تم نے اسکے خلاف کیوں کیا مولوی صاحب (اشرف علی) نے کہا میں نے اس عبارت کی توضیح اپنے دوسرے رسالے میں کر دی ہے آپ (مولانا ابوالخیر صاحب) نے جواب ارشاد فرمایا۔ تمہارے اس رسالے کو پڑھکر کتنے لوگ گمراہ ہو گئے ہم دوسرے رسالے کو لے کر کیا کریں گے ـــ
>
> (بزم خیر از زید ص۱۱ مقامات خیر ص۲۳۹)

اور خود تھانوی صاحب نے اسے بیان کیا کہ مولانا ابوالخیر صاحب نے تھانوی صاحب کو اپنی جماعت میں شریک ہونے سے روک دیا یہ دوسری بات ہے کہ اپنی فطری موروثی خوش اخلاقی کی وجہ سے خوش اسلوبی کے ساتھ لکھتے ہیں۔

> جب جماعت تیار ہو گئی تو مولانا ابوالخیر صاحب نے مصلے پر جاتے ہوئے فرمایا میری جماعت والوں کے سوا جو اور لوگ ہوں وہ علیحدہ ہو جائیں (بزم جمشید)

حالانکہ جب تھانوی صاحب آئے تھے تو شاہ ابوالخیر صاحب باوجود پیرانہ سالی اور ضعف کے کھڑے ہو کر ملے تھے ـــ مگر محبوب خدا کی شان اقدس میں

گستاخی پر مطلع ہونے کے بعد نماز میں شریک نہ ہونے دیا۔

دوسری شہادت

انھیں حضرت مولانا ابوالخیر صاحب کے صاحبزادہ جناب مولانا ابوالحسن زید صاحب لکھتے ہیں۔

حفظ الایمان کی عبارت براہین قاطعہ کی (دکھنیا) والی عبارت سے قباحت وشناعت میں بڑھی ہوئی ہے وہ لکھتے ہیں کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب۔ الی آخرہ۔ اس رسالے کے چھپتے ہی ہندوستان کے طول وعرض میں عام طور پر مسلمانوں میں بےچینی کی لہر دوڑ گئی اللہ کے نیک بندے متحیر تھے کہ مولوی صاحب نے کیا لکھا ہے کہاں محبوب خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا علم شریف چاہے وہ علم شریف کلی ہی امر کا کیوں نہ ہو اور کہاں زید وعمرو اور صبی ومجنون اور حیوانات وبہائم کا علم۔ (بزم خیر از زید ص۲۲)

اس رسالے کے چھپتے ہی مولوی صاحب پر اعتراضات شروع ہوگئے مولوی صاحب اپنی عبارت پر صاف دل سے غور کرتے تو یقیناً ان پر ظاہر ہو جاتا کہ عبارت میں بڑا سقم ہے اور اس کا ازالہ واجب ہے لیکن دس سال تک مولوی صاحب نے خاموشی اختیار کی اور ۱۳۲۹ھ کو مولوی مرتضیٰ حسن صاحب (دربھنگی) کے استفسار پر مولوی صاحب نے چار پانچ صفحہ کا رسالہ بسط البنان تحریر کر دیا اس رسالہ میں انھوں نے اپنی عبارت کی تاویل کی ہے۔ حالانکہ یہ ایک امر بدیہی ہے کہ تشریح اور تاویل اسی وقت کی جاتی ہے جب کہ کلام میں کوئی غموض یا ابہام ہو یا پھر اس کے سمجھنے سے بیشتر افراد قاصر ہوں۔ مولوی صاحب کی تاویلات میں سے ایک تاویل یہ ہے کہ لفظ ایسا ہمیشہ تشبیہ کے لیے نہیں آتا۔ بلکہ اہل لسان

اپنے محاورات میں بولتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا قادر ہے مثلاً الیٰ آخرہ۔ مولوی صاحب کو خیال کرنا چاہیئے تھا کہ یہ رسالہ عوام کے لئے لکھا گیا ہے اس میں ایسی عبارت لکھنے کی کیا ضرورت تھی جسکے سمجھنے سے عوام کیا خواص اور علماء تک قاصر ہیں پھر لفظ ایسا تو لغوی بحث ہے اردو کی مستند کتابوں میں اس کو دیکھ لیا جائے صورت حال ظاہر ہوجائے گی کتابوں میں لکھا ہے کہ لفظ ایسا دو طرح استعمال ہوتا ہے —— یا تو یہ لفظ صفت واقع ہوتا ہے اور اس صورت میں اس کے معنیٰ مماثل مساوی اور اس قسم کے ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ خط تم نے لکھا ایسا خط تو بچہ بھی لکھ لے۔ یہ کام تم نے کیا ایسا کام تو کوئی ہوش مند نہ کرے —— اور یا یہ (ایسا) لفظ تابع فعل واقع ہوتا ہے اور اس صورت میں اس کے معنیٰ اس قدر اور عمدہ کے ہوتے ہیں مثلاً تم نے ایسا خط لکھا کہ دل خوش ہوگیا۔ ایسی بات کہی کہ دل بیٹھ گیا مولوی صاحب کی عبارت میں لفظ ایسا صفت واقع ہو رہا ہے اور یہ عبارت کہ حضوری کی کیا تخصیص معاملہ کو واضح تر کر رہی ہے مولوی صاحب نے اس رسالہ میں اپنی دس سالہ خاموشی کی وجہ اس طرح بیان کی ہے کہ کسی نے بھلے مانسوں کی طرح پوچھا ہی نہیں تھا ——

سبحان اللہ کیا خوب علت بیان کی ہے مسئلہ کی نزاکت کا خیال نہیں عوام کے ایمان برباد ہونے کا احساس نہیں اور بھلے مانسوں اور برے مانسوں کے لکھنے کا اثر لیا جا رہا ہے آخر ایسی عبارت لکھی ہی کیوں جس سے مسلمانوں کے دل تمام (دکھی) ہوتے (بزم خیر صـ ۲۴)

ان دونوں حضرات کو مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہٗ سے کسی قسم کا کوئی لگاؤ نہیں تھا نہ استاذی شاگردی کا نہ پیری مریدی کا نہ نسبت کا نہ رشتہ کا حتی کہ دوستی کا بھی لگاؤ نہیں تھا۔ بلکہ ان میں سے مؤخر الذکر نانوتوی صاحب کے تلمیذ مولوی عبد العلی میرٹھی کے شاگرد تھے اور نانوتوی گنگوہی صاحبان شاہ عبد الغنی صاحب کے تلمیذ تھے جو حضرت مولانا ابو الخیر صاحب کے دادا شاہ احمد سعید کے بھائی تھے بلکہ گنگوہی صاحب شاہ احمد سعید کے تلمیذ بھی تھے اس طرح دیوبندی مذہب کے بانیوں سے ان حضرات کا یگونہ تعلق تھا مگر پھر بھی انھوں نے حفظ الایمان کی عبارت کو ایمان برباد کرنے والی مسلمانوں کے دلوں کو رنجیدہ کرنے والی وغیرہ فرمایا۔ اور اس میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین بتایا۔ انھیں کیا حسد تھا کیا عناد تھا کیا غرض وابستہ تھی صاف تصریح ہے کہ ——

> اس رسالہ کے چھپتے ہی ہندوستان کے طول و عرض میں عام طور پر مسلمانوں میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی مولوی صاحب پر اعتراضات شروع ہو گئے۔

کیا پورا ہندوستان مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کا مرید تلمیذ تھا بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے ایمان نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین پر انھیں بے چین کر دیا۔

تیسری شہادت

مقامات خیر ص ٩١٦ کے حاشیہ پر حضرت مولانا پیر سید محمد جیلانی بغدادی

رفاعی قادری نقشبندی خالدی حیدرآبادی ثم المدنی کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے پوتے سید نذیر الدین ولد سید معین الدین کہتے ہیں۔

> میرے دادا (پیر سید محمد بغدادی) کے پاس حیدرآباد کے لوگ مولوی اشرف علی کا رسالہ حفظ الایمان لائے اور اس کے متعلق آپ سے دریافت کیا آپ نے رسالہ پڑھ کر فرمایا علم غیب کے متعلق مولوی اشرف علی نے نہایت قبیح عبارت لکھی ہے اس کے چند روز بعد مکہ مسجد میں مولوی اشرف علی بیٹھے تھے میرے دادا نے کھڑے ہو کر مولوی اشرف علی کے رسالہ کی قباحت بیان کی اور کہا کہ اس عبارت سے بوئے کفر آتی ہے پھر چند روز بعد مولانا حافظ احمد (فرزند مولانا محمد قاسم) کے مکان پر علماء کا اجتماع ہوا چونکہ حافظ احمد صاحب کو میرے دادا سے محبت تھی اس لئے انھوں نے آپ کو بلایا اور آپ تشریف لے گئے وہاں حفظ الایمان کی عبارت پر علماء نے اظہار خیال فرمایا آپ نے اس رسالہ کی قباحت کا بیان کیا اور رسالہ کے خلاف فتویٰ دیا پھر تھوڑے دن بعد آپ نے خواب میں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آنحضرت صلے اللہ وسلم آپ سے رسالہ حفظ الایمان کی عبارت رد کرنے اور اس کو قبیح کہنے پر اظہار خوشی فرما رہے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا ہم تم سے خوش ہوئے تم کیا چاہتے ہو تو آپ نے عرض کیا کہ میری تمنا ہے کہ اپنی باقی ماندہ زندگی مدینہ منورہ میں بسر کروں اور مدینہ پاک کی مٹی میں مدفون ہوں۔ آپ کی درخواست منظور ہوئی اور آپ اس کے بعد مدینہ طیبہ ہجرت کر گئے دس سال وہاں

مقیم رہے اور سنہ ۱۳۶۲ھ میں رحلت فرما گئے

حفظ الایمان کی اس عبارت کے سلسلے میں جو حضرات بھی کسی قسم کے تذبذب کے شکار ہوں ان کے لئے لمحۂ فکریہ ہے کہ ان مولانا حضرت سید محمد صاحب بغدادی کو تھانوی صاحب سے کیا حسد تھا کیا عداوت تھی کہ انھوں نے اس عبارت کے خلاف فتویٰ دیا وہ بھی تھانوی صاحب کے محب خاص کے گھر بیٹھ کر اور تھانوی صاحب کے روبرو کارد فرمایا اور صاف صاف فرمایا کہ اس عبارت سے بوئے کفر آتی ہے اصل بات وہی ہے کہ یہ عبارت چینی جاپانی لاطینی سنسکرت میں نہیں کہ اسے کوئی نہ سمجھے ہر اردو داں جو معمولی سمجھ بوجھ رکھتا ہے وہ اس کو پڑھ کر اولاً یہی کہہ دیگا۔ اس میں بلا کسی شک و تردد کے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی کھلی ہوئی توہین ہے۔

اب تمام دیندار انصاف پسند مسلمانوں سے سوال ہے کہ جب تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی ایسی صریح توہین کی تو اب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ العزیز نے تھانوی صاحب کو کافر کہا تو یہ جرم ہے یا ایک دینی و ملی فریضہ؟ —

شفاء اور اس کی شروح اور شامی میں ہے اجمع المسلمون علی ان شاتم النبی کافر۔ من شک فی عذابه وکفره کفر —
مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ نبی کی توہین کرنے والا کافر ہے۔ جو اس کے عذاب اور کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے —

اب ہم اس بحث کو دیوبندی جماعت کے بہت بڑے مناظر اور متعلم خود تھانوی صاحب کے وکیل مرتضیٰ حسین صاحب دربھنگی ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند کے ایک اہم بیان پر ختم کرتے ہیں انھوں نے اشد العذاب میں لکھا کہ اگر خانصاحب فاضل بریلوی کے نزدیک بعض علمائے دیوبند واقعی ایسے ہی تھے جیسا

کہ انھوں نے سمجھا تو خانصاحب پر ان علمائے دیوبند کی تکفیر فرض تھی اگر وہ کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے کیونکہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔

اب رہ گیا مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے علمائے دیوبند کو جیسا سمجھا یہ سمجھنا صحیح اور واقعہ کے مطابق ہے یا نہیں اس کی پوری تفصیل اوپر گذر چکی اور اگر کوئی صاحب مزید تفصیل کے خواہش مند ہوں تو میرا رسالہ منصفانہ جائزہ کا مطالعہ کریں مجھے امید ہے کہ اس کے مطالعہ کے بعد جس کے اندر ایمان کی تھوڑی سی بھی رمق باقی ہے تو وہ ضرور بالضرور یہی فیصلہ کرے گا کہ جماعت دیوبند کے یہ اکابر یعنی قاسم نانوتوی صاحب رشید احمد گنگوہی صاحب خلیل احمد انبیٹھی صاحب اشرف علی تھانوی صاحب نے ضروریات دین کا انکار کیا اور حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین کی جس کے بعد ایک مسلمان کے لئے سوائے اس کے کوئی چارہ کار نہیں کہ وہ ان چاروں کو یقیناً حتماً کافر جانے اس لئے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کو بدنام کرنا کہ انھوں نے بلا وجہ علماء دیوبند کی تکفیر کی ہے دیانت نہیں بہت بڑی خیانت ہے اصلاح نہیں بہت بڑا فساد ہے

تمت بالخیر

شنبہ ہشتم شوال ۱۴۱۲ھ
گیارہ اپریل ۱۹۹۲ء

تصحیح:۔ مولانا مفتی محمد نسیم صاحب مصباحی، مولانا نفیس احمد صاحب مصباحی
اساتذہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

مسئلہ تکفیر

جواب آں غزل[1]

از جناب سید بادشاہ تبسم بخاری صاحب

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آجکل مُلک میں مسئلہ تکفیر پر طرح طرح کی موشگافیاں کی جا رہی ہیں۔ جن چند مخصوص تعلیم یافتہ حضرات کی رسائی اخبارات تک بہت زیادہ ہے وہ بھی اپنے خیالات کو غلط سلط انداز میں کھلم کھلا پیش کرنے لگے ہیں۔ اخبار والے چونکہ ہر اُس مضمون کو شائع کرنے کے حق میں ہیں جسے وہ سمجھتے ہیں کہ یہ مذہبی اختلافات کو ختم کرنے میں ممدّو معاون ثابت ہو رہا ہے (حالانکہ اخبارات والوں کی یہ سوچ اسوقت تک انتہائی غلط ہے جب تک وہ مکمل طور پر اسلامی تعلیم سے ناواقف ہیں) لہٰذا اس جذبے سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے یہ مخصوص طبقہ اپنی "بہنچ"

---

[1] "احقر نے یہ مضمون روزنامہ "پاکستان" میں شائع ہونے والے ایک مضمون کے جواب میں لکھا تھا تاکہ بہت سے لوگ گمراہی کا شکار نہ ہوں، مگر جیسا کہ ہفت روزہ "ختم نبوت" ۳۰ اکتوبر تا ۵ نومبر سنہ ۱۹۹۲ء نے صفحہ ۱۴، ۱۵ پر

(بقیہ حاشیہ بر صفحۂ آئندہ)

کے بل بوتے پر اپنے مضامین میں بڑی عمدگی سے باطل نظریات بھی بو رہا ہے۔ اس نازک مسئلہ کو اس قدر اُلجھا دیا گیا ہے اور اس قدر غلط رنگ و روپ میں اور عجیب طرح کا لیپ پوت کر کے پیش کیا جا رہا ہے کہ اصل حقیقت کہیں تہہ میں مستور ہو کر رہ گئی ہے۔ آئے روز اخبارات میں مضامین شائع ہو رہے ہیں کہ فرقہ واریت کو ختم کیا جائے مگر فرقہ واریت ہے کیا، یہ کسی کو معلوم نہیں اور معلوم اس لیے نہیں کہ مذہبی مسائل میں بھروسہ اور یقین اُن افراد پر کیا جاتا ہے جو پی ایچ ڈی کی ڈگری رکھتے ہوں۔ اُن کے نام کے ساتھ ڈاکٹر اور پروفیسر آتا ہو۔ اس کے برعکس جن علمائے حق کی تمام عمر علوم دینیہ پڑھانے میں صرف ہو چکی ہے ان کی باتوں پر اعتبار نہیں کیا جاتا۔ قارئین کی دلچسپی کے لیے ایک واقعہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) یہ لکھا ہے کہ ”یہ اخبار قادیانیوں کی ترجمانی میں پاکستان کے تمام اخبارات میں ایک مقام رکھتا ہے“ اخبار نے اسی ترجمانی کے جذبے سے مغلوب میرا مضمون بھی شائع نہ کیا۔ حفیظ الرحمٰن شیخ صاحب کا ایک اور مضمون غالباً یکم یا ۲ نومبر کو بھی شائع ہوا۔ جس میں کھل کر قادیانیوں کی ترجمانی کی گئی ہے۔ ۲۱ نومبر کو جناب عبد العزیز خالد کا ایک مضمون ”شعائرِ اسلامی کا تحفظ“ شائع ہوا ہے جس میں اصغر گھرال صاحب کے کسی مضمون کی تائید کی گئی ہے جو اسی عنوان سے روزنامہ ”پاکستان“ میں شائع ہوا۔ حالانکہ ہفت روزہ ”ختمِ نبوت“ کے مطابق اصغر گھرال، قاضی جاوید، ڈاکٹر اجمل نیازی اور عبد اللہ ملک، یہ وہ کالم نگار ہیں جو روزنامہ ”پاکستان“ میں قادیانیوں کی ترجمانی اور وکالت کا فریضہ نمبر بہ نمبر ادا کرتے ہیں۔ بندہ نے اس مضمون کی ترتیب میں مجدّدِ ملت اعلیٰحضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ العزیز کی تصنیفِ لطیف (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

غرض ہے۔ میرے ایک دوست ٹیچر ہیں، چند دن وہ ترقی پسندوں کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے رہے نتیجہ یہ نکلا کہ وہ نماز روزے سے لاتعلق ہوتے چلے گئے (اب اللہ کے فضل وکرم سے وہ نماز روزے سے رغبت رکھتے ہیں) ایک روز اخبار میں محترم جناب ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی کا ایک مضمون تراویح سے متعلق شائع ہوا انھوں نے مضمون پڑھا اور مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔ پہلے تو مجھے تراویح کے بارے میں کوئی خاص یقین نہ تھا مگر اب چونکہ ایک پی۔ ایچ۔ ڈی شخص نے میں تراویح کو ثابت کیا ہے لہذا اب مجھے اعتراف ہے کہ واقعی اسلام میں تراویح کا وجود بھی ہے۔

جب حالات اس نہج پر پہنچ چکے ہوں تو ہم جیسے واجبی سے تعلیم رکھنے والوں کی حیثیت کسی اخبار والے یا عوام کے نزدیک کیا ہوگی۔ بہرحال اللہ کے بھروسے پر مضمون بھیج کر اپنا فرض ادا کیا جا رہا ہے۔

مورخہ ۲۶ اکتوبر ۹۳ء کو روزنامہ "پاکستان" کے ادارتی صفحے پر جناب حفیظ الرحمٰن شیخ کا ایک مضمون بعنوان "تکفیر المسلمین" شائع ہوا۔ اس مضمون میں اس قدر فاش غلطیاں اور شدید مغالطے دیئے گئے ہیں کہ جس کے نتیجے میں ان کے اقوال سے استدلال کر کے منکرینِ ضروریاتِ دین کی بھی تکفیر نہیں کی جا سکتی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) "تمہید ایمان" سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔

[۱] حالانکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ کوئی پی۔ ایچ۔ ڈی کسی صحیح عالمِ دین کے سامنے طفلِ مکتب سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ ہو سکتا ہے اس سے ہمارے کچھ دوست ناراض ہوں مگر کیا کریں حقیقت یہی ہے۔

شیخ صاحب مضمون کے شروع میں فرماتے ہیں:

”قرآنِ مجید اور احادیثِ نبوی کی روشنی میں اکثر فقہائے کرام اور صاحب الرائے آئمۂ دین کا اس بات پر مکمل اتفاق ہے کہ ہر ایک شخص جو خود کو مسلمان کہلاتا ہے اس کے لیے قرآن اور حدیثِ نبوی کے سوائے کوئی حجت نہیں۔“

اس عبارت کا مفاد یہ ہے کہ ایک مسلمان کی زندگی کا ہر پہلو قرآن و حدیث کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہو۔ گویا حیاتِ انسانی کے سارے شعبے مکمل طور پر اسلام سے ہم آہنگ ہوں۔ اگر ہم اس عبارت کو دو لفظوں میں بیان کرنا چاہیں تو یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ایک مسلمان کے لیے بنیاد پرست ہونا بہت ضروری ہے۔ بنیاد پرستی اور کیا ہے یہی کہ اعمال و افعال کو مکمل طور پر قرآن و حدیث کے سانچے میں ڈھال لیا جائے یعنی خود کو آیتِ مقدسہ اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً کا مصداق بنا لیا جائے کہ پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ عقائد و اعمال اور ایمان و یقین کی بنیاد قرآنِ حکیم ہی تو ہے۔ اگر بنیاد قرآنِ مقدس ہے تو پھر اس پر دل و جان سے عمل کرنے والے اپنے بنیاد پرست ہونے پر ہزار بار نازاں اور لاکھ بار شاداں و فرحاں ہیں۔ اس بنیاد کی اس قدر اہمیت ہے کہ اسے ہمیشہ محفوظ رکھنے کے لیے اس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لے لیا تاکہ یہ دین انسانی ہاتھ کی کارگزاریوں سے محفوظ و مامون رہے۔ فرمایا:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ یہ بنیاد تو اللہ کا وہ بے مثال اور فصیح و بلیغ کلام ہے کہ جس کے مقابلے میں عرب کے بڑے بڑے فصحاء و شعراء اس کی فقط ایک آیت کی

مثل تک نہ لا سکے۔

حیرت تو شیخ صاحب کی تحقیق پر ہے کہ اس بنیاد یعنی قرآن و حدیث کے حجت ہونے کا اقرار بھی کرتے ہیں اور اس پر عمل کرنے والے علمائے کرام کو مضمون کے آخر میں "بنیاد پرست" ہونے کا طعنہ بھی دیتے ہیں بلکہ شدید طنز کرتے ہوئے تحقیر آمیز لہجے میں فرماتے ہیں:

"بنیاد پرستی کی حوصلہ افزائی کی وجہ سے پہلے ہی پاکستان کو ملکی و بین الاقوامی سطح پر متعدد مسائل و مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے حال ہی میں موجودہ حکومت نے بعض بنیاد پرست مُلّانوں کے دباؤ میں آکر قومی شناختی کارڈوں میں مذہب کا خانہ رکھنے کا مطالبہ بھی منظور کر لیا ہے جو نہ صرف انسانی حقوق کے بین الاقوامی چارٹر اور بین الاقوامی قانونِ انصاف کی صریح خلاف ورزی ہے بلکہ مساواتِ نسلِ انسانی کے مؤید اسلامی اصولوں اور رواداری کی تعلیمات کے بھی بالکل برعکس ہے۔"

یہ وہ خالص لادینی زاویۂ نگاہ ہے جو مسلمانوں کے اذہان و قلوب سے توحید و رسالت کی ایمانی و نورانی شمعیں بجھا کر گمراہیوں کے تاریک غاروں میں دھکیلنا چاہتا ہے، جو قرآن و حدیث کی پاکیزہ آفاقی تعلیمات سے بدظن کرنے کے درپے ہے، یہ سوچ اور زاویۂ فکر وہ ہے جو چاہتا ہے کہ

قرآن کی عزت و حرمت کو مسلمانوں کے دلوں سے نکال دیا جائے ......

دینی مدارس سے نئی پود کو متنفر کر دیا جائے۔

علمائے حق کو تہمت طرازیوں اور الزام تراشیوں سے خوب رُسوا و بدنام کیا جائے۔

مسلمانوں کے مزاج، طبائع اور اندازِ فکر کو لادینی افکار و نظریات میں ڈبو دیا جائے۔

دینی روایات اور اسلامی ثقافت میں جدید مغربی تہذیب و تمدن کا رنگ بھر دیا جائے۔

آزاد خیالی کو خوب ہوا دی جائے اور

مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی افرادی قوت کو مختلف حیلوں بہانوں سے کنٹرول کیا جائے۔

اس خالص لادینی زاویۂ نگاہ نے علماء اور عوام کے درمیان ایک اچھی خاصی خلیج حائل کر دی ہے، اس زاویۂ نگاہ کے حامل افراد نے اعلیٰ درجوں تک رسائی حاصل کر لی ہے اور اب عامۃ المسلمین کو مذہب سے بیزار کرنے کے لیے شب و روز مصروف و کوشاں ہیں۔

جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ بنیاد پرستی دراصل قرآن و حدیث کے عین مطابق زندگی گزارنے کا نام ہے اس لیے شیخ صاحب کے مندرجہ بالا اقتباس میں اگر بنیاد پرستی کے الفاظ کی بجائے اس کا مفہوم رکھ دیا جائے تو عبارت پھر یوں بن جائے گی۔

"قرآن و حدیث پر عمل کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کی وجہ سے پہلے ہی پاکستان کو ملکی و بین الاقوامی سطح پر متعدد مسائل و مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے .... الخ۔"

دیکھ لیجیے کس طرح زہرِ ہلاہل کو قند کے ملمع میں لپیٹ کر پیش کیا جا رہا ہے۔ کون کہتا ہے کہ تنگ نظری اور تعصب کو بنیاد پرستی کہتے ہیں۔ قرآنِ کریم تو غیر قوموں کے ساتھ حسنِ سلوک، حسنِ اخلاق اور رواداری کا وہ سبق دیتا ہے کہ جس کا عشرِ عشیر بھی دیگر اقوام میں نہیں ملتا اگر بنیاد پرستی کی تعبیر و تشریح یہ نہیں جو احقر

عرض کر چکا ہے تو پھر اس کی تعریف ہی بتا دی جائے۔ کیا رواداری اور مساواتِ نسلِ انسانی اس بات کی مقتضی ہے کہ ایک جانب حرم کا طواف کیا جائے اور دوسری جانب مندر میں گھنٹیاں بجائی جائیں اور سنکھ پھونکے جائیں۔ یا ایک طرف مسجدوں میں اذانیں دی جائیں اور وہاں سے نکل کر چرچ کے اندر صلیبوں کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا جائے، کیا انسانی حقوق کا بین الاقوامی چارٹر اور قانونِ انصاف اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ مسلمانوں کی خاطر گائے بکری اور یہود و نصاریٰ کی دلجوئی کے لیے خنزیر کو بھی حلال سمجھ لیا جائے۔ غالباً آپ کے خیال میں وہ آدمی مُلّاں مُلوانا، تنگ نظر، متعصب، کنویں کا مینڈک، دقیانوسی اور بنیاد پرست ہے جو اپنا ہر فعل قرآن و حدیث کی روشنی میں سرانجام دینا چاہتا ہے اور روشن خیال مسلمان وہ ہے، جو ایک طرف داڑھی مونچھیں چٹ کرائے، ہاف بازو کی شرٹ پہنے، پتلون لگائے، ٹائی باندھے ننگے سر مسجد میں بھی جا کھڑا ہو اور وہاں سے فارغ ہو کر نائٹ کلبوں میں رقص و سرود کی محفلیں سجائے اور بادۂ عشرت کے جام بھی لنڈھائے، جو اپنے مسائل کا حل آیات و احادیث میں نہیں بلکہ لینن، برٹنڈرسل اور مرزا قادیانی کی کتابوں میں تلاش کرے۔ اگر شناختی کارڈ میں ایک مسلمان کا دین اسلام درج ہو جائے تو اس میں کون سی رواداری کا وجود مٹ جائے گا اور بین الاقوامی چارٹر کی عمارت کی بنیادیں ہل جائیں گی۔ آپ کے نزدیک رواداری کا مطلب شاید یہ ہے کہ ہنود و یہود اور نصاریٰ و مجوس کی رضا و خوشی کے لیے تمام اسلامی شعائر کو ان کے مذاہب پر قربان کر دیا جائے اور اسلام کا نام لینا اور لکھنا ہی چھوڑ دیا جائے۔ اللہ اللہ! اتنی خود سپردگی کہ شناختی کارڈ میں لفظ اسلام گوارا نہیں

اور وہ بھی مسلمان ہو کر۔

بس شیخ صاحب! یاد رکھیے، مسلمانوں کے لیے "بنیاد پرستی" کا طعنہ دراصل اُن دہریوں اور کمیونسٹوں کا تجویز کردہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار کرتے ہیں، حضور کی توہین کرتے ہیں۔ احادیث کا مذاق اڑاتے ہیں اور تمام اسلامی شعائر کو تمسخر کا نشانہ بناتے ہیں۔ شناختی کارڈ میں مذہب کے اندراج سے نہ تو کسی قوم کے جذبات مجروح ہونے کا اندیشہ ہے اور نہ یہ ملازمتوں کے حصول، تعلیمی اداروں میں داخلے اور ملکی مراعات حاصل کرنے میں رکاوٹ بنے گا۔ اگر آپ کے خیال میں حسنِ سلوک، رواداری، روشن خیالی اور وسعتِ قلبی وہ ہے جس کا مظاہرہ تقریباً پون صدی تک روس نے کیا ہے تو اس سے ہزار بار" توبہ اور اللہ کی پناہ۔

آپ نے اپنے مضمون کا عنوان "تکفیر المسلمین" رکھا ہے یعنی مسلمانوں کو کافر کہنا۔ عنوان واقعی اپنی طرف کھینچتا ہے کہ کسی مسلمان کو کافر نہیں کہنا چاہیے اور آپ نے دلائل بھی دیے ہیں مگر یا تو یہ مسئلہ تکفیر آپ کی ذہنی اپروچ سے ماورا تھا کہ آپ سارے مضمون میں ٹھوکروں پر ٹھوکریں کھاتے رہے اور یا پھر کسی خاص وجہ سے قصداً وہ دلائل دیے کہ کوئی مسلمان کسی کافر کو بھی کافر نہ کہہ سکے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

آپ کے مضمون کا نچوڑ درج ذیل ہے۔ خوفِ طوالت سے کچھ اقتباسات درج نہیں کیے جا رہے۔

۱ اہلِ قبلہ کی تکفیر نہ کی جائے۔

۲ جو شخص لا الٰہ الا اللہ کہہ دے اُسے کافر نہ کہا جائے۔

۳ اگر کسی شخص میں ننانوے وجوہ کفر کے ہوں اور ایک وجہ

اسلام کی ہو تو اُسے مسلمان ہی سمجھا جائے ۔

۴ مودودی صاحب کے حوالے سے آپ نے لکھا ہے :

''جس شخص کے طرزِ عمل سے صاف طور پر نفاق ظاہر ہو رہا، جس کا حال صاف بتا رہا ہو کہ وہ دل سے مسلمان نہیں ہے وہ بھی اگر کلمۂ اسلام اپنی زبان سے پڑھ دے تو اُسے کافر کہنا اور اس کے ساتھ کافروں کا سا معاملہ کرنا ہرگز جائز نہیں ''۔ [لہ]

۵ ''جمہور کا تو اس امر پر کُلّی اتفاق ہے کہ مُؤوّل اپنی تاویل کے باعث کافر نہیں ہوتا'' یعنی کسی کفریہ عبارت کی تاویل کرنے والے کو کافر نہیں کہا جائے گا ۔

۶ ''کوئی شخص کسی نص (آیتِ قرآنی) کے عام معنوں کا منکر ہے اور وہ اُس کی اپنے طور پر تاویل کرتا ہے تو اُسے کافر تو درکنار فاسق بھی قرار نہ دیا جائے''۔

۷ ''جس شخص میں اسلام کے صرف موٹے موٹے ظاہری نشانات ہی موجود ہوں مثلاً یہ کہ وہ میل جول کے وقت السلام علیکم کہتا ہو، مسلمانوں کی نماز پڑھتا ہو ، نماز پڑھتے وقت قبلہ کی طرف مُنہ کرتا ہو۔ مسلمانوں کا ذبیحہ کھاتا ہو اور خود کو مسلمان کہتا ہو تو ازروئے قرآن و حدیثِ نبوی اور اقوالِ آئمہ کرام اُس کے مسلمان ہونے کے لیے یہی باتیں کافی ہوتی ہیں اور اس کے خلاف فتویٰ کفر جاری کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں ہے ۔ بلفظہٖ''

مندرجہ بالا دلائل کہنے کی حد تک اگرچہ حدیث اور علماء کی کتب سے لیے گئے ہیں مگر جس خاص انداز، خاص حالات اور ایک خاص موقعہ پر

[لہ] ترجمان القرآن جمادی الاول ۱۳۵۵ھ ص ۔

دیئے گئے ہیں ان سے قادیانیت بھی عین اسلام ثابت ہو رہی ہے۔ تحقیق کی یہ طرز اگر قبولِ عام کا درجہ حاصل کر لے تو دُنیا کا کوئی فرد کافر نہ رہے۔ مثلاً مرزا غلام احمد قادیانی ہی کو لے لیجئے وہ قبلہ کی طرف ہی نماز پڑھتا تھا، کلمۂ اسلام بھی پڑھتا تھا، اُس میں ایک وجہ اسلام کی نہیں بلکہ بہت ساری وجوہ اسلام کی تھیں، تاویل کے ذریعے ہی خود کو نبی کہتا تھا یعنی نصِ قرآنی وخاتم النبیین کے عام اور مشہور معنیٰ کا منکر تھا۔ اور اپنے طور پر اپنی رائے سے اُس میں تاویل کر کے خود کو نبی کہتا تھا، میل جول کے وقت السلام علیکم کہتا تھا اب فرمایئے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو آپ مسلمان ہی کہیں گے یا کافر؟ دیئے گئے اپنے دلائل کی روشنی میں آپ کا جواب اخبار میں آنا چاہیئے۔ خیال رہے کہ اسلام کا سارا دار و مدار آپ نے اپنی ظاہری موٹے موٹے نشانات پر رکھا ہے اور یہ لکھ کر فرمایا:

"کسی مسلمان کو کافر قرار دینے کے لیے پوشیدہ حالات کی جستجو کرنے اور باریک تاویلات کو سہارا بنانے کی اسلام میں سخت ممانعت کی گئی ہے۔"

اگر آپ فرمائیں کہ اُس نے اپنی جھوٹی نبوّت کا دعویٰ کر دیا تھا اس لیے کافر قرار پایا تو پھر میں یہ پُوچھنے کی جسارت کر سکتا ہوں کہ جن موٹے موٹے ظاہری نشانات پر آپ نے اسلام کا دارومدار رکھا ہے اُن کی موجودگی میں وہ کس طرح کافر قرار پائے گا؟ اور اگر ان نشانات کے باوجود وہ آپ کے نزدیک بھی کافر ہی ہے تو آپ کے دلائل غرق ہو گئے۔

جناب! جن پوشیدہ حالات کی جستجو کرنے کی ممانعت اسلام میں ہے وہ دُنیا کے دیگر معاملات اور گھریلو حالات ہیں نہ کہ کسی

کی کفریہ حالتوں پر بھی نہ بولا جائے اور جستجو نہ کی جائے۔ اگر کوئی چھپ کر بھی کفر کا ارتکاب کرتا ہے تو ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کو باز رکھنے کی کوشش کرے اور توبہ کروائے بصورتِ دیگر اُس کی تشہیر کرے تاکہ دیگر مسلمان اُس کے ضرر سے محفوظ رہیں۔

آپ کی تحقیق اور دلائل کی حقیقت و وقعت تو آپ پر ظاہر ہو گئی ہو گی مگر بندہ قرآن اور آئمہ کی کتب سے آپ کو آگاہ کرتا ہے کہ آپ کا نقطۂ نظر یکسر اسلام کے برعکس ہے۔ چونکہ عام طور پر انہی دلائل کا حوالہ دیا جاتا ہے اس لیے دیگر قارئین بھی انشاءاللہ العزیز اس سے مکمل رہنمائی حاصل کر سکیں گے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

پہلی بات کہ اہلِ قبلہ کی تکفیر نہ کی جائے

سب سے پہلے یہ تعین کرنا ہوگا کہ اہلِ قبلہ کون ہیں۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

"اہلِ قبلہ کو یعنی وہ لوگ جو نماز قبلہ رُو ہو کر ادا کرتے ہیں اور کتاب و سنّت پر ایمان رکھتے ہوں اور خدا اور اس کے رسول کی وحدانیت و رسالت کی شہادت کا اقرار کرتے ہوں کافر نہیں کہنا چاہیے اگر اُن کے بعض کلمات سے کفر بھی لازم آئے ولیکن ایسے کفریہ کلمات پر تواتر سے اقرار کرنے والے کو ضرور کافر کہنا پڑے گا[1]"

اس عبارت کا مفہوم یہ ہوا کہ اگر کسی میں ساری باتیں اسلام کی ہوں مگر کسی ایک کفر پر اڑ جائے اور اُس کا مسلسل اقرار کرنے لگے تو پھر اُس کی اسلامی باتوں کو نہیں دیکھا جائے گا بلکہ اُسے کافر ہی کہنا

---

[1] تکمیل الایمان صہ ۱۸۰ ۔

پڑے گا۔ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تواتر کا لفظ فرمایا ہے یہ لزوم کفر اور التزام کفر کے فرق کی وجہ سے ہے یعنی کسی مسلمان سے کوئی کفریہ کلمہ یا فعل سرزد ہو جائے تو اُسے اس کے اِس کفر پر آگاہ کیا جائے گا فوراً کفر کا فتویٰ نہیں جڑ دیا جائے گا۔ اُس کے کلمے یا فعل کو کفریہ کہا جائے گا خود اُسے کافر نہیں کہیں گے۔ مگر مطلع ہونے کے بعد بھی اگر وہ توبہ نہ کرے اور اپنی بات پر اَڑ جائے یا اُس صریح کفریہ فعل کی فاسد تاویل کرے تو اب اُسے بھی کافر کہا جائے گا۔ تو اہلِ قبلہ وہ شخص ہوگا جس کے اندر کفر کی کوئی ایک بات بھی نہ ہو۔ آپ نے جو لکھا ہے کہ "حضرت امام ابو حنیفہ اہلِ قبلہ میں سے کسی کو کافر نہیں کہتے" اس کا اگر فقط یہی مطلب لیا جائے کہ جو قبلے کی طرف نماز پڑھتا ہو اُسے کافر نہ کہا جائے چاہے اُس کے اندر ہزار کفر موجود ہوں تو میرے خیال میں یہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پہ بہت بڑا افتراء و اتہام ہوگا۔ دیکھیے قرآن حکیم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے :۔

ترجمہ :۔ "کچھ اصل نیکی یہ نہیں کہ منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرو ہاں اصل نیکی یہ ہے کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر[1]"۔

صاف پتہ چل گیا کہ ضروریاتِ دین پر ایمان لانا ہی اصل اسلام ہے صرف قبلے کی طرف منہ کرنا کافی نہیں۔ ایک اور آیتِ کریمہ ملاحظہ فرمایئے :۔

ترجمہ :۔ "اور وہ جو خرچ کرتے ہیں اس کا قبول ہونا بند

---

[1] پ ۲ البقرہ ۱۷۷۔ ترجمہ امام احمد رضا خاں بریلوی ؛

نہ ہوا مگر اسی لیے کہ وہ اللہ اور رسول سے منکر ہوئے اور نماز کو نہیں آتے مگر جی ہارے اور خرچ نہیں کرتے مگر ناگواری سے[1]"۔

یہاں جن لوگوں کو اللہ و رسول کا منکر کہا گیا ہے وہ نماز بھی پڑھتے تھے یعنی اہلِ قبلہ میں سے تھے مگر اس عمل کے باوجود اُنہیں اللہ و رسول کا منکر کہا گیا اور ایسے لوگ ہرگز مسلمان نہیں ہو سکتے۔

دین پر طعن و تشنیع کرنے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے کافر قرار دیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

ترجمہ: "پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور ہم آیتیں مفصل بیان کرتے ہیں جاننے والوں کے لیے۔ اور اگر عہد کرکے اپنی قسمیں توڑیں اور تمہارے دین پر مُنہ آئیں (یعنی طعن کریں) تو کفر کے سرغنوں سے لڑو بے شک ان کی قسمیں کچھ نہیں۔[2]"

یہاں تو اُنہیں بھی کافر کہا جا رہا ہے جو نماز پڑھتے تھے اور زکوٰۃ بھی دیتے تھے گویا مسلمان ہی کہلاتے تھے مگر دین پر طعن کرنے کی وجہ سے اللہ نے اُن کی نماز زکوٰۃ نہیں دیکھی اور صرف کافر ہی نہیں اُن کا پیشوا قرار دیا۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ جو اللہ و رسول (جلّ جلالہٗ و صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) اور دیگر نماز روزے کو بُرا کہے گا یا شعائرِ اسلام کا مذاق اُڑائے گا۔ وہ کفر کا پیشوا ہے۔

شیخ صاحب! آپ نے اہلِ قبلہ والی پوری عبارت لینے کی بجائے نامکمل عبارت لے کر اپنی منشاء پوری کر لی جیسے آیت

---

[1] پ ۱۰ التوبہ آیت ۵۴ [2] پ ۱۰ التوبہ ۱۱، ۱۲ ؎

ولا تقربوا الصلوٰۃ لے لی جائے اور وانتم سکاریٰ و الا حصہ چھوڑ دیا جائے۔ آپ نے بھی یہی کچھ کیا ہے۔ اس لیے کہ شرح فقہ اکبر میں ہے :-

"مواقف میں ہے کہ اہلِ قبلہ کو کافر نہ کہا جائے مگر جب ضروریاتِ دین یا اجماعی باتوں سے کسی بات کا انکار کریں جیسے حرام کو حلال جاننا"۔

مزید آگے لکھا ہے :-

"اور بعض تو حضرت علی کو خدا کہتے ہیں یہ لوگ اگرچہ قبلہ کی طرف نماز پڑھیں مسلمان نہیں اور اس حدیث کی بھی یہی مراد ہے جس میں فرمایا کہ جو ہماری سی نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کو منہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے یعنی جبکہ تمام ضروریاتِ دین پر ایمان رکھتا ہو اور کوئی بات ایمان کے منافی نہ ہو"

اور اسی شرح فقہ اکبر میں ہے :-

"جان لو کہ اہلِ قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو تمام ضروریاتِ دین میں موافق ہیں"

پھر آگے درج ہے :-

"اور اہلِ سنت کے نزدیک اہلِ قبلہ میں کسی کو کافر نہ کہنے سے یہ مراد ہے کہ اُسے کافر نہ کہیں گے جب تک اُس میں کفر کی کوئی علامت اور نشانی نہ پائی جائے اور کوئی بات موجبِ کفر اس سے صادر نہ ہو"

بتائیے آپ نے حوالہ لیتے وقت یہ اگلی عبارتیں کیونکر چھوڑ دیں۔ پسِ پردہ بات کیا ہے؟

امام اجل عبدالعزیز بن احمد بن محمد بخاری حنفی تحقیقی شرح اصول حسامی میں فرماتے ہیں :-

"بد مذہب اگر اپنی بد مذہبی میں غالی ہو جس کے سبب اُسے

کافر کہنا واجب ہو تو اجماع میں اس کی مخالفت موافقت کا کچھ اعتبار نہ ہوگا کہ خطا سے معلوم ہونے کی شہادت تو اُمّت کے لیے آئی ہے اور وہ امّت ہی سے نہیں اگرچہ قبلہ کی طرف نماز پڑھتا اور اپنے آپ کو مسلمان اعتقاد کرتا ہو اس لیے کہ اُمت قبلہ کی طرف نماز پڑھنے والوں کا نام نہیں بلکہ مسلمان کا نام ہے اور یہ شخص کافر ہے اگرچہ اپنی جان کو کافر نہ جانے۔“

اور ردالمختار میں ہے :-

”ضروریات اسلام سے کسی چیز میں خلاف کرنے والا بالاجماع کافر ہے اگرچہ اہلِ قبلہ سے ہو۔“

اسی طرح چاہے کوئی کتنا بڑا مسلمان کہلائے مگر پیغمبر کی صرف ایک گستاخی اُسے کافر بنا دے گی۔

دیکھیے شفا شریف، بزازیہ، دُرر، غُرر اور فتاویٰ خیریہ وغیرہ میں ہے :-

”تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ پاک میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اور جو اُس کے معذّب یا کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔“

یہی عبارت مجمع الانہر اور درِ مختار میں بھی ہے۔ لہٰذا جو مطلب و مفہوم اہلِ قبلہ ہونے کا آپ نے لیا ہے وہ قطعی طور پر غلط اور گمراہ کن ہے۔ اہلِ قبلہ صرف اُسے کہیں گے جو ضروریاتِ دین میں سے کسی ایک کا بھی انکار نہ کرتا ہو۔ یہ نہیں کہ دُنیا جہان کے کفر کرتا پھرے اور محض قبلہ کی طرف نماز پڑھنے سے کافر نہ ہو مسلمان ہی رہے۔ نعوذ باللہ من ھذا الخرافات۔

آپ کی دوسری دلیل کہ جو شخص کلمۂ اسلام پڑھ لے اُسے

کافر نہ کہا جائے۔ یہ دلیل بھی مکر و فریب کے سوا کچھ نہیں۔ کلمۂ اسلام اُسی وقت مقبول ہے جب دیگر کوئی بات کفریہ نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

ترجمہ :- ”کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اتنی بات پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ کہیں ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی۔“[1]

یہ آیتِ کریمہ تو اہلِ اسلام کو خبردار و ہوشیار کر رہی ہے کہ صرف کلمہ گوئی اور زبانی ادّعائے مسلمانی پر نہ بیٹھے رہنا، صرف اس پر چھٹکارا نہیں بلکہ تمہاری آزمائش بھی ہوگی۔ ظاہر ہے ہر شے کی آزمائش میں یہی دیکھا جاتا ہے کہ جو باتیں اس کے حقیقی واقعی ہونے میں درکار ہیں وہ اس میں ہیں یا نہیں اسی لیے زمانۂ نبوی میں لوگوں کو شدائدِ تکالیف، انواعِ مصائب، ذوقِ طاعات، جان و مال، بھوک و پیاس، اولاد و وطن اور جہاد وغیرہ کے ذریعے آزمایا۔ سچے مسلمان اس پر پورے اُترے اور جو منافق وغیرہ تھے وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے حالانکہ بظاہر وہ بھی زبان سے کلمہ پڑھنے والے تھے۔ ان منافقین کو کلمۂ اسلام کام نہ آیا بلکہ اُنہیں فی الدرک الاسفل کی ہولناک وعید سنائی گئی۔ حدیث میں جو فرمایا گیا ہے کہ من قال لاالٰہ الا اللہ دخل الجنۃ اس کا ہرگز وہ مطلب نہیں جو آپ نے اپنے مضمون میں بتایا ہے۔ کلمۂ اسلام پڑھ لینے کے باوجود دیگر کسی کفریہ عمل سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔ مندرجہ ذیل آیت پر خصوصاً دعوتِ فکر ہے :-

---

[1] پ ۲۰ عنکبوت ۲ ؛

ترجمہ :۔ "جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بے شک یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ تم اُس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں۔"

اس آیت کو بار بار پڑھیے اور فرمایئے کہ کلمۂ اسلام اور کیا ہے؟ منافق یہ پڑھا کرتے تھے یا نہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کے جھوٹے ہونے کی گواہی دی۔ اگر واقعی آپ قرآن کو حجت تسلیم کرتے ہیں تو اب مان لیجئے کہ صرف کلمۂ اسلام پڑھ لینا ہی مسلمان ہونے کے لیے کافی نہیں بلکہ تمام ضروریاتِ دین پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اگر کوئی ہزار کفر کرتا پھرے اور ہم صرف کلمے کی وجہ سے اُسے کافر قرار نہ دیں تو یہ صراحۃً قرآنِ عظیم کا ردّ ہوگا۔

(مودودی صاحب کی عبارت پر بھی ذرا غور کر لیجئے)

زمانۂ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام میں کچھ لوگ بظاہر تو کلمہ پڑھتے تھے مگر حضور اکرم کی گستاخی کے سبب کافر کہلائے اللہ نے اُن کا زبان سے کلمہ رٹ لینے کو ہرگز نہ دیکھا۔ فرمایا :

ترجمہ :۔ "اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے کہا اور بیشک ضرور انہوں نے کفر کی بات کہی اور اسلام میں آکر کافر ہوگئے"[1]

قرآن حکیم سے ثابت ہوا کہ نبی کی شان میں گستاخی و بے ادبی کا کلمہ خالص کفر ہے اور اس کا کہنے والا اگرچہ لاکھ مسلمانی کا دعویٰ کرتا پھرے اور کروڑ بار کلمہ گو و اہلِ قبلہ ہو کافر ہو جاتا ہے۔ اسیطرح

---

[1] پ ۱۰ توبہ ۷۴ :

جو لوگ زمانۂ نبوت میں اللہ، اس کے رسول اور اس کی آیات سے ہنسی مذاق کرتے تھے انہیں بھی کافر کہا گیا۔ ارشاد فرمایا گیا :۔

ترجمہ :۔ "بہانہ نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر۔"[1]

قرآن حکیم میں جن کو کافر کہا گیا وہ کلمہ گو نہ تھے؟ کیا وہ اہل قبلہ میں سے نہ تھے؟ سب کچھ تھے مگر ایک بے ادبیٔ رسول نے اُنہیں کافر بنا دیا۔ حضرت شیخ مجدد الف ثانی فرماتے ہیں :۔

ترجمہ :۔ "اسلام میں صرف کلمۂ شہادت پر ایمان کافی نہیں ہے بلکہ دین کی دوسری ضروری باتوں کی تصدیق کرنا بھی ضروری ہے اور کفر اور کافر پر اپنی برتری قائم کرنا بھی ضروری ہے، تب اسلام کی صحیح صورت قائم ہوتی ہے۔"[2]

آپ کی تیسری دلیل کہ اگر کسی شخص میں ننانوے وجوہ کفر کے ہوں اور ایک وجہ اسلام کی ہو تو اُسے مسلمان ہی کہا جائے کافر نہ گردانا جائے۔

یہ اتنا خوبصورت دھوکہ اور فریب ہے کہ اس میں اچھے خاصے پڑھے لکھے حضرات مبتلا ہیں۔ اگر اس دلیل کو صحیح مان لیا جائے تو سوائے دہریوں کے (جو سرے سے ہی اللہ تعالیٰ کی ذات کا انکار کرتے ہیں) باقی تمام کفار مشرکین، مجوس، نصاریٰ اور ہنود و یہود وغیرہ سب کے سب بڑے بھاری مسلمان ٹھہرتے ہیں کیونکہ ایک بات ان سب میں اسلام کی موجود ہے اور وہ ہے خدا کا قائل ہونا اور یہ بات سب اسلامی باتوں سے بڑھ کر بلکہ تمام اسلامی باتوں کی اصل الاصول ہے۔ اگر محض ایک اسلامی وجہ سے کسی کو مسلمان سمجھ

---

[1] پ ۱۰، التوبہ ۶۶ [2] مکتوبات شریف

لیا جائے چاہے اور سب کا سب کافر ہو تو بیان کردہ تمام آیات کریمہ سے ایمان اٹھانا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی ننانوے اسلامی وجوہ کیوں نہ دیکھیں اور صرف ایک کفر کی وجہ سے کیوں کافر قرار دیدیا۔ ویسے اگر بات کہنے والی ہوتی تو ہم اللہ تعالیٰ کے حضور ضرور عرض کرتے کہ اے علیم و خبیر عالم الغیب رب! کاش تم نے شیخ صاحب جیسے محقق و ریفارمر سے اُس وقت مشورہ لے لیا ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو سخت عذاب کی وعید سنائی ہے جو اللہ کے کلام کے کچھ حصہ کے منکر ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے دُنیا میں بھی رسوائی ہے اور آخرت کا عذاب بھی کبھی موقوف نہ ہوگا۔

کیا یہ لوگ جس حصہ کو مانتے تھے وہ اللہ کا کلام نہیں تھا؟

کیا یہ اللہ کے کلام کو ماننے والے کلمہ گو اور اہل قبلہ میں سے نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ۹۹ حصہ کا اقرار کیوں رد کر دیا۔ اور ایک حصہ نہ ماننے کی وجہ سے کس لیے کافر قرار دے دیا؟ ننانوے اسلامی وجوہ کیوں لائق التفات نہ سمجھی گئیں؟ ہے کوئی جواب آپ کے پاس؟ آپ کے لیے مقام غور و فکر ہے۔

فقہاء کرام نے جو کچھ فرمایا ہے اُس میں سخت تحریف کر دی گئی اور من مانے مفہوم و مطالب کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے لفظوں کی تبدیلی نے مسئلے کو کچھ کا کچھ بنا کر رکھ دیا ہے۔ وگرنہ ۹۹ کروڑ ۹۹ لاکھ ۹۹ ہزار نو سو ننانوے سجدے اللہ کو کیے جائیں اور صرف ایک سجدہ بت کے آگے کر دیا جائے تو وہ صریح کافر ہو جائے گا۔ ننانوے قطرے گلاب کے ہوں اور ایک بوند پیشاب کی ملا دی جائے تو سب کا سب پیشاب سمجھا جائے گا مگر شیخ صاحب مُصر ہیں کہ ننانوے قطرے پیشاب میں ایک بوند گلاب ڈال دیا جائے

تو سب طیب و طاہر ہو جائے گا۔

اصل مسئلہ

اصل مسئلہ یوں ہے کہ جس مسلمان سے کوئی لفظ ایسا صادر ہو جس ایک لفظ کے سو پہلو نکل سکیں۔ ان میں ننانوے پہلو کفر کی طرف جاتے ہوں اور ایک اسلام کی طرف تو جب تک ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے خاص کوئی پہلو کفر کا مراد رکھا ہے ہم اسے کافر نہ کہیں گے، آخر ایک پہلو اسلام کا بھی تو ہے، کیا معلوم شاید اس نے یہی پہلو مراد لیا ہو اور ساتھ ہی فقہاء یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر واقع میں اس کی مراد کوئی پہلو ئے کفر ہے تو ہماری تاویل سے اُسے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ وہ عنداللہ کافر ہی ہوگا۔ مسئلہ تو یہ تھا کہ ایک لفظ کے سو پہلو ہوں مگر لوگوں نے "سو" "وجوہ" اور "سو" "باتیں" بنا لیں۔ لفظوں کے فرق نے مسئلے کو کہیں کا کہیں پہنچا دیا۔ مثلاً ایک آدمی اللہ کو نہیں مانتا، انبیاء کا انکار کرتا ہے، آسمانی کتابوں پر یقین نہیں رکھتا، ملائکہ کا منکر ہے یوں کرتے کرتے ننانوے باتیں کفر کی رکھتا ہے مگر ایک وجہ اسلامی بھی رکھتا ہے کہ قیامت برحق ہے اب بتائیے وہ آدمی مسلمان کہلائے گا یا کافر؟ کوئی جاہل سے جاہل بھی اُسے مسلمان نہیں سمجھے گا۔ اور پھر فقہاء کا یہ قول بھی دیکھئے کہ اُس لفظ کے سو پہلوؤں میں سے اگر اُس نے وہ ایک پہلو اسلام کا نہیں لیا تو کافر ہے۔

چوتھی دلیل جو آپ نے مودودی صاحب کے حوالہ سے دی ہے کہ جو زبان سے کلمہ پڑھ لے مگر دل سے اُس کا مسلمان نہ ہونا واضح اور کھلے طور پر ثابت ہو اس کے ساتھ کافروں جیسا سلوک نہ کیا جائے۔ تو اس کے متعلق عرض ہے کہ پچھلی سطور میں دیئے گئے دلائل کی روشنی میں آپ کی اس دلیل کا بھی رتی بھر وزن نہیں رہتا۔ دوسرے

مودودی صاحب کی عبارت ہمارے لیے ہرگز حجت نہیں اسلیے کہ وہ خود الزامات کی زد میں ہیں۔ اور اگر آپ انہیں بطورِ حجت ہی لاتے ہیں تو کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ایسے منافقوں کو حضور اکرم نے نام لے لے کر مسجد سے نکال باہر کیا تھا۔ کیا عبداللہ بن ابی زبان سے کلمہ نہیں پڑھتا تھا پھر اُس کی نمازِ جنازہ پڑھنے پر اللہ تعالیٰ نے آئندہ کے لیے جنازے کی نماز اور دفن کی شرکت سے کیوں منع فرما دیا کہ جو بظاہر کلمہ پڑھیں مگر دل سے مسلمان نہ ہوں ان کے ساتھ یہ مسلمانوں جیسا سلوک نہ کیا جائے۔ اللہ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: "اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہونا، بے شک اللہ اور رسول سے منکر ہوئے اور فسق ہی میں مر گئے۔"[1]

جن کے متعلق یہ فرمایا گیا وہ کھلم کھلا کافر ہرگز نہیں تھے بلکہ زبان سے کلمہ پڑھتے تھے مگر دل سے مسلمان نہ تھے لہٰذا اُن سے کافروں جیسا سلوک کرنے کو کہا گیا۔ اس ممانعت کے بعد آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ حضور اکرم نے پھر بھی ایسے لوگوں کی نمازِ جنازہ پڑھائی یا اُن کی قبر پر بغرضِ دعا کھڑے ہوئے۔ اسی آیت سے ایک سطر پہلے دیکھئے کہ منافقین کو جہاد میں شامل کرنے سے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو منع فرما دیا ہے۔ فرمایا:

ترجمہ: "اور وہ تم سے جہاد کو نکلنے کی اجازت مانگیں تو تم فرمانا کہ تم کبھی میرے ساتھ نہ چلو اور ہرگز میرے ساتھ کسی دشمن سے نہ لڑو، تم نے پہلی دفعہ بیٹھ رہنا پسند کیا تو بیٹھ رہو پیچھے

---

[1] پ ۱۰ توبہ ۸۴

رہ جانے والوں کے ساتھ ”[1]

ثابت ہوا کہ جس شخص سے مکر و خدع ظاہر ہوا اُس سے انقطاع اور علیحدگی ضروری ہے۔ ایک طرف مسلمانوں کو جہاد میں شامل کیا جا رہا ہے اور منافقین کے لیے آیت نازل ہو رہی ہے کہ یہ آزمائش میں چونکہ پورے نہیں اُترے اس لیے انہیں جہاد میں ہرگز ساتھ نہ لے جانا۔

بتلائیے شیخ صاحب! یہ سلوک جو منافقین کے ساتھ فرمایا گیا کیا یہ مسلمانوں والا سلوک اُن کے ساتھ تھا یا اُنہیں کافر سمجھ کر اور دشمنِ دین جان کر بیٹھ رہنے کو کہا گیا۔

قرآنِ کریم کا حکم چونکہ قیامت تک کے لیے ہے اس لیے ثابت ہوا کہ جو بظاہر تو زبان سے کلمہ پڑھے لیکن اگر دل سے مسلمان نہیں تو اُس کی نہ نمازِ جنازہ ہوگی نہ کفن دفن ہوگا نہ اُس کی قبر پر کھڑا ہونا ہے اور نہ اُس کے لیے استغفار جائز ہے اور نہ ایسے لوگوں کو جہاد میں شامل کیا جائے گا۔ ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے :۔

ترجمہ :۔ ”یہ اس لیے کہ وہ زبان سے ایمان لائے پھر دل سے کافر ہوئے تو ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی تو اب وہ کچھ نہیں سمجھتے[2] ۔“

جب صرف زبان سے کلمہ پڑھنے والوں مگر باطن کافروں کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے بھی مہر کر دی تو اُن سے مسلمانوں جیسا سلوک کس لیے ؟

جب دل کا کفر آفتاب سے زیادہ روشن ہو جائے تو پھر

---

[1] پ ۱۰ توبہ ۸۳ [2] پ ۲۸ المنافقون ۳ ؛

اُس سے مسلمانوں جیسا سلوک مودودی صاحب اور آپ ہی کر سکتے ہیں ہمارا ذہن اس کی اجازت نہیں دیتا۔ مودودی صاحب کی عبارت کے یہ الفاظ خصوصی توجہ چاہتے ہیں :

”جس شخص کے طرزِ عمل سے صاف طور پر نفاق ظاہر ہو رہا، جس کا حال صاف بتا رہا ہو کہ وہ دل سے مسلمان نہیں ہے“

بتائیے جب کفر اتنا کھل کر سامنے آجائے پھر کس آیت یا حدیث کی رُو سے آپ اُسے مسلمان ہی سمجھیں گے اور مسلمانوں جیسا سلوک کریں گے ــــ

آپ کی پانچویں دلیل کہ ”کفریہ عبارت کی تاویل کرنے والے کو کافر نہیں کہا جائے گا۔“ اگر آپ کی اس دلیل کو مان لیا جائے تو مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی کافر نہیں کہہ سکتے اس لیے کہ وہ ـــــ

تاویل سے ہی خاتم النبیین کے معنی بدل کر اپنی نبوت ثابت کرتا ہے۔
تاویل سے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فوت ہونا ثابت کرتا ہے اور
تاویل ہی سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واقعہ معراج کو روحانی طور پر ثابت کرتا ہے جسمانی طور پر نہیں ۔

بلکہ آپ کی یہ دلیل تو ہر بد دین و بد باطن کے کام آسکتی ہے کہ اللہ و رسول کی شان میں جو چاہے بکتا پھرے مگر گرفت پر تاویل کی ”برکت“ سے خلاصی حاصل کرے۔ گویا آپ کے نزدیک لفظ ”تاویل“ جادو کی ایک ایسی چھڑی ہے کہ جس کفر کے ساتھ لگائی اسلام بن گیا۔

(العیاذ باللہ) سہ

گر ہمیں مکتب و ہمیں مُلاّں
کارِ طفلاں تمام خواہد شد

شفا شریف میں ہے ادعاؤہ التاویل فی لفظ صراح لا یقبل یعنی صریح لفظ میں تاویل کا دعویٰ نہیں سُنا جاتا۔ ورنہ تو کوئی بات بھی کفر نہ رہے مثلاً زید کہتا ہے کہ میں رسول اللہ ہوں اور تاویل یہ گھڑلی جائے کہ لغوی معنی مراد ہیں یعنی اللہ ہی نے میری رُوح بدن میں بھیجی تو ایسی تاویلیں ہرگز مسموع نہیں۔

شرح شفائے قاری میں ہے:۔

ہو مردود عند قواعد الشرعیہ یعنی ایسا دعویٰ شریعت میں مردُود ہے!

نسیم الریاض میں ہے:۔

لا یلتفت لمثلہ ویعد ہذیانا یعنی ایسی تاویل کیطرف التفات نہ ہوگا اور وہ ہذیان سمجھی جائے گی۔

فصول عمادیہ وجامع الفصولین۔

اور فتاویٰ ہندیہ وغیرہ میں ہے:۔

واللفظ للعمادی قال انا رسول اللہ او قال بالفارسیہ من پیغمبرم یرید بہ من پیغام می برم یکفر یعنی اگر کوئی شخص اپنے آپ کو اللہ کا رسول یا پیغمبر کہے اور معنی یہ لے میں پیغام لے جاتا ہوں، قاصد ہوں تو وہ کافر ہو جائے گا اُس کی یہ تاویل نہ سنی جائے گی۔

اسی طرح اگر کوئی کسی سے کہے کہ تُو ولدالحرام ہے اور تاویل یہ کرے کہ حرام بمعنی حرمت وعزت۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے — مسجد الحرام۔ تو کیا اس کی یہ تاویل سُنی جائے گی اور کیا کوئی غیرت مند مسلمان اپنے لیے ایسے الفاظ برداشت کر سکتا ہے۔ کتابیں اُٹھا کر دیکھ لیجیے تمام علماء نے صراحت سے بیان کیا ہے کہ ضروریات دین میں تاویل

کفر کو دفع نہیں کرتی بلکہ تاویلِ فاسد مثلِ کفر کے ہے۔ اسی طرح صلوٰۃ و زکوٰۃ میں بھی ہرگز کوئی تاویل نہیں سُنی جائے گی بلکہ ان کی ادائیگی اُسی طرح ہوگی جیسے تواتر سے ثابت ہے۔ ایسے صریح اور متواتر اُمور میں تاویل کرنا استہزاء اور دین کے ساتھ تمسخر ہے۔

آپ کی چھٹی دلیل یہ ہے کہ کوئی شخص جب کسی نص (یعنی آیت) کے عام معنوں کا منکر ہو اور وہ اُس کی اپنے طور پر تاویل کرتا ہو تو اُسے کافر تو درکنار فاسق بھی قرار نہ دیا جائے۔

یہاں میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں کہ قرآن کریم میں جو لفظ خاتم النبیین آیا ہے، اس کا مشہور و معروف اور عام معنیٰ "آخری نبی" ہے۔ یہ معنیٰ متواتر ہے اور اجماعِ اُمتِ مسلمہ سے ثابت ہے، آج اگر کوئی شخص اس متواتر اور اجماعی معنیٰ کا انکار کر دے اور کہے کہ یہ معنیٰ تو ویسے ہی عوام میں مشہور ہے درحقیقت اس کا معنیٰ وہ صحیح ہے جو مرزا غلام احمد قادیانی نے کیا ہے یعنی جو بھی نبی آیا یا آئیگا وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مُہر سے آئے گا۔ مطلب یہ کہ وہ عام معنیٰ کا منکر ہے اور اپنے معنیٰ کو تاویل سے ثابت بھی کرتا ہے، بتائیے اُسے کافر کہا جائے گا یا نہیں؟

بینوا و توجروا۔

اور ساری دُنیا جانتی ہے کہ جب ہم لفظ "رسول اللہ" بولتے ہیں تو اس کا معنیٰ صرف اور صرف اللہ کا رسول لیا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو رسول اللہ کہنے لگے یعنی اس کے عام معنوں کا منکر ہو اور اس کی تاویل یہ کرے کہ میں لغوی معنیٰ مراد لیتا ہوں تو کیا وہ شخص مسلمان ہی رہے گا یا کافر ہو جائے گا اُس کی یہ تاویل سُنی جائے گی یا نہیں؟ یا آپ خود کیا "رسول اللہ" کے عام معنوں

کا انکار کرکے تاویلاً کسی کو لغوی معنوں کے لحاظ سے "رسول اللہ" کہنا گوارا فرمائیں گے؟ بینوا و توجروا۔

یاد رکھیے کہ جو کسی نص کے عام، قطعی اجماعی اور متواتر معنیٰ کا منکر ہوا اور اپنی ذاتی رائے سے خلاف اجماع تفسیر کی تو وہ ہرگز مسلمان نہیں رہے گا۔ مَنْ فَسَّرَ الْقُرْآنَ بِرَأْيِهٖ فَقَدْ كَفَرَ۔

آپ کی ساتویں دلیل کا ردّ سابقہ تمام سطور میں ہوگیا کہ جس میں مسلمانوں کے موٹے موٹے ظاہری نشانات ہوں اُسے ہرگز کافر نہیں کہا جائے گا تاوقتیکہ وہ ضروریاتِ دین میں سے کسی ایک کا بھی منکر نہ ہو۔ البتہ اگر کسی شخص نے دل کا کفر ظاہر نہ ہونے دیا اور بظاہر تمام ضروریاتِ دین کا اقرار رہا تو یہ چونکہ غیب کی بات ہے اور عالم الغیب فقط اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس لیے ہم اُس پر کفر کا حکم نہیں کر سکتے، وہ اگر دل سے کافر ہے تو پھر عند اللہ کافر ہی ہوگا۔ لیکن جب کسی کا کفر آفتاب سے زیادہ روشن ہو جائے اور توبہ بھی نہ کرے تو اُسے کافر ہی کہا جائے گا۔

ورنہ تو کیا منافقین میں موٹے موٹے ظاہری نشانات موجود نہ تھے؟

کیا وہ توحید و رسالت کا اقرار نہ کرتے تھے؟
کیا وہ پانچوں وقت قبلہ کی طرف نماز نہ پڑھتے تھے؟
کیا وہ السلام علیکم نہ کہتے تھے؟
کیا وہ مسلمانوں کا ذبیحہ نہ کھاتے تھے؟
کیا وہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ نہ کہتے تھے؟

اگر یہ سب ظاہری نشانات اُن میں موجود تھے تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کو یہ وعید کس لیے سُنائی۔ ذرا توجہ سے پڑھیے گا۔

ارشادِ پروردگارِ عالم ہوا :-

ترجمہ :- "اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں کو جہنم کی آگ کا وعدہ دیا ہے جس میں ہمیشہ رہیں گے، وہ انہیں بس ہے، اور اللہ کی ان پر لعنت ہے اور ان کے لیے قائم رہنے والا عذاب ہے"۔[1]

اللہ تعالیٰ نے منافقوں کا انجام کفار کے ساتھ کیا ہے یعنی ہمیشہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں رہیں گے۔ ایک آپ ہیں کہ فرما رہے ہیں کہ جس کے دل کا کفر بھی صاف ظاہر ہو جائے اُسے کافر تو کیا فاسق بھی نہ کہا جائے کیونکہ اُس نے زبان سے کلمہ رٹ کر جو ہمیں سنا دیا ہے۔ لہذا وہ فاسق بھی نہیں بلکہ بڑا پکا سچا مومن ہے۔ نعوذ باللہ من ہذا الخرافات۔

اس مسئلہ میں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جس طرح کسی مسلمان کو کافر کہنا کفر ہے اسی طرح کسی کافر کو مسلمان کہنا بھی کفر ہے۔ اس میں بھی احتیاط ہے۔ احتیاط یہ ہرگز نہیں کہ کافر کو بھی کافر نہ کہا جائے۔ اور کافر صرف وہی لوگ نہیں جو اپنا نام وشوا ناتھ اور ارجن داس رکھتے ہیں اور بتوں کو پرنام کرتے ہیں یا رام رام جپتے رہتے ہیں بلکہ وہ بھی ہیں جو آیات و احادیث پر طعن کرتے ہیں اور اسے پرانے زمانے کے قصے کہانیاں قرار دیتے ہیں، وہ بھی ہیں جو مسلمان کہلوا کر ختم نبوت کا انکار بھی کرتے ہیں اور وہ بھی ہیں جو ان عقائد والوں کو پکا سچا مسلمان ہی سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ لوگ قرآن و حدیث کا بظاہر علم بھی رکھتے ہیں۔ تو دیگر تمام

---

[1] پ ۱۰، سورۂ توبہ آیت ۶۸

ناظرین کرام بھی یہ بات پلّے سے باندھ لیں کہ اس مسئلہ میں احتیاط اسی کا نام ہے کہ جو ضروریاتِ دین میں سے کسی ایک کا بھی منکر ہو اُسے کافر کہا جائے بظاہر وہ کلمہ گو ہی کیوں نہ ہو۔ باقی رہا کفر کے فتووں کا رواج تو عرض ہے کہ علمائے حق نہ جلد باز ہیں اور نہ کم فہم کہ بلا سوچے سمجھے فتویٰ دیں گے۔ اور کسی کو کافر قرار دینے سے پہلے تو سو بار نہیں ہزار بار سوچنا پڑتا ہے، یہ کام کسی عام مفتی اور عالم کا نہیں ہوتا بلکہ کسی اجلّ، جیّد، معتبر، جلیل القدر اور متبحّر عالم و مفتی کا کام ہے یہ ہر ایرے غیرے کے بس کا روگ نہیں۔ اسی طرح سابقہ مفسّرین و محدّثین اور فقہائے کرام نے جس عقیدہ کو کفریہ کہا ہے وہ آج بھی کفریہ ہوگا مثلاً حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جو شخص کسی جھوٹے مدعی نبوّت سے معجزہ طلب کرے وہ کافر ہے۔ اس لیے کہ حضور اکرم آخری نبی ہیں اور اس پر غیر متزلزل یقین ہونا چاہیے۔

شناختی کارڈ کے اندر مذہب کا خانہ رکھنے کو آپ نے جو انسانی حقوق کے بین الاقوامی چارٹر اور قانونِ انصاف کی صریح خلاف ورزی قرار دیا ہے۔ اس کا پول بھی اگر کھول دیا جائے تو مناسب رہے گا۔ اس سے آپ کی باطنی کیفیت کا آسانی سے پتہ چل جائیگا۔

آرڈی ننس نمبر ۲۰ مجریہ ۱۹۸۴ء، جو قادیانی گروہ، لاہوری گروہ اور احمدیوں کی اسلام دشمن سرگرمیوں کی مخالفت اور سزا کا آرڈیننس مجریہ ۱۹۸۴ء کہلاتا ہے، گزٹ آف پاکستان کی غیر معمولی اشاعت مورخہ ۲۶ اپریل ۱۹۸۴ء میں شائع ہوا تھا۔ اس آرڈی ننس نے مجموعۂ تعزیرات پاکستان (ایکٹ نمبر ۴۵ مجریہ ۱۸۶۰ء) اور پریس اینڈ پبلی کیشنز آرڈی ننس مجریہ ۱۹۶۳ء کی بعض دفعات

میں ترمیم کر دی۔ دو درخواستیں، ایک قادیانی گروہ کے چند ارکان کی جانب سے اور دوسری لاہوری گروہ کے دو ارکان کی جانب سے بمطابق نمبر ۱۷/آئی ۱۹۸۴ء اور ۲/ایل ۱۹۸۴ء وفاقی شرعی عدالت میں دائر کی گئیں۔ جن میں آرڈی ننس کے مندرجات کو چیلنج کیا گیا تھا۔ درخواست دہندگان کے حق میں دلائل دینے والوں میں سے ایک ایڈووکیٹ مسٹر مجیب الرحمٰن بھی تھے۔ چیف جسٹس جناب فخر عالم نے مزید تین جج صاحبان کی موجودگی میں مورخہ ۱۲-۸-۸۴ کو فیصلہ سنایا اور آخر میں لکھا:۔

"مندرجہ بالا وجوہ کی بناء پر ان دونوں پٹیشنز میں کوئی وزن نہیں ہے اور انہیں خارج کیا جاتا ہے۔"

دلائل کے دوران مسٹر مجیب الرحمٰن نے اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے اُس اعلان سے بھی حوالے پیش کیے جو ۱۹۴۸ء میں منظور ہوا تھا۔ دفعہ ۱۸ کا ذکر کرتے ہوئے اُنہوں نے کہا:۔

"ہر شخص کو سوچ، ضمیر اور مذہب کی آزادی کا حق حاصل ہے اس حق میں اپنا مذہب یا عقیدہ بدلنے کی آزادی اور خواہ انفرادی طور پر یا برادری میں دوسروں کے ہمراہ یا عوام میں یا نجی طور پر، اپنے مذہب یا عقیدے کو تعلیم، عمل، عبادت اور رسوم میں ظاہر کرنے کی آزادی شامل ہے"[1]

یہ چارٹر چونکہ اقوام متحدہ میں مختلف غیر اسلامی مذاہب کے زیر اثر ترتیب دیا گیا ہے اس لیے اس کے مندرجات کے بھی قرآن وحدیث کے دلائل سے پرخچے اُڑائے جا سکتے ہیں مگر احقر

---

[1] فیصلہ شرعی عدالت؛

کو یہاں صرف اپنا مدّعا مقصود ہے لہٰذا شیخ صاحب! اس چارٹر کے اندر تو یہ کہا جا رہا ہے کہ ہر شخص کو ہر طرح سے مذہبی آزادی حاصل ہے پھر آپ کے پاس وہ کون سا بین الاقوامی انسانی حقوق کا چارٹر ہے کہ مذہب کا خانہ درج کرنے سے اُس کی خلاف ورزی ہو جائے گی۔ چارٹر تو ہمیں یہ حق فراہم کر رہا ہے کہ ہم اپنے مذہب کا خانہ شناختی کارڈ میں بلا روک ٹوک رکھ سکتے ہیں۔

آپ کے تحقیقی تابوت میں آخری کیل کے طور پر آپ ہی کے مضمون سے دو پیرے درج کر رہا ہوں۔ ایک چھوٹے سے مضمون میں اتنا بڑا تضاد، یہ آپ ہی کی تحقیق کا حصہ ہے۔ ایک طرف آپ فرماتے ہیں:۔

”کسی مسلمان کو کافر قرار دینے کے لیے پوشیدہ حالات کی جستجو کرنے اور باریک تاویلات کو سہارا بنانے کی اسلام میں سخت ممانعت کی گئی ہے۔“

ان سطور کی سیاہی ابھی خشک بھی نہ ہونے پائی تھی کہ شیخ صاحب نے فرمایا:

”پس جو شخص اللہ تعالیٰ کا خوف اپنے دل میں رکھتا ہو اور جس کو اس کا کچھ احساس ہو کہ کفر میں مبتلا ہو جانے کا کتنا بڑا خطرہ ہے وہ کبھی کسی مسلم کی تکفیر کی جرأت نہیں کر سکتا تاوقتیکہ اسے خوب چھان بین کرنے کے بعد اس کے مبتلائے کفر ہو جانے کا پورا علم نہ ہو جائے۔

شیخ صاحب یہ کیا؟ ابھی تو آپ فرما رہے تھے کہ پوشیدہ حالات کی جستجو کرنے کی اسلام میں سخت ممانعت کی گئی ہے اور چند سطور بعد یہ فرماتے ہیں کہ خوب چھان بین کرنا بہت ضروری ہے۔ ”پوشیدہ حالات کی جستجو“ اور ”خوب چھان بین“ کا فرق

تو بتایئے ـــــــــ ۔

تمام علماء ایک جیسے نہیں ہوتے اس لیے علماء کی توہین سے باز رہنا چاہیے۔ کنز العمال جلد ۱۰ صفحہ ۷۷ میں کہا گیا ہے کہ "علماء دنیا کے چراغ اور انبیاء کے جانشین ہیں" اسی میں ہے: "علماء کی عزت کرو اس لیے کہ وہ نبیوں کے وارث ہیں۔"

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ آمین۔

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۚ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ

بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں تو وہ اس کا بھیجا نکال دیتا ہے تو جبھی وہ مٹ کر رہ جاتا ہے اور
تمہاری خرابی ہے ان باتوں سے جو بناتے ہو (کنزالایمان)

التنویر

لدفع ظلام

التحذیر

یعنی مسئلہ ختم نبوت

از قلم

ابوالفضل حضرت علامہ مولانا غلام علی قادری اشرفی رحمۃ اللہ علیہ
شیخ القرآن والحدیث جامعہ حنفیہ دارالعلوم اشرف المدارس اوکاڑہ۔

مسئلہ تکفیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ۔

امابعد! یہ مقالہ بایماء قبلہ محبی و مخلصی محترم جناب حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری اور عزیز مکرم جناب اختر شاہجہانپوری اور دیگر احباب کی فرمائش پر تحریر کیا گیا ہے۔

اس مقالہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ امام اہلسنت اعلیٰحضرت مجدد دین و ملت قدس سرہ العزیز نے جن اکابر دیوبند کی تکفیر کی ہے۔ وہ بالکل برحق ہے۔ دیابنہ کی وہ عبارات صریح کفر اور گستاخی ہیں، ہرگز مؤول نہیں ہیں، اور اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتاویٰ مندرجہ حسام الحرمین جذباتی نہیں بلکہ واقعاتی ہیں۔ اکابر علمائے عرب و عجم نے اعلیٰحضرت کے ان فتاویٰ کی تصدیق و توثیق فرمائی ہے۔ فقیر نے بروقت اس مقالہ میں اولاً تو چند مسلمہ اصول نقل کیے ہیں۔ جو مسئلہ تکفیر کو صحیح طور پر سمجھنے میں ضروری مقدمہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بعد ازاں مسئلہ ختم نبوت میں امت مسلمہ کا اجماعی عقیدہ بیان کیا ہے۔ پھر کتاب و سنت سے اس کا ثبوت نقلی۔ اس کے بعد تحذیر الناس کی عبارات کفریہ مع ان کی شرح کے بیان کی گئی ہیں۔ اور آخر میں ان تمام تاویلات فاسدہ کاسدہ کا تفصیلی طور پر پوسٹ مارٹم کیا ہے۔ جو دیوبندی مناظرین اور محررین نے نانوتوی کی عبارات کو کفر سے بچانے کے لیے بے جا طور پر بیان کی ہیں۔ اور وہ تاویلات حقیقت میں تمام دیوبندی علماء کی محنت اور کاوش کا آخری نتیجہ ہیں۔ اسی لیے مولوی محمد منظور سنبھلی نے ان تحریفات اور مردودات کا نام بھی معرکۃ القلم الملقب بہ فیصلہ کن مناظرہ رکھا ہے۔ یہ مقالہ فی الحال مجموعہ انوار رضا کے لیے مرتب کیا گیا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو ان شاء اللہ اس میں باقی عبارات دیوبند پر تفصیلی بحث شامل کی جائے گی اور الگ بھی اسکو شائع کیا جائیگا۔

احقر الافقر غلام علی القادری غفرلہ ولوالدیہ ولمشائخہ

اوکاڑہ ضلع ساہیوال

"مسئلہ تکفیر کے متعلق چند مسلّمہ اصول"

کافر کو مسلمان کہنا بھی کفر ہے

نہ علمائے اسلام جلد باز ہیں، نہ فروعی اور ظنیات اور اجتہادی امور میں کوئی تکفیر کرتا ہے بلکہ جب تک آفتاب کی طرح کفر ظاہر نہ ہو جائے۔ یہ مقدس جماعت کبھی ایسی جرأت نہیں کرتی۔ حتی الوسع کلام میں تاویل کر کے صحیح معنی بیان کرتے ہیں۔ مگر جب کسی کا دل ہی جہنم میں جانے کو چاہے اور وہ خود ہی اسلام کے وسیع دائرہ سے خارج ہو جائے تو علمائے اسلام مجبور ہیں جس طرح مسلمان کو کافر کہنا کفر ہے۔ اس طرح کافر کو مسلمان کہنا بھی کفر ہے۔ (اشد العذاب ص ۲) علماء نے بہت احتیاط کی مگر جب کلام میں تاویل کی گنجائش نہ رہے۔ اور کفر آفتاب کی طرح روشن ہو جائے تو بغیر تکفیر کے چارہ ہی کیا ہے؟

۱۔ ایسے وقت میں اگر علماء سکوت کریں اور خلقت گمراہ ہو جائے تو اس کا وبال کس پر ہوگا؟ آخر علماء کا کام کیا ہے؟ جب وہ کفر اور اسلام میں فرق بھی نہ بتائیں تو اور کیا کریں گے؟ (اشد العذاب ص ۱۱، ۱۲)

۲۔ انبیاء علیہم السلام کی تعظیم کرنی اور توہین نہ کرنا ضروریات دین سے ہے۔ (اشد العذاب ص ۹)

۳۔ احتیاط۔ جیسے کسی مسلمان کو اقرارِ توحید و رسالت وغیرہ عقائد اسلامیہ کی وجہ سے کافر کہنا کفر ہے، کیونکہ اس نے اسلام کو کفر بتایا! اسی طرح کسی کافر کو عقائد کفریہ کے باوجود مسلمان کہنا بھی کفر ہے۔ کیونکہ اس نے کفر کو اسلام بتایا۔ حالانکہ کفر کفر ہے اور اسلام اسلام ہے۔ اس مسئلہ کو مسلمان خوب اچھی طرح سمجھ لیں اکثر لوگ اس میں احتیاط کرتے ہیں۔ حالانکہ احتیاط یہی ہے کہ جو منکر ضروریات دین ہو اُسے کافر کہا جائے کیا منافقین توحید و رسالت کا اقرار نہ کرتے تھے؟ پانچوں وقت قبلہ کی طرف نماز نہ پڑھتے تھے؟ مسیلمہ کذاب وغیرہ مدعیانِ نبوت اہل قبلہ نہ تھے؟ انہیں بھی مسلمان کہو گے؟

(اشد العذاب ص ۹، احسن البیان محمد ادریس کاندھلوی، کفر و ایمان مفتی محمد شفیع)

۴۔ جو کافر اور مرتد کو کافر اور مرتد نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ (اشد العذاب ص ۸، اکفار الملحدین۔ کفر و ایمان۔
(احسن البیان)

۵۔ دیوبندی مناظر کا اعترافِ حقیقت :-

اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خان صاحب کا فتویٰ بالکل صحیح ہے۔ چنانچہ مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی لکھتے ہیں: "بعض علمائے دیوبند کو خانصاحب بریلوی فرماتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں جانتے (جیسا کہ قاسم نانوتوی نے تحذیر الناس میں لکھا ہے) چوپائے و مجانین کے علم کو آپکے علم کے برابر کہتے ہیں۔ (جیسا کہ حفظ الایمان میں تھانوی کی عبارت) شیطان کے علم کو آپکے (صلے اللہ علیہ وسلم) علم سے زائد کہتے ہیں لہٰذا وہ کافر ہیں۔ تمام علمائے دیوبند فرماتے ہیں کہ خانصاحب کا یہ حکم بالکل صحیح ہے جو ایسا کہے وہ کافر ہے۔ مرتد ہے۔ ملعون ہے لاؤ ہم بھی تمہارے فتوے پر دستخط کرتے ہیں۔ بلکہ ایسے مرتدوں کو جو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔ یہ عقائد بیشک کفریہ عقائد ہیں (اشد العذاب صـ ۱۲، ۳)۔

اگر خانصاحب کے نزدیک بعض علمائے دیوبند واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ انہوں نے کہا تو خانصاحب پر اُن علمائے دیوبندی کی تکفیر فرض تھی، اگر وہ اُن کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے۔ جیسے علمائے اسلام نے جب مرزا صاحب کے عقائد کفریہ معلوم کر لیے اور وہ قطعاً ثابت ہو گئے۔ تو اب علمائے اسلام پر مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر و مرتد کہنا فرض ہو گیا اگر وہ مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر نہ کہیں، چاہے وہ لاہوری ہوں یا قادیانی وغیرہ وغیرہ تو وہ خود کافر ہو جائیں گے۔

کیونکہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔ (اشد العذاب صـ ۱۳، صـ ۱۲)۔

۶۔ کلمات کفر بکنے والا جب تک اپنے ان کفریات سے توبہ نہ کرے اسکا دعویٰ اسلام بیکار ہے۔ دربھنگی اسی اشد العذاب میں لکھتا ہے۔

"مرزائی دھوکہ دینے کی غرض سے وہ عبارات پیش کر دیتے ہیں جن میں ختم نبوت کا اقرار ہے عیسٰی علیہ السلام کی تعظیم اور عظمتِ شان کا اقرار ہے یا اسکا مختصر جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب ماں کے پیٹ سے کافر نہ تھے۔ ایک مدت تک مسلمان تھے اور چونکہ دجال تھے اس وجہ سے ان کے کلام میں باطل کے ساتھ حق بھی ہے۔ تو پہلی عبارات مفید نہیں۔ جب تک کوئی ایسی عبارت نہ دکھائیں، کہ میں نے جو فلاں معنی ختم نبوت کے کیے ہیں وہ غلط ہیں، صحیح معنے یہ ہیں کہ آپ کے بعد کوئی بھی نبی حقیقی نہ ہوگا یا عیسٰی علیہ السلام کو جو فلاں فلاں جگہ گالیاں دیکر کافر ہوا تھا۔ اس سے توبہ کر کے مسلمان ہوتا ہوں۔ ورنہ ویسے تو مرزا صاحب اور تمام مرزائی الفاظ اسلام ہی کے بولتے ہیں

اس وجہ سے مسلمان دھوکا میں آجاتے ہیں کہ یہ تو ختم نبوت کے قائل ہیں، عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم کرتے ہیں۔ قرآن کو بھی مانتے ہیں، لیکن معنیٰ وہ نہیں جو قرآن و حدیث نے بتلائے ہیں۔ معنیٰ ان کے وہ ہیں جو مرزا صاحب نے تصنیف کر کے کفر کی بنیاد ڈالی ہے۔ لہٰذا جو عبارات مرزا صاحب اور مرزائیوں کی لکھی جاتی ہیں، جب تک ان مضامین سے صاف توبہ نہ دکھائیں یا توبہ نہ کریں تو ان کا کچھ اعتبار نہیں (اشد العذاب ص۱۱) اب دیوبندی مناظر کی اس تحریر کو پیشِ نظر رکھ کر مرزا اور مرزائیوں کی جگہ علمائے دیوبند اور دیوبندی رکھ لیں۔ تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ دیوبندیوں کا ختم نبوت اور قرآن پاک کو ماننے کا دعویٰ اس وقت تک بیکار ہے جب تک کہ یہ اپنی عبارات کفریہ سے توبہ نہ کریں۔

۷۔ کیا بغیر قصد و ارادہ کے بھی حکم کفر عائد ہوگا؟

اگر کوئی شخص عمداً کلمات کفر بکے اور بعد میں یہ کہہ دے کہ میری نیت توہین کی نہیں تھی۔ تو اسکی نیت کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اور اس پر کفر عائد ہوگا۔ اگر اس قسم کا عذر قابلِ قبول ہو تو اسکا یہ نتیجہ ہوگا کہ کسی بڑے سے بڑے گستاخ کو بھی جب کہا جائیگا کہ تو نے کفر کیا ہے۔ گستاخی کی ہے شانِ رسالت میں صریح توہین کی ہے۔ تو وہ جواب میں کہہ سکے گا کہ میری نیت توہین کی نہیں تھی دیکھئے اگر کوئی شخص دوسرے کو گالی دے کہ اے ولد الحرام! اور وہ جھپٹ کر اُس کے سر پر سوار ہو جائے تو کیا صریح گالی دینے والا یہ کہہ کر بچ سکتا ہے کہ میری نیت گالی کی نہیں تھی، دیکھو قرآن کریم میں "المسجد الحرام" موجود ہے۔ حرام، حرمت اور عزت سے ماخوذ ہے۔ لہٰذا علمائے اسلام نے اس مسئلہ میں یہ قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ:۔

اذالمدار فی الحکم بالکفر علی الظواهر ولا نظر للمقصود والنیات ولا نظر لقرائن حالہ (الاعلام بقواطع الاسلام علی هامش الزواجر جلد دوم ص۱۳۸۔ اکفار الملحدین ص۴۲)۔

(ترجمہ) اس لیے کہ کفر کے حکم کا دارومدار ظواہر پر ہے۔ ارادوں نیتوں اور قرائنِ حال پر نہیں۔

ایسے ہی انور شاہ صاحب کشمیری نے اکفار الملحدین ص۸۶ پر لکھا ہے۔ "وقد ذکر العلماء التهور فی عرض الانبیاء وان لم یقصد السب کفر"۔ اور علمائے اسلام نے فرمایا

ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی شان میں جرأت اور دلیری کفر ہے۔ اگرچہ کہنے والے نے توہین کا قصد نہ کیا ہو۔ دیوبندیوں کا مطاع اکمل مولوی رشید احمد گنگوہی خود لطائف رشیدیہ صـ ٢٤ پر لکھتا ہے۔

"جو الفاظ موہم تحقیر حضور سرور کائنات علیہ السلام ہوں، اگرچہ کہنے والے نے نیت حقارت نہ کی ہو، مگر ان سے بھی کہنے والا کافر ہو جاتا ہے۔" (شہاب ثاقب صـ ٩١)۔

ان عبارات مذکورہ کو پیش نظر رکھ کر تھانوی کے اس منافقانہ عذر لنگ کا جائزہ لیں۔

"جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں اور میرے دل میں بھی کبھی اس کا خطرہ نہیں گزرا تو میری مراد کیسے ہو سکتی ہے۔" ہاں جناب آپ کی مراد ہو یا نہ ہو، مضمون خبیث ہے جو حفظ الایمان میں آپ نے لکھا ہے۔ گستاخی اور توہین کے لیے الفاظ کو دیکھا جاتا ہے قائل کی مراد نہیں دیکھی جاتی خود تھانوی لکھتا ہے۔ "جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے (جو تھانوی نے کہی ہے) میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں" (بسط البنان)

٨۔ تمام علمائے امت کا اجماع ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی و توہین کفر

شرح شفاء میں ہے۔ محمد بن سحنون نے فرمایا کہ "اجمع العلماء علی ان شاتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المتنقص لہ کافر ومن شک فی کفرہ وعذابہ کفر"۔ یعنی تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شاتم اور تنقیص کرنے والا کافر ہے اور جو اس کے کافر اور مستحق عذاب ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

(شرح الشفاء مولانا علی القاری صـ ٣٩٣ ج ٢۔ اکفار الملحدین۔ اخمد الجذاب صـ ٤١)

٩۔ صریح کلام میں تاویل مقبول نہیں ہوتی۔

"قال حبیب بن الربیع ادعاء التاویل فی لفظ صراح لا یقبل" حبیب بن ربیع نے فرمایا کہ صریح لفظ میں ادعائے تاویل مقبول نہیں ہے۔ (نسیم الریاض صـ ٣٤٨ ج ٤، اکفار الملحدین صـ ٤٣، شرح شفاء للقاری صـ ٣٩١ ج ٢، احسن البیان صـ ٦)۔

۱۰۔ حضور علیہ السلام کو خاتم النبیین یعنی آخر الانبیاء ماننا ضروریات دین سے ہے۔

"قال فی الاشباہ فی کتاب السیر اذا لم یعرف ان محمدا علیہ السلام آخر الانبیاء فلیس بمسلم لانہ فی الضروریات" جو شخص حضور علیہ السلام کو آخر الانبیاء نہ مانے وہ مسلمان نہیں ہے اس لیے کہ حضور کو آخری نبی ماننا ضروریات دین سے ہے۔

۱۱۔ ضروریات دین میں تاویل کفر کو دفع نہیں کرتی۔

"ان التاویل فی ضروریات الدین لایدفع القتل بل لایدفع الکفر۔"
(اکفار الملحدین ص ۶۵)

"والتاویل فی ضروریات الدین لا یدفع الکفر۔" (حاشیہ علامہ سیالکوٹی علی الخیالی)

بلکہ تاویل فاسد مثل کفر کے ہے۔ "وجعل فی الفتوحات ص ۳۰۴ ج ۳ ان التاویل الفاسد کالکفر"
(اکفار الملحدین ص ۵۹)۔

۱۲۔ متواترات میں تاویل بھی کفر ہے۔

جس طرح دین کے کسی حکم قطعی اور متواتر کا صریح انکار کفر ہے اسی طرح قطعیات اور متواترات میں تاویل کرنا بھی کفر ہے کیونکہ قطعی امور کی تاویل بھی انکار کے حکم میں ہے۔ مثلاً جس طرح نماز اور روزہ کا صریح انکار کفر ہے اسی طرح نماز اور روزہ میں ایسی تاویل کرنا جو امت محمدیہ کے اجماعی معنی اور اجماعی عقیدہ کے خلاف ہو وہ بھی کفر ہے اور اس قسم کے تاویلی کفر کو اصطلاح شریعت میں الحاد و زندقہ کہتے ہیں۔ (احسن البیان ص ۳، اکفار الملحدین ص ۲ بالمعنیٰ)۔

ختم نبوت کے بارے میں تمام امت کا اجماعی عقیدہ

اللہ عزوجل سچا اور اس کا کلام سچا مسلمان پر جس طرح "لا الٰہ الا اللہ" پڑھنا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو احد صمد اور لاشریک لہٗ جاننا فرض اول ومناط ایمان ہے یونہی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ماننا ان کے زمانے میں خواہ ان کے بعد کسی نبی جدید کی بعثت کو یقیناً قطعاً محال

باطل جاننا فرض اجل و جزو ایقان و ایمان ہے۔ ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین نص قطعی قرآن ہے اس کا منکر نہ منکر بلکہ شک کرنے والا نہ شاک بلکہ ضعیف احتمال خفیف سے توہم سے خلاف عقیدہ رکھنے والا قطعاً اجماعاً کافر ملعون مخلد فی النیران ہے نہ ایسا کہ وہی کافر ہو بلکہ جو اس کے عقیدہ ملعونہ پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ جانے وہ بھی کافر، جو اس کے کافر ہونے میں شک اور تردد کو راہ دے وہ بھی کافر بین الکفر جلی الکفران ہے۔ (بزازیہ، درمختار، شفاء الاعلام لقواطع الاسلام و فتاویٰ حدیثیہ وغیرہ۔ از جزاء اللہ عدوہ ص۳، ص۴۔ از امام اہلسنت اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

"ختم نبوت کا عقیدہ اُن اجماعی عقائد میں سے ہے جو کہ اسلام کے اُصول اور ضروریاتِ دین میں سے شمار کیے گئے ہیں اور عہد نبوت سے لے کر اس وقت تک ہر مسلمان اُن پر ایمان رکھتا آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلا کسی تاویل اور تخصیص کے خاتم النبیین ہیں اور یہ مسئلہ قرآن کریم کی آیات اور احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے جس کا منکر قطعاً کافر مانا گیا ہے اور کوئی تاویل و تخصیص اس بارے میں قبول نہیں کی گئی۔" (مسک الختام ص از محمد ادریس کاندھلوی)

دیوبندی علامہ انور شاہ کشمیری اپنے رسالہ عقیدۃ الاسلام ص۲۱۵ پر لکھتے ہیں۔ "ثم ان الامۃ اجمعت علی ان لا نبوۃ بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا رسالۃ اجماعاً قطعیاً و تواترت بہ الاحادیث نحو مائتی حدیث فتاویلہ بحیث ینتفی بہ الختم الزمانی کفر بلا شبہۃ"۔

یہی علامہ صاحب اکفار الملحدین ص۳۲ پر لکھتے ہیں "وکذالک نکفر من ادعی نبوۃ احد مع نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ای فی زمنہ کمسیلمۃ الکذاب والاسود العنسی او ادعی نبوۃ احد بعدہ فانہ خاتم النبیین بنص القرآن و الحدیث فھذا تکذیب للہ و رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم کالعیسویۃ (فرقۃ من الیہود)"

بلکہ اسی کتاب کے ص۴۲ پر لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام کے بعد جو کسی نبی کا آنا جائز مانے وہ بھی کافر ہے۔" او کذب رسولاً او نبیاً او نقصہ بای منقص کان صغر اسمہ مریداً تحقیرہ او جوز نبوۃ احد بعد وجود نبینا صلی اللہ علیہ وسلم و عیسی علیہ الصلوۃ والسلام نبی قبل فلا یرد" (تحفہ شرح منہاج)۔

اسکے بعد لکھا ہے "فساد مذہبھم غنی عن البیان بشہادۃ العیان کیف وھو یؤدی الی تجویز نبی مع نبینا صلی اللہ علیہ وسلم او بعدہ و ذالک یستلزم تکذیب القرآن اذ قد نص علی انہ خاتم النبیین وآخر المرسلین وفی السنۃ انا العاقب لا نبی بعدی واجمعت الامۃ علی ابقاء ھذا الکلام علی ظاھرہ وھذی المسائل المشھورۃ التی کفرنا بھا الفلاسفۃ لعنھم اللہ تعالیٰ"۔ (شرح الفرائد للعلامۃ العارف باللہ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ)۔

اب مفتی محمد شفیع دیوبندی کی بھی سنیئے "اگر خاتم النبیین اور لا نبی بعدی میں تاویلات باطلہ کرنے والے کو دائرہ اسلام سے خارج نہ سمجھا جائے تو پھر بت پرست اور مشرکین کو بلکہ ان کے معلم امام، ابلیس کو بھی دائرہ اسلام سے خارج و کافر نہیں کہہ سکتے۔ اور جو لوگ ایسی تاویلات باطلہ کرکے امت کے اجماعی عقائد اور قرآن وحدیث کی واضح تصریحات کی تکذیب کرنے والوں کو امت اسلامیہ سے علیحدہ کرنے کو اس لیے برا سمجھتے ہیں کہ اس سے اسلامی برادری کو نقصان پہنچتا ہے، ان کی تعداد کم ہوتی ہے یا ان میں تفرقہ پڑتا ہے تو انہیں غور کرنا چاہیے کہ اگر تفرقہ اور اختلاف سے بچنے کے یہی معنی ہیں کہ کوئی کچھ کیا کرے اور کہا کرے مگر اس کو دائرہ اسلام سے خارج نہ سمجھا جائے تو پھر ان معنی میں ملاحدہ وزنادقہ سے ملت کو کیا سہارا لگتا ہے؟ ایسی لوچ تاویلات کے ذریعے تو سارے جہان کے کافروں کو ملت اسلامیہ میں شامل کیا جاسکتا ہے اگر ایسی ہی رواداری کرنا ہے تو پیٹ بھر کے کی جائے تاکہ دنیا کی ساری قومیں اور ملتیں اپنی ہو جائیں اور یہ کفر وایمان کی جنگ ہی ختم ہو جائے"۔ (الکفر والایمان، قرآن کی روشنی میں صـ۲۸)۔

عہد نبوت سے لیکر اب تک تمام امت کے علماء وصلحاء مفسرین، محدثین، فقہاء، متکلمین اور اولیائے عارفین سب کے سب ختم نبوت کے یہی معنی (حضور کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا) سمجھتے چلے آئے ہیں اور بطریق تواتر یہ عقیدہ ہم تک پہنچا ہے۔

جس طرح صلوٰۃ وزکوٰۃ کے معنی میں کوئی تاویل قابل التفات نہیں اسی طرح ختم نبوت کے معنی میں بھی کوئی تاویل قابل التفات نہ ہوگی بلکہ ایسے صریح اور متواتر امور میں تاویل کرنا استہزا اور تمسخر کے مترادف ہے۔ (احسن البیان صـ۶)۔

آگے لکھا ہے ۔ "ہمیں اس بحث کی ضرورت نہیں کہ مرزا صاحب (اور نانوتوی صاحب) ــــــ کی تاویلات جہلا کی طرف کوئی توجہ کریں۔ دیکھنا یہ ہے کہ جس نبی پر خاتم النبیین کی آیت اُتری اس نے اس آیت کے کیا معنی سمجھے اور اُمت کو کیا معنی بتلائے اور عہد صحابہ سے لے کر اس وقت تک پوری امت اس آیت کا کیا معنی سمجھتی رہی؟ کیا تیرہ سو سال کے علمائے امت اور ائمہ لغت وعربیت کو اتنی بھی خبر نہ تھی جتنا کہ قادیان کے دہقان (اور نانوتہ کے بقول کودک نادان) کو ٹوٹی پھوٹی عربی کی خبر تھی" (احسن البیان ص [illegible])۔

خاتم النبیّن کا معنی اہلِ لغت کے نزدیک

"اَلْخَاتَمُ وَالْخَاتِمُ فِی اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالفتح اسم ای اٰخرہم و بالکسر اسم فاعل"۔ (مجمع بحار الانوار جلد اول زیر لفظ ختم خاتم النبیین)

"لانہ ختم النبوۃ ای ــــ تممہا بمجیئہ" یعنی حضور کو خاتم النبیین اس لیے کہتے ہیں کہ آپ نے نبوت کو ختم کر دیا یعنی اپنی تشریف آوری سے اس کو مکمل کر دیا۔ (مفردات امام راغب اصفہانی علی ہامش النہایہ ابن اثیر جلد اول ص۲۱۳)

ختمِ نبوّت اور قرآنِ کریم

قال اللہ تعالیٰ ــــ ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ط وکان اللہ بکل شیء علیما ہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول اور آخر الانبیاء ہیں اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

ختمِ نبوّت اور مفسرینِ عظام

۱۔ اس آیت میں لفظ خاتم النبیین کی تین قرأت ہیں۔ ماسوا حسن اور عاصم کے باقی قرأت "خاتم" بمعنی

اَلَّا خَتَمَ النَّبِیّن ہے۔ عبداللہ بن مسعود کی قرأت میں "ولکن نبیاً ختم النبیین" ہے۔ پس یہ قرأت بھی دلیل ہے بمعنی انہٗ الذی ختم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم وعلیہم۔ حسن اور عاصم کی قرأت خاتَم النبیین بمعنی انہٗ آخر النبیین ہے ختامہ مسک میں بھی ایک قرأت خَاتَمُہٗ مِسْکٌ بمعنی آخرہٗ مسک ہے۔ (ابن جریر جلد ۲۲ ص ۱۹)

۲۔ روح المعانی میں یہ قرأتیں بیان کرنے کے بعد مزید فرمایا" وکونہ صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین مما نطق بہ الکتاب وصدعت بہ السنۃ واجمعت علیہ الامۃ فیکفر مدعی خلافہ ویقتل ان اصرّ" اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا کتاب وسُنت سے صراحۃً ثابت ہے اور اس پر اجماعِ اُمت ہے۔ اور اس کے خلاف دعوٰی کرنے والا کافر ہے اور اگر اصرار کرے تو قتل کیا جائے گا۔ (روح المعانی جلد ۲۲ ص ۳۴)۔

۳۔ ابن کثیر میں ہے "فھٰذہ الآیۃ نص فی انہ لا نبی بعدہٗ واذا کان لا نبی بعدہٗ فلا رسول بالطریق الاولٰی والاحرٰی ...... وبذالک وردت الاحادیث المتواترۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حدیث جماعۃ من الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم" پس یہ آیت اس بارے میں نص ہے کہ حضورؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اور جب آپ کے بعد نبی نہیں ہو سکتا تو بطریق اولیٰ اور انسب رسول بھی نہیں ہو سکتا (کیونکہ جمہور کے نزدیک نبی، رسول سے عام ہے۔ جب عام کی نفی ہوگی تو خاص کی نفی بھی ہو جائے گی۔) اس مضمون کی احادیث متواترہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جماعت نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرمائی ہیں۔

پھر آخر میں فرمایا "فمن رحمۃ اللہ بالعباد ارسال محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثم من تشریفہ لھم ختم الانبیاء والمرسلین بہ واکمال الدین الحنیف لہ وقد اخبر اللہ فی کتابہ ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی السنۃ المتواترۃ عنہ انہ لا نبی بعدہٗ لیعلموا ان کل من ادعی ھذا المقام بعدہ فھو کذّاب افاک دجال ضال مضلٌّ"۔

ترجمہ:۔ پس حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت بندوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمتِ تامہ

ہے پھر مزید شرف یہ کہ نبیوں اور رسولوں کو حضور کی تشریف آوری سے ختم کر دیا اور حضور علیہ السلام کے دینِ حنیف کو کامل فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور اللہ کے رسول نے سنتِ متواترہ میں خبر دی ہے کہ حضور کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ تاکہ لوگ جان لیں کہ جو شخص حضور کے بعد منصبِ نبوت کا دعویٰ کرے وہ کذاب افاک دجال ضال اور مضل ہے۔

پھر علامہ ابن کثیر نے مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی لعنۃ اللہ علیہما کا ذکر کرنے کے بعد لکھا وکذالک کل مدع لذالک الی ـــــ یوم القیامۃ حتی یختموا بالمسیح الدجال؛ اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب کی طرح قیامت تک جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ کریگا وہ کذاب و دجال ہوگا۔ یہاں تک کہ یہ دجاجلہ، مسیح کے دجال پر ختم ہونگے۔ (ابن کثیر جلد ۳ ص ۴۹۳)

جو شخص مزید تفصیل کا خواہاں ہو اس کی سہولت کے لیے باقی معروف تفاسیر کے حوالے درج کر دیئے جاتے ہیں۔ اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو متعلقہ عبارتیں بھی نقل کر دی جاتیں حوالے ملاحظہ ہوں تفسیر کبیر جلد ۶ ص ۵۸۱۔ ابو السعود جلد ۲ ص ۴۸۹۔ روح البیان جلد ۱ ص ۱۸۸۔ (بیضاوی، خازن، مدارک، ابن عباس ج ۵ ص ۱۲۳)۔ صاوی ج ۳ ص ۲۲۳ تفسیرات احمدیہ ص ۲۰۶۔ مراح لبید و واحدی جلد دوم ص ۱۸۸۔ جمل علی الجلالین و مظہری و جلالین تحت ھذہ الآیۃ۔ جملہ چودہ مذکورہ تفاسیر اس وقت پیش نظر ہیں سب میں خاتمیت کا مطلب بلحاظ زمانہ آخری نبی بتایا ہے۔

خاتم النبیین کی تفسیر و تشریح احادیثِ صحیحہ مرفوعہ کی روشنی میں

یہ امر ظاہر ہے کہ قرآن کریم کی کسی آیت کی جو تفسیر خود صاحبِ قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام نے بیان فرمائی ہو اس کے خلاف کسی قادیانی یا نانوتوی کا قول کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ ملاحظہ ہوں۔

(۱) مسلم شریف پھر مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: فضلت علی الانبیاء بست اعطیت جوامع الکلم ونصرت بالرعب واحلت لی الغنائم وجعلت لی الارض مسجدا وطھورا وارسلت الی الخلق کافۃ وختم بی النبیون۔ (ترجمہ) مجھے نبیوں پر چھ فضیلتیں دی گئیں، مجھے

[۱] کلماتِ جامعہ عطا فرمائے گئے، [۲] رعب سے میری مدد کی گئی، [۳] میرے لیے غنیمتیں حلال کی گئیں، [۴] میرے لیے زمین مسجد اور پاک کرنے والی قرار دی گئی، [۵] مجھے تمام مخلوق کی طرف (نبی بنا کر) بھیجا گیا اور [۶] میرے ساتھ نبی ختم کر دیئے گئے۔ (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ختم ماضی کا صیغہ استعمال کرکے منکرین ختم نبوت کی جملہ تاویلات باطلہ کو ختم کر دیا۔) (مسلم جلد اوّل ص۱۹۹، مشکوٰۃ کتاب الفتن ص۵۱۲)۔

(۲) میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایک محل کے مانند ہے جس کی عمارت بہت خوبصورت ہو اُس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی ہو۔ پس دیکھنے والے اُس کا چکر لگائیں اور اس عمارت کے حسن سے تعجب کریں مگر اُس اینٹ کی جگہ ـــــ سو میں نے اُس اینٹ کی جگہ بند کر دی میرے ساتھ (نبوت) کی عمارت کو ختم کر دیا گیا اور میرے ساتھ رسولوں کو ختم کر دیا گیا ـــ" وفی روایۃ انا اللبنۃ و انا خاتم النبیین" اور ایک روایت میں ہے میں ہی وہ آخری اینٹ ہوں اور میں ہی آخر الانبیاء ہوں۔ (مشکوٰۃ ص۵۱۱، بخاری ص۵۰۱، مسلم ج۲ ص۲۴۸، ترمذی ج۲ ص۹)۔

(۳) بخاری و مسلم میں حدیث شفاعت کو بیان کرتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں سے کہیں گے کہ آج محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف جاؤ پس لوگ میرے پاس آئیں گے اور کہیں گے۔ "انت رسول اللہ وخاتم النبیین" آپ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔ (رواہ مسلم ج۱ ص۱۱۱ و بخاری عن ابی ہریرہ)۔

(۴) بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ "کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی وانہ لا نبی بعدی۔" بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام ان کی نگہداری کرتے تھے۔ جب ایک نبی کا وصال ہو جاتا تو دوسرے نبی اُس کے جانشین ہو جاتے لیکن میرے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ (بخاری و مسلم۔ واللفظ مسلم۔ کتاب الامارہ ص۱۲۶)۔

(۵) دارمی بحوالہ مشکوٰۃ شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "انا قائد المرسلین ولا فخر و انا خاتم النبیین ولا فخر و انا اول شافع و مشفع ولا فخر" میں رسولوں کا قائد ہوں اور یہ فخریہ نہیں کہہ رہا۔ اور میں آخری نبی ہوں مگر یہ فخریہ نہیں کہہ رہا اور سب سے پہلے شفاعت کرنے والا اور وہ جس کی سب سے پہلے شفاعت

قبول کی جائے گی وہی ہوں لیکن یہ فخریہ نہیں کہہ رہا ہوں۔ (دارمی۔ مشکوٰۃ ص ۵۱۳)۔

(۶) عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے راوی۔ فرمایا "انی عند اللہ مکتوب خاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینتہ"۔ میں بیشک اللہ کے ہاں آخری نبی لکھا ہوا تھا درآں حالیکہ آدم علیہ السلام اپنی مٹی میں پڑے ہوئے تھے۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۴۹۳۔ مشکوٰۃ ص ۵۱۳)

(۷) ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "انا آخر الانبیاء وانتم آخر الامم"۔ میں سب نبیوں سے آخری اور تم سب امتوں سے آخری امت ہو۔ (ابن ماجہ ص ۲۹۷)۔

(۸) سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ "قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعلی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی"۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہ تجھے میرے ساتھ وہ نسبت ہے جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی مگر تحقیق شان یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (مسلم ج ۲ ص ۲۷۸۔ بخاری جلد ۲ ص ۶۳۳۔ واللفظ مسلم)

(۹) عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لو کان بعدی نبی لکان عمر ابن الخطاب"۔ اگر (بفرض محال) میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتا۔ (ترمذی۔ مشکوٰۃ باب مناقب عمر ص ۵۵۸)

(۱۰) انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ "ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی"۔ بیشک رسالت اور نبوت کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہے اور نہ کوئی نبی۔

(احمد، ترمذی۔ ابن کثیر ج ۳ ص ۴۹۳)

(۱۱) "انہ سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی"۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۰۹، ترمذی ج ۲ ص ۲۲۳ عن ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔

بیشک میرے بعد میری امت میں تیس کذاب ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک گمان کرے گا کہ وہ

نبی ہے، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

(۱۲) یہی روایت حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے جس کے آخر میں یہ بھی فرمایا ہے "وانی خاتم النبیین لا نبی بعدی" میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (رواہ احمد والطبرانی فی الکبیر والاوسط والبزار ورجال البزار رجال الصحیح۔ مجمع الزوائد ج، ص۳۲۲)

بارہ کا عدد متبرک سمجھ کر اتنی احادیث پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔ ورنہ اس باب میں احادیث کثیرہ وارد ہیں جنہیں امام اہلسنت مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف لطیف "جزاء اللہ عدوہ" میں اور مفتی محمد شفیع دیوبندی نے "ختم النبوۃ فی الاحادیث" میں جمع کیا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ خاتم النبیین کے معنی تو آخر النبیین ہی کے ہیں۔ جس نبی پر یہ آیت اتری اس نے اس آیت کے یہی معنی سمجھے اور یہی سمجھائے اور جن صحابۂ کرام نے اس نبی سے قرآن اور اس کی تفسیر پڑھی انہوں نے بھی یہی معنی سمجھے اور اپنے بعد والوں کو بتائے "فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر"۔ الغرض حق روز روشن کی طرح واضح ہے کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔" (مسک الختام ص۲۵)۔

" جملہ لا نبی بعدی جملہ خاتم النبیین کی تفسیر ہے اور لا نفی جنس کا ہے جو نکرہ پر داخل ہوا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ میرے بعد جنس نبی ختم ہے" (مسک الختام ص۲۲)

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد ذاتی، عرضی، اصلی، ظلی، بروزی، تشریعی یا غیر تشریعی اس زمین میں یا کسی اور طبقے میں، حضور کے زمانۂ ظاہری میں یا حضور کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا بلکہ کسی نبی کا آنا ممکن ہی نہیں ہے۔

" مسند امام احمد اور معجم طبرانی کی روایت کے ماتحت اس روایت میں بھی خاتم النبیین کے بعد لا نبی بعدی بطور تفسیر مذکور ہے۔ اور اسی وجہ سے اس جملہ کا پہلے جملہ پر عطف نہیں کیا گیا اس لیے کہ بلاغت کا قاعدہ ہے کہ جب جملۂ ثانیہ جملۂ اولیٰ کے لیے عطف بیان ہو تو پھر عطف ناجائز ہو جاتا ہے اس لیے کہ عطف نسق چاہتا ہے تغایر کو اور عطف بیان چاہتا ہے کمال اتحاد کو ــــــ اور کمال وحدت اور مغایرت جمع نہیں ہو سکتی۔"

(مسک الختام ص۲۳)

خلاصۂ کلام

الحاصل آیت کریمہ خاتم النبیین میں لغوی معنی اور احادیث، تفاسیر اور اجماعِ امت بلکہ خود دیوبندی علماء کی تصریحات کی رُو سے شرعی معنی متواتر اور قطعی اجماعی یہی ہیں کہ حضورِ پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ سب انبیائے کرام کے زمانوں کے بعد ہے اور آپ سب میں آخری نبی ہیں ——

اور یہ آخری نبی ہونا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے فضلِ جلیل ہے۔ کیونکہ آخری نبی ہونے سے حضور کی شریعتِ مطہرہ کو شرفِ افضلیت حاصل ہوا حضور علیہ السلام ناسخ الادیان ہوئے اور حضور کے دینِ متین کا ناسخ کوئی نہیں آئے گا حضور سب سے بلند و بالا رہے اور آپ سے بلند و بالا کوئی نہیں ہوگا۔ خاتم النبیین کے اس معنی پر ایمان لانا ضروریاتِ دین سے ہے اور اس کا انکار قطعی کفر ہے۔ یہ انکار خواہ صراحتاً ہو یا تاویلِ فاسد سے جیسا کہ نانوتوی صاحب اور پھر اُن کی اتباع میں مرزا غلام احمد قادیانی نے تاویلاتِ باطلہ کی ہیں۔ اب قارئین کرام اس کے مقابل جناب نانوتوی صاحب کی تحذیر الناس کی پوری پوری عبارتیں مع سیاق و سباق بغور ملاحظہ فرمائیں۔ وہ لکھتے ہیں۔

"بعد حمد و صلوٰۃ کے قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا چاہیے یہ اختصار سوء ادب ہے کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور سب میں آخری ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تأخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں "ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے ہاں اگر اس وصف کو اوصافِ مدح میں سے نہ کہیے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ و حسب و نسب و سکونت وغیرہ اوصاف میں جنکو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں۔ کیا فرق ہے جو اس کو ذکر کیا اوروں کو ذکر نہ کیا دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب نقصانِ قدر کا احتمال کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں۔ اور

ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کیا کرتے ہیں، اعتبار نہ ہو تو تاریخوں کو دیکھ لیجئے۔ باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا اس لیے سد باب مدعیان نبوت کیا ہے جو کل کو جھوٹے دعوے کر کے خلائق کو گمراہ کریں گے البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے، پر جملہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم اور جملہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں کیا تناسب تھا جو ایک کو دوسرے پر عطف کیا اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک قرار دیا اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی اور بے ارتباطی خدا کے کلام معجز نظام میں متصور نہیں، اگر سد باب مذکور منظور ہی تھا تو اس کے لیے اور بیسیوں موقعے تھے بلکہ بنائے خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے، اور فضیلت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے۔ انتہی بلفظہ (تحذیر الناس ص ۳ مطبوعہ کتب خانہ ملیح قاسمی دیوبند) اس عبارت مذکورہ کو بغور پڑھیئے اور دیکھئے کہ اس میں کتنے کفریات ہیں۔

(۱) خاتم النبیین کے معنی سب سے آخری نبی کو (جو تفاسیر، احادیث اور اجماع امت سے قطعی اور متواتر ثابت ہو چکے ہیں) عوام جاہلوں کا خیال بتانا۔ (۲) تمام امت کو عوام اور نافہم ٹھہرانا۔

(۳) بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ عوام اور نافہم کہنا کیونکہ خاتم النبیین کا معنی لا نبی بعدی حضور نے خود بیان فرمایا ہے، (۴) معنی تفسیر وحدیث اور اجماع کے مخالفین کو اہل فہم بتانا (۵) معنی متواتر وقطعی میں کچھ فضیلت نہ ماننا۔ (۶) اس معنی متواتر کو مقام مدح میں ذکر کرنے کے قابل نہ جاننا۔

(۷) یہ کہنا کہ اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے۔

(۸) اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانا جائے اور اس وصف کو مدح قرار دیا جائے تو معاذ اللہ خدا کی طرف زیادہ گوئی کا وہم ہونا۔ (زیادہ گوئی بیہودہ بکواس کو کہتے ہیں، اس میں خدا کی توہین بھی ظاہر ہے۔ العیاذ باللہ تعالےٰ)۔ (۹) اور حضور کی جانب نقصان قدر اور کم رتبہ ہونے کا احتمال پیدا کرنا۔ (۱۰) یہ کہنا کہ تاخر زمانی قد وقامت وشکل ورنگ وغیرہ ان اوصاف سے ہے جنکو نبوت اور فضائل میں کچھ دخل نہیں۔ (۱۱) ختم زمانی کو کمالات سے شمار نہ کرنا اور یہ کہنا کہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں، اور ایسے لوگوں کے اس قسم (آخری نبی ہونا) کے احوال بیان کیا کرتے ہیں۔ گویا نانوتوی صاحب کے نزدیک تمام امت جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر الزمان نبی مانتی ہے

حضور کو ایسے ویسے لوگوں میں شمار کرتی ہے (خاک بدہن ناپاک) (۱۲) یہ کہنا کہ اگر حضور کو خاتم النبیین بمعنی آخری مانا جائے تو کلام اللہ میں بے ربطی اور بے ارتباطی لازم آتی ہے اور جملہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم اور جملہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں کوئی تناسب نہیں رہتا۔

(۱۳) یہ کہنا کہ خاتم النبیین بمعنی آخر الانبیاء پر حضور کی خاتمیت کی بنا نہیں ہے، بلکہ بناء خاتمیت اور بات پر ہے (۱۴) خاتم النبیین کی ایسی تفسیر بالرائے کرنا جو تیرہ سو سال سے کسی نے نہیں کی، اور اس منگھڑت معنی کو ثابت کرنے کے لیے تمام امت کے مسلّمہ متفقہ اجماعی قطعی معنی کی تغلیط و تکذیب کرنا (۱۵) حضور علیہ السلام کے سوا تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت کو عرضی کہنا۔ چنانچہ موصوف بالذات اور موصوف بالعرض کا مفہوم بیان کرتے ہوئے نانوتوی صاحب نے صـ۴ پر لکھا ہے۔

الغرض یہ بات بدیہی ہے کہ موصوف بالذات سے آگے سلسلہ ختم ہو جاتا ہے، چنانچہ خدا کے لیے کسی اور خدا کے نہ ہونے کی وجہ اگر ہے تو یہی ہے۔ یعنی ممکنات کا وجود اور کمالات وجود سب عرضی بمعنی بالعرض ہیں۔ انتہی بلفظہ اور پھر عرضی کا معنی خود یہ بیان کرتا ہے "اور یہی وجہ ہے کہ کبھی موجود کبھی معدوم کبھی صاحب کمال اور کبھی بے کمال رہتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ سو اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاتمیت کو تصور فرمائیے یعنی آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض اوروں کی نبوت آپکا فیض ہے، پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں۔ آپ پر سلسلہ نبوت (بایں معنی) مختتم ہو جاتا ہے۔ وصف کا معنی صفت، نبوت کا پیغمبری، خاتمیت کا خاتم ہونا، موصوف بالذات وہ ہستی ہے جس کو کوئی صفت اپنی ذات سے بغیر کسی کے واسطے حاصل ہوتی ہو۔ موصوف بالعرض وہ ہستی ہے جسکو کوئی صفت اپنی ذات سے نہیں بلکہ کسی دوسرے کے واسطے سے حاصل ہوتی ہو مختتم ہو جاتا ہے۔ ختم ہو جاتا ہے۔ اب دیکھئے نانوتوی صاحب کے نزدیک اس عبارت کا صاف صریح مطلب یہ ہوا کہ آیۂ کریمہ میں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمایا گیا ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ حضور علیہ السلام کو بغیر کسی دوسرے کے واسطے کے خود بخود اپنی ذات سے نبوت حاصل ہوتی ہے۔ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوت عرضی بمعنی بالعرض کبھی موجود کبھی معدوم کبھی تو نبی صاحب کمال اور کبھی بے کمال۔ (معاذ اللہ)

نانوتوی صاحب نے اپنے اس من گھڑت معنی کا نام ختم ذاتی رکھا ہے۔ اور خاتم النبیین کا وہ معنی جو اگلے پچھلے تمام مسلمانوں کا اجماعی اور قطعی عقیدہ ہے۔ اس کا نام ختم زمانی رکھا ہے۔ چنانچہ حسین احمد صاحب ٹانڈوی نے بھی نانوتوی صاحب کی اس تحقیق جدید سے مستفید ہو کر یہی کچھ لکھا ہے۔ مثلاً:

"ختم نبوت کے دو معنی ہیں۔ اوّل ختم زمانی کہ جس کے معنی ہیں کہ خاتم کا زمانہ سب نبیوں کے آخیر میں ہو۔ اس کے زمانہ کے بعد کوئی دوسرا نبی نہ ہو۔ اس کو ختم زمانی کہتے ہیں۔ پس جو شخص سب کے بعد ہو۔ زمانہ میں اس کو خاتم اس اعتبار سے کہہ سکیں گے۔ چاہے وہ اپنے پہلے والوں سے افضل ہو یا سب سے کم درجہ کا ہو۔ یا بعض سے اعلیٰ اور بعض سے اسفل ہو۔

دوم:۔ ختم رتبی اور ذاتی ——— اس سے عبارت ہے کہ مراتب نبوت کا اس پر خاتمہ ہوتا ہو۔ اس سلسلہ میں کوئی اس سے بڑھ کر نہ ہو۔ جتنے مرتبے اس سلسلے کے ہوں سب اس کے نیچے اور اس کے محکوم ہوں"۔ (الشہاب الثاقب صـ ۹۲)۔

ٹانڈوی کی اس ترجمانی کا خلاصہ یہ ہوا کہ اگر خاتم النبیین سے ختم زمانی مراد لی جائے تو اس سے حضور علیہ السلام کا سب نبیوں سے افضل ہونا لازم نہیں آتا۔

کیونکہ آخر الزمان چاہے پہلے والوں سے افضل ہو یا سب سے کم درجہ کا ہو۔ یا بعض سے اعلیٰ اور بعض سے اسفل ہو۔ (مسئل)

اور خاتم ذاتی کا معنی چونکہ سب کا سردار اور رئیس اعظم ہے۔ اگلے پچھلے اور اس کے زمانے والے سب اس کے خوشہ چین ہوں گے۔ وہ ان میں سے کسی کا محتاج نہیں ہوگا۔ لہٰذا بلحاظ اس کے علو مرتبہ اور اس کی ذات والا صفات کے نہ زمانہ اوّل ضروری ہے نہ اوسط نہ آخر۔ بالفرض اس کے زمانے میں کوئی نبی پیدا ہو جائے یا اس کے بعد اس زمین یا اور کسی زمین میں تجویز کر لیا جائے تو اس کی خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آئیگا۔ کیونکہ اس کے زمانے میں یا اس کے بعد جو نبی پیدا ہوگا۔ وہ اس خاتم ذاتی کا ظل ہوگا عکس ہوگا۔ اس کی نبوت بالعرض ہوگی اس نے نبوت کا استفادہ اس خاتم ذاتی سے ہی کیا ہوگا یہ ہے مفہوم خاتمیت نانوتوی صاحب اور ان کے اتباع کے نزدیک اسی بنا پر نانوتوی صاحب نے صـ ۸ پر لکھا ہے۔ "چنانچہ اضافت الی النبیین بایں اعتبار کہ نبوت منجملہ اقسام مراتب ہے یہی کہ اس مفہوم کا مضاف الیہ وصف نبوت ہے زمانہ نبوت نہیں"۔ یعنی حضور خاتم النبیین مراتب

نبوت کے خاتم ہیں۔ زمانہ نبوت کے خاتم نہیں۔" لہٰذا ان کے بعد بھی نبی پیدا ہو سکتا ہے۔ اسی مفہوم کو کاندھلوی صاحب نے الشہاب الثاقب ص۷۲ پر لکھا ہے۔ پھر اسی کو نانوتوی صاحب ص۳ پر یوں بیان کرتے ہیں۔ "شایانِ شانِ محمدی خاتمیت مرتبی ہے نہ زمانی۔" اسی مضمون کو آگے یوں صراحتًا بیان کیا ہے "غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا۔ بلکہ اگر بالفرض[1] آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔" (تحذیر الناس ص۱۴) اس عبارت کا صریح مطلب یہ ہوا کہ خاتم النبیین کے اگر یہ معنی لیے جائیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں، تو بقول نانوتوی صاحب اس میں یہ خرابی ہے کہ حضور اس صورت میں صرف انہیں انبیاء علیہم السلام کے خاتم ہونگے جو حضور سے پہلے تشریف لا چکے ہیں۔ لیکن اگر خاتم کا وہ معنی تجویز کیا جائے جو نانوتوی صاحب نے بیان کیا ہے کہ حضور بغیر کسی واسطے کے اپنی ذات سے خود بخود نبی ہیں۔ تو اس میں یہ خوبی اور کمال ہے کہ اگر حضور کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو، تو پھر بھی حضور ویسے ہی خاتم النبیین رہیں گے کیونکہ حضور کے زمانے میں جو اور نبی ہونگے وہ بالذات نہیں بالعرض نبی ہونگے یعنی اپنی ذات سے نہیں بلکہ حضور سے ہی فیض حاصل کر کے نبی بنیں گے۔ تو اس طرح خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہیں آئیگا۔

پھر یہی نانوتوی صاحب تحذیر الناس میں لکھتے ہیں۔

۔ ہاں اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا اس ہیچمدان نے عرض کیا ہے

---

[1] محمد ادریس صاحب کاندھلوی نے حاشیہ میں لکھا ہے۔ "یعنی اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں یا آپ کے زمانہ کے بعد بھی کوئی نبی فرض کیا جائے تو بھی خاتمیت محمدیہ میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ کیونکہ خاتم کے لیے بنظر اس کے علو مرتبہ اور اس کی ذات والاصفات کے نہ زمانہ اول ضروری ہے نہ اوسط نہ آخر۔" (کما صرح بہ المفتی عن المدینۃ فی الشہاب الثاقب أخذ من تحذیر الناس)۔

[2] اتصاف ذاتی بوصف نبوت کے معنی اپنی ذات سے خود بخود نبی ہونا۔

تو پھر سوا رسول اللہ صلعم (صلی اللہ علیہ وسلم) اور کسی کو افراد مقصود بالخلق[1] میں سے مماثل نبوی[2] (صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی[3] ہی پر آپ کی افضلیت ثابت نہ ہوگی۔ افراد مقدرہ[4] پر بھی آپ کی افضلیت ثابت ہو جائے گی۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا۔ چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔ (تحذیر الناس طبع اول ص۲۸، طبع ثانی ص۲۵)۔

اب اس عبارت سراپا شرارت کا صاف صریح مطلب یہی ہوا کہ اگر خاتم النبیین کے یہ معنی لیے جائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باعتبار زمانے کے سب سے پچھلے نبی ہیں (جیسا کہ تمام امت کا قطعی اجماعی عقیدہ ہے) تو اس میں یہ خرابی ہے۔ کہ حضور کا صرف انہی انبیاء علیہم السلام میں بے مثل ہونا ثابت ہوگا جو دنیا میں پیدا ہو چکے ہیں۔ لیکن اگر خاتم النبیین کے وہ معنی مُراد لیے جائیں جو خود ہیں (نانوتوی صاحب) نے بیان کیے کہ حضور بغیر کسی دوسرے نبی کے واسطے کے اپنی ذات سے خود بخود نبی ہیں۔ تو اس میں یہ خوبی ہے کہ جو نبی پیدا نہیں ہوئے اور حضور کے بعد ان کا پیدا ہونا مقدر ہے ان سے بھی حضور کا افضل ہونا ثابت ہو جائیگا۔ اور خاتمیت محمدی میں بھی کوئی فرق نہیں آئیگا۔ کیونکہ حضور کے زمانے کے بعد جو نبی پیدا ہوں گے وہ سب کے سب اپنی ذات سے نہیں بلکہ حضور کے واسطہ اور حضورؐ ہی کے فیض سے نبی ہونگے۔ پھر اسی مفہوم کو تحذیر الناس میں آگے یوں بیان کیا ہے "اور انبیاء میں جو کچھ ہے۔ وہ ظل اور عکس محمدی ہے۔ کوئی کمال ذاتی نہیں۔ (تحذیر الناس ص۲۹)۔

آگے لکھا ہے "اس صورت میں اگر اصل و ظل میں تساوی بھی ہو تو کچھ حرج نہیں کیونکہ افضلیت

---

[1] ۔ افراد مقصود بالخلق وہ لوگ جن کا پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کو مقصود ہے۔

[2] ۔ مماثل نبوی کا معنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل۔ [3] انبیاء کے افراد خارجی سے مُراد وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جو دنیا میں تشریف لا چکے۔ [4] انبیاء کے افراد مقدرہ سے مراد وہ نبی جو دنیا میں پیدا تو نہیں ہوئے لیکن ان کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہونا مقدر ہے۔

بوجہ اصلیت پھر بھی ادھر رہے گی۔" (تحذیر الناس ص۳)۔

ان دونوں عبارتوں کا صریح مطلب یہی ہے کہ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں یا حضور کے بعد نبی پیدا ہوں تو حضور کی خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آئیگا کیونکہ وہ نبی حضور ہی کا ظل اور عکس ہوں گے۔ بلکہ اگر اصل اور ظل میں تساوی بھی ہو یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی خاتم النبیین اور وہ بھی خاتم النبیین ہوں تو بھی کچھ حرج نہیں کیونکہ بوجہ اصلی اور ذاتی نبی ہونے کے افضلیت پھر حضور کے لیے ہی ہوگی۔ چنانچہ آگے اور صاف لکھ دیا "اب خلاصہ دلائل بھی سنیئے کہ در بارہ وصف نبوت فقط اس زمین کے انبیاء علیہم السلام ہمارے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح مستفید ومستفیض نہیں" جیسے آفتاب سے قمر وکواکب بلکہ اور زمینوں کے خاتم النبیین بھی آپ سے اسی طرح مستفید ومستفیض ہیں، یعنی ساتوں زمینوں میں سات خاتم النبیین ہیں۔ مگر چونکہ باقی زمینوں کے خاتم ہمارے حضور علیہ السلام ہی سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ جیسے چاند اور ستارے سورج سے اس لیے حضور کی خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آئیگا (تحذیر الناس ص۳)

مزید لکھا ہے: "(جیسے) انور قمر نور آفتاب سے مستفید ہے ایسے ہی بعد لحاظ مضامین مسطورۂ فرق مراتب انبیاء کو دیکھ کر یہ سمجھیں کہ کمالات انبیاء سابق اور انبیاء ماتحت کمالات محمدی سے مستفاد ہیں" (تحذیر الناس ص۳) ناظرین کرام ذرا اس پر غور فرمائیں کہ انبیاء سابق تو وہ ہوئے جو حضور سے پہلے گذر چکے یہ انبیاء ماتحت کون سے ہوئے۔ وہی جن کا آنا حضور علیہ السلام کے زمانے میں اور حضور کے بعد پیدا ہونا جائز مانا ہوا ہے۔ ان صریح اور واضح ترین عبارات کو پیش نظر رکھ کر اب آپ ہی انصاف سے فیصلہ فرمائیں کہ اعلیٰحضرت امام اہلسنت مجدد دین وملت مولانا شاہ محمد احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ نے نانوتوی صاحب پر کیا زیادتی کی ہے؟ کونسا افترا کیا ہے؟ کیا نانوتوی صاحب نے ان عبارات میں، مولوی حسین احمد ٹانڈوی، مرتضیٰ حسن دربھنگی، عبدالشکور کاکوروی اور محمد منظور سنبھلی وغیرہ کے لیے تاویل کی کوئی گنجائش باقی چھوڑی ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ نانوتوی صاحب نے ان عبارات خبیثہ میں حضور پرنور شافع یوم النشور سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے پچھلے نبی ہونے کی صریح تکذیب کی ہے۔ حالانکہ حضور کا خاتم النبیین یعنی آخر الانبیاء ہونا، وہ ضروری دینی عقیدہ ہے۔ جسکا انکار صریح کفر ہے کامر اور خود اپنی ذاتی رائے سے ختم نبوت کے لیے

معنی گھڑے ہیں جن سے قیامت تک ہزاروں لاکھوں جدید نبیوں کے لیے بروزی، عرضی، ظلی، عکسی کی اختراعی اصطلاح کی آڑ میں نبوت کا دروازہ کھول دیا۔

سلہ (۱) نانوتوی صاحب نے انبیاء کے افراد مقدرہ بتلائے تو مرزا صاحب نے انبیاء کے افراد مقدرہ میں سے خود کو گنوا دیا۔

(۲) نانوتوی صاحب نے دیگر انبیاء کی نبوت کو بالعرض کہا تو مرزائے قادیان بھی اپنی نبوت کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فیض، خود کو حضور کا غلام اور ظلی بروزی نبوت کا حامل لکھتا رہا۔

(۳) نانوتوی صاحب نے خاتمیت زمانی کو غیر اہل فہم کا خیال ٹھہرایا تو مرزا صاحب نے تصدیق کر دی۔

(۴) نانوتوی صاحب نے لکھا کہ خاتمیت زمانی کو کمالات نبوت میں کوئی دخل نہیں تو مرزا جی نے تائید کر دی۔

(۵) نانوتوی صاحب نے کہا کہ زیر بحث آیۃ (وخاتم النبیین) میں جدید مدعیان نبوت کے سد باب کا کوئی موقع دخل نہیں ہے تو مرزا جی نے پھڑک کر کہا چشم ما روشن دل ما شاد۔

(۶) نانوتوی صاحب نے خدا اور رسول کی بتائی ہوئی خاتمیت زمانی کو ٹھکرا کر خاتمیت مرتبی تراشی تو مرزا صاحب نے اسے بسر و چشم لے کر قبول کیا۔

(۷) نانوتوی صاحب نے جس طرح مصرعہ کہا کہ حضور کے بعد ہزاروں نبی آ سکتے ہیں تو مرزا صاحب نے پیوند لگا دیا کہ میں بھی ان آنے والوں میں سے ایک ہوں۔

(۸) نانوتوی صاحب نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد انبیاء کا آنا تجویز کیا تو مرزا جی نے ان کی تجویز کو عملی جامہ پہنا دیا۔

(۹) نانوتوی صاحب نے لکھا کہ حضور کے زمانہ میں کوئی نبی ہو یا بالفرض بعد زمانہ نبوی تجویز کیا جائے تو اس سے خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہیں آئیگا۔ مرزا صاحب پکارے کہ جب بعد زمانہ نبوی اور نبی آنے سے خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہیں آئیگا۔ تو لیجئے ہم خود ہی آ گئے۔

(۱۰) نانوتوی صاحب نے بتایا کہ خاتمیت کا مطلب بتانے میں بڑوں سے غلطی ہو گئی اسی لیے خاتمیت زمانی کی رٹ لگاتے رہے دراصل انہوں نے بے التفاتی برتی اصل مفہوم تک ان کا (خدا اور رسول تک کا)

بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر

چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی بھی نانوتوی صاحب کی طرح حضور کو سید الکل اور افضل الانبیاء ماننے کا دعویٰ کرنے کے باوجود اپنے آپ کو ظلی اور عکسی نبی ظاہر کرتا ہے۔ آگے چل کر ہم اس کی بعض عبارات پیش کریں گے۔

اس موقع پر یہ ضروری بات بھی مجھے عرض کرنی ہے کہ نانوتوی صاحب نے خاتم النبیین کی جو من گھڑت تفسیر بلکہ تحریف کی ہے، وہ تفسیر بالرائے ہے۔ اور خود نانوتوی کو بھی تسلیم ہے کہ اس سے پہلے کسی نے یہ معنی بیان نہیں کیے۔ وہ خود لکھتے ہیں۔

" یہ بات کہ بڑوں کی تاویل کو نہ مانیئے تو اُن کی تحقیر نعوذ باللہ لازم آئیگی یہ انہی لوگوں کے خیال میں آسکتی ہے، جو بڑوں کی بات فقط ازراہِ بے ادبی نہیں مانا کرتے ایسے لوگ اگر ایسا سمجھیں تو بجا ہے المرء یقیس علی نفسہ اپنا یہ وتیرہ نہیں۔ نقصان شان اور چیز ہے۔ اور خطا و نسیان اور چیز، اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا فرق آگیا اور کسی طفلِ نادان نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا"

؎ گاہ باشد کہ کودک ناداں از غلط بر ہدف زند تیرے

(تحذیر الناس ص ۲۴)

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ نانوتوی کو یہ تسلیم ہے کہ تیرہ سو برس سے آج تک کسی عالم کسی مفسر، کسی متکلم، کسی محدث، کسی امام کسی تابعی کسی صحابی نے حتیٰ کہ خود حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیۂ خاتم النبیین کے وہ معنی ہرگز ہرگز نہیں بتائے جو بقول کودک نادان نانوتوی صاحب نے گھڑے ہیں۔ سبھوں سے غلطی کی وہ بھول گئے مگر اس خطا و نسیان سے اُن کی شان میں کوئی کمی نہیں آئی اور میرا مرتبہ کچھ بڑھ نہیں گیا۔ کم التفاتی کی وجہ سے بڑوں (ائمہ دین، تابعین، صحابہ کرام، بلکہ حضور علیہ ال

پچھلے صفحے کا حاشیہ۔

ذہن نہیں پہنچ سکا۔ اور میرے جیسے کودک نادان نے غور و فکر کر کے اصل مفہوم بتایا اور ٹھکانے کی بات کہی ہے (یعنی خاتمیت زمانی) تو مرزا صاحب مارے خوشی کے اُچھل کر بولے:- ؎

آپ کا فرمان ہمارا دین و ایمان ہو گیا۔ (اختر شاہجہان پوری)

کا فہم اس مضمون تک نہیں پہنچا۔ نانوتوی صاحب نے خود یہ اعتراف بھی کیا ہے کہ تفسیر بالرائے کرنے والا کافر ہے۔ چنانچہ لکھا ہے "اب یہ گزارش ہے کہ ہر چند آیت اللّٰہ الذی خلق سبع سمٰوٰت کی یہ تفسیر (کہ ہر زمین میں ایک خاتم النبیین ہے) کسی اور نے نہ لکھی ہو پر جیسے مفسران متاخر نے مفسران متقدم کا خلاف کیا ہے میں نے بھی ایک نئی بات کہدی تو کیا ہوا معنی مطابق آیت اگر اس احتمال پر منطبق نہ ہوں تو البتہ گنجائش تکفیر ہے اور یوں کہہ سکتے ہیں کہ موافق حدیث مَنْ فَسَّرَ الْقُرْاٰنَ بِرَاْیِهٖ فَقَدْ کَفَرَ ۔

ترجمہ: جو شخص قرآن کریم کی تفسیر اپنی رائے سے کرے، پس تحقیق وہ کافر ہو گیا۔ (تحذیر الناس ص ۳۶)

پھر آگے لکھا ہے "جب کوئی دلیل ہے نہ قرینہ تو پھر ترجیح لبعض الاحتمالات محض اپنی عقل نارسا کا ڈھکوسلا ہے۔ اور اس کو تفسیر بالرائے یعنی تفسیر بالہوٰی اور تفسیر من عند نفسہٖ کہہ سکتے ہیں (تحذیر الناس ص ۳۷)

اس عبارت کا صاف مطلب یہ ہوا کہ بغیر دلیل (کتاب و سنت اور لغت عرب) اور بغیر کسی قرینہ (سابقہ یا لاحقہ) متضمن لغت عرب اور محاورات عرب اور عرف قرآن مجید کے خلاف محض عرف فلسفہ و منطق کی بنا پر اپنی ذاتی رائے سے بیان کیا جائے وہ محض عقل نارسا کا ڈھکوسلا ہے۔" نیز یہ امر بھی نانوتوی صاحب کی عبارت سے واضح ہوا کہ تفسیر بالرائے تفسیر بالہوٰی اور تفسیر من عند نفسہٖ ایک ہی چیز ہے۔ اب دیوبندیوں کے مشہور علامہ انور شاہ کشمیری کی سنیئے اور جناب نانوتوی صاحب کے متعلق خود ہی فیصلہ کیجئے کہ وہ کیا ہیں؟

نانوتوی انور شاہ کشمیری کی زد میں :-

"وارادۂ ما بالذات و ما بالعرض عرف فلسفہ است نہ عرف قرآن مجید و محاورۂ عرب و در نظم قرآن ہیچ گونہ ایماء و دلالت بران۔ پس اضافۂ استفادہ نبوت زیادت است بر قرآن بمحض اتباع ھوٰی" (رسالہ خاتم النبیین ص ۳۰) یعنی ما بالذات اور ما بالعرض کا ارادہ (جیسا نانوتوی صاحب نے بیان کیا ہے، عبارت پہلے گزر چکی ہے) عرف فلسفہ ہے۔ عرف قرآن مجید اور محاورہ عرب نہیں ہے اور نظم قرآن کو اس معنی کی طرف کوئی اشارہ نہیں ہے۔ اور نہ نظم قرآن اس پر دلالت کرتی ہے۔ پس اضافہ و استفادہ نبوت محض اتباع ھوٰی کی وجہ سے قرآن پر زیادتی ہے۔" استفادہ نبوت[1] کا قول بھی نانوتوی صاحب کا بیان کردہ معنی ہے، عبارات بلفظہٖ پہلے منقول ہو چکی ہے۔ اضافہ استفادہ نبوت اتباع ھوٰی ہے۔ اور اتباع ھوٰی تفسیر بالرائے ہے۔ اور تفسیر بالرائے کرنے والا کافر ہے چونکہ یہ سب مقدمات نانوتوی اور انور شاہ دیوبندی کے مسلم ہیں۔ اس لیے نتیجہ قطعی ہے۔

---

[1] حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں

اور لیجیے یہی انور شاہ کشمیری اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں: "واما الختم بمعنی استمداد ما بالعرض الی ما بالذات فلا یجوز ان یکون ظهر هذه الآیة لان هذا المعنی لا یعرفه الا اهل المعقول والفلسفة والتنزیل نازل علی متفاهم لغة العرب لا علی لذهنیات المخرجته" (عقیدۃ الاسلام ص۲۵۶)

یعنی نبوت کی یہ تقسیم کہ حضور علیہ السلام بالذات نبی ہیں اور باقی انبیاء بالعرض حضور کی نبوت اصلی ہے اور باقی انبیاء کی عکسی اور ظلی یہ خالص مرزائی نظریہ کی تائید ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطے سے تمام نعمتوں اور کمالات کے ملنے کا یہ معنی نہیں ہے، کہ جس کو حضور علیہ السلام سے کوئی کمال ملا ہو، اُس کو معاذ اللہ نبی کہا جائے۔ کمالاتِ نبوت اور کمالاتِ رسالت کا حصول اولیاء اللہ کے لیے ثابت ہے۔ اور یہ سب حضور ہی کے اتباع کی برکت سے حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن ان کمالات کے حاصل کرنے والوں کو نبی نہیں کہا جاتا ہے۔ قادیانیوں اور اُن کے ہمنواؤں کا یہ استدلال سراسر باطل ہے کہ جو شخص فنا فی الرسول ہو۔ اور حضور کی کمال اطاعت واتباع کا مقام حاصل ہو۔ سلہ اُس کو نبی کہ سکتا ہے

بقیہ پچھلے صفحہ کا حاشیہ

ترجمانِ وہابیت مولوی منظور سنبھلی لکھتا ہے "تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت کے متعلق تو کہا جاسکتا ہے کہ وُہ حضرت خاتم الانبیاء کی نبوت سے مستفاد ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جاکر یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے" (فیصلہ کن مناظرہ ص۴۵) اب دیوبندی ہی بتائیں کہ بقول مولوی انور شاہ کشمیری استفادہ نبوت کا قول اتباع ہوٰی ہوا یا نہیں؟ اور بقول نانوتوی تفسیر بالرائے اور تفسیر بالھوٰی ایک ہی چیز ہے یا نہیں؟ پس نتیجہ ظاہر ہے کہ نانوتوی کی تفسیر خاتم النبیین محض اتباع ھوٰی ہے۔ تفسیر بالرائے ہے۔ اور تفسیر بالرائے خود نانوتوی صاحب کے نزدیک بھی کفر ہے۔ علامہ انور شاہ نے اگرچہ صراحۃً نانوتوی صاحب کا نام نہیں لیا مگر خاتم النبیین اور عقیدۃ الاسلام کی ان عبارتوں سے صریح طور پر تحذیر الناس کی عبارات کفریہ کا رد کیا ہے۔ کما لا یخفیٰ علی العارف الفطین۔

سلہ ـ مرزائی حضرات اور اُن کے ہمنواؤں کے اس کلیہ کی رُو سے تو صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو نہ صرف نبی بلکہ خدا ماننا ضروری ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اُن حضرات سے بڑھ کر فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

سکتے ہیں، اور اس سے حضور کی ختم نبوت میں کچھ فرق نہیں آتا، کیونکہ تمام کمالات کا اصل حضور ہی ہیں۔ اور فنا فی الرسول کے کمالات ظلی اور عکسی طور پر ہیں اگر اس استدلال کی رو سے فنا فی الرسول کو نبی اور رسول کہہ سکتے ہیں تو کیا جس شخص کو فنا فی اللہ کا مقام حاصل ہوا سے اللہ کہا جائیگا (العیاذ باللہ تعالےٰ)۔

مولوی حسین احمد صاحب اور عبارات تحذیر الناس

مشہور کانگرسی مولوی مشتق عن المدینہ یعنی صدر دیوبند۔ مولوی حسین احمد ٹانڈوی نے مولوی قاسم نانوتوی کی تحذیر الناس والی عبارات کے متعلق اپنے مشہور گالی نامہ "الشہاب الثاقب" کے ۷ صفحات تو سیاہ کیے ہیں، جس میں ادھر نانوتوی کی دل کھول کر تعریف کا خطبہ دیا اور ادھر امام اہلسنت اعلٰحضرت قدس سرہ کو خوب گالیاں بھی دیں، پھر تحذیر الناس کے مختلف اوراق سے کچھ عبارات بھی پیش کر دیں، اور اپنی فرضی علمیت و قابلیت کی ڈینگیں بھی ماریں۔ لیکن اعلیٰ حضرت نے جن عبارات تحذیر الناس پر مواخذہ فرمایا اور علمائے عرب و عجم نے جن پر حکم کفر لگایا تھا، نہ تو ان عبارات کو ان ۷ صفحات میں نقل کیا، نہ ان کی ایسی تشریح کی جس سے وہ کفری معنی سے پھر جائیں، نہ ان کی ایسی تاویل

پچھلے صفحہ کا حاشیہ

کون ہے؟ نیز ان بزرگوں کے کمالات عالیہ میں شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں، اس کے باوجود وہ حضرات قدسی صفات بھی نبی نہ ہوئے تو اور کوئی کس کھیت کی مولی ہے؟

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں۔

یا علی! اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی وَلٰکِنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔	اے علی! تیری میرے ساتھ وہ نسبت ہے جو حضرت ہارون کو موسیٰ علیہ السلام کیساتھ تھی، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں بنایا جائیگا۔

جب حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ جیسا کامل الولایت شخص حضور علیہ السلام کے بعد نبی نہیں ہو سکتا اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے ملہم کامل اَلَّذِیْ وَافَقَ رَأْیُہٗ بِالْوَحْیِ وَالْکِتَابِ کو فرما دیا گیا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی بنایا جاتا تو عُمَرُ بْنُ الْخَطَّاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نبی ہوتے۔

پیش کیں، جن سے اُن کا مفہوم تعلیمات اسلامیہ کے موافق ہو جاتا جب مصنف "شہاب ثاقب" کو نانوتوی صاحب کی حمایت ہی مقصود تھی تو چاہیئے تھا کہ تحذیر الناس کی اصل عبارات متنازع فیہا کو بلفظہٖ نقل کرتے اور اُن سے کفری الزام کو اٹھاتے اور دلائل شرعیہ کی روشنی میں اُن عبارات کا صحیح اور بے غبار ہونا ثابت کرتے اور اپنے مخالفین کو بھی نانوتوی صاحب کا حجۃ اللہ علی العٰلمین اور مرکز دائرہ التحقیق والتدقیق وغیرہ ہونا باور کراتے۔ مگر اِدھر تو مصنف میں یہ دلیری اور جرأت نہیں تھی اور اُدھر اُن عبارات تحذیر الناس میں ایسی گنجائش اور صلاحیت ہی نہیں کہ اُن کی کوئی صحیح تاویل ہو سکے۔ اس لیے صدر دیوبند نے یہی مصلحت سمجھی کہ ان عبارات کو نقل ہی نہ کیا جائے۔ ہاں عوام کو قابو میں رکھنے کے لیے تو صفحے محض سخن پروری اور لغویات سے بھر دیئے گویا اپنے اس عمل سے اعتراف کر لیا کہ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے مواخذات لاجواب ہیں۔ کاش! دیوبندی فرقہ کا یہ مایۂ ناز سپوت تحذیر الناس کی ہر سہ کفری عبارات کو بلفظہٖ نقل کرتا۔ تو ہر شخص اُس کی نقل کردہ عبارات کو اعلیٰ حضرت کی نقل کردہ عبارات سے ملا کر صحیح نقل کرتا، مطابقت دیکھتا، پھر خود فیصلہ کر لیتا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے ان عبارات کو بعینہٖ و بلفظہٖ بالکل مطابق اصل اور موافق نقل شہاب ثاقب نقل فرمایا ہے یا نہیں؟ پھر قارئین پر مصنف شہاب ثاقب" کا اس کو صریح کذب و افتراء کہنے کی حقیقت واضح ہو جاتی۔ اس صورت میں وہ ایک بھی نازیبا کلمہ اعلیٰحضرت کی شان کے خلاف نہیں لکھ سکتے تھے۔ اور یوں منہ بھر کر گالیاں نہیں دے سکتے تھے ممکن ہے کہ مصنف نے تحذیر الناس کی کفریہ عبارات کو اس لیے شہاب ثاقب میں نقل نہ کیا ہو۔ کہ اگر ان عبارات کو بلفظہٖ نقل کر دیا۔ اور وہ عبارات اُردو زبان میں ہیں۔ اور تحذیر الناس اُردو خوانوں کے لیے ہی لکھی گئی ہے۔ لہٰذا ہر اُردو جاننے والا جب ان عبارات کو دیکھے گا۔ تو اُن کے معنی کفری پر مطلع ہو جائیگا۔ اور اعلیٰحضرت کے فتویٰ تکفیر کی تصدیق کے لیے اُس کا ایمان اُس کو مجبور کریگا۔ اور نانوتوی صاحب کا کفر آشکارا ہو جائیگا۔ ہم نے اس مقالہ میں ہر سہ کفری عبارات نانوتوی صاحب کو بلفظہٖ نقل کر کے اُن کی توضیح کر دی ہے۔ اور ثابت کر دیا ہے کہ اعلیٰحضرت کا فتویٰ بالکل برحق ہے۔ اور حسین احمد صاحب اور دیگر علمائے دیوبند کا یہ کہنا کہ عبارات میں قطع و برید کر کے یا سیاق و سباق کو حذف کر کے اعلیٰحضرت نے کفر ثابت کیا ہے۔ سراسر افتراء و بہتان ہے۔ مصنف "الشہاب الثاقب" مولوی حسین احمد صاحب جو اعلیٰحضرت کو مفتری اور کذاب کہنے والے ہیں یہی جب تحذیر الناس کی کفریہ عبارات کا کوئی جواب نہ دے سکے تو اپنی عاجزی اور مجبوری پر پردہ ڈالنے کے لیے دوسرا طریقہ اختیار کر کے کہتے ہیں۔ "حضرت

مولانا صاف طور سے تحریر فرما رہے ہیں کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونیکا منکر ہو اور یہ کہے کہ آپ کا زمانہ سب انبیاء کے زمانہ کے بعد نہیں، بلکہ آپ کے بعد اور کوئی نبی آسکتا ہے

"تو وہ کافر ہے"۔ (شہاب ثاقب ص۸۹)۔

اقول کیا ٹانڈوی صاحب کا یہ صریح کذب اور جیتا جاگتا جھوٹ نہیں کہ مذکورہ **بالا** تحذیر الناس کی عبارت ہے مصنف شہاب ثاقب تو مر کر مٹی میں مل گئے ان کا کوئی پیرو بتائے کہ فلاں صفحہ پر یہ عبارت بلفظہ تحذیر الناس میں موجود ہے، اور اگر اس سے ہم قطع نظر بھی کرلیں اور تسلیم بھی کرلیں کہ یہ عبارت تحذیر الناس میں بلفظہ تو نہیں معنًا موجود ہے تو بھی یہ عبارت ہمارے خلاف نہیں، اور اس میں خود اپنے اوپر کفر کا فتویٰ دے کر اپنی ہر سہ کفری عبارات ص۳، ص۱۴ اور ص۲۸ کو کفریہ قرار دے دیا، دیوبندی حضرات بتائیں کہ کسی کافر کا محض اقرار کفر اس کو مسلمان ثابت کرسکتا ہے؟ اگر اس عبارت کو نانوتوی صاحب کی عبارت تسلیم کرلیا جائے تو اس میں بقول حسین احمد صاحب، نانوتوی صاحب نے خاتم النبیین یعنی آخر النبیین کا انکار کرنے اور آپ کا زمانہ سب انبیاء کے زمانے کے بعد نہ ماننے اور آپ کے بعد اور کوئی نبی کے آسکنے کو کفر قرار دیا اور خود تحذیر الناس کے ص۳ پر خاتم النبیین کو آخر النبیین کے معنی میں لینے کو خیال عوام قرار دے کر انکار کیا اور اسی طرح آپ کے زمانہ کو انبیاء کے زمانے کے بعد ماننے کو خیال عوام ٹھہرا کر اس کا انکار کیا، اور اسی طرح ص۱۴، ص۲۸ کی عبارتوں میں آپ کے بعد اور کوئی نبی آسکنے کی تصریح کر کے خود اپنے اوپر کفر کا حکم دیا تو یہ عبارت اپنے ہی کافر ہونیکی اقبالی ڈگری ہوئی لہٰذا مصنف شہاب ثاقب نے اس عبارت کو پیش کر کے بیچارے نانوتوی صاحب کی حمایت نہیں کی، بلکہ ان کے کفر کو مزید مستحکم کردیا ہے۔ گویا (مصرعہ) ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو؟ اگر کوئی کافر و مرتد اپنے کفریات سے توبہ نہ کرے بلکہ عوام کو دھوکا دینے کے لیے یہ بھی کہتا رہے کہ میں ان کفریات کو کفر سمجھتا ہوں، تو کیا اس سے اس کا بری ہونا ثابت ہوجاتا ہے، اگر نانوتوی صاحب اور ان کے مریدین فی الواقع حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آخر الانبیاء تسلیم کرتے ہیں، تو انہیں تحذیر الناس کی ص۳، ص۱۴، ص۲۸ کی عبارات کفریہ سے کھلے طور پر توبہ کرنی چاہیے تھی۔ اس کے برعکس ان صریح کفریات کو تو ایمان ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اپنا دینی بھرم رکھنے کی غرض سے لوگوں کے سامنے یہ کہتے ہیں، کہ ہم حضور کو آخری نبی مانتے ہیں، اور منکر کو کافر جانتے ہیں جیسے کوئی بت پرست شب و روز بت پرستی میں گرفتار رہے اور یہ اعلان بھی کرتا رہے کہ میں بت پرستی کو کفر سمجھتا ہوں۔ مجھ پر خواہ مخواہ بت پرستی کی تہمت لگائی جاتی ہے۔

تحذیر الناس اور دیوبندی مناظر مولوی محمد منظور صاحب سنبھلی

مولوی محمد منظور اللہ صاحب سنبھلی "فیصلہ کن مناظرہ" میں لکھتے ہیں کہ "اس فتویٰ کے غلط اور محض تلبیس و فریب ہونے کے چند وجوہ ہیں۔

پہلی وجہ:۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اس جگہ تحذیر الناس کی عبارت نقل کرنے میں نہایت افسوسناک تحریف سے کام لیا ہے۔ جس کے بعد کسی طرح اس کو تحذیر الناس کی عبارت نہیں کہا جا سکتا۔ اصل حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ عبارت تحذیر الناس کے تین مختلف صفحات کے متفرق فقروں سے جوڑ کر بنائی گئی... خانصاحب موصوف نے فقروں کی ترتیب بھی بدل دی ہے۔ اس طرح کہ پہلے ص۱۴ کا فقرہ لکھا ہے اس کے بعد ص۲۸ کا پھر صفحہ ۳ کا خانصاحب کے اس ترتیب بدل دینے کا یہ اثر ہوا کہ تحذیر الناس کے تینوں فقروں کو اگر علیحدہ علیحدہ اپنی اپنی جگہ پر دیکھا جائے تو کسی کو انکار ختم نبوت کا وہم بھی نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہاں انہوں نے جس طرح تحذیر الناس کی عبارت نقل کی ہے اس سے صاف ختم نبوت کا انکار مفہوم ہوتا ہے؟!

جواب:۔ دیوبندی مناظر کا اعلیٰحضرت کی طرف تلبیس و فریب کی نسبت کرنا اپنے کفریات پر پردہ ڈالنے کے لیے ہے۔ اعلیٰحضرت نے تینوں عبارتیں بلفظہٖ نقل کی ہیں۔ کسی عبارت میں اپنی طرف سے ایک لفظ کی بھی کمی بیشی نہیں کی۔ اور ان عبارات پر جو حکم کفر لگایا ہے۔ وہ بھی بالکل درست ہے۔ جس کا اعتراف مذکورہ بالا عبارات میں خود مولوی منظور صاحب کو بھی کرنا پڑا ہے۔ وکیل دیوبند کا کہنا کہ تحذیر الناس کے تینوں فقروں کو علیحدہ علیحدہ اپنی اپنی جگہ پر دیکھا جائے تو کسی کو انکار ختم نبوت کا وہم بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ دعویٰ سراسر باطل ہے۔ پہلے ہم تفصیل سے بیان کر چکے ہیں کہ تحذیر الناس کی یہ تینوں عبارتیں اپنی اپنی جگہ مستقل کفر ہیں۔ ان کی تقدیم و تاخیر سے نانوتوی صاحب کے کفر میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور یہ عبارت منقولہ جن کو مولوی منظور صاحب ناکمل فقرے کہہ کر مغالطہ دینا چاہتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک عبارت کلام تام ہے۔

دُوسری وجہ:۔ اور دُوسری دلیل سنبھلی صاحب نے یہ پیش کی ہے۔ کہ خانصاحب نے عبارت تحذیر الناس کے عربی ترجمہ میں ایک افسوسناک خیانت یہ کی ہے۔ کہ تحذیر ص ۳ کی عبارت اس طرح تھی۔

" مگر اہلِ فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں"۔

ظاہر ہے کہ اس میں صرف فضیلت بالذات کی نفی کی گئی ہے جو بطور مفہوم مخالف فضیلت بالعرض کے ثبوت کو مستلزم ہے۔ مگر خانصاحب نے اس کا عربی ترجمہ اس طرح کر دیا: "مع انہ لا فضل فیہ اصلاً عند اھل الفھم" جس کا یہ مطلب ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے میں اہلِ فہم کے نزدیک بالکل فضیلت نہیں، اور اس میں ہر قسم کی فضیلت کی نفی ہو گئی اور ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے (ملخصاً)۔

جواب:۔ اس دیوبندی وکیل نے اعلیٰحضرت پر تو یہ الزام لگایا کہ انہوں نے عبارات میں قطع و برید کی ہے اور سیاق و سباق نقل نہیں کیا ہے۔ مگر اس دُوسری وجہ میں خود سنبھلی صاحب نے بدترین خیانت کا مظاہرہ کیا ہے اور تحذیر الناس کی صرف ایک سطر نقل کر کے بالذات کی آڑ میں یہ ثابت کرنے کی سعی کی ہے کہ بطور مفہوم مخالف یہ ثابت ہوتا ہے کہ نانوتوی صاحب فضیلت بالعرض کے قائل ہیں۔ جناب سنبھلی صاحب نانوتوی صاحب کے نزدیک خاتم بمعنی آخری نبی ماننا جاہلوں کا خیال ہے اس سے خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہوتا ہے۔ اس وصف کو فضائل میں کچھ دخل نہیں۔ چنانچہ نانوتوی کی اصل عبارت ص ۳ ہم ناظرین با انصاف کی خدمت میں بلفظہٖ نقل کرتے ہیں۔ "بعد حمد و صلوٰۃ کے قبل عرض جواب یہ گذارش ہے کہ اوّل معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں، تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم[1] کا خاتم ہونا بایں معنی ہے۔ کہ آپ کا زمانہ انبیائے سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہلِ فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر اس وصف کو اوصافِ مدح میں سے نہ کہیے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے۔ مگر میں جانتا

---

[1] صلعم وغیرہ لکھنا شرعاً ناجائز انبیائے کرام کی شان میں تخفیف اور سخت محرومی ہے۔

ہوں کہ اہلِ اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی۔ کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے، آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ و حسب و نسب و سکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے جو اس کو ذکر کیا اوروں کو ذکر نہ کیا، دوسرے رسول اللہ صلعم کی جانب نقصانِ قدر کا احتمال کیونکہ اہلِ کمال کے کمالات کا ذکر کیا کرتے ہیں۔ اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کرتے ہیں۔

(تحذیر الناس مطبوعہ مطبع قاسمی دیوبند۔ یوپی ص۳)۔

عبارت مذکورہ تحذیر الناس کو ملاحظہ فرمائیں کہ اس میں مندرجہ ذیل کفریات ہیں۔ (۱) خاتم النبیین کا جو معنی تفاسیر، احادیث اور اجماع امت سے ثابت ہو چکا ہے کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں، اسے عوام جاہلوں کا خیال بتانا (۲) خاتم النبیین بمعنی آخری نبی بتانے والوں کو نافہم ٹھہرانا۔ (۳) تمام امت بلکہ معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عوام اور نافہم کہنا نیز مخالفین معنی تفسیر و حدیث و اجماع کو اہلِ فہم بتانا (۴) خاتم بمعنی آخر کو اوصافِ مدح سے نہ ماننا (۵) تاخر زمانی کو ان اوصاف میں داخل کرنا جن کو بزعم نانوتوی صاحب نبوت اور فضائل میں کچھ دخل نہیں۔ کاش! سنبھلی صاحب تحذیر الناس کے ص۳ کی اس عبارت کو پیش نظر رکھتے "آخر اس وصف میں (یعنی تاخر زمانی) اور قد و قامت و شکل و رنگ و حسب و نسب و سکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو نبوت اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے" تو ان کو یہ بات ماننی پڑتی کہ نانوتوی کے نزدیک تاخر زمانی (بالذات یا بالعرض) کو فضائل میں کچھ دخل نہیں جس کا صاف مطلب وہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے میں اہلِ فہم کے نزدیک بالکل فضیلت نہیں، فضائل میں کچھ دخل نہیں اور بالکل فضیلت نہیں میں کیا فرق ہے! پس سنبھلی صاحب کا نانوتوی صاحب کی عبارت سے وہ فرضی مفہوم اصل عبارت کے خلاف تراشنا کہاں کی دیانت داری ہے! عبارت تحذیر الناس پر باقی مواخذات ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ فلا نعیدھا۔

تیسری وجہ مولوی منظور سنبھلی نے اعلیٰحضرت کے فتویٰ کے خلاف یہ لکھی ہے۔

"تیسری وجہ اور تیسری دلیل ہمارے اس خیال کی یہ ہے۔ کہ تحذیر الناس کے جو فقرے مصنف صاحب نے اس موقع پر نقل کیے ہیں ان کا ماسبق اور مالحق حذف کر دیا ہے۔"

جواب :- سنبھلی صاحب کا یہ خیال خام ہے۔ ہم اس سے پہلے نانوتوی کی ان ہر سہ عبارات کا سابق اور لاحق بلفظہٖ نقل کر کے ثابت کر چکے ہیں کہ ان عبارات کا سیاق وسباق اعلیٰحضرت کے فتویٰ کی تائید کرتا ہے۔ سابق اور لاحق کا بیان نانوتوی کو کفر سے نہیں بچاتا، جیسا کہ تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے۔

چوتھی وجہ میں سنبھلی صاحب نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، کہ نانوتوی ختم زمانی کا قائل ہے اور تصانیف نانوتوی صاحب کی دس عبارتیں پیش کی ہیں جن سے اپنے دعویٰ کی تائید کی ہے سنبھلی اور اس کے ہم مشرب دیوبندیوں سے ہم دریافت کرتے ہیں، کہ اگر کوئی ختم نبوت کا صراحۃً انکار کرے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ، تابعین تبع تابعین اور تیرہ سو سال کے اجماعی معنی کو عوام اور نافہموں کا خیال بتاتے اور یہ کہے کہ تاخر زمانی کو فضیلت نبوی میں کوئی دخل نہیں اور اگر خاتم الانبیاء کا معنی آخر الانبیاء زمانے کے اعتبار سے لیا جائے تو اللہ تعالیٰ کا کلام بے ربط ہو جاتا ہے۔ خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب نقصانِ قدر کا احتمال ہوتا ہے۔ کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں، اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کرتے ہیں۔

اگر بقول سنبھلی صاحب پیش کردہ عبارات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نانوتوی صاحب ختم زمانی کو مانتے ہیں تو نانوتوی صاحب ص۳ کی عبارت میں تصریح کر چکے ہیں، کہ اگر خاتم کو آخر کے معنی میں لیا جائے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شمار ایسے ویسے لوگوں میں ہوتا ہے۔ (یہ ایسے ویسے کا لفظ اہل فہم کے مقابلے میں استعمال کیا ہے)" اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور رہتا ہے۔" (ص۱۴) — بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا (ص۲۸) اگر ان صریح کفریات کا قائل اپنے کفر سے توبہ کرے اور ہزار بار یہ اعلان بھی کرتا رہے کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین اور آخر الانبیاء نہ مانے وہ کافر ہے ملحد ہے۔ بے دین ہے تو کیا اس سخن سازی سے اس کا وہ کفر مٹ جائیگا؟ اس صورت میں تو آپ کسی قادیانی کو بھی کافر نہیں کہہ سکیں گے۔

لیجئے میں آپ کے سامنے قادیانیوں کی عبارات پیش کرتا ہوں۔

(۱) امکان نبوت بعد از خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو ثابت کرتے ہوئے قادیانی صاحب لکھتے ہیں: "مولوی قاسم صاحب تحذیر الناس ص۲۸ پر فرماتے ہیں۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی (مذکور بالا

عبارت) پھر نتیجہ نکالتے ہیں۔ پس آنحضرت کا خاتم النبیین ہونا اور آپ کی شریعت کا کامل ہونا کسی طرح سے بھی ظلی نبوت کے دروازوں کو بند نہیں کرتا۔ بلکہ اسکے برعکس پورے طور پر کھول دیتا ہے۔ (تبلیغی ٹریکٹ ختم نبوت مطبوعہ قادیان ص۱۱)

(۲) "اگر یہی معنی جو ہم نے بیان کیے ہیں نہیں ہیں اور ختم النبیین کا معنی نبیوں کے ختم کرنے والا ہے۔ تو یہ نہ کوئی فضیلت کی بات ہے اور نہ کوئی کسی قسم کی خصوصیت حضرت سرورِ کائنات کی ثابت ہوتی ہے کیونکہ آخری نبی ہونا کوئی خوبی کی بات نہیں۔ برخلاف اس کے جو معنی ہم نے پیش کیے ان سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت تمام نبیوں پر ثابت ہے۔ (بحث خاتم النبیین ص۹)

(توضیح) خدارا ذرا ضد اور تعصب کو چھوڑ کر دیانت اور انصاف سے غور فرمایا جائے کہ قادیانی صاحبان کی ان عبارات اور نانوتوی صاحب کی عبارتوں میں کیا فرق ہے؟

(۳) اسی خاتم النبیین کی بحث میں پھر ص۱۹ پر قادیانی نے اپنی تائید میں لکھا ہے۔

"آٹھویں شہادت اس زمانہ کے مولانا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی محدث اعلیٰ مدرسہ دیوبند ضلع سہارنپور اپنی کتاب تحذیر الناس کے متعدد مقامات پر مثلاً صفحہ ۲۸ پر فرماتے ہیں۔ بالفرض اگر بعد زمانہ نبوی ؟ الخ ...... (اجرائے نبوت از ملک عبد الرحمٰن بی۔ اے۔ خادم گجرات مطبوعہ احمدیہ کتبخانہ)۔

(۴) "خاتم" بفتح تاء کے معنی "ختم کرنے والا" کرنا عربی زبان سے سخت جہالت کا ثبوت ہے۔ پھر خاتم الشعراء کی مثال دیکر آخر میں لکھا ہیں اس کے معنی بھی افضل الانبیاء کے ہوئے سنبھلی اور اس کے ہمنوا غور کریں کہاں کے نانوتوی صاحب کہتے ہیں کہ خاتم بمعنی آخر ماننا جاہلوں کا خیال ہے اور خاتم کا معنی ختم ذاتی ہے۔ یعنی آپ سب سے افضل ہیں۔ کیونکہ بالعرض کا قصہ بالذات پر ختم ہو جاتا ہے۔ "فما الفرق بین الدیوبندیہ والقادیانیہ فی ہذا التحریف القرآنی"۔

(۵) جماعت احمدیہ کا یہی عقیدہ کہ حضرت سرورِ کائنات فخرِ دوعالم احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور قرآن مجید آخری اور کامل شریعت ہے۔ اور اب کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو آنحضرت کی نبوت کا تابع نہ ہو۔ (نبوت کی حقیقت احمدیہ کتبخانہ قادیان ص۳)۔

(۶) آنجناب سرورِ کائنات کی ذات کے لیے خاتم النبیین کے یہی معنی و مفہوم شایاں ہیں (نبیوں کی مہر یا افضل الانبیاء) اور جو معنی و مفہوم ہمارے مخالف مولوی صاحبان پیش کرتے ہیں۔ وہ آنجناب

کے شایانِ شان نہیں۔

(۶) "خاتم النبیین" علمائے سنّی کے بالمقابل حکیم خلیل احمد احمدی کی تحریر احمدیہ کتبخانہ قادیان ص۳۳

اب ذرا نانوتوی صاحب کی تحذیر الناس کی طرف بھی رجوع فرمائیں۔ لکھتے ہیں: "شایانِ شان محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتمیت مرتبی ہے نہ زمانی" اب ناظرین باتمکین سے گزارش ہے کہ دیوبندی تو ضد و عناد کی وجہ سے نانوتوی صاحب کی عبارات کفریہ کی مرمّت غلط تعبیر میں کر رہے ہیں۔ مگر اہلِ فہم پر روشن ہے۔ کہ قادیانی اور دیوبندی تحریروں میں کوئی فرق نہیں۔ قادیانی یہ کہتے ہیں کہ ہمارے مخالف مولوی جو معنی خاتم النبیین یعنی آخری نبی زمانا کرتے ہیں وہ آنجناب کے شایانِ شان نہیں اور یہی بانی دیوبند نے کہا ہے کہ خاتمیت زمانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شایانِ شان نہیں۔

(۷) "خاتم النبیین کے معنی ختمِ کمالات۔ ہاں اگر ختم کے معنی ختمِ کمالات لیا جائے یعنی یہ کہا جائے۔ کہ اکمل اور اتم طور پر نبوت کی انتہائی نعمت آپ پر ختم ہے ..... تو ہم کہیں گے کہ بیشک اس معنی سے نبوت آپ پر ختم ہے"۔ (خاتم النبیین کتبخانہ احمدیہ قادیان ص۲۷)۔

(۸) "خاتم النبیین اور آخر الانبیاء کے معانی۔ اگر اس آخری کے یہ معنی ہیں۔ کہ اس کے بعد کوئی نہیں۔ تو صرف تاخر زمانی میں کوئی خوبی نہیں۔ اور نہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شایانِ شان ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری نبی اس معنی سے ہیں کہ اب تمام انعامات جس میں نبوت بھی داخل ہے حاصل کرنے کا آخری ذریعہ آنجناب کی ذات بابرکات ہے" ملخصاً

(خاتم النبیین ص۸ احمدیہ کتبخانہ قادیان)

قادیانی کی یہ تقریر بالکل تحذیر الناس کی ص۳ کی عبارت کا چربہ ہے۔

(۹) "میں ایمان لاتا ہوں اس پر کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہماری کتاب قرآن کریم ہدایت کا وسیلہ ہے ...... اور میں ایمان لاتا ہوں۔ اس بات پر کہ ہمارے رسول آدم کے فرزندوں کے سردار اور رسولوں کے سردار ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ نبیوں کو ختم کر دیا۔ ترجمہ (آئینہ کمالات اسلام مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)۔

(۱۰) "میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں۔ اور جیسا کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے۔ ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن و حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ

ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی۔ اور جناب رسول اللہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔"

(مرزا غلام احمد قادیانی کا اشتہار مورخہ ۲ر اکتوبر ۱۸۹۱ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دوم ص ۲)

(۱۱) "ان تمام امور میں میرا وہی مذہب ہے جو دیگر اہلسنت و جماعت کا مذہب ہے اب میں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانہ خدا (جامع مسجد دہلی) میں کرتا ہوں۔ کہ میں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔"

(مرزا غلام احمد کا تحریری بیان جو بتاریخ ۲۳ اکتوبر ۱۸۹۱ء جامع مسجد دہلی کے جلسے میں دیا گیا۔ مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دوم ص ۴۴)۔

یہ تینوں عبارات قادیانی مذہب سے منقول ہیں۔ قادیانی مرزا اور اس کے اذناب کی اس قسم کی عبارات بیسیوں پیش کی جا سکتی ہیں۔ جس میں وہ مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لیے ختم نبوت کے منکر کو کافر۔ بے دین۔ ملحد۔ اور خارج از اسلام ہونا قرار دیتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود خاتم النبیین کے معنی میں تحریف کرتے ہیں اور محمد قاسم صاحب نانوتوی کی طرح ختم ذاتی۔ ختم کمالات۔ ختم مراتب اور افضل الانبیاء وغیرہ اس قسم کے خود ساختہ معنی بیان کرتے ہیں۔ اور دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کا سواد اعظم جو خاتم کا معنی آخر زمانی بتاتا ہے۔ اس میں کوئی فضیلت نہیں۔ کوئی کمال نہیں۔ بلکہ یہ معنی شایان شان محمدی نہیں ہیں۔

مسلمانو! حقیقت یہ ہے۔ کہ ان دیوبندیوں ہی نے مرزا قادیانی کے لیے میدان صاف کیا تھا۔ انہوں نے اپنی تمام تر قوت نانوتوی صاحب کی حمایت میں صرف کر دی ہے۔ اور صریح الفاظ میں یہ کہہ دیا کہ اگر بالفرض حضور علیہ السلام کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آتا۔ اس لیے کہ خاتمیت کا مفہوم ختم زمانی نہیں بلکہ ختم ذاتی اور ختم رتبی ہے۔ اور اس من گھڑت معنی کے متعلق توضیح البیان، اصحاب المدرار اور شہاب ثاقب اور فیصلہ کن مناظرہ کے دیوبندی مصنفین نے یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ نانوتوی نے یہ معنی کر کے حضور علیہ السلام کی شان کو دوبالا کر دیا ہے۔ یہی کچھ مرزا اور اس کے متبعین

کہہ رہے ہیں، جیسا کہ مرزائیوں کی عبارات مذکورہ سے خوب ظاہر ہو گیا ہے (دیوبندی مرزائیوں کے کیوں مخالف ہیں؟) اب دیوبندی مرزائیوں سے اس لیے مخالف ہیں کہ اجرائے نبوت کے لیے میدان تو انہوں نے صاف کر دیا تھا۔ اور دعویٰ قادیانی نے کر لیا۔ چنانچہ قادیانی بھی اپنے کتب و رسائل میں دیوبندیوں کو نانوتوی صاحب کی ان عبارات سے خاموش کر دیتے ہیں۔ کہ جب نانوتوی صاحب کے نزدیک جس کو تم پیشوا اور بہت کچھ مانتے ہو اُس کے نزدیک حضور علیہ السلام کے بعد نبی پیدا ہو جائے تو خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہیں آتا۔ تو آخر مرزا صاحب نے کیا قصور کیا ہے؟ ہاں تم نے حضور کے بعد نبی کا پیدا ہونا ممکن کہا اور مرزا صاحب نے بالفعل نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ مگر مرزا صاحب بھی اپنے آپ کو مستقل، بالذات اور حقیقی نبی نہیں مانتے بلکہ مجازی، عرفی، بروزی، ظلی نبی ہونے کے دعویدار ہیں، اور مرزا صاحب کے ان دعاوی کی بنیاد زیادہ تر تحذیر الناس ہی پر ہے۔ تحذیر الناس کی عبارتوں کا جواب مولوی محمد منظور صاحب سنبھلی نے جو دیا ہے۔ وہ بھی ایک تحریف ہے ـــــ اور تاویل القول بما لا یرضی به القائل کا مصداق۔ سنبھلی کی اصل عبارت مع رد بلیغ ملاحظہ فرمائیں۔

قولہ:۔ اس کے بعد ہم ان تینوں فقروں کا صحیح مطلب عرض کرتے ہیں۔ جن کو جوڑ کر مولوی احمد رضا خاں صاحب نے کفر کا مضمون بنالیا ہے۔ ان میں سے پہلا فقرہ ص۳ کا ہے۔ اور یہاں حضرت مرحوم اپنی مذکورہ بالا تحقیق کے موافق خاتمیت ذاتی کا بیان فرما رہے ہیں (ص۳) اس موقع پر پوری عبارت اس طرح تھی۔

لہ۔ (۱) جب دیوبندی حضرات مرزا جی کی عقیدہ ختم نبوت کی بنا پر تکفیر کرتے ہیں تو نانوتوی صاحب کی بھی تکفیر کیوں نہیں کرتے جبکہ عقیدہ مشترک ہے (۲) اگر نانوتوی صاحب نے کفر نہیں کیا تو مرزا صاحب کو دیوبندی حضرات کافر کیوں کہتے ہیں! (۳) چونکہ ختم نبوت کے نانوتوی صاحب اور مرزا صاحب ایک جیسے مخالف ہیں اس لیے علمائے اہلسنت دونوں کی تکفیر کرتے ہیں۔ لیکن دیوبندی حضرات مرزا صاحب کی تکفیر کے بارے میں اتفاق کرتے اور نانوتوی صاحب کی تکفیر پر لڑنے مرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ یہ عجیب معاملہ ہے کہ ایک قادیان کا رہنے والا ختم نبوت کا انکار کرے تو دیوبندی حضرات بھی اس کی تکفیر پر متفق لیکن نانوتہ کا باشندہ عقیدہ ختم نبوت کا انکار کرے تو دیوبندی حضرات کے نزدیک وہ کافر ہونے کی بجائے حجۃ الاسلام قرار پاتا ہے۔ یہ کیا دھرم ہے؟! (اختر شاہجہانپوری)

غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں عرض کر چکا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور رہتا ہے۔" (فیصلہ کن مناظرہ ص۲۴)

یہ عبارت نقل کرنے کے بعد نانوتوی صاحب کی طرف سے سنبھلی صاحب نے جو جواب دیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ "مولانا کی یہ عبارت خاتمیت ذاتی کے متعلق ہے نہ کہ زمانی کے متعلق۔"

اس کے بعد ص۲۸ کی عبارت اس طرح نقل کی ہے۔

"ہاں اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا اس ہیچمداں نے عرض کیا ہے تو پھر سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقصودہ بالخلق میں سے مماثل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی بلکہ افراد مقدرہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائیگی، بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم[1] بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئیگا۔"

اس عبارت کا بھی سنبھلی صاحب کے نزدیک یہ جواب ہے کہ "یہاں صرف خاتمیت ذاتی کا ذکر ہے نہ کہ زمانی کا" ص۲۳۔

(دیوبندی گورکھ دھندا) منظور سنبھلی دیوبندی فرقہ کا مایہ ناز مناظر اور انشاء پرداز ہے (جس نے یہ کتاب اُن تمام دیوبندی تصنیفات سے اخذ کرکے آخر میں لکھی ہے۔ جو اِن عبارات کفریہ کے جواب میں بزعم خود دیوبندی اکابر نے لکھی تھیں۔ اور اسکا نام معرکۃ القلم اور فیصلہ کن مناظرہ رکھا) اِن عبارات نانوتوی صاحب کا جواب دیتے ہوئے ایسا بوکھلا گیا ہے کہ ایک ہی صفحہ ص۲۴ میں اُوپر جو کچھ شد و مد سے لکھا۔ نیچے آکر خود ہی اس پر پانی پھیر دیا۔ لکھتا ہے "تحذیر الناس کے ص۵ پر حضرت مولانا (نانوتوی ؒ) نے جس (خاتمیت) کو خود مختار بتلایا ہے وہ یہ ہے کہ خاتمیت کو جنس مانا جائے اور ختم زمانی و ختم ذاتی کو اس کی دو نوعیں قرار دیا جائے اور قرآن عزیز کے لفظ خاتم سے یہ دونوں نوعیں بیک وقت مُراد لے لی جائیں۔

---

[1] ہم مسلمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہتے ہیں۔ درود شریف کا ایسا اختصار دیوبندیوں کی ایجاد ہے۔

لفظ خاتم النبیین کی تفسیر کے متعلق حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کے مسلک کا خلاصہ صرف اسی قدر ہے۔ جس کا حاصل صرف اتنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم زمانی بھی ہیں۔ اور خاتم ذاتی بھی اور یہ دونوں قسم کی خاتمیت آپ کے لیے اس لفظ خاتم النبیین سے متعلق ہے۔ اسی صفحہ پر نیچے جا کر ص۱۴ کی عبارت کے جواب میں لکھتا ہے۔

تحذیر الناس کی عبارتوں کا صحیح مطلب ...... اس میں پہلا فقرہ ص۳ کا ہے اور یہاں حضرت مرحوم اپنی مذکورہ بالا تحقیق کے موافق خاتمیت ذاتی کا بیان فرما رہے ہیں۔ (دروغ گو را حافظہ نباشد) تو مشہور ہی ہے۔ مگر نہایت افسوس کا مقام ہے کہ دیوبندیوں کے اس ذمہ دار مجبور وکیل نے کیسی دھاندلی کا مظاہرہ کیا ہے کہ ایک ہی صفحہ میں اوپر تو نانوتوی کا مختار و محقق معنی یہ بیان کرتا ہے کہ خاتمیت جنس ہے اور ختم زمانی و ختم ذاتی اس کی دو نوعیں ہیں۔ اور قرآن عزیز کے لفظ خاتم میں، یہ دونوں نوعیں بیک وقت مراد ہیں۔

اور نیچے ص۱۴ کی عبارت کی تاویل میں یہ لکھتا ہے کہ حضرت مرحوم اپنی مذکورہ بالا تحقیق کے موافق خاتمیت ذاتی کا بیان فرما رہے ہیں۔ اب دیوبندی ہی اس گورکھ دھندا کو حل کریں۔ کہ "مذکورہ بالا تحقیق" اور "مذکورہ زیریں تحقیق" میں کیا جوڑ ہے۔ اگر مذکورہ بالا تحقیق درست ہے تو سنبھلی صاحب نے نیچے غلط لکھا ہے اور اگر نیچے والی تحقیق ٹھیک ہے تو اوپر بالکل خلاف واقعہ بیان دیا ہے۔ کوئی مرد میدان ہے جو اس صریح تضاد بیانی میں تطبیق دے سکے؟

دیوبندیو! خدارا کچھ تو انصاف و دیانت سے کام لو۔ ایسی اکابر پرستی تمہیں سیدھی دوزخ میں لے جائے گی۔ قیامت کے روز یہ مولوی جن کی تم ناجائز حمایت اور طرفداری کر رہے ہو، کبھی کام نہیں آئیں گے بروز قیامت سید عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کام آئیں گے جن کی عظمت و احترام کو تم پس پشت ڈال کر اپنے گستاخ اور بے ادب ملاؤں کی صریح کفریہ عبارات کو اسلامی ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہو مگر تمہاری اس بے جا حمایت اور طرفداری نے ان کو کچھ فائدہ نہ پہنچایا بلکہ ان دور از کار اور باطل تاویلات نے ان کو مزید کفر کے گڑھے میں دھکیل دیا۔ آج بھی اس ناجائز طرفداری سے باز آجاؤ، بصدق دل توبہ کرو۔ اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے محب اور غلام بن جاؤ۔ بفضلہ تعالیٰ ہم نے حق کو بالکل واضح کر دیا ہے۔ اب تمہاری مرضی ہے کہ

نانوتوی محرفِ قرآن اور منکرِ ختمِ نبوت کا دامن ہاتھ میں رکھو یا خاتم النبیین شفیع المذنبین سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ رحمت میں آجاؤ۔

یہ چند سطور تو بپند نصیحت کے طور استطراداً نوکِ قلم پر جاری ہو گئی ہیں۔ اب مجھے ناظرین کرام سے عرض یہ کرنا ہے کہ نانوتوی صاحب کی ص۱۴ اور ص۲۸ کی عبارات کو تسلیم کرنے کے بعد نہ تو خاتمیت زمانی باقی رہتی ہے نہ ذاتی۔ سنبھلی اور دوسرے ہمنواؤں کی یہ توجیہ کہ یہاں پر نانوتوی صاحب نے خاتمیت زمانی نہیں بلکہ خاتمیت ذاتی مراد لی ہے۔ اگر خاتمیت زمانی مراد ہوتی تو یہ عبارت ضرور کفر ہوتی۔ کیونکہ کوئی ذی ہوش یہ نہیں کہہ سکتا کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے ہونے سے خاتمیت زمانی میں کوئی فرق نہیں آتا اقول۔ جب فرق آتا ہے تو ختم نبوت کا انکار ہوا اور یہ کفر ہے اور مولوی حسین احمد صاحب لکھتے ہیں۔ کہ حضرت مولانا (نانوتوی) صاف طور پر تحریر فرما رہے ہیں کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر النبیین ہونے کا منکر ہو اور کہے کہ آپ کا زمانہ سب انبیاء کے زمانہ کے بعد نہیں بلکہ آپ کے بعد اور کوئی نبی آسکتا ہے۔ تو وہ کافر ہے۔

(نوٹ) یہ عبارت تحذیر الناس میں ان الفاظ کے ساتھ اول سے آخر تک ہرگز کسی جگہ نہیں ہے خود اپنی طرف سے مصنف شہاب ثاقب نے گھڑ کر نانوتوی صاحب کی طرف منسوب کر دی ہے۔

بہرکیف سنبھلی اور نانوتوی صاحبان ہر دو کی عبارات سے واضح ہوا کہ خاتمیت زمانی کا انکار کفر ہے اور نانوتوی کو اس کفر صریح سے بچانے کی صورت یہ بتائی ہے۔ "مگر یوں کہا جائے کہ تحذیر الناس کی ص۱۴، ص۲۸ کی عبارتوں میں خاتمیت سے مراد خاتمیت ذاتی ہے زمانی نہیں۔ کیونکہ مولانا کا معنی مختار اور محقق ذاتی ہی ہے۔ جو وہ پہلے ذکر کر چکے ہیں"۔

(۱) ختم زمانی و ختم ذاتی کو اس کی دو نوعیں قرار دیا جائے اور قرآن عزیز کے لفظ سے یہ دونوں نوعیں بیک وقت مراد لی جائیں"۔ (فیصلہ کن مناظرہ ص۳۸)

سنبھلی صاحب نے مذکورہ بالا نسخہ تحذیر الناس ص۴ کی عبارت سے نکالا ہے۔ نانوتوی صاحب نے لکھا ہے "اگر یہاں خاتم مثل رجس جنس عام رکھا جائے تو بدرجہ اولیٰ قابل قبول لہ ہے"۔

میں کہتا ہوں۔ کہ نانوتوی کے اس قول مختار و محقق کو تسلیم کرنے کے بعد یہ کہنا کہ ص۱۴،

لہ خاتم کو جنس عام ثابت کرنے کے لیے اس کو جنس میں شامل بھی جیسا بیان کیا ہے

ص۲۹ میں خاتمیت سے مراد اس نے صرف خاتمیت ذاتی لی ہے، سراسر باطل ہے۔ کیونکہ اس کا قول مختار تو بقول تمہارے یہ تھا کہ "لفظ خاتم سے دونوں نوعیں بیک وقت مراد لی جائیں" اور اب تم صرف ایک نوع مراد لے رہے ہو، جب نانوتوی ان عبارات میں صرف خاتمیت ذاتی ہی مراد لیتے ہیں، تو ص۲۶ فیصلہ کن مناظرہ کی وہ تینوں صورتیں بھی غلط ہو جاتی ہیں جن میں تم نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ نانوتوی صاحب کو خاتمیت زمانی اور ذاتی دونوں تسلیم ہیں۔ اور اس کی چند صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ لفظ خاتم کو خاتمیت زمانی اور ذاتی کے لیے مشترک معنوی مانا جائے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ایک معنی کو حقیقی اور دوسرے کو مجازی کہا جائے اور آیہ کریمہ میں بطور عموم مجاز ایک ایسے عام معنی مراد لیے جائیں، جو دونوں قسم کی خاتمیت کو حاوی ہو جائیں۔

اب ان دونوں صورتوں کے ساتھ اپنی اس تاویل فاسد کو ملا لیجئے جو ص۱۳ اور ص۲۹ کی عبارتوں کو صحیح ثابت کرنے کے لیے تم نے بیان کی ہے "کہ یہاں صرف خاتمیت ذاتی کا ذکر ہے، نہ کہ زمانی کا۔" (فیصلہ کن مناظرہ ص۲۹)۔

ایضاً: "رہی ختم زمانی اس کا یہاں کوئی ذکر نہیں اور نہ کوئی ذی ہوش کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی نبی کے ہونے سے خاتمیت زمانی میں کوئی فرق نہیں آتا۔" (فیصلہ کن مناظرہ ص۲۹)

بہر تقدیر اس تاویل نے تمہاری وہ دونوں صورتیں باطل کر دیں جن میں تم نے عموم و اطلاق کا قول کیا۔ جب خاتمیت زمانی باقی نہ رہی تو پھر صرف خاتمیت ذاتی پر جنس عام اور مشترک معنوی، عموم مجاز کس طرح صادق آئے گا؟

اب رہ گئی تمہاری تیسری صورت جس سے تم نے بزعم خویش یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ختم زمانی ختم ذاتی کو لازم ہے۔ اس لیے جب ختم ذاتی پائی جائے گی تو زمانی بھی ضرور پائی جائے گی۔

نانوتوی صاحب لکھتے ہیں —— "ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے۔" (تحذیر الناس ص۱۱) سنبھلی صاحب فرماتے ہیں۔

تیسری صورت یہ ہے کہ قرآن کریم کے لفظ خاتم سے صرف خاتمیت ذاتی مراد لی جائے مگر چونکہ

خاتم کو جنس عام ثابت کرنے کیلئے اس احمق نے مثال بھی احمق ہی بیان کی ہے۔ کل اناء یترشح بما فیہ ۔

اس کے لیے بدلائل عقلیہ و نقلیہ خاتم زمانی لازم ہے۔ لہٰذا اس صورت میں بھی خاتمیت زمانی پر آیۃ کریمہ کی دلالت بطور التزام ہوگی۔ (فیصلہ کن مناظرہ ص۴۲)۔

صدر دیوبندیہ مولوی حسین احمد صاحب یوں رقمطراز ہیں۔

"تیسرا طریقہ یہ ہے کہ فقط ایک ہی معنی خاتم سے مراد ہوں اور وہ خاتمیت مرتبی (ذاتی) ہے اور اس کو خاتمیت زمانی لازم ہے۔" (شہاب ثاقب ص۸۲) نانوتوی صاحب اور اُن کے خیر خواہوں کی ان عبارات مذکورۃ الصدر کا حاصل یہ ہے کہ خاتمیت ذاتی کو خاتمیت زمانی لازم ہے (اقول بعون اللّٰہ احول) نانوتوی صاحب کی عبارت ص۲۸ میں جب یہ تسلیم کر لیا کہ اگر بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو جائے تو خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہیں آئیگا۔ تو یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد نبی تجویز کرنے سے خاتمیت محمدی میں تو ضرور بالضرور فرق آجاتا ہے کہ اس صورت میں خاتمیت زمانی بالکل ہاتھ سے جاتی رہتی ہے۔ چنانچہ سنبھل صاحب بھی لکھتے ہیں: "تو کوئی ذی ہوش کرسکتا ہے۔ "کہ آنحضرت صلعم کے بعد کسی نبی کے ہونے سے خاتمیت زمانی میں کوئی فرق نہیں آتا" جب خاتمیت زمانی اس عبارت نانوتوی سے باطل ہوگئی۔ تو خاتمیت ذاتی جسکو نانوتوی اور انکے پیرو ملزوم مان رہے ہیں وہ بھی باطل ہوگئی۔ کیونکہ بطلان لازم بطلان ملزوم کی دلیل ہے۔ کما لا یخفی علی من له ادنیٰ تعلق بالمعقول۔ لازم کے باطل ہونے سے ملزوم کا باطل ہونا اگرچہ مسئلہ کلیہ ہے۔ تاہم اتمام حجت کے لیے ہم اُن حضرات کے معتمد علیہ کی شہادت پیش کرتے ہیں۔ حکیم الامت الدیوبندیہ جناب اشرف علی صاحب تھانوی اپنی کتاب حفظ الایمان مع تغییر العنوان کے ص۱۱ پر لکھتے ہیں۔

"اور لازم باطل ہے پس ملزوم بھی باطل ہے۔" مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری۔

ثابت ہوا کہ بانی دیوبند نانوتوی صاحب کی اس عبارات نے خاتمیت ذاتی اور زمانی ہر دو کا خاتمہ کر دیا ہے۔ خاتمیت ذاتی کا صفایا تو سنبھل وغیرہ نے خود ہی تسلیم کر لیا اور ذاتی کے انکار سے زمانی کا انکار بھی ان کے مسلمات سے پا لیا گیا۔ تو اب اعلیٰحضرت عظیم البرکت رضی اللہ عنہ کا فتویٰ بالکل حق ہوا اور دیابنہ کا اعلیٰحضرت پہ افتراء پردازی اور قطع و برید کا الزام سرتاسر باطل ہوگیا۔ یوں دیوبندی تحقیق اور عرفِ آخر کا بھانڈا بھی چوراہے میں پھوٹ گیا۔

؎ وہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

تحذیر الناس کی کفریہ عبارت ص۳ کا جواب مولوی منظور سنبھلی نے یہ دیا ہے: "کہ خاتم سے ختم زمانی مراد لینے کو مولانا نے عوام کا خیال نہیں بتلایا بلکہ ختم زمانی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا ہے اور عوام کے اس نظریہ سے مولانا کو اختلاف ہے ورنہ خاتمیت زمانی مع خاتمیت ذاتی مراد لینا خود مولانا مرحوم کا مسلک مختار ہے جیسا پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔" (ص۱۲ بلفظہ از فیصلہ کن مناظرہ)

میں کہتا ہوں کہ یہ حصر کا دعویٰ سراسر باطل ہے۔ نانوتوی کی عبارت ص۳ میں کوئی کلمہ حصر کا موجود نہیں۔ اگر کسی دیوبندی میں ہمت ہے۔ تو نانوتوی کی عبارت سے کوئی کلمہ حصر نکال کر دکھلائے سنبھلی صاحب نے عبارت ص۳ یوں نقل کی ہے: "بعد حمد و صلوٰۃ کے قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں ——— کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔" سنبھلی صاحب نے اعلیٰحضرت پر اعتراض کیا کہ انہوں نے عبارات کا ماسبق و مالحق نقل نہیں کیا مگر حقیقت یہ ہے کہ خود سنبھلی صاحب سیاق و سباق سے صرف نظر کرتے ہوئے اپنی طرف سے ایک فرضی مفہوم نکال کر بچارے نانوتوی کے ذمہ مڑھ رہے ہیں۔ اب یہیں دیکھئے "مع حصر" والی پخ اپنی طرف سے لگائی ہے چنانچہ شروع میں ہم تحذیر الناس کی عبارت کا بیان مع تفصیل کر آئے ہیں۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ خاتم النبیین بمعنی آخر الانبیاء زمانا کو مصنف تحذیر نہیں مانتا ہے۔ علاوہ ازیں اگر مولانا نانوتوی کا مسلک مختار خاتمیت زمانی اور خاتمیت ذاتی ہے تو اس مسلک مختار کے بالکل برخلاف ص۱۴، ص۲۸ کی عبارتوں میں سنبھلی صاحب نے خاتمیت سے مراد صرف خاتمیت ذاتی کیوں لی ہے۔ اں جناب اس مسلک مختار کے مطابق اس عبارت کا کیا معنی ہوگا۔

"اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئیگا یعنی معاذ اللہ حضور علیہ السلام کے بعد کوئی نبی تجویز کیا جائے تو حضور کی خاتمیت زمانی اور ذاتی میں کچھ فرق نہیں آئیگا۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا۔

سوال۔ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی صحابی سے حصر ثابت نہیں، بلکہ علمائے راسخین میں سے بھی کسی نے (ختم زمانی میں) حصر کی تصریح نہیں فرمائی۔

اور اگر علمائے سلف میں سے کسی کے کلام میں حصر کا کوئی لفظ پایا بھی جائے تو وہ حصر حقیقی نہیں۔ جو کہ مولانا مرحوم عوام کا خیال بتاتے ہیں، بلکہ اس سے مراد حصر اضافی بانظر الی تاویلات الملاحدہ ہے۔"

(فیصلہ کن مناظرہ)

جواب۔ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام تابعین، تبع تابعین اور تمام علمائے امت نے خاتم النبیین کا معنی صرف آخرالانبیاء زمانی ہی کیا ہے۔ یہ دوسرا معنی آپ کے "کودک نادان" کی اپنی ایجاد ہے۔ ورنہ دیوبندی بتائیں کہ نانوتوی صاحب سے پہلے یہ معنی کس نے کیے ہیں۔ تحذیر الناس میں خود نانوتوی صاحب کو تسلیم ہے۔ "اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں (حضور علیہ السلام، صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور مفسرین سابقین) کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا فرق آگیا اور کسی طفل نادان (نانوتوی) نے کوئی ٹھکانے کی بات کردی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہوگیا۔

؎ گاہ باشد کہ کودک نادان — از غلط برہدف زند تیرے

(تحذیر ص)

ہاں نانوتوی صاحب نے جو من گھڑت معنی بیان کیے ہیں، بالکل اسی کے مطابق مرزا قادیانی اور اس کے اتباع نے لکھا ہے۔ نانوتوی اور قادیانی صاحبان سے قبل ذاتی، عرضی، اصلی اور ظلی کے الفاظ سے نبوت کی تقسیم کسی نے نہیں کی۔

قولہ۔ علمائے راسخین میں سے کسی نے حصر کی تصریح نہیں کی۔

اقول۔ جب حضور علیہ السلام وصحابہ کی تفسیر کو تم نہیں مانتے پھر اس کے بعد والے علمائے راسخین کو کیا مانو گے لیکن کم از کم یہ تو خیال رکھا تھا کہ تمہارے اپنے اکابر نے بھی حصر کی تصریح کی ہے جن کے راسخین فی العلم ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ لیجئے اپنے شیخ العرب والعجم ہی کی تصریح ملاحظہ کیجئے۔ "حضرت مولاناؒ...... کا نزاع عام مفسرین کے ساتھ اس بارہ میں ہے۔ کہ اس آیت میں کونسے معنی لینے چاہئیں اور کونسے معنی اعلیٰ اور احسن ہیں۔" (شہاب ثاقب صـ۸۴، صـ۸۵)۔

اب بتائیے کہ مولانا کا نزاع عام مفسرین سے کیا ہے۔ کیا اس میں تسلیم نہیں کہ عام مفسرین ترجیح

ملتے ہیں کہ خاتم النبیین کا مفہوم زمانے کے اعتبار سے حضور علیہ السلام کا آخر الانبیاء ہونا ہے اور اسی کو نانوتوی عوام کا خیال بتاتے ہیں۔

خاتم النبیین کے معنی مفتی شفیع کی زبانی

مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی لکھتے ہیں، ان اللغۃ العربیۃ حاکمۃ۔ بان معنی خاتم النبیین فی الآیۃ ھو آخر النبیین لاغیر (ہدیۃ المہدیین ص ۲۱) بے شک لغت عربی اس پر حاکم ہے کہ آیت میں جو خاتم النبیین ہے اس کے معنی آخر النبیین ہیں نہ کچھ اور۔

یہی مفتی صاحب تفسیر روح المعانی سے اس معنی پر اجماع امت نقل کرتے ہیں۔

اجمعت علیہ الامۃ فیکفر مدعی خلافہا (ہدیۃ المہدیین ص ۳۵) امت نے خاتم کے یہی معنی ہونے پر اجماع کیا ہے تو اس کے خلاف کا دعوی کرنے والا کافر ہے۔

یہی مفتی صاحب ختم النبوۃ فی الآثار مطبوعہ دیوبند ص ۳ پر تصریح کرتے ہیں: "آپ نے خبر دی ہے، کہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا اور اللہ تعالی کی طرف سے یہ خبر دی ہے کہ آپ انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں اور اس پر امت کا اجماع ہے۔ کہ یہ کلام بالکل اپنے ظاہری معنوں پر محمول ہے اور جو اس کا مفہوم ظاہر الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے۔ وہی بغیر کسی تاویل یا تخصیص کے مراد ہے پس ان لوگوں کے کفر میں کوئی شک نہیں جو اس کا انکار کریں اور یہ قطعی اور اجماعی عقیدہ ہے۔"

خاتم النبیین کے معنی انور شاہ کاشمیری دیوبندی کی زبانی

دیوبندی علامہ انور شاہ کاشمیری خاتم النبیین کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وَالظّاھِرُ للختم الزَّمانی ولا یجوز ترکہ فان مراد الآیۃ بِحَسْبِ اللُّغَۃِ العربیۃ اِنّہٗ انتفت الابوۃ لِاَحَدٍ مِن رِجَالِکُم وحَلَّتْ محلھا نبوتہٗ وختمھا فکمَا ان الابوۃ انتفت رَاسًا، فَکَذَ النبوۃ بَعْدَہٗ ۲

وَاَمّا الختم بمعنی انتھاء ما بالعرض اِلیٰ مَا بِالذَّاتِ فَلَا یجُوزُ ان

یکون ظاہر ہذہ الآیۃ وانّ ہذا المعنیٰ لا یعرفہ إلّا اہل المعقول والفلسفۃ والتعلیل نازل متفاہم لغۃ العرب بل لاعلی الذہنیات المخترعۃ۔ (عقیدۃ الاسلام ص۳۶)

یعنی آیت کا ظاہر ختم زمانی ہے اور اس کا ترک جائز نہیں اس لیے کہ لغت عربی کے اعتبار سے آیت سے مراد یہ ہے کہ تمہارے مردوں میں سے ہر ایک کے لیے ابوت منفی ہے۔ اور اس کی جگہ ختم نبوت نے لے لی ہے۔ پس جس طرح ابوت بالکلیہ منفی ہے اسی طرح حضور علیہ السلام کے بعد ختم نبوت بھی بالکلیہ منفی ہے لیکن ختم کا یہ معنی کرنا بالعرض کا قصہ بالذات پر ختم ہو جاتا ہے (جیسا کہ قاسم نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس میں کیا ہے) پس نہیں جائز ہے کہ یہ آیت کا ظاہر ہو وے اس لیے کہ یہ معنی صرف اہل معقول اور فلسفہ کے ہاں ہی معروف ہے اور قرآن لغت عرب کے متفاہم پر اترا ہے۔ دیکھئے آپ کے محترم پیر سید انور شاہ کشمیری اسی کتاب کے ص۳۰ پر لکھتے ہیں۔

" ان الامۃ اجمعت علی الختم الزمانی والخاتمیت الحقیقیۃ فالقرآن لقطعیۃ الثبوت والاجماع القطعیۃ الدلالۃ ومثل ہذا الاجماع یکفر مخالفہ " ختم زمانی اور خاتمیت[1] حقیقیہ پر امت کا اجماع ہے پس قرآن سے اس

---

[1] نانوتوی صاحب لکھتے ہیں: غرض خاتم ہونا ایک امر اضافی ہے بے مضاف الیہ متحقق نہیں ہو سکتا سو جس قدر اسکے مضاف الیہ ہونگے۔ اسقدر خاتمیت کو افزائش ہو گی۔ (تحذیر ص۲۳) اسلیے حضور کے بعد بھی نبی آنے کی تجویز کرتے ہیں۔ اور یہ زعم کیا ہے کہ صرف انبیاء گزشتہ کے اعتبار سے ہی حضور علیہ السلام خاتم نہیں بلکہ بعد میں آنے والوں کے اعتبار سے بھی خاتم ہیں۔ اور یہ گمان کیا ہے کہ اس معنی سے حضور کی شان دوبالا ہو جاتی ہے اور یہی مرزا صاحب کہتے ہیں۔ فما الفرق بینہ و بین القادیانی۔

کے قطعی الثبوت ہونے کی وجہ سے اور اجماع سے اس کے قطعی الدلالہ ہونے کی وجہ سے اور ایسے اجماع کا مخالف کافر ہوتا ہے۔

یہی دیوبندی فاضل اپنے رسالہ خاتم النبیین میں لکھتے ہیں۔

" وارادۂ ما بالذات و ما بالعرض عرف فلسفہ است نہ عرف قرآن مجید و محاورۂ عرب نہ نظم را بہیچگونہ ایما و دلالت برآں (خاتم النبیین ص۳۳) اور ما بالذات اور ما بالعرض کا ارادہ عرف فلسفہ ہے نہ عرف قرآن مجید اور محاورہ عرب اور نظم قرآن کی (نانوتوی کے اس منگھڑت معنی پر) نہ اس پر دلالت ہے نہ ایماء۔ یہ ہے دیوبندیوں کے فاضل محقق کی تحقیق جس نے نانوتوی، سنبھلی، ٹانڈوی، دربھنگی اور کاکوروی کی تمام تاویلات پر پانی پھیر دیا ہے۔ اور لیجیئے۔ خاتم کے عام ماننے کے بعد صرف خاتم ذاتی پر اس کو محمول کرنا اصول فقہ کی رو سے بھی درست نہیں۔ دیوبندیوں کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں۔

العام عندنا لا یحمل علی الخاص۔ عام ہمارے نزدیک خاص پر محمول نہیں ہو سکتا ہے۔ (فتح الملہم ج۲ ص۱۹)

دیوبندیوں کی معروف درسگاہ جامعہ اشرفیہ کے شیخ الحدیث مولوی ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں۔

" لفظ خاتم جب کسی قوم یا جماعت کی طرف مضاف ہوگا تو اس کے معنی صرف آخر اور ختم کرنے والے کے ہوں گے۔ (مسک الختام ص۸)

یہ صرف کلمہ حصر کا ہے یا نہیں۔

ایضاً۔ "خاتم النبیین کے جو معنی ہم نے بیان کیے یعنی آخر النبیین تمام آئمہ امت اور علمائے عربیت اور تمام علمائے شریعت عہد نبوت سے لیکر اب تک سب کے سب یہی معنی بیان کرتے آئے ہیں۔ انشاء اللہ ثم انشاء اللہ تعالیٰ ایک حرف بھی کتب تفسیر اور کتب حدیث میں اس کے خلاف نہ ملے گا۔" (مسک الختام ص۲)۔

ایضاً۔ خلاصہ کلام یہ کہ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کے ہی ہیں۔ جس نبی پر یہ کتاب اتری ہے اُس نے اِس آیت کے یہی معنی سمجھے اور سمجھائے اور جن صحابہ نے اِس نبی سے قرآن

اور اس کی تفسیر پڑھی انہوں نے بھی یہی معنی سمجھے۔ فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر" (مسلک الختام ص۲۵)۔

خاتمیت زمانی کے ماننے والے بفضلہ تعالےٰ اہل سُنّت وجماعت ہیں اور اس میں تاویل وتحریف کرنے والے نانوتوی وقادیانی اور اس کے اتباع ہیں۔

سنبھلی صاحب نے پہلے تو سرے سے ختم زمانی میں حصر سے انکار کیا، پھر آخر میں یہ پیچ لگائی۔ "اور اگر علمائے سلف میں کسی کے کلام میں حصر کا کوئی لفظ پایا جائے تو وہ حصر حقیقی نہیں بلکہ حصر اضافی ہے۔ بالنظر الی تاویلات الملاحدہ" (ملخصاً فیصلہ کن مناظرہ ص۵۲)

خوب کہی جناب وہ ملاحدہ نانوتوی اور اس کے حمایتی ہی ہیں۔ جنہوں نے معنی خاتمیت زمانی میں فاسد تاویلیں کی ہیں اور قادیانی کے لیے میدان صاف کر دیا تھا۔ ورنہ "عام مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ مراد خاتمیت سے فقط خاتمیت زمانی ہے۔"

جیساکہ آپ کے ٹانڈوی صاحب فرماتے ہیں۔ "عام مفسرین اس طرف گئے ہیں، کہ مراد خاتمیت سے لفظ خاتمیت زمانی ہے۔" (الشہاب ثاقب ص۸۴)

سوال:۔ صاحب تحذیر الناس نے خاتمیت محمدیہ کا انکار نہیں کیا ہے بلکہ اس کی ص۱۴، ۲۸ کی دونوں عبارتوں کے شروع میں لفظ بالفرض موجود ہے اور مراد اس فرض سے فرض محال ہے جیساکہ قرآن کریم میں وارد ہے۔ اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ۔ اگر (بالفرض) رحمٰن کی اولاد ہوتی تو میں پہلے عبادت کرنے والوں سے ہوتا۔ ایسے ہی لو کان فیھما اٰلھۃ الا اللہ لفسدتا۔ اگر زمین وآسمان میں متعدد الٰہ ہوتے تو وہ دونوں فاسد ہو جاتے (ای خرجتا من النظام) یہ دیابنہ اور ان کے ہمنواؤں کا زعم خویش مایۂ ناز استدلال ہے مگر سنبھلی صاحب نے باقی تحریفات کی طرح اس پر اتنا زور نہیں دیا، صرف فیصلہ کن مناظرہ ص۴۸ پر صفحہ ۱۴ کی یہ عبارت نقل کر کے "بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپکا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے" نیچے حاشیہ پر ص۱۴، ۲۸ کی ہر دو عبارات کے بالفرض پر یہ حاشیہ لکھا "ص۲۱ یہ بالفرض کا لفظ بھی قابل لحاظ ہے" مگر اس پر کوئی مزید تبصرہ نہیں کیا کہ اس قابل لحاظ سے

وہ کونسا مدعا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

جواب :۔ اولاً۔ یہ بالفرض فرضِ محال کے لیے نہیں ہے۔ کیونکہ سنبھلی وغیرہ نے ان عبارات کی تاویل کی ہے کہ یہاں پر خاتمیت ذاتی مراد ہے۔ تو معنی یہ ہوا کہ بالفرض محال اگر حضور علیہ السلام کے زمانہ میں یا ان کے بعد کوئی نبی پیدا ہو جائے تو خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ جب خاتمیت سے مُراد ذاتی ہے تو پھر یہ فرضِ محال کیسے ہوا۔ اگر اس فرض کا وقوع بھی ہو جائے تو نانوتوی کی اس مزعومہ خاتمیت میں کوئی فرق نہیں آتا ہے۔ فرق تو خاتمیت زمانی میں آتا ہے جو تیرہ سو سال سے مسلمانوں کا قطعی اجماعی عقیدہ ہے۔

ثانیاً:۔ نانوتوی صاحب نے ص۱۴ کی عبارت کے ضمیمہ میں اور سنبھلی صاحب نے بھی ص۴۹ میں لکھا ہے کہ

"اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد اور کوئی نبی ہو تب بھی آپ کی اس خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آئیگا۔" نتیجہ یہ ہوا کہ بالفرض دونوں عبارتوں میں ایک جیسا ہے۔ اب نانوتوی کی تحذیر الناس سے میں ثابت کرتا ہوں کہ اس کے نزدیک یہ **فرضِ محال** نہیں بلکہ اس کا وقوع بھی مانا جائے تو اس محرفِ قرآن کے نزدیک حضور علیہ السلام کی شان بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ وہ تو ہفت[1] خاتم کا قائل ہے۔ ایک طبقہ کا حضور کو خاتم ماننے سے حضور کی شان کے ۶/۷ حصے کم ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ لکھتا ہے۔ "در صورت انکار اثر مسلّم خاتمیت کے سات حصوں میں سے ایک ہی حصہ باقی رہ جاتا ہے۔" (تحذیر ص۲۵) اور اسی تحذیر کے ص۳۵ پر لکھا ہے۔ "بعد لحاظ مضامین مسطورہ فرقِ مراتبِ انبیاء کو دیکھ کر یہ کہیں کہ کمالات انبیاء سابق اور انبیاء ماتحت کمالات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے مستفاد ہیں۔" انبیاء سابق کے بالمقابل یہ انبیاء ماتحت کون ہوئے؟ اور ان کے آنے کو حضور کے زمانے میں اور بعد ص۱۳، ص۲۸ میں جائز قرار دیا ہے۔
ان کی زیادہ تفصیل دیکھنی ہو تو تحذیر الناس ص۲۵ کا مطالعہ کیجئے۔

---

[1] بلکہ اگر لاکھ دو لاکھ اوپر نیچے اسی طرح زمینیں تسلیم کر لیں (تحذیر ص۲۵) اور ان سب کا ایک خاتم ہو تو بھی نانوتوی خاتمیت میں کوئی فرق نہیں آئیگا۔ کیونکہ ان سب کی نبوت عرضی ہوگی۔

نانوتوی صاحب کے نزدیک انبیائے ماتحت والا قول اہلِ فہم کا ہے اور انبیائے ماتحت نہ ماننے والوں کو بدفہم اور خاتم الانبیاء بمعنی آخر الانبیاء ماننے والوں کو جاہل ٹھہرا دیا۔ تاہم اگر اس بالفرض کو فرضِ محال سے بھی تعبیر کیا جائے تو ہمارا کلام بالفرض پر تو نہیں بلکہ اس عبارت پر ہے "کہ خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہیں آئیگا" ہمارے نزدیک اس فرض کے باوجود بھی خاتمیتِ محمدی میں ضرور فرق آئیگا۔ مندرجہ ذیل تینوں فقرے پڑھ کر قارئین کرام فیصلہ خود فرمائیں۔

(۱) اگر بالفرض دو خدا بھی مان لیے جائیں تو توحیدِ خداوندی میں کچھ فرق نہیں آئیگا۔
دیوبندیو! بتاؤ کیا توحید میں فرق آئیگا یا نہیں!

(۲) اگر بالفرض ختمِ نبوت کے منکرین کے سر تن سے جدا کر دیئے جائیں تو ان کی زندگی میں کوئی فرق نہیں آئیگا۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دیوبند! فرق آئیگا یا نہیں؟

(۳) اگر بالفرض کوئی گستاخِ رسول نام نہاد حنفی حقیقت میں وہابی دیوبندی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے تو پھر بھی اس کے نکاح میں کوئی فرق نہیں آئیگا۔

نانوتوی صاحب کی بیجا حمایت کرنے والے اب بتائیں کہ بالفرض تین طلاقیں دینے کے بعد نکاح میں فرق آئے گا یا نہیں آئیگا!

تو جناب والا ہمارا اعتراض بالخصوص اس جملہ پر ہے "فرق نہیں آئیگا" اور بالکل بعینہٖ اسی طرح دیوبندیوں کے "حجۃ الاسلام" بانی دیوبند محمد قاسم صاحب نانوتوی نے بھی لکھا ہے۔

"اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئیگا" (تحذیر الناس ص۲۸)

ہماری پیش کردہ مثالوں میں لفظ بالفرض موجود ہے۔ فرضِ محال ماننے کی صورت میں وہ قابلِ اعتراض نہیں ہے۔ بلکہ قابلِ مواخذہ یہ لفظ ہیں "کچھ فرق نہیں آئیگا"

جملہ اہلِ اسلام کہتے ہیں۔ کہ بالفرض حضور کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں ضرور فرق آئے گا۔ کیونکہ اس صورت میں حضور زمانے کے اعتبار سے آخری نبی نہیں رہیں گے۔ حالانکہ حضور کی خاتمیتِ زمانی قرآن کریم احادیث متواترہ اور قطعی اجماع امت سے ثابت ہے کما مر سابقاً۔ اور نانوتوی صاحب چونکہ اس ختم زمانی کو جہال کا خیال بتاتے ہیں۔ اس میں

اگر دیوبندیوں کا کوئی جواب [illegible]

کوئی فضیلت نہیں مانتے ایسے اوصاف مدح میں سے شمار نہیں کرتے۔ آیت خاتم النبیین سے ختم زمانی ثابت کی جائے تو قرآن کریم کو بے ربط بتاتے ہیں۔ اور خاتم کا ایک جدا معنی کتاب و سنت و اجماع امت سب کے خلاف گڑھتے ہیں۔ اس لیے یہ لکھتے ہیں کہ حضور کے بعد نبی کے پیدا ہونے سے خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئیگا۔ ناظرین کرام ہم نے بفضلہ تعالیٰ دیابنہ کی تمام تاویلات فاسدہ کا رد بلیغ کر دیا ہے۔ اہل انصاف اس سے اچھی طرح سمجھ جائیں گے کہ اعلیٰحضرت امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خاں قدس سرہ کا فتویٰ بالکل برحق ہے۔ اب بھی اگر کوئی شخص عناد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اعلیٰحضرت پر طعن و تشنیع کرے تو اس کی مرضی ہے مگر یہ یاد رکھے۔

فَسَوفَ تَرىٰ اِذَا انكَشَفَ الغُبَارُ
اَفَرَسٌ تَحتَكَ اَمْ حِمَارُ

گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے

موت کا پیغام

شیخ الحدیث محدث اعظم پاکستان

حضرت مولانا محمد سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ

مقدمہ از مصنف رسالہ موت کا پیغام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ الہٖ وصحبہٖ اجمعین

اما بعد

یہ فقیر سراپا تقصیر غفرلہ المولی القدیر حضرات کی خدمت میں مودبانہ گزارش کرتا ہے کہ اس مختصر رسالہ کو ملاحظہ فرمانے سے پہلے بغض وعداوت ، حسد وتعصب کو دور کرلیں اور نہایت اخلاص وصدق کے ساتھ اس مختصر رسالہ کو ملاحظہ فرمائیں۔ فقیر سے جو غلطی اس رسالہ میں صادر ہوئی ہو اس کی تصحیح فرمائیں اور فقیر کو فقیر کی غلطی پر ضرور مطلع فرمائیں۔

جو شخص اردو زبان سے ادنیٰ واقفیت رکھتا ہے اگر وہ فقیر کے اس رسالہ کو اخلاص کے ساتھ مطالعہ کرے گا تو ان شاء اللہ تعالیٰ یقیناً اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ مولوی اشرف علی تھانوی نے عبارت حفظ الایمان میں بلاشبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں صریح توہین اور کھلی گستاخی کی ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ من ذالک۔ مولیٰ عزوجل تبارک وتعالیٰ گمراہوں بدمذہبوں کو توبہ کی توفیق عطا فرمائے اور راہ راست دکھائے اور اہلسنت وجماعت کو صراط مستقیم پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ و صحبہٖ اجمعین و بارک وسلم۔ ابدالآبدین

مولوی اشرف علی تھانوی کی حفظ الایمان کی ناپاک عبارت

"پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے"۔

اس ناپاک عبارت میں حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کو بچوں پاگلوں جانوروں چارپایوں کے علم سے تشبیہ دی گئی ہے اور اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں

صریح توہین اور کھلی گستاخی ہے۔ عرب وعجم، ہندوسندھ کے علمائے اہلسنت وجماعت ومشائخ عظام و فضلائے کرام نے اس ناپاک عبارت کو صریح کفر بتایا اور اس ناپاک عبارت کے لکھنے والے پر کفر کا فتویٰ دیا مگر دیوبندی مولویوں نے اس ناپاک عبارت پر پردہ ڈالنا چاہا اسے صاف وبے غبار بتایا لہذا فقیر نے ارادہ کیا کہ ان کی دہن دوزی کے لئے خود ان کے اقرار سے ثابت کر دکھائے کہ یقیناً اس ناپاک عبارت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین اور کھلی گستاخی ہے۔ اب فقیر علماء وعمائد دیوبند و مدعیان وکالت مولوی اشرف علی تھانوی کے اقرار سے ثابت کرتا ہے کہ بلاشبہ مولوی اشرف علی تھانوی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین کی ہے۔ نہایت خلوص واخلاص کے ساتھ بہ نیت احقاق حق غور سے ملاحظہ فرمائیے۔

وما علینا الا البلاغ ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ

عبارت حفظ الایمان کی صفائی میں دیوبندی مولویوں کی خانہ جنگی کی پہلی تشکیل

عبارت حفظ الایمان کی صفائی کا پہلا رخ صدر دیوبند کے قلم سے

مولوی حسین احمد صاحب صدر دیوبند نے اپنی کتاب الشہاب الثاقب کے ص ۱۱۱ پر عبارت حفظ الایمان کی توضیح میں لکھا ہے "حضرت مولانا (اشرف علی تھانوی) عبارت میں لفظ ایسا فرما رہے ہیں لفظ اتنا تو نہیں فرما رہے ہیں اگر لفظ اتنا ہوتا تو اس وقت البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو اور چیزوں (بچوں، پاگلوں، چارپایوں) کے علم کے برابر کر دیا"۔ اس کا خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ اگر مولوی اشرف علی صاحب حفظ الایمان کی عبارت مذکورہ میں لفظ ایسا کے بجائے لفظ اتنا لکھتے تو اس وقت یہ احتمال ضروری ہوتا کہ مولوی اشرف علی نے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم شریف کو بچوں، پاگلوں، جانوروں، چارپایوں کے علم کے برابر کر دیا۔ والعیاذ باللہ من ذالک۔ مگر جب کہ لفظ ایسا لکھا ہے لفظ اتنا نہیں لکھا تو اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کے ساتھ بچوں، پاگلوں، جانوروں اور چارپایوں کے علم کی برابری کا احتمال نہیں۔

صدر دیوبند کی پیش کردہ صفائی غلط ہے

ناظم شعبہ تبلیغ دیوبندی مرتضی حسن صاحب دربھنگی کے قلم سے

مولوی مرتضی حسن صاحب دربھنگی دیوبندی حفظ الایمان کی عبارت مذکور کی شرح میں اپنے رسالہ توضیح البیان کے ص ۱۷ پر لکھتے ہیں۔ "عبارت متنازعہ فیہا (یعنی عبارت حفظ الایمان) میں لفظ ایسا بمعنی اس قدر و اتنا ہے" اور اسی رسالہ کے ص ۸ پر ہے "واضح ہو کہ ایسا کا لفظ فقط مانند اور مثل ہی کے معنی میں مستعمل نہیں ہوتا بلکہ اس کے معنی اس قدر اور اتنے کے بھی آتے ہیں جو اس جگہ (یعنی عبارت حفظ الایمان میں) متعین ہیں"۔ ان دونوں عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں ایسا کے معنی ہی اتنا اور اس قدر کے ہیں۔

صدر دیوبند کی پیش کردہ صفائی غلط ہے

مولوی منظور صاحب سنبھلی دیوبندی کے قلم سے

مولوی منظور صاحب سنبھلی دیوبندی نے مناظرہ بریلی میں بیان کیا کہ "حفظ الایمان کی اس عبارت میں بھی ایسا تشبیہ کے لئے نہیں ہے بلکہ وہ بدوں تشبیہ کے اتنا کے معنی میں ہے" اور ایک دفعہ یہ بیان کیا کہ "حفظ الایمان کی عبارت میں بھی جیسے کہ میں بدلائل قاہرہ ثابت کر چکا ہوں (یعنی لفظ ایسا) بغیر تشبیہ کے اتنا کے معنی میں ہے"۔ پہلی عبارت مناظرہ بریلی کی روئداد مرتبہ وہابیہ دیوبندیہ مسماۃ فتح بریلی کا دلکش نظارہ کے ص ۳۴ پر ہے اور دوسری عبارت اس روئداد کے ص ۴۰ پر ہے اور اسی روئداد کے ص ۴۸ پر ہے "ایسا تشبیہ کے علاوہ دوسرے معنوں میں بھی مستعمل ہوتا ہے اور حفظ الایمان کی عبارت میں وہ بلا تشبیہ کے اتنا کے معنی میں مستعمل ہے"۔ مولوی منظور صاحب دیوبندی کی ان تینوں عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں لفظ ایسا کے معنی تشبیہ کے نہیں بلکہ لفظ ایسا کے معنی اتنا کے ہیں۔

نتیجہ: دوستی کے پردہ میں دشمنی:

حضرات ناظرین! للہ انصاف! غور سے ملاحظہ فرمایئے کہ صدر دیوبند نے جو وجہ عبارت حفظ

الایمان کی صفائی میں بیان کی مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی دیوبندی اور مولوی منظور صاحب سنبھلی دیوبندی نے کیسے اس وجہ کو صاف اڑا دیا۔ صدر دیوبند کا بیان ہے کہ اگر عبارت حفظ الایمان میں لفظ ایسا کی بجائے لفظ اتنا ہو تو اس وقت عبارت حفظ الایمان سے یہ احتمال ضروری پیدا ہوتا ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو اور چیزوں یعنی بچوں، پاگلوں، جانوروں، چارپایوں کے علم کے برابر کر دیا۔ والعیاذ باللہ من ذلک۔ اور مولوی مرتضیٰ حسن صاحب دیوبندی اور منظور صاحب دیوبندی دونوں کا مل کر یہ بیان ہے کہ عبارت حفظ الایمان میں لفظ ایسا کے معنی ہی اتنا اور اس قدر کے ہیں۔ اب صدر دیوبند اور ان دونوں دیوبندی مولویوں کے بیانات سے صاف یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب نے عبارت حفظ الایمان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم شریف کو اشارۃً بچوں، پاگلوں، جانوروں و چارپایوں کے علم کے برابر بتایا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ من ذلک۔

اس نتیجہ پر فتوے خود مولوی اشرف علی تھانوی کے قلم سے

بسط البنان مصنفہ اشرف علی تھانوی کے ص ۲ پر ہے "جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے۔ نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی"۔

حضرات ناظرین! دیوبندی مولویوں کے بیانات اور خود اشرف علی تھانوی کے فتویٰ سے ثابت ہو گیا کہ عبارت حفظ الایمان کے مصنف یعنی مولوی اشرف علی تھانوی اسلام سے خارج ہے۔

مدعی لاکھ یہ بھاری ہے گواہی تیری ۔۔ اسے کہتے ہیں دوستی کے پردے میں دشمنی

صدر دیوبند عبارت حفظ الایمان میں اتنا کا انکار کر رہے ہیں کہ دوسرے دونوں دیوبندی اسی عبارت حفظ الایمان میں ایسا کو اتنا کے معنی میں لے رہے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ دونوں فریق میں سے ایک سچا اور دوسرا قطعاً جھوٹا ہے۔

سوال نمبر ۱۔ کیا فرماتے ہیں علماء دیوبند اس مسئلہ میں کہ صدر دیوبند اور اس کے مقابل دونوں دیوبندیوں میں سے بیان بالا میں کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔

صدر دیوبند اور دیوبندی مولویوں کی یہی مخالفت دوسرے پیرایہ میں

صدر دیوبند کا بیان

"حضرت مولانا (اشرف علی تھانوی) عبارت میں لفظ ایسا فرما رہے ہیں لفظ اتنا تو نہیں فرما رہے ہیں اگر لفظ اتنا ہوتا تو اس وقت البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو اور چیزوں (بچوں، پاگلوں، جانوروں، چارپایوں) کے علم کی برابر کر دیا"۔ (الشہاب الثاقب ص ۱۱۱)

نتیجہ عبارت حفظ الایمان میں اگر لفظ ایسا کی جگہ لفظ اتنا ہو تو یہ عبارت صاف و بے غبار نہیں بلکہ اس عبارت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کا شائبہ اور احتمال ضروری ہے۔

مولوی مرتضیٰ حسن صاحب دربھنگی دیوبندی کا بیان

"عبارت متنازعہ فیہا (یعنی عبارت حفظ الایمان) میں لفظ ایسا بمعنی اس قدر و اتنا" (توضیح البیان ص ۱۷) "حفظ الایمان کی عبارت بے شک آئینہ کی طرح صاف و بے غبار ہے"۔ (توضیح البیان ص ۴) نتیجہ عبارت حفظ الایمان میں لفظ ایسا کے معنی اتنا اور اس قدر مراد لینے پر بھی عبارت صاف اور بے غبار رہتی ہے۔

مولوی منظور صاحب دیوبندی کا بیان

"حفظ الایمان کی اس عبارت میں بھی ایسا تشبیہ کے لئے نہیں بلکہ وہ یہاں بدون تشبیہ کے اتنا کے معنی میں ہے"۔ (روئداد مناظرہ بریلی مرتبہ وہابیہ دیوبندیہ ص ۳۴) "بہر حال حفظ الایمان میں جو عبارت ہے اور اس کے متعلق میرا دعویٰ ہے کہ اس میں توہین کا شائبہ بھی نہیں" (روئداد مذکورہ ص ۶۳)۔

نتیجہ عبارت حفظ الایمان میں ایسا کے معنی اتنا ہونے کی صورت میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کا احتمال اور شائبہ نہیں حضرات ناظرین! غور سے ملاحظہ فرمائیں کہ صدر دیوبند عبارت حفظ الایمان میں ایسا کے بجائے اتنا ہونے کی صورت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کا احتمال ضروری بتا رہے ہیں اور باقی

دونوں دیوبندی مولوی عبارت حفظ الایمان میں ایسا کو اتنے کے معنی میں لیتے ہیں اور پھر بھی عبارت حفظ الایمان کو صاف و بے غبار اور توہین کے احتمال سے خالی بتا رہے ہیں ان دونوں فریقوں میں سے ایک فریق سچا اور دوسرا جھوٹا ضرور ہے۔

سوال نمبر ۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دیوبند اس مسئلہ میں کہ اوپر کے بیانات میں صدر دیوبند اور اس کے مقابل دوسرے فریق دیوبند میں سے کون حق پر ہے اور کون باطل پر۔

صدر دیوبند کو اپنی بدقسمتی پر رونے کی دھمکی اور صدر دیوبند کی عقل کی سبکی مولوی مرتضیٰ حسن صاحب دربھنگی دیوبندی کے قلم سے

"جس کی عقل سلیم میں اب بھی مطلب نہ آئے اور پھر بھی یہی کہے کہ نہیں اس عبارت میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو صریح گالی ہے یا کم از کم یہ عبارت تنقیص شان والا کو موہم ہے تو چاہیئے کہ وہ اپنی خوش قسمتی پر روئے' کلام کا قصور نہیں اس کی عقل کی خوبی ہے"۔ (توضیح البیان ص ۱۴) یعنی عبارت حفظ الایمان میں ایسا کو اتنا کے معنی میں لے کر بھی جو شخص یہ کہے کہ اس عبارت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں صریح گالی ہے یا اس عبارت سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں تنقیص و توہین کا احتمال و وہم ہوتا ہے تو وہ شخص اپنی بدقسمتی پر روئے عبارت حفظ الایمان کا قصور نہیں بلکہ اس شخص کی عقل و سمجھ کا قصور ہے فقیر نے اوپر وضاحت سے ثابت کر دیا ہے کہ صدر دیوبند کے نزدیک عبارت حفظ الایمان میں ایسا کے بجائے اتنا ہونے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین و تنقیص کا احتمال ضروری ہوتا ہے۔ تو مولوی مرتضیٰ حسن صاحب دربھنگی دیوبندی کے اشتہار کے بموجب چاہیئے کہ بے چارہ صدر دیوبند اپنی خوش (بد) قسمتی پر روئے' کلام و عبارت حفظ الایمان کا قصور نہیں اس (صدر دیوبند) کی عقل کی خوبی (کمی اور سبکی) ہے۔

عبارت حفظ الایمان کی صفائی کا دوسرا رُخ مولوی مرتضیٰ حسن صاحب دربھنگی دیوبندی کے قلم سے

''اور اگر تکفیر کی تشبیہ علم نبوی بعلم زید وعمرو ہے تو یہ اس پر موقوف ہے کہ لفظ ایسا تشبیہ کے لئے ہو حالانکہ یہ یہاں غلط ہے اور علاوہ غلط ہونے کے محتاج ہے خلاف کلام بلکہ مسخ کلام کا''۔ (توضیح البیان ص ۱۳)

''عبارت متنازعہ فیہا (یعنی عبارت حفظ الایمان) میں لفظ ایسا بمعنی اس قدر و اتنا ہے پھر تشبیہ کیسی'' (توضیح البیان ص ۱۷) اسی صفحہ پر ہے۔ ''نہ اس میں (یعنی عبارت حفظ الایمان میں) تشبیہ ہے نہ توہین'' اسی رسالہ کے ص ۸ پر ہے۔ ''واضح ہو کہ ایسا لفظ فقط مانند اور مثل ہی کے معنی میں مستعمل نہیں ہوتا بلکہ اس کے معنی اس قدر اور اتنے کے بھی آتے ہیں جو اس جگہ متعین ہیں''۔ ان عبارات کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ عبارت حفظ الایمان میں ایسا تشبیہ کے لئے لینا غلط ہے۔ تشبیہ کی صورت میں عبارت حفظ الایمان سرے سے باطل ہے۔ ہاں اگر عبارت حفظ الایمان میں ایسا تشبیہ کے لئے ہو تو بے شک عبارت حفظ الایمان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین ہے اور اس صورت میں مولوی اشرف علی تھانوی کو کافر کہنا صحیح ہے مگر عبارت حفظ الایمان میں تشبیہ نہیں لہٰذا توہین نہیں۔

عبارت حفظ الایمان کی مذکورہ صفائی پر روشنائی مولوی منظور صاحب دیوبندی کے قلم سے

''ایسا تشبیہ کے علاوہ دوسرے معنوں میں بھی مستعمل ہوتا ہے اور حفظ الایمان کی عبارت میں وہ بلا تشبیہ کے اتنا کے مستعمل ہوتی ہے''۔ (روئداد مناظرہ بریلی مرتبہ وہابیہ دیوبندیہ ص ۳۸) ''حفظ الایمان کی اس عبارت میں بھی ایسا تشبیہ کے لئے نہیں ہے''۔ (روئداد مذکورہ ص ۳۳) ''اگر بالفرض اس عبارت کا وہ مطلب ہو جو مولوی سردار احمد صاحب بیان کر رہے ہیں جب تو ہمارے نزدیک بھی وہ موجب کفر ہے''۔ (ص ۳۵۔ روئداد وہابیہ) اس فقیر ناچیز نے مناظرہ بریلی میں بیان کیا تھا کہ عبارت حفظ الایمان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم شریف کو بچوں، پاگلوں، جانوروں، چارپایوں کے علم سے تشبیہ دی ہے۔ لہٰذا اس عبارت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں توہین اور گندی گالی ہے۔ مناظرہ بریلی کی روئداد مرتبہ وہابیہ دیوبندیہ کے ص ۳۰ پر بھی فقیر کی تقریر میں یہ مضمون درج ہے۔ مولوی منظور صاحب دیوبندی کی

عبارت کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ عبارت حفظ الایمان میں ایسا کے معنی اتنا ہے لہٰذا عبارت حفظ الایمان میں تشبیہ نہیں ہے۔ ہاں اگر عبارت حفظ الایمان میں تشبیہ ہو تو اس عبارت میں ضرور توہین ہے اور کفر ہے۔ حضرات ناظرین! غور سے ملاحظہ فرمایئے کہ مولوی مرتضیٰ حسن صاحب دربھنگی دیوبندی اور مولوی منظور صاحب سنبھلی دیوبندی دونوں کا مل کر اتفاقیہ بیان ہے کہ عبارت حفظ الایمان میں تشبیہ نہیں اگر تشبیہ ہو تو اس صورت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین ہوتی ہے۔

ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی اور مولوی منظور سنبھلی دیوبندی کی پیش کردہ صفائی غلط ہے صدر دیوبند کے قلم سے

صدر دیوبند نے عبارت حفظ الایمان کی توضیح میں لکھا ہے۔ "لفظ ایسا تو کلمہ تشبیہ کا ہے"۔ (الشہاب الثاقب ص۱۰۱) کتاب مذکور کے ص۱۱۲ پر ہے۔ "ادھر لفظ اتنا نہیں کہا یعنی مولوی اشرف علی نے بلکہ تشبیہ فقط بعضیت میں دے رہے ہیں"۔ کتاب مذکور کے ص۱۱۳ پر ہے "غرض سیاق عبارت اور سیاق کلام ہر دونوں بوضاحت دلالت کرتے ہیں کہ نفس بعضیت میں تشبیہ دی جا رہی ہے"۔ کتاب مذکور کے ص۱۱۵ پر ہے۔ "حضرت مولانا تھانوی دامت برکاتہم کا دامن تقدس بالکل پاک و صاف ہے"۔ ان عبارات سے نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ عبارت حفظ الایمان میں تشبیہ موجود ہے مگر پھر بھی اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین نہیں۔ تھانوی صاحب کی عبارت صاف ہے۔ حضرات ناظرین پہلے دونوں دیوبندی مولویوں کا بیان ہے کہ عبارت حفظ الایمان میں تشبیہ ہو تو اس عبارت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین ہے۔ اب علمائے دیوبند سے سوال نمبر ۳ ہے کہ صدر دیوبند اور اس مقابل کے دیوبندی فریق میں سے کون حق پر ہے اور کون باطل پر۔ جواب بغیر رو رعایت ہونا چاہیے۔

دوستی کے پردے میں کھلی دشمنی

صدر دیوبند کا بیان: مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی عبارت حفظ الایمان میں تشبیہ ہے۔

ناظم شعبۂ تبلیغ دیوبند اور منظور دیوبندی دونوں کا مل کا اتفاقیہ بیان

مولوی اشرف علی تھانوی کی عبارت حفظ الایمان میں تشبیہ ہو تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں توہین ہے۔ نتیجہ صاف یہ نکلا کہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی عبارت حفظ الایمان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں توہین ہے اور جو شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کرے ظاہر ہے وہ اسلام سے خارج ہے۔ لہٰذا صدر دیوبند اور منظور دیوبندی کے بیانات سے بھی آخر یہی نتیجہ نکلا کہ مولوی اشرف علی تھانوی اسلام سے خارج ہے۔ اسے کہتے ہیں دوستی کے پردے میں کھلی دشمنی۔

اُردو کے محاورہ سے صدر دیوبند یا منظور دیوبندی کی نادانی ایک دوسرے کی زبانی

"میں (مولوی منظور) نے عرض کیا تھا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں جیسا کا لفظ نہیں ہے۔ لہٰذا اس میں تشبیہ نہیں"۔ (مناظرہ بریلی کی روئداد وہابیہ دیوبندیہ ص ۳۳) اسی روئداد کے ص ۳۴ پر ہے۔ "حفظ الایمان کی اس عبارت میں بھی ایسا تشبیہ کے لئے نہیں ہے بلکہ وہ یہاں بدون تشبیہ کے اتنا کے معنی میں ہے" نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ عبارت حفظ الایمان میں ایسا تشبیہ کے لئے نہیں اس لئے کہ اس عبارت میں جیسا نہیں ہے۔

اب عبارت حفظ الایمان کی شرح میں صدر دیوبند کی سنئے

"لفظ ایسا تو کلمہ تشبیہ کا ہے"۔ (الشہاب الثاقب ص ۱۱۱) کتاب مذکور کے ص ۱۱۳ پر ہے۔ "غرض سیاق عبارت وسیاق کلام ہر دونوں بوضاحت دلالت کرتے ہیں کہ نفس بعضیت میں تشبیہ دی جارہی ہے"۔ نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ عبارت حفظ الایمان میں ایسا تشبیہ کے لئے ہے اگرچہ اس عبارت میں لفظ جیسا نہیں ہے یہ دونوں نتیجے آپس میں بالکل مخالف ہیں۔ اب علمائے دیوبند سے سوال نمبر ۴ ہے کہ کس کا نتیجہ صحیح اور کس کا غلط؟ صدر دیوبند اور مولوی منظور دیوبندی دونوں میں سے کون اُردو کے محاورہ سے نادان ہے اور کون واقف؟

اُردو کے محاورہ سے صدر دیوبند یا مولوی مرتضیٰ حسن دیوبندی کی نادانی ایک دوسرے کی زبانی

صدر دیوبند (عبارت حفظ الایمان میں) لفظ ایسا تو کلمہ تشبیہ ہے۔ (الشہاب الثاقب ص ۱۱۱)

ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند: عبارت حفظ الایمان میں ایسا کو تشبیہ کے لئے لینا غلط ہے۔ اس لئے کہ اس صورت عبارت حفظ الایمان میں ایک اور کلام محذوف ماننا پڑے گا بلکہ تشبیہ کی صورت میں عبارت حفظ الایمان کا مطلب ہی خبط اور باطل ہو جائے گا۔ ملاحظہ ہو توضیح البیان اس کے ص ۱۳ پر ہے" اور اگر وجہ تکفیر کی تشبیہ علم نبوی بعلم زید وعمر ہے تو یہ اس پر موقوف ہے کہ لفظ ایسا تشبیہ کے لئے ہو حالانکہ یہ یہاں غلط ہے اور علاوہ غلط ہونے کے محتاج ہے۔ حذف کلام بلکہ مسخ کلام کا"۔

سوال نمبر ۵ کیے فرماتے ہیں علماء دیوبند اس مسئلہ میں کہ صدر دیوبند اور ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند میں سے کون اُردو کے محاورہ سے نادان ہے اور کون واقف۔

عبارت حفظ الایمان میں دیوبندیوں کی خانہ جنگی کی تیسری تشکیل

عبارت حفظ الایمان کی صفائی کا تیسرا رُخ مولوی عبدالشکور لکھنوی دیوبندی ایڈیٹر النجم کے قلم سے

مولوی عبدالشکور لکھنوی دیوبندی نے مباحثہ مونگیر میں حفظ الایمان کی عبارت کی شرح میں بیان کیا کہ "جس صفت کو ہم مانتے ہیں اور اس کو رذیل چیز سے تشبیہ دینا یقیناً توہین ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا میں صفت علم غیب ہم نہیں مانتے اور جو مانے اسکو منع کرتے ہیں۔ لہذا علم غیب کی کسی شق کو رذیل چیز میں بیان کرنا ہرگز توہین نہیں ہو سکتی"۔ ملاحظہ ہو مباحثہ مونگیر کی روئداد مرتبہ وہابیہ دیوبند مسماۃ نصرت آسمانی ص ۲۷ یعنی مولوی اشرف علی صاحب تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے علم غیب مانتے ہی نہیں بلکہ جو شخص حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے علم غیب مانے اس کو منع کرتے ہیں ہاں اگر

مولوی اشرف علی تھانوی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب مانتے تو یقیناً عبارت حفظ الایمان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں توہین ہوتی۔

ایڈیٹر النجم دیوبندی کی پیش کردہ صفائی پر پہلا وار ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند کے قلم سے

عبارت حفظ الایمان کی شرح توضیح البیان کے ص ۱۳ پر ہے۔ "بیان بالا سے یہ ثابت ہو گیا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو علم غیب حاصل ہے نہ اس میں گفتگو ہے نہ یہاں ہو سکتی ہے"۔ اسی رسالہ کے صفحہ ۳ پر ہے۔ "حفظ الایمان میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب بعطائے الٰہی حاصل ہے"۔ یعنی مولوی اشرف علی تھانوی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب مانتے ہیں۔

ایڈیٹر النجم دیوبندی کی پیش کردہ صفائی پر دوسرا وار صدر دیوبند کے قلم سے

عبارت حفظ الایمان کی شرح میں صدر دیوبند نے اپنی کتاب الشہاب الثاقب کے صفحہ ۱۱۴ پر لکھا ہے "غرض کہ لفظ عالم الغیب کے معنی میں دو شقیں فرمائی ہیں اور ایک شق کو سب میں موجود مانتے ہیں یہ نہیں کہہ رہے ہیں کہ جو علم غیب رسول علیہ السلام کو حاصل تھا وہ سب میں موجود ہے بلکہ اس معنی کو سب میں موجود مانتے ہیں"۔ یعنی مولوی اشرف علی صاحب نے عالم الغیب کے معنی میں دو صورتیں بیان کی ہیں پہلی صورت کل علم غیب اور دوسری صورت بعض علم غیب۔ دوسرے معنی یعنی بعض علم غیب کو مولوی اشرف علی صاحب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور باقی سب چیزوں میں موجود مانتے ہیں۔

ایڈیٹر النجم دیوبندی کی پیش کردہ صفائی پر تیسرا وار ایڈیٹر صاحب کے خاص شاگرد مولوی منظور دیوبندی کے قلم سے

"تمام کائنات حتیٰ کہ نباتات و جمادات کو بھی مطلق بعض غیوب کا علم حاصل ہے اور یہی حفظ الایمان کی عبارت کا پہلا اہم جزو ہے"۔ (مناظرہ بریلی کی روئداد مرتبہ دیوبندیہ ص ۸۱)

اسی روئداد کے ص ۸۹ پر ہے۔ "حفظ الایمان کی عبارت میں توہین کا شائبہ بھی نہیں اور اس میں زید و عمر اور صبیاں و مجانین اور حیوانات و بہائم کے لئے مطلق بعض غیب کا علم تسلیم کیا گیا ہے نہ کہ وہ علم جو واقع میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے"۔ ان دونوں عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے بلکہ سب چیزوں کے لئے علم غیب مانتے ہیں۔

دیوبندی مولویوں کی اپنے پیشوا اشرف علی تھانوی کے ساتھ دوستی کے پردہ میں دشمنی

مولوی عبدالشکور لکھنوی دیوبندی کے بیان کا حاصل یہ ہے کہ اگر مولوی اشرف علی صاحب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب مانتے تو عبارت حفظ الایمان میں یقیناً توہین ہوتی۔ صدر دیوبند و ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند و مولوی منظور دیوبندی سب کے بیان کا حاصل یہ ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب مانتے ہیں۔ نتیجہ صاف یہ نکلا کہ عبارت حفظ الایمان میں یقیناً توہین ہے (اس لئے کہ وضع مقدم سے نتیجہ وضع ثانی نکلتا ہے کما لا یخفی)

حضرات ناظرین! ملاحظہ کیجئے علمائے دیوبند ہی کے بیانات سے صاف یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ مولوی اشرف علی نے عبارت حفظ الایمان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین کی ہے اور اس میں شک نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی کرنے والا خارج از اسلام کافر و مرتد و بددین ہے۔ دیکھا اسے کہتے ہیں دوستی کے پردے میں دشمنی دیوبندیو اب تو توبہ کرو اور ایمان لاؤ۔

سوال نمبر ۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دیوبند اس مسئلہ میں کہ ایک دیوبند کا فریق یہ کہتا ہے کہ مولوی اشرف علی تھانوی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب نہیں مانتے بلکہ جو مانے اس کو منع کرتے ہیں اور دیوبند کا دوسرا فریق جس میں صدر دیوبند اور ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند بھی داخل ہیں یہ بیان کرتا ہے کہ مولوی اشرف علی تھانوی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب مانتے ہیں اور ان دونوں فریق میں سے کون حق پر ہے اور کون باطل پر کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔ بینوا توجروا

جھوٹے کی پہچان۔ مان نہ مان میں تیرا مہمان

مولوی اشرف علی تھانوی کا خود بیان۔ "اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی (بچے) و مجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم (جانوروں و چارپایوں) کے لئے بھی حاصل ہے"۔ دیکھئے مولوی اشرف علی تھانوی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے بعض علم غیب مانتے ہیں اور پھر حضور کے علم غیب کو بچوں، پاگلوں، جانوروں، چارپایوں کے علم سے تشبیہ دیتے ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ من ذالک۔ ادھر مولوی عبدالشکور لکھنوی دیوبندی کی چال دیکھئے عبارت حفظ الایمان کی تاویل میں بیان کرتے ہیں کہ "جس صفت کو ہم مانتے اس کو رذیل چیز سے تشبیہ دینا یقیناً توہین ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا میں صفت علم غیب ہم (مولوی اشرف علی و دیگر دیوبندی) نہیں مانتے اور جو مانے اس کو منع کرتے ہیں۔ لہذا علم غیب کی کسی شق کو رذیل چیز میں بیان کرنا ہرگز توہین نہیں ہو سکتی"۔ (نصرت آسمانی ص ۲۷)

حضرات ناظرین! للہ انصاف مولوی اشرف علی تھانوی تو خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب مان کر حضور کے علم شریف کو بچوں، پاگلوں، جانوروں، چارپایوں کے علم سے تشبیہ دے۔ والعیاذ باللہ اور مولوی اشرف علی کے مذہبی ٹھیکیدار مولوی عبدالشکور لکھنوی دیوبندی انصاف کا خون کر کے زبردستی مولوی اشرف علی کی عبارت کی یہ تاویل گڑھے کہ مولوی اشرف علی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب مانتے ہی نہیں بلکہ جو مانے اس کو منع کرتے ہیں۔ ہاں اگر مولوی اشرف علی تھانوی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب مان کر بچوں، پاگلوں، جانوروں، چارپایوں کے علم سے تشبیہ دیتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین ہوتی۔ اس ناچیز کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ جب مولوی اشرف علی تھانوی خود ایک بات کو تسلیم کر رہا ہے تو ایڈیٹر النجم دیوبندی کیوں خواہ مخواہ زبردستی اپنے پیشوا تھانوی کے اقرار کو انکار اور تسلیم کو عدم تسلیم سے بدل رہا ہے۔ یہی ہے جھوٹے کی پہچان۔ مان نہ مان میں تیرا مہمان معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس میں بھی کوئی راز ہے کہ دوستی کے پردے میں دشمنی کا ساز ہے یعنی لکھنوی صاحب اپنے پیشوا تھانوی صاحب کو ڈھیل دے رہا ہے اور زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ اے تھانوی جی تم جو چاہو کہہ جاؤ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی شان میں توہین کرو ہم تمہارے دیوبندی چیلے جب تک موجود رہیں گے کسی نہ کسی طرح آپ کی باتوں کی تاویلیں گھڑتے رہیں گے خواہ آپ کی مخالفت ہو یا موافقت' دیوبندیو اب تو توبہ کرو اور ایمان لاؤ

مولوی منظور دیوبندی سنبھلی کی عمر بھر کی کمائی ان کے تحریری اقرار نے اک دم خاک میں ملائی

مولوی منظور صاحب نے اپنے ماہواری رسالہ میں مناظرہ بریلی کی روئداد بھی شائع کی ہے اور اس روئداد کے ص ۳۴ پر لکھا ہے۔ ”حفظ الایمان کی اس عبارت میں بھی ایسا تشبیہ کے لئے نہیں ہے بلکہ وہ یہاں بدوں تشبیہ کے اتنا کے معنی میں ہے“۔ اس عبارت پر اسی صفحہ میں یہ حاشیہ لکھا ہے ”واضح رہے کہ لفظ ایسا کی طرح لفظ اتنا بھی کبھی تشبیہ کے لئے آتا ہے اور کبھی بلا تشبیہ کے صرف مقدار کے لئے مثلاً کہتے ہیں زید اتنا مالدار ہے جتنا عمرو۔ اس مثال میں اتنا تشبیہ کے لئے ہے اور کہا جاتا زید اتنا مالدار ہے جس کی حد نہیں۔ یہاں لفظ اتنا تشبیہ کے لئے نہیں ہے بلکہ مقدار کے لئے ہے ناظرین ہمارے اس نوٹ کو یاد رکھیں“۔ ناظرین کی خدمت میں فقیر عرض کرتا ہے کہ مولوی منظور صاحب نے عبارت حفظ الایمان میں ایسا کو اتنا کے معنی میں بتایا اور یہ اس لئے کہ مولوی منظور صاحب کے نزدیک اگر عبارت حفظ الایمان میں ایسا تشبیہ کے لئے ہو تو اس عبارت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین ہے اور یہ عبارت موجب کفر ہے حاشیہ مذکور سے ظاہر ہے کہ مولوی منظور صاحب اپنے گمان میں تشبیہ سے بچنے کے لئے اگرچہ ایسا کے معنی اتنا کے بیان کئے ہیں مگر پھر بھی عبارت حفظ الایمان میں تشبیہ کے معنی مولوی منظور صاحب کے نزدیک برقرار ہیں۔ اس لئے کہ اتنا کے معنی تشبیہ کے آتے ہیں اور عبارت حفظ الایمان میں اتنا کے استعمال کی وہی صورت ہے جس میں اتنا تشبیہ کے لئے ہوتا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ مولوی منظور صاحب نے اتنا کے دو معنی تسلیم کئے ہیں۔ پہلے معنی مقدار میں تشبیہ کے لئے دوسرے معنی صرف مقدار کے لئے پہلے معنی کی مثال یہ دی ہے کہ زید اتنا مالدار ہے جتنا عمرو۔ دوسرے معنی کی مثال یہ دی ہے کہ ”زید اتنا مالدار ہے جس کی حد نہیں“۔ اب عبارت حفظ الایمان ”اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا

تخصیص ہے ایسا (اتنا) علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے" کی طرف توجہ کیجئے۔ یہ عبارت بلاشبہ "زید اتنا مالدار ہے جتنا عمرو" کی نظیر ہے جیسے اس مثال میں تشبیہ ہے اور مولوی منظور صاحب کو مسلم ہے اسی طرح حفظ الایمان میں بھی ایسا کو اگرچہ اتنا کے معنی میں لیا جائے بلاشبہ اس عبارت میں تشبیہ موجود ہے۔ اگر کوئی دیوبندی اُردو کے محاورہ سے ناواقف اعتراض کرے کہ اس مثال میں لفظ جتنا ہے لہذا اس میں اتنا تشبیہ کے لئے ہے اور عبارت حفظ الایمان میں لفظ جتنا نہیں لہذا اس میں ایسا بمعنی اتنا تشبیہ کے لئے نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس مثال یعنی "زید اتنا مالدار ہے جتنا عمرو" کے مضمون کو اگر یوں ادا کیا جائے کہ "بعض مال میں زید کی کیا تخصیص ہے اتنا مال تو عمرو کے لئے بھی حاصل ہے" تو اہل زبان پر مخفی نہیں کہ اس عبارت میں اور پہلی عبارت میں معنی کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں جو معنی پہلی عبارت کے ہیں وہی معنی اس عبارت کے ہیں اگرچہ پہلی عبارت جو مولوی منظور صاحب نے مثال میں پیش کی ہے اس میں لفظ جتنا ہے اور دوسری عبارت میں بھی تشبیہ ہے اسی طرح عبارت حفظ الایمان میں ایسا بمعنی اتنا بھی تشبیہ کے لئے ہے جس طرح اس ناپاک گندی عبارت کہ "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اتنا علم غیب ہے جتنا زید و عمرو بلکہ بچوں' پاگلوں' جانوروں' چارپایوں کے لئے حاصل ہے" میں صریح توہین اور کھلی گستاخی ہے۔ اسی طرح عبارت حفظ الایمان کہ "اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ایسا (بمعنی اتنا) علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے" میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان ارفع و اعلیٰ میں بھی صریح توہین اور کھلی گستاخی ہے ان دونوں ناپاک عبارتوں کا مضمون ایک ہی ہے اگرچہ پہلی عبارت میں اتنا کے ساتھ جتنا بھی ہے اور دوسری عبارت میں اتنا کے ساتھ جتنا نہیں' جیسے پہلی ناپاک عبارت میں اتنا تشبیہ کے لئے ہے ایسے ہی حفظ الایمان کی ناپاک گندی گھنونی عبارت میں بھی ایسا بمعنی اتنا تشبیہ کے لئے ہے۔ صدر دیوبند نے عبارت حفظ الایمان میں ایسا کو تشبیہ کے لئے بتایا مولوی منظور نے جب دیکھا کہ ایسا کو تشبیہ کے لئے ماننے کی صورت میں عبارت حفظ الایمان سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں صریح توہین نکلتی ہے تو براہ مکاری یہ چال اختیار کی کہ عبارت حفظ الایمان میں ایسا تشبیہ کے لئے نہیں ہے بلکہ ایسا اس عبارت میں

اتنا کے معنی میں ہے پھر اس پر حاشیہ یہ چڑھایا کہ اتنا کے دو معنی ہیں تشبیہ اور غیر تشبیہ اور یہ نہ سوچا کہ عبارت حفظ الایمان میں ایسا اگرچہ اتنا کے معنی میں ہو جب بھی اس کے معنی تشبیہ کے رہتے ہیں اور مولوی منظور نے حاشیہ میں دو مثالیں دے کر بالکل واضح کر دیا کہ بے شک عبارت حفظ الایمان میں تشبیہ ہے۔ مولوی منظور صاحب نے اتنا کے غیر تشبیہ ہونے کے لئے یہ مثال دی کہ "زید اتنا مالدار ہے کہ جس کی حد نہیں"۔

اگر عبارت حفظ الایمان یوں ہوتی کہ "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اتنا علم غیب حاصل ہے جس کی حد نہیں" تو اس وقت اس میں تشبیہ نہ ہوتی مگر عبارت حفظ الایمان میں یوں نہیں بلکہ وہ یوں ہے "اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا (اتنا) علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے"۔ یہ عبارت مولوی منظور کی اس مثال کہ زید اتنا مالدار ہے جتنا عمرو کی نظیر ہے۔ اس میں تشبیہ موجود ہے لہذا عبارت حفظ الایمان میں بھی تشبیہ موجود ہے۔ دیکھئے مولوی منظور صاحب نے جس بات کا انکار کیا اسی کا اقرار انہیں کی زبانی ثابت ہو گیا۔ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری روئداد وہابیہ کے اس حاشیہ کی آخری عبارت یہ ہے۔ "ناظرین ہمارے اس نوٹ کو یاد رکھیں" فقیر کہتا ہے کہ بے شک یہ نوٹ سنیوں کے لئے قیمتی ہے۔ بے شک یہ نوٹ یاد رکھنے کا ہے یہی وہ نوٹ ہے جس نے مولوی منظور کی عمر بھر کی کمائی اک دم خاک میں ملائی ہے۔

نوٹ: حفظ الایمان کی ناپاک عبارت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں اس قدر زیادہ توہین ہے کہ اس میں کوئی صحیح تاویل نہیں بنتی۔ دیوبندی مولوی جو تاویل کرتے ہیں دیوبندیوں کے اقرار سے ان تاویل میں بھی عبارت حفظ الایمان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین رہتی ہے۔ دیوبندیو اب تو توبہ کرو۔ اب تو ایمان لاؤ۔

عبارت حفظ الایمان کے متعلق دیوبندی مولویوں کے نام کھلے خطوط

پہلا خط بنام جناب مولوی حسین احمد صاحب دیوبندی و مدعی وکالت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی

سلام مسنون! آپ کے پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنے رسالہ حفظ الایمان میں ایک ناپاک عبارت لکھ کر حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں صریح توہین اور کھلی

گستاخی کی ہے وہ عبارت یہ ہے۔

> "آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے"۔ (حفظ الایمان ص ۶)

آپ نے اپنی کتاب "الشہاب الثاقب" میں عبارت مذکورہ کی صفائی میں بیان کیا ہے کہ ایسا اس عبارت میں تشبیہ کے لئے ہے۔ اس عبارت میں ایسا کے بجائے اگر اتنا ہوتا تو ضرور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کا معاذ اللہ احتمال ہوتا اور آپ کے پیشوا تھانوی صاحب کی وکالت کے دوسرے مدعی مولوی مرتضیٰ حسن صاحب دربھنگی ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند نے آپ کی کھلی مخالفت کی ہے اور اسی عبارت کی صفائی میں اپنے رسالہ "توضیح البیان" میں بیان کیا ہے کہ ایسا اس عبارت میں تشبیہ کے لئے لینا غلط ہے بلکہ ایسا معنی میں اس قدر اور اتنا کے ہے ملاحظہ ہو توضیح البیان کے ص ۱۳ پر ہے۔

> "اور اگر وجہ تکفیر کی تشبیہ علم نبوی بعلم زید و عمر ہے تو یہ اس پر موقوف ہے کہ لفظ ایسا تشبیہ کے لئے ہو حالانکہ یہ یہاں غلط ہے اور علاوہ غلط ہونے کے محتاج ہے حذف کلام بلکہ مسخ کلام کا"۔

اور اسی رسالہ کے ص ۱۷ پر ہے:

> "عبارت متنازعہ فیہا (یعنی عبارت حفظ الایمان) میں لفظ ایسا بمعنی اس قدر و اتنا ہے تو پھر تشبیہ کیسی"۔

اور اسی صفحہ ۱۷ پر ہے:

> "نہ اس (یعنی عبارت حفظ الایمان) میں تشبیہ ہے نہ توہین"

اور اسی رسالہ کے صفحہ ۸ پر ہے:

> "واضح ہو کہ ایسا کا لفظ فقط مانند اور مثل ہی کے معنی مستعمل نہیں ہوتا بلکہ اس کے معنی اس قدر اور اتنے کے بھی آتے ہیں جو اس جگہ متعین ہیں"۔

اور تھانوی صاحب کی وکالت کے تیسرے مدعی مولوی منظور سنبھلی دیوبندی صاحب نے بھی امسال مناظرہ بریلی میں آپ کی بات کو غلط ٹھہرایا اور بیان کیا کہ ”حفظ الایمان کی اس عبارت میں بھی ایسا تشبیہ کے لئے نہیں ہے بلکہ وہ یہاں بدون تشبیہ کے اتنا کے معنی میں ہے“۔ (ملاحظہ ہو مناظرہ بریلی کی روئداد مرتبہ وہابیہ دیوبندیہ مسماۃ فتح بریلی کا دلکش نظارہ ص ۳۴) اسی روئداد کے صفحہ ۵۲ پر ہے کہ ”حفظ الایمان کی عبارت میں وہ (یعنی ایسا) تشبیہ کے لئے نہیں ہے“ بلکہ مولوی منظور صاحب سنبھلی دیوبندی نے مناظرہ میں علانیہ بیان کیا تھا کہ اگر حفظ الایمان کی عبارت میں ایسا تشبیہ کے لئے ہو تو کفر ہے۔ آپ ایسا کو تشبیہ کے لئے لے رہے ہیں اور اتنا کا رد کر رہے ہیں اور آپ کے دوسرے دونوں ساتھی دیوبندی ایسا کو اتنا کے معنی میں لے رہے ہیں اور تشبیہ کو غلط بلکہ کفر بتا رہے ہیں۔ آپ بظاہر قرآن پاک پر ایمان رکھنے کے مدعی ہیں۔ لہذا قرآن کریم کا فرمان واجب الادعاں لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ (یعنی شرعی حکم ضرور لوگوں سے بیان کرنا اور ہرگز نہ چھپانا) کو یاد کر کے سچ سچ بتا دیجئے کہ آپ اور مولوی مرتضی حسن صاحب دربھنگی دیوبندی اور مولوی منظور صاحب سنبھلی دیوبندی میں سے کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔ کون حق پر اور کون باطل پر ہے اور آپ کے دونوں ساتھیوں دیوبندیوں نے حفظ الایمان کی عبارت میں جو ایسا کے معنی اتنا اور اس قدر کے بیان کئے ہیں اس معنی کی بنا پر آپ کے نزدیک آپ کے اقرار سے مولوی اشرف علی صاحب نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین کی یا نہ۔ انصاف سے سچ سچ بتانا یہ کوئی آپ کا اور میرا دنیوی معاملہ نہیں بلکہ حضور اقدس سرور دو عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا معاملہ ہے لہذا آپ تعصب و عداوت کو دور کر کے اس مکتوب کا انصاف سے جواب ارسال کریں۔ **وما علینا الا البلاغ ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللّٰہ۔**

نوٹ: آپ نے عبارت حفظ الایمان میں تشبیہ کے معنی مراد لئے ہیں اور مولوی منظور سنبھلی دیوبندی نے عبارت مذکورہ میں تشبیہ مراد لینے والے کو عقل کا دشمن لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو دیوبندی سنبھلی صاحب کی سیف یمانی اس کے ص ۱۴ پر ہے“۔ ان عقل کے دشمنوں (یعنی تشبیہ مراد لینے والوں) کے نزدیک ابطال تشبیہ کا نام ہی تشبیہ ہے“۔ اب آپ فرمان مذکور کو مدنظر رکھ کر سچ بتائیے کہ آپ کے سنبھلی صاحب نے جو آپ کو

عقل کا دشمن لکھا ہے یہ صحیح ہے یا غلط؟

فقیر سردار احمد غفرلہٗ گورداسپوری خادم جمعیۃ خدام الرضا محلہ سوداگراں
بریلی شریف از دیال گڈھ ضلع گورداسپور پنجاب ۲ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ

دوسرا خط بنام جناب مولوی مرتضیٰ حسن صاحب دربھنگی دیوبندی ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند و مدعی وکالت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی

سلام مسنون! آپ کے پیشوا مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے حفظ الایمان کی جس ناپاک عبارت میں حضور اقدس سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں صریح توہین اور کھلی گستاخی کی ہے وہ عبارت یہ ہے۔ ''آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے (حفظ الایمان ص ۶) آپ نے اس عبارت کی صفائی میں اپنے رسالہ ''توضیح البیان'' میں دو باتیں بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ اس عبارت میں ایسا کے معنی اتنا اور اس قدر متعین ہیں اور ایسا کے معنی تشبیہ کے نہیں ہیں اور آپ کے تھانوی صاحب کے دوسرے مدعی وکالت مولوی حسین احمد صاحب دیوبندی صدر دیوبند نے اس بارے میں آپ کی بالکل مخالفت کی ہے اور بیان کیا ہے کہ عبارت حفظ الایمان میں ایسا تشبیہ کے لئے ہے ایسا معنی میں اتنا کے نہیں ہے اور بیان کیا ہے کہ اگر عبارت حفظ الایمان میں ایسا کے بجائے اتنا ہوتا تو 'عبارت حفظ الایمان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کا احتمال معاذ اللہ ضرور ہوتا۔ ملاحظہ ہو صدر دیوبند کی کتاب ''الشہاب الثاقب'' اس کے ص ۱۱۱ پر ہے۔

''جناب یہ تو ملاحظہ کیجئے کہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی عبارت میں لفظ ایسا فرما رہے ہیں لفظ اتنا تو نہیں فرما رہے ہیں۔ اگر لفظ اتنا ہوتا تو اس وقت یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو اور چیزوں (جانوروں، چارپایوں، بچوں، پاگلوں) کے علم کے برابر کر دیا''۔ اسی کتاب کی عبارت

مذکورہ کے بعد ہی دوسری سطر میں ہے "لفظ ایسا تو کلمہ تشبیہ کا ہے" اسی کتاب کے صفحہ ۱۲ پر ہے۔ "ادھر لفظ اتنا نہیں کہا بلکہ تشبیہ فقط بعضیت میں دے رہے ہیں" اور دوسری بات آپ نے یہ بیان کی ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب تسلیم کرتے ہیں اور آپ کے تھانوی صاحب کے تیسرے مدعی وکالت مولوی عبدالشکور صاحب دیوبندی لکھنوی نے آپ کی اس بات کا کھلا ہوا رد کیا ہے اور "مباحثہ مونگیر" میں بیان کیا کہ

"جس صفت کو ہم مانتے ہیں اس کو رذیل چیز سے تشبیہ دینا یقیناً توہین ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا میں صفت علم غیب ہم (یعنی میں اور مولوی اشرف علی تھانوی اور دیگر دیوبندی) نہیں مانتے اور جو مانے اس کو منع کرتے ہیں لہذا (حفظ الایمان) میں علم غیب کی کسی شق کو رذیل چیز (یعنی جانور چارپایہ پاگل) میں بیان کرنا توہین نہیں ہو سکتی"۔ ملاحظہ ہو مناظرہ مونگیر کی روئداد مرتبہ وہابیہ دیوبندیہ مسماۃ نصرت آسمانی ص ۲۷۔

آپ قرآن پاک پر بظاہر ایمان رکھنے کے مدعی ہیں لہذا آپ قرآن کریم کے فرمان واجب الاذعان لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ (یعنی شرعی حکم ضرور ضرور لوگوں سے بیان کرنا اور ہرگز نہ چھپانا) کو یاد کر کے سچ سچ بتا دیجئے کہ آپ اور مولوی عبدالشکور صاحب لکھنوی دیوبندی اور صدر دیوبند مولوی حسین احمد صاحب دیوبندی میں سے کون حق پر ہے اور کون باطل پر۔ کون سچا ہے اور کون جھوٹا اور صدر دیوبند نے جو عبارت حفظ الایمان میں ایسا کو تشبیہ کے لئے بتایا ہے اس معنی کی بنا پر آپ کے اقرار سے مولوی اشرف علی صاحب نے عبارت حفظ الایمان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین کی یا نہ۔ انصاف سے کہنا میرا اور آپ کا کوئی دنیوی معاملہ نہیں ہے بلکہ حضور اقدس سرور دو عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا معاملہ ہے۔ لہذا آپ تعصب و بغض و عداوت کو دور کر کے اس مکتوب کا انصاف سے جواب ارسال کریں۔ وما علینا الا البلاغ ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ۔

فقیر سردار احمد غفرلہ گورداسپوری خادم جمعیۃ خدام الرضا اہلسنت والجماعت
محلہ سوداگراں بریلی شریف از قصبہ دیال گڈھ ضلع گورداسپور پنجاب
۲ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ

تیسرا خط بنام جناب مولوی عبدالشکور صاحب دیوبندی لکھنوی

ایڈیٹر النجم و مدعی وکالت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی

سلام مسنون! آپ کے پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنے رسالہ حفظ الایمان میں ایک ناپاک عبارت

> "پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے"۔

لکھ کر حضور اقدس سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں صریح توہین اور کھلی گستاخی کی ہے۔ آپ نے اس ناپاک عبارت کی صفائی میں مناظرہ مونگیر میں بیان کیا کہ مولوی اشرف علی تھانوی تو حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب نہیں مانتے بلکہ جو مانے اس کو منع کرتے ہیں۔ ہاں اگر مولوی اشرف علی صاحب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب مانتے اور پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کو بچوں، پاگلوں، جانوروں، چارپایوں کے علم سے تشبیہ دیتے تو البتہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین ہوتی اور آپ کے پیشوا تھانوی صاحب کے مدعیان وکالت مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی دیوبندی ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند اور مولوی حسین احمد صاحب دیوبندی صدر دیوبند اور مولوی منظور صاحب سنبھلی دیوبندی نے اس بارے میں آپ کی کھلی مخالفت کی ہے اور بیان کیا ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب کے نزدیک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب حاصل ہے۔ مولوی مرتضیٰ حسن صاحب دربھنگی دیوبندی نے عبارت حفظ الایمان کی شرح توضیح البیان کے ص ۱۳ پر لکھا ہے۔

"بیان بالا سے یہ ثابت ہو گیا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو علم غیب حاصل ہے نہ اس میں گفتگو ہے نہ یہاں ہو سکتی ہے" اور مولوی منظور صاحب سنبھلی دیوبندی نے مناظرہ بریلی میں بیان کیا کہ "تمام کائنات حتیٰ کہ نباتات و جمادات کو بھی مطلق بعض غیوب کا علم حاصل ہے اور یہی حفظ الایمان کی

عبارت کا پہلا اہم جزو ہے"۔ ملاحظہ ہو مناظرہ بریلی کی روئداد وہابیہ مسماۃ فتح بریلی کا دلکش نظارہ ص ۸۱ اور مولوی حسین احمد صاحب دیوبندی صدر دیوبند نے اپنی کتاب الشہاب الثاقب کے ص ۱۱۲ پر لکھا ہے۔

> "غرض یہ کہ لفظ "عالم الغیب" کے معنی میں دو شقیں فرماتے ہیں اور ایک شق کو سب میں موجود مانتے ہیں (مولوی اشرف علی صاحب) یہ نہیں کہہ رہے ہیں کہ جو علم غیب رسول اللہ علیہ السلام کو حاصل تھا وہ سب میں موجود ہے بلکہ اس معنی (بعض علم غیب) کو سب میں موجود مانتے ہیں"۔

آپ نے بیان کیا کہ مولوی اشرف علی تھانوی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے علم غیب مانتے نہیں آپ کے باقی تینوں ساتھی بیان کر رہے ہیں کہ مولوی اشرف علی مانتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے علم غیب حاصل ہے۔ آپ بظاہر قرآن پاک پر ایمان رکھنے کے مدعی ہیں لہذا آپ قرآن کے فرمان واجب الاذعان لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ (یعنی شرعی حکم ضرور ضرور لوگوں سے بیان کرنا اور ہرگز نہ چھپانا) کو یاد کر کے صاف صاف بتایئے آپ اور آپ کے باقی تینوں ساتھی دیوبندیوں میں سے کون حق پر ہے اور کون باطل پر ہے کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔ نیز صدر دیوبند مولوی حسین احمد صاحب حفظ الایمان کی عبارت مذکورہ میں تشبیہ بتا رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو صدر دیوبند کی کتاب "الشہاب الثاقب" اس کے ص ۱۱۱ پر ہے "لفظ ایسا تو کلمہ تشبیہ کا ہے" اور صدر دیوبند یہ بھی بتا رہے ہیں کہ مولوی اشرف علی صاحب حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے بعض علم غیب مانتے ہیں اور آپ نے مناظرہ مونگیر میں علانیہ بیان کیا کہ "جس صفت کو ہم مانتے ہیں اس کو رذیل چیز سے تشبیہ دینا یقیناً توہین ہے"۔ ملاحظہ ہو مناظرہ مونگیر کی روئداد مرتبہ وہابیہ دیوبندیہ مسماۃ نصرت آسمانی ص ۲۷۔

اب آپ فرمان مذکور کو یاد کر کے سچ سچ بتایئے کہ حفظ الایمان کی ناپاک عبارت کو جو مطلب صدر دیوبند مولوی حسین احمد صاحب نے بیان کیا ہے اس کی بناء پر آپ کے نزدیک مولوی اشرف علی تھانوی نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین کی یا نہیں۔ کہو اور انصاف سے کہو۔ کی اور ضرور کی۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۔ میرا اور آپ کا کوئی دنیوی معاملہ نہیں بلکہ

حضور اقدس سرور عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا معاملہ ہے۔ بغض و عناد دور کر کے انصاف کے ساتھ اس مکتوب کا جواب ارسال کریں۔ وما علینا الا البلاغ۔

فقیر محمد سردار احمد غفرلہ الاحد گورداسپوری

۱ قعہ۔ دیال گڑھ ضلع گورداسپور پنجاب

قطعی سچا فیصلہ

چوتھا خط بنام جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی دیوبندی مصنف حفظ الایمان

السلام علی من اتبع الہدیٰ

جناب تھانوی صاحب آپ نے اپنی حفظ الایمان میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی شان اقدس میں یہ ناپاک عبارت "پھر یہ کہ آپ ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی (بچہ) مجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم (جانوروں، چارپایوں) کے لئے بھی حاصل ہے"۔ لکھ کر دنیا بھر کے مسلمانوں کو بے چین کر دیا ہے۔ علماء حرمین شریفین ومشائخ عرب و عجم نے آپ کی اس ناپاک عبارت کو صریح کفر بتایا اور اس کی بناء پر آپ پر حکم کفر لگایا آپ اپنی بسط البیان میں اس ناپاک عبارت کی تاویل کرنے بیٹھے تو آپ نے اس میں اپنے کفر پر خود رجسٹری کرا دی اور اپنے خارج از اسلام ہونے کی قبولیت لکھ دی۔ آپ کے اس اقرار کے بعد امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی قدس سرہٗ نے آپ کو حق کی طرف توجہ دلائی اور ایمانی معاہدہ کی طرف دعوت دی۔ مگر آپ نے حق سے منہ موڑ کر اپنے منہ پر مہر سکوت لگائی اور اپنے عجز پر اپنے ہاتھوں رجسٹری کرا دی۔ آپ اپنے اقرار کفر پر اقرار کرنے سے ساکت ہیں مگر آپ کے خاص دیوبندی چیلے جو آپ کی وکالت کے مدعی ہیں یعنی صدر دیوبند و ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند و مولوی منظور سنبھلی و مولوی عبد الشکور لکھنوی ایڈیٹر النجم یہ سب کے سب مل کر آپ پر کفر کا فتویٰ لگا رہے ہیں اور آپ کو اسلام سے خارج بتا رہے ہیں اپنے رسائل و کتابوں میں

اس کی اشاعت کر رہے ہیں۔ دیوبندی دنیا میں آپ کا بھرم بنا تھا اور وہابیہ کے بازار میں آپ کا راستہ کھلا تھا مگر آپ کے خاص ان دیوبندی چیلوں نے آپ کی ہر سکوت کے پردے کھول دیئے اور آپ کو اسلام سے خارج ہونے کے بول بل کر صاف بول دیئے۔ اب آپ کے سکوت کی تمام گلیاں بند ہو گئیں۔ آپ کے دیوبندی چیلوں نے آپ کے بھاگنے کے تمام راستے مسدود کر دیئے۔ آپ کی عبارت کی جو تاویلیں کرتے ہیں وہ سب دیوبندی آپس میں ایک دوسرے کی تاویل کو غلط ٹھہراتے ہیں۔

صدر دیوبند آپ کی عبارت میں ایسا کو تشبیہ کے لئے بتا رہے ہیں اور ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند اور مولو منظور سنبھلی اس کا رد کر رہے ہیں اور صدر دیوبند کا قول صراحۃً غلط بتا رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو صدر دیوبند کی کتاب "الشہاب الثاقب" اس کے ص ۱۱۱ پر ہے "لفظ ایسا تو کلمہ تشبیہ کا ہے" اور ملاحظہ ہو ناظم شعبہ تبلیغ دیوبندی کی "توضیح البیان" اس کے ص ۱۲ پر ہے "اور اگر وجہ تکفیر کی تشبیہ علم نبوی بعلم زید وعمرو ہے تو یہ اس پر موقوف ہے کہ لفظ ایسا تشبیہ کے لئے ہو حالانکہ یہ یہاں غلط ہے اور علاوہ غلط ہونے کے محتاج ہے حذف کلام کا بلکہ مسخ کلام کا" اور ملاحظہ ہو مناظرہ بریلی کی روئداد مرتبہ وہابیہ دیوبندیہ اس کے صفحہ ۲۵ پر آپ کے مولوی منظور کی تقریر میں ہے "اگر بالفرض اس عبارت کا وہ مطلب ہے جو مولوی سردار احمد صاحب بیان کر رہے ہیں جب تو وہ ہمارے نزدیک بھی وہ موجب کفر ہے"۔ فقیر نے مناظرہ میں یہ بیان کیا تھا کہ عبارت حفظ الایمان میں ایسا تشبیہ کے لئے ہے لہذا اس میں توہین ہے اور آپ کے مولوی منظور صاحب نے بھی اقرار کیا کہ ہاں اگر عبارت حفظ الایمان میں ایسا تشبیہ کے لئے ہو تو وہ عبارت کفری ہے۔ ذرا آنکھ کھول کر دیکھئے آپ کے صدر دیوبند نے جو آپ کی عبارت کے معنی بیان کئے آپ کے ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند مولوی منظور دیوبندی نے اس معنی کی بناء پر آپ پر صریح صاف حکم فرما دیا اور ان دونوں دیوبندیوں نے آپ کی عبارت میں ایسا کو اتنا کے معنی میں بتایا۔ ملاحظہ ہو توضیح البیان ص ۸ "واضح ہو کہ ایسا کا لفظ فقط مانند اور مثل ہی کے معنی میں مستعمل نہیں ہوتا بلکہ اس کے معنی اس قدر اور اتنے کے بھی آتے ہیں جو اس جگہ متعین ہیں" اور اسی کے صفحہ ۱۷ پر ہے۔ "عبارت متنازعہ فیہا میں لفظ ایسا بمعنی اس قدر و اتنا ہے" اور ملاحظہ ہو روئداد وہابیہ اس کے صفحہ ۳۲ پر آپ کے مولوی منظور دیوبندی کا بیان ہے۔ "حفظ الایمان کی اس عبارت میں بھی

ایسا تشبیہ کے لئے نہیں ہے بلکہ وہ یہاں بدون تشبیہ کے اتنا کے معنی میں ہے"۔ ان دونوں نے تو آپ کی عبارت میں ایسا کو اتنا کے معنی میں بتایا اور صدر دیوبند نے ان دونوں کے قول کو غلط ٹھہرایا اور بیان کیا کہ آپ کی عبارت میں لفظ ایسا ہے لفظ اتنا نہیں اگر آپ کی عبارت میں لفظ ایسا کی جگہ لفظ اتنا ہوتا تو اس وقت آپ کی عبارت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین کا احتمال ضرور ہوتا۔ والعیاذ باللہ ملاحظہ ہو الشہاب الثاقب اس کے صفحہ ۱۱۱ پر ہے۔ "حضرت مولانا (اشرف علی تھانوی) عبارت میں لفظ ایسا فرما رہے ہیں اگر لفظ اتنا ہوتا تو اس وقت البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو اور چیزوں (بچوں، پاگلوں، جانوروں) کے علم کے برابر کر دیا"۔ دیکھئے آپ کی عبارت کے معنی جو پہلے دونوں دیوبندیوں نے بیان کئے صدر دیوبند نے اس معنی کی بناء پر آپ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اشارۃً توہین کرنے والا ضرور ٹھہرایا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اشارۃً توہین کرنے والا آپ کے بسط البیان والے اقرار سے قطعی کافر اسلام سے خارج ہے پھر آپ کو کفر سے بچانے کے لئے آپ کے ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند نے اپنی توضیح البیان کے صفحہ ۴ پر لکھا ہے کہ "حفظ الایمان میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب بعطائے الٰہی حاصل ہے" اور صفحہ ۹ پر لکھا ہے کہ "بعض علوم غیبیہ جو واقع میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہیں اس سے تو نہ یہاں (عبارت حفظ الایمان میں) گفتگو ہے نہ کوئی عاقل مراد لے سکتا ہے"۔ اس کا صاف یہ مطلب ہے کہ اگر آپ عبارت حفظ الایمان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب تسلیم نہ کرتے تو کفر ہوتا۔ مگر جب آپ کو تسلیم ہے تو اس عبارت میں کفر نہیں۔ دوسری طرف آپ کے خاص مذہبی ٹھیکیدار مولوی عبدالشکور ایڈیٹر النجم نے آپ کو کفر سے بچانے کے لئے یہ بیان کیا ہے "جس صفت کو ہم مانتے ہیں اس کو رذیل چیز سے تشبیہ دینا یقیناً توہین ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا میں صفت علم غیب ہم نہیں مانتے اور جو مانے اسے منع کرتے ہیں۔ لہذا علم غیب کی کسی شق کو رذیل چیز میں بیان ہرگز توہین نہیں ہو سکتی"۔ اس کا صاف یہ مطلب ہے کہ آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب تسلیم نہیں کرتے۔ لہذا بچوں، پاگلوں، جانوروں، چارپایوں کے علم کے ساتھ تشبیہ نہ توہین ہے نہ کفر ہاں اگر آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب مانتے اور پھر تشبیہ دیتے تو آپ کی عبارت میں

توہین ہوتی اور کفر ہوتا دیکھئے جو مطلب ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند نے بیان کیا آپ کے ایڈیٹر النجم نے اس معنی کی بناء پر آپ کو کفر سے بچانے کے لئے آپ کی عبارت کی جو تاویل صدر دیوبند نے بیان کی اس کو ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند اور مولوی منظور دیوبندی دونوں نے غلط بلکہ کفر بتایا اور جو تاویل ان دونوں نے آپ کی عبارت میں گڑھی اس کو صدر دیوبند نے صاف غلط بلکہ آپ کے اقرار سے کفر ٹھہرایا اور جو تاویل ایڈیٹر النجم نے گڑھی اس کو ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند نے غلط بتایا اور جو معنی ناظم نے بیان کئے اس کو ایڈیٹر النجم نے غلط اور یقیناً آپ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں یقیناً توہین کرنے والا اور کفر بتایا۔ کیا اس خانہ جنگی کا صاف مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ کے صدر دیوبند اور ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند اور مولوی منظور دیوبندی اور ایڈیٹر النجم دیوبندی کا اتفاق واجماع مولف ہے کہ آپ نے یقیناً عبارت حفظ الایمان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں صریح توہین اور کھلی گستاخی کی ہے۔ علمائے اہلسنت وجماعت قدست اسرارہم و مشائخ عرب وعجم نے آپ کو بار بار تنبیہ کی کہ آپ کی ناپاک عبارت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں صریح توہین اور کھلی گستاخی ہے۔ آپ کی عبارت کی کوئی تاویل نہیں بنتی۔ آپ نے جواب سے عاجز آکر سکوت کیا۔ یہی ایک سکوت کی گلی آپ کے لئے کھلی تھی۔ مگر آپ کے خاص چیلوں دیوبندیوں نے آپ کی عبارت میں صریح کفر بتا کر اس گلی کو بھی بند کر دیا۔ علمائے اہلسنت نے جو فرمایا آپ کے دیوبندی چیلوں نے بھی اس کا گیت گایا۔ علمائے اہلسنت نے [illegible] تھا کہ آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین کی ہے۔ لہٰذا آپ کافر ہیں آپ کے دیوبندیوں نے بھی یہی بیان کیا کہ آپ نے عبارت حفظ الایمان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین کی ہے۔ آپ اسلام سے خارج ہیں۔ حق اسی کا نام ہے سچ اسے ہی کہتے ہیں جو آپ کے مسلمان ہونے کی جھوٹی اشاعت کرتے تھے وہی آج دنیا میں آپ کے کافر ہونے کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ سچ ہے کہ دروغ کو فروغ نہیں ہوتا۔ آپ اپنے چیلوں کی بات کا پاس کریں اور اپنے کفر کا اپنے قلم سے اشتہار کر کے اپنی توبہ کا اعلان شائع کریں کفر سے توبہ کرنا اور اس توبہ کا اعلان کرنا مولیٰ عزوجل تبارک وتعالیٰ کو نہایت پسند اور خلق کو مقبول ہے۔

وما علینا الا البلاغ المبین۔ فقیر محمد سردار احمد گورداسپوری

مولوی اشرف علی تھانوی اور دیوبندی مولویوں کی عاجزی اور بدحواسی

یہ خطوط رجسٹری کے ذریعہ سے دیوبندی مولویوں کے نام روانہ کئے گئے مگر آج تک دیوبندی مولوی جواب سے عاجز ہیں۔ بدحواس ہیں اخبار الفقیہ امرتسر میں بعض خطوط شائع ہوئے اور پرچہ اہلسنت سنبھل ضلع مراد آباد میں تو ماہ بماہ ہر ایک خط شائع ہوا مگر دیوبندیہ وہابیہ میں سے کسی کو جواب دینے کی جرأت نہیں ہوئی اور نہ قیامت تک انشاء اللہ العزیز کوئی دیوبندی وہابی اس کا جواب دے سکے' ہے کوئی وہابیت کا فرزند جو اس کا جواب دے سکے' ہے کوئی تھانوی صاحب کا چیلا جو اس بحث میں کچھ گفتگو کر سکے' ہے کوئی دیوبندیوں کی لاج رکھنے والا تھانوی صاحب کے سر سے کفر اٹھا سکے' ہے کوئی تھانوی جی کو پیشوا ماننے والا جو تھانوی جی کا اسلام ثابت کر سکے اور تھانوی جی کی صفائی میں ایک حرف بول سکے۔

اے تمام دنیا کے دیوبندیو سنو اور گوش ہوش سے سن لو اور آنکھیں کھولو اور دیکھو کہ تمہارے دیوبندی مولویوں کی خانہ جنگی نے روز روشن کی طرح ثابت کر دیا کہ تمہارے پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی شان اقدس میں صریح گستاخی کی ہے اب تو توبہ کر لو۔ اب تو ایمان لے آؤ ہماری نہ مانو تو اپنے دیوبندی مولویوں کی تو مانو کچھ تو غور کرو۔ ذرا تو عقل و انصاف سے کام لو۔ حجت تم پر تمام ہو چکی۔ تمہارا کوئی عذر سنا نہیں جائے گا۔ تمہارا کوئی حیلہ بہانا مسموع و مقبول نہیں ہوگا۔ اگر توبہ نہ کرو گے تو یاد رکھو کہ ایک دن وہ آنے والا ہے کہ اللہ جل جلالہ کے دربار میں اس کے حبیب لبیب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مجرم بنا کر کھڑے کئے جاؤ گے۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

عبارت حفظ الایمان کے متعلق ایک سنی اور دیوبندی کا مکالمہ

زید اور عمر دونوں صاحب ایک ساتھ سفر میں کہیں جا رہے ہیں۔ ان دونوں میں یوں گفتگو ہوتی ہے۔

زید: جناب کا مزاج کیسا ہے؟

عمرو: میں اچھا ہوں آپ تو خیریت سے ہیں۔ جناب کا مزاج کیسا ہے؟

زید: الحمدللہ یہ ناچیز بزرگان دین کی دعا سے اچھا ہے۔ ذرا یہ تو فرمایئے کہ جناب کا دولت خانہ کہاں ہے اور جناب اس شدت کی گرمی میں کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔

عمرو: میرا غریب خانہ دیوبند ہے اور اس وقت میں اپنے پیشوا مولانا اشرف علی تھانوی کی خدمت میں جا رہا ہوں۔ کیا آپ مولانا اشرف علی تھانوی کو جانتے ہیں۔

زید: جی ہاں خوب جانتا ہوں مولوی اشرف علی صاحب تھانوی وہی تو ہیں۔ جس نے اپنی کتاب حفظ الایمان میں ایک ناپاک عبارت لکھ کر حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں صریح توہین اور کھلی گستاخی کی ہے۔ کیا آپ اور آپ کی جماعت دیوبند کا پیشوا وہی ہو سکتا ہے جو سید الانبیاء حضور پر نور شفیع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں صریح گالی دے۔ والعیاذ باللہ

دیوبندی: آپ عجیب آدمی ہیں آپ نے مجھے تردد میں ڈال دیا اور بتایئے تو کس کتاب میں ہمارے مولانا تھانوی صاحب نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی کی ہے۔

سنی: کتاب میں ابھی دکھائے دیتا ہوں مگر آپ ذرا یہ تو بتایئے کہ اگر میں نے آپ کے پیشوا تھانوی جی کی کتاب میں وہ عبارت دکھا دی تو آپ توبہ کر لیں گے۔

دیوبندی: حضرت پہلے وہ عبارت تو دکھایئے توبہ کا مطالبہ بعد میں کرتے رہنا۔ وہ عبارت بری ہو گی تو توبہ کر لوں گا۔

سنی: دیکھئے یہ ہے آپ کے تھانوی جی کی کتاب حفظ الایمان اور یہ ہے وہ ناپاک عبارت ”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا .... حاصل ہے۔ (ص ۶)

دیوبندی: اس عبارت میں تو بظاہر بے ادبی معلوم ہوتی ہے مگر اس عبارت میں اگر لفظ ایسا تشبیہ کے لئے ہو تو اس میں کیا خرابی ہے۔

سنی: معاذ اللہ اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں صریح توہین اور کھلی گستاخی ہے۔ دیکھئے آپ کے مولوی منظور سنبھلی دیوبندی اور سابق ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند نے اپنے رسالوں

میں تسلیم کیا ہے کہ اس ناپاک عبارت میں اگر ایسا تشبیہ کے لئے ہو تو یہ عبارت کفری ہے اور اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین ہے۔ آپ ایسا کو تشبیہ کے لئے بتاتے ہیں اور آپ کے ان دونوں دیوبندیوں نے ایسا کو تشبیہ کے لئے لینا غلط بتایا ہے۔ فرمائیے آپ اور ان دونوں میں سے کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔

دیوبندی: اچھا ہم ایسا کو تشبیہ کے لئے نہیں لیتے ایسا کو تو اتنا کے معنی میں لیتے ہیں۔

سنی معاذ اللہ ایسا کو اتنا کے معنی میں لینے کی صورت میں بھی توہین رہتی ہے۔ آپ کے دیوبند کے صدر مولوی حسین احمد صاحب نے اقرار کیا ہے کہ اگر اس عبارت میں ایسا کی بجائے اتنا ہوتا تو اس عبارت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں توہین کا احتمال ضروری ہوتا اور صدر دیوبند نے ایسا کو تشبیہ کے لئے بیان کیا ہے آپ ایسا کے معنی اتنا کے بتا رہے ہیں اور آپ کے دیوبند کے صدر ایسا کو تشبیہ کے لئے بیان کر رہے ہیں آپ دونوں میں کون سچا ہے اور کون جھوٹا؟

دیوبندی. اچھا ہم ایسا کو نہ تشبیہ کے لئے لیتے ہیں اور نہ اتنا کے معنی ہیں بلکہ ہم کہتے ہیں کہ عبارت میں توہین اس وقت ہوتی ہے جب اشرف علی تھانوی صاحب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب تسلیم نہ کرتے ہمارے تھانوی صاحب تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب مانتے ہیں

سنی: آپ یہ بیان کرتے ہیں اور آپ کے پیشوا تھانوی کے مذہبی ٹھیکیدار مولوی عبدالشکور دیوبندی ایڈیٹر النجم کا یہ بیان ہے کہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب تسلیم نہیں کرتے ہاں اگر مولانا تھانوی صاحب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب مانتے تو یقیناً اس عبارت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین ہوتی۔ ذرا مہربانی کر کے فرمائیے تو کہ آپ اور ایڈیٹر النجم دیوبندی میں سے کون سچا ہے اور کون جھوٹا؟

یوبندی. تمام راستے بند دیکھ کر دیوبندی صاحب پریشان ہیں خاموش ہیں۔ بدحواس ہیں۔ مولوی اسماعیل سنبھلی دیوبندی کی طرح روٹھ کر عجب انداز سے چپ بیٹھے ہیں۔ (مؤلف)

نی: دیکھا آپ نے میں نے آپ کے دیوبندی مولویوں مبلغوں کے اقرار سے ثابت کر دکھایا کہ

بے شک حفظ الایمان کی ناپاک عبارت میں آپ کے تھانوی صاحب نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں توہین کی ہے۔ اب آپ بلا پس وپیش وبلا چون وچرا اپنے وعدے کے موافق توبہ کریں اور اپنے پیشوا تھانوی جی کو قطعاً چھوڑ دیں۔ دیوبندی (خاموش ہیں اور نہایت پریشان)

سنی: کیوں جناب آپ خاموش کیوں ہیں توبہ کیجئے اور جلد توبہ کیجئے اپنے وعدے کو پورا کیجئے۔

دیوبندی: آپ کی نہایت اخلاص سے میرے ساتھ گفتگو کا میرے دل پر اثر پڑا ہے۔ واقعی مولوی اشرف علی تھانوی نے اس ناپاک عبارت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں صریح گستاخی کی ہے۔ میں اس عبارت سے توبہ کرتا ہوں اور اس ناپاک عبارت کے لکھنے والے تھانوی جی کو بھی چھوڑتا ہوں۔ اب میں واپس جاتا ہوں اور دوسرے دیوبندیوں کو بھی اس گفتگو سے مطلع کرونگا۔ کیا بتاؤں دیوبند کے مولویوں نے ایسی باتوں پر پردہ ڈال رکھا ہے۔ مجھے قوی امید ہے کہ اگر مولوی تھانوی صاحب کے مریدوں دیوبندیوں کو یہ گفتگو سنا دی جائے تو اکثر توبہ کر جائیں اب اس گفتگو کی تبلیغ کرونگا آپ دعا کیجئے کہ اللہ عزوجل مجھے راہ ہدایت پر قائم رکھے

سنی: میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل سے آپ کو ہدایت پر قائم رکھے۔ آمین۔ دیکھنا حق بات کی تبلیغ کرتے رہنا اور دیوبندی مولویوں سے پرانے تعلقات منقطع کر دینا اور سچ بات کہنے میں کبھی نہ شرمانا۔ والسلام۔

****

بحمدہ تعالیٰ

تازہ فتوائے حرم مکہ و مدینہ

۱۳۳۸ھ

اشرف علی تھانوی صاحب نے جو اشرف علی رسول اللہ و نبینا اشرف علی کہنے کو تسلی بخش بتایا جناب ماحی بدعت مولانا الحاج الزائر مولوی محمد عبدالعلیم صاحب صدیقی قادری برکاتی رضوی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حالت موجودہ حجاز میں کہ اکثر علماء حرمین طیبین سے چلے گئے ہیں اور واپسی کا ٹکٹ جس کے لیے عجلت دونوں حرم محترم سے وقت واحد میں یہ تصدیقات لیں مولےٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔

مسمی بنام تاریخی

الجبل الثانوی

علیٰ

کلوۃ التھانوی

۱۳۳۸ھ

اس پر خوشیاں مناتا ہوا بلکہ اپنے مریدوں کو اس طرف بلاتا ہوا کر اس کی تعظیم اور اس کی فضیلت کی ترجیح فان هذا الجريدة ان يجسد ها فى ارشاد هم رشيدة فما حكم الشريعة الغراء فيهما و اشرفعلى هذا هو الذى كتب فى رسيلة له لاتزيد علىٰ ثلاث و ريقات فى ابطال نسبة علم الغيب الىٰ محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم انه ان اريدبه كل العلوم بحيث لايشذ منها شى فبطلانه ظاهر عقلا و نقلا و ان اريدا لبعض فاى خصوصية فيه له فان مثل هذا حاصل لزيد و عمر و بل لكل صبى و مجنون بل لكل بهيمة وحيوان و قد حكم عليه بقوله هذا اكابر علماء الحرمين الكريمين انه كفر و ارتد و من شك فى كفره فقد كفر كما هو مفصل فى حسام الحرمين افيدو نا اجزل الله تعالىٰ ثوابكم.

الجواب

اللهم لك الحمد:۔ صل علىٰ نبيك نبى الحمد. واله و صحبه العبد. رب انى اعوذبك من همزات الشيطين. و اعوذبك رب ان يحضرون. ائمة الدين لم يقبلوا عذرأزال اللسان فى الكفر ولا لا جتراء كل خبيث القلب ان يجاهر بسب الله و رسوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ويقول زلت لسانى قال الامام القاضى فى الشفاء الشريف لا يعذر احد فى الكفر يدعوے زلل اللسان اه و فيه ايضاً عن محمد بن ابى زيد لا يعذر احد بد عوى زال اللسان فى شتم هذا. و فيه ايضاً افتى ابو الحسن القاسى فيمن شتم النبى ﷺ فى سكره يقتن لانه يظن به انه يعتقد هذا و يفعله.

میں ایسا ہی غلو کریں اس لیے کہ اس رسالہ کا مقصود ہی یہ ہے کہ مریدین اسے اپنی ہدایت میں راہ راست پر جانیں تو ان دونوں شخصوں کے بارے میں شریعت روشن کا کیا حکم ہے اور یہ اشرف علی وہی ہے۔ جس نے اپنی ایک رسلیا میں تین ورق سے زائد تبیس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف علم غیب کی نسبت باطل کرنے کو لکھا کہ ''اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی وعقلی سے ثابت ہے اور بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔'' اور بے شک اس کے اس قول کے سبب اکابر علمائے حرمین شریفین نے اس پر حکم لگایا کہ وہ کافر مرتد ہو گیا اور یہ کہ جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے جیسا کہ حسام الحرمین میں مفصل ہے ہمیں فائدہ دیجئے اللہ آپ کا ثواب کثیر کرے۔

OF AHLE

الجواب

الٰہی تیرے ہی لیے حمد ہے اپنے نبی پر درود بھیج جو حمد کے نبی ہیں اور ان کے آل واصحاب پر کہ دین کے ستون ہیں اے میرے رب میں تیری پناہ مانگتا ہوں شیطانوں کے جھٹکوں سے اور اے میرے رب میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ وہ میرے پاس آئیں۔ ائمہ دین نے دربار کفر زبان بہکنے کا عذر قبول نہ فرمایا ورنہ ہر خبیث دل والا جرأت کرتا کہ کھلم کھلا اللہ ورسول کو گالیاں دے اور کہے کہ میری زبان بہک گئی۔ امام قاضی عیاض نے شفا شریف میں فرمایا۔ ''کوئی شخص زبان بہکنے کے دعوے سے دربارۂ کفر معذور نہ سمجھا جائے گا اور اسی میں امام محمد بن ابی زید سے ہے کہ ایسی بات میں زبان بہکنے کا عذر کسی کا نہ سنا جائے گا۔ اھ مخ اور اسی میں ہے کہ امام ابوالحسن قابسی نے اس شخص کے بارے میں جس نے نشہ کی حالت

میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی۔ فتویٰ دیا کہ قتل کیا جائے اس لیے کہ اس پر ظن ہوتا ہے کہ یہ اس کا عقیدہ ہے اور اپنے ہوش میں بھی ایسا کہا کرتا تھا فی صحوه اه ثم الزلل انما یکون بحرف او حرفین لا ان تزل اللسان طول النهار هذا غیر مقبول ولا معقول قال [1] جامع الفصولین الفصل الثامن والثلثین ابتلیٰ بمصیبات متنوعة فقال اخذت مالی وولدی و اخذت كذا وكذا فماذا تفعل ایضاً و ماذا بقی لم تفعله وما اشبهه من الالفاظ كفر كذا حكی عن عبد الكريم فقيل له ارء يت لو ان المريض قال و جریٰ علی لسانه بلا قصد لشدة مرضه قال الحرف الواحد يجری علی اللسان بلا قصد اشار الیٰ انه يحكم بكفره و لا يصدق اه فاذا لم يصدق فی نصف سطر كيف يصدق فيما كرره ساما و يقظة طول النهار بل هو قطعاً مسرف كذاب الم تر ان اللّٰه تعالیٰ جعل الجوارح تحت ارادة القلب قال نبينا الحق المبين صلی اللّٰه تعالیٰ عليه وسلم الا ان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد كله و اذا فسدت فسد الجسد كله الا وهی القلب فما فسد قوله و لسانه، الا وقد فسد قبله قلبه و جنانه، و هذا يدعی ان لسانه فی فيه حيوان مستقل بارادته غير تابع للقلب كفرس جموح شديدة الجموح تحت راكب ضعيف قوی الضعف يريد اليمين والفرس لاتنعطف الا للشمال كلما ارادها لليمين لم تاخذ الاذات الشمال

---

[1] قال الامام قاضی خان فی فتاواه انما يجری علیٰ لسانه حرف واحد و نحو ذالک لامثل هذه الكلمات الطويلة لاتجری علیٰ لسانه من غير قصد فلا يصدق ۱۲ منه قدس سره.

حتی تنازع القلب و اللسان طول النهار فلم یک الغلبة الاللسان هذا غیر معقول ولا مسموع. فلاشک انه محکوم غلیه بالکفر۔

پھر زبان بہکنا اگر ہو تو ایک دو حرف میں نہ یہ کہ دن بھر بہکے یہ نہ قابل قبول نہ کسی طرح معقول جامع الفصولین کی فصل ۳۸ میں ہے۔ ''ایک شخص طرح طرح کی مصیبتوں میں گرفتار رہوا۔ اس پر بولا کہ تو نے میرا مال لیا اور میرا بچہ لے لیا اور یہ یہ چیز لے لی اب تو اور کیا کرے گا۔ اور رہ بھی کیا گیا ہے جو تو نے نہ کیا اور اسی طرح کے اور الفاظ کہے وہ کافر ہو گیا ایسا ہی امام عبد الکریم سے مروی ہوا ان سے عرض کی گئی بھلا اگر بیمار نے ایسا کہا اور شدت مرض کے سبب اس کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے تو کیا حکم ہے؟ فرمایا دو ایک حرف بلا قصد زبان سے نکل سکتے ہیں۔ اس میں یہ اشارہ فرمایا کہ اسے کافر مانا جائے گا اور زبان بہکنے کا عذر سچا نہ سمجھا جائے گا تو جب آدھی سطر میں زبان بہکنے کا عذر نہ مانا گیا تو اس میں کیونکر مان لیا جائے گا جسے اس نے سوتے اور جاگتے دن بھر رٹا بلکہ وہ بے شک حد سے گزرا ہوا سخت جھوٹا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے اعضا کو ارادۂ قلب کا تابع بنایا ہے اور ہمارے سچے اور سچ کے روشن فرمانے والے نبی صلی اللہ علیہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد کیا سنتے ہو بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے کہ وہ سنورے تو سارا بدن سنور جائے اور وہ بگڑے تو سارا بدن بگڑ جائے سنتے ہو وہ دل ہے تو اس کی بات اور اس کی زبان نہ بگڑی مگر یہ کہ اس سے پہلے اس کا دل اور اس کا باطن بگڑ چکا تھا اور یہ شخص یہ دعوے کرتا ہے کہ زبان اس کے منہ میں ایک خودسر جانور ہے کہ دل کی تابع نہیں جیسے کوئی سرکش نہایت شریر گھوڑا کسی کمزور حد بھر کے ناتواں سوار کے نیچے ہو کہ وہ تو دہنی طرف جانا چاہتا ہے اور گھوڑا نہیں پھرتا مگر بائیں طرف وہ جب اسے دہنی طرف پھیرتا ہے گھوڑا خاص بائیں جانب جاتا ہے یہاں تک کہ

سارے دن زبان و دل میں جھگڑا رہا۔ اور زبان ہی غالب رہی یہ نہ عقل میں آنے کی بات ہے نہ سنی جائے تو بلاشبہ اس پر کفر کا حکما غیر مدفوع و هل سمعتم با حد يدعى الاسلام و يقول طول النهار فلان رسول الله مكان محمد رسول اللّٰه او يقول لابيه يا كلب ابن الكلب يا خنزير ابن الخنزير و يكرره من الصباح الى المساء ثم يقول انما كنت اقول يا ابت يا سيدى فنازعنى اللسان و يذهب من الاب والسيد الى الكلب والخنزير حاش لله ماكان هذا ولا يكون ولن يقبله احد الا مجنون هذا حكم ذالک القائل اما ما كتب اليه اشرف على فى الجواب واستحسان منه لذالک الكفر واستحسان الكفر كفر بلا ارتياب و ما هو الا لما راى فيه من تعظيم نفسه و وصفه بانه رسول اللّٰه ذى القوة والصلاة عليه استقلالا بدل النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم و مدحه بالنبوة. فابتهج و اجاز كل ذالک. وجعله تسلية لذلک الهلک. ارئيت لو سبه و امه و اباه احد طول النهار ثم قال انما كنت اريد مدحک فلم يطع اللسان فى الخطاب. و بقيت تسبک و اباک و امک من الصباح حتى توارت بالحجاب هل كان اشرفعلى او احد من اراذل الناس و لو خصانا او زبالا او ارزل منهم يقبل هذه المعاذير. كلا بل يحترق غيظا. و يموت غيظا. او يفعل به ما قدر عليه. حتى القتل ان وجد سبيلا اليه. فتسلية ههنا ليس الا لا ستخفافه بمحمد صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم. و بمرتبة النبوة والرسالة و ختم النبوة الاعظم. واستحسان و عتوا عتوا كبيرا. فلاريب ان اشرفعلى و مريده المذكور. كلاهما.

ایسا حکم ہے جو مل نہیں سکتا اور کبھی تم نے کسی دعویٰ اسلام رکھنے والے کو سنا کہ دن بھر محمد رسول اللہ کہنے کی جگہ فلاں رسول اللہ کہے یا اپنے باپ سے کہے اے کتے کے پلے کتے اے سور کے بچے سور اور صبح سے شام تک اسے دہراتا رہے پھر کہے کہ میں تو یہ کہنا چاہتا تھا کہ اے میرے باپ اے میرے سردار زبان میری مخالفت کرکے باپ اور سردار سے کتے اور سور کی طرف جاتی تھی۔ پاکی ہے اللہ کو یہ نہ ہوا اور اسے پاگل کے سوا کوئی نہ قبول کرے گا یہ تو اس کہنے والے کا حکم ہے اور وہ جو اشرف علی نے اسے جواب میں لکھا تو وہ کفر کو پسند کرتا ہے اور کفر کو پسند کرنا بلاشبہ کفر ہے اور اس پسند کرنے کا یہی سبب ہوا کہ اس نے اس میں اپنی تعظیم دیکھی اور اپنے آپ کو اللہ قوی کا رسول بتاتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بدلے بالاستقلال اپنے اوپر درود اور نبوت سے اپنی تعریف کو شاد شاد اس سب کو جائز رکھا اور اسے اس تباہ ہونے والے کے لیے تسلی ٹھہرایا۔ بھلا دیکھو تو اگر کوئی شخص تھانوی اور اس کے ماں باپ کو دن بھر گالیاں دیتا اور کہتا میں تو تیری مدح کرنا چاہتا تھا زبان نے اس گفتگو میں میرا کہنا نہ مانا تجھے اور تیری ماں اور تیرے باپ کو صبح سے گالیاں دیتی رہی یہاں تک کہ آفتاب چھپ گیا تو کیا اشرفعلی یا کوئی کمینہ آدمی اگرچہ چمار یا بھنگی یا ان سے بھی زیادہ کمینہ اس عذر کو قبول کرلیتا اور کہتا اس میں تمہارے لیے تسلی ہے کہ وہ جسے تم دوست رکھتے ہو اور گالیاں دیتے ہو وہ ضرور سوروں کی نسل سے ہے ہرگز نہیں بلکہ غصہ سے جل جاتا اور جھنجلاہٹ سے مرجاتا جو کچھ بن پڑتا اس کے ساتھ کرتا یہاں تک کہ موقعہ پاتا تو قتل کردیتا تو اشرفعلی کا یہ تسلی دینا اسی سبب سے ہے کہ اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو ہلکا کیا اور مرتبہ نبوت ورسالت اور سب سے بڑے رتبہ ختم نبوت کی تحقیر کی اور اپنے نفس امارہ کی طرف جو بکثرت اسے بدی کا حکم دیتا ہے نبوت ورسالت کی نسبت کرنے

کو پسند کیا بے شک وہ اپنے جی میں بہت مغرور ہوئے اور بڑی سرکشی کی تو کچھ شک نہیں کہ اشرفعلی اور اس کا وہ مرید مذکور دونوں نے ۔

کافر بالرب الغیور: . عزتهما الا مانی و عزهما باللّٰه الغرور بل اشرفعلی اشد کفرا. فان المرید زعم ان ما یقوله غلط. صریح: و باطل قبیح. و هذالم یقبح.

تکرار القول و لا وتبغ قائله بل استحسنه و جعله تسلیة له و لکن لاغرو فان من یسب رسول اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم تبلک السبة الفاحشة الماثورة فی السؤال عنه. المحکوم علیه لاجلها بالکفر والارتداد من اسیادنا علماء الحرمین الکریمین فبایٔ کفر یتعجب منه. و اذکان عنده مثل علم محمد صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم بالغیب حاصلا لکل صبی ومجنون و بهیمة اولاشک انه اعلم عنده من هٰؤلاء الاخساء التمیمة. فکان بزعمه اعلم و اکرم من محمد صلی اللّٰه علیه وسلم: فحق له ان یدعی النبوة والرسالة لنفسه لا لمحمد صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم. کذلک یطبع اللّٰه علی کل قلب متکبر جبار و لکن واللّٰه ان رب محمد لبالمر صاد ولمن شاقه عذاب النار. واللّٰه اعلم بمایوعون و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون واللّٰه سبحنهٗ و تعالیٰ اعلم و علمه جل مجده اتم و احکم۔

کتبه عبده المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنه بمحمدن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللّٰه علیه وسلم۔

۱۳۲۸ھ

عبد المصطفیٰ احمد رضا خان

بڑے غیرت والے اللہ کے ساتھ کفر کیا انہیں نفس کی خواہشوں نے فریب دیا اور اس بڑے دھوکے باز نے انہیں اللہ سے دھوکے میں ڈالا بلکہ اشرفعلی کا کفر سخت تر اور مرید سے اس کا وبال بڑھ کر کہ مرید نے تو یہ گمان کرنا کہا بھی کہ جو کچھ کہہ رہا ہے صریح غلط اور قبیح باطل ہے اس نے نہ قول کو برا بتایا اور نہ قائل کو جھڑ کا بلکہ اسے پسند کیا اور قائل کے لیے تسلی ٹھہرایا مگر کچھ تعجب نہیں کہ وہ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسی فحش گالی دی جو سوال میں اس سے منقول ہوئی۔

جس کے سبب ہمارے سرداروں علمائے حرمین شریفین نے اس پر کفر کا حکم کیا تو اس سے کس کفر کا تعجب کیا جائے اور جب اس کے نزدیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم سا علم غیب ہر بچے اور پاگل اور چوپائے کو حاصل ہے اور اس میں شک نہیں کہ وہ اپنے نزدیک ان برے خسیسوں سے زیادہ علم رکھتا ہے تو اپنے زعم میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ اللہ یونہیں مہر لگا دیتا ہے۔ ہر مغرور ظالم کے دل پر مگر خدا کی قسم بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رب تاک میں ہے اور ان کے مخالف کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور اللہ خوب جانتا ہے جو ان کے دلوں میں بھری ہے اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ محمدن المصطفیٰ النبی الامی ﷺ

۱۳۲۸ھ

عبدالمصطفیٰ احمد رضا خان

تصديقات مكة المعظمه

(۱) لا ريب ان ما اجاب به هذا الفاضل العلامة هو الحق الصريح الذى لاعدول عنه والصواب الذى لا محيص منه. والله اعلم.

(۲) ۲۰ ذی ۱۳۳۷ه قاضى القضاة و مفتى الاقطار العربية و رئيس العلماء بمكة المحمية۔

اسعد دهان
۱۳۰۰

وما توفيقى الا بالله عبد الله بن عبد الرحمان سراج ۱۳۲۵ه.

(۳) مفتى المالكية محمد عابد بن حسين. (۴) مفتى الشافعيه عبد الله محمد صالح الدواوى

(۵) تصديق جده

جميع ما ذكر فى هذا الافتاء صحيح كتبه العبد الفقير على الطيب امين فتوى الشافعيه بالمدينة المنوره.

تصديقات المدينة المنوره

بسم الله الرحمن الرحيم.

(۱) لاشک ان قائل الكلمت المتقدمة ماترک شيئا من الادب

اى كما قال الله تعالىٰ فى ابن ابى الشا لقين ومن معنه من بثا الشياطين هم لكفر يومئذ اقرب منهم للايمان ولاشک انهم كا نوا اخبث الكفرين ا ه قدس سره.

مع صاحب الشرع صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ والہ واصحبہ وسلم و من قال انہ[1] قارب الکفر فلا یقبح قولہ بل یحسن حتی ینقاد القائل المتقدم للشرع بالوسن واللّٰہ یوفقنا کلنا لمحابہ۔

تصدیقات مکہ معظمہ

(۱) کچھ شک نہیں کہ ان فاضل علامہ نے جو جواب دیا وہی صریح حق ہے جس سے عدول کی گنجائش نہیں اور ایسا صواب جس سے مفر نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ قاضی مکہ معظمہ۔ مکہ معظمہ کے قاضی القضاۃ اور تمام بلاد عرب کے مفتی اور علمائے معظمہ کے سردار۔

اسعد دھان ۱۳۰۰	وما توفیقی الا باللّٰہ عبد اللّٰہ بن عبد الرحمان سراج ۱۳۲۵ھ

(۳) مفتی مالکیہ محمد عابد بن حسین۔ (۴) مفتی شافعیہ عبداللہ محمد صالح زواوی

تصدیق جدہ۔

(۵) جو کچھ اس فتوی میں ذکر کیا گیا صحیح ہے۔ لکھا اس کو علی طیب نے امیں فتویٰ شافعیہ مدینہ منورہ

تصدیقات مدینہ منورہ

:

---

[1] یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے سرغنہ ابن ابی اور اس کے ساتھی خبیث شیطانوں کے حق میں فرمایا کہ وہ اس دن کفر سے زیادہ نزدیک ہیں بہ نسبت ایمان کے اور کچھ شک نہیں کہ وہ سب کافروں سے خبیث تر کافر تھے۔ ۱۲ منہ قدس سرہ۔

(۶) کچھ شک نہیں کہ اقوال مذکورہ کے قائل نے رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب اصلا کچھ نہ رکھا۔ اور جس نے اسے کفر سے نزدیک بتایا اس نے کچھ برا نہ کیا بلکہ اچھا کیا تا کہ وہ قائل شریعت کی طرف رسی کے زور سے کھینچے اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے محبوب و پسندیدہ باتوں کی توفیق دے۔ آمین۔

عبد ربه احمد الشمس كان الله له فى الدارين والدمس امين.

(۷) المقالة المنسوبة لاشرفعلى كفر صراح قبيح شنيع لا يقبل من صاحبه زلل اللسان عندنا باجماع من يعتد به من علمائنا

محمد تقى الله.

(۸) الحمد لله يقول من لافعل له ولا قول حمدان الونيسى خادم العلم بالحرم النبوى الشريف كل من تكلم بكلمة تفيد كفرا او تشير الىٰ اهانة النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لا يقبل منه زلل اللسان و لا انه اخطائى للمقال بل يحكم اليه بالكفر الصراح باجماع و كيف يقول اشرفعلى رسول الله فى اليقظة من غير ان يكون مجنونا ولا غائب العقل ثم يقول زل لسانى هذا ممالا يعذر به عند ائمتنا جميعهم و من افتاه بغير ذالك فالله حسيبه و متولى الانتقام منه و اظنه ان لم يتب من هذه الفتوىٰ يحشر الىٰ جهنم بلا زبانيه اعاذنا الله والمسلمين من امثال هذه الفتن و جزى الله الشيخ احمد رضا خير الجزاء و متع الله المسلمين بوجوده امين قاله بلسانه. كتبه بيده حمدان الونيسى المدرس بالحرم لنبوى الشريف. تحريرا فى ۲۲ ذى الحجه عام ۱۳۳۷ھ.

تصدیق بمبئی

(۶) جمیع ماذکر فی ھذہ الفتوی صحیح کتبہ بینا نہ احمد ابن الشیخ یوسف امام مسجد اسمعیل حبیب فی بمبئی۔

اللہ کا چھوٹا بندہ احمد شمس اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت و قبر میں اس کا ہو آمین۔

(۷) وہ قول کہ اشرفعلی کی طرف نسبت ہوا صاف صریح کفر قبیح ہے ہمارے علماء کے اجماع سے زبان بہکنے کا عذر مقبول نہیں۔

محمد تقی اللہ

(۸) سب خوبیاں خدا کو وہ کہتا ہے جو نہ قول کا مالک نہ فعل کا (کہ سب کا مالک اللہ وحدہ لاشریک لہ ہے) یعنی حمدان الونیسی کہ حرم شریف نبوی میں علم کا خادم ہے جو ایسی بات کہے کہ اس سے کفر سمجھا جاتا ہو، امانت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کرتی ہو اس کا یہ عذر کہ زبان بہکی یا کہ براہ خطا ایسا نکل گیا مقبول نہ ہوگا بلکہ اجماع اس پر صاف کفر کا حکم لگایا جائے گا اور کیونکر جاگتے ہیں اشرف علی رسول کہے گا حالانکہ نہ پاگل ہے نہ عقل غائب ہے پھر دعویٰ کرے گا۔ میری زبان بہک گئی یہ ہمارے تمام اماموں کے نزدیک مردود ہے اور جس نے اس پر کفر کا فتویٰ نہ دیا (یعنی اشرفعلی جس نے اسے تسلی بتایا) اللہ اس سے حساب و انتقام لینے والا ہے اور میرا گمان تو یہ ہے کہ اگر وہ اپنے اس بتانے سے توبہ نہ کرے تو بغیر زبانیہ کے (خود اپنے پاؤں) جہنم کی طرف اس کا حشر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور سب مسلمانوں کو ایسے فتنوں سے بچائے اور حضرت احمد رضا کو بہتر جزا عطا فرمائے اور مسلمانوں کو ان کے وجود سے فیضیاب رکھے آمین۔

اسے اپنی زبان سے کہا اور اپنے قلم سے لکھا حمدان الونیسی مدرس حرم شریف نبوی

نے۔

تحریر ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

تصدیق بمبئی

(۹) جو کچھ اس فتویٰ میں ذکر کیا گیا صحیح ہے۔ لکھا اس کو اپنی انگلیوں سے احمد بیٹے شیخ یوسف امام مسجد اسماعیل حبیب بمبئی۔

☆☆☆

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ

۳۳ ھ ۳ ۲۳ ھ ۱۳

ظفر الدین الجید معروف بہ بطشِ غیب

جس میں مسلمانوں نے دیوبندی گروہ کے سرگروہوں سے (جنھوں نے اللہ عزوجل و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت سخت گالیاں لکھ کر چھاپیں) تصفیۂ دینی کے لئے ایمانی سوالات کئے اور سالہا سال گزر گئے پھر بھی وہ سب ان کے جواب سے عاجز رہے ان کے سرغنہ تھانوی صاحب نے مناظرہ سے فرار کا کھلا اقرار کیا اور صاف کہہ دیا کہ آپ جیتے میں ہارا اگر نفسانیت یہ کہ معقول بھی کر دیجئے تو وہی کہے جاؤں گا

۲۷ ھ ۱۳۲۷ ۲۷ ھ ۱۳

ظفر الدین الطیب معروف بہ صلائے مناظرہ

جس میں دیوبندیوں اور غیر مقلد وہابیوں کے احزاب متفقہ کا دمدمۂ تازہ پرچا جسے اہلحدیث میں مناظرہ کی نمائشی پکار کا کشف راز ہے دیوبندیوں کی سالہا سال کی چپ توڑنے والی تحریر صاف صاف تکذیب خدا کی بولتی تصویر مسماۃ اسکات المعتدی کا پہلا جواب مظہر صواب جس سے آشکار کہ وہ دیوبندی تحریر فحش و کذب و افترا کا انبار علانیہ ان سب کے عجز و فرار کا مکرر اقرار

۹۳ ھ ۱۳ ۹۳ ھ ۱۳

مکانز ظفر الدین معروف بہ قرآن مضراب

جس میں صدر مجلس شرائط مناظرہ بھیونڈی منجانب دیوبندیہ آنجہانی عبدالسلام صاحب لکھنوی کے سوالات جو کہ اسکات المعتدی سے ماخوذ ہیں، ان کے جوابات جو حضور مجاہد ملت علامہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ نے صادر فرمائے ہیں، حضور مجاہد ملت کے سوالات جو آپ نے قائم مقام آنجہانی عبدالسلام صاحب لکھنوی صدر مجلس شرائط مناظرہ بھیونڈی منجانب دیوبندیہ سے کئے تھے، اور یہ خود حضور مجاہد ملت کے صادر فرمائے ہوئے اپنے ہی سوالات کے جوابات کو جمع کر دیا گیا ہے ان تمام ہی سوالات کے جوابات دیوبندیہ سے بھی طلب کئے گئے تھے اور ابھی تک یہ بوجھ بھی ان پر سالہا سال کے سوالات کے بوجھ کی طرح لدا ہوا ہے۔

۴۸۶
۹۲

مقدمۂ ناشر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ حبیبہ الکریم وعلیٰ آلہ وصحبہ اولی الفضل العظیم

ہر فرعونے راموسیٰ۔ وہابیہ اور دیوبندیہ خذلہم اللہ تعالیٰ کی گمراہیاں اور کفریات سامنے آتی گئیں تو آستانۂ عالیہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت صاحب حجت قاہرہ مجدد مائۃ حاضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کا رد بلیغ ہوتا گیا۔ سنہ ۱۲۹۳ھ سے سنہ ۱۳۲۵ھ تک ۳۲ سال کے عرصے میں ان کے رد میں صدہا تصانیف شائع ہوئیں۔ اسی کے درمیان میں حرمین شریفین کے علماء کرام نے اکابر دیوبندیہ قاسم نانوتوی، اشرف علی تھانوی، خلیل احمد انبیٹھوی وغیرہم کی تکفیر فرمائی۔ ان اکابر دیوبندیہ کے رد میں کثیر تعداد میں رسالے شائع کر کے انھیں ان کے پاس بذریعہ ڈاک رجسٹرڈ بھیجا گیا۔ کبھی کانوں پر جوں تک نہ رینگی اور کبھی شوراشوری رہی کہ جواب لکھا جائے گا لیکن سوائے بے لکھی کے کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ انھیں مناظرہ کی دعوت دی گئی۔ لیکن جیسا کہ "ظفر الدین الطیب ۱۳۲۲ھ" میں مذکور ہے، گنگوہی صاحب نے لکھ بھیجا "مناظرہ کا نہ مجھے شوق ہوا نہ اس قدر مجھے فرصت ملی"۔ سنہ ۱۳۲۳ھ میں چند علماء اہل سنت جو اس وقت مدرسہ اہل سنت جماعت بریلی شریف کے طلبہ تھے اشرف علی صاحب تھانوی کے پاس چند سوالات لیکر پہونچے تھانوی صاحب مضطرب ہو گئے اور کہا "معاف کیجیے"، "آپ جیتے میں ہارا" اور "میں مباحثہ

کے واسطے نہیں آیا نہ مباحثہ کرنا چاہتا ہوں میں اس فن میں جاہل ہوں اور میرے اساتذہ بھی جاہل ہیں یہ فن فساد آپ کو مبارک رہے؛ رسالہ "ظفر الدین الجید" ۱۳۲۲ھ میں اسی کا تفصیلی بیان ہے۔ اس طرح ان لوگوں کا عجز ظاہر ہو گیا اور حق آفتاب سے زیادہ روشن ہو گیا۔ جب ان اکابر دیوبندیہ میں سے کچھ اپنے مقر میں پہونچ گئے، اور کچھ سسکنے لگے، اور آشکار ہو گیا کہ وہ مناظرہ کے نام سے پناہ مانگتے ہیں اور ۳۳ سال کے سوالات کا بھاری بوجھ ان پر لدا ہوا ہے، اس وقت نوزائدہ مرتضیٰ حسن چاندپوری دیوبندی معروف بہ دربھنگی ان ۳۳ سال کے سوالات ہضم کرکے بے حیائی سے چند سوالات لیکر آگے بڑھے۔ انہیں سوالات کو ۱۳۲۶ھ میں "اسکات المعتدی" میں دیوبندیہ نے جمع کیا ہے اور اسی کا پہلا جواب ہے "ظفر الدین الطیب" جو ۱۳۲۶ھ میں شائع کیا گیا۔ اس جواب میں اہل ایمان کے اصول واضحہ کو بیان کر دیا گیا ہے دیوبند کے اس نئے داؤں کو رد کر دیا گیا ہے اور اکابر دیوبندیہ میں کے زندہ افراد کو دعوت دی گئی ہے کہ وہ اصول پر قائم ہو کر جب چاہیں تصفیہ نزاع کو سامنے آئیں، آپ ڈرتے ہوں تو دربھنگی یا جسے اپنا مشکل کشا جانیں اسے اپنی جہدول سے وکیل بنائیں۔ دیوبندی اس دعوت کو ہضم کر گئے اور آج تک اس کا عملی جواب سامنے نہ آیا۔ ۱۳۹۱ھ میں ایک غیر معروف ابن ابی المصباح مچھلی شہری کے نام سے الہ آباد کے دیوبندیوں کا شائع کیا ہوا ایک رسالہ بنام "نسخہ عجیب" نظر سے گذرا۔ اس میں اسی "اسکات المعتدی" میں سے ماخوذ ۱۹ سوالات ہیں جن پر سالہا سال کے سوالات کا بوجھ لدا ہوا تھا ان کے اس رسالہ کی اگرچہ کوئی قیمت نہ تھی، پھر بھی اس کے جواب میں اہل سنت کی جانب سے ایک کھلی چٹھی شائع کی گئی جو حسب ذیل ہے

۷۸۶

کھلی چٹھی

بنام

جناب نوزائیدہ ابن ابی المصباح صاحب

مبسملا وحامدا ومصلیا ومسلما

جناب کا کتابچہ "نسخۂ عجیب یعنی فیصلہ کن انیس ۱۹ سوالات" نظر سے گذرا، ابتک ہمیں یہی نہ پتہ چل سکا کہ ابن ابی المصباح الہ آباد میں کون صاحب ہیں۔ اور غالباً ہماری ہی طرح شہر کی ایک بہت بڑی آبادی آپ جیسے غیر معروف اور مجہول شخص سے ناواقف ہوگی، اس میں تو شبہ نہیں کہ آپ کا "نسخۂ عجیب" متعدد وجوہ سے عجیب و غریب ہے بلکہ اگر اسے ایک عجائب خانہ ہی کہا جائے تو مقام تعجب نہیں۔

(۱) سنہ اشاعت غائب یہ بھی عجیب ہے
(۲) تاریخ اشاعت غائب یہ بھی عجیب ہے
حالانکہ جواب کے لئے وقت اشاعت سے ایک سال کی مدت دی گئی ہے۔

(۳) اساطین دیوبند کی تصدیق غائب یہ بھی عجیب ہے (جو کسی جماعت کے غیر معروف و غیر مستند شخص کے لئے ہونی چاہیے)

(۴) نسخۂ عجیب کس پریس میں چھپا اس کا نام و نشان تک غائب یہ تو عجیب تر ہے۔

(۵) سنہ اور تاریخ اشاعت کے غائب ہونے کے باوجود ایک سال کے اندر جواب کا مطالبہ یہ بھی عجیب ہے۔

سچ ہے آپ کا "نسخۂ عجیب" بالکل اسم با مسمی ہے۔ ہر لحاظ سے عجیب ہی عجیب ہے

بہر حال ہر چند عجائب خانہ ہونے کے باوجود آپ نے چھوٹا منہ اور بڑی بات کے تحت ڈینگ و تعلی اور لاف گزاف کی حدیں توڑ دی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آپ جیسے گمنام شخص کو اگر جواب و تحریر آپ کی جہالتیں و شناعتیں ظاہر کر دی گئیں تو کیا اساطین دیوبندیہ نجدیہ یہ کہہ کر نہ ٹال دیں گے کہ ایک مجہول و غیر معتمد شخص کی حرکت کے نہ تو ہم ذمہ دار ہیں اور نہ ہی اس کا ہماری جماعت پر کوئی اثر لہٰذا ——

جناب سے گذارش ہے کہ سوالات سے متعلق جو جناب کی مفروضہ گل افشانیاں ہیں، ان کے متعلق حسب ذیل اساطین دیوبند میں سے کُل کی یا ایک ہی کی تصدیق حاصل کر لیں۔

قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند، مولانا فخر الدین صاحب شیخ الحدیث دیوبند، مفتی دیوبند، مولانا محمد زکریا شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور، مفتی مظاہر العلوم، مولانا محمد میاں شیخ الحدیث و صدر مفتی مدرسہ امینیہ دہلی۔ اگر ان لوگوں سے تصدیق حاصل کرنے کی آپ میں ہمت نہ ہو یا ان میں تصدیق کرنے کی جرأت نہ ہو تو کم از کم مولانا وصی اللہ صاحب کے مدرسہ میں پہونچ جائیے۔ صدر مدرس و مفتی دونوں یا کسی ایک کی اپنے رسالہ پر تصدیق شائع کریں۔

انشاء المولیٰ تعالیٰ آپ کے مضمون پر ایسی تشفی کر دی جائے گی کہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے آپ کا کامیاب علاج ہو جائے گا۔ پھر آئندہ اپنے لئے جناب کو "نسخہ عجیب" کے ترتیب دینے کی زحمت نہ اٹھانی پڑے گی۔ اور سوال و جواب کی بیماری کا یہ بھوت سر سے اتر جائیگا۔ کسی بنیادی و کلیدی مسئلہ پر سوال و جواب کا جو احسن طریقہ ہے وہ آپ کے سامنے پیش کر دیا گیا تاکہ تقریر و تحریر کی جو عمارت اٹھے وہ نتیجۃً ریت کی

دیوار نہ ثابت ہو بلکہ دلائل و براہین کا اسے ایک آہنی قلعہ سمجھا جائے۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ معتمد علمار دیوبند کی تصدیق آپکے "نسخہ عجیب" کو حاصل ہو جائے۔ ورنہ آپ کا "نسخہ" تو ع نیم حکیم خطرۂ جان کا نسخہ سمجھا جائے گا۔

"اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت"
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

جناب نے۔ نسخہ عجیب میں جہاں بہت سے عجائبات کا نمائش کی ہے اس میں ایک شاطرانہ چال یہ بھی ہے کہ علمار اہلسنت دیوبند اور بریلی کے اختلاف کو ہوا دیتے ہیں کیا خوب! دوسروں کی آنکھ میں تنکا دیکھنے والا اپنی آنکھ کا شہتیر نہیں دیکھتا وہی حال جناب کا ہے۔ جناب ناسخ صاحب ذرا اپنے گھر کی خبر لیجیے ابھی حال ہی میں اختلاف کی دبی ہوئی چنگاری کو ہوا دینے کے لئے مکتبہ فکر دیوبند سے متعدد زہریلی کتابیں اور اشتعال پیدا کرنے والے پوسٹر شائع ہوئے ہیں مثلاً "اعلیحضرت کا دین" "حضرت تھانوی اور اعلیحضرت" چالیس بدعتیں، بریلی کا نیا دین" زواجر المفتری ابن الوقت کی خانہ تلاشی' رضا خانی عقائد باطلہ ان کے اقوال کے آئینہ میں آئینہ عبرت شائع کردہ انجمعۃ الصوفیا بمبئی'

فرمایئے۔ یہ پہل علمار اہلسنت نے کی یا علمائے دیوبند نے اور آج بھی جب ہم آپ کو مخاطب کر رہے ہیں تو اس میں بھی جناب ہی کی پہل ہے

نسخہ عجیب کے ذریعہ جناب نے افتراق و انتشار کی آگ نہ بھڑکائی ہوتی تو اس من و تو کی نوبت کیوں آتی؟ ہر جگہ چھیڑ کی ابتدا آپ کی جماعت کی طرف سے ہوتی رہی اور ہوئی اور جواب دیا جائے تو الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کے مطابق

الزام اہلسنت پر یہ بھی ایک نسخہ عجیب ہے۔ چنانچہ خود تقویۃ الایمان کے مصنف مولوی اسمٰعیل دہلوی کا اقرار ہے کہ اس کتاب کی اشاعت پر مسلمانوں میں شورش پھیلے گی، لیکن لڑ بھڑ کر ٹھیک ہو جائیں گے۔[عہ] فرمایئے افتراق و انتشار کی بنا کس نے ڈالی اس یقین کے باوجود کہ تقویۃ الایمان کی اشاعت پر مسلمان لڑیں گے مگر کس کو اس کی فکر تھی؟ اپنا الو سیدھا کرنا تھا وہ ہو گیا۔ خواہ مسلمان کا کچھ بھی حشر ہو۔

علی ہذا القیاس۔ صراط مستقیم مصنفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی تحذیر الناس مصنفہ بانی دیوبند مولانا قاسم نانوتوی۔ براہین قاطعہ مصنفہ مولانا خلیل احمد انبیٹھوی[عہ]۔ حفظ الایمان مصنفہ مولانا اشرف علی تھانوی وغیرہ وغیرہ اسی سلسلہ کی کتابیں بھی ہیں کہ آج تک ان کی کفری و گندہ عبارات پر مناظرہ و مجادلہ بھی کچھ ہو رہا ہے۔ مگر بھیگی بلی بن کر گویا "انما نحن مصلحون" کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

خوشخبری

اخیر میں جناب کی ضیافت طبع کے لئے معروض ہے کہ آپ کے حکیم الامت تھانوی صاحب مصنف حفظ الایمان پر ان کے رسالہ مذکورہ وغیرہا سے متعلق ۲۹۲ سوالات "وقعات السنان الی حلق المسماۃ بسط البنان" اور "ادخال السنان الی حنک الحلقی بسط البنان" میں سنہ ۱۳۳۰ھ اور سنہ ۱۳۳۱ھ میں کئے گئے تھے (وقعات السنان میں بظاہر ۶۰ سوالات ہیں جو معنیً ۱۳۲ سوالات ہیں اور بقیہ سوالات ادخال السنان میں ہیں) مرکر مٹی میں مل گئے لیکن جواب نہ دے سکے۔ ان کے بعد ان کے مشہور خلیفہ مولانا وصی اللہ صاحب جو براہ راست مرکر مٹی

میں نہ مل سکے بلکہ غالباً سمندری جانوروں کے پیٹ میں جاکر خاص راستہ سے نکل کر مٹی میں مل گئے ان سے بھی نہ بن پڑا۔ کذلک العذاب وعذاب الاخرۃ اکبر فقط وھو الھادی الی سواء السبیل ان ارید الا الاصلاح وما توفیقی الا باللہ

فقط

(مولانا مولوی) محمد صدر الحق عفی عنہ مدرس درجہ عربی

جامعہ حبیبیہ مسجد اعظم الہ آباد۔ ۳

عہ ومصدقہ مولانا رشید احمد گنگوہی (۸ر ذوقعدہ سنہ ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۷ر دسمبر سنہ ۱۹۷۱ء)

عہ ملاحظہ ہو ارواح ثلاثہ ص۸

حجاز پریس الہ آباد

اس چٹھی کو بذریعہ ڈاک رجسٹرڈ ابن ابی المصباح مچھلی شہری مذکور کو کتبخانہ احمدیہ کے پتہ پر بھیجا گیا، صدر مدرس صاحب مدرسہ وصیۃ العلوم کو بھی۔ لیکن دونوں جگہ سے رجسٹرڈ ڈاک واپس آگئی اور اس کھلی چٹھی میں جس تصدیق کا مطالبہ کیا گیا تھا وہ آج تک نہ ہوئی۔ اس کے بعد مجلس شرائط مناظرہ بھیونڈی منعقد ۵ رجمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۹۳ھ کے اختتام پر صدر مجلس مذکور منجانب دیوبندیہ آنجہانی عبدالسلام صاحب لکھنوی نے دس سوالات بذریعہ ارشاد احمد صاحب فیض آبادی مبلغ دار العلوم دیوبند حضور مجاہد ملت علامہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ دامت

برکاتہم العالیہ کی خدمت میں بھیجے۔

"ظفر الدین الطیب" میں مذکور اہل ایمان کے اصول واضحہ کی رو سے اکابر دیوبندیہ کے مناظرہ سے گریز کر کے سالہاسال کے سوالات کے بوجھ کو لاد کر دہلی سے سدھار کر اپنے مقر میں پہونچ جانے کے بعد آنجہانی لکھنوی صاحب مذکور کے ان سوالات کو لینے اور ان کے جوابات دینے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ تاہم، حضرت مولانا ارشد القادری صاحب کے کہنے پر حضور مجاہد ملت قبلہ دامت برکاتہم العالیہ نے ان سوالات کو لے لیا۔ اس کے کچھ روز بعد عبدالسلام صاحب لکھنوی اپنے مقر میں پہونچ گئے۔ جواب لکھتے وقت حضور مجاہد ملت موصوف کو خیال آیا کہ قائم مقام آنجہانی عبدالسلام صاحب لکھنوی سے بھی ان سوالات کے جوابات طلب کئے جائیں اور چند مزید سوالات کے جوابات قائم مقام لکھنوی صاحب بھی دیں اور حضور خود بھی سوالات سابقہ کے جوابات کے ساتھ ان کا جواب دیں اور ان تمام سوالات کے جوابات مقام مناظرہ پر مناظرہ کے پہلے ہی دن مناظرہ سے قبل ہر فریق اپنے مخالف فریق کو دے دے۔ چنانچہ حضور مجاہد ملت نے مزید سوالات پر مشتمل اپنی تحریر فریق دیوبندیہ کو بھیجی جسے ۲۱ر اکتوبر ۱۹۷۳ء کو دیوبندیہ کی جانب سے ان کی انجمن کے سکریٹری شبیر احمد صاحب راہی نے وصول کر لیا۔ بتاریخ ۱۱ر شوال ۱۳۹۳ھ مجلس مناظرہ میں حضور مجاہد ملت قبلہ دامت برکاتہم العالیہ نے تمام سوالات کے جوابات قائم مقام آنجہانی عبدالسلام صاحب لکھنوی صدر منجانب دیوبندیہ جناب ارشاد احمد صاحب فیض آبادی مبلغ دارالعلوم دیوبند کو دیدیے۔ لیکن

دیوبندیہ کی طرف سے ان کے جوابات آج تک نہ مل سکے نہ آئندہ امید ہے۔ یہاں پر ایک خاص بات قابل ذکر ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضور مجاہد ملت قبلہ دامت برکاتہم العالیہ کے جوابات کی نقل (مثنیٰ) کے اخیر میں ارشاد احمد صاحب نے یہ تو تحریر کر دیا کہ "جوابات وقت گذرنے کے بعد وصول ہوئے ۱۱ ش ۹۳ھ مطابق ۷؍ نومبر ۷۳ء بوقت ۹ بجے دن یوم چہار شنبہ" لیکن اپنا دستخط نہ کیا۔ جب ان سے اس کے بارے میں کہا گیا وہ اسے دوبارہ لیکر اس کے ہر صفحہ پر دستخط کرنے لگے۔ لیکن بعد میں جب دیکھا گیا معلوم ہوا کہ چھ صفحات پر مشتمل جوابات کی اس نقل (مثنیٰ) کے پہلے پانچ صفحات پر انھوں نے دستخط کیا ہے اور چھٹے صفحہ پر ان کی مذکور بالا تحریر تو موجود ہے لیکن دستخط نہیں ہے۔ یہ ہے دیوبندیہ کی مکاری۔ آنجہانی عبدالسلام صاحب لکھنوی کے سوالات، حضور مجاہد ملت موصوف کے مزید سوالات جن میں سے اکثر "وقعات السنان الی حلق المسماۃ بسط البنان" ۱۳۳۰ھ اور "ادخال السنان الی حنک الحلقی بسط البنان" ۱۳۳۱ھ سے ماخوذ ہیں، اور حضور مجاہد ملت موصوف کے دئے ہوئے ان تمام سوالات کے جوابات کو "مکاتز ظفر الدین" ۱۳۹۲ھ میں جمع کر دیا گیا ہے۔ یہ بھی ذکر کر دینا ضروری ہے کہ آنجہانی عبدالسلام صاحب کے ان سوالات میں سے اکثر "اسکات المعتدی" ہی سے ماخوذ ہیں اور "نسخہ عجیب" میں بھی موجود ہیں۔ "مکانز ظفر الدین" ۱۳۹۲ھ میں جہاں وہ سوالات آئیں گے وہیں بتا دیا جائیگا کہ وہ "اسکات المعتدی" اور "نسخہ عجیب" میں کس جگہ ہیں۔ حضور مجاہد ملت کے جوابات میں پہلے آنجہانی عبدالسلام صاحب کے سوالات کے جوابات ہیں اور ضمیمہ میں خود حضور مجاہد ملت کے قائم مقام آنجہانی عبدالسلام صاحب سے کئے ہوئے سوالات کے اپنی طرف

سے دئے ہوئے جوابات ہیں۔ "اسکات المعتدی" اور "نسخۂ عجیب" یا اسکات المفتری اور نسخۂ غریب سے یا اس قسم کے سوالات سے نہ وہابیہ دیوبندیہ کی کفریات دور ہوسکتی ہیں نہ ان پر لدا ہوا سالہا سال کے سوالات کا بوجھ اتر سکتا ہے۔ دیوبندی واقعی چاہتے ہوں تو اصول پر قائم ہو کر تصفیۂ نزاع کے لئے سامنے آئیں۔ ان نرید الا الاصلاح وما توفیقنا الا باللہ علیہ توکلنا والیہ ننیب۔

محمد علی جناح حبیبی مدرس درجہ عربی جامعہ حبیبیہ الہ آباد

زیر ادارت

لسان العصر حضرت علامہ الحاج محمد عاشق الرحمٰن صاحب حبیبی قادری

صدر مدرس جامعہ حبیبیہ الہ آباد

ظفر الدین الجید

۲۳ ھ ۱۳

معروف بہ

بطش غیب

۲۳ ھ ۱۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۲۔ ربیع الاول شریف کو جو وہابیہ نے عین مجلس مبارک میں کہ ۵۰۰ سے زائد مسلمان جمع تھے ایک مولوی صاحب کو دربارۂ علم غیب سوال کرنے کے لیے آمادہ کیا اور بحمد اللہ تعالیٰ فوراً جواب شافی پایا جسے برملا اُن مولوی صاحب نے تسلیم کیا اور ٹھیک ہے فرمایا جس پر اہل مجلس نے اُن کی انصاف دہی کی تعریف کی اور وہ تشریف لے گئے اُسی وقت اُن کے افسر صاحب نے کہا تھا کہ اُن کی زبان بند ہوگئی یعنی تسلیم کرکے نہیں اُٹھے بلکہ ہیبتِ حق سے بند ہوگئے حاضرانِ مجلس نے فوراً لقمہ دیا کہ حضرت وہ ٹھیک ہے کہہ کر تو اُٹھے ہیں آپ فرماتے ہیں فقط بند ہوگئے پھر بار بار خود اُن کے ان افسر صاحب سے فرمایا گیا کہ آپ کو شک ہو تو آپ سمجھ لیجیے اس کا جواب کچھ نہ تھا۔ آخر مع اپنے ہمراہیوں کے بہت

ناکامی کے ساتھ تشریف لے گئے اُس روز سے تمام وہابیہ شہر کو فکر رہی کہ کسی طرح اس عار کو دفع کریں دو مدرسے کہ باہم سخت مخالفت رکھتے تھے اہل سنت کے مقابل ملۃً واحدۃً ہوگئے۔ اہل سنت کے متعدد وعظوں میں اُن کے طلبہ و مدرسین غول باندھ باندھ کر بڑے ارادوں سے گئے مگر بحمد اللہ تعالیٰ کبھی ہمت نہ پڑی آخر یہ ٹھہرائی کہ اپنے اکابر کو بلائیں اور اہل سنت کو جس طرح ممکن ہو نقصان پہنچائیں مہینوں سے خبریں اُڑاتے تھے کہ فلاں فلاں صاحب بلائے جائیں گے مباحثہ ہوگا ہنگامہ کریں گے۔ یہاں تک کہ ۱۱ ماہ حال روز دوشنبہ کو قریب عصر خبر آئی کہ مولوی اشرفعلی صاحب تھانی اور مولوی خلیل احمد صاحب انبہٹی آگئے اور رات کی گاڑی میں مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی و مولوی احمد حسن صاحب امروہی بھی آنے والے ہیں بعد عشا ہم طلبہ کو اپنے سبق وغیرہ سے فارغ ہو کر خیال آیا کہ ان چاروں حضرات سے مسائل دائرہ کی نسبت بعض شرعی ضروری سوالات کرلیں کہ علماء کا جواب عالمانہ ہوتا ہے ممکن کہ اُن کے منصفانہ جواب ہی سے جہالات وہابیۂ شہر کا علاج ہوجائے اور جب خود اپنے ہی علما کا جن کو اپنی مدد کے لئے بلایا ہے جواب دیکھیں تو ان وہابیہ کا فتنہ بآسانی ازالہ پائے اس توقع پر شب ہی کو یہ سوالات لکھ کر صبح معززین و عمائد شہر مثل جناب خواجہ محمد حسن صاحب وعالی جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب و رئیس دیندار جناب شیخ محمد تصدق حسین خاں صاحب و جناب منشی محمد

ظہور صاحب و جناب محمد عثمان خاں صاحب و دیگر بعض معزز و معظم سادات کرام کے ہمراہ مولوی اشرفعلی صاحب کے فرودگاہ پر حاضر ہوئے خیال تھا کہ چاروں صاحب وہیں تشریف رکھتے ہوں گے مگر معلوم ہوا کہ صرف مولوی تھانی صاحب تشریف فرما ہیں باقی صاحبوں کے آنے کی خبر حضرات نے محض بے پر کی اڑائی تھی پھر بھی مولوی صاحب کا ملنا غنیمت جانا کہ اب بعد مولوی گنگوہی صاحب کے یہی سرگروہ دیوبندیان گنے جاتے ہیں اور یہ کوئی مناظرہ بھی نہیں جس میں مولوی صاحب کو وہابیہ ہر دو مدرسہ کی طرح استعانت بالغیر کی ضرورت پڑے یہ تو دینی مسائل کے چند سوال ہیں اور وہ بھی خود آپ کے اور آپ کے برادر بزرگ مولوی گنگوہی صاحب کے عقائد سے متعلق مگر ہزار افسوس کہ مولوی صاحب موصوف اُن سوالات کا سرنامہ دیکھتے ہی سخت مضطرب ہو گئے اور بہت منت سماجت سے اُنھیں فوراً واپس دیا ہر چند گزارش کی گئی کہ یہ کوئی مباحثہ نہیں چند مسائل کا جواب مطلوب ہے مگر مولوی صاحب بات زبان سے نکلنے نہ دیتے تھے برابر معاف کیجئے معاف کیجئے فرماتے تھے ہوا خواہوں کی اُڑائی ہوئی خبر مباحثہ مباحثہ مولوی صاحب کے کانوں تک پہنچی ہوئی تھی اور وہی تصویر آنکھوں کے سامنے تھی حتی کہ مجبورانہ اس لفظ پر ختم فرمایا کہ آپ جیتے میں ہارا ہم طلبہ اور تمام اہلسنت حضار واقعہ سخت حیران تھے کہ عالم سے چند مسائل دریافت کئے جائیں اُس پر اس قدر گھبراہٹ کس لئے آخر بمجبوری سب حضرات

واپس آئے اسی وقت وہی پرچہ سوالات بصیغۂ رجسٹری رسید طلب مولوی صاحب کی خدمت میں بھیج دیا آج تیسرے دن انکاری ہو کر واپس آیا اب بذریعہ طبع حاضر کئے جاتے ہیں مسلمان ملاحظہ فرمائیں کہ ان سوالات میں ایسی کیا بات تھی جس سے مولوی صاحب کو اس درجہ وحشت و اضطراب کی حالت ہوئی ہم غربا طلبہ امیدوار کہ اب بغور تنہائی میں انھیں ملاحظہ فرما کر ایک ہفتہ میں یعنی جمعہ ۲۲ ماہ حال تک باطمینان جواب عطا فرمائیں آیۂ کریمہ کہ آغاز سوالات میں لکھی ہے پیش نظر رکھ کر عہد الٰہی کی مخالفت پسند نہ کریں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

بملاحظہ مولوی اشرفعلی صاحب تھانوی و مولوی خلیل احمد صاحب انبہٹی و مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی و مولوی احمد حسن صاحب امروہی خصوصاً و اولاً و سائر موافقین و متبعین اہل گنگوہ و دیوبند عموماً و ثانیاً قال اللہ تعالیٰ عز من قائل وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا

---

[1] ان صاحب کے تشریف لانے کی خبر بھی حضرات نے اڑائی تھی لہذا ان کا نام لکھا گیا کہ مولویوں سے سوال کو کیا درکار ورنہ ہمیں ان کا بوجوہ موافق دیوبندیاں ہونا معلوم نہیں ۱۲۔

الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ ۚ اور جب عہد لیا اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے اُن لوگوں سے جنھیں کتاب دی گئی کہ البتہ ضرور تم اُسے صاف بیان کر دینا لوگوں سے اور اُسے چھپانا نہیں یہ آیۂ کریمہ یاد دلاکر آپ حضرات سے چند سوال ضروری دینی محض بنظر خیر خواہیٔ دین گزارش ہیں اُمید کہ صاف صاف جواب بے پردہ و حجاب بیان فرمائیں اگر کسی جواب میں کوئی اجمال یا اہمال رہ جائے گا دوبارہ صاف کرلیا جائیگا مقصود محض تصفیۂ امور دین ہے اہم فالاہم کے لحاظ سے ان چند سوال سے ابتدا کی جاتی ہے بقیہ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ معروض ہوں گے حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا و مولٰنا محمد و آلہ و صحبہٖ اجمعین ۔

سوال اوّل ۔ جو شخص باآنکہ اپنا یہ عقیدہ ظاہر کرتا ہو کہ کذب باری سبحٰنہ و تعالیٰ ممتنع بالغیر ہے اور اُس کے امتناع بالغیر پر اجماع و اتفاق بتاتا ہو باایں ہمہ جو وقوع کذب باری مانے اُس کی نسبت کہے[۱] کہ اگرچہ اس نے تاویل آیات میں خطا کی مگر تاہم اُس کو کافر کہنا یا بدعتی ضال کہنا نہیں چاہیے اور کہے کہ اس کو کوئی کلمۂ سخت نہ کہنا چاہیے اور اس اختلاف کو حنفی شافعی سا اختلاف بتائے تو آیا یہ شخص مسلمان ہے یا کافر اگر کافر ہے تو جو اسے مسلمان جانے وہ مسلمان

---

[۱] یہ عبارت مولوی گنگوہی صاحب کے ایک مہری دستخطی فتوے کی ہے وہ اصل فتویٰ یہاں موجود ہے ۱۲

یہ عبارت کتاب ہذا مطبوعہ ۱۳۲۴ھ سے نقل کی گئی ہے۔ اس کی ذمہ داری ناشر حال پر نہیں ہے۔

ہے یا کافر۔

سوال دوم ۔ جو شخص باوصف اعتقاد مذکور کہ کذب باری بالاتفاق ممتنع بالغیر ہے قائل وقوع کذب کی حمایت میں مسئلہ خلف وعید پیش کرے اور کہے[1] کہ وقوع خلف وعید کو جماعت کثیرہ علمائے سلف کی قبول کرتی ہے اور واضح ہے کہ خلف وعید خاص ہے اور کذب عام ہے کیونکہ کذب بولتے ہیں قول خلاف واقع کو سو وہ گاہ وعید ہوتا ہے گاہ وعدہ گاہ خبر اور سب کذب کے انواع ہیں اور وجود نوع کا وجود جنس کو مستلزم ہے انسان اگر ہوگا تو حیوان بالضرور موجود ہووے گا لہٰذا وقوع کذب کے معنے درست ہو گئے آیا یہ قائل مسلمان ہے یا کافر اور جو اسے مسلمان کہے وہ مسلمان ہے یا کافر۔

سوال سوم ۔ جس وصف کا اثبات مخلوق میں کسی ایک فرد کے لئے شرعاً شرک ہو آیا وہ تمام مخلوق میں جس فرد کے لئے ثابت کیا جائے شرک ہی ہوگا یا بعض کے لئے اُس کا اثبات شرک ہو اور بعض کے لئے نہیں کیا شرک میں تفصیل ہے کہ بعض مخلوقات اللہ تعالیٰ کی شریک ہو سکتی ہیں اور بعض نہیں اور اگر یہ تفصیل باطل ہے اور جس صفت کا ایک فرد کے لئے اثبات شرک ہو ہر فرد میں مطلقاً یہی حکم

---

[1] یہ عبارت بھی اُسی فتویٰ گنگوہی صاحب کی ہے مسلمان دیکھیں کہ گنگوہی صاحب نے کیسا صراحۃً خدا کا جھوٹا ہونا ثابت کیا ۱۲

ہے تو جو شخص[1] ایک صفت کو ایک فرد کے لئے ثابت ماننا شرک بتلائے اور خود اسی صفت کو دوسرے فرد کے لئے ثابت مانے تو آیا خود وہ اپنے منھ سے مشرک ہوا یا نہیں۔

سوال چہارم ۔ جس طرح فروع و اعمال میں چار اصول ہیں کتاب و سنت و اجماع و قیاس آیا اصول عقائد میں بھی یہی اصول ہیں یا کچھ اور بر تقدیر ثانی وہ اصول کیا اور کتنے ہیں کہ جن کے علاوہ کسی اور دلیل سے عقائد میں استدلال ناجائز و باطل ہو۔

سوال پنجم ۔ باب عقائد جس میں قطعیات کے سوا احادیث آحاد بھی ناکافی سمجھی جاتی ہیں وہ کیا باب ہے آیا متعلقات افعال مکلفین کے سوا ہر مسئلہ مطلقاً اسی باب عقائد سے ہے اور کسی کے لئے کوئی فضیلت ثابت یا اس سے اس کا سلب ماننا علی العموم ایسا ہی ہے کہ بے دلیل قاطع باطل و نامقبول یا یہاں کوئی تخصیص و تفصیل ہے اگر ہے تو کیا ہے اور اس کا ثبوت کہاں سے۔

سوال ششم ۔ عقائد میں تقلید جائز ہے یا نہیں اگر ہے تو کس کی آپ عقائد میں صرف امام ابو حنیفہ کے مقلد ہیں یا کس کس عالم محدث مفسر وغیرہ کے۔

سوال ہفتم ۔ جو مسئلہ باب عقائد سے ہو اس کی دونوں جانب ایجاب و سلب اسی باب سے ہوں گے یا یہ بھی ممکن ہے کہ ایک جانب

---

[1] یہ شخص بھی مولوی گنگوہی صاحب و مولوی انبہٹی و عام وہابیہ ہیں ۱۲

بے قطع نامقبول اور دوسری جانب ظنیات بھی قبول بر تقدیر ثانی اس کا کیا ثبوت اور وہاں کیا فارق۔

سوال ہشتم۔ ائمہ کرام نے تصریح فرمائی ہے یا نہیں کہ باب فضائل میں ضعاف بھی مقبول وہ کون سا باب ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا اہل بیت وصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے کسی فضیلت کا اثبات اس باب سے ہے یا نہیں۔

سوال نہم۔ روز اول سے روز آخر تک ماکان و مایکون جو کچھ ہوا اور ہوگا متناہی ہے یا غیر متناہی اللہ عزوجل کا علم صرف اسی ماکان و مایکون میں منحصر اس کے سوا مولیٰ تعالیٰ معاذ اللہ کچھ نہیں جانتا یا یہ اُس کے علوم سے ایک نہایت قلیل حصہ ہے جو ادنیٰ قطرے اور لاکھوں بحار کی بھی نسبت نہیں رکھتا بر تقدیر ثانی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے اس کا اثبات شرک ہے یا کفر یا ضلالت یا ان سب سے پاک۔

سوال دہم۔ روز اول سے روز آخر تک جو کچھ ہوا اور ہوگا وہ سب لوح محفوظ میں مکتوب ہے یا نہیں اگر ہے تو اللہ تعالیٰ اُس میں سے کتنی بات کا علم عطا کرنے پر قادر ہے بعض کا یا کل کا اگر اُس مجموعہ کا علم دینے پر قادر ہے تو دوسرے کے لئے اُس کا بعطائے الٰہی ثابت ماننا کیونکر شرک ہو سکتا ہے کیا اللہ تعالیٰ دوسرے کو اپنا شریک بنالینے پر قادر ہے۔ اور اگر نہیں تو وہ حد معین کی جائے کہ اللہ تعالیٰ اتنی باتوں کا علم دینے پر قادر ہے اس سے زیادہ پر قدرت نہیں رکھتا۔

سوال یازدہم ۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بعطائے الٰہی بعض مغیبات کا علم ہے یا کسی غیب کا علم اصلا نہ دیا گیا جو شخص مطلقاً علم غیب بعطائے الٰہی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مسلوب ماننے وہ قرآن مجید کا مکذّب اور نبوت کا منکر اور زندیق کافر ہے یا نہیں۔

سوال دوازدہم ۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام غیب کی خبریں بتانے تشریف لاتے ہیں یا شہادت کی جنھیں لوگ خود بھی اپنے حواس وعقل سے سمجھ سکتے ہوں۔ برتقدیر اول ان علوم غیب میں اُن کو تمام عالم پر تفضیل ہے یا نہیں اور اُن سب میں حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اُن پر فضیلت ہے یا نہیں جو شخص[1] اس باب میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تفضیل وتخصیص کا منکر ہو مسلمان ہے یا کافر۔

سوال سیزدہم ۔ وہ کئے علوم غیب ہیں اور کن باتوں سے متعلق ہیں جو لازم نبوت ہیں اور وہ سب انبیا میں یکساں ہیں یا بتفاوت اور ہر نبی کو نبوت کے ساتھ معًا عطا ہوتے ہیں یا بتدریج ملتے رہتے ہیں۔ برتقدیر ثانی بعض کا بعض وقت میں انتفاء دوسرے وقت حصول کو منافی ہے یا نہیں۔

سوال چہاردہم ۔ آیات واحادیث کے اطلاقات وعمومات جب تک اُن کی تقیید وتخصیص دلیل وحجت شرعی سے ثابت نہ ہو انھیں اپنے اطلاق وعموم پر رکھنا اور نصوص کو اُن کے ظاہر پر حمل کرنا واجب

---

[1] یہ شخص خود مولوی اشرفعلی صاحب ہیں اپنے رسالہ حفظ الایمان صفحہ ۷ میں اس کے منکر ہوئے ۱۲

ہے یا نہیں۔

سوال پانزدہم۔ تخصیصات عقلیہ یا عرفیہ معروفہ عام کو اپنی قطعیت سے نازل کرتی ہیں یا نہیں۔

سوال شانزدہم۔ اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلام متاخرین مفسرین و شراح کے اقوال غیر ماثورہ و بے سند پر مقدم ہے یا ان کے اقوال خدا و رسول کے کلام پر حجت ہیں اُن کے مقابل ان کا پیش کرنے والا مؤمن صالح ہے یا گمراہ فاسق۔

سوال ہفدہم۔ کس دلیل شرعی سے ثابت ہے کہ تمام صبیان و مجانین و بہائم کو بھی علم غیب ہے اگرچہ بعض کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ گدھے کو کتنا علم غیب ہے اور بھینس کتنا غیب جانتی ہے اور اُلّو کتنے غیب کا عالم ہے جو شخص[1] ان سب کے لئے علم غیب ثابت کرے مسلمان سنی صالح ہے یا کافر یا گمراہ یا فاسق۔

سوال ہژدہم۔ جو شخص[2] یہ کہے کہ بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے اُس نے نبی

---

[1] یہ شخص بھی یہی مولوی اشرفعلی صاحب اُسی رسالہ حفظ الایمان میں ہیں ۱۲

[2] یہ عبارت بھی انھیں مولوی اشرفعلی صاحب کی اُسی رسالہ صفحہ ۷ میں ہے مسلمان دیکھیں ان مولوی صاحب نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کس درجہ تحقیر کی ہے ۱۲۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کی یا نہیں کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اتنا ہی علم غیب دیا گیا تھا جتنا ہر پاگل اور ہر چوپائے کو حاصل ہے ایسا کہنے والا مسلمان ہے یا کافر اور جو اُسے مسلمان جانے وہ مسلمان ہے یا کافر۔

سوال نوزدہم۔ مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی و مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور خود آپ حضرات کہ عالم کہلاتے ہیں آیا اُن کا یا آپ کا علم علم الٰہی کے برابر اور جمیع معلومات الٰہیہ کو محیط ہے یا انھیں اور آپ کو صرف بعض کا علم ہے بر تقدیر ثانی اگر کوئی کہے کہ ان اشخاص مذکورین کو عالم کہنے کی کیا تخصیص ہے مولوی اسمٰعیل صاحب کا سا علم ہر گائے کو ہے اور مولوی گنگوہی صاحب کا سا علم ہر بھینس کو ہے اور تھانوی انبہٹی[1] دیوبندی امروہی صاحبان کا سا علم ہر بھیڑ اور بکری کو تو اس قائل نے دہلوی اور گنگوہی اور آپ صاحبوں کی توہین کی یا نہیں اگر کی تو کیا وجہ کہ یہ الفاظ آپ صاحبوں کے حق میں تو توہین قرار پائیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں توہین نہ ٹھہریں اور اگر نہیں تو وجہ تخصیص بتائیے کہ انھیں اور آپ حضرات کو مولوی کہا جائے اور ان چوپایوں کو باوصف اس کے کہ آپ کے نزدیک علم میں آپ صاحبوں کے برابر ہیں اس لقب سے محروم رکھا جائے۔

سوال بستم۔ آپ کے ایمان میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم وسیع تر ہے یا ابلیس لعین کا

---

[1] یہ عبارت مولوی انبہٹی صاحب و مولوی گنگوہی صاحب کی ہے مصدقہ و مقبولہ دیکھئے براہین قاطعہ صفحہ ۴۷ طبع اول ۱۲

کہے کہ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے اُس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کی توہین کی یا نہیں ایسا شخص مسلمان ہے یا کافر۔

آپ کے ملال و کلال کے خیال سے فی الحال یہ بیس سوال حاضر خدمت ہیں سوالات مزید انشاء اللہ المجید بعد جواب متعاقب حاضر ہوں گے۔ اوّل مخاطب آپ حضرات ہیں آپ چاروں صاحب اگر جواب سے عجز کا اقرار تحریر فرمائیں تو کسی اور کا جواب قابل التفات ہو سکے گا اگر آپ نے جواب نہ دیا اور کوئی پانچواں شخص برائے نام مجیب بنا تو جب تک آپ صراحۃً اقرار عجز نہ فرمائیں اُس کی بات قابل التفات نہ ہوگی کہ مقصود مفت کی تو تو میں میں نہیں بلکہ تصفیۂ امور دین اور جناب گنگوہی صاحب کے بعد آپ ہی چار صاحب فرقۂ دیوبندیہ کے سرگروہ و حامی مبین تو آپ کے سوا زید و عمرو سے خطاب نہیں بینوا توجروا۔ مورخہ ۱۲ جمادی الآخرہ روز سہ شنبہ ۱۳۲۳ھ۔

المستفتی

خادمان اہلسنت عبدالرشید و غلام مصطفیٰ ابراہیم بہاری و غلام محمد بہاری و ظفر الدین قادری و دیگر اہلسنت۔

پیشی سوالات پر مولوی اشرفعلی صاحب کی حالت

آج بتاریخ ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۲۳ھ روز سہ شنبہ وقت چاشت ہم طلبہ محمد ظفر الدین و محمد عبد الرشید طلبائے مدرسہ اہلسنت وجماعت مع جناب خواجہ محمد حسن صاحب و جناب شیخ تصدق حسین خاں صاحب و جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب و جناب منشی محمد ظہور صاحب و جناب محمد عثمان خاں صاحب وغیرہم معززین کرام یہ بیس سوال لے کر مولوی اشرفعلی صاحب کے پاس سیت گنج گئے اور سوالات کا مسودہ فقیر عبد الرشید نے اُن کے ہاتھ میں دیا اور کہا کہ ان کے جواب مرحمت فرمائیے مولوی صاحب نے ہاتھ میں لے کر واپس کیا۔ جب کہا گیا کہ آپ انھیں دیکھ تو لیجئے جواب دیا کہ میں نے آپ سے لے لیا اور اب آپ مجھ سے لے لیجئے میں مباحثے کے واسطے نہیں آیا ہوں اور نہ[1] مباحثہ کرنا چاہتا ہوں میں اس فن میں جاہل ہوں اور میرے اساتذہ بھی جاہل ہیں یہ فن فساد آپ کو مبارک رہے جو شخص تم سے دریافت کرے تم اُسے ہدایت کرو۔ طبیب کا کام نسخہ لکھ دینا

---

[1] یہی عذر غلط مولوی گنگوہی صاحب نے بھی سنایا تھا دیکھئے رسالہ دفع زیغ زاغ ۲۱-۱۲

ہے یہ نہیں ہے کہ مریض کی گردن پر چھری رکھ دے کر تو پی لے تم اپنی اُمّت میں سب کو داخل کر لو جب کہا گیا کہ یہ مباحثہ نہیں ہے بلکہ چند سوالات ہیں تو کہا کہ آپ کتنا ہی کہیں میں جو کچھ کہہ چکا ہوں اور لکھ چکا ہوں وہی کہوں گا اور اگر مجھے تھوڑی دیر کے واسطے معقول بھی کر دیجئے تو وہی کہے جاؤں گا۔ مجھے معاف کیجئے، آپ جیتے اور میں ہارا۔ اُس وقت مولوی صاحب کے پاس حافظ احمد حسن صاحب مہتمم مدرسہ مداری دروازہ و مولوی ابراہیم مدرس مدرسۂ مذکورہ و حاجی محمد سعید صاحب سوداگر رکن مدرسۂ مذکورہ و حسین الدین و حسن نواز طلبائے مدرسہ سرائے خام و میر اکبر علی صاحب محصل چندہ مدرسہ سرائے خام و جناب منشی مسیح الدین صاحب ولد ڈپٹی خیر الدین صاحب و مولوی ولی اللہ صاحب بنگالی طالب علم مدرسہ رام پور اور بعض حضرات اور بھی موجود تھے۔ العبد خواجہ محمد حسین بقلم خود

العبد العبد العبد العبد العبد
محمد تصدق حسین بقلم خود۔ غلام قادر۔ محمد ظہور عثمان خاں بقلم خود۔ حافظ بنیاد علی

* * *

اہل اسلام سے انصاف طلب

مسلمان ملاحظہ فرمائیں کہ عالم کہلا کر دینی مسائل کے نام سے اتنا گھبرا جانا کیا معنی رکھتا ہے مگر افسوس کہ مولوی صاحب کو یہ سخت تکلیف اُن کی ذریات اہل مدرستین و دیگر وہابیہ شہر کے ہاتھوں پہنچی مولوی صاحب

جسے فساد بتاتے ہیں اس کے بانی وہی حضرات ہیں انھیں نے مہینوں سے
مناظرہ مناظرہ کی رٹ لگائی اُسی طرف سے آپ کو برائے مباحثہ بلانے کی
خبریں اڑیں اُدھر ہی سے آپ کے آنے پر شورشیں ہوئیں اور بحکم اِنَّ النَّاسَ
قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ فَاخْشَوْھُمْ بزعم خود اہلسنّت کے ڈرانے کو اوروں کے
آنے کی غلط خبریں دیں ان وجوہ پر سمجھا گیا کہ آپ اُن کے عمدہ ہیں لہٰذا
آپ کی خدمت میں سوالات حاضر ہوئے ورنہ پہلے کبھی کسی نے آپ کی طرف
التفات بھی نہ کیا تھا بہر حال دینی سوالوں کے نام پر اتنا اضطراب عجب العجاب
آپ کا اقرار جہل اگرچہ قد یصدق کی تصدیق ہو اور آپ کا فرمانا کہ میرے
اساتذہ بھی جاہل ہیں آپ کی سعادت مندی مگر مناظرہ دینی کہ زمانۂ رسالت
سے سنّت متوارثہ ہے اُسے فساد بتانا سخت عجیب ہے اور عجیب تر یہ ہے
کہ خود آپ کا حفظ الایمان ایسی ہی متعلق بعض عقائد سوالات کا جواب ہے
اگر ایسے سوالوں کا جواب دینا فساد ہے تو یہ فساد تو آپ ہی کا ہے پھر
دفع فساد کو فساد بتا کر بچنا فساد کا مقام رکھتا ہے اور سُنئے تو جناب مولوی
گنگوہی صاحب نے جو خاص مناظرہ میں کتابیں لکھیں جیسے ردّ الطغیان و
ہدایۃ الشیعہ اور براہین قاطعہ پر وہ حرف بہ حرف قبول کی تقریظ جمائی آپ کے
نزدیک وہ کتنے بڑے مفسد و فساد پسند تھے یا یہ ٹھہری ہے کہ جہاں
دو حرف کہنے کی گنجائش سمجھے مناظرہ دینی کام ہوا اور جہاں سخت سے
مقابلہ پایا مناظرہ فساد ہو گیا للہ انصاف یہ کیا دین یہ کیا دیانت ہے
کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وہ سخت توہینیں

کیجئے اور جب کوئی مسلمان اُس کا تصفیہ چاہے تو دینی سوال کو فساد کہدیجئے اور مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین پر وہ سخت اصرار کہ معقول بھی کر دو مگر میں وہی کہے جاؤں گا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم خیر ایک ہفتہ کی مہلت آپ کو اور ہے اس میں جواب دیجئے یا توہین نبوت سے توبہ کیجئے اللہ توفیق بخشے آمین۔ العبد محمد ظفر الدین و محمد عبد الرشید طلبہ مدرسہ اہل سنت و جماعت واقعہ بریلی۔

۱۴ جمادی الآخرہ ۱۳۲۳ھ

فیضان مدینہ پبلیکیشنز کی عنقریب منظر عام پر آنے والی اہم پیشکش

سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت و نورانیت

تالیف: محمد نعیم اللہ خان قادری
بی ایس سی۔ بی ایڈ
ایم اے اردو۔ پنجابی۔ تاریخ

ناشر: فیضان مدینہ پبلیکیشنز جامع مسجد عمر روڈ کاموکے

بطش اللّٰہ بن الطیّب

۱۳۲۷ھ

معروف بہ

صلائے مناظرہ

۱۳۲۷ھ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

ہدایت طلبی کے نام لیووں کو اسلامی دعوتِ مناظرہ
مناظرہ کی نمایشی پکار کا کشف حقیقت

قال اللہ تعالیٰ وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا اہلِ انصاف ان معروضات کو بنظرِ انصاف ملاحظہ فرمائیں جو سچے دل سے انصاف کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس پر حق واضح فرما دیتا ہے وہ اس آیت کریمہ میں فرما چکا کہ جو ہماری راہ میں کوشش کریں ہم ضرور ضرور اُنھیں اپنی راہوں کی ہدایت فرمائیں گے آپ کا نیازمندانہ التماسات واضح

اصول اہل ایمان وانصاف کے سامنے پیش کرے جس کا جواب کسی ذی عقل[1] کے نزدیک سوا ہاں کے کچھ نہیں ہو سکتا پھر واقعہ خاصہ پر اُن کی تطبیق گزارش ہوگی۔

اصول واضحہ (۱) الحمد للہ ایمان ہی وہ نعمت ہے جس کی حفاظت تمام دینی عظیم کاموں سے بھی اہم واعظم ہے نہ کہ دنیوی مشغلے جن کا مقصود خدا نہ ہو۔

(۲) اہم فالاہم کی ترتیب عقل ونقل کا اجماعی مسئلہ ہے جس پر امر اہم کا بھاری مطالبہ عائد ہو چکا اور وہ اُسے چھوڑ کر غیر اہم میں وقت برلائے وہ یا تو عقل سے مس نہیں رکھتا یا براہ فریب ومغالطہ اپنا گہرا عیب چھپاتا کاری زخم سے جان بچاتا ہے کہ بالائی باتوں میں عظیم مطالبہ ٹل جائے اور عوام پر اپنا عجز اپنا سخت عیب نہ کھلنے پائے ایک شخص پر دس لاکھ اشرفی کے سرقہ کا دعویٰ دائر ہے وہ اس کا جواب کچھ نہ دے بلکہ یہ کہے کہ دس پیسے جو اُس دن میں نے قرض لئے تھے کیا میں ادا نہیں کر چکا۔ آؤ اس میں بحث کر لو عقلائے انصاف طلب کہ ایسے شخص کو کیا کہا جائے گا۔

(۳) ایک فرقہ کے اکابر کا سالہا سال سے رد ہو رسائل وخطوط

---

[1] اسی بیان کے عیاں کرنے کو ان میں اکثر اصول بطرز استفسار معروض ہوئے کہ ہر عقل وانصاف والا اپنے باطن کی طرف رجوع کرکے سمجھ سکتا ہے کہ ان کا جواب ہاں ہی ہو سکتا ہے وبس ۱۲ منہ

رجسٹری ہوکر جائیں اور ہمیشہ لاجواب رہیں بلکہ صراحۃً جواب دینے سے انکار آئے تو اہل انصاف کے نزدیک مناظرہ کس طرف سے ہوا اور سکوت و فرار کس جانب سے جو اُلٹی نسبت کرے وہ پکّا مجنون یا ڈھٹائی کے ساتھ پورا کذاب ہے یا عاقل راستگو۔

(۴) جو مباحث سالہا سال سے برروئے کار آچکے انھیں قطعاً لاجواب چھوڑنا نہ اُنھیں قبول کرنا نہ اُن کے جواب سے اپنا عجز ماننا اور پھر عوام کے آگے مناظرہ مناظرہ پکارنا صریح مکاری ہے یا نہیں۔

(۵) جس فریق پر سالہا سال سے سوالات کا قرضہ ہو کس قانون عقلی یا نقلی سے اُس کو اختیار ہے کہ اُن کا جواب تو اصلاً نہ دے اور اپنی طرف سے سوال لے دوڑے کیا یہ صراحۃً جان بچانا اور اپنا عجز و عیب چھپانا نہیں کیا ایسے سوال از روئے قانون مناظرہ مستحق جواب ٹھہر سکتے ہیں یا اس حیلہ گری سے وہ برسوں کا قرضہ چھوٹ سکتا ہے۔

(۶) جو مضامین سالہا سال سے چھاپ چھاپ کر تمام ملک بلکہ عرب و عجم میں شائع کیے جائیں وہ مواقف مخالف سب کے سامنے پیش ہوئے یا اُن کی نسبت یہ کہنا صحیح ہے کہ صاحب مضامین کو خوف ہے اُن مضامین کی نسبت تزلزل ہے اُن کو مخالف کے روبرو پیش کرنے کے قابل نہیں جانتا کیا ایسے قائل کو نہ کہا جائے گا کہ وہ یا تو کور و کر ہے کہ آنکھ نہ کان یا پرلے درجہ کا بےحیا کذّاب کہ دین نہ ایمان۔

(۷) مناظرہ وہ ہے جس میں احقاق حق مقصود ہو بے اس کے شرعاً

حرام و معصیت اور عقلاً جہالت و نفسانیت۔ احقاق حق میں ہر فرقہ کی قسمت اُس کے اکابر سے وابستہ ہوتی ہے اُنھیں کا عجز اُس سارے فرقہ پر اثر ڈالتا ہے اصاغر کی اسکات میں کوشش بے سود ہوتی ہے کہ اول تو اُن کو بوجہ بے وجاہتی و کم حیثیتی بات بدلنے کہنے کرنے ڈھٹائی کے ساتھ آفتاب کا انکار کرنے کی زیادہ جرأت ہوتی ہے جو بڑے کہلاتے ہیں اپنے نام کی لاج سے پھر بھی کچھ شرماتے ہیں اور اصاغر تو جانتے ہیں کہ ع

بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا

ایسی حالت میں تو تو میں میں کے سوا وضوح حق کی کیا اُمید اور بالفرض طرف مقابل کی قوت نے ایسا ہی دبا لیا کہ ساکت ہی ہونا پڑا پھر بھی کیا فائدہ اُس فریق والوں کا سہل جواب ہے کہ یہ کون تھے ان کی مغلوبی سے ہمیں کیا ضرر اہل انصاف نظر فرمائیں کہ یہ امور کیسے حق صریح ہیں کہ جو حقیقۃً طالب حق ہو اُسے ان میں کلام نہیں ہوسکتا پھر ایک فرقہ کے اکابر کہ سالہا سال دوسرے فریق کے معظم سے خائف و ترساں اور اُس کے مقابل ساکت و بے زبان رہے ہوں رَدّ چھپیں تقاضے ہوں سوالات جائیں کبھی ایک حرف کے جواب کی ہمت نہ ہو تو کیا اُن کا عجز صراحۃً نہ کھل گیا کیا وضوح حق میں کوئی دقیقہ رہا کس قانون کے رو سے اُن کو حق ہو سکتا ہے کہ خود بدستور پردہ نشین رہ کر معظم فریق مخالف کے مقابل اپنے اصاغر

---

[1] یعنی اگر وہ اپنے اذن و اجازت و نیابت و وکالت سے اپنے کسی چھوٹے یا کالے چور کو بھیجیں تو اگرچہ واضح ہوگا کہ وہ عاجز ہوئے تھے انھوں نے اس کو اپنا خشک سنا بنایا مگر عرصے بلا ٹالنے کا الزام نہ آئے گا کہ اب جو بلا اس پر ہے اُن سب پر ہے ۱۲ منہ

کو ہلکا دیں کیا اس سے صاف نہ سمجھا جائے گا کہ وہ اپنے سر سے بلا ٹالتے اور احقاق حق کو توتو میں میں پر ڈھالتے ہیں مسلمانو اللہ و قیامت کو یاد کر کے ان ساتوں اصول کو پیش نظر رکھو۔

اب آپ کا خیر خواہ نیازمند واقعہ خاصہ پر ان اصول کی تطبیق عرض کرتا ہے:-

(۱) بفضل الٰہی و عنایت حضور پُر نور رسالت پناہی جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنہ ۱۳۰۵ ہجریہ قدسیہ سے سال حال سنہ ۱۳۴۰ تک پینتیس سال ہوئے آستانہ علیہ اعلیٰحضرت عالم اہل سنت صاحب حجت قاہرہ مجدد المائۃ الحاضرہ دام ظلہم العالی سے وہابیہ و غیر مقلدین کے عموماً اور مولوی اسمٰعیل دہلوی مولوی نذیر حسین دہلوی مولوی قاسم نانوتی مولوی رشید احمد گنگوہی مولوی اشرف علی تھانوی کے خصوصاً وقتاً فوقتاً رد ہوتے رہے اور بحمد اللہ ہوتے ہیں جن سے تمام ملک آگاہ ہے قدرے تفصیل کے لئے رسالہ الجمل المعدد لتالیفات المجدد (مطبوعہ مطبع حنفیہ عظیم آباد) ملاحظہ ہو جس میں ساڑھے تین سو تصانیف کا مع ذکر فن و زبان و سال تصنیف و حال طبع و تبییض وغیرہ نام بنام شمار ہے بکثرت رسائل چھاپ چھاپ کر شائع کئے کبرائے طائفہ کے پاس رجسٹری کر کے بھیجی اکثر پر صدائے برنخاست اور بعض برسوں غوغا رہا کہ جواب لکھا جائے گا لکھ گیا چھپایا جائے گا چھپنے گیا نتیجہ وہی نکلا کہ حشر تک جاگنا قسم ہے یعنی وہ چھپنا بالکسر تھا نہ بالفتح بالآخر مولوی گنگوہی صاحب نے جواب سوالات میں لکھ بھیجا کہ مناظرہ کا نہ مجھے شوق ہوا

نہ اس قدر مجھے فرصت ملی دیکھو دفع زیغ زاغ صفحہ ۵ جسے طبع ہوئے
ساتواں سال ہے ادھر مولوی تھانی صاحب نے جواب سوالات میں لکھدیا
کہ میں مباحثہ کے واسطے نہیں آیا نہ مباحثہ کرنا چاہتا ہوں میں اس فن
میں جاہل ہوں اور میرے اساتذہ بھی جاہل ہیں یہ فن فساد آپ کو مبارک
رہے دیکھو ظفر الدین الجید صفحہ ۸ جسے طبع ہوئے پانچواں سال ہے اُدھر
مولوی نذیر حسین صاحب کو اُن کا رد بلیغ حاجز البحرین چھاپ کر بھیجا
جس میں دلائل ساطعہ سے ثابت کر دیا کہ یہ بزرگوار جو آج سارے
غیر مقلدوں کی ناک اور اُن کے یہاں شیخ الکل فی الکل کہلاتے ہیں علم
حدیث علم رجال علم اصول حدیث علم جرح و تعدیل غرض جملہ فنون حدیث
سے محض بے مس ہیں کہ اہل سنت کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی اتنا بے تمیز نہ
ہوگا افسوس کہ وہ کل فی الکل بھی کل درگل ہو گئے اور جواب کے نام وہی
مہر خموشی یہ وہ ظاہر و باہر وقائع ہیں کہ مخالفین بھی جن سے انکار نہیں
کر سکتے انھیں کو تو ہمیشہ رو یا کرتے ہیں کہ ہائے کافر کہدیا ہائے یہ کر دیا
ہائے وہ کر دیا مگر اس مرثیہ کے سوا کسی طرح اپنے بزرگوں کی جان چھڑائیں
اُن کے لبوں سے مہر خموشی اُٹھائیں یہ بفضلہ تعالیٰ ناممکن۔ اب کچھ دنوں
سے ثناء اللہ صاحب ایڈیٹر اے ایچ امرتسری بھی اس ہائے وائے اس
مرثیہ خوانی میں خواہ باجرت یا ملتہ واحدہ کی علت ان کے شریک ہو گئے
جو رو رو کر فرماتے ہیں آپ کی سنیں میں ہمیشہ کفر کے فتوے ہی چھپا کئے
ہیں اس کا جواب مبسوط تو محبنا مولنا مولوی ظہیر حسن صاحب نے دو

مجلد میں لکھا ہے پہلا مجلد بفضلہ تعالیٰ عنقریب چھپ کر پاس مسٹر ایڈیٹر کے پہنچا دیا جائے گا یہاں اتنا مقصود کہ ہمیشہ سے ان بدمذہبوں کا رد یہاں سے شائع ہوتا رہنا انھیں بھی قبول ۔ رہا جواب وہ نصیب ہوتا تو مرتے ہی کیوں پڑھے جاتے خوبیٔ قسمت سے اُن لوگوں کے نام بھی گِنا دیے جن کا رد کیا گیا وہ کون یہی صاحبان تھانوی نانوتوی گنگوہی نذیر حسین دہلوی خلیل احمد انبہٹی اور ساتھ لگے امیر احمد امیر حسن سہسوانی مگر کچھ سوچ سمجھ کر اپنے اور ان سب کے امام الائمہ مولوی اسمٰعیل دہلوی کو الگ رکھا یا شاید وہ یوں بُرا لگا کہ جہاں تقویت الایمان میں اُس نے وہابیت کا بیج بویا صراط نامستقیم میں اُس کی جڑ بھی کتر گیا غرض یہی ہو کہ ہمیشہ سے جن کا رد یہاں سے ہوا کرتا سب کو مسلّم کیا کوئی ان میں سے کسی کی کوئی چھوٹی موٹی چہ ورقی دو ورقی بھی دکھا سکتا ہے کہ اس ۳۵ سال میں ادھر کے کسی رسالے کے رد یا سوالات کے جواب میں لکھی گئی ہو ۔ الحمد للہ حق واضح ہوگیا اب ہم اہلِ عقل و انصاف کو اگرچہ وہ ہمارے مخالف ہی ہوں اصل ہفتم کی طرف توجہ دلاتے ہیں ۔ الحمدُ للہ اُن کے اکابر کا عجز روشن ہوگیا اب اصاغر کا حال سُنیے ۔

(۲) انھیں دیوبندی حضرات ایک نو پرواز کوئی صاحب مرتضیٰ حسن سابق در بھنگی حال دیوبندی اصل چاندپوری ہیں جب ان کے اکابر بحمد اللہ العزیز القادر تو با مان مان کر اکثر اپنے مقر کو سدھارے دو ایک رہ گئے تھکے ہارے بڑے بڑے سفید جھنڈی ہلا کر مناظرہ سے الامان الحفیظ پکارے

تو اب یہ سوجھی کہ ان نوسکھ کو ابھار دو ۳۵ برس کا بوجھ پیٹھ سے اتار دو ظاہر ہے کہ خصم ناقابل التفات سمجھ کر منھ نہ لگائے گا احمقوں کے سامنے کہنے کو ہو جائے گا مستکمانو اصل ہضم پھر ملاحظہ ہو کیا یہ پوچ پھر پودی تدبیر سراسر ان کے عجز کی تصویر ڈوبتے کے سوارسے کچھ بہتر یا یہ روبہ بازی قابل التفات غیر نر۔

(۳) وہابیت کی شومی قسمت کہ بڑے بڑوں کی مشکلکشائی فریادرسی حاجت روائی ان نوسکھ کے سر رہی جن کی اردو عبارت تک درست نہیں املا تک ٹھیک نہیں ان کی دستاویز ہمارے پاس موجود ہے واقعی ایسی قوم کی غوثیت ایسوں ہی کو شایان تھی۔

(۴) صاحب ایڈیٹر اے۔ ایچ امرتسر آن نوسکھ سے بھی بدرجہا کہتر ان بیچارے پر اپنے خاص طائفے کے کل فی الکل کی عجز و سکوت کی مصیبت کیا کم تھی کہ اپنے مخالف دیوبندیوں گنگوہیوں کے سوز خواں ہو کر ان کی علت اور اپنے پیچھے لگالی طائفے بھر میں کچھ حرکت ہوتی تو پہلے اپنے کل فی الکل کی ہڈیاں بار قرضہ شیر سے چھڑانا فرض تھا وہ تو بھسم اب نیا گٹھ جوڑا باندھا تو وہ بھی ان سے جن پر ۲۵-۳۵ برس کا قرض تھا۔ لطف یہ کہ اس سے پہلے صاحب ایڈیٹر اپنے آپ کو بزعم خود بھی مولانا مولوی عبدالاحد صاحب کا طرف مقابل بننے کے قابل مان چکے ہیں جن کو اس آستانہ سے ایک انتساب ہی پہ فخر ہے صاحب ایڈیٹر کا مولوی صاحب موصوف سے ادعائے ہمسری اگر ٹھیک بھی ہو تو براہ طفرہ اس درجہ بلند پروازی چادر سے زیادہ پاؤں پھیلانا

چھوٹا منہ بڑی بات کیا معنی ارباب خرد اس سے یہ نتیجہ لیتے ہیں کہ صاحب ایڈیٹر نے مولوی عبدالاحد صاحب ہی کے حملہ سے ڈر کر جان بچانے کی یہ تدبیر نکالی ہے کہ اُن سے مانا ہوا مناظرہ ایک شرط محال پر معلق کردو نہ نو مَن تیل ہوگا نہ صاحب ایڈیٹر مناظرہ فرمائیں گے ورنہ ملتے ہوئے جوڑ سے یوں گریز کیوں؟

(۵) صاحب ایڈیٹر کا ادعا ہے کہ مولوی سلیمان صاحب پھلواروی نے بھی اُنھیں مناظرہ میں اپنا مشکلکشا مانا ہے پھلواروی صاحب وہ بزرگ ہیں کہ بایام ندوہ بریلی اعلیٰحضرت مجدد المائۃ الحاضرہ کے حضور اپنی تحریر بھیج چکے ہیں جو ۱۳۱۳ھ میں بھی چھپ کر پھلواروی صاحب کے سامنے شائع ہو چکی پھر اُسی سال رسالہ اشتہارات خمسہ میں چھپی جس میں پھلواروی صاحب یوں گلفشاں ہیں اس میں شک نہیں کہ میں ندوہ کا حامی و رکن ہوں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں نے اپنی دیانت و عقیدہ کو خراب کر ڈالا مخدوما میں تو آپ کا ہمخیال ہوں کابراعن کابر میں بلاتقیہ پکار پکار کر کہوں گا کہ ندوۃ العلما کے الف لام سے مراد یہی علمائے اہل سنت ہونا چاہئے نہ روافض و خوارج و نیچریہ و وہابیہ خذلہم اللہ تعالیٰ وفکون آپ کا خادم محمد سلیمن قادری چشتی از پھلواری شریف ۱۲ شوال ۱۳۱۳ھ اس کے بعد جب پھلواروی صاحب نے باوصف وعدہ حتمی شرکت ندوہ نہ چھوڑی اور ۱۵ھ میں پھر وارد بریلی ہوئے یہاں سے دعوت طعام و کلام دونوں گئیں پھلواروی صاحب نے دعوت طعام قبول کی اور دعوت کلام سے

عدول کو صاف تحریر لکھ دی کہ میں مرد میدان مناظرہ نہیں پھر اس
اندیشہ سے کہ مبادا طعام میں کلام پیدا ہو قبول کی ہوئی دعوت طعام بھی
چھوڑ ہی عذر لکھ بھیجا کہ دست آتے ہیں باقی حالات کتاب دربار حق و
ہدایت[14] و[13] کتاب بارش بہاری[12] بر صدمت[15] بہاری وغیرہ چار رسائل رد ندوہ
میں ملاحظہ ہوں بفرض محال عادی اگر صاحب ایڈیٹر نے خلاف عادت
یہ سچ بیان کیا ہو کہ جناب مولوی پھلواروی صاحب نے اُن کو یہ خط لکھا
تو صاحب ایڈیٹر پر وہاں تک دو بار تھے ایک کل فی الکل کا دوسرا حضرات
دیوبند و گنگوہ کا اب کیا یہ تیسرا اُنھوں نے اور اپنے اوپر لیا کہ ندویوں کے
بھی نائب بنے اور ۹۰ سے زائد سوالات جو قہر الٰہی کی طرح وقتاً فوقتاً
اُن پر اُترے اُن سب کے بھی زیر بار ہوئے ہاں ہاں ضرور لیا نہ فقط
اُنھوں نے بلکہ اپنے بزرگ مخالفان ندوہ کے خلاف دربھنگی صاحب نے
بھی کہ اس خط کے صدق وکذب سے قطع نظر دربھنگی صاحب و صاحب
ایڈیٹر دونوں ندوہ کے بندۂ بے زر جیسا کہ اُن کی تحریرات سے جلوہ گر
تو دونوں ضرور اس تیسرے سے بار ور۔

(۶) صاحب ایڈیٹر رائے تینوں قرض جانے دیں خود اپنے ذاتی
قرضہ کی فکر کریں۔ چابک لیث بر اہل حدیث کہ ان کے مضمون
"ہندوستان میں دو مجدد" کے رد میں مولنا ظہیر حسن صاحب نے تحریر
فرمایا اور اس کا حجم دو مجلد مبسوط تک پہنچا مجلد اول بفضلہٖ عزّ وجلّ
قریب تیاری ہے جس میں ان کے ترک اسلام کی بھی پوری خدمتگذاری

ہے پہلی ہی جلد میں صاحب ایڈیٹر پر ایک ہزار تازیانے کے قریب تک عدد پہنچا ہے جن میں صاحب موصوف کے صدہا کفریات تازہ کا انھیں کی تحریرات سے ثبوت دیا ہے۔ صاحب ایڈیٹر نے آپ ہی خدا و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سخت گندی گندی توہینیں کیا کم کی ہیں کہ فلاں و فلاں کے غلام و حمایتی و مرثیہ خواں بن کر عدد اور بڑھوانے کے ملتجی ہیں ع

تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

ادھر تو رسالہ اس درجہ طویل ہو گیا اُدھر اخبار پُربہار اہل فقہ کا انطباع مدتوں معرضِ التوا میں رہا کچھ تو بوجہ حوادث اور زیادہ یوں کہ ہمارے سُنّی بھائی بمشیّت الٰہی پورے پورے اس شعر کے مصداق ہو رہے ہیں

؎ کریماں را بدست اندر درم نیست　　خداوندانِ نعمت را کرم نیست

بد مذہبوں کے کتنے ماہواری کتنے ہفتہ وار رسالے اخبار حشرات الارض کی مانند ملک میں پھیل کر پلید پلیگ کی طرح اپنا زہریلا اثر پھیلاتے ہیں اور ہمارے بھائی عزّت و عظمت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فدائی میٹھی نیند سوتے ہیں کچھ پرواہ نہیں گن گن کر ہندوستان بھر میں دو ایک پرچے حمایت مذہب حق کا بار اپنے دوش ہمت پر اُٹھائے ہیں نہ اُن کی اعانت سے کام نہ اشاعت سے مطلب۔ جاری رہیں یا بند ہو جائیں کسی پہلو پر نگاہ نہیں۔ اللہ ہمارے بھائیوں کو توفیق خیر رفیق فرمائے کہ دین کو دین دُنیا کو دُنیا سمجھنے کا وقت آئے آمین یا ارحم الراحمین

یہ دونوں سبب عارض نہ ہوتے تو چابک لیث اگر خدا چاہتا کب کا سر و پشت تک پہنچ کر کامرِ ریاحِ مناظرہ ہو جاتا دوحرفی استعداد کا شیرازہ کھل کر غیری پنجاب کا نشہ ہرن بناتا خیراب انشاء اللہ المستعان وقت قریب آتا ہے اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ کا لطف دکھاتا ہے وباللہ التوفیق ولہ الحمد۔

(۷) یہود و مشرکین میں دربارۂ توہین و تکذیب انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام گویا عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے محمد رسول اللہ و عیسیٰ کلمۃ اللہ علیہما صلوات اللہ کی تحقیر و تکذیب تک تو دونوں ملعون فرقے متفق ہیں مگر جہاں سے پوری غیر مقلدی کی حدود شروع ہوں یعنی اصلا کسی نبوت کو برائے نام بھی نہ ماننا اس میں مشرکین اکیلے ہیں پھر بھی باوصف اپنے بھاری تخالف کے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابل ملت واحدہ ہو کر غزوۂ احزاب میں دونوں ملعون مل کر مقابلہ طلب ہوئے تھے پھر نتیجہ جو ہوا وہ سب نے سنا قال اللہ تعالیٰ وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِغَیْظِهِمْ لَمْ یَنَالُوْا خَیْرًا ؕ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِیًّا عَزِیْزًا ۝ خدا نے کافروں کو ان کے غم و غصہ کے ساتھ پھیر دیا کہ کچھ بھلائی نہ پائی اور لڑائی میں اللہ ہی مسلمانوں کی طرف سے کافی ہوا اور اللہ زبردست عزت والا ہے۔ وللہ الحمد محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام عالم سے زیادہ کریم ہیں ان کی عادت کرم ہے کہ جو نعمت سرکار عزت سے انہیں عطا ہوتی ہے اپنے غلاموں پر بھی اس کا

پرتو ڈالتے ہیں جب آیۂ کریمہ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ نازل ہوئی کہ اللہ اور اُس کے فرشتے اس نبی پر درود بھیجتے ہیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ جو نعمت حضور کو ملتی ہے حضور ہم کو بھی اُس کے سایۂ کرامت میں لے لیتے ہیں اس پر آیۂ کریمہ اتری ھُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُہٗ اے مصطفیٰ کے غلامو اللہ اور اُس کے فرشتے اُن کے صدقے میں تم پر بھی درود بھیجتے ہیں وللہ الحمد ان شاء اللہ العزیز اُسی کرم قدیم کی نعمت ہے کہ سرکار نے اپنے غلام مجدد دین اسلام پر بھی اُس واقعۂ نصرت علی الاحزاب کا سایہ ڈالا انشاء اللہ تقدس وتعالیٰ۔ دیوبندی و گنگوہی و تھانوی وغیرہم۔ مقلد وہابیوں اور غیر مقلدوں کی وہی نسبت ہے جو یہود و مشرکین کی۔ کہ توہین شانِ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک سب متفق ہیں اور جہاں سے بتصریح صاف بے پردہ و تقیہ تمام ائمہ و اولیاء محبوبانِ خدا سے جُدا و بیگانہ اور بالکل بے لگام آزاد وحشیانہ ہونے کے حدود آتے ہیں غیر مقلد اکیلے رہ جاتے ہیں خود صاحب ایڈیٹر کو اس نسبت کا اقرار ہے اسی پرچہ ۲۰ اگست سنہ ۹ میں فرماتے ہیں یہ مساواۃ اپنی نوعیت میں ایک ہوگا مرتضیٰ حسن صاحب مقلد ہیں اور خاکسار غیر مقلد۔ شرک و بدعت میں دونوں متفق ہوں گے مگر جہاں سے

لے اُن کی چھ سطری عبارت تھی جس میں خلاصہ کی ہے کہ مطلب کا کوئی حرف متروک نہ ہوا۔ صرف یہاں یہ لفظ تھا کہ شرک و بدعت کی تردید میں متفق ہوں گے تردید بمعنی رد غلط ہے صاحب ایڈیٹر

(بقیہ صفحہ آئندہ)

غیر مقلدی کے حدود شروع ہوں اُن میں یہ خاکسار اکیلا ہوگا گویا ہم دونوں میں نسبت عموم خصوص مطلق کی ہوگی یعنی یہ اُن پر ہمیشہ محمول ہوں گے اور وہ اُن پر کبھی کبھی۔ مبارکباد۔ جیسے کافر و مرتد کہ کافر ہر مرتد پر ہمیشہ محمول ہے اور مرتد کا حمل ہر کافر پر نہیں۔ خیر یہ تو اُن کی پس کی چہل ہے مگر اسے اپنی نوعیت میں ایک کہنا صحیح نہیں۔ پہلے یہود و مشرکین بھی یہی کھیل کھیل چکے ہیں فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِي خَاضُوا۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ۝ اب کہ مشرکین و یہود کی سنت پر قائم ہوکر یہ افواج متفقہ احزاب بنیں تو ضرور تھا کہ یہود و مشرکین ہی کے ہتھیار بھی پکڑیں یعنی کذب و افترا و مکر و دغا ان سیاہ بختوں نے پہلی بسم اللہ دو سفید جھوٹ سے کی کہ چھپنا۔ خلوت خانہ میں تشریف رکھنا۔ جواب نہ دینا۔ مناظرہ نہ کرنا ادھر منسوب کیا اور اپنے بڑوں کو جن کی تکفیر کا رونا رو رہے ہیں یوں فرمایا کہ تمام عمر اہل باطل سے مناظروں میں صرف کردی ہے اب ہم ذی انصاف مسلمانوں کو اصل سوم کی طرف متوجہ کرتے ہیں خدارا انصاف جس کے ارشادات سے شرق و غرب گونج اٹھے عرب و عجم

(بقیہ نوٹ صفحہ ۴۰) جیسا علامۃ الدہر بھا غلط معنی مراد لیتا ہے ایک صحیح معنی تکرار ہیں کہ لی اتباع یعنی شرک و بدعت کے بار بار بجالانے میں دونوں مشتق ہوں گے اب یہ لفظ بھی اُنھیں تین سطر زائد سے ہوگیا جن کے حذف سے مطلب میں فرق نہ آیا۔ فافہم ۱۲

میں جس کی عظمت شان وحمایت دین وایمان کے ڈنکے بجے جس نے ۳۵ سال سے اُن گمراہوں کے رد کئے رجسٹری شدہ اُن پر بھیجے وہ تو روپوش ٹھہرے اور جنھوں نے ایک حرف کے جواب کا نام نہ لیا بلکہ صاف صاف استعفا لکھ دیا صریح برملا فرار کیا وہ جنم بھر کے مناظر بنے اس شوخ چشمی کی کوئی حد ہے۔ کیا اس کی نظیر کوئی اس سے بہتر ہو سکتی ہے کہ خفاش کہے ہم نے تو بارہا مقابلہ چاہا مگر کیا کیجئے کہ آفتاب ہی سامنے نہیں آتا۔

(۸) لطف یہ کہ گنگوہی صاحب فرماتے ہیں مناظرہ کا نہ مجھے شوق ہوا نہ اس قدر فرصت ملی اور اُن کے یہ اذناب فرمائیں تمام عمر مناظروں میں صرف کر دی ع کہئے دونوں میں کون جھوٹا

(۹) تھانی صاحب بولیں میں مباحثہ کے واسطے نہیں آیا نہ مباحثہ چاہتا ہوں میں اس فن میں جاہل ہوں میرے اساتذہ بھی جاہل ہیں اور یہ فرمائیں عمر مناظروں میں صرف کی ع

کہئے دونوں میں کون کذّاب

(۱۰) تھانی صاحب مناظرہ کو فن فساد بتائیں یہ اُنھیں اور ان کے بڑوں کو عمر بھر اسی کا مرتکب ٹھہرائیں ع

کہئے وہ سب جنم کے مفسد ہیں یا یہ کذّاب اُن کے مرشد ہیں

(۱۱) وہ سوالات کہ گنگوہی صاحب پر رجسٹری شدہ گئے اور اُنھوں نے اُن کے جواب میں مناظرہ سے اپنی نری بیگانگی جتائی اور

وہ سوالات کہ تھانی صاحب پر نازل ہوئے اور اُنھوں نے اُن کو دیکھ کر مناظرہ سے اپنی اور اپنے اُستادوں سب کی جہالت بتائی اگر وہ مناظرہ نہ تھے تو ان صاحبوں کے ان جوابوں کا کیا منشا۔ کیا اُن کو اتنی تمیز نہ تھی کہ مناظرہ اور اس کے غیر میں فرق کریں اب تم تمیزدار پیدا ہوئے یا وہ پہلے کے ایسے خوف زدہ تھے کہ خصم کا ہر مکالمہ اُنھیں مناظرہ ہی سوجھتا تھا

اگر وہ مناظرہ

تھے تو صاف ظاہر ہو گیا کہ ادھر سے مناظرہ ہوتا اور اُدھر سے سکوت و فرار۔ پھر اُلٹی نسبت والے کس حد کے کذاب کیسے حیادار مگر جو اپنے معبود ہی کو جھوٹا مانیں اپنے لئے جیتی مکھیاں نگلنا خود ہی فرض جانیں ورنہ معبود سے بندے جو افضل ہو جائیں گے۔

(۱۲) اُس سے بڑھ کر سُرخ جھوٹ یہ کہ اعلیٰحضرت مجدد المائۃ الحاضرہ خذل اللہ اعداءہ فی الدنیا والآخرہ کی نسبت لکھ دیا کہ وہ اور اُن کے گروہ اپنے عقائد کے صدہا دلائل چھپاتے ہیں لیکن اُن کی نسبت خود اُن کو تزلزل ہے اُن کے سینے مخوف ہیں وہ جانتے ہیں کہ مخالف کے روبرو ایک بھی پیش کرنے کے قابل نہیں ہے ہم ذی انصاف مسلمانوں کو اصل شتم کی طرف توجہ دلاتے ہیں خدارا انصاف جس شیر الٰہی کی صدہا تصانیف ہوں تمام ملک بلکہ عرب و عجم میں ۲۵ سال سے شائع ہو رہی ہوں جس کا رد ہو پہلے اُسی کو رجسٹری شدہ جاتا ہو اُس کی نسبت یہ کلمات لکھنا کسی ایسے کا کام ہو سکتا ہے جسے حیا شرم ایمان دین کسی سے کچھ

علاقہ ہے۔ روشن دن میں مہرِ نیمروز کی تکذیب بھی تو اس سے بدتر نہ ہوگی۔ وہابیہ کی بدقسمتی کہ اب اُن کے مناظرہ کی پگڑی ایسوں کے سر بندھی۔ ایسوں ہی سے مخاطبہ تو احقاقِ حق کی اُمید دلائے گا جنھوں نے نام لیتے ہی وہ چیتا نگلا کہ اپنے جھوٹے معبود کو بھی مات کر دیا لَبِئْسَ الْمَوْلٰی وَلَبِئْسَ الْعَشِیْرُ۝

(۱۳) دربھنگی صاحب اپنی مناظرہ خواہی پر ادھر کا جواب یہ بتاتے ہیں کہ ایک مجددِ ملت ایک حقیر اُمت[1] سے گفتگو نہیں کر سکتا یہ ان کا زرد جھوٹ ہے مفاوضاتِ عالیہ کہ مولٰنا مولوی محمد ظفرالدین صاحب قادری حفظہ اللہ تعالٰی نے دربھنگی صاحب کو لکھے ان کا مطالعہ اس زرد جھوٹ کا مُنہ کالا کر دے گا۔ پہلے جواب کا حاصل یہ تھا کہ مناظرہ تو سالہا سال سے قائم ہے کبرائے طائفہ جن کے تلمذ کے لائق بھی تم اپنے آپ کو نہ جانو اُن سے سوائے فرار کچھ نہ بنی مرتے مر گئے ایک تھانوی صاحب ابھی زندہ ہیں اُنھیں آمادہ کرو۔ اور اس کا منشا وہ اعلام تھا جو سوالاتِ مندرجہ بطش غیب کے آخر میں لکھ دیا تھا کہ اول مخاطب آپ حضرات ہیں آپ چاروں صاحب اگر جواب سے عجز کا اقرار تحریر فرمائیں تو کسی اور کا جواب

---

[1] ظاہر الفاظ حقیر مضاف اور اُمت سے یہ اُمت مرحومہ مراد۔ اس تقدیر پر ان کا نیلا جھوٹ ہوگا۔ کس نے کہا تھا کہ آپ کا طائفہ جو اللہ عزوجل کو جھوٹا کہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو گالیاں دے معاذ اللہ اس اُمت مرحومہ میں شمار ہو سکتا ہے حاشا نہ کبیر میں نہ صغیر میں نہ غیر میں نہ نغیر میں بلکہ کافران بے پیر ہیں اور توبہ نہ کرے تو ہمیشہ سعیر میں ۱۲

قابل التفات ہو سکے گا اگر آپ نے جواب نہ دیا اور کوئی پانچواں مجیب بنا تو جب تک آپ صراحۃً اقرار عجز نہ فرمائیں اُس کی بات قابل التفات نہ ہوگی کہ مقصود مفت کی تو تو میں میں نہیں بلکہ تصفیہ امور دین اور جناب گنگوہی صاحب کے بعد آپ ہی چار صاحب فرقہ دیوبندیہ کے سرگروہ معین تو آپ کے سوا زید و عمرو سے خطاب نہیں علیٰ ہذا توجروا تو اس کا معنی وہی اصل ہفتم کا اتباع تھا اور دربھنگی صاحب کو اُن کے اکابر کے اصاغر سے بتانا نہ یہ کہ ایک مجدد ایک حقیر سے کیا گفتگو کرے۔ دربھنگی صاحب کی پیدائش سوال سے ڈھائی سال پہلے یہ اعلام ہو چکا تھا اور بالفرض صاف کھول کر نہ جتا دیا ہوتا جب بھی اصل ہفتم ہر عاقل کے نزدیک بدیہیات سے تھی تو اُن کا خصم احقاق حق کو تو تو میں میں پر ڈھالنا کیوں مان لیتا بلکہ اس سے بھی قطع نظر کیجئے تو ہرگز داب مناظرہ و تہذیب نہیں کہ ایک فریق کے اکابر سے مناظرہ قائم ہو وہ نہ جواب دیں نہ اپنے عجز کا اقرار کریں اور اُن میں کا ایک طفل مکتب بے اذن و اجازت بے نیابت و وکالت آ کودے کہ ہم سے مناظرہ کر لو۔ کیا عقلاً اُسے نہ کہیں گے کہ بے ادب بے تمیز تیرے بڑوں سے بات چھڑی ہوئی ہے تجھے دخل دینے کا کیا موقع اور اپنے اکابر کا ناتمام مناظرہ خواہی نخواہی اپنی طرف منتقل کرانے کا کیا استحقاق۔ ہاں تیرے بڑے ہی تجھے بڑوں کا بڑا اپنا مشکل کشا بنا کر بھیجیں تو تجھے اختیار ہے۔ بالجملہ اُس جواب کو اپنی تعلّی پر ڈھالنا بوجوہ کثیرہ محض جھوٹ۔ جب دربھنگی صاحب نہ تو تھانوی صاحب کو آمادہ کر سکے نہ

اُن میں آمادہ ہونے کی سکت ہی تھی نہ یہ اُس واضح اعلام سے دبے نہ عقل وحیا و تہذیب سے لجے لہٰذا اُن کی باگ ڈھیلی کر کے دوسرا جواب یہ گیا کہ تھانوی صاحب اگر خود عاجز آ کر تم کو اپنا مشکلکشا سمجھے ہیں تو مہر کر دیں کہ تمہارا جواب وظفر اُن کا جواب و مکرر قولہ ہوگا کہیے کہاں یہ اور کہاں وہ خلاصۂ جواب جو دربھنگی صاحب سمجھا رہے ہیں کہ جواب یہ ملا کہ ایک مجدد ایک حقیر سے کیا مناظرہ کرے مگر ان دروغ بافیوں کی اُن سے کیا شکایت فَاِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ ۔

(۱۴) حضرات آپ یہ بھی سمجھے کہ دربھنگی صاحب نے اپنے اندرونی زخم نامندمل بھرنے کے لئے کس مضمون کو خلاصہ جواب بنایا۔ طلب مناظرہ کے جواب تو وہ تھے جو اوپر گزرے اور یہ مضمون اُن کے اُس بخیہ کھولنے کو تھا جس سے اُنھوں نے اپنے اکابر کے چاک عجز کا رفو چاہا۔ دربھنگی صاحب کو معلوم تھا کہ اُن کے کبرائے طائفہ ہمیشہ سکوت پر اڑے رہے شیر الٰہی سالہا سال سے حملے کرتا اور یہ آنکھیں میچے دم بخود پڑے رہے اُن کے اخص عیب پر آخر کسی طرح پردہ بھی ڈالیں لہٰذا براہ پیش بندی خط میں پہلے ہی سے یہ عذر بدتر کی تمہید پیش کی کہ علما نے آپ کو قابل خطاب نہ سمجھا اس کو موجب ترقی درجات خیال کیا کیونکہ اظہار حق کے واسطے پہلی تحریرات کافی ہیں اس سے آپ کو دعوٰی ہوا کہ میرا مقابل کوئی نہیں اس پر مولٰنا ظفر الدین صاحب نے وہ لاجواب جڑا کہ دیوبندی کُنبا سب جُڑ جُڑا کر برسوں جو سوچے جواب نہ سوجھے یعنی فرمایا یہ عذر اگر قابل سماعت نہیں جب تو اکابر

مدرس[1] کا عجز خود اقرار مدرس سے ثابت ہے اور اگر عذر صحیح وقابل قبول ہے تو جو بندۂ خدا مدرس کے اکابر کو بھی قابل خطاب نہ جانتا ہو صرف اس ضرورت سے کہ طائفۂ گمراہ انھیں اپنے مقتدا و امام مانے ہوئے تھا اُن سے مخاطبہ کیا اور بعون العزیز المقتدر اُن کا عجز تمام عقلاء پر ظاہر ہو گیا وہ ان اطفال مکتب کے طفل مکتب سے مخاطبہ کرے گا حاشا للہ ثم حاشا للہ دربھنگی صاحب کو شرم تو نہ آئی کہ انھیں کے منہ اُن کا رفو کیا چاک چاک ہوا الٹا اُسے نامہذب بتا کر سوال مناظرہ کا جواب ٹھہرا دیا حق فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذا لم تستحی فاصنع ما شئت۔

(۵) یہ تو دربھنگی صاحب کی کمائی تھی سر بھنگی حیا اُن سے بھی بڑھ کر بھرنی بھی چاہیے تھی۔ صاحب اڈیٹر خود فرماتے ہیں کہ اُن کا حمل ان پر ہمیشہ اور ان کا اُن پر کبھی کبھی۔ اسی زیادت کا اثر ہے کہ دربھنگی صاحب نے تو یہاں صرف ایک عالم دین پر افترا باندھا صاحب اڈیٹر نے ع قدم فسق پیشتر کہتے ہوئے خود حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افترا کر دیا ظاہر ہے کہ دربھنگی صاحب نے جو یہ خلاصۂ جواب بتایا کہ ایک مجدد ملت ایک حقیر اُمت سے گفتگو نہیں کر سکتا اس میں گفتگو سے قطعاً مناظرہ مراد نہ کہ مطلقاً کوئی بات۔ تحریر دربھنگی مندرجہ اہلحدیث ۲۰۔ اگست سنہ ۹ء ملاحظہ فرمائیے اول تا آخر گفتگو بمعنی مناظرہ کا ذکر ہے نہ مطلق کسی دنیوی یا معمولی لفظ کا نہ اُس سے انکار کو کسی نے مجددیت پر محمول کیا نہ یہ مزدور زبان اُس پر

---

[1] مدرس سے مراد یہی دربھنگی صاحب ہیں ۱۲

محول کرنا بتا سکتے ہیں ہاں ان کے کذب کو راہ مل سکتی ہے تو اُسی گفتگو یعنی مناظرہ میں کہ اُس سے انکار اس بنا پر کیا کہ ایک مجدد ایک حقیر سے مناظرہ نہیں کر سکتا اس پر صاحب ایڈیٹر یہ نوٹ دیتے ہیں سید الانبیا مسیلمہ کذاب سے کر سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں صلی اللہ تعالیٰ علی سید الانبیاء وعلیہم وسلم ابن طرز ادا کی اُن سے کیا شکایت کہ سید الانبیا کر سکتا ہے جو منہ بھر بھر کر گالیاں دیں حقیر ومکروہ وناپاک الفاظ سے یاد کریں اُن سے یہی غنیمت ہے کہ یہاں سید الانبیا تو کہا اگرچہ کر سکتا ہے لکھا اپنے ترک اسلام کی طرح پولیٹشن میں۔ رفارمر طلیش زد تو نہ کہا پرنس مبارک کا مشابہ۔ عربی محاورہ کا سنگار کہنے کا راستہ تو نہ بتایا۔ یہاں تو ان محدث صاحب سے یہ پوچھنا ہے کہ اہل حدیث بنتے ہو ثبوت تو دو کہ سید الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمہارے ہم پیشہ تکذیب مسیلمہ کذاب لعنہ اللہ سے کب مناظرہ فرمایا شنائی قانون پر تعیین نوعیت بحث کے لئے کتنے ممبروں کی کمیٹی بیٹھی جو بحث قرار پائی اُس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدعی تھے اور مسیلمہ ملعون سائل یا بالعکس وہ مناظرہ تحریری تھا یا تقریری برتقدیر ثانی شنائی قانون پر طرفین کے کلام کو کتنے منٹ مقرر ہوئے تھے باری الٹ پھیر پر پنچایت کے سپرد کرنی ٹھہری حکم کون کون کس مذہب وملت کے تھے بہرحال جانب دعوی سے کیا کیا دلائل پیش ہوئے طرف دوم سے اُن پر منع نقض معارضہ کیا وارد ہوا خاتمہ کس بات پر ہوا یا یوں ہی ناتمام چھوڑ گیا مسیلمہ ملعون نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ابحاث کا کوئی جواب دیا یا اکابر طائفہ کی طرح سکوت وفرار ہی کا رستہ لیا۔ برتقدیر ثانی بحکم ع اگر پدر نتواند پسر تمام کند

اُسے عاجز پاکر دربھنگی و ایڈیٹر صاحبان کی طرح اُس کے کچھ لونڈے بیچ میں آکودے کہ حضور ہم سے مناظرہ کرلیں یا اُس کے لونڈے بھی اتنے جری بے باک نہ تھے بر تقدیر اوّل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسیلمہ کو چھوڑ کر اب ان لونڈوں سے مناظرہ شروع فرمادیا یا کیا جواب عطا کیا۔ ان تمام سوالات کے جواب احادیث صحیحہ سے دیجئے ورنہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افترا کا اقرار کیجئے۔ صحیحین بخاری و مسلم میں تو اتنا ہے کہ اُس نے خلافت کی درخواست کی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رد کردی اور اُس کی نامرادی و بربادی کی خبر دی اور یہ فرماکر واپس تشریف لائے کہ ھذا ثابت یجیبک عنی یعنی تجھے کچھ کہنا منظور ہے تو یہ ثابت بن قیس بن شماس میری طرف سے تجھے جواب دیں گے۔ معلوم ہوا کہ اُس خبیث کی بات سننا اور جواب دینا بھی پسند نہ فرمایا نہ کہ اُس سے مناظرہ و مباحثہ کیوں صاحب ایڈیٹر ایک شخص بادشاہ سے زمین یا ولیعہدی کی درخواست کرے اور سلطان نامنظور فرمادے اور بحال سرکشی سزا کا حکم سنادے تو اسے کس بولی میں مناظرہ کہتے ہیں شاید یہ زمین کے طبقات زیرین کی بولی ہوگی جہاں آپ کے مولویوں امیر حسن امیر احمد کی گڑھنت میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بھی چھ کبھی سات مثل بستے ہیں۔ ہاں شاید اسی بنا پر دربھنگی صاحب اپنے اکابر مثل گنگوہی و تھانوی صاحبان کو فرماتے ہیں کہ تمام عمر مناظروں میں صرف کردی۔ واقعی بچپن میں ماں باپ سے کچھ مانگا یا کہیں آنا جانا چاہا اور بارہا اُنھوں نے جھڑک دیا ہوگا جوانی بڑھاپے میں زن و بچہ کے ساتھ

خود یہ انکار پیش آیا اور آتا ہوگا۔ صاحب ایڈیٹر کی طور پر آپ ہی عمر مناظرہ میں کٹی کہ درخواست و انکار کی کشمکش میں گئی مگر اس تقدیر پر شیخ چلی بہادر ان سب مناظرین کے امام ٹھہریں گے جنھوں نے تونگری و زوجہ و اولاد اور ان کا پیسہ مانگنا سب خیالی پکایا اور اس پر سر ہلا کر وہ جھٹکا کہ گھڑا زمین پر آیا۔

(۱۶) مسلمانو یہ بھی خیال فرمایا کہ دو پرچہ اہلحدیث میں مقلد و نامقلد وہابیہ کے احزاب ملت واحدۃ کے ہاتھوں میں یہ یہود و مشرکین کے ہتھیار سفید و سرخ و زرد و سیاہ جھوٹوں کے انبار اپنی کس پیش بندی کیلئے تھے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بدگویوں پر جو کڑی مار روز شمار بیحد و شمار پڑنے والی ہے اس کی روک تو ناممکن قال اللہ تعالیٰ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ۝ نہ ان پر سے عذاب ہلکا ہو نہ کوئی ان کی مدد کرسکے۔ مگر دنیا میں بھی انھیں سزا سے چھٹکارا نہیں قال اللہ تعالیٰ وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ بیشک ضرور ہم انھیں اس سب سے بڑے عذاب سے ادھر نزدیک کا کچھ عذاب بھی چکھائیں گے ہندوستان میں اسلام کا کوڑا سروں سے اٹھ گیا اللہ و رسول جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والوں کا پنجہ کھل گیا واحد قہار کو معاذ اللہ جاہل بالفعل بتائیں تسبیح کے بدلے اس کے لئے ہر عیب و آلائش کا تحفہ لائیں چوری بدکاری ہر ذلت و خواری پٹنے کٹنے مرنے مٹنے سب کا محل و قابل بنائیں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے

اپنے بزرگ ابلیس لعین کا علم زیادہ ٹھہرائیں۔ علم غیب میں ہر پاگل بچے چوپائے کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہمسری دلائیں کبھی نئی نبوت کی نیو جمانے کو ختم نبوت میں خاخشا نکالیں خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین لینے کو خیالات عوام پر ڈھالیں امکان نظیر گاتے گاتے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چھ سات مثل موجود بنالیں امکان کذب بکتے بکتے خدا کے کاذب بالفعل ہونے کی خباثت پالیں اللہ اللہ نبی ایسے خدا ویسا اور پھر ان کا اسلام جیسا کا تیسا اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۝ پھر ان شدید و مدید گالیوں پر جو اللہ و رسول جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھاپ چھاپ کر دی جا رہی ہیں کیا مجال کہ کوئی ان سے پوچھ سکے کہ تمہارے منہ میں کے دانت تمہارے شیطان کی کتنی لمبی آنت حد یہ کہ جو ان کا حکم شرعی ظاہر کرے کہ اللہ و رسول[1] کی تکذیب و توہین کرنے والے کافر مرتد ہیں وہ دائرۂ اسلام کا تنگ کرنے والا ٹھہرے یہ منہ بھر بھر کر اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مری سڑی گندی گالیاں دیں اور اس پر جو ان کو اُف کہے وہ بے تہذیب قرار پائے مگر آیۃ کا وعدہ ضرور پورا ہونا عذاب اکبر سے پہلے عذاب ادنیٰ اُن کے سروں سے کہاں جائے الحمد للہ مسلمانوں کے ہاتھ میں قلم کا نیزہ ہے کہ ذوالفقار حیدری کا کام دیتا ہے قرن گزرے جنگ جیتے تمام اکابر طائفہ پر صدہا سوالوں قاہر رسالوں محمدی لشکر ظفر پیکر کے جنگی رسالوں کا متواتر ہجوم گھیر گھیر کر اُنھیں عاجز کر

---

[1] جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲

روند روند کر لیا ٹاکر نیزوں تلواروں ٹاپوں کی دھوم کہیں دو سو سوال کہیں بیس کبھی سو کبھی چالیس کہیں دو سو تازیانے یک لخت اڑا دیے گئے کہیں اتنے کہ گنتے گنتے ہوش بھلا دیے ط کفر بھر کا دم ناک میں دل تپاک میں جان ہلاک میں تہِ مغاک میں حسرت سماک میں غرض خدا و رسول کے بدگویوں کے لئے ذلت خاک میں لعنت افلاک میں نارِ جہنم ہر دم تاک میں آخر برسوں قرنوں قرن الشیطان کی پارٹی بھرنے مر جوڑ کر جان توڑ کر یہ مکر گانٹھا کہ جواب کی مصیبت سے گردن نکالو کَانَ ضَعِیفًا کے القا و امداد سے تم بھی نام کو کچھ سوال بنالو ظاہر ہے کہ سوال علی السوال مکر کی چال و آداب مناظرہ کے قطعاً خلاف ہر عاقل کے نزدیک جنون و اعتساف بے معنے بے ضابطہ بیہودہ بے قاعدہ بات کا وہ جواب نہ دیں گے آپنے ۲۵ برس کے سوالوں رسالوں کے جواب کا تقاضا کریں گے اس کے لئے یہ تمہید گڑھو کہ تم نے کبھی نہ کیا اور ہماری تو عمر مناظرہ میں گزری تم گوشہ نشین رہے ادھر ہم بازاری رہگزری یہ وہ پیش بندی تھی جو احزاب متفقہ نے اُن سفید سُرخ زرد سیاہ جھوٹوں سے گڑھی یہ دمدمے باندھ کر اللہ[لہ] و رسول سے لڑائی باندھ کر فوج پادری اسکاٹ المعتدی سوالوں کی ڈھالوں میں آگے بڑھی پرانوں کو تو ساتھ ہی کچھ نام کی شرم آڑے تھی کہ سارے جہان میں غوغا پڑ جائے گا چپ میں تو کچھ پردہ ڈھکا ہے یوں سارا بھرم قطعاً بگڑ جائے گا ہر جاہل سا جاہل بھی تف کر دے گا کہ او گروہ بدکیش ۲۵ برس کے سوالوں رسالوں کا جواب

[لہ] جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲

ہضم اور اُلٹے سوال پیش یہ کیا داب ہے کون سا قانون ہے کچھ عقل سے لگاؤ ہے یا پکا جنون ہے معہذا خصم اگر اپنے ۲۵ سالے شکاروں کو سامنے دیکھ کر کھڑا ہوگیا تو پھر اُسی قہر کا سامنا ہے تھلکے نہ تھمے گا جسے تھامنا ہے اس سے اپنے کسی نوسکھ نوپرواز کو آگوا بناؤ خصم کسی طرح التفات نہ کرے وہ صورت سامنے لاؤ کہ ایک تو ۲۵ سال کے بعد سوال علی السوال دوہرے جن سے مناظرہ وہ مستورتیں پردہ میں اور لونڈوں سے مقال یوں جُل چل جائے گا جعلی جال میں احمق تو آئے گا اس لئے چھانٹ کر وہ نوسکھ تجویز ہوئے جنھیں بھوکے سکھ کی طرح جیتا نگلتے دیر نہ لگے اس پر بھی نوسکھ کا کلیجہ دھک کرتا حالانکہ محض بے معنی خوف تھا خصم طائفہ ایسا نہیں کہ اصل ہفتم کی وضع فطری کے خلاف کام چلائے کبرائے طائفہ جن سے مخاطبہ جن پر مطالبہ اُن پردہ نشینوں کو چھوڑ کر نوپرواز اطفال کو منھ لگائے مگر روباہ وشوں کو شیر الٰہی کا ڈر کہاں جائے لہٰذا فکر رہی کہ نوسکھ کی دوسراہت کو ایک ایسا ہی اور ہاتھ آئے سال بھر ڈھونڈھا اپنے طائفہ میں کوئی نہ ملا ناچار استعانت بالغیر کا شرک اوڑھا صاحب ایڈیٹر کو اُن سب گنوں میں دربھنگی صاحب سے بھی اونچے پائے پر پاکر اُن سے گٹھ جوڑا جوڑا یوں احزاب متفقہ کے پیر پادری اسکاٹ المعتدی نے ۲۵ سالہ سکوت طائفہ کا بھانڈا پھوڑا ان نوسکھوں پر تو اصل ہفتم دیکھ چکے اُن پردہ نشینوں کے مقابل اصل چہارم پر نظر ہے مسلمانو! یہ ان کا کیسا مکر نحیف و کید ضعیف تھا اور ہونا ہی چاہئے کہ انَّ کیدَ

الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيفًا ۝

(۱۷) سلمانو ع خدا جب دین لیتا ہے حماقت آہی جاتی ہے ٭

پردہ نشینوں کی چال تو یہ تھی کہ جیتا نکلو جیا کا گھونگھٹ اُلٹے نکلو کہ ہم نے تو عمریں مناظرہ میں گنوائیں تم نے آج تک کیا ہی نہیں تاکہ معلوم ہو کہ یہ ابتدائی سوال ہیں نہ کہ خلاف قانون سوال علی السوال مگر خدا کا دھرا کہاں جائے اُن کے پیر پادری اسکاٹ المعتدی تمہید سوال میں یوں ندا پر آئے برہ کی شادی کے رنگ رچائے اخیار امت کی تضلیل و تکفیر میں آپ نے کوشش فرمائی علما نے جو مسائل بیان فرمائے اُن کے نہایت بدنما عنوان عوام کے سامنے بیان کرکے اُن کو علما سے متنفر کیا علما میں کسی نے آپ کو قابل خطاب نہ سمجھا کسی نے اُس کو موجب ترقی درجات خیال کیا کیونکہ اظہار حق کے واسطے پہلی تحریرات کافی ہیں اس وجہ سے آپ کو دھوکا ہو گیا کہ اب میرا مدِّ مقابل کوئی نہیں آپ بھی خوب کھل کھیلے اُدھر بہت سے عوام اور ناواقف دھوکے میں پڑ گئے عوام اور بعض خواص کالعوام کے رفع اشتباہ کے واسطے بندہ نے آپ سے گفتگو کا ارادہ کرلیا ہے صفحہ ۱۶۱ سے ۱۷ تک یہ آٹھ فقرے ہیں کہ اُن کے تمام جھوٹوں سارے مکروں کے جڑ کٹتے ہیں اوّلاً پہلا اور دوسرا فقرہ ساتویں اور آٹھویں سے ملا کر دیکھئے صاف کھلے گا کہ جن کی تضلیل و تکفیر ہوئی جن کے اقوال کی تذلیل و تشہیر ہوئی اہل اسلام جن سے متنفر ہوئے اُن کے نزدیک دھوکے میں پڑے اُنھیں کی حمایت مد نظر ہے اُنھیں کا خون یوں جوش پر ہے۔ ثانیاً تیسرا اور چوتھا صاف کہے کہ

اکابر طائفہ سُن کھینچے رہے کسی کو مقابلہ کی تاب نہیں اور بات بنانے کو یہ حیلہ کہ خصم قابل خطاب نہیں خدا و رسول کو جو گالیاں دی ہیں وہی ترقی درجات کو کافی ہیں تماشا پانچواں اور چھٹا علانیہ مظہر کہ خصم خوب کھُل کر برسا اس کے مقابل کوئی نہ اُکسا دیکھئے کیسا کھُلا اقرار ہے کہ خصم مناظر اور طائفہ فرار ہے ملاحظہ ہوا انھیں آٹھ فقروں نے اُن کے اگلے پچھلے جھوٹوں مکروں کو کیسا چاروں شانے چت کر دیا حجۃ اللہ یوں قائم ہوتی ہے والحمد للہ العلی الاعلیٰ کَذٰلِکَ الْعَذَابُ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَۃِ اَکْبَرُ م لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ۝ اب ہم مسلمانوں کو اصل بحث کی طرف توجہ دلاتے ہیں خدارا انصاف اسکات المعتدی کے سوال علی السوال عجز طائفہ پر کیسی دلیل صاف جو اصلاً کسی عاقل کے نزدیک کسی قانون کی رو سے استحقاق جواب درکنار قابل التفات نہیں ہو سکے مسلمانو خدارا انصاف فرض کیجئے کہ یہ دونوں نوسکھ نہیں بلکہ اکابر طائفہ ہیں بلکہ جن بڑوں سے ہمارا مخاطبہ ہے یہ ان سے بھی بڑے اور شیخ الطائفہ ہیں ہمیں سہو ہوا کہ انھیں چھوڑ کر انھیں لیا مگر ہمارے سوالات کہ سالہا سال سے جن کا تقاضا ان پر سوار اُن کے جواب سے یکسر فرار اور اپنی طرف سے سوال کا اظہار اگر یہ روا ٹھہرے تو مناظرہ کبھی ختم ہونے کا نام نہ لے کوئی جاہل سا جاہل کسی امام اجل سے بند نہ ہو سکے۔ آخر مخالف بند یوں ہی ہوتا ہے کہ خصم کی بات کا جواب نہ دے سکے۔ جب بغیر جواب دئے سوال قرم دینا جواب ٹھہرے تو نہ سوال متناہی نہ زبان مفلوج پھر یہ سلسلہ

مناظرہ کا پھر جدید اعلان

کیونکر نرے الحمد للہ یہ اسکات المعتدی کا پہلا جواب کافی و وافی ہے جس سے عدول نرا مکابرہ کھلی بے انصافی ہے۔

(۱۸) ہاں ہاں کہاں ہیں بالا مناصب وسیع المناقب جناب مولوی تھانوی صاحب دیکھئے دنیا چل چلاؤ پر ہے۔ نانوتوی صاحب جان و تن سے مرگئے گنگوہی صاحب دین و دنیا سے گذر گئے نذیر حسین دہلوی صاحب مفر نہ پاکر مقر گئے امیر حسن سہسوانی تلاش امثال میں طبقۂ زیریں اتر گئے۔ رسالوں کے انبار سر پر سوار سوالوں کے قرضے گردن پر دھرے مدیون ہے مقروض مرے اب لے دے ایک بقیۃ السیف آپ رہے دیکھئے خدا سے شرمائیے بندوں سے لجائیے انھیں کے رستے آپ بھی نہ جائیے اللہ جانتا ہے ہم کو آپ حضرات سے نہ کوئی دنیوی خصومت نہ ذاتی مخالفت نہ رسائل و مسائل سے تعلی مراد نہ خیالی ہار جیت بلا ضرورت دینی مفاد نہ کسی سے توتو میں میں کی حاجت نہ اسکی فرصت نہ شرعاً اجازت صرف احقاق حق و ابطال باطل و حمایت عزت و عظمت خدا و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کام اور مقصود تائید خواص و تسدید عوام آپ حضرات کبرائے طائفہ کو محض اس لئے مخاطب کیا جاتا ہے کہ ہدایت پائیں تو اتباع واذناب بھی راہ پہ آجائیں اور مغلوب ہوں یا فرار ہی پر قرار لازم جیسا کہ بحمدہ تعالیٰ سالہا سال سے مجرب و مشہود تو بحمدہ تعالیٰ حجۃ اللہ قائم اصاغر سے مخاطبہ میں یہ دونوں فائدے مفقود سوالات بطش غیب کے ساتھ بھی اس کا اعلان موجود پھر یہ کیا مصیبت ہے کیا آپ حضرات میں کسی کے

نہ آنکھ نہ کان یا لَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ
بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ آپ کی شان ہم نہیں کہتے کہ تم
نہ ڈرو آپ ڈرتے ہو تو اپنا وکیل کسی کو کرو اس میں دربھنگی
صاحب ہوں یا صاحب ایڈیٹر یا کالا چوریا پڑاوے کا۔۔۔ آپ کی توکیل
سے ہمیں سب برابر اور یہ بھی نہ منظور ہو تو آپ ہی فرمائیے کہ آپ سے تصفیہ
امور دینی کی کیا صورت للہ انصاف یہ کون سا دین یہ کہاں کی دیانت کہ
اللہ و رسول کو یوں گالیاں دیجئے اور جب مسلمانوں کا عالم
اس کا تصفیہ چاہے تو یوں پردہ نشینی کی آڑ لیجئے ۳
سال کے بعد اپنے پرائے بے تمیز نو سکھ سامنے کیجئے اور وہ بھی
یوں کہ اُن کے حلق میں کبھی جواب نہیں بلکہ اُلٹے سوال
علی السوال کی آڑ میں سایہ نشین ع

اُف بریں دین و دیانت تف بریں شرم و حیا

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اعلان۔ اعلان۔ اعلان۔
مناظرہ۔ مناظرہ۔ مناظرہ۔ حاضر شو۔ حاضر شو۔ حاضر شو۔
العجل۔ الساعۃ الوحا کہیے کب تک آپ بذات خود جوابوں کی کلفت
اٹھائیے گا یا دربھنگی صاحب یا صاحب ایڈیٹر یا جو آپ کا مشکلکشا
ہو سکے اُسے اپنی طرف سے جواب دہی کا وکیل بنائیے گا ؎

کھول دو عقدہ کہ تم پردہ نشیں ہو یا وصال۔ آپ چھپتے ہو چھپو بات چھپاتے کیوں ہو

(۱۹) ہاں جناب تھانوی صاحب اصل اوّل و دوم محفوظ رہے
سب سے زیادہ اہم یہ ہے کہ پہلے اسلام قبول کیجئے اس قابل بنئے کہ علمائے
اسلام آپ کو کلمہ گو و اہل قبلہ کہہ سکیں قطعی اجماعی کفر و ارتداد سے باہر
بتائیں اس کے لئے حسام الحرمین و تمہید ایمان بآیات قرآن کے
اعتراضوں سے مخلصی ضرور ہے خواہ یوں کہ اُن تمام اعتراضوں اور علمائے
حرمین طیبین کے فتووں کی غلطی کا ثبوت دیجئے اور نہ دے سکئے تو
جس طرح اللہ و رسول جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علانیہ گالیاں
چھاپی ہیں علانیہ اُن کفروں کا رد اور اُن سے اپنی بیزاری۔ کفر و ارتداد سے اپنی
توبہ شائع کیجئے کہ حدیث میں ارشاد ہے اَلسِّرُّ بِالسِّرِّ وَالْعَلَانِیَۃُ
بِالْعَلَانِیَۃِ اور ان میں بھی اہم و اعظم باری عزّ و جلّ کی تکذیب بالفعل کا
مسئلہ ہے کہ اس نے تمام مسائل ایمان و قرآن کی یکسر جڑ کاٹ دی قائل کی
قبر بالاستیعاب جملہ جمیع تمام انواع و اقسام ارتداد و کفر سے پاٹ دی۔
ہم کو گمان تھا کہ یہ ناپاک خبیث ملعون ہر ملعون سے بدتر ملعون مسئلہ کہ
گنگوہی صاحب کا ایجاد بندہ ہے اُنھیں سے آغاز تھا اُنھیں کے ساتھ
اُس کا بد انجام ہو گیا اذناب میں کوئی اتنا جیوٹ نکلا نہ ہوگا جو یوں مُنھ
پھاڑ کر واحد قہار کو جھوٹا کاذب کہنا ائمہ دین کا مذہب بتائے گا خدا
کو سچا یا جھوٹا ماننا حنفی شافعی کا سا سہل اختلاف ٹھہرائے گا جس
ملعون لعنہ اللہ و لعن من حماہ صراحۃً اُس واحد قہار کو جھوٹا کہدیا
اسے مسلمان سُنّی حنفی بتائے گا اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ ۝ آپ حضرات

مناظرہ کی ترتیب

اسکات المعتدی نے صاف صاف خدا کو جھوٹا کہدیا

وبقیۂ ذریات پر کسی ایسے مرتد کو مرتد نہ ماننے بلکہ عالم دین وپیشوائے مسلمین جاننے کے سبب یہ کفر عائد ہوتا یہ معلوم نہ تھا کہ مرتد مردہ اور ارتداد زندہ۔ آپ کا پادری اسکاٹ المعتدی بعینہ حرف بہ حرف یہی ندائے ملعون رٹاتا آیا اُس نے اپنے جدِ امجد یعنی استاد استاد سے بپتسما پاکر سوال ۵۲-۵۳-۵۴ میں اسی ہر غلیظ سے بدتر غلیظ گندگی کو پھیلایا مسلمانو مسلمانو کیا تم میں اسلام کا اتنا نام ونشان بھی نہ رہا کہ اللہ واحد قہار کو جھوٹا بتانے والوں کو کافر مرتد جانو۔ خُدارا ایمان تو تصدیق ہی کا نام تھا جب صاف صریح جھوٹا کہکر بھی ایمان باقی رہا تو ایمان نام کس جانور کا ہے۔ ہاں ہاں جناب تھانوی صاحب اور اُن کے سب اوّلی ثانوی صاحب اکٹھے ہو جاؤ اور پہلے اسی کا ثبوت دو کہ تم خُدا کو صریح جھوٹا کہہ کر بھی مسلمان رہے اُس کے بعد اُن باقی گالیوں کا مرتبہ ہے جو تم سب نے اللہ ومصطفےٰ کو دیں جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیسرا مرتبہ تمہارے بقیۂ کفریات کا ہے جن کے رد میں سبحٰن السبوح۔ سل السیوف۔ الکوکبۃ الشہابیہ وغیرہا اٹھارہ برس سے شائع ہو رہے ہیں چوتھا مرتبہ بقیۂ سوالات ورسائل متعلق عقائد کا ہے پانچواں مرتبہ سوالات دفع زیغ وزاغ وغیرہ فرعیات کا ہے رتبہ رتبہ نبٹتے جاؤ پھر کچھ ہوس باقی رہے تو اُس میں تمہیں احداث سوال کا اختیار ہوگا ہے کچھ ہمت۔ ہے کچھ غیرت۔ اے توبہ۔ خُدا نے دیوبندی وثنائی احباب میں غیرت کا حصہ

رکھا ہی نہیں۔ غیرت دیوبند یا امرتسر کی منڈی بازار میں بکتی نہیں کہ مول لے آئیں محتاج خانوں غریب فنڈوں میں بٹتی نہیں کہ بھیک مانگ لائیں یہ تو تھانوی صاحب انبہٹی صاحب محمود حسن دیوبندی صاحب اور بالکل ان کے ہمخیال ہوں تو مولوی احمد حسن امروہی صاحب سے گذارشیں تھیں اور اگر دربھنگی صاحب کے سر وکالت کا ٹوکرا دھرا تو وہ حامی ندوہ بھی ہیں اُن پر دو مطبوعہ سوالات علی الندوہ کا قرضہ بھی سوا ہوگا جن کی ابتدا سوالات ۱۳ حقائق نما جس کی طبع کو ۱۴ سال ہوئے اور اب تک انتہا سوالات علما جسے چھ سال گزرے اور اگر یہ پلیڈری ڈبلو ماسٹر ایڈیٹر اے۔ ایچ امرتسر نے پایا تو ان پر دوسرے تیسرے نمبر میں چابک لیٹ پڑے گا پردہ در امرتسری کا تقاضہ چڑھے گا جس میں خود ان کے کفر و کفریات واضح کئے ہیں پانچویں نمبر میں حاجز البحرین بڑھے گا جس میں اُن کے محل فی الکل بالکل رنگ در رنگ کئے گئے ہیں۔ میاں مجیبو ترتیب وار چلو۔ وہ طوفان بدتمیزی نہ ہو کہ قادیانی مرتد تو صراحۃً اپنی نبوت کا ادعا پھیلائے مرسلین اولوالعزم کو گالیاں سنائے اور مناظرہ ہو رہا ہے حیات مسیح میں ہاں یہی ضرور تھا کہ نئی نبوت کی ٹھیکیداری مرسلین اولوالعزم پر دشنام باری خود اور ان سے اکابر کر چکے اس میں مناظرہ کیا کرتے صاحبو کسی رئیس کا بیٹا یا سر ٹھونک دینا اگرچہ سچ بھی ہو تو جاہل کو عالم یا پاگل کو عاقل نہیں کر دیتا۔ بہ ترتیب چل کر ۲۵ سال کے پھیلے ہوئے مناظرے سمیٹ لو پھر جو چاہو ریز کرو ورنہ پہلو بدلنے بچ کر نکلنے جوڑ چلنے احمقوں کو چھلنے

مناظرہ تحریری سے بچنے والوں کے مکر کا رد

سے کام نہیں چلتا تم نے نہ سُنا کہ سچے مسلمانوں کا سچا خُدا فرماتا ہے۔ لَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ بُرا مکر اپنے صاحب ہی کو لے کر ڈوبتا ہے والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔

(۲۰) آجکل ہمیشہ مکّار غدّار عیار لوگ مناظرۂ تحریری سے بھاگ کر زبانی تو تو میں میں کی رٹ لگاتے ہیں جس سے مطلب یہ ہوتا ہے کہ اپنا جہل بھی نہ کھلے اور کہنے کرنے کا رستہ بھی ملے۔ **اوّل** تو تحریر کو لیاقت چاہیے زبان سے بک بک کرنے پر ہر جاہل قادر ہے دو چار اُلٹے سیدھے لغت یا بعض مصطلحات فنون محض سُنا کر سیکھ لئے اور موقع بے موقع اُگل چلے دو چار عوام سمجھ ہی لیں گے کہ آہا بڑے مُلّا ہیں مگر تحریر کرتے دام کھلتے ہیں ثانیاً ہر عاقل جانتا ہے کہ لفظ مُنہ سے نکل کر ہوا میں غائب ہو جاتے ہیں جہل و مکابرہ والوں کی اسی میں بڑی پناہ ہے جو چاہا بک لیا جب کڑا پڑا جھٹ پہلو بدل دیا صاف مُکر گئے کہ ہم نے یہ کب کہا تھا وہ کہا تھا۔ چلئے اصل بات بالائے طاق رہی اور گفتنی نگفتنی میں گفتگو آپڑی۔ پھر اُس سے بڑھ کر خلاف اشاعت کا بڑا موقع رہتا ہے ہارے بھاگے اور جا کر چند فقرے جی سے جوڑ کر چھاپ دیئے کہ ہم نے یوں کہا خصم نے یوں کہا ہم نے یہ جواب دیا وہ چُپ رہے۔ جیسا کہ صاحب ایڈیٹر اینڈ کو کی عملی کارروائیوں سے آشکار ہے یہاں یہ کُفر جلی بک کر اُٹھے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کا بھی علم غیر محدود ہونے میں تامل ہے پھر فرمایا ممکن و موجود ایک ہی ہیں مُلّا جلال کی عبارت تک نہ چل سکی اور اہلحدیث میں چھاپ

دیا کہ ہم ساکت کر آئے اسی لئے اہل کذب ہمیشہ زبانی زق زق مانگتے ہیں۔ مسلمانو! زبانی بات میں کہنے مکرنے کی جگہ نہ ہوتی تو معاہدوں کی دستاویزیں دستاویزوں کی رجسٹریاں کیوں رکھی گئی ہیں کیا تحریر کی ضرورت پر تمام اہل عقل کا اجماع نہیں بلکہ یہ صرف عقلی مسئلہ نہیں مسلمانوں کا دینی مسئلہ بھی ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ۔ اے ایمان والو جب کسی معین میعاد تک باہم کوئی اُدھار کا معاملہ کرو تو اُس کی لکھت کرلو عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے جب یہ آیت کریمہ اُتری رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی مکر جاتا ہے رواہ ابو داود الطیالسی والامام احمد وغیر واحد یعنی لکھنے کا حکم اس لئے فرمایا کہ مکر پلٹ نہ جائے سبحٰن اللہ دس بیس روپے کے لئے یہ احتیاط ضرور اور اصل دین میں متروک ومہجور لاجرم تحریر سے انکار اور زبانی زق زق پر اصرار وہی کرتے ہیں جنھیں کہنا مکرنا منظور ہے یہ مناظرہ نہیں وہی تو تو میں میں ہے جس کا حال اصل ہفتم میں مسطور ہے ۲۲ برس ہوئے رسالہ فتح خیبر ۱۳۰۰ میں بھی اس کی اطلاع کردی تھی اور اب عام اعلان کیا جاتا ہے کہ گفتگو اگرچہ بالمواجہہ ہو مگر جو کچھ کہا جائے زبانی قلم سے کہا جائے لکھ کر سُنادے اور وہ کاغذ اپنے دستخط کرکے فریق کو سپرد کردے وہ اس کا جواب لکھ کر سُنادے اور دستخطی کاغذ فریق کو دیدے اس کے بغیر خالی زبانی زق زق ہرگز منظور نہ ہوگی۔ غرض ہمارے یہاں مناظرے کے یہ تین اصول اہم ہیں جو عقلاً

نقلاً قطعاً مقبول ہیں ہمارے سُنّی بھائی ہمیشہ ان کو یاد رکھیں کہ مکّاروں غدّاروں کذّابوں عیّاروں کے چھل سے بچیں۔ اصل اوّل مناظرہ میں اہم فالاہم کی ترتیب ضرور۔ جو اہم کو چھوڑ کر غیر اہم میں اُلجھنا چاہے مجنون و ناقابل جواب ہے۔ اصل دوم سوال علی السوال عاجزوں کی چال۔ جو کسی عاقل کے نزدیک اصلا مستحق جواب نہیں۔ پھیلا ہوا مناظرہ پہلے انجام کو پہنچا لینا ضرور۔ اصل سوم جو کہا جائے زبان قلم سے ہو اگرچہ بالمواجہ جس کا طریقہ ابھی مذکور ہوا تھانوی انبہٹی دیوبندی امروہی[1] چاروں صاحب کہ ذکر کئے گئے ان تینوں اصول پر قائم ہو کر جب چاہیں تصفیۂ نزاع کو سامنے آئیں آپ ڈرتے ہیں تو دربھنگی یا ایڈیٹر نجم یا جسے اپنا مشکل کشا جانیں اُسے اپنی مہروں سے وکیل بنائیں کسی صورت سے ۳۵ سال کے مناظروں کا جواب تو دو ارے تم میں کوئی زندہ ہے خدا و مصطفیٰ[2] ﷺ کو گالیاں دینے کے مُردو تھے تصفیہ چاہتے وقت پردے میں نہ بیٹھو غیرت غیرت غیرت شرم شرم گر عاشقا شرم چہ کجی ست کہ پیش دشنامیاں بیاید ہم کہے دیتے ہیں کہ ان میں کوئی نہ آئیگا خدا و رسول[3] ﷺ کو سڑی گالیاں دینے والے سے مردوے بحمد اللہ تعالیٰ مرد میدان نہیں ہوتے یاد رکھو کہ

پھر کمال غیرت دلاکر مناظرہ کا اعلان

---

[1] امروہی صاحب بشرط مذکور جس کے لئے صرف اس قدر ضرور کہ اُن دشنامیوں کو کافر نہ کہتے ہوں ۱۲

[2] جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲

[3] جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲

مکر جعل فریب چال سے کام نہ چلے گا عقل ونقل کے اصول مسلمہ وآداب مناظرہ قانون حق پسندی کے خلاف دو نہیں سو لونڈے لارے شامت کے مارے پیش کرو سب انہیں پر علم ہوں گے اہم امور سے جان چُرا کر پہلے مناظروں سے عاجز آ کر لاکھ سوال علی السوال تراشو سب پامال تہ قدم ہوں گے اور جب تک تم زندہ ہو تم سے مطالبہ جاری رہے گا یہاں تک کہ غیرت کھاؤ سامنے آؤ یا آپنے ان اگلوں کے پاس تم بھی پہنچ جاؤ آخر معاملہ حشر پر اُٹھ رہے گا وہاں دین کا مجدد انشاءاللہ العزیز عرض کرے گا کہ الٰہی یہ ہیں جنھوں نے تجھے اور تیرے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سڑی سڑی گالیاں دیں میں نے اتنے جُگ ان کے رد میں گزارے اتنے سوالوں لتے رسالوں کے تیاپنچے مارے مگر یہ نہ جواب پر آئے نہ صواب پر آئے بلکہ صاف کہہ دیا کہ معقول بھی کر دیجئے تو وہی کہے جاؤں گا۔ تم سے ہو سکے تو یہ جواب دے لینا کہ الٰہی ہم نے ۲۵ سال ضربیں اُٹھا کر یہ جل کھیلا تھا کہ جوابوں کے عوض سوال علی السوال لے کر دو بچے خوانده قابل نیک صالح مسکین کھڑے کئے تھے کہ بات بدل جائے آفت ٹل جائے اس نے نہ ہماری بےبسی پر خیال کیا نہ اُن صالح نیک بچوں کی بیکسی پر ترس کھایا اور اپنا ۲۵ سال کا قرضہ ہمارے ہی دم پر سوار رکھا ہم نے تو فقط اتنی ہی بات کی تھی کہ تجھے اپنا سمجھ کر گالی دی تھی تجھے جھوٹا کہا تھا وہ بھی تیرے نفع کو کہ ان لوگوں نے محمد[1] کو بڑھا کر ناممکن النظیر ٹھہرا دیا تھا

---

[1] ہم مسلمان کہتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ غفرلہ

اور تیرے کلام وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ سے یہ فساد پھیلا تھا اس لئے ہم نے تجھے جھوٹا کہدیا کہ یہ فساد تو مٹے یہ بھی تیرے ہی بھلے کو کیا تھا کہ تیرے سوا کسی نبی یا رسول کی توقیر نہ ہونے پائے اور اسی لئے تیرے نبی کو گالیاں سُنائی تھیں خود ہمارا امام تقویت الایمان میں جو بڑے چمار کہہ چکا تھا اس ہمارے مخالف نے اتنی سی بات پر یہ سخت بے تہذیبی کی کہ ہم پر کُفر کا حکم جڑ دیا۔ غرض تم سے ہو سکے تو خُدا کو یہ جواب دے لینا تمہارے یہ بادر ہوا عذر اگر وہاں چلیں تو ہم یہاں بھی تمہاری مان لیں ورنہ حاکم عدل عزجلالہٗ بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولٰنا محمد و آلہٖ و صحبہٖ اجمعین آمین وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فقیر سید محمد عبدالرحمٰن
قادری برکاتی غفرلہٗ

یہ اسکات المعتدی کا پہلا جواب ہے۔ اس میں دو پرچہ اہلحدیث امرتسر ۳۰/ جولائی و ۲۰/ اگست سنہ ۹ھ کی بھی خبر لی گئی ہے۔ اسکات المعتدی کا دوسرا جواب الصمصام المحمدی ہے اور تیسرا جواب اہلاک المرتدی ہے۔ یہ دونوں چار باغ سنی کے باقی دو باغ ہیں۔ ظفر الدین الجید اور ظفر الدین الطیب پہلے دو باغ ہیں۔ ظفر الدین الطیب مطبوع سنہ ۱۳۲۶ھ کے آخری صفحے میں درج تھا کہ "اگر اس سے پہلے دیوبندیوں کے ہوش درست نہ ہوئے تو بعون اللہ تعالیٰ وہ دونوں بھی حاضر کر دئے جائیں گے وباللہ التوفیق ۱۶ شعبان شام پنجشنبہ کو اسکات المعتدی یہاں آیا۔ آج ۲۰/ شعبان روز دوشنبہ کو بحمداللہ تعالیٰ جواب چھپ کر طیار ہو گیا جلسۂ عام خاص سرائے میں اگر مولوی ثنائی صاحب آئے تو ہمیں پہونچا دیا جائے گا ورنہ رجسٹری مرسل ہوگا۔

۹۳ ھ ۱۳ ۹۳ ھ ۱۳

مکائدِ ظفر الدین معروف بہ قرنِ مضراب

نبسمل و نحمد و نصلی و نسلم

سوالات آنجہانی عبد السلام صاحب لکھنوی صدر مجلس شرائط مناظرہ بھونڈی منجانب دیوبندیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جناب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب

آپ کی زبان پر یہی رہتا ہے دیوبندی علماء کافر ہیں اور آپ مناظرہ میں اس کفر کو ثابت کرنے کے لیے تیار ہیں لہذا گذارش ہے کہ کفر و ایمان کا فیصلہ کرنے کے لیے امور ذیل بطور اصول موضوعہ پہلے سے حل کر لینا ضروری ہے۔

(۱) اسلام و کفر سنت اور بدعت کی تعریف کیا ہے (جزو ۶ ص ۱۲۴ و ص ۱۲۵ اسکات المعتدی)

(۲) اہل قبلہ اور اہل لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کون لوگ ہیں۔ ان کی تکفیر اہل سنت کے نزدیک جائز ہے یا نہیں۔ (جزو ۶ ص ۱۲۴ اسکات المعتدی، ص ۱ نسخہ عجیب)

(۳) ضروریات دین (جن کے انکار سے آدمی کافر ہو جاتا ہے) کون کون سی چیزیں ہیں۔ (ص ۱۲۴ اسکات المعتدی، ص ۲ نسخہ عجیب)

(۴) کافر کی تعریف کیا ہے اور اس کی شرعی علامات کیا ہیں۔ (ص ۱۰۱ اسکات المعتدی، ص ۳۲ نسخہ عجیب)

(۵) وہ تاویلیں کون سی ہیں جن کی بناء پر انسان کلمہ کفر کہنے کے بعد بھی کافر نہیں ہوتا اور وہ کون سی تاویلیں ہیں جن کا اعتبار نہیں ہے (جزو ۶ ص ۱۳۱ اسکات المعتدی، ص ۲ نسخہ عجیب)

(۶) اگر کسی کلمہ گو کے کسی کلام یا تحریر میں چند احتمالات کفر اور ایک یا چند احتمالات اسلام کے ہوں تو مذہب اہل سنت اور قول امام اعظم کے بنا پر ایسے شخص کو کافر کہا جائے گا یا نہیں (ص۱۲ اسکات المعتدی، ص۵ نسخۂ عجیب)

(۷) ہر ایسے کلام کو جس میں متعدد و مختلف احتمالات ہوں جو شخص صرف کفر ہی پر محمول کرے اور اسلام والے پہلو کو نظر انداز کر دے اہل سنت کے مسلک اور امام صاحب کے مذہب کے رو سے وہ شخص کیسا ہے اس کا کیا حکم ہے (ص۱۵ اسکات المعتدی، ص۶ نسخۂ عجیب)

۸) اہل سنت وجماعت کی تعریف کیا ہے اور وہ عقائد و اعمال کیا کیا ہیں جن کے کرنے یا نہ کرنے سے کوئی شخص اہل سنت وجماعت سے خارج ہو جاتا ہے (ص۱۰ اسکات المعتدی، ص۸ نسخۂ عجیب)

۹) اہل سنت وجماعت کی رو سے عقائد کی مستند کتابیں کون کون ہیں اور کسی عقیدہ کے استنباط اور دریافت کرنے کے لیے کس درجہ کی دلیل درکار ہوتی ہے (ص۹ نسخۂ عجیب)

۱۰) کوئی حنفی اگر غیر حنفی مالکی، شافعی، حنبلی، کی نماز میں اقتدار کرے تو اس پر کیا حکم کیا جائے گا۔

وٹ:۔ تاریخ مناظرہ سے دس دن قبل تک ان سوالات کا مکمل و مدلل جواب مناظرہ کمیٹی بھیج دیا جائے۔

(دستخط) محمد عبد السلام

۵
[illegible]
۹۳

مطابق ۶ر جون ۷۳ء

سوالات حضور مجاہد ملت علامہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ

۷۸۶
۹۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللهم لك الحمد والمنة حب حبيبك ومراعاة عظمته للناس جُنه والصلوٰة والسلام عليه سيدنا مولانا محمد قاسم الجنّه وعلىٰ اٰله وصحبه وابنه وحزبه حافظى حقوقه الى يوم يبعث الناس والجنة

جناب قائم مقام آنجہانی مولوی عبد السلام صاحب لکھنوی صدر منجانب دیوبندیہ مجلس شرائط مناظرہ منعقدہ مورخہ ۵ رجادی اولیٰ ۱۳۹۳ھ

تحریر ہے کہ آپ کی جماعت کی طرف سے مجلس شرائط مناظرہ کے صدر آنجہانی جناب مولوی عبد السلام صاحب لکھنوی نے مجلس شرائط مناظرہ کے اختتام پر جب ہم لوگ چلنے کی تیاری کر رہے تھے دس سوالات بذریعہ مولوی ارشاد احمد صاحب فیض آبادی مبلغ دار العلوم دیوبند فقیر کے پاس بھیجا فقیر نے اس کو پڑھ کر اسی وقت برجستہ کہا کہ کلمہ گو مثلاً قادیانی، رافضی کی آپ لوگ بھی تکفیر کرتے ہیں۔ اگر ظاہری کلمہ گو کی تکفیر ہی ان سوالات کی بنیاد ہے تو اس اعتبار سے آپ لوگوں پر بھی یہ سوالات عائد ہوتے ہیں۔ اس وقت جناب قاصد صاحب نے یہ توضیح کی کہ جب اس کا موقع آئیگا دیکھا جائیگا۔ علماء دیوبند کو چونکہ آپ کافر کہتے ہیں اس وقت اسی کے مناظرہ کا وقت ہے۔ فقیر نے مزید گفتگو کرنا

چاہی تو عزیزی مولانا ارشد القادری صاحب نے سفارش کی کہ جانے دیجئے ، سے لیجئے۔ فقیر نے لے لیا۔ اب جوابات لکھتے وقت یہ خیال آیا کہ جواب تو فقیر دیگا ہی لیکن ان کے اور حسب ذیل مزید سوالات کے جوابات آپ سے حاصل کر لیے جائیں جو آپ کے علماء کی تکفیر کی وضاحت میں بقول آپ کے بطور اصول موضوعہ کارآمد ہوں گے۔ لہذا کل سوالات کے جوابات مقام مناظرہ پر مناظرہ کے پہلے ہی دن مناظرہ سے قبل عنایت فرمائیں۔ اور جوابات فریقین کا دست بدست تبادلہ ہو اس لئے کہ دونوں جانب سے اگر تمام جوابات متفق علیہ ہو جائیں گے تو کیا کہنا ' وہی اعلیٰ درجہ کے اصول موضوعہ ہو جائیں گے۔ ورنہ جتنے بھی متفق علیہ ہوں وہ زیادہ کارآمد ثابت ہوں گے۔

سوال زائد نمبر۱ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوت والتسلیمات خصوصاً حضور اکرم نور مجسم علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ الصلوٰۃ والسلام کی ادنیٰ توہین کرنے والا کافر ہے یا نہیں ؟

سوال زائد نمبر۲ مولوی اشرفعلی صاحب تھانوی مصنف حفظ الایمان وغیرہ دیگر اکابر دیوبند کی عبارات کفریہ قطعیہ ، متبینہ ، متعینہ کے وہ معانی کفریہ جن کے علاوہ مصنفین سے لے کر اذناب تک کوئی بھی کوئی صحیح معنی نہ بتا سکا انکی بنا پر فقیر و دیگر علماء اہل سنت تکفیر کرتے ہیں ' وہ معنی کفری ہیں یا نہیں ؟ اور ان کا معتقد کافر ہوگا یا نہیں ؟ اگر ہوگا تو اس کے باوجود اگر کوئی جان بوجھ کر تکفیر نہ کرے تو اس کا کافر ہونا لازم آئیگا یا نہیں ؟

سوال زائد نمبر۳ زید اللہ تعالیٰ کو مبدأ فیاض کہتا ہے اور اس پر استدلال

اس طرح کرتا ہے کہ فیضان کی ابتدا اس سے ہے۔ زید کا یہ عقیدہ اور استدلال کیسا ہے؟ عمرو اس کے جواب میں کہے اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ پر مبدئیت فیض کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس مبدئیت سے مراد باعتبار بعض اشیاء ہے یا باعتبار کل؟ اگر باعتبار بعض اشیاء مراد ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا مبدأ ہونا تو ہر کسگر، ہر کمہار اور کافروں اور جانوروں کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کوئی نہ کوئی ایسی بات کرتا ہے جس کی اس سے ابتدا ہے۔ کسگر، کمہار نئی نئی مورتیں مٹی سے بناتے ہیں، ستیفنسون نے سب سے پہلے ریل گاڑی بنائی، سنت نبویہ بدلنے کی ابتدا سب سے پہلے یزید نے کی، ہر بچے کی ابتدا بڑے سے ہے، تو چاہیے کہ کمہار اور کافر اور جانور کو مبدأ فیاض کہا جائے۔ پھر اگر زید اس کا التزام کرے کہ ہاں ہیں سب کو مبدأ فیاض کہوں گا تو پھر مبدئیت فیض کو منجملہ کمالات الالٰہیہ کیوں شمار کیا جاتا ہے جس امر میں مؤمن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات الوہیت سے کب ہو سکتا ہے اور التزام نہ کیا جائے تو خدا اور غیر خدا میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے اور اگر تمام اشیاء کی مبدئیت مراد ہے اس طرح کہ اس کا ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ خود اپنی ذات کا مبدأ نہیں ہے، اگر کسی ایسے الفاظ سے شبہ واقع ہو جیسا قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد مذکور ہے "خالق کل شیٔ" یا مثل اس کے تو سمجھ لینا چاہئے کہ یہاں عموم و استغراق

حقیقی مراد نہیں کیونکہ اس کا استحالہ اوپر دلیل عقلی و نقلی سے ثابت ہو چکا ہے بلکہ عموم و استغراق اضافی مراد ہے یعنی باعتبار خالقیت بعض اشیاء کے اس پر قدرت کمالات ضروریہ متعلقہ بہ الوہیت سے ہے عموم فرمایا گیا۔ پس اس کا مقتضی صرف اس قدر ہے کہ الوہیت کے لیے جو مبدئیتیں لازم و ضروری ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو بتمامہا حاصل ہیں۔ الفاظ عموم کا عموم اضافی میں مستعمل ہونا محاورات جمیع السنہ میں بلا نکیر جاری ہے۔ اور خود قرآن مجید میں مذکور بلقیس کی نسبت فرمایا گیا "واوتیت من کل شیء" یعنی اس کے پاس تمام چیزیں تھیں۔ یہ ظاہر ہے کہ اس کے پاس اس زمانے کی ریل اور تار برقی اور لیمپ اور گیس اور فوٹو وغیرہ ہرگز نہ تھے۔ وہاں بھی اشیاء ضروریہ لازمہ سلطنت کا عموم مراد ہے پس ایسا عموم مثبت مدعائے زید ہرگز نہیں ہے جو مذکورہ جوابات سے واضح ہوگیا کہ زید کا یہ عقیدہ اور قول سرتاسر غلط ہے اور خلاف نصوص شرعیہ ہے۔ ہرگز اس کا قبول کرنا کسی کو جائز نہیں۔ زید کو چاہیے کہ توبہ کرے اور اتباع سنت اختیار کرے۔ عمرو کا یہ قول اللہ تعالیٰ کی شان کی تنقیص ہے یا نہیں اور یہ کفر ہے یا نہیں؟

سوال زائد ۲ (الف) مولوی اشرف علی صاحب تھانوی بسط البنان میں اپنی ناپاک نیت پر پردہ ڈالنے کے لیے یہ چال چلے ہیں کہ لفظ "ایسا" کا یہ مطلب نہیں کہ جیسا علم واقع میں حضور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل ہے الخ نعوذ باللہ منہا بلکہ مراد اس لفظ "ایسا" سے وہی ہے جو اوپر مذکور ہے یعنی مطلق بعض علم گو وہ ایک ہی چیز کا ہو اور گو وہ

چیز ادنیٰ ہی درجے کی ہو، کیونکہ اوپر بھی مذکور ہو چکا ہے کہ بعض سے مراد عام ہے اور عبارات آئندہ بھی اس کی دلیل ہے وھو قولہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے۔ عمرو مذکور بھی اپنی ناپاک نیت پر پردہ ڈالنے کے لئے ایک چال چلے کہ لفظ "ایسا" کا یہ مطلب نہیں کہ جیسا مبدأ ہونا واقع میں اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے الخ نعوذ باللہ منہا بلکہ مراد اس لفظ "ایسا" سے وہی ہے جو اوپر مذکور ہے یعنی مطلق بعض شئی کا مبدأ ہونا ہے گو وہ ایک ہی چیز کا ہو اور گو وہ چیز ادنیٰ ہی درجے کی ہو کیونکہ اوپر بھی مذکور ہو چکا ہے کہ بعض سے مراد عام ہے، اور عبارت آئندہ بھی اس کی دلیل ہے وھو قولہ کیونکہ ہر شخص کوئی نہ کوئی ایسی بات کرتا ہے جس کی اس سے ابتداء ہے۔ ان دونوں کی یہ چال کیسی ہے؟ یہ دونوں مردود ہیں یا ایک مردود ہے اور دوسرا مقبول؟ بر تقدیر ثانی وجہ فرق کیا ہے؟

(ب) مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے بسط البنان میں دوسرا فریب یہ بنایا ہے کہ پھر اس عبارت سے چند سطر بعد دوسری عبارت میں تصریح ہے کہ نبوت کے لئے جو علوم لازم و ضروری ہیں وہ آپ کو بتمامہا حاصل ہو گئے تھے' انصاف شرط ہے، جو شخص آپ کو جمیع علوم عالیہ شریفہ متعلقہ نبوت کا جامع کہہ رہا ہے کیا وہ نعوذ باللہ زید و عمرو و صبی و مجنون و حیوانات کے علم کو مماثل آپ کے علم سے بتلا دے گا؟ کیا زید و عمرو وغیرہ کو یہ علوم حاصل ہیں؟ یہ علوم تو آپ کے مثل دوسرے انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کو بھی حاصل نہیں۔ عمرو مذکور بھی کہے پھر اس عبارت سے چند سطر بعد دوسری عبارت

میں تصریح ہے کہ الوہیت کے لئے جو معبودیتیں لازم و ضروری ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو بتمامہا حاصل ہیں، اتصاف شرط ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ کو جمیع معبودیات عالیہ شریفہ متعلقہ الوہیت کا جامع کہہ رہا ہے کیا وہ نعوذ باللہ، زید عمرو مجنون اور کنگروں کمہاروں، جانوروں کی معبودیت کو اللہ کی معبودیت کے مماثل بتلا دے گا؟ کیا زید وغیرہ کو یہ معبودیتیں حاصل ہیں؟ یہ معبودیتیں تو انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کو بھی حاصل نہیں۔ ان دونوں کے فریب میں کیا فرق ہے؟

سوال زائد ۵ کیا ان دونوں کی اس چال سے ان ملعون الفاظ کی شناعت اٹھ جائے گی کہ ایسی معبودیت تو ہر کنگرہ کمہار کو حاصل ہے، ایسا علم تو ہر پاگل ہر جانور کو حاصل ہے؟

سوال زائد ۶ مولوی اشرفعلی صاحب تھانوی بسط البنان میں تیسری چال یہ چلے ہیں کہ بلکہ اس شق پر جو محذور لازم کیا گیا اس میں غور کرنے سے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ مشابہت کی نفی کی گئی ہے چنانچہ مطلق بعض علوم غیبیہ کے مراد لینے پر یہ خرابی بتلائی کہ اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے الخ یعنی اس صورت میں آپ کی تخصیص نہ رہے گی بلکہ زید عمرو وغیرہ بھی اس صفت میں آپ کے شریک و مشابہ ہو جائیں گے۔ حالانکہ آپ کی صفات خاصہ کمالیہ میں کوئی آپ کا شریک و مشابہ نہیں اس لئے یہ شق باطل ہوئی۔ عمرو مذکور بھی ایک نئی چال چلتا ہوا کہے بلکہ اس شق پر جو محذور لازم کیا گیا اس میں غور کرنے سے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ مشابہت کی نفی کی گئی ہے چنانچہ معبودیت مطلق بعض اشیاء مراد لینے پر یہ خرابی بتلائی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ

کی کیا تخصیص ہے الخ یعنی اس صورت میں اللہ تعالیٰ کی تخصیص نہ رہے گی۔ بلکہ یزید وغیرہ بھی اس صفت میں اس کے شریک ومشابہ ہو جائیں گے۔ حالانکہ اسکی صفات خاصہ کمالیہ میں کوئی اس کا شریک ومشابہ نہیں ہے اس لئے یہ شق باطل ہوئی۔ ان دونوں کی اس چال میں کیا فرق ہے؟

سوال زائد عـ۷ کسی آیت کریمہ کے کسی لفظ کے معنی پر احادیث کریمہ و آثار صحابہ کی روشنی میں اجماع ہونے کے بعد اس معنی کے مفاد کے منافی معنی پیدا کرنا کفر ہے یا نہیں؟ اور ایسا کرنے والا کافر ہوگا یا نہیں؟

سوال زائد عـ۸ خاتم النبیین کے ایسے معنی کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی جدید نبی نہیں ہو سکتا یہ معنی منصوص علیہ اور قطعی طور پر مجمع علیہ ہے یا نہیں؟

سوال زائد عـ۹ جو شخص اس معنی کو منصوص علیہ اور مجمع علیہ مانتا ہے اور اسے ضروریات دین میں سے قرار دیتا ہے وہ شرعاً مصیب ہے یا خاطی؟ اگر خاطی ہے تو کس مرتبے کا؟ یعنی اس خطاء کی بناء پر وہ کافر ٹھہرے گا یا فاسق یا معمولی خاطی یعنی نہ کافر نہ فاسق؟

سوال زائد عـ۱۰ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا جو قرآن شریف میں منصوص اور مسلمانوں کے ضروریات دین میں سے ہے صرف یہ لفظ ضروریات دین میں سے ہے معنی خواہ کچھ گڑھ لیجئے یا ان کے کوئی معنی ضروریات دین میں سے ہیں؟ بر تقدیر ثانی وہ معنی کیا ہیں؟ مدلل لکھئے۔

سوال زائد ۱۲ ایسی عبارت جس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی دوسرے مخلوق کا علم ہونا لازم آئے حضور کے لئے گالی ہے یا نہیں؟ فقط وھو الھادی الی سواء السبیل ان ارید الا الاصلاح وما توفیقی الا باللہ۔

فقیر محمد حبیب الرحمٰن قادری غفرلہٗ
(دستخط حضور مجاہد ملت)
۱۴ر رمضان المبارک سنہ ۹۳ھ
مطابق ۱۲ر اکتوبر سنہ ۷۳ء
روز جمعہ مبارکہ
از الٰہ آباد

مضمون بالا وصول پایا
(دستخط شبیر احمد راہی)
21.10.1975

جوابات حضور مجاہد ملت علامہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ

۷۸۶
۹۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ ذی الجلال مستجمع جمیع صفات الکمال المتنزہ عن کل تغیر و زوال المتقدس عن النقص والمحال وکفی۔ کفی اللہ المؤمنین القتال والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ الہ وصحبہ الی یوم السوال۔

جناب قائم مقام آنجہانی مولوی عبدالسلام صاحب لکھنوی

جناب کے سوالات مورخہ ۵؍جمادی اولیٰ ۹۳ھ مطابق ۶؍جون سنہ ۷۳ء کے جوابات حسب ذیل ہیں:۔

(۱) متکلمین محققین کے نزدیک اسلام اور ایمان ایک ہی ہے جیسا کہ شرح عقائد نسفی میں ہے والایمان والاسلام واحد اور ان کے نزدیک وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جن امور کو لانے کا ضرورۃً علم معلومات تفصیلیہ میں تفصیلی طور پر اور معلومات اجمالیہ میں اجمالی طور پر ہوا ہے ان سب کی تصدیق ہے جیسا کہ مواقف میں ہے الایمان فی اللغۃ التصدیق.....

واما فی الشرع وھو متعلق ماذکرنا من الاحکام فھو عندنا وعلیہ اکثر الائمۃ کالقاضی والاستاذ التصدیق للرسول فیما علم مجیئہ بہ ضرورۃ فتفصیلا فیما علم تفصیلا واجمالا

فی ما علم اجمالاً۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جن امور کو لانے کا علم ضرورۃً ہوا ہے ان میں سے کسی میں آپ کی تصدیق نہ کرنا کفر ہے جیسا کہ مواقف میں ہے الکفر وهو خلاف الایمان عندنا تصدیق الرسول فی بعض ما علم مجیئہ ضرورۃ۔ سنت دین میں سلوک ایک طریقہ ہے بغیر افتراض بغیر وجوب جس کے قائم کرنے کا مطالبہ مکلف سے ہوتا ہے۔ شرح منار ابن ملک میں ہے (وسنة وهی الطريقة المسلوكة فی الدین) التی یطالب المکلف باقامتها من غیر افتراض ولا وجوب۔ یہ تعریف اکفار الملحدین میں مولوی انور شاہ کشمیری کی نقل کی ہوئی تعریف السنة ما اشتهر عن السلف وصح بطریق الخصوصیة سے غنیمت ہے۔ شریعت مطہرہ میں بدعت کے دو اطلاق آتے ہیں۔ ایک اطلاق عام ہے جو حدیث شریف میں من سن فی الاسلام سنة حسنة فعمل بها بعده کتب له مثل اجر من عمل بها ولا ینقص من اجورهم شیٔ ومن سن فی الاسلام سنة سیئة فعمل بها بعده کتب علیه مثل وزر من عمل بها ولا ینقص من اوزارهم شیٔ اور حدیث شریف من دعا الی هدی کان له من الاجر مثل اجور من تبعه لا ینقص ذلك من اجورهم شیئا ومن دعا الی ضلالة كان علیه من الاثم مثل آثام من تبعه سے ماخوذ ہے۔ اسی کی تعریف مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ میں نووی سے منقول ہے البدعة .... احداث ما لم یکن فی عهد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور ایک اطلاق خاص ہے جو حدیث شریف ما احدث

(مسلم، ارشاد محمد

قوم بدعة الا ترفع مثلها من السنة سے ماخوذ ہے۔ اس معارض سنت بدعت کو بدعت سیئہ کہتے ہیں۔ پہلے اطلاق عام کے اعتبار سے فقہاء نے بدعت کی پانچ قسمیں کی ہیں جیسا کہ شامی میں ہے (قولہ ای صاحب بدعة) ای محرمة والا فقد تکون واجبة کنصب الادلة للرد علی اھل الفرق الضالة وتعلم النحو المفھم للکتاب والسنة ومندوبة کاحداث نحو رباط ومدرسة وکل احسان لم یکن فی الصدر الاول ومکروھة کزخرفة المساجد ومباحة کالتوسع بلذیذ المآکل والمشارب والثیاب۔ اور دوسرے اطلاق کے اعتبار سے حدیث شریف کل بدعة ضلالة وارد ہے۔ مرقاة میں ہے (قولہ کل بدعة ضلالة) عام مخصوص۔ نیز علماء نے مطلقاً ہر بدعت کو سیئہ بتانے والوں کو جاہل بتایا ہے۔ شرح مقاصد میں ہے ومن الجھلة من یجعل کل امر لم یکن فی زمن الصحابة بدعة مذمومة وان لم یقم دلیل علی قبحه۔ جیسا کہ شامی کی عبارت میں گذرا بدعت کبھی واجب بھی ہو جاتی ہے اور ایسا ہی نسیم الریاض میں ہے والمراد البدعة التی ھی ضلالة فان البدعة قد تستحسن لعدم مخالفتھا الشرع وقد تکون واجبة۔

(۲) جو لوگ ضروریات دین پر متفق ہوں ان کو اہل قبلہ کہا جاتا ہے جیسا کہ شرح فقہ اکبر ملا علی قاری میں ہے اعلم ان المراد باھل القبلة الذین اتفقوا علی ما ھو من ضرورات الدین کحدوث العالم وحشر الاجساد

وعلم اللہ بالکلیات والجزئیات وما اشبہ ذلک من المسائل جبتک اہل قبلہ میں کوئی علامت کفر نہ پائی جائے ان کی تکفیر اہل سنت کے نزدیک جائز نہیں ہے لیکن اگر ان میں کفر کی علامت پائی جائے تو ان کی تکفیر کی جائے گی۔ اسی شرح فقہ اکبر میں ہے وان المراد بعدم تکفیر احد من اہل القبلۃ عند اہل السنۃ انہ لا یکفر مالم یوجد شیٔ من امارات الکفر وعلاماتہ ولم یصدر عنہ شیٔ من موجباتہ۔ ایسی صورت میں وہ اہل قبلہ رہ نہ جائیں گے۔ اسی میں ہے کہ اگر کوئی ساری عمر عبادت میں گذارے لیکن علامات کفر میں سے کوئی اس میں پائی جائے تو وہ اہل قبلہ میں سے نہ رہ جائیگا۔ فرمایا فمن واظب طول عمرہ علی الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم او نفی الحشر او نفی علمہ سبحانہ بالجزئیات لا یکون من اہل القبلۃ۔ جیسے دیوبندیہ وہابیہ نماز روزے سب کچھ کرتے ہیں، اپنے کو حنفی، چشتی، صابری سب کچھ کہتے ہیں، لیکن ان کی کھلی ہوئی علامات کفریہ یہ ہیں کہ وہ شان رسالت علی صاحبہا الصلوات والتحیات کی صریح تنقیص کرتے ہیں جو درجۂ تعین تک پہونچ چکی ہے۔ جیسے حفظ الایمان مصنفہ مولوی اشرف علی میں ہے "پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔" اور براہین قاطعہ مصنفہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی مصدقہ

(دستخط) ارشاد احمد

مولوی رشید احمد گنگوہی میں ہے "الحاصل غور کرنا چاہیئے کہ شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے" اور تحذیر الناس مصنفہ مولوی قاسم نانوتوی میں ہے "بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا" اور جیسے قادیانی اپنے مسلمان ہونے کا دعوی کرتے ہیں، نماز بھی پڑھتے ہیں لیکن ان کی کھلی ہوئی علامت کفریہ ہے کہ وہ بعد زمان نبوی جدید نبی کے آنے کو جائز کہتے ہیں بلکہ مانتے ہیں اور مرزا خود مدعی بھی ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے خط مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء بنام اخبار عام لاہور میں ہے "سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں" (منقول از قادیانی مذہب)

(۳) اللہ تعالی کی جانب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جن امور کو لانے کا ضرورۃ علم ہوا ہے وہ سب ضروریات دین ہیں۔ جیسا کہ جواب اول میں ایمان کی تعریف میں مواقف کی عبارت گذری ما علم مجیئہ بہ ضرورۃ۔ مولوی انور شاہ کشمیری نے اکفار الملحدین میں اس کو اس طرح بیان کیا ہے ضروریات الدین منحصرۃ عندھم فی ثلاثۃ مدلول الکتاب بشرط ان یکون نصا صریحا لا یمکن تاویلہ ..... ومدلول السنۃ المتواترۃ لفظا او معنی سواء کان من الاعتقادیات

ادمن العملیات وسواء کان فرضا او نفلا... والمجمع علیه اجماعا قطعیا۔

(۴) جس کا ایمان نہ ہو وہ کافر ہے۔ شرح مقاصد میں ہے الکافر اسم لمن لا ایمان له۔ بت کو سجدہ کرنا، مصحف شریف کو نجاست میں ڈالنا، کلمات کفر کہنا، وغیرہ امور جن کا کفر ہونا دلیل شرعی سے ثابت ہے وہ سب اس کی علامات ہیں۔ نبراس میں ہے (ولا نزاع فی ان من المعاصی ما جعله الشارع امارة التکذیب) ای علامته (وعلم کونه کذلک) ای امارة له (بالادلة الشرعیة کسجود الصنم والقاء المصحف فی القاذورات) ای النجاسات (والتلفظ بکلمات الکفر ونحو ذلک) کالاستهزاء باسم من الاسماء الالهیة او حکم من الاحکام الشرعیة (مما ثبت بالادلة انه کفر) فان الاجماع انعقد علی ان هذه الافعال کفر والثابت بالاجماع ثابت بکلام الشارع (وبهذا) ای بان الشارع جعلها علامات الکفر (ینحل) ای یندفع (ما یقال) الخ۔ دیوبندیوں کی کتب حفظ الایمان، براہین قاطعہ اور تحذیر الناس کی عبارات کفریہ جو جواب دوم میں گذریں ایسی ہی علامات کفر ہیں۔

(۵) وہ تاویل جو سائغ فی اللسان ہو جس کے لئے کوئی وجہ فی العلم موجود صریح لفظ میں نہ ہو اور غایت بعد پر نہ ہو جس کی بناء پر ضروریات دین

میں سے کسی بھی امر کا انکار نہ لازم آئے اس تاویل پر متأولین کی تکفیر نہ کی جائیگی وہ تاویل جو صریح لفظ میں ہو یا غایت بعد پر ہو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ فتح الباری میں ہے کل متأول معذور بتأویلہ لیس بآثم اذا کان تأویلہ سائغا فی لسان العرب وکان لہ وجہ فی العلم۔ نسیم الریاض میں ہے (قال حبیب بن الربیع لان ادعائہ التأویل فی لفظ صراح لا یقبل) لبعدہ غایۃ البعد۔ اور وہ تاویل جو ضروریات دین میں کی جائے وہ کفر کو دفع نہیں کر سکتی حاشیہ عبدالحکیم علی الخیالی میں ہے والتأویل فی ضروریات الدین لا یدفع الکفر۔

(۶) اس صورت میں اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی لیکن اگر یہ متعین ہو جائے کہ کفری کا احتمال اس کی مراد ہے تو مفتی کا فتوی اس کو کفر سے بچا نہیں سکتا۔ اور اگر وہ خود ہی تصریح کر دے کہ کفر ہی کا احتمال اس کی مراد ہے تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ شرح فقہ اکبر میں ہے اذا کان وجوہ توجب التکفیر ووجہ واحد یمنع التکفیر فعلی المفتی ان یمیل الی الذی یمنع التکفیر تحسینا للظن بالمسلم ثم ان کان نیۃ القائل الوجہ الذی یمنع التکفیر فہو مسلم وان کان الوجہ الذی یوجب التکفیر لا ینفعہ فتوی المفتی۔ اور شامی میں ناقلا عن البزازیۃ ہے الا اذا صرح بارادۃ موجب الکفر فلا ینفعہ التأویل۔

(دستخط) ارشاد احمد

(۷) امام ابن حجر فرماتے ہیں کہ جو لفظ کفر کو تلفظ کرے گا اس کی تکفیر کی جائیگی۔ مولوی انور شاہ کشمیری کی اکفار الملحدین میں ہے قال ابن حجر فی الاعلام فی فصل الکفر المتفق علیہ مما نقلہ عن کتب الحنفیۃ "من تلفظ بلفظ الکفر یکفر"۔ نیز فرماتے ہیں الذی تحرر انہ بالنسبۃ لقواعد الحنفیۃ والمالکیۃ وتشدیداتھم یکفر عندھم مطلقا واما بالنسبۃ لقواعدنا وما عرف من کلام ائمتنا فاللفظ ظاھر فی الکفر وعند ظھور اللفظ فیہ لا یحتاج الی نیتہ کما علم من فروع کثیرۃ وان اول قبل منہ اور فرماتے ہیں عملنا بما دل علیہ لفظہ صریحا وقلنا لہ انت حیث اطلقت ھذا اللفظ ولم تؤول کنت کافرا وان کنت لم تقصد ذلک لانا انما نحکم بالکفر باعتبار الظاھر وقصدک وعدمہ انما ترتبط بہ الاحکام باعتبار الباطن فاللفظ اذا کان محتملا لمعان فان کان فی بعضھا اظھر حمل علیہ وکذا ان استوت ووجد لاحدھا مرجح والارادۃ وعدمھا لاشغل لنا بہ (منقول از الموت الاحمر)۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ فقہائے کرام کے نزدیک تکفیر کو متبین کافی ہے۔ لیکن متکلمین کے نزدیک تکفیر کے لئے تعیین کی ضرورت ہے۔ ایسے کلام کو جس میں اسلام اور کفر دونوں کے احتمالات ہوں اگر اسے کوئی صرف کفر ہی پر محمول کرتا ہو تو دیکھا جائیگا

کہ وہ ایسا بغیر کسی تاویل کے کر رہا ہے یا کسی تاویل سے کر رہا ہے۔ اگر وہ بغیر تاویل کے ایسا کر رہا ہو تو وہ مستحق ذم تو ہوگا ہی، بعض اوقات میں کافر بھی ہو جائیگا۔ اور اگر وہ تاویل سے ایسا کر رہا ہو تو دیکھا جائیگا کہ وہ تاویل غیر سائغ ہے یا سائغ ہے۔ اگر وہ تاویل غیر سائغ سے ایسا کر رہا ہو تو وہ مستحق ذم ہوگا۔ لیکن اگر وہ تاویل سائغ سے ایسا کر رہا ہو تو وہ مستحق ذم نہ ہوگا۔ فتح الباری میں ہے والحاصل ان من اکفر المسلم نظر فان کان بغیر تاویل استحق الذم وربما کان ھو الکافر وان کان بتاویل نظر ان کان غیر سائغ استحق الذم ایضا ولا یصل الی الکفر بل یبین لہ وجہ خطئہ ویزجر بما یلیق بہ ولا یلتحق بالاول عند الجمھور وان کان بتاویل سائغ لم یستحق الذم بل تقام علیہ الحجۃ حتی یرجع الی الصواب۔

(۸) وہ گروہ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء راشدین کی سنت پر چلتا ہو، جن کے بارے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ما انا علیہ واصحابی وہ گروہ اہل سنت وجماعت ہے۔ ان کے عقائد کے خلاف عقائد رکھنے والا اہل سنت وجماعت سے خارج ہے۔

(دستخط) ارشاد احمد

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ارشاد نبوی ما انا علیہ واصحابی کی شرح میں ہے المراد ھم المھتدون المتمسکون بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی فلا شک ولا ریب انھم ھم اھل السنۃ والجماعۃ۔

(۹) فقہ اکبر، شرح فقہ اکبر، عقائد نسفیہ، شرح عقائد نسفیہ، مواقف، شرح مواقف وغیرہ اہل سنت وجماعت کے عقائد کی مستند کتابیں ہیں لیکن کسی مستند کتاب کا قول غیر مستند سے خالی ہونا ضروری نہیں ہے۔ جو عقیدہ جس درجے کا ہوگا اس کی دلیل بھی اسی درجے کی ہونا چاہیے۔

(۱۰) اگر غیر حنفی امام مواضع خلاف کی رعایت کرتا ہو تو اس کی اقتدا جائز ہے ورنہ نہیں۔ شامی میں ہے وفی رسالة الاهتداء فی الاقتداء لمنلا علی القاری ذهب عامة مشائخنا الی الجواز اذا کان یحتاط فی موضع الخلاف والا فلا۔ لیکن اگر کسی مدعی شافعیت، یا مالکیت یا حنبلیت پر کسی بدعقیدگی کی بناء پر کفر لازم آتا ہو تو اس کے پیچھے مطلقاً نماز ناجائز ہے۔ تنویر الابصار میں ہے وان کفر بها فلا یصح الاقتداء به اصلا۔

ضمیمہ

۱۴ر رمضان المبارک ۹۳ھ مطابق ۱۲ر اکتوبر ۷۳ء کو جناب کے کئے ہوئے سوالات کے جوابات کا جناب سے بھی مطالبہ کرنے کے ساتھ فقیر نے جن مزید سوالات کے جوابات جناب سے طلب کئے ہیں؛ فقیر خود بھی ان کے جوابات دے رہا ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) کافر کہہ۔

(۲) وہ معنی کفری ہیں اور ان کا معتقد کافر ہوگا۔ ان کی ان عبارات کفریہ قطعیہ متبینہ متعینہ کے معانی کفریہ اور کلام، متکلم و حکم کا علم قطعی رکھتے ہوئے جو ان کے کفر میں شک کرے گا وہ کافر ٹھہرے گا۔ یہ ان میں سے ہے جن کے متعلق فقہاء نے ارشاد فرمایا ہے من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر کما صرح بہ علماء الحرمین الشریفین زادھما اللہ شرفا وتعظیما۔

((تحفظ ارشادم

(۳) زید کا یہ عقیدہ اور استدلال معنی کے رو سے درست ہے۔ عمرو کا یہ قول یقیناً شان الوہیت کی تنقیص اور کفر ہے۔

(۴) (الف) دونوں کی یہ چال ایک ہی قسم کی ہے اور ناپاک و کفری ہے۔ یہ دونوں مردود ہیں۔

(ب) یہ دونوں ایک ہی قسم کے قریب ہیں۔

(۵) ہرگز نہ اٹھیگی۔

(۶) یہ دونوں ایک ہی قسم کی کفری چال ہیں۔ ورنہ تمام کمالات الٰہیہ اور تمام کمالات نبویہ میں اسی قسم کی بیہودگیاں جاری ہوجائیں گی اور کفریات کا دروازہ کھل جائے گا۔

(۷) کھلا ہوا کفر ہے اور ایسا کرنے والا کافر ہے۔

(۸) یہ معنی منصوص علیہ اور قطعی طور پر مجمع علیہ ہیں، یہ دیوبندیوں کو بھی تسلیم ہے۔ ان کی جماعت کے مقتدر و مسلم عالم مولوی انور شاہ کشمیری نے اکفار الملحدین میں اس کی وضاحت کی ہے، اور مولوی

قاسم نانوتوی نے جو نئے معنی ایجاد کئے ہیں وہ معنی منصوص علیہ اور سلف صالحین کے بیان کردہ معنی کے علاوہ و مخالف ہے۔ اسی بناء پر انھوں نے لکھا ہے "اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہونچا ہو تو ان کی شان میں کیا نقصان آگیا اور کسی نادان نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہوگیا"

گاہ باشد کہ کودکے ناداں
بغلط بر ہدف زند تیرے

(۹) وہ بالکل مصیب ہے آسے خاطی کہنے والا خود خاطی ہے۔

(۱۰) اس کے معنی ضروریات دین میں سے ہیں۔ اور وہ معنی یہ ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین ہیں۔ آپکے بعد کسی کو نبوت جدیدہ نہیں ملے گی۔ اس کی مولوی انور شاہ کشمیری نے اکفار الملحدین میں اور مولوی مرتضیٰ حسن چاندپوری دربھنگی نے اشد العذاب میں قادیانیوں کی تکفیر کی بحث میں تسلیم اور تصریح کی ہے کہ "خاتم الانبیاء بمعنی آخر الانبیاء"۔

(۱۱) یہ یقیناً عیب لگانا اور تنقیص ہے اور اس کا حکم سبّ کا حکم ہے نسیم الریاض میں ہے من قال فلان اعلم منه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقد عابه ونقصه اور شفا میں ہے ان جمیع من سب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او عابه او الحق به نقصا فی نفسه او نسبه او دینه او خصلة من خصاله او عرض به او شبهه بشیٔ علی طریق السب

له او الاستہزاء علیه او التصغیر لشانه او الغض منه او العیب له فهو ساب والحکم فیه حکم الساب۔ فقط وهو الهادی الی سواء السبیل۔

فقیر محمد حبیب الرحمٰن قادری غفرلہ
(دستخط حضور مجاہد ملت)
۱۱ر شوال المکرم ۹۳ھ
مطابق ۷ر نومبر ۷۳ء
روز چہار شنبہ

جوابات وقت گذرنے کے بعد وصول ہوئے
۱۱ ۹۳ھ مطابق ۷ر نومبر ۷۳ء
بوقت ۹ بجے دن یوم چہار شنبہ

(تحریر ارشاد احمد صاحب)

بحمدہٖ تعالیٰ

یہ مختصر رسالہ ہدایت قبالہ محمدی فوج کا فتح مند رسالہ وہابیت و دیوبندیت قلعوں میں زلزلہ ڈال
دینے والا وہابیوں دیوبندیوں کو آئینہ میں انکی صورت دکھانے والا

مسمّٰی بنام تاریخی:

مذہب کی پہچان کا پاکیزہ فوٹو

١٣٣٥ھ

دکھائی گئی ہے جس میں وہ سربستہ راز طشت از بام کیے گئے ہیں جو وہابیت دیوبندیت کے اندر پوشیدہ تھے۔ اس کے دیکھنے کے بعد ہر با انصاف وہابیت دیوبندیت پر نفرت کریگا۔ تمام وہابیہ دیوبندیہ وغیر مقلدین جو تقویۃ الایمان کو مانتے ہیں سب کو اعلان عام ہے۔ قیامت تک کے لئے اعلام تام ہے۔ آئیں اور اس قاہرہ رسالے کے وار سے وہابیت دیوبندیت کی ننھی سی جان زار کو بچائیں۔ ورنہ بتوفیق الٰہی سچی توبہ کر کے سنی مسلمان بن جائیں۔

مولفہ:

حامیٔ سنت ماحیٔ بدعت جناب حضرت حاجی غلام حسن صاحب سنی حنفی
قادری برکاتی نوری دام مجدہم ساکن سورت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نجدیوں، دیوبندیوں، وہابیوں کیلئے آسانی حکیم الامت تھانوی جی کی اچھوتی علم دانی رسول تھانوی کی اپنی امت پر نرالی مہربانی

مولوی اشرف علی تھانوی اپنی کتاب بہشتی گوہر کے صفحہ ۳ پر فرماتے ہیں۔ ”حرام وہ ہے جو دلیل قطعی سے ثابت ہو اس کا منکر کافر ہے اور اس کو بے عذر چھوڑنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہے“۔ یہ تھانوی جی وہی ہیں جن کا مرید لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ چیختا ہے۔ دن بھر اللھم صل علی سیدنا و نبینا اشرف علی پڑھتا ہے۔ تھانوی جی اسکا جواب دیتے ہیں کہ ”اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے“۔ (دیکھو الامداد صفحہ ۶ ۱۳۳۶ھ)

یہ وہی تھانوی جی ہیں جنہوں نے بہشتی زیور حصہ اول کے صفحہ ۴۸ پر کسی بزرگ کا نام بطور وظیفہ کے جپنا بھی (یعنی ورد کرنا) کفر و شرک میں گنا دیا۔ یہ وہی تھانوی جی ہیں جنہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم . . کو بچوں، پاگلوں، جانوروں سے ملا دیا۔ (دیکھو حفظ الایمان صفحہ ۸)

اب یہ وہی تھانوی جی ہیں جو صاف تحریر فرماتے ہیں کہ جو شخص بے عذر حرام کام چھوڑے اور حرام نہ کرے، وہ فاسق اور عذاب کا مستحق ہے۔ تھانوی جی تو بہت بڑے متبع سنت بلکہ حکیم الامت ہیں تو ضرور حرام کرتے ہونگے۔ ورنہ فاسق ہو جائیں گے اور فاسق سے اللہ راضی نہیں۔ فاسق متبع سنت نہیں ہو سکتا اب حرام بہت سی قسم کے ہیں۔ چند حرام یہ ہیں چوری کرنا، شراب پینا، ڈاکہ ڈالنا، زنا کرنا، ماں، بہن، بہو بیٹی نانی دادی سے معاذ اللہ جتلا ہونا۔ یہ سب اور ان کے سوا بہت سے حرام ہیں اور یہ حکم سب سے پہلے مصنف یعنی تھانوی جی اور ان کے بعد ان کے سارے معتقدین و متبعین کے لئے لازم العمل ہوگا۔ تھانوی جی کے ماننے والے سب مردوں پر ایسا کرنا لازم ہے۔ ورنہ تھانوی جی کے فتوے سے فاسق اور عذاب کے مستحق ہو جائیں گے۔ اسی طرح تھانوی جی کی ماننے والی ساری عورتوں پر لازم ہوگا کہ وہ حرام کریں۔ ورنہ اپنے پیر تھانوی جی کے فتوے سے فاسقہ اور عذاب کی مستحق ٹھہریں گی۔ اگر کوئی شخص نماز، روزہ، زکوٰۃ

حج سارے فرائض وواجبات ادا کرے۔ سراپا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر بن جائے مگر حرام سے پرہیز کرے۔ تو تھانوی جی کے فتوے سے وہ فاسق اور عذاب کا مستحق ہے۔ کیوں نہ ہو چودھویں صدی کا رسول تھانوی اور حرام کو حلال نہ کرے تو بات ہی کیا ہوئی؟ آج تک وہابیہ حرام کو حلال کرنے کی کوشش میں تھے۔ آہستہ آہستہ قدم بڑھا رہے تھے۔ کبھی کوا حلال کیا۔ کبھی بکرے کے کپورے (خصیے) جائز کیے۔ کبھی ہولی دوالی کی پوری کچوری کو حلال کیا مگر رسول تھانوی کو اپنی امت کی دھیمی رفتار دیکھ کر جوش آیا اور ایک دم سے سارے حرام کاموں کو اپنی امت پر فرض ولازم کر دیا۔ صاف لکھ دیا کہ جو حرام نہ کرے وہ فاسق اور عذاب کا مستحق ہے۔ اب معلوم ہوا کہ تھانوی جی اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کو ممکن ہے کہ حرام جانتے ہوں اور اسی لئے اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں کہ ڈرتے ہیں کہ اگر حرام نہ کریں گے تو فاسق ہوں گے۔ عذاب کے مستحق بنیں گے مگر مسلمان یوں کیا ان کا پیچھا چھوڑیں گے؟ وہ پوچھیں گے کہ اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین آپ کے نزدیک حرام ہے یا نہیں؟ اگر کہیں نہیں تو کافر اور اگر کہیں ہاں تو خود اپنے اقرار سے توہین نہ کرنا گناہ، دونوں کافر۔

والعیاذ باللہ العزیز القادر۔

مسلمانوں کا خادم

فقیر حاجی غلام حسن قادری برکاتی غفرلہ

وہابیوں، دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی سے ایک ضروری سوال مزیدار مسالہ دار بہشتی گوہر کی فاحش غلطی کا اظہار

قبلہ دیوبندیہ وکعبہ وہابیہ حکیم امت نجدیہ جناب مولوی اشرف علی تھانوی دام بالمناقب السلام علی من اتبع الہدیٰ۔ آپ اپنی بہشتی زیور کے گیارھویں حصہ بہشتی گوہر مطبوعہ ابوالعلائی اسٹیم پریس آگرہ صفحہ ۲ پر تحریر فرماتے ہیں۔

"حرام وہ ہے جو دلیل قطعی سے ثابت ہو اور اس کا منکر کافر ہے اور اس کو بے عذر چھوڑنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہے"۔ اس عبارت کا صاف وصریح مطلب یہی ہے کہ اگر کسی عذر کی وجہ سے کوئی شخص حرام کاری نہ کرے وہ فاسق وعذاب کا مستحق اور جہنمی ہے۔ بہت اچھا حضور تھانوی صاحب بالقابہٗ۔ اب ہم غربائے اہل سنت آپ سے آپ کی خدمت میں ایک سوال کرنا چاہتے ہیں اور آپ سے امید ہے کہ آپ ہمیں جواب دے کر ممنون فرمائیں گے۔

تھانوی جی آپ کے بہشتی گوہر نے تو حرام کے بے عذر چھوڑنے والے کو فاسق اور عذاب کا مستحق بتا کر ہمارے تمام صلحا زہاد عباد وعلماء اولیاء ائمہ وصحابہ بلکہ تمام انبیاء ومرسلین بلکہ خود سید الانبیاء صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین کو جو سب کے سب حرام کے قطعاً پاس نہیں جاتے اس کے بے عذر چھوڑنے کو نہیں بلکہ نہ چھوڑنے اس کے کرنے کو سخت اشد موجب غضب جبار اور سبب استحقاق عذاب نار جانتے مانتے بتاتے تھے۔ بغیر کسی ہیر پھیر کے نہایت وضاحت وصراحت سے معاذ اللہ فاسق جہنمی بنا ڈالا۔ کیا اپنے اس فتوے کی حقیقت کھولنے کے لئے آپ ہم غربائے اہلسنّت کو خود آپ ہی اس قدر دریافت کرنے کی اجازت دیں گے۔ کہ آیا آپ کے باوا جان اور آپ کی والدہ صاحبہ دونوں حرام کار تھے یا نہیں؟ اگر نہیں تو فرمایئے آپ کے فتوے سے وہ دونوں فاسق جہنمی ہوئے یا نہیں؟ اور اگر فرمایئے کہ وہ دونوں حرام کار تھے اور حرام کاری کرتے تھے تو آپ انہیں کے صاحبزادے ہیں۔ اب فرمایئے کہ خود آپ اپنے فتوے سے حلالی ہوئے یا کون؟ اور اگر یوں فرمایئے کہ حرام کاری نہ کرنے والے کو فاسق جہنمی تو میں نے

اپنی طرف سے لکھا ہے یہ فتوے میرے والدین پر جاری نہیں ہو سکتا تو اوّلاً وجہ بولیے۔ آپ کی گھریلو شریعت غریب سنیوں اور ان کے ائمہ و اکابر اولیاء و انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ہی محض بزور زبان و افتراء و بہتان فاسق جہنمی بنانے کو ہے۔ آپ کے گھر کے لئے برأت فی الابد ہے۔ ثانیاً حرام نہ کرنے والے کو جو تمام صلحاء و اکابر امت اور خود جملہ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ فاسق جہنمی کہنے والا کافر ہے یا نہیں؟ اگر ہے اور ضرور ہے تو فرمایئے کہ خود آپ اپنے فتوے سے مسلمان ہیں یا کون؟ پس آپ کے لئے یہی تین راستے ہیں یا اپنے آپ کا مسلمان نہ ہونا صاف لکھیے یا اپنے آپ کا حلالی نہ ہونا صاف تحریر فرمایئے یا اپنے والد صاحب اور والدہ صاحبہ دونوں کے فاسق جہنمی ہونے کی اشاعت کیجئے۔ اب فرمایئے آپ کو ان تینوں میں سے کون سا پسند ہے۔ ہاں ایک چوتھا ہم بھی آپ کو بتاتے ہیں۔ مانیے تو دین و دنیا میں آپ کا بھلا ہے وہ یہ کہ جس قدر کثیر تعداد میں آپ کی بہشتی گوہر کی اشاعت ہوئی ہے اسی طرح اتنے ہی تعداد میں اپنا توبہ نامہ شائع کرایئے اور صاف لکھیے کہ بہشتی گوہر کے صفحہ ۲ پر مجھ سے سخت اشد فاحش گمراہی و ضلالت کا کلمہ صادر ہو گیا ہے۔ اب میں اس پر نادم ہو کر توبہ کرتا ہوں۔ حضور تھانوی صاحب حق باتوں میں شرم نہ چاہیے۔ اگرچہ نفس نے برسوں حکیم الامتی کے مزے اٹھائے ہیں۔ وہ طرح طرح سے بہکائے گا اور توبہ نہ کرنے دے گا۔ مگر آپ اسے سمجھایئے کہ اے نفس سرکش دیکھ تکبر نے عزازیل جیسے عابد و زاہد معلم الملکوت کو کافر و ملعون بنا کر چھوڑا۔ تکبر اور گھمنڈ اچھا نہیں۔

آخری التماس:

حضور تھانوی صاحب ہم غریب سنیوں کا یہ سوال آپ کو بُرا نہ لگے۔ آپ کے فتوے سے تو دنیا بھر کے اولین و آخرین تمام ائمہ و علماء و اولیاء و صالحین جو حرام کاموں سے ہمیشہ بچتے رہے۔ معاذ اللہ سب فاسق اور جہنمی ہوتے ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

ہم نے اپنی طرف سے کچھ نہ کیا۔ صرف اتنا ہی کیا ہے کہ آپ کے آئینہ میں آپ کی صورت زیبا آپ کو دکھائی ہے کہ آپ اپنے ہی فتوے سے کون ہوئے اور آپ نے تو ہمارے آقا و مولیٰ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کو بچوں پاگلوں جانوروں کے علم غیب کی طرح بتایا ہے۔ دیکھو (حفظ الایمان صفحہ ۸)

لا الٰہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ اور اللّٰھم صلی علیٰ سیدنا و نبینا و مولانا اشرفعلی پڑھنے کو تسلی بخش فرمایا ہے۔ (رسالہ الامداد تھانہ بھون صفر ۱۳۳۶ھ)

اگر توبہ کی توفیق نہ ہوئی۔ تو ان گستاخیوں گالیوں کی سزا تو خدا نے چاہا کل قیامت میں آپ کو ملے گی۔ مولیٰ عزوجل تمام سنی بھائیوں کو اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں رکھے۔ آمین۔

مورخہ ۱۱ شوال المکرم ۱۳۳۳ھ

خادم اہلسنت حاجی غلام حسن قادری برکاتی غفرلہ از سورت

* * *

وسیع المناقب مولوی اشرف علی تھانوی دامت تھانویہ

السلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

اس سے قبل دو مضمون آپ پر نازل کر چکا ہوں۔ آج یہ تیسرا اور آپ پر اتارتا ہوں۔ غصہ کو دور کیجئے۔ غصہ میں آدمی کو حق نہیں سوجھتا۔ ہوش و حواس سے بیٹھے ہو سکے تو جواب دیجئے۔ توفیق ہو تو توبہ کیجئے آپ نے اپنے بہشتی زیور کے گیارھویں حصہ بہشتی گوہر کے صفحہ ۳ پر لکھا۔ ”حرام وہ ہے جو دلیل قطعی سے ثابت ہو اس کا منکر کافر ہے اور اس کو بے عذر چھوڑنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہے“۔ جس کا صاف و صریح کھلا مطلب یہ ہوا کہ جو شخص بغیر کسی عذر کے حرام نہ کرے وہ گنہگار اور جہنمی ہے۔ اس پر یہ چند سوال وارد ہوتے ہیں۔

سوال اوّل: آپ شراب پینے کو حرام جانتے ہیں یا حلال؟ اگر حلال جانتے ہیں تو شریعت اسلامیہ کے مطابق آپ کافر ہیں یا نہیں؟ اور اگر حرام جانتے ہیں تو آپ شراب پیتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں پیتے تو آپ اپنے فتوے سے گنہگار فاسق اور جہنمی ہیں یا نہیں؟ اور اگر پیتے ہیں تو شریعت اسلامیہ کے حکم سے آپ شرابی فاسق اور مستحق عذاب ہیں یا نہیں؟

سوال دوم: آپ زنا کرنے کو حرام جانتے ہیں یا حلال؟ اگر حلال جانتے ہیں تو اسلامی احکام کی رُو سے آپ کافر ہیں یا نہیں؟ اور اگر حرام جانتے ہیں تو آپ زنا کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں کرتے ہیں تو آپ اپنے فتوے سے گنہگار فاسق جہنمی ہیں یا نہیں؟ اگر آپ زنا کرتے ہیں تو احکام شریعت کے اعتبار سے آپ زانی فاسق مستحق عذاب ہیں یا نہیں؟

سوال سوم۔ آپ جُوا کھیلنے کو حرام جانتے ہیں یا حلال؟ اگر حلال جانتے ہیں تو شریعت مطہرہ کے مطابق آپ کافر ہیں یا نہیں؟ اور اگر حرام جانتے ہیں تو آپ جوا کھیلتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں کھیلتے ہیں تو آپ اپنے فتوے سے گنہگار فاسق جہنمی ہیں یا نہیں؟ اور اگر آپ جُوا کھیلتے ہیں تو شریعت کے حکم سے آپ جواری فاسق مستحق عذاب ہیں یا نہیں؟

سوال چہارم: آپ سود کھانے کو حرام جانتے ہیں یا حلال؟ اگر حلال جانتے ہیں تو شریعت کے حکم سے آپ کافر ہیں یا نہیں؟ اور اگر حرام جانتے ہیں تو آپ سود کھاتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں کھاتے تو آپ اپنے فتوے سے گنہگار فاسق جہنمی ہیں یا نہیں؟ اور اگر آپ سود کھاتے ہیں تو شریعت کے حکم سے آپ سود خوار فاسق مستحق عذاب ہیں یا نہیں؟

سوال پنجم: آپ چوری کرنے کو حرام جانتے ہیں یا حلال؟ اگر حلال جانتے ہیں تو شریعت کے حکم سے آپ کافر ہیں یا نہیں؟ اور اگر حرام جانتے ہیں تو آپ چوری کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں کرتے تو آپ اپنے فتوے سے گنہگار فاسق جہنمی ہیں یا نہیں؟ اور اگر آپ چوری کرتے ہیں تو شریعت کے حکم سے آپ چور فاسق اور مستحق عذاب ہیں یا نہیں؟

سوال ششم آپ لواطت کو یعنی معاذ اللہ ایک مرد جو دوسرے مرد سے خبیث فعل کرتا ہے۔ اسے حرام جانتے ہیں یا حلال؟ اگر حلال جانتے ہیں تو آپ خود اس فعل خبیث کو کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں کرتے ہیں تو آپ اپنے فتوے سے گنہگار فاسق جہنمی ہیں یا نہیں؟ اور اگر کرتے ہیں تو شریعت کے حکم سے آپ لوطی فاسق عذاب کے مستحق ہیں یا نہیں؟

سوال ہفتم: آپ لواطت کرانے کو، خود مفعول بننے کو یعنی معاذ اللہ ایک مرد جو دوسرے مرد سے ناپاک فعل کراتا ہے اسے حرام جانتے ہیں یا حلال؟! اگر حلال جانتے ہیں تو شریعت کے حکم سے آپ کافر ہیں یا نہیں؟ اور اگر حرام جانتے ہیں تو آپ خود اس ناپاک فعل میں مبتلا ہوتے ہیں یا نہیں؟! اگر نہیں تو آپ اپنے فتوے سے گنہگار فاسق جہنمی ہیں یا نہیں؟ اور اگر ہاں تو شریعت کے حکم سے آپ لواطت کرنے والے فاسق عذاب کے مستحق ہیں یا نہیں؟

سوال ہشتم: آپ کے نزدیک معاذ اللہ محرمات یعنی اپنی ماں، بہن، بہو، بیٹی، پھوپھی، بھتیجی، خالہ، بھانجی، دادی، پوتی، نانی، نواسی کے ساتھ منہ کالا کرنا۔ ان کے ساتھ ناپاک فعل کرنا حرام ہے یا حلال؟! اگر حلال ہے تو شریعت مقدسہ کے حکم سے آپ ان حرام کاموں کو حلال جان کر کافر مرتد ہوئے یا نہیں؟! اگر آپ کے نزدیک یہ تمام کام حرام ہیں تو اب بتائیے کہ آپ ان حرام کاموں کو کرتے ہیں یا نہیں؟! اگر کرتے ہیں تو آپ اپنی ماں، بہن، بہو، بیٹی، پھوپھی، بھتیجی، خالہ، بھانجی، دادی، پوتی، نانی، نواسی کے ساتھ زنا کرنے والے اور شریعت کے حکم سے فاسق گنہگار جہنمی ہوئے یا نہیں؟! اور اگر آپ یہ کام نہیں کرتے ہیں تو آپ اپنے ہی فتوے سے فاسق گنہگار دوزخی ہوئے یا نہیں؟

سوال نہم: تمام حرام کاموں میں سب سے بدتر حرام کفر و شرک و ارتداد ہے۔ اب فرمائیے آپ کفر و شرک ارتداد کرتے ہیں یا نہیں؟! اگر نہیں تو آپ اپنے ہی فتوے سے فاسق گنہگار دوزخی ہوئے یا نہیں؟ اور اگر آپ کفر و شرک ارتداد کرتے ہیں تو فرمائیے آپ کافر مشرک مرتد ہوئے یا نہیں؟

یہ تو صرف نو سوال ہیں۔ حقیقت میں تو ہزار سوال آپ پر نازل ہو سکتے ہیں۔ جتنے حرام کام ہیں ایک ایک کو گنا کر آپ سے پوچھا جا سکتا ہے کہ آپ اسے کرتے ہیں یا نہیں؟! اگر نہیں تو اپنے ہی فتوے سے فاسق جہنمی ہیں یا نہیں؟! اگر ہیں تو شریعت کے حکم سے فاسق جہنمی ہیں یا نہیں؟ آپ اگر توبہ نہ کریں تو آپ کے وہی تین راستے ہیں یا تو اپنا کافر مرتد ہونا صاف صاف لکھئے یا اپنے آپ کو شرابی، زانی، جواری، سود خور، چور، لوطی، لواطت کرانے والا، ماں، بہن، بہو، بیٹی، پھوپھی، بھتیجی، خالہ، بھانجی، دادی، پوتی، نانی، نواسی سب کے

سب بدکاری کرنے والا بلکہ کفر و شرک و ارتداد میں مبتلا ہونے والا صاف صاف لکھئے یا اپنا فاسق گنہگار جہنمی ہونا صاف صاف لکھئے۔ بتایئے آپ کو ان تینوں میں سے کون سا پسند ہے؟ تھانوی جی ہمیں معلوم ہے کہ میرا یہ مضمون آپ کو اور آپ کے مریدوں اور آپ کے حواریوں کو سخت بُرا لگے گا۔ نازک صورتیں گھبرائیں گی۔ نازنین صورتیں شرمائیں گی۔ مگر شعلہ خو آتشین مزاج طبیعتیں گرمائیں گی۔ لب نازک پر گالیاں لائیں گی مجھ کو بُرا بھلا فرمائیں گی۔ ہزاروں بے نقط سنائیں گی۔ مگر یاد رکھئے ہم آپ کی یا آپ کے گروہ کی گالیوں سے ڈرنے والے نہیں۔ آپ لوگوں کی گالیاں سنیں گے اور آپ کو حق کی طرف دعوت دیں گے۔ یہاں تک کہ آپ توبہ کریں یا آپ کو موت آئے۔ تھانوی جی ہم نے جو کچھ کہا ہے۔ اس میں ایک لفظ بھی اپنی طرف سے نہیں کہا ہے بلکہ آپ ہی کے بہشتی گوہر کا آئینہ آپ کو دکھایا ہے۔ ہمیں معاف کریں ہم قصوروار نہیں۔ قصور جو کچھ ہے وہ آپ کی بہشتی گوہر کا ہے۔ آپ کو اختیار ہے۔ اسے جس قدر چاہیں سزا دیں۔ تھانوی جی انصاف تو ہم سنیوں کا دیکھئے۔ آپ نے ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کو بچوں، پاگلوں، جانوروں، چوپاؤں کی طرح لکھ دیا۔ الامداد صفر ۱۳۳۵ھ میں ہم تمام مسلمانوں کی پیاری ماں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تعبیر اپنی جورو سے دی۔ الامداد صفر ۱۳۳۶ھ میں اپنا کلمہ اور دن بھر جاگنے میں ہوش کے ساتھ اللّٰھم صل علی سیدنا و نبینا اشرف علی پڑھنے کو تسلی بخش بتایا۔ بہشتی گوہر کی اسی عبارت میں تمام صحابہ و تابعین و اولیاء و صالحین اور دین کے بڑے بڑے اماموں کو بلکہ تمام انبیاء و مرسلین کو اور خود سید الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو ہمیشہ حرام کاموں سے پرہیز کرتے رہے۔ سب کو منہ بھر کر فاسق اور عذاب کا مستحق لکھ دیا۔ خیال فرمایئے کہ ہمارے دل پر ان گالیوں کا کس قدر صدمہ ہوگا کیا ہمارا دل نہیں چاہتا ہوگا کہ آپ کو اچھی طرح گالیاں دے کر اپنا غصہ ٹھنڈا کریں۔ مگر نہیں نہیں۔ دیکھو ہم غصہ کو ضبط کرتے ہیں۔ آپ کو گالیاں نہیں دیتے۔ صرف آپ کو آپ ہی کا آئینہ دکھاتے ہیں۔

والسلام علی من اتبع الہدیٰ

تھانوی جی کو حق کی دعوت کرنے والا

فقیر حاجی غلام حسن قادری برکاتی غفرلہٗ۔ از سورت

آریوں کے نیوگ کا بہشتی گوہر تھانوی سے سنجوگ

جناب تھانویت مآب وسیع الالقاب اشرف علی صاحب تھانوی۔ السلام علی من اتبع الہدیٰ۔

آپ نے اپنی بہشتی گوہر صفحہ ۳ پر لکھا۔ ”حرام وہ ہے جو دلیل قطعی سے ثابت ہو۔ اس کا منکر کافر ہے اور اس کو بے عذر چھوڑنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہے“۔ جس کا کھلا ہوا مطلب یہی ہوا کہ جو شخص بغیر کسی عذر کے حرام نہ کرے۔ وہ فاسق یعنی گنہگار اور عذاب کا مستحق یعنی دوزخی ہے۔ اس سے قبل میرے تین مضمون آپ پر اُتر چکے ہیں۔ آج بعونہ تعالیٰ یہ چوتھا مضمون آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ سنئے اور غصہ سے کام نہ لیجئے۔ بن پڑے تو جواب دیجئے۔ ورنہ توبہ کیجئے' یہ کیا بات ہے کہ حکیم الامت ہونے کا دعویٰ کر لیا۔ اپنے نام کا کلمہ پڑھوا لیا۔ اپنے نام پر اللّٰھم صل علیٰ نبینا اشرفعلی پڑھنے کو تسلی بخش بتا دیا۔ کتابیں لکھ لکھ کر مسلمانوں کو گمراہ بنانے کا ٹھیکہ لے لیا اور جب مسلمان آپ کا پیچھا لیتے ہیں تو آپ دم سادھ لیتے ہیں۔ گپ چپ کے لڈو کھا لیتے ہیں۔ شاید تھانہ بھون میں سونٹھ بہت سستا ملتا ہے کہ آپ کو ناس لینے کے لئے منوں مل جاتا ہے۔ آخر یہ کیا بات ہے کہ آپ جواب نہیں دیتے۔ آپ کو رجسٹری بھیجی جاتی ہے اس پر بھی آپ کی مہر خاموشی نہیں ٹوٹتی۔ آپ کا فرض ہے کہ آپ نے جو عقائد کفریہ اور گمراہ کرنے والے مسائل لکھے ہیں۔ ان کو ثابت کریں اُن پر جس قدر اعتراضات ہوتے ہوں سب کا جواب دیں۔ خیر اگر آپ نہیں سنتے نہ سنیں۔ آپ کو اختیار ہے۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا ہی کروں گا۔ آپ کروٹ نہ لیں نہ سہی۔ اللہ کی قدرت سے امید ہے کہ دوسرے مسلمانوں کو ہدایت ہوگی اور جو ناواقف بھولے مسلمان آپ کے جال میں پھنس گئے ہیں ان کو اس سے نجات مل جائے گی۔ آمین۔

سنئے: آریہ دھرم میں نیوگ کا بھی ایک مسئلہ ہے۔ جس کا بیان یہ ہے کہ اگر کسی عورت کا شوہر اولاد پیدا کرنے کے قابل نہ رہے یا مر جائے۔ یا سفر کو جائے تو عورت دوسرے شخص سے صحبت کرائے جس کو ویرج داتا (منی کی بھیک دینے والا) کہتے ہیں اور اس سے اولاد حاصل کرلے یہ اولاد اس کے پہلے شوہر کی ہوگی یعنی بونے جوتنے سینچنے ہل چلانے والے کا پیداوار میں کچھ حق نہیں۔ بلکہ ساری کھیتی زمین والے کی ہوگی۔

اسی طرح اُسے دس مردوں سے نیوگ کرنے کی آریہ سماج میں دعوت دی گئی ہے۔

اسی طرح اگر عورت حاملہ ہے اور میاں بیوی دونوں سے نہ رہا جائے تو بھی دونوں کو غیر مرد یا غیر عورت سے نیوگ کی اجازت ہے۔ جس کا مفصل بیان پنڈت دیانند کی ستیارتھ پرکاش میں ہے۔

کیوں تھانوی جی آپ کے نزدیک یہ نیوگ حرام ہے یا حلال؟ اگر حلال ہے تو مہربانی فرما کر صاف لکھیے تاکہ مسلمانوں کو آپ کا اصلی عقیدہ معلوم ہو جائے اور اگر آپ کے نزدیک نیوگ حرام ہے تو آپ کے فتوے سے جو مرد یا عورت نیوگ نہ کرے وہ فاسق گنہگار عذاب کے لائق دوزخی ہے یا نہیں؟ آپ کے قول سے تو آپ کے جتنے ماننے والے ہیں۔ ان سب پر لازم ہے کہ اگر ان کی عورتیں بیمار یا حاملہ ہوں تو وہ دوسری وہابی عورتوں سے نیوگ کر لیا کریں اور جس قدر عورتیں آپ کو ماننے والی ہیں۔ خواہ وہ رانڈیر ڈابھیل کی رہنے والی ہوں یا سورت نوساری کی۔ یا بمبئی یا بڑودہ کی یا دیوبند یا تھانہ بھون کی۔ ان سب پر آپ کے فتوے سے لازم ہے جب ان کے شوہر بیمار ہوا کریں یا سفر کو جایا کریں تو یہ یہاں نکمی بیٹھی رہا نہ کریں بلکہ غیر مردوں سے نیوگ کرا کرا اپنے پتی کے لئے اولاد پیدا کیا کریں۔ بولئے بولئے آپ کا اور آپ کے ماننے والوں کا اور آپ کے ماننے والی عورتوں کا نیوگ پر عمل ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو آپ کے فتوے سے فاسق جہنمی ہیں یا نہیں؟ تھانوی جی! سخت افسوس ہے آپ مسلمان بلکہ مولوی بلکہ حکیم الامت کہلوا کر اسلام کو مٹانے کی تدبیریں کر رہے ہیں؟ اپنے ہاتھوں سے ہتھیار بنا بنا کر آریوں کو اس لئے دے رہے ہیں کہ وہ ان سے مقدس اسلام پر حملہ کریں۔ میدان ارتداد میں آریہ پنڈت آپ کی حفظ الایمان بغل میں دبائے پھرتے تھے اور بھولے نادان ملکانوں کو یوں کہہ کر مرتد بناتے تھے کہ تم ایسے ہی کو نبی مانتے ہو جس کا علم بچوں، پگلوں، جانوروں، چار پایوں جیسا تھا اگر کوئی ثبوت مانگتا تو آپ کی حفظ الایمان کھول کر دکھا دیتے کہ دیکھو مسلمانوں کے اتنے بڑے مولوی اور حکیم الامت نے ایسا لکھا ہے۔ اب اگر بہشتی گوہر کی یہ عبارت آریوں کو مل جائے گی۔ تو خوب اچھی طرح اُچھل کود کر نیوگ کو جائز بتائیں گے اور ثبوت میں آپ کی بہشتی گوہر دکھائیں گے۔ خدا بھلا کرے اس سنی بھائی کا جس نے اس آریہ پنڈت کے منہ میں پتھر دیدیا اور اسے یہ کہہ کر لاجواب کر دیا کہ حفظ الایمان کا مصنف مسلمان نہیں بلکہ چھپا ہوا آریہ ہے۔ جس طرح

آریہ پیغمبر علیہ السلام کی گستاخی کرتے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی مسلمان بن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتا ہے۔ اس کا قول ہمارے نزدیک کچھ معتبر نہیں۔ اس کا قول پیش کرنا ایسا ہے جیسے پنڈت دیانند کا قول پیش کرنا۔ جس سے وہ آریہ لاجواب ہو گیا۔ اب بھی بہشتی گوہر کے لئے یہی جواب ہوگا۔

السلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

مسلمانوں کا خادم:

حاجی غلام حسن قادری برکاتی غفرلہٗ از سورت

****

بہشتی گوہر اور تقویۃ الایمان میں مزیدار پُرلطف لتیاڑ

جناب مولوی تھانوی صاحب السلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔ آپ نے اپنی بہشتی گوہر کے صفحہ ۳ پر لکھا ہے کہ "حرام وہ ہے جو دلیل قطعی سے ثابت ہو اور اسکا منکر کافر ہے اور بے عذر اس کا چھوڑنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہے"۔ اس کا صاف مطلب اس کے سوا کچھ ہو ہی نہیں سکتا کہ جو شخص بغیر کسی عذر کے حرام کاموں کو چھوڑ دے۔ وہ فاسق گنہگار اور عذاب کا مستحق دوزخی ہے۔ ہم نے پہلی نظر میں یہ سمجھا کہ ممکن ہے کاتب سے غلطی ہو گئی۔ اس نے کرنے کی جگہ چھوڑنا لکھ دیا ہوگا۔ اس لئے مختلف پریسوں کی بہشتی گوہر منگائی گئی۔ ہر ایک میں یہی مضمون نکلا۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ مضمون اصل کتاب میں ضرور ایسا ہی ہے اور کاتب کی غلطی نہیں ہے کیونکہ کاتب کی غلطی اگر ہوتی۔ تو ایک پریس میں ہوتی دو میں ہوتی۔ یہ کیا بات ہے کہ ہر پریس کے کاتب نے یہی غلطی کی۔ کیا کاتبوں کا باہم مشورہ ہو گیا تھا کہ سب یہی غلطی کریں گے۔ دوسرے یہ کہ ہمیں ہر ایک پریس کی چھپی ہوئی بہشتی گوہر میں مکروہ تحریمی کی تعریف بھی نظر آئی۔

"مکروہ تحریمی وہ ہے جو دلیل ظنی سے ثابت ہو۔ اس کا انکار کرنے والا فاسق ہے جیسا کہ واجب کا منکر فاسق ہے اور بغیر عذر اس کا ترک کرنے والا گنہگار اور عذاب کا مستحق ہے"۔ یعنی جو شخص بغیر عذر کے مکروہ تحریمی سے پرہیز کرے وہ بھی گنہگار اور عذاب کے لائق ہے۔ اس سے بھی اس کی تائید ہوتی

ہے کہ یہ مضمون اصل کتاب میں ہی اسی طرح ہے۔ ورنہ کاتب کی غلطی ہوتی تو ایک جگہ ہوتی دونوں جگہ نہ ہوتی یا ہوتی بھی تو کسی پریس میں ہوتی کسی میں نہ ہوتی۔ آخر اس کے کیا معنی کہ ہر پریس کی چھپی ہوئی کتاب میں حرام کی تعریف بھی یہی چھپتی ہے اور مکروہ تحریمی کی تعریف بھی یہی چھپتی رہتی ہے۔ تیسرے یہ کہ راندیر میں آپ کے قائم مقام و جانشین اور گجرات میں وہابیت پھیلانے والے دیوبندی دھرم کے پرچارک میاں غلام محمد راندیری نے جو ترجمہ بہشتی گوہر کا گجراتی زبان میں خود لکھا اور خود اپنے ہی اہتمام سے راندیر میں چھپوایا اس میں یہی عبارت ہے۔ (حرام تے چھے کے جے مجبوب دلیل (قرآن فی آیت اتھوا متواتر حدیث) تھی ثابت ہوئے تے نو نکار کرنا کافر چھے۔ انے وگر اجرے تینے چھوڑنار گنے گار آنے اجاب نے پاتر چھے) اس کا بھی وہی مطلب ہوا جو بغیر عذر حرام نہ کرے وہ فاسق اور عذاب کا مستحق ہے۔ تھانوی جی بھلا فرض کیا جائے اردو پریسوں میں ہر یک کاتب نے غلطی کر دی مگر یہ آپ کے ماننے چاہنے والے آپ کی ہر بات پر آنکھ بند کر کے ایمان لانے والے میاں راندیری جی کو کیا ہو گیا۔ یہ بھی وہی بول بول رہے ہیں انہیں ترجمہ کرتے وقت بھی نہ سوچا کہ ہم کیا لکھ رہے ہیں۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ضرور اصل کتاب میں یہی مضمون ہے۔ کاتب کی غلطی نہیں۔ یہی آپ تھانوی جی نے لکھا۔ یہی تمام پریسوں میں چھپا اسی کا گجراتی ترجمہ میاں راندیری جی نے کیا۔ یہی آپ لوگوں کا مذہب ہے۔ ان ہی باتوں کی بناء پر میں اعتراضات آپ کے اوپر کرتا رہا اور آپ کو اسی ناپاک غلطی سے توبہ کرنے کی ہدایت کرتا رہا۔ میرے چار مضمون اسی موضوع پر شائع ہوئے۔ آج ایک دیوبندی مولوی زکریا کاندھلوی کی فرمائش سے محبوب المطابع برقی پریس دہلی کی ابھی تازہ چھپی ہوئی بہشتی گوہر میرے پیش نظر ہے۔ اس کے صفحہ ۳ پر فرض واجب سنت حرام وغیرہ کی تعریفوں پر ایک حاشیہ دیا ہے کہ یہ مضمون اہل مطابع میں سے کسی نے بڑھایا ہے یعنی تھانوی کا یہ مضمون ہی نہیں کسی پریس والے نے بڑھا دیا ہے۔

اوّل۔ تو یہ کہ اگر یہ مضمون آپ تھانوی کا نہ مانا جائے تو آپ کی سخت غلطی بلکہ حماقت اور بیوقوفی ثابت ہوتی ہے۔ لڑکیوں کی تعلیم کیلئے آپ بہشتی زیور کے دس حصے لکھتے ہیں۔ لڑکوں کے لئے گیارھواں حصہ بہشتی گوہر اور زائد لکھتے ہیں۔ بہت سے مسائل بیان کر جاتے ہیں۔ کسی بات کو فرض کسی کو واجب کسی کو حرام کسی کو

مکروہ تحریمی بتاتے ہیں۔ مگر بچوں کو یہ آپ نے بتایا ہی نہیں کہ فرض کسے کہتے ہیں۔ واجب کیا ہوتا ہے؟ حرام کیا چیز ہے۔ مکروہ تحریمی کس چڑیا کا نام ہے۔ ساری کتاب میں کہیں اس کا بیان ہی نہیں اور جہاں ہے اُسے آپ پریس والے کے سر تھوپتے ہیں مگر نہیں تھانوی جی ہم آپ کو احمق اور بے وقوف یا گجراتی زبان میں گانڈو نہیں کہتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ مضمون آپ ہی کا ہے۔ مسلمانوں نے جب اس پر آپ کا پیچھا لیا تو آپ کو توبہ کی توفیق نہیں ہوئی۔ نہ اپنے سر سے اعتراض اٹھا سکے تو جھٹ طویلے کی بلا بندر کے سر چپٹ دی۔

دوم: یہ کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ مضمون کسی پریس والے کا ہے تو بھی یہ الزام آپ کے اوپر نہیں اُٹھ سکتا۔ کیونکہ آپ کے دستخط سے برسوں آپ کی بہشتی گوہر اسی مضمون کے ساتھ چھپتی رہی۔ آپ اس پر راضی رہے تو جیسا الزام پریس والے پر ہوگا ویسا ہی آپ کے اوپر ہوگا۔

سوم اس ہی بہشتی گوہر کے صفحہ ۳ پر آپ نے حرام کی تعریف اس طرح بدل کر لکھی ہے۔ ”حرام وہ ہے جو دلیل قطعی سے ثابت ہو۔ اسکا منکر کافر ہے اور اس کا بے عذر کرنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہے“۔ تھانوی جی اس طرح بدل کر عبارت لکھ دیئے اور خود اپنی کتاب میں اُلٹ پھیر کر دینے سے آپ بری الذمہ نہیں ہو سکتے۔ آپ نے کھلم کھلا حرام نہ کرنے والوں کو فاسق جہنمی لکھا ہے اور اس طرح تمام لوگوں کو حرام کرنے کا حکم دیا اور اسے چھپوا کر شائع کیا۔ ایسا سخت ناپاک کفر کس قدر اعلان کے ساتھ شائع ہوا۔ اب اس کی توبہ بھی اسی طرح ہو سکتی ہے۔ جس قدر کثیر تعداد میں آپ کے بہشتی گوہر میں یہ ناپاک کفر شائع ہوا ہے۔ اسی قدر اتنی ہی تعداد میں اپنا توبہ نامہ شائع کرایئے۔ صاف صاف لکھیے کہ بہشتی گوہر میں یہ ناپاک مضمون چھپ گیا ہے۔ میں اس پر نادم ہو کر توبہ کرتا ہوں اور نئے سرے سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتا ہوں۔ جب آپ اس طرح لکھ دیں گے اس وقت آپ بری الذمہ ہوں گے ورنہ وہ الزام آپ پر قائم رہے گا۔ توبہ کے سوا آپ کے لئے نجات کا کوئی راستہ نہیں۔ مسلمانوں کے ڈر سے صرف عبارت بدل کر لکھ دینا شریعت میں کوئی چیز نہیں۔ یہ ہرگز توبہ نہیں ہو سکتی۔

چہارم: تھانوی جی آپ تو عبارت بدل کر اگر بالفرض الگ بھی ہو سکیں مگر بیچارے راندیریوں کو بڑی

مشکل ہو گی۔ میاں راندیری جی آپ کی تقلید میں حرام نہ کرنے والوں کو فاسق جہنمی لکھ گئے۔ انہیں کیا خبر تھی کہ ہم جس کی پیروی میں ایسا ناپاک کفر لکھ رہے ہیں وہی ہمارے مرنے کے بعد سنیوں کے ڈر سے عبارت بدل ڈالیں گے اور ہمارا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ میاں راندیری جی کے ترجمہ کے مطابق جس قدر دیوبندی وہابی راندیری جی کے ماننے والے اور جس قدر عورتیں راندیری جی کو ماننے والی ہیں ان سب پر لازم ہے کہ وہ خوب حرام کریں' حرام کرائیں' کوئی حرام کام نہ چھوڑیں۔ کیونکہ جس حرام کام کو چھوڑیں گے۔ راندیری جی کے فتوے سے فاسق جہنمی ہوں گے۔ اب اس میں راندیر خواہ سورت کے رہنے والے ہوں یا ڈابھیل نوساری کے۔ یا بمبئی بڑودہ کے جس قدر راندیری جی کے ماننے والے ہیں۔ ان کے لئے بھی صرف تین راستے ہیں۔ یا تو حرام کریں یا اپنے فاسق جہنمی ہونے کا اقرار کریں یا اگر خدا توفیق دے تو راندیری کا پیچھا چھوڑ کر دیوبندی دھرم سے توبہ کر کے سچے پکے سنی مسلمان بن جائیں اور ہدایت اللہ عزوجل کے ہاتھ ہے۔

پنجم: تھانوی جی آپ نے سنیوں کے خوف سے عبارت تو بدل ڈالی مگر کچھ خبر بھی ہے کہ اس بیچاری تقویۃ الایمان کا ستیاناس لگ گیا۔ آپ تو اب یوں لکھتے ہیں کہ "جو شخص بغیر عذر حرام کرے وہ فاسق اور عذاب کا مستحق ہے"۔ مگر سنیئے وہ آپ کے اور تمام وہابیہ' دیوبندیا و غیر مقلدین کے امام جی میاں اسماعیل دہلوی اپنی تقویۃ الایمان مطبوعہ رحمانی پریس کے صفحہ ۲۲ پر فرماتے ہیں۔ "اس دنیا میں سب گنہگاروں نے گناہ کئے ہیں کہ فرعون بھی اس دنیا میں تھا اور ہامان بھی اس میں بلکہ شیطان بھی اس میں ہے۔ پھر یوں سمجھئے کہ جتنے گناہ ان سب گنہگاروں سے ہوتے ہیں۔ سو ایک آدمی وہ سب کچھ کرے لیکن شرک سے پاک ہو تو جتنے اس کے گناہ ہیں۔ اللہ صاحب اتنی ہی اس پر بخشش کرے گا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ توحید کی برکت سے سب گناہ بخشے جاتے ہیں۔ جیسے کہ شرک کی شامت سے سب اچھے کام ناکارہ ہو جاتے ہیں اور یہی حق ہے۔ اس لئے کہ جب شرک سے آدمی پورا پاک ہو گا کہ کسی کو اللہ کے سوا مالک نہ سمجھے اور اس کے سوا کہیں بھاگنے کی جگہ نہ جانے اور یہ اس کے دل میں خوب ثابت ہو جائے کہ اس کے تقصیروار کو اس سے بھاگ کر کہیں پناہ نہیں اور اس کے مقابل کسی کا زور نہیں چلتا اور اس کے روبرو کسی کی حمایت نہیں چلتی اور کسی

کی سفارش اپنے اختیار سے نہیں کر سکتا"۔ دیکھئے امام الوہابیہ کا کیسا کھلا اقرار ہے کہ آدمی شرک سے پورا پاک ہو کر جس قدر گناہ کرے گا اسی قدر اس پر اللہ کی بخشش بھی زائد ہو گی اور جس قدر کم گناہ ہوں گے اسی قدر بخشش بھی کم ہو گی اور اگر گناہ بالکل نہ ہوئے تو اس کی بخشش بھی نہ ہو گی کیونکہ خود امام الوہابیہ کا قول ہے کہ جتنے اس کے گناہ ہیں۔ اللہ صاحب اتنی ہی اس پر بخشش کرے گا۔ آپ تو سنیوں کے ڈر سے یوں کہتے ہیں کہ جو حرام کرے وہ فاسق گنہگار دوزخی ہے اور امام الوہابیہ کا مذہب یہ ہے کہ جتنے حرام کار کرے گا اتنی ہی اس پر بخشش ہو گی۔ فرمایئے تھانوی جی آپ سچے ہیں یا آپ کے امام میاں اسمٰعیل دہلوی جی۔ آپ کی نئی بہشتی گوہر سچی ہے یا تقویۃ الایمان۔

ششم ہر شخص جانتا ہے کہ بخشش طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور امام الوہابیہ کے دھرم میں بخشش کا حاصل ہونا گناہ پر موقوف ہے تو امام الوہابیہ کے دھرم میں گناہ کرنا بھی فرض ہو گیا۔ کیونکہ بغیر گناہ کے بخشش نہیں ہو سکتی۔ اب بولئے خدا کی بخشش چاہتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں چاہتے ہیں تو مہربانی فرما کر اس کا صاف اقرار فرمایئے اور اگر آپ خدا کی بخشش چاہتے ہیں تو آپ کے امام جی کے قول سے لازم کہ آپ خوب حرام کیا کریں۔ کیونکہ جس قدر زائد آپ حرام کریں گے اسی قدر زائد بخشش ہو گی۔ آپ بتایئے آپ حرام کاری کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو امام الوہابیہ کے قول سے آپ کی بخشش نہیں اور اگر آپ حرام کاری کرتے ہیں تو آپ اپنی نئی بہشتی گوہر کے قول سے فاسق جہنمی ہیں یا نہیں؟

ہفتم: ہاں ہاں رانڈیریو، ڈابھیلیو، تاراپوریو، ٹرمادیو، بریادیو، سامرودیو، دربھنگیو، کاکوردیو، امروہیو، انبہٹھویو، امرتسریو، دہلویو سارے کے سارے وہابیو، نجدیو، دیوبندیو، غیر مقلدو سب کے سب ایک سرے سے بول چلو تم لوگ حرام کاری اور گناہ کرتے ہو یا نہیں؟ اگر نہیں کرتے تو امام الوہابیہ کے فتوے سے تمہاری بخشش نہیں اور اگر کرتے ہو تو حرام کار ہو یا نہیں؟ اور شریعت کے حکم کے مطابق تم لوگ فاسق جہنمی ہو یا نہیں؟

ہشتم: تم سب کے سب یہ بھی بولو کہ تم لوگوں کی عورتیں بھی حرام کاری کرتی ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں کرتی ہیں تو تقویۃ الایمانی دھرم کے مطابق ان کی بخشش نہیں ہو گی اور اگر کرتی ہیں تو اقرار کرو کہ تمہاری عورتیں حرام کار اور شریعت کے مطابق فاسق گنہگار مستحق عذاب نار لائق دوزخ اور جہنم کی سزاوار ہیں یا نہیں؟

نہم: اتنا ہی نہیں بلکہ وہابی دھرم میں انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ماننا ہر حرام سے بدتر حرام اور ہر گناہ سے بدتر گناہ ہے۔ امام الوہابیہ اپنی تقویۃ الایمان مطبع مجیدی کان پور صفحہ ۱۴ پر لکھتا ہے۔ ''آدمی کتنا ہی گناہوں میں ڈوب جائے اور محض بے حیا ہی بن جائے اور پرایا مال کھا جانے میں کچھ قصور نہ کرے اور کچھ بھلائی برائی کا امتیاز نہ کرے مگر تو بھی شرک کرنے سے اور اللہ کے سوائے اور کسی کے ماننے سے بہتر ہے''۔ دیکھو تھانوی جی کیسی کھلی تصریح ہے کہ گناہوں میں بالکل ڈوب جانا محض بے حیا بن جانا۔ چوری یا ظلم سے پرایا مال کھا جانے میں کچھ قصور نہ کرنا۔ بھلے بُرے میں امتیاز نہ کرنا یعنی خدا کے حرام کو حرام نہ جاننا اور اس کے حلال کو حلال نہ سمجھنا۔ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ماننے سے بہتر ہے۔ بس معلوم ہوا کہ وہابی دھرم کا اصل الاصول یہی ہے کہ جو آدمی صرف اللہ ہی کو مانے اور اس کے سوا نہ کسی نبی کو مانے نہ کسی رسول کو، نہ جنت کو نہ دوزخ کو، نہ کسی فرشتہ کو اور خوب گناہ پر گناہ کرے اور حرام کرے حرام کرائے۔ وہابی دھرم میں وہی خدا کا پیارا ہے وہی موحد اور مسلمان ہے۔ جس قدر زائد اس کے گناہ ہیں۔ اُسی قدر اس پر خدا کی رحمت و بخشش ہوگی۔ لعنت ہے ایسے دھرم پر اور تف ہے ایسے دھرم کے ماننے والوں پر۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

دہم تھانوی جی ہم سنا کرتے تھے کہ جس طرح آریہ لوگ اپنی لڑکیاں دے کر آریہ بناتے ہیں۔ اسی طرح دیوبندیوں اور غیر مقلدین کا طریقہ ہے۔ جس طرح آریوں کے یہاں نیوگ ہے اسی طرح وہابی دھرم میں بھی ہے مگر ہمیں آپ جیسے نمبری وہابیوں کی لمبی لمبی داڑھیاں، بڑے بڑے عمامے، نیچے نیچے جُبّے، لمبی چوڑی نمازیں، پیشانی کے کالے کالے داغ دیکھ کر اس بات کا یقین نہیں آتا تھا مگر اب جو آپ کی بہشتی گوہر کے رد کے سلسلہ میں تقویۃ الایمان دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ تب جا کر اصلی راز معلوم ہوا اور یہ بھی سمجھے کہ ان لمبی لمبی داڑھیوں ہی کی آڑ میں شکار کھیلے جاتے ہوں گے اور وہابیہ، دیوبندیہ وغیر مقلدین ضرور نیوگ کرتے اور اپنی بیوی، بیٹی، ماں، بہن، بہو سے کرواتے ہونگے کیونکہ نیوگ زیادہ سے زیادہ ایک حرام و گناہ ہے اور امام الوہابیہ کہہ چکا کہ جس قدر گناہ ہونگے اسی قدر بخشش ہوگی۔ آج معلوم ہوا کہ ہندوؤں میں آریہ دیا نندی ہیں اور مسلمانوں میں آریہ دیوبندی ہیں۔ آج ہمارا وہ تعجب بھی جاتا رہا جو وہابی دھرم کی

تیزی رفتار پر ہوتا تھا کہ آخر یہ دھرم اس قدر جلد کیوں پھیلتا جاتا ہے۔ آج معلوم ہوا کہ بیچارے نادان مذہب سے ناواقف مسلمانوں کی مسلمانی اور بے پڑھے نوجوان سنیوں کی سنت پھانسنے کے لئے وہابی دھرم بہت سی مقناطیسی کشش والے حلقے رکھتا ہے اور ایک وہابی دھرم پر کیا موقوف ہے۔ تمام باطل اور جھوٹے مذہبوں کو اپنے نئے مہمانوں کی اسی طرح دعوت کرنی پڑتی ہے۔ آریوں کے یہاں نیوگ ہے کہ ایک ایک عورت کے لئے گیارہ گیارہ شوہروں کی وسعت دیتا ہے۔ عیسائیوں کے یہاں کفارہ ہے یعنی معاذ اللہ تمام عیسائیوں کے گناہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اوپر لاد کر پھانسی پا کر لعنت کی موت مر گئے اور تین روز تک تمام عیسائیوں کے بدلے خود جہنم کا عذاب بھگتتے رہے لہذا اب کوئی عیسائی کسی قدر بھی گناہ کر لے اس پر کچھ الزام نہیں۔ رافضیوں نے اپنے یہاں متعہ رکھا ہے کہ ایک رقم پر کچھ مدت کے لئے جماع کی ایک تعداد اور بوسوں کی ایک مقدار پر متعہ کر لے تو اس کے لئے بہت بڑے بڑے ثواب ہیں۔ وہابیوں نے اپنے دھرم میں چھانٹ کر چتر توحید کا مسئلہ رکھا ہے کہ آدمی بس صرف ایک خدا کو مانے اور اس کے سوا کسی نبی رسول فرشتہ کو نہ مانے پھر جس قدر زائد گناہ کرے گا' حرام کرائے گا اسی قدر زائد اس پر بخشش و رحمت ہو گی۔ مگر یاد رکھو تھانوی جی آریوں کا نیوگ' عیسائیوں کا کفارہ' رافضیوں کا متعہ' تم وہابیوں' دیوبندیوں' غیر مقلدوں کا مسئلہ چتر توحید چاروں جھوٹے ہیں۔ حق کے سامنے چاروں اوندھے اور اندھے پڑے رہیں گے۔ جو مسلمان حق پسند ہیں وہ کبھی بدبودار چمڑے کے پیچھے اپنی مسلمانی اور سنت کو برباد کرنا گوارا نہ کریں گے۔ تم چاروں فرقوں کے چاروں ناپاک مسئلوں پر تھوک کر الگ ہو جائیں گے اور وہ اپنے ایمان و اسلام کو سلامت رکھیں گے۔ قال تعالیٰ لابلیس:

ان عبادی لیس لک علیهم سلطن الامن اتبعک من الغوین۔

(پ ۱۴ سورۃ الحجر آیت نمبر ۴۲)

لاملئن جهنم منک و ممن تبعک منهم اجمعین۔ (پ ۲۳ سورۃ ص آیت نمبر ۸۵)

والسلام علیٰ من اتبع الهدیٰ۔ (پ ۱۶ سورۃ طٰہٰ آیت نمبر ۴۷)

****

بہشتی گوہر کے فتوے پر تمام دیوبندیوں وہابیوں کا عمل

دیوبندی دھرم کے ایک گرو انبیٹھی ایک رسالہ جعلی المہند میں لکھتے ہیں کہ علماء حرمین شریفین کے حضور میں یہ رسالہ پیش کیا۔ تو انہوں نے کفر سے ہماری بریت کردی۔ میں نے دیکھا کہ راندیر کے مناظرہ میں راندیری جی نے المہند پیش کی اور کہا کہ اس میں علماء حرمین شریفین کی پچاس مہریں ہیں اور علماء مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ نے دیوبندیوں کو بالخصوص تھانوی صاحب کو مسلمان لکھا ہے۔ حضرت شیر بیشہ سنت حافظ قاری ابوالفتح عبیدالرضا مولانا مولوی محمد حشمت علی خاں صاحب رضوی لکھنوی دامت برکاتہم مفتی و مناظر جامع رضویہ بریلی شریف نے فرمایا کہ المہند میں صرف پانچ مہریں حرمین شریفین کی ہیں۔ باقی ساری مہریں علامہ برزنجی کے رسالہ پر تھیں سانپ پر سے انبیٹھی صاحب نے المہند پر اتار لیں۔ ان کے سوا سب مصر و دیوبند وغیرہ کے وہابیوں کی مہریں ہیں۔ پھر ان پانچ میں حضرت مفتی مالکیہ اور ان کے بھائی صاحب کی نسبت المہند میں خود اقرار ہے کہ ان حضرات نے اپنی تقریظیں واپس لے لیں اور نقل دونوں کی المہند میں موجود ہے۔ اوّل تو یہ کہ جب ان دونوں حضرات پر انبیٹھی صاحب کی فریب کاری کھل گئی تو انہوں نے اپنی تصدیق واپس لے لی اور المہند کو قابل تصدیق نہ جانا پھر ان کی مہر نقل کرانا اور واپسی کا اقرار چھاپ دینا وہی مضمون کہ ؏

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔

دوسرے یہ کہ یوں تو ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ تھانوی نے گنگوہی انبیٹھی و نانوتوی پر کفر کا فتویٰ دے دیا ہے اور گنگوہی نے تھانوی انبیٹھی و نانوتوی و دربھنگی پر کفر کا فتویٰ دیا ہے اور نانوتوی نے تھانوی گنگوہی انبیٹھی وایڈیٹر النجم کاکوروی پر کفر کا فتویٰ دے دیا ہے اور انبیٹھی نے گنگوہی و تھانوی و نانوتوی و راندیری و تاراپوری پر کفر کا فتویٰ دے دیا ہے اور ثبوت مانگنے پر انبیٹھی جی کی طرح کہہ دے کہ ان لوگوں کے ایسے فتوے میرے پاس موجود تھے تو ضرور مگر پھر ان لوگوں نے واپس لے لئے۔ لعنۃ اللہ علی الکذبین اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ المہند ایک جعلی جھوٹی بناوٹی فرضی مصنوعی کتاب ہے۔ اس میں اصل عبارتیں دیوبندیوں کی نہیں ہیں۔ تحذیر الناس۔ تقویۃ الایمان۔ براہین قاطعہ۔ حفظ الایمان کو میں نے بغور دیکھا مگر ان کتابوں کی عبارتیں المہند میں نہیں تو معلوم ہوا کہ دیوبندی وہابی بھی سمجھتے ہیں کہ

ان کتابوں کی عبارتوں میں ضرور بالضرور توہین وکفر ہے۔ اگر ان کتابوں کی پوری عبارتیں لکھتے تو پھر مکہ معظمہ ومدینہ طیبہ سے قسمت کا لکھا کفر کا تمغہ مل جاتا اور جن وہابیوں نے المہند پر دستخط کئے ہیں۔ وہ سب کے سب ہمارے دجالین کذابین ہیں تو ثابت ہوا کہ یہ کتاب جعلی اور دجالوں کی بنائی ہوئی ہے کیونکہ حفظ الایمان میں حضور کے علم کو بچوں، جانوروں، پاگلوں سے مثال دی ہے۔ براہین قاطعہ میں شیطان کے علم کو نص سے ثابت کیا ہے اور حضور کے علم کے لئے نص نہ سوجھی حضور کے لئے علم غیب ماننے کو کفر وشرک لکھ دیا اور تحذیرالناس میں ہے کہ "اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا" اور المہند میں ان عبارتوں میں سے ایک بھی نہیں۔ میں نے وہابیہ کی کتابیں کبھی دیکھی نہ تھیں مگر منشی عمر خاں علی گڑھی کا ایک رسالہ فضل رب خبیر دیکھنے میں آیا اس میں علماء اہلسنت پر اس نے حملہ کیا تھا اور حسام الحرمین کی عبارت کا حوالہ دیا تھا تو میں نے کتاب حسام الحرمین شریف میں وہ عبارتیں دیکھیں۔ حسام الحرمین میں جن کتابوں کی عبارتوں پر فتویٰ کفر تھا اس میں سے ایک کتاب حفظ الایمان اشرف علی تھانوی کی ایک شخص کے ذریعہ سے مجھے ملی۔ میں نے اس کی عبارت کو حسام الحرمین کی عبارت سے ملایا تو اُسی کے مطابق پایا۔ پھر میں نے سمجھ لیا کہ عمر خاں کی بالکل غلطی ہے ایک اشتہار مسمی باظہار حق چھپ کر اعلان کر دیا کہ منشی عمر خاں کی کتاب فضل رب خبیر جھوٹی اور جعلی ہے اور جسکے جواب میں ایک اشتہار بنام تحقیق حق مصنفہ سید علی اکبر قادری کا مجھے ملا۔ جس میں لکھا تھا کہ آپ اگر علماء دیوبند کے رسائل دیکھتے تو آپ مغالطہ نہ کھاتے۔ لہٰذا دیوبندیوں کے بہت سے رسالے خرید کر مطالعہ کئے اور حسام الحرمین شریف کو بھی دیکھا۔ تو جن جن کتابوں کی عبارتوں پر کفر کا فتویٰ ہے مثلاً براہین قاطعہ وحفظ الایمان وتحذیرالناس ان کتابوں کی عبارتوں سے حسام الحرمین شریف میں ان کی منقولہ عبارتوں کو ملایا تو برابر پایا اور المہند میں براہین قاطعہ وحفظ الایمان وتحذیرالناس کی عبارتیں پوری نہیں۔ لہٰذا المہند خود گواہی دیتی ہے کہ میں جعلی کتاب ہوں کیونکہ مجھ میں تحذیرالناس، براہین قاطعہ وحفظ الایمان کی عبارتیں نہیں ہیں اور کیونکر ہو۔ حسام الحرمین میں جو پوری عبارتیں حفظ الایمان وبراہین قاطعہ وتحذیرالناس کی ہیں۔ اگر مجھ میں وہ اصلی عبارتیں ہوتیں تو ضرور کفر کا فتویٰ ملتا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ المہند بالکل جعلی بناوٹی جھوٹی کتاب ہے اور المہند خود کہتی

ہے کہ اگر تمہیں یقین نہ ہو تو براہین قاطعہ حفظ الایمان، تحذیر الناس تینوں کو مجھ سے ملا لو اور مقابلہ کر کے دیکھو۔ مجھ میں ان کی کفریات کی عبارتیں پوری ہرگز نہ پاؤ گے اور المہند پر جن علماء دیوبند وہابیہ نے مہریں کی ہیں وہ تمام دجالی فریبی گروہ کے ہیں۔ لعنۃ اللّٰہ علی الکذبین ۔

پیارے سنی مسلمان بھائیو آپ سمجھے بھی یہ کیا بات ہے۔ تھانوی نے بہشتی گوہر میں فتوے دیا کہ جو شخص حرام نہ کرے وہ فاسق جہنمی ہے۔ امام الوہابیہ نے تقویۃ الایمان میں لکھا ہے کہ جس قدر گناہ ہونگے اسی قدر خدا کی بخشش ہوگی اور حرام کاموں میں جھوٹ بولنا۔ افترا کرنا۔ بہتان باندھنا۔ تہمت اُٹھانا دھوکے فریب دینا بھی ہے۔ تو میاں خلیل احمد انبیٹھی اور تھانوی اور جتنے وہابیوں، دیوبندیوں نے المہند پر دستخط کئے ہیں سب نے بہشتی گوہر اور تقویۃ الایمان کے فتووں پر عمل کر کے حرام کرنے کا نمونہ دکھایا ہے۔ المہند میں کسی مقام پر تقویۃ الایمان و براہین قاطعہ و حفظ الایمان و تحذیر الناس کی کوئی اصلی عبارت نہیں لکھی اپنا عقیدہ ان کتابوں کے خلاف لکھا صاف انکار کیا کہ ہم میں اور ہمارے دیوبندی مولویوں میں کسی نے ایسا نہیں لکھا۔ نئی عبارتیں گڑھیں اور پوری بے حیائی سے کہہ دیا کہ یہ تحذیر الناس، براہین قاطعہ کی عبارت کا خلاصہ ہے بلکہ بالکل ایک نئی عبارت جو دنیا بھر کی نئی پرانی کسی حفظ الایمان میں نہیں لکھ کر اسے المہند میں تھانوی کا کلام بتایا بلکہ جو مضمون تقویۃ الایمان و براہین قاطعہ و تحذیر الناس و حفظ الایمان میں ہے۔ صاف صاف ان کے ماننے والوں پر کفر کا فتویٰ دے دیا۔

ان دجالیوں، مکاریوں، عیاریوں کا اس کے سوا کیا مطلب ہو سکتا ہے کہ انبیٹھی و تھانوی اور سارے کے سارے وہابیہ دیوبندیہ نے عمل کر کے دکھایا ہے کہ دیکھو جس طرح ہم نے یہ حرام کاریاں کی ہیں۔ اسی طرح وہابی، دیوبندی مردوں، عورتوں کو چاہیئے کہ بہشتی گوہر و تقویۃ الایمان کے مطابق عمل کریں۔ خوب حرام کرا کر جہنم سے بچیں اور خدا کی بخشش حاصل کریں اور جس طرح ہم جیسے دیوبندی مولویوں کو ایسی حرام کاریاں کرتے ہوئے کچھ شرم نہ آئی بلکہ کھلم کھلا ایسی ناپاک ملعون حرکتوں کو علی الاعلان چھاپ کر شائع کر دیا۔ اسی طرح تمام وہابی، دیوبندی مرد اور عورتیں سب کی سب علی الاعلان حرام کرانے اور حرام کروانے میں کچھ شرم نہ کریں۔ لعنۃ اللّٰہ علی الظالمین ۔ ان ظالموں پر خدا کی پھٹکار۔

ارے وہابیو! دیوبندیو! غیر مقلدو خدا کے لیے ذرا آنکھیں کھولو۔ حق و باطل کو انصاف کی ترازو میں تولو۔ اللہ عزوجل اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ میں حق سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ
فقیر حاجی غلام حسن قادری برکاتی نوری عفی عنہ ذنبہ المعنوی والصوری
از سورت محلہ گوپی پورہ موٹا واڑ۔ ۲۹ ذی الحجہ الحرام ۱۳۳۵ھ

امکانِ کذب کا فتنہ[1]

ازافادات حضرت علامہ مولانا مفتی بدرالدین احمد صاحب علیہ الرحمہ المتوفی ۱۳۱۲ام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جھوٹ ایک ایسا عیب ہے جس سے سبھی لوگ نفرت کرتے ہیں یہاں تک کہ خود جھوٹا آدمی بھی جھوٹ کو برا جانتا ہے چنانچہ اگر بھری محفل میں اس کا جھوٹا ہونا ظاہر کر دیا جائے تو وہ چڑھے گا جھنجھلائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جھوٹ بولنا بڑا چھچھورا کام ہے، لیکن محترم قارئین کو یہ جان کر سخت حیرت ہوگی کہ وہابی مذہب نے سُبُّوح قُدُّوس ربُّ العِزّۃ جَلَّ شَانُہٗ کے حق میں جھوٹ بولنا جائز قرار دیا ہے۔

امکان کذب الٰہی کا فتنہ سب سے پہلے مُلّائے دہلوی مولوی اسمٰعیل نے ایک اعتراض کے جواب میں کھڑا کیا۔ واقعہ یوں ہے کہ قدیم زمانے سے مسلمانوں کا یہ اعتقاد چلا آرہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سرکار مصطفےٰ خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بے مثل پیدا فرمایا ہے۔ حضور کا مثل ہونا محال ہے۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے اس اعتقاد کی مخالفت کرتے ہوئے یہ نیا عقیدہ پیدا کیا کہ سرکار مصطفےٰ خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے مثل نہیں بلکہ سرکار جیسے سینکڑوں محمد پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس پر اس زمانے کے علمائے اسلام نے اعتراض کیا کہ حضور کا مثل کیونکر ممکن ہے

---

[1] بحوالہ "مضامین بدرملت" مرتب مولانا عبدالصمد قادری مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی ۱۹۹۹ء۔

جب کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کے حق میں فرمایا وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ یعنی پیارے مصطفیٰ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں تو اب حضور کا مثل ہرگز ممکن نہیں۔

توضیح اس مقام کی یہ ہے کہ ختمِ نبوّت کا وصف شرکت قبول کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا جس کا معنیٰ یہ ہے کہ آخری نبی صرف ایک ہی شخص ہو سکتا ہے کسی دوسرے کا آخری نبی ہونا عقلاً محال بالذّات ہے اب رہی یہ بات کہ وہ ایک شخص کون ہے جس کو ختمِ نبوّت کا تاج پہنایا گیا تو اللہ تعالیٰ جَلَّ مَجْدُہٗ نے خبر دی کہ وہ ایک شخص پیارے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں جنہیں آخری نبی بنایا گیا تو خود ربّ العزّۃ جَلَّ جَلَالُہٗ نے حضور کو خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ کہہ کر خبر دے دی کہ میرے مصطفیٰ کا مثل ممکن نہیں بلکہ محال بالذّات ہے۔ سابق علمائے اسلام نے یہی اعتراض مولوی اسمٰعیل دہلوی پر کیا کہ تم جو حضور کا مثل ممکن بتلاتے ہو اس سے خبرِ الٰہی کا جھوٹا ہونا لازم آرہا ہے لیکن چونکہ خبرِ الٰہی کا جھوٹا ہونا بالاتفاق محال ہے ہرگز ممکن نہیں اس لیے سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل بھی ہرگز ممکن نہیں۔ اس اعتراض کے جواب میں مُلّا اسمٰعیل دہلوی نے امکانِ کذبِ الٰہی کا فتنہ کھڑا کیا اور مسلمانوں میں یہ کفری عقیدہ پھیلایا کہ اللہ تعالیٰ جَلَّ شَانُہٗ کا جھوٹ بولنا ممکن ہے محال نہیں ہے۔ (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ تَعَالٰی مِنْ ذٰلِکَ)

آیتِ کریمہ: وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کے بارے میں مُلّا دہلوی نے یہ جواب دیا:۔

"بعد اخبار ممکن ست کہ ایشاں را فراموش گردانیدہ شود پس قول قول بامکان وجود مثل اصلا منجر بتکذیب نصے از نصوص نہ گردد۔" یعنی اللہ

---

[1] یکروزی بحوالہ سبحٰن السبوح ص۹۴۔

تعالیٰ نے جو آیت کریمہ میں حضور کے خاتم الانبیاء ہونے کی خبر دی ہے اس خبر دینے کے بعد ممکن ہے کہ یہ آیت لوگوں کو بھلا دی جائے لہٰذا حضور کا مثل پائے جانے کو ممکن ہے کہنا اس سے کسی آیت قرآن کا جھٹلانا لازم نہیں آتا۔ ملائے دہلوی کے جواب کا معنی یہ ہے کہ جب سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا مثل پیدا ہوگا تو اس وقت اللہ تعالیٰ خاتم النبیین والی آیت کریمہ لوگوں کے دلوں سے بھلا دے گا اور جب آیت کریمہ کسی کو یاد ہی نہ رہ جائے گی تو خبر الٰہی کو کون جھٹلائے گا۔ حاصل جواب یہ ہے کہ امام وہابیہ مولوی اسمٰعیل دہلوی کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی خبر کا جھوٹا ہونا درست ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہاں اس بات میں حرج ہے کہ بندے اللہ تعالےٰ کے کذب پر آگاہ ہو جائیں۔ اس حرج سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ قرآن کی آیتوں کو بندوں کے دل سے بھلا دے گا۔ مَعَاذَ اللّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِین یہ ہے باطل کفری عقیدہ وہابیوں کا۔

مسلمان کہلانے کا تقاضہ تو یہ تھا کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی افضلیت پر حملہ نہ کرتے اور اس بات پر ایمان لاتے کہ ختم نبوت کے وصف میں سرکار کا مثل و نظیر محال بالذات ہے لیکن وہ اگر شیطان کے بہکانے سے بہک گئے تھے تو علمائے اسلام کے ٹوکنے پر تو ان کو سنبھل ہی جانا چاہیے تھا مگر بُرا ہو پندار علم کا جس نے اُن کو اپنے ایک دوسرے کفری عقیدہ کی طرف دھکیل دیا۔ یعنی امکان نظیر کے اعتقاد باطل نے ان کو امکان کذب الٰہی کا معتقد بنا دیا۔ چنانچہ انھوں نے خاص مسئلہ امکان کذب کے ثبوت میں ایک کتاب یکروزی لکھ کر اُمت میں ایک فتنۂ عظیم کھڑا کر دیا۔ اس کتاب کے دلائل کا حال یہ ہے کہ جس طرح ایک جھوٹی بات کو صحیح ثابت کرنے کے لیے دسوں جھوٹ گڑھنا پڑتا ہے ٹھیک اسی طرح اللہ رب العزت کا کذب ثابت کرنے کے لیے ان کو ایسی ایسی

دلیلیں گڑھنی پڑیں جو سینکڑوں کفریات کا پشارا ہیں جس کو اس کا مشاہدہ کرنا ہو وہ سرکار اعلیحضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالٰے عنہ کی مقدس تصنیف سُبحٰن السبوح صـ۳۳ تا صـ۱۱۶ کا مطالعہ کرے۔

بہت سے سادہ لوح حضرات کا گمان ہے کہ سُنیت اور وہابیت کے درمیان صرف چند فروعی اُمور میں اختلاف ہے لیکن یہ گمان شدید غلط ہے کیونکہ سُنیت اور وہابیت کا اختلاف فروعی امور میں ہونے کے ساتھ ساتھ بنیادی مسائل میں بھی ہے یہاں تک کہ خود ایمان باللہ کے مسئلہ میں ہمارا اور وہابیوں کا شدید بنیادی اختلاف ہے۔ چنانچہ ہم اللہ تعالیٰ کے حق میں یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس کا صدق ازلاً ابداً واجب ہے لیکن اس کا کذب ممکن نہیں بلکہ محال بالذات ہے اور وہابی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کذب ممکن ہے لہٰذا صدق واجب نہیں۔ اور یہ بالکل ظاہر بات ہے کہ وجود صدق کا عقیدہ اور امکان کذب کا عقیدہ ان دونوں میں قطعی بنیادی اختلاف ہے اس لیے ثابت ہو گیا کہ ایمان باللہ کے مسئلہ میں ہمارا اور وہابیوں کا سنگین بنیادی اختلاف ہے۔

یوں تو جس مسلمان کا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم) پر ایمان ہے اس کا فطری طور پر عقیدہ ہے کہ اللہ رب العزۃ جل جلالہٗ کا جھوٹا ہونا ہرگز ممکن نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ازلاً صادق رہا اور ہے اور ابد تک صادق رہے گا تو کذب کے امکان کی جڑ تو یہیں سے کٹ گئی لیکن چونکہ وہابیوں نے اسلامی عقیدہ کے نام سے مسلمانوں میں یہ فتنہ پھیلا رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹا تو نہیں مگر اس کا جھوٹا ہونا ممکن ہے اس لیے ہم سادہ لوح مسلمانوں کے اطمینان کی خاطر عقائد اسلامیہ کی قدیم کتابوں سے

چند حوالے ذیل میں تحریر کرتے ہیں۔

① شرح مقاصد میں ہے اَلْکِذْبُ مُحَالٌ بِاِجْمَاعِ الْعُلَمَاءِ لِاَنَّ الْکَذِبَ نَقْصٌ بِاِتِّفَاقِ الْعُقَلَاءِ وَهُوَ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰی مُحَالٌ[1] یعنی اللہ تعالیٰ کا کذب باجماع علماء محال ہے اسلیے کہ وہ باتفاق عقلاء عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔

② شرح عقائد نسفی میں ہے کِذْبُ کَلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰی مُحَالٌ[2] یعنی کلام الٰہی کا جھوٹا ہونا ممکن نہیں۔

③ طوالع الانوار میں ہے اَلْکِذْبُ نَقْصٌ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰی مُحَالٌ[3] یعنی جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔

④ مواقف کی بحث کلام میں ہے اِنَّهٗ تَعَالٰی یَمْتَنِعُ عَلَیْهِ الْکَذِبُ اِتِّفَاقًا اَمَّا عِنْدَ الْمُعْتَزِلَةِ فَلِاَنَّ الْکَذِبَ قَبِیْحٌ وَهُوَ سُبْحَانَهٗ لَا یَفْعَلُ الْقَبِیْحَ وَاَمَّا عِنْدَنَا فَلِاَنَّهٗ نَقْصٌ وَالنَّقْصُ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰی مُحَالٌ اِجْمَاعًا، یعنی اہل سنت اور معتزلہ سب کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ ممکن نہیں محال ہے۔ معتزلہ تو اسلیے محال کہتے ہیں کہ جھوٹ برا ہے اور اللہ تعالیٰ برا فعل نہیں کرتا اور ہم اہل سنت کے نزدیک اس دلیل سے ناممکن ہے کہ کذب عیب ہے اور ہر عیب اللہ تعالیٰ پر بالاجماع محال ہے۔

⑤ امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد مسائرہ میں فرماتے ہیں یَسْتَحِیْلُ عَلَیْهِ تَعَالٰی سِمَاتُ النَّقْصِ کَالْجَهْلِ وَالْکِذْبِ[4] یعنی جتنی نشانیاں عیب کی ہیں جیسے جہل و کذب وہ سب اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔

---

[1] بحوالہ سبحٰن السبوح ص۱ [2] ایضاً [3] ایضاً
[4] ایضاً ص۱۱۔

⑥ علّامہ کمال الدین محمد بن محمد ابن ابی شریف قدسی اس شرح مسامرہ میں فرماتے ہیں، لَاخِلَافَ بَیْنَ الْاَشْعَرِیَّۃِ وَغَیْرِھِمْ فِیْ اَنَّ کُلَّ مَاکَانَ وَصْفَ نَقْصٍ فَالْبَارِیْ تَعَالٰی عَنْہُ مُنَزَّہٌ وَھُوَ مُحَالٌ عَلَیْہِ تَعَالٰی وَالْکِذْبُ وَصْفُ نَقْصٍ[1] یعنی اشاعرہ اور غیر اشاعرہ کسی کو اس میں اختلاف نہیں کہ جو کچھ صفت عیب ہے باری تعالیٰ اس سے پاک ہے اور وہ اللہ تعالیٰ پر ممکن نہیں اور کذب صفت عیب ہے۔

⑦ کنز الفوائد میں ہے قُدِّسَ شَانُہٗ عَنِ الْکِذْبِ شَرْعًا وَعَقْلًا اِذْھُوَ قَبِیْحٌ یُدْرِکُ الْعَقْلُ قُبْحَہٗ مِنْ غَیْرِ تَوَقُّفٍ عَلٰی شَرْعٍ فَیَکُوْنُ مُحَالًا فِیْ حَقِّہٖ تَعَالٰی عَقْلًا وَشَرْعًا کَمَا حَقَّقَہُ ابْنُ الْھُمَامِ وَغَیْرُہٗ[2] یعنی بحکم شرح و بحکم عقل ہر طرح اللہ تعالیٰ کذب سے پاک مانا گیا ہے اس لیے کہ کذب قبیح عقلی ہے کہ عقل خود بھی اس کے قبح کو مانتی ہے بغیر اس کے کہ اس کا پہچاننا شرح پر موقوف ہو تو جھوٹ بولنا اللہ تعالیٰ کے حق میں عقلاً و شرعاً ہر طرح محال ہے جیسا کہ امام ابن الہمام وغیرہ نے اس مسئلہ کی تحقیق افادہ فرمائی۔

علامہ جلال دوانی شرح عقائد میں لکھتے ہیں: اَلْکِذْبُ عَلَیْہِ تَعَالٰی مُحَالٌ لَاتَشْمَلُہُ الْقُدْرَۃُ[3] یعنی اللہ تعالیٰ کا جھوٹا ہونا محال ہے قدرت الٰہی میں داخل نہیں۔

⑧ شرح عقائد جلالی میں ہے اَلْکِذْبُ نَقْصٌ وَالنَّقْصُ عَلَیْہِ مُحَالٌ فَلَایَکُوْنُ مِنَ الْمُمْکِنَاتِ وَلَاتَشْمَلُہُ الْقُدْرَۃُ کَسَائِرِ وُجُوْہِ النَّقْصِ عَلَیْہِ تَعَالٰی کَالْجَھْلِ وَالْعَجْزِ[4] جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ پر محال تو کذب الٰہی ممکنات سے نہیں نہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اسے

---

[1] سبحٰن السبوح ص۱۱ [2] ایضاً ص۱۳ [3] ایضاً ص۱۱ [4] ایضاً ص۱۳

شامل جیسے تمام اسباب عیب مثل جہل و عجز الٰہی، کہ سب محال ہیں اور صلاحیت قدرت سے خارج۔

ہم اختصار کی خاطر اتنے ہی حوالوں پر بس کرتے ہیں جس کو مزید بائیس نصوص آئمہ اور تیس دلائل قاہرہ دیکھنے کا شوق ہو وہ سرکارِ اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف سبحٰن السبوح کا مطالعہ کرے۔ وہابی اپنے عقیدۂ امکانِ کذب کی حمایت میں جس مغالطہ آمیز دلائل سے کام لیتے ہیں ذیل میں ان کا بطلان پیش کیا جا رہا ہے۔

① امکانِ کذب کے ثبوت میں عام وہابی دیوبندی یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ یعنی بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور چونکہ جھوٹ بھی ایک چیز ہے لہٰذا وہ جھوٹ بولنے پر قادر ہے اور جب جھوٹ بولنے پر قادر ہے تو اس کے لیے جھوٹ بولنا ممکن ہوا۔

جواب: جب وہابیوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن ہے تو ہو سکتا ہے کہ اس کا پہلا جھوٹ یہی کلام یعنی اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ ہو تو پھر اس کلام کو دلیل میں پیش کرنا کیونکر صحیح ہو گا۔

دوسرا فولادی اور تحقیقی جواب یہ ہے کہ کذبِ الٰہی عیب ہے اور ہر عیب اللہ تعالیٰ کے لیے محال بالذات ہے۔ لہٰذا کذبِ الٰہی محال بالذات ہے اور کوئی محال بالذات ممکن نہیں۔ ثابت ہوا کہ کذبِ الٰہی ممکن نہیں۔ پھر ذات باری تعالیٰ کو جھوٹ پر قادر کہنا یہ وہابیوں کا سخت ترین مغالطہ ہے کیونکہ کذبِ الٰہی محال بالذات ہے اور کوئی محال بالذات زیرِ قدرت نہیں۔ لہٰذا کذبِ الٰہی زیرِ قدرت نہیں تو پھر کذبِ الٰہی کو زیرِ قدرت بتا کر امکانِ کذب کو ثابت کرنا دجل و فریب

نہیں تو اور کیا ہے۔

جاننا چاہیے کہ مفہوم کی تین قسمیں ہیں۔ واجب، ممکن، محال۔

واجب: وہ مفہوم ہے جس کا وجود ضروری ہو جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات۔

ممکن: وہ مفہوم ہے جس کا نہ وجود ضروری ہو نہ عدم مثلاً عالم اور عالم کی چیزیں۔

محال: وہ مفہوم ہے جس کا عدم ضروری ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا کذب، جہل، عجز اور دوسرا خدا ہونا۔

واضح ہو کہ زیرِ قدرتِ الٰہی صرف ممکنات ہیں۔ واجب اور محال زیرِ قدرت نہیں۔ شرح مقاصد میں ہے لَا شَیْئَ مِنَ الْوَاجِبِ وَالْمُمْتَنِعِ بِمَقْدُوْرٍ[1] یعنی واجب اور محال ہرگز زیرِ قدرت نہیں۔

شرح مواقف میں ہے عِلْمُہٗ تَعَالٰی یَعُمُّ الْمَفْهُوْمَاتِ كُلَّهَا اَلْمُمْكِنَةَ وَالْوَاجِبَةَ وَالْمُمْتَنِعَةَ فَهُوَ اَعَمُّ مِنَ الْقُدْرَةِ لِاَنَّهَا تَخْتَصُّ بِالْمُمْكِنَاتِ دُوْنَ الْوَاجِبَاتِ وَالْمُمْتَنِعَاتِ۔[2] یعنی علمِ الٰہی ممکن، واجب اور محال سب مفہوم کو شامل ہے تو وہ قدرتِ الٰہی سے عام ہے کیونکہ قدرتِ الٰہی صرف ممکنات ہی سے متعلق ہے واجبات اور محالات سے اس کو کوئی تعلق نہیں۔

حوالجات مذکورہ بالا سے واضح ہو گیا کہ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی كُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ میں کل سے مراد کل ممکن ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہر ممکن پر قادر ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا محال ہے تو وہ زیرِ قدرت نہیں اور جب وہ زیرِ قدرت نہیں تو ہرگز ہرگز ممکن نہیں، اب ہم اس مقام

---

[1] سبحٰن السبوح صے [2] ایضاً۔

پر وہابیوں سے ان کے اس مغالطہ آمیز استدلال کے پیش نظر ایک سوال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے یا نہیں کہ شیطان کو وہابیوں کا خدا بنا دے۔ اگر کہو کہ اللہ تعالیٰ قادر نہیں تو تم اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کا انکار کر کے کھلم کھلا کافر ہو گئے، اور اگر کہو کہ شیطان قدرتِ الٰہی سے وہابیوں کا خدا ہو سکتا ہے تو تم وحدانیت کا انکار کر کے کھلے عام مرتد ہو گئے۔ بولو! ہے کوئی وہابیوں میں دم خم والا جو وہابی مذہب کو برقرار رکھتے ہوئے اس سوال کا جواب دے سکے۔

② وہابی کہتے ہیں کہ انسان کو جھوٹ بولنے پر قدرت ہے تو اگر اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر نہ ہو تو قدرتِ انسانی، قدرتِ ربانی سے بڑھ جائے گی اور یہ محال ہے کہ قدرتِ انسانی قدرتِ ربانی سے بڑھ جائے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے جھوٹ بولنا ممکن ہے۔

جواب: اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ یعنی تم اور جو کچھ تم کرتے ہو سب اللہ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ اہل سنت کا ایمان ہے کہ انسان اور اس کے تمام اعمال، اقوال، احوال، اوصاف سب اللہ عزّوجل کے پیدا کیے ہوئے ہیں، انسان کو صرف کسب یا ایک گونہ اختیار ملا ہے، لیکن اس کے سارے کام مولیٰ عزّوجل ہی کی سچی قدرت سے واقع ہوتے ہیں۔ آدمی کی کیا طاقت کہ بے ارادۂ الٰہی کے پلک مار سکے۔ انسان کا صدق و کذب، کفر و ایمان، طاعت و عصیان جو کچھ ہے سب کو اسی قادرِ مطلق جلّ جلالہٗ نے پیدا کیا ہے تو جب انسان کا جھوٹ بولنا، کفر کرنا، فسق کرنا، بندگی کرنا سب اللہ ہی کی قدرت سے واقع ہوتا ہے تو پھر قدرتِ ربانی سے قدرتِ انسانی کیوں بڑھ سکتی ہے اور رہی یہ بات کہ اگر کذبِ الٰہی پر خدائے تعالیٰ قادر نہ ہو گا تو قدرتِ ربانی گھٹ جائے

گی تو ایسا سوچنا صرف بد دماغ وہابی کا کام ہو سکتا ہے اس لیے کہ کذبِ الٰہی محال اور ناممکن ہے اور کوئی محال زیرِ قدرت نہیں اور کذبِ الٰہی جب زیرِ قدرت نہیں تو قدرت گھٹنے کی کیا بات ہے؟

اس مقام پر پھر ہم وہابیوں سے ایک سوال کرتے ہیں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ بہت سے انسان اس بات پر قادر ہیں کہ وہ پتھر کی مورتی بنا کر اس کو معبود قرار دیں اور صبح و شام اس کی پوجا کریں تو اگر خدا، پتھر کی مورتی کو اپنا معبود قرار دے کر صبح و شام اس کی پوجا پر قادر نہ ہو تو قدرتِ انسانی، قدرتِ ربّانی سے بڑھ جائے گی اور چونکہ قدرتِ انسانی کا قدرتِ ربّانی سے بڑھ جانا محال ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ خدا کا پتھر کی مورتی کو اپنا معبود قرار دینا ممکن ہے۔

بولو! ہے کوئی وہابیوں میں ہمّت والا جو وہابی مذہب کو باقی رکھتے ہوئے اس ممکن کو ختم کر دے۔

③ وہابی کہتے ہیں کہ متکلّمین کے نزدیک یہ قاعدہ کلیّہ مسلّم ہے کہ كُلُّ مَا هُوَ مَقْدُوْرٌ لِّلْعَبْدِ مَقْدُوْرٌ لِّلّٰهِ یعنی ہر وہ کام جو بندہ اپنے لیے کر سکتا ہے خدا بھی اپنے لیے کر سکتا ہے تو جب آدمی جھوٹ بول سکتا ہے تو خدا بھی جھوٹ بول سکتا ہے کیونکہ اگر خدا جھوٹ نہ بول سکے تو ایک کام ایسا نکلا کہ آدمی تو کر سکتا ہے اور خدا نہیں کر سکتا اور یہ ظاہر بات ہے کہ خدا کی قدرت بے انتہا ہے لہٰذا ایسا نہیں ہو سکتا کہ جس کام کو آدمی کر سکے اسے خدا نہ کر سکے اس لیے ثابت ہوا کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے اس کا جھوٹا ہونا ممکن ہے۔

جواب: مَعَاذَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ بے شک قاعدہ کلیّہ حق ہے لیکن وہابی اس کے جو معنیٰ بیان کرتے ہیں وہ صریح غلط ہونے کے ساتھ ساتھ کھلا کفر

بھی ہے۔ قاعدۂ کلیہ کا صحیح معنی یہ ہے کہ بندہ جس چیز کے کسب پر قادر ہے اللہ اس کے پیدا کرنے پر قادر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بندہ کا ہر کام اللہ تعالیٰ کے خلق و ایجاد ہی سے ہوتا ہے۔ محترم قارئین بھی ملاحظہ فرمائیں کہ قاعدۂ کلیہ کو امکان کذب سے کیا تعلق ہے۔ لیکن جب وہابیوں کے نزدیک یہی طے ہے کہ ہر وہ کام جو بندہ اپنے لیے کرسکتا ہے خدا بھی اپنے لیے کرسکتا ہے تو ان کے مذہب پر لازم آتا ہے

(الف) انسان قادر ہے کہ اپنے خدا کی تسبیح کرے تو ضرور ہے کہ وہابیہ کا خدا بھی قادر ہو کہ اپنے خدا کی تسبیح کرے ورنہ ایک کام ایسا نکلا کہ بندہ تو کرسکے اور خدا نہ کرسکے۔

(ب) آدمی قادر ہے کہ اپنی ماں کی تواضع و خدمت کے لیے اس کے تلووں پر اپنی آنکھیں ملے اپنے باپ کی تعظیم کے لیے اس کے جوتے اپنے سر پر رکھ کر چلے تو ضرور ہے کہ وہابیہ کا خدا بھی اپنے ماں باپ کے ساتھ ایسی تعظیم و تواضع پر قادر ہو ورنہ ایک کام ایسا نکلا کہ بندہ تو کرسکے اور خدا نہ کرسکے۔

(ج) آدمی قادر ہے کہ پرایا مال چرا چھپا کر اپنے قبضہ میں کر لے تو ضرور ہے کہ وہابیہ کا خدا بھی دوسرے کی مملوک چیز چرا لینے پر قادر ہو، ورنہ ایک کام ایسا نکلا کہ آدمی تو کرسکے اور خدا نہ کرسکے۔

(د) آدمی قادر ہے کہ اپنے خدا کی نافرمانی کرے تو ضرور ہے کہ وہابیہ کا خدا بھی اپنے خدا کی نافرمانی پر قادر ہو ورنہ ایک کام ایسا نکلا کہ آدمی تو کرے اور خدا نہ کرسکے۔

اب وہابی یا تو اقرار کریں کہ خدا کے لیے دوسرا خدا ہونا، اور خدا کے ماں باپ ہونا ممکن ہے ورنہ عقیدۂ امکان کذب الٰہی سے توبہ کریں۔

③ مُلا رشید احمد گنگوہی نے براہین قاطعہ ص۳ میں لکھا ہے کہ

"امکان کذب کا مسئلہ اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدماء
میں اختلاف ہوا ہے کہ خلفِ وعید آیا جائز ہے یا نہیں ردّ المحتار میں ہے
هَلْ يَجُوْزُ الْخُلْفُ فِي الْوَعِيْدِ فَظَاهِرُ مَا فِي الْمَوَاقِفِ
وَالْمَقَاصِدِ اَنَّ الْاَشَاعِرَةَ قَائِلُوْنَ بِجَوَازِهٖ ۔ پس اس پر
طعن کرنا پہلے مشائخ پر طعن کرنا ہے اور تعجب کرنا محض لاعلمی اور
امکانِ کذب خلفِ وعید کی فرع ہے۔"

جواب: محترم قارئین! پہلے آپ مُلّا گنگوہی کی مراد سمجھنے کی کوشش کریں۔ واقعہ یوں ہے کہ ضلع سہارنپور کے حضرت مولانا عبدالسمیع رام پوری نے امکانِ کذب کے خلاف اپنے صدمہ کا اظہار کرتے ہوئے انوارِ ساطعہ میں لکھا تھا کہ "کوئی جناب باری عزّ اسمہٗ کو امکانِ کذب کا دھبّہ لگاتا ہے" ــــــ اس کے جواب میں گنگوہی جی فرماتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کو بالامکان جھوٹا کہنا یہ تو کوئی نئی بات نہیں اگلے زمانے کے بعض علمائے اسلام بھی تو خدا کے لیے جھوٹ بولنا ممکن بتا گئے ہیں۔ دیکھو اشاعرہ اہلِ سنّت خلفِ وعید کے قائل ہیں۔ امکانِ کذب خلفِ وعید کی ایک قسم ہے لہٰذا امکانِ کذب پر اعتراض کرنا اگلے زمانے کے علمائے دین پر اعتراض کرنا ہے ــــــ افسوس اور ہزار افسوس کہ گنگوہی جیسا وہابیوں کا شیخِ ربانی جب اتنی سنگین افترا سازی اور بہتان طرازی کر سکتا ہے تو چھوٹے وہابی مُلّاؤں کا کیا حال ہو گا۔

یہ حقیقت ہے کہ باطل عقائد کا طرفدار خود اندھا ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی اپنے جیسا اندھا سمجھتا ہے۔ بے شک اہلِ سنت کے بعض علماء خلفِ وعید کے ضرور قائل ہیں مگر اس کے ساتھ وہی علماء امکانِ کذبِ الٰہی کے عقیدہ کی سخت مخالفت کرتے ہیں، پھر

ان کو امکانِ کذب کا قائل بتانا کتنا سفید جھوٹ اور کس قدر سنگین بہتان ہے۔

جس مواقف میں ہے لَا يُعَدُّ الْخُلْفُ فِي الْوَعِيدِ نَقْصًا یعنی خلفِ وعید عیب نہیں شمار کیا جاتا۔ اسی مواقف میں ہے: اِنَّهٗ تَعَالٰى يَمْتَنِعُ عَلَيْهِ الْكِذْبُ اِتِّفَاقًا۔ یعنی باری تعالیٰ کا کذب بالاتفاق محال ہے۔ جس شرح طوالع میں ہے اَلْخُلْفُ فِي الْوَعِيْدِ حَسَنٌ یعنی خلفِ وعید (سزا معاف کر دینا) کیا اچھی بات ہے اسی شرح طوالع میں ہے اَلْكِذْبُ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى مُحَالٌ یعنی اللہ تعالیٰ کا کذب محال ہے۔ جس علامہ جلال دوانی نے شرح عقائد جلالی میں لکھا کہ قَصَبَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ اِلٰى اَنَّ الْخُلْفَ فِي الْوَعِيْدِ جَائِزٌ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى لَا فِي الْوَعْدِ وَلِهٰذَا اَوَرَدَتِ السُّنَّةُ یعنی بعض علماء کا مذہب یہ ہے کہ وعید میں خلف اللہ تعالیٰ کے لیے جائز ہے نہ وعدہ میں۔ اور یہی مضمون حدیث میں آیا۔

وہی علامہ جلال تحریر کرتے ہیں اَلْكِذْبُ عَلَيْهِ تَعَالٰى مُحَالٌ لَا تَشْمَلُهُ الْقُدْرَةُ۔ اللہ تعالیٰ کا کذب محال ہے قدرتِ الٰہی میں داخل نہیں[1]

محترم قارئین ملاحظہ فرمائیں مذکورہ بالا حوالہ جات نے خوب واضح کر دیا کہ مُلّا گنگوہی کا اتہام غلط ہے اور خلفِ وعید کے قائل علماء کا دامن، عقیدۂ امکانِ کذب کی نجاست سے پاک و صاف ہے۔

⑤ علماءِ وہابیہ کہتے ہیں کہ جھوٹ پر خدا کی قدرت نہ مانی جائے تو خدا کا عجز لازم آئے گا اور وہ عجز سے پاک ہے۔ لہٰذا جھوٹ بولنا اس

---

[1] اس میں راز یہ ہے کہ صدق و کذب خبر کی صفت ہے (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

کے لیے ممکن ہوا۔

جواب: اللہ تعالیٰ کے لیے جھوٹ محال ہے اور محال پر قدرت نہ ہونے سے عجز لازم نہیں آتا۔ سیدنا علامہ عبد الغنی نابلسی اپنی کتاب مطالب وفیہ میں ابن حزم فاسد العزم کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں اِنَّ الْعَجْزَ اِنَّمَا یَکُوْنُ لَوْ کَانَ الْقُصُوْرُ مِنْ نَاحِیَۃِ الْقُدْرَۃِ اَمَّا اِذَا کَانَ لِعَدَمِ قَبُوْلِ الْمُسْتَحِیْلِ تَعَلُّقَ الْقُدْرَۃِ فَلَا یَتَوَھَّمُ عَاقِلٌ اَنَّ ھٰذَا عَجْزٌ[1] یعنی عجز تو جب ہو کہ قصور قدرت کی طرف سے آئے اور جب وجہ یہ ہے کہ محال خود ہی تعلق قدرت کی قابلیت نہیں رکھتا تو اس سے کسی عاقل کو عجز کا وہم نہ گزریگا۔ اس مقام پر پھر ہم وہابیوں سے ایک سوال کرتے ہیں کہ اگر شیطان کی پوجا کرنے پر وہابیہ کے خدا کی قدرت نہ مانی جائے تو اسکا عجز لازم آئیگا اور وہ عجز سے پاک ہے۔ لہٰذا شیطان کی پوجا کرنا تمہارے خدا کیلئے ممکن ہوا اب وہابی یا تو شیطان کو اپنے خدا کا معبود مانیں یا اپنے خدا کا عاجز ہونا تسلیم کریں ـــــ بحمدہٖ تعالیٰ ثم بعون رسولہ علیہ التحیۃ والثناء ہماری ان چند سطروں سے خوب ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے حق میں وجوب صدق کا عقیدہ رکھنے والے صادق اور امکانِ کذب کا اعتقاد رکھنے والے کاذب ہیں۔ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَسَلَّمَ عَلٰی اَکْرَمِ خَلْقِہٖ وَاَعْلَمِ خَلْقِہٖ وَاَوَّلِ خَلْقِہٖ وَاَفْضَلِ خَلْقِہٖ وَخَاتَمِ اَنْبِیَائِہٖ وَسَیِّدِ اَصْفِیَائِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَابْنِہِ الْغَوْثِ الْاَعْظَمِ الْجِیْلَانِیِّ الْبَغْدَادِیِّ وَشَہِیْدِ مَحَبَّتِہِ الْمُجَدِّدِ الْاَعْظَمِ الْبَرَیْلَوِیِّ اَجْمَعِیْنَ ۞ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۞

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) اور وعید از قبیل خبر نہیں از قبیل انشاء ہے (امجدی)

(حاشیہ صفحہ موجودہ) [1] سبحٰن السبوح ص ۳۵۔

۷۸۶

کیا خدا جھوٹ بول سکتا ہے؟

اس موضوع پر

جمہور ائمۂ اسلام، امام احمد رضا اور ان کے
مخالفین کے موقف کا اجمالی جائزہ !

مبارک حسین مصباحی

انتساب

اس جلیل القدر محقق، عالم ربانی اور پیکر اخلاص و تقویٰ

کے نام

جو

اہل عرفان و تقویٰ میں — پابند شرع، عاشق رسول اور پرہیزگار ہیں

بلند پایہ اساتذہ میں — قابل فخر اور متبحر استاذ ہیں

ادیبوں اور قلم کاروں میں — صاحب طرز ادیب اور مستند مصنف ہیں

حسن انتظام اور نظم و نسق کے میدانوں میں — صاحب رائے منتظم اور فلک پیما مدبر ہیں۔

یعنی

استاذنا المکرم حضرت علامہ محمد احمد مصباحی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

جن کے

دسترخوان علم کی خوشہ چینی ہی مجھ ہیچ مداں کی تمام تر پونجی ہے۔

مبارک حسین مصباحی

امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز چودھویں صدی ہجری کے مجدد اور اپنے عہد میں نابغۂ روزگار تھے آپ نے ستر علوم و فنون پر ایک ہزار سے زائد کتب و رسائل تصنیف فرمائے۔ آج عالم اسلام میں علماء، مشائخ، محققین اور دانشوروں کے درمیان آپ کے علمی، فکری، اور تحقیقی سرمایہ کی دھوم ہے۔

جناب میر عبدالجبار ڈپٹی چیئرمین (SENATE OF PAKISTAN) اسلام آباد لکھتے ہیں:

> امام احمد رضا خاں ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے انہوں نے تقریباً
> ستر علوم و فنون پر ایک ہزار سے زیادہ کتابیں لکھیں[1]۔

امام احمد رضا ایک عظیم مصلح اور بلند پایہ فقیہ تھے آپ کی فکر و تحقیق اور فتویٰ نویسی کا سب سے ممتاز کمال یہ تھا کہ آپ نے اسلامی عقائد و نظریات کے تعلق سے جتنا کچھا سب

---

[1] مجلہ امام احمد رضا کانفرنس کراچی ۱۹۸۸ء ص۱۰ ناشر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی۔

قرآن وسنت اور مسلک جمہور کی روشنی میں تھا، اسلام کے بنیادی نظریات میں نہ اپنی فکری اختراع کی دخل اندازی کی اور نہ غیروں کی جانب سے کسی افراط وتفریط کو برداشت کیا۔ اس عقل پرستی اور فکری آوارگی کے دور میں یہی وہ اہم خصوصیت ہے جس نے آپ کو عالم اسلام کا سب سے مستند مفتی اور سواد اعظم کا پیشوا بنا دیا، بلکہ آج کے دور میں حقانیت کا علامتی نشان ہے۔ اسلامی عقیدہ وعمل کے تعلق سے آپ امام احمد رضا کی کوئی بھی کتاب یا فتوٰی اٹھا کر دیکھئے ہر مدعا پر قرآن وسنت کے دلائل کا انبار اور جمہور علما وفقہا ومحدثین اور مفسرین کے اقوال وترجیحات کا بحر زخار نظر آئے گا۔ ان حقائق کی روشنی میں ہم اعتماد ویقین کی سب سے بلند چوٹی سے یہ دعوٰی کرنے میں حق بجانب ہیں کہ امام احمد رضا کسی نئے مسلک اور مکتب فکر کے بانی نہیں تھے بلکہ وہ انہیں عقائد ونظریات کے مبلغ وترجمان تھے جو ہر دور میں جمہور علما ومشائخ کے رہے ہیں اور جو چودہ سو برس سے متواتر اور متوارث چلے آرہے ہیں۔ اس کا اعتراف اغیار واحباب نے کیا ہے۔

مولانا ابوالحسن زید فاروقی دہلوی لکھتے ہیں:

> اس میں قطعاً کلام نہیں کہ علامہ اجل مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی مائیہ ناز عالم تھے..... اللہ تعالیٰ نے آپ کو کمالات سے بہرہ اندوز کیا اور آپ نے مدۃ العمر مسلک جمہور کی تائید کی[1]

---

[1] مجلہ امام احمد رضا کانفرنس کراچی سنہ ۱۹۹۵ء ص ۱۹ ناشر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی۔

جماعت اہل حدیث کے مشہور عالم مولوی ثناء اللہ امرتسری ۱۹۳۷ء میں اس حقیقت کا اعتراف کر چکے ہیں۔

> امرتسر میں مسلم آبادی، غیر مسلم آبادی، (ہندو، سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے۔ اسی سال قبل قریباً سب مسلمان سنی خیال کے تھے۔ جن کو آج۔ بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے[1]

جناب امرتسری صاحب کی یہ تحریر ۱۹۳۷ء کی بے جبلان کا اعتراف ہے کہ اسی برس قبل امرتسر میں تمام مسلمان سنی حنفی بریلوی تھے یعنی ۱۸۵۷ء میں سارے مسلمان اہل سنت وجماعت تھے۔ چند لمحے ٹھہر کر ایک اور دھماکہ خیز اعتراف پڑھئے۔

دیوبندی مکتب فکر کے مشہور مورخ مولانا سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں۔

> تیسرا فریق وہ تھا جو شدت کے ساتھ اپنی قدیم روش پر قائم رہا اور اپنے کو اہل السنۃ کہتا رہا۔ اس گروہ کے پیشوا زیادہ تر بریلی اور بدایوں کے علماء تھے[2]

شیخ محمد اکرم صاحب امام احمد رضا کی قدامت پسندی کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں

> انہوں (امام احمد رضا) نے نہایت شدت سے قدیم حنفی

---

[1] مولوی ثناء اللہ امرتسری۔ شمع توحید ص ۴۰ مطبوعہ سرگودھا۔ [2] مولانا سلیمان ندوی: حیات شبلی ص ۴۶ مطبوعہ دار المصنفین اعظم گڑھ

طریقوں کی حمایت کی[1]

یہ ان حضرات کی تحریریں ہیں جو نظریاتی اعتبار سے امام احمد رضا کے ہمنوا اور ہم فکر نہیں بلکہ مخالف گروہ کے معتمد ہیں۔ کیا ان حقائق کے بعد بھی ہمارے اس مدعا کے اثبات کے لئے مزید کسی اہتمام حجت کی گنجائش رہ جاتی ہے کہ امام احمد رضا کسی نئے مسلک اور نئے مکتب فکر کے بانی نہیں تھے، بلکہ آپ متوارث مسلک جمہور کے متبع اور سرگرم مبلغ تھے۔ میرے دعوے کی اس سے قوی دلیل یہ ہے کہ موجودہ اختلافات سے قبل پورے ہندوستان کے مسلمان انہیں عقائد و نظریات کے حامل اور متبع تھے جن کی ترجمانی امام احمد رضا نے کی ہے طول نویسی سے پرہیز کرتے ہوئے ہم صرف ایک تاریخی شہادت پر اکتفا کرتے ہیں۔

پروفیسر فیاض کاوش ہندوستانی مسلمانوں کی فکری اور مذہبی تاریخ کا جائزہ لیتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

> شروع شروع جب مسلمان ہندوستان میں آئے تو ان
> سب کا ایک عقیدہ ایک مذہب اور ایک مسلک تھا
> طوطئ ہند حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کلام
> بلاغت نظام میں اسی یک رنگی کا ذکر فرمایا ہے ـــ

---

[1] شیخ محمد اکرام، موج کوثر ص ۱۲ مطبوعہ ادبی دنیا ۱۹۷۰ء مٹیا محل دہلی ۶

> حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب "رد روافض" میں مسلمانوں کی اس فکری و مذہبی ہم آہنگی کا ذکر کیا ہے اور اس کے ثبوت میں حضرت امیر کے اشعار پیش کئے ہیں۔ اس کے بعد ایران سے شیعان علی کی آمد کا ذکر کیا ہے — تاریخ گواہ ہے کہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے زمانے سے ۱۲۴۰ھ ر ۱۸۲۴ء تک ہندوستان کے مسلمانوں میں صرف دو فرقے تھے — ایک تو اہلسنت و جماعت اور دوسرا اہل تشیع — چنانچہ انگریزی عملداری سے پہلے پہلے تمام مسلمان زیارت قبور اور ایصال ثواب کے قائل تھے، عرس و عراس اور مولود شریف کا اہتمام کیا کرتے تھے[1]

اب ہم اپنے ایک مدعا کے اثبات کے بعد دوسرا دعویٰ یہ کرنے جا رہے ہیں کہ ماضی قریب میں دیوبندی، وہابی، قادیانی، نیچری یا ان کی ہم خیال جن جماعتوں نے جنم لیا ہے ان کے عقائد اسلام کے مسلّم اور جمہوری عقائد سے مختلف ہیں اور ان کے زبان و قلم نے کچھ ایسے گل کھلائے ہیں کہ عہد رسالت سے آج تک ان کا سراغ نہیں ملتا۔ اور

---

[1] پروفیسر فیض کاوش۔ ننگ دین ننگ وطن ص ۱۲ ناشر مکتبہ ثقافتی شیخ محمد بھیونڈی۔

بعض عقائد معتزلہ اور خوارج جیسے گمراہ فرقوں سے بھی مستفاد نظر آتے ہیں۔ اور اس پر بھی دعویٰ یہ ہے کہ ہم ہی آج علمبردار توحید ہیں اور باقی تمام امت مسلمہ شرک و بدعت کی دلدل میں ڈوبی ہوئی ہے۔

عالم اسلام کے مستند فقیہ علامہ ابن عابدین شامی متوفی سنہ ۱۲۵۲ھ وہابی مکتب فکر کے آغاز و ارتقاء سے متعلق لکھتے ہیں۔

> ہمارے زمانے میں محمد بن عبدالوہاب کے پیروکار جو نجد سے نکلے اور حرمین پر قابض ہو گئے، وہ اپنے آپ کو حنبلی المذہب کہتے تھے۔ لیکن ان کا اعتقاد یہ تھا کہ مسلمان صرف وہ یا ان کے ہم فکر ہیں، اور جن کے عقائد ان سے مختلف ہیں وہ مسلمان نہیں۔ بلکہ مشرک ہیں۔ اس بنا پر انہوں نے اہلسنت اور علماء اہلسنت کے قتل کو جائز رکھا۔ [1]

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہابی مکتب فکر کے بانی محمد بن عبدالوہاب نجدی سنہ ۱۱۱۵ھ سنہ ۱۲۹۱ھ میں یہ تحریک علماء و مشائخ کی ہزار مخالفتوں کے باوجود سعودی دولت و حکومت کے سہارے وادی حجاز سے نکل کر عرب و عجم کے مختلف خطوں میں پھیل گئی۔

طنطاوی لکھتے ہیں: أَمَّا مُحَمَّدٌ، فَهُوَ صَاحِبُ الدَّعْوَةِ الَّتِي عُرِفَتْ بِالْوَهَّابِيَّةِ [2] محمد بن عبدالوہاب کی تحریک عرف عام میں وہابیت کے نام سے متعارف ہے

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی ردالمحتار جلد ۳ ص ۲۴۳ مطبوعہ مصر
[2] شیخ علی طنطاوی جوہری ـ ی متوفی سنہ ۱۳۵۰ھ محمد بن وہاب فدی ص ۱۳

جب یہ تحریک ہندوستان میں آئی تو اس کی یورش سے پورا برصغیر جہنم کدہ بن گیا یہاں اس کے بطن سے اور بھی کئی فتنوں نے جنم لیا بلکہ سچائی تو یہ ہے کہ دیوبندیت و قادیانیت اسی نجدی وہابیت کے ہندوستانی ایڈیشن ہیں۔ اس حقیقت کا سنسنی خیز انکشاف عظیم مفکر ڈاکٹر اقبال نے بھی کیا ہے۔

> قادیانیت اور دیوبندیت اگرچہ ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن دونوں کا سرچشمہ ایک ہے اور دونوں اس تحریک کی پیداوار جسے عرف عام میں وہابیت کہا جاتا ہے[1]

اس تمہیدی اور اجمالی گفتگو کے بعد ہم ذیل میں امکان کذب باری تعالیٰ کے مسئلہ پر قرآن و سنت اور جمہور مسلک اسلاف کی روشنی میں بحث کریں گے

اس عقل پرستی اور نفسانی دور میں حق و باطل کا یہی سب سے بڑا معیار ہے، دین اسلام پر ایمان لانے کے بعد ہر اسلامی حکم پر سر تسلیم خم کرنا ہی عین ایمان ہے۔ اس حکم کی غایت و نوعیت سے انسانی عقل متفق ہو یا نہ ہو۔ ایمان لانے کے بعد عقلی سرکشی کی بنیاد پر اسلام کے مسلمہ عقائد اور متواتر معمولات سے سرمو انحراف زندیقیت اور گمراہیت ہے۔ آپ خود ضمیر سے فیصلہ کیجئے کہ اگر ہر انسان کو اپنی اپنی عقل اور من پسندی کی بنیاد پر اسلامی نظریات طے کرنے کی اجازت دے دی جائے تو اسلام جو امن و سلامتی

---

[1] نوشاد عالم چشتی۔ انتباہات عبدالرزاق ملیح آبادی پر ایک نظر ص ۱۲ ناشر رضا اکیڈمی لاہور

کا گہوارہ ہے اختلاف و انتشار کا آتش کدہ بن کر رہ جائے گا پھر نہ کوئی اسلام کا عقیدہ محفوظ رہ سکتا ہے اور نہ کوئی معمول۔

کیا خدا جھوٹ بول سکتا ہے؟

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ہر بندہ مومن کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام صفات کمالیہ سے متصف اور تمام عیوب و نقائص سے پاک و منزہ ہے اس عقیدے کی روشنی میں ایک عام انسان بھی یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ایسے افعال کا صدور ممکن نہیں جو انسانی تاریخ کے ہر دور میں قبیح اور باعث نقص و عیب تصور کئے گئے ہوں، انبیاء و مرسلین بھی ان سے اجتناب کا درس دیتے رہے ہوں اور قرآن و حدیث میں بھی ان پر وعیدیں وارد ہوئی ہوں۔ جیسے جھوٹ، وعدہ خلافی بدعہدی، زنا، چوری، ظلم، جفا اور حق تلفی وغیرہ ـــ اس گئے گزرے دور میں بھی یہ دعویٰ پورے جاہ و جلال کے ساتھ کیا جاسکتا ہے کہ کسی انسان میں اگر ذرہ برابر بھی ایمانی حرارت موجود ہے تو وہ انجام سے بے پرواہ ہوکر بھڑکتے شعلوں میں چھلانگ تو لگا سکتا ہے مگر یہ گوارا نہیں کرسکتا کہ ”خدا جھوٹ بول سکتا ہے“ یا وعدہ خلافی اور بدعہدی کرسکتا ہے“ بہزار ناگواری خاطر اگر چند لمحوں کے لئے یہ تسلیم کرلیا جائے کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے تو اسلام کا پہاڑ سے زیادہ مستحکم اور پرشکوہ قلعہ عین اسی لمحہ زمین بوس ہوجائے گا: ذرا آپ خود انصاف کیجئے کہ جب خدا ہی جھوٹ بول سکتا ہے تو

قرآن بھی جھوٹا ہو سکتا ہے اور اس کا رسول بھی، اب اگر قرآن اور رسول جو دین اسلام کی بنیادیں ہیں وہی متزلزل ہو گئیں تو باقی کیا رہ گیا۔!!!

وہابی اور دیوبندی مکتب فکر کے عقائد

اس گفت گو کے بعد ذرا نظر اٹھا کر ماضی قریب کا جائزہ لیجئے

آزادئ فکر کی زمین سے وہ فتنہ بھی اٹھ کر تناور درخت بن چکا ہے عہد سلف میں جس کے تصور سے بھی ایک بندہ مومن کانپ جاتا تھا۔ یعنی ایک نوزائیدہ مکتب فکر کے عقائد کی فہرست میں یہ عقیدہ بھی شامل ہے کہ "خدا جھوٹ بول سکتا ہے" اب دل تھام کر یہ گمراہ عقیدہ صاحب عقیدہ کے قلم سے پڑھئے۔

برصغیر میں وہابی مکتب فکر کے مبلغ اعظم مولوی اسماعیل دہلوی پوری شان کج کلاہی کے ساتھ رقم طراز ہیں۔

عدم کذب را از کمالات حضرت حق سبحانہٗ می
شمارند و اورا بآں مدح می کنند
برخلاف اخرس وجماد کہ ایشاں را بعدم کذب
مدح نمی کنند پر ظاہر است
کہ صفت کمال ہمیں است کہ شخصے قدرت
بر تکلم بکلام کاذب میدارد و بنا بر رعایت مصلحت

جھوٹ نہ بولنے کو اللہ تعالیٰ کے کمالات سے
مانتے ہیں اور اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدح
کرتے ہیں اس کے برخلاف کوئی شخص گونگے اور
پتھر کی تعریف جھوٹ نہ بولنے کی صفت کے ساتھ نہیں کریگا،
لہٰذا ظاہر ہے کہ وصف کمال یہی ہے کہ کوئی
شخص جھوٹ بولنے پر قدرت رکھنے کے باوجود

و بمقتضائے حکمت بے تنزہ از شوب کذب بکلام	برعایت مصلحت وتقاضائے حکمت اور جھوٹ کی
کاذب نمی نماید ہماں شخص ممدوح می گردد	آلائش سے بچتے ہوئے جھوٹ نہیں بولتا۔ اسی شخص کی تعریف کی جائے گی کہ وہ عیب کذب
بسلب عیب کذب واتصاف بکمال صدق بخلاف	سے پاک اور کمال صدق سے متصف ہے بخلاف
کسے کہ لسان او ماؤف شدہ باشد[1]	اس کے جس کی زبان گنگ ہو۔

اس سرخیل گمراہیت کے ہم فکر وہم نوا اساطین دیوبند بھی ہیں مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کی یہ ہوش اڑا دینے والی تحریر بھی پڑھیے۔ اگر غم وغصہ سے یارائے ضبط نہ رہے تو مجھے معاف رکھیں میں صرف ناقل ہوں۔ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں۔

> امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدما میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے کہ نہیں اس پر طعن کرنا پہلے مشائخ پر طعن کرنا ہے، اور اس پر تعجب کرنا محض لاعلمی اور امکان کذب خلف وعید کی فرع ہے[2]

اس کتاب پر مولوی رشید احمد گنگوہی کی تقریظ جلیل بھی ثبت ہے موصوف رقم طراز ہیں۔

> احقر الناس رشید احمد گنگوہی نے اس کتاب براہین قاطعہ کو اوّل سے آخر تک بغور دیکھا، الحق یہ جواب کافی اور حجت وافی اور اپنے مصنف کی وسعت نور علم اور وسعت ذکاوت فہم پر دلیل واضح ہے[3]

---

[1] مولوی اسماعیل دہلوی۔ یکروزی ص۱۴۵ مطبوعہ دیوبند، [2] مولوی خلیل احمد انبیٹھوی۔ براہین قاطعہ ص۲ مطبوعہ دیوبند، [3] مولوی رشید احمد گنگوہی۔ تقریظ براہین قاطعہ مطبوعہ دیوبند

کہئے کیا خیال ہے آپ کا ان بابائے وہابیہ اور اساطین دیوبند کے بارے میں جن کے برق بار قلم کی زد سے اللہ سبحانہ تعالیٰ کی ذات بھی محفوظ رہی۔ ایک بدمست شرابی کی طرح جو منہ میں آیا بکتے چلے گئے اور جو سمجھ میں آیا لکھتے چلے گئے۔ کیا یہ لوگ روز محشر قہر الٰہی کی گرفت سے بچ سکتے ہیں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ آہ پوری کائنات اپنے رب کی تسبیح وتہلیل میں مصروف ہے اور چند لوگ تنقیص الوہیت میں اپنے فکر وقلم کی توانائیاں صرف کر رہے ہیں۔

امام احمد رضا کا نقطۂ نظر

اب ذرا اپنے آپ کو سنبھالئے اور دلجمعی اور ذہنی یکسوئی کے ساتھ "امکان کذب باری تعالیٰ" کے حوالے سے امام احمد رضا کا عقیدہ و نظریہ ملاحظہ فرمائیے۔ امام احمد رضا فرماتے ہیں

اَقُولُ وَبِاللهِ التَّوفِیق وَبِہٖ الوُصُولُ اِلٰی ذُرَی التَّحقِیق مسلمان کا ایمان ہے کہ مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ کے سب صفات کمالیہ بر وجہ کمال ہیں۔ جس طرح کسی صفت کمال کا سلب اس سے ممکن نہیں یونہی معاذ اللہ کسی صفت نقص کا ثبوت بھی امکان نہیں رکھتا۔ اور صفت کا بر وجہ کمال ہونا یہ معنی کہ جس قدر چیزیں اس کے تعلق کی قابلیت رکھتی ہیں، ان کا کوئی ذرہ اس کے دائرہ سے خارج نہ ہو۔ نہ یہ کہ موجود و معدوم و باطل و موہوم میں کوئی شے و مفہوم بے اس کے تعلق کے نہ رہے۔ اگرچہ وہ اصلاً صلاحیت تعلق نہ رکھتی ہو اور اس صفت کے دائرہ سے

محض اجنبی ہو۔ اب احاطہ و دائرہ کا تفرقہ دیکھئے۔

(۱) خلاق کبیر جل و علا فرماتا ہے۔ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ـ وہ ہر چیز کا بنانے والا ہے تو اسے پوجو۔ یہاں صرف حوادث مراد ہیں، کہ قدیم یعنی ذات و صفات باری عز مجدہ مخلوقیت سے پاک۔

(۲) سمیع و بصیر جل مجدہ فرماتا ہے۔ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيْرٌ ـ وہ ہر چیز کو دیکھتا ہے یہ تمام موجودات قدیمہ و حادثہ سب کو شامل مگر معدومات خارج ۔ یعنی مطلقاً یا جس چیز نے ازل سے اب تک کسوت وجود نہ پہنی نہ ابد تک پہنے کہ ابصار کی صلاحیت موجود ہی میں ہے جو اصلاً ہے ہی نہیں وہ نظر کیا آئے گا تو نقصان جانب قابل ہے نہ جانب فاعل۔

(۳) قوی قدیر تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ـ وہ ہر چیز پر قدرت والا ہے۔ یہ موجود و معدوم سب کو شامل، بشرط حدوث و امکان کہ واجب و محال اصلاً لائق مقدوریت نہیں۔

(۴) علیم و خبیر عز شانہ فرماتا ہے۔ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ـ وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ یہ کلیہ واجب و ممکن و قدیم و حادث و موجود و معدوم و مفروض و موہوم غرض ہر شئی و مفہوم کو قطعاً محیط جس کے دائرے سے اصلاً کچھ خارج نہیں۔ یہ ان عمومات میں سے ہے جو عموم قضیہ مَا مِنْ عَامٍّ اِلَّا وَقَدْ خُصَّ مِنْهُ الْبَعْضُ سے مخصوص ہیں[1]

---

[1] امام احمد رضا قادری محقق، سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح ص [illegible] ناشر سنی رضوی دار الاشاعت شعبہ جمعیت اسلام و ترقی اہلسنت بریلی۔

مذکورہ سطریں اپنے اندر بڑی علمی گہرائی رکھتی ہیں۔

آپ ایک بار پھر گہری نگاہ سے مذکورہ بحث کو پڑھئے اور پھر ذیل میں زیر بحث مسئلہ کے تعلق سے امام احمد رضا کے فکر انگیز قلم سے بحث کا حاصل پڑھئے۔

امام احمد رضا فرماتے ہیں۔

یہاں سے ظاہر ہو گیا کہ سنویان تازہ جو اس مسئلہ کذب و دیگر نقائص وغیرہا کی بحث میں بے علموں کو بہکاتے ہیں۔ کہ مثلاً کذب یا فلاں عیب یا فلاں بات پر اللہ عزوجل کو قادر نہ مانا تو معاذ اللہ عاجز ٹھہرا۔ اور اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کا انکار ہوا۔

اَیُّهَا الْمُسْلِمُوْنَ! قدرت الٰہی صفت کمال ہو کر ثابت ہوئی ہے نہ معاذ اللہ صفت نقص و عیب اور اگر محالات پر قدرت مانئے تو ابھی انقلاب ہوا جاتا ہے۔ وجہ سنئے جب کسی محال پر قدرت مانی اور محال محال سب ایک سے ـــ لہٰذا تمہارے جاہلانہ خیال پر جس محال کو مقدور نہ کہئے اتنا ہی عجز و قصور سمجھئے، تو واجب کہ سب محالات زیر قدرت ہوں ـــ اور منجملہ محالات سلب قدرت الٰہیہ بھی ہے تو لازم کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کھو دیتے اور اپنے آپ کو عاجز محض بنا لینے پر بھی قادر ہو۔ اچھا عموم قدرت مانا کر اصل قدرت ہی ہاتھ سے گئی۔ [1]

---

[1] امام احمد رضا قادری قدس سرہ سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح ص ۴۸ تا ۴۹ سنی رضوی دارالاشاعت بریلی

امام احمد رضا قدس سرہ کی اس ایمان افروز تحریر سے ان کا یہ عقیدہ آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہوگیا کہ خدا کا جھوٹ بولنا کسی طرح ممکن نہیں بلکہ یہ عقیدہ رکھنا سراسر گمراہی ہے۔ امام احمد رضا نے اپنے اس عقیدے کو اپنی شہرۂ آفاق کتاب "سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح" میں سیکڑوں عقلی ونقلی دلائل سے مبرہن کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ۔

امتناع کذب باری تعالیٰ پر تمام اشعریہ اور ماتریدیہ کا اجماع ہے اور یہ کہنا کہ زیر بحث مسئلہ پہلے ہی سے مختلف فیہ چلا آرہا ہے، بالکل غلط اور اسلاف پر بے بنیاد الزام ہے بلکہ سچ یہ ہے کہ امکان کذب باری تعالیٰ کے بطلان پر اہل حق کا اجماع ہے بلکہ اس مسئلہ میں تو معتزلہ وغیرہ گمراہ فرقے بھی علماء حق کے ہم نوا اور ہم فکر نظر آتے ہیں۔[1]

امکان کذب باری تعالیٰ کے حوالے سے آپ نے بابائے وہابیہ، اساطین دیوبند کے عقائد اور امام احمد رضا قادری کا نقطۂ نظر ملاحظہ فرمایا۔ اس نظریاتی کشمکش میں عین ممکن ہے کسی ذہن میں ابھی وہابیت نوازی کے جراثیم موجود ہوں اور وہ اسلامی عقائد کی اس بنیادی بحث سے ارادی یا غیر ارادی طور پر صرف نظر کر کے گزر جائے کہ یہ مولویوں کے اختلافات ہیں ہمیں ان سے کیا لینا دینا یہ فکر کی اتنی بڑی

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے۔ سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح از امام احمد رضا بریلوی۔ (۲) سد باب المشدد از حضور حافظ ملت (۳) انوار آفتاب صداقت از قاضی فضل احمد نقشبندی (۴) فیصلہ حق و باطل از مفتی جلالت و ... وغیرہ۔

غلطی ہے کہ اس کے قیامت خیز اور بھیانک نتائج کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ اس بھری کائنات میں ایک بندۂ مومن کے لئے دولتِ ایمان ہی تو سب سے بڑی پونجی ہے اور آپ اسی کے تحفظ سے اتنی بے اعتنائی برتیں کہ اس موضوع پر چند لمحے غور کرنا بھی گوارا نہ کریں ہر شخص اپنے ایمان و عمل کا ذمہ دار ہے یہ کہہ دینا کہ یہ مولویوں کے باہمی اختلافات ہیں ہمیں ان سے کیا سروکار انتہائی نادانی اور ایمانی کمزوری ہے ۔ عقیدہ کوئی ایسی معمولی اور بے وقعت چیز نہیں کہ جب جو چاہا چھوڑ دیا اور جو چاہا اختیار کر لیا، اس کے تحفظ کے لئے آپ کو ہمہ دم تازہ دم اور مستعد رہنا ہے اور جو کچھ اختیار کرنا ہے بہت کچھ سوچ سمجھ کر اختیار کرنا ہے۔

خیر اختیاری غور پر کچھ گفتگو طویل ہو گئی۔ عرض مدعا صرف اتنا ہے کہ گذشتہ اوراق میں آپ نے ایک ہی مسئلہ کے متعلق دو قسم کے عقائد ملاحظہ فرمائے ایک عام انسان کے لئے یہ لمحہ تلوار پر چلنے سے بھی زیادہ مشکل ہوتا ہے کہ آخر وہ حق کسے جانے اور کسے مسترد کرے۔ ایسی صورت میں ہمیں ایک انتہائی مستقیم راہ یہ نظر آتی ہے کہ اسلام اور اس کے عقائد و معمولات آج کی پیداوار تو ہیں نہیں بلکہ چودہ سو برس سے متواتر اور متوارث چلے آرہے ہیں، ہم اختلافی عقائد و مسائل کے اختیار کرنے کے سلسلہ میں قرآن و تفسیر، حدیث و فقہ کی تشریحات اور جمہور سلف صالحین کے عقائد و معمولات کو معیار بنا لیں بلکہ اسلامی عقائد کی تاریخ کے مطالعہ کے بعد آپ بھی اسی نتیجہ پر

پہونچیں گے کہ ہر دور میں مسلک جمہور ہی اسلام کا معیار حق رہا ہے۔

قرآن وتفاسیر کا اعلان حق

آیئے اب بلا تبصرہ پورے وفور شوق کے ساتھ ذیل میں زیر بحث مسئلہ کے تعلق سے قرآن و تفاسیر کی تشریحات ملاحظہ فرمائیے۔ یہی معیار حق ہے اور اس عہد بلاخیز میں یہی راہ نجات ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا[1] : اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی،

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا[2] : اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے۔

وَعْدَ اللّٰهِ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ[3] : اللہ کا وعدہ اللہ وعدہ خلاف نہیں کرتا۔

اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ[4] : سن لو بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗ[5] : جب تو اللہ ہرگز اپنا عہد خلاف نہ کرے گا۔

قرآن عظیم میں اس قسم کی کثیر آیات موجود ہیں جن میں پورے زور بیان اور بھرپور وضاحت کے ساتھ یہ بیان موجود ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ سچا ہے اور اس کا وعدہ حق ہے وہ نہ کبھی جھوٹ بولا ہے اور نہ کبھی بول سکتا ہے اس نے نہ کبھی وعدہ خلافی کی ہے اور نہ کبھی کر سکتا ہے۔ قرآن عظیم کے ان واضح بیانات کے بعد

---

[1] قرآن کریم، سورۂ نساء آیت نمبر ۸۷ پارہ ۵ [2] قرآن کریم، سورۂ نساء آیت نمبر پارہ ۵
[3] قرآن کریم سورۂ زمر آیت نمبر ۲۰ پارہ ۲۳ [4] قرآن کریم سورۂ یونس آیت نمبر ۵۵ پارہ ۱۱
[5] قرآن کریم سورۂ بقرہ آیت نمبر ۸۰ پارہ ۱

اب ذیل میں چند مشہور زمانہ اور مقبول انام تفاسیر کا بھی مطالعہ کیجئے کہ امکان کذب باری تعالیٰ کے حوالے سے ان چوٹی کے مفسرین کے نظریات و عقائد کیا ہیں۔

تفسیر خازن میں ہے :

یَعۡنِیۡ لَا اَحَدٌ اَصۡدَقُ مِنَ اللّٰہِ	مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی سچا ہے نہ وہ وعدہ
فَاِنَّہٗ لَا یُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ وَلَا یَجُوۡزُ عَلَیۡہِ الۡکَذِبُ[1]	خلاف کرتا ہے اور نہ اس کا جھوٹ ہونا ممکن ہے۔

تفسیر مدارک شریف میں ہے :

وَمَنۡ اَصۡدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیۡثًا تَمۡیِیۡزٌ وَھُوَ	آیت میں استفہام انکاری ہے یعنی خبر، وعدہ
اِسۡتِفۡھَامٌ بِمَعۡنَی النَّفۡیِ اَیۡ لَا اَحَدَ اَصۡدَقُ مِنۡہُ	اور وعید کسی بات میں کوئی شخص اللہ سے
فِیۡ اِخۡبَارِہٖ وَوَعۡدِہٖ وَوَعِیۡدِہٖ لِاِسۡتِحَالَۃِ	زیادہ سچا نہیں کیونکہ اس کا جھوٹ ہونا کسی طرح
الۡکَذِبِ عَلَیۡہِ لِقُبۡحِہٖ لِکَوۡنِہٖ اِخۡبَارًا عَنِ	ممکن نہیں کہ وہ خود اپنے معنی کے اعتبار سے قبیح
الشَّیۡءِ بِخِلَافِ مَا ھُوَ عَلَیۡہِ[2]	ہے کہ خلاف واقع خبر دینے کو کہتے ہیں۔

تفسیر بیضاوی شریف میں ہے :

وَمَنۡ اَصۡدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیۡثًا اِنۡکَارٌ	اللہ تعالیٰ اس آیت میں انکار فرماتا ہے کہ کوئی
اَنۡ یَّکُوۡنَ اَحَدٌ اَکۡثَرَ صِدۡقًا مِنۡہُ فَاِنَّہٗ لَا	شخص اللہ سے زیادہ سچا ہو اس کی خبر میں تو
یَتَطَرَّقُ الۡکَذِبُ اِلٰی خَبَرِہٖ بِوَجۡہٍ لِاَنَّہٗ	جھوٹ کا کسی طرح کا کوئی شائبہ تک نہیں

---

[1] علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی تفسیر خازن جلد ۱ ص [illegible] مطبوعہ مصر [2] عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی مدارک جلد ۱ ص [illegible] ناشر دار الباز للنشر والتوزیع مکۃ المکرمہ

نَقْصٌ وَهُوَ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى مُحَالٌ۔ [1]

کہ جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ کے لئے محال

تفسیر ابو سعود میں ہے:

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا اِنْكَارٌ لِاَنْ يَّكُوْنَ اَحَدٌ اَصْدَقَ مِنْهُ تَعَالٰى فِىْ وَعْدِهٖ وَسَائِرِ اَخْبَارِهٖ وَبَيَانٌ لِاسْتِحَالَتِهٖ كَيْفَ لَا وَالْكِذْبُ مُحَالٌ عَلَيْهِ سُبْحَانَهٗ دُوْنَ غَيْرِهٖ [2]

اس آیت سے ثابت ہے کہ وعدہ اور کسی طرح کی خبر دینے میں اللہ تعالیٰ سے سچا کوئی نہیں اور اس کے محال ہونے کی وضاحت بھی ہے اور کیسے نہیں کہ جھوٹ بولنا خدا کے لئے محال بخلاف دوسروں کے۔

تفسیر کبیر میں ہے:

فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗ يَدُلُّ عَلٰى اَنَّهٗ سُبْحَانَهٗ مُنَزَّهٌ عَنِ الْكِذْبِ فِىْ وَعْدِهٖ وَوَعِيْدِهٖ، قَالَ اَصْحَابُنَا لِاَنَّ الْكِذْبَ صِفَةُ نَقْصٍ وَالنَّقْصُ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى مُحَالٌ وَقَالَتِ الْمُعْتَزِلَةُ لِاَنَّ الْكِذْبَ قَبِيْحٌ لِاَنَّهٗ كِذْبٌ فَيَسْتَحِيْلُ اَنْ يَّفْعَلَهٗ فَدَلَّ عَلٰى اَنَّ الْكِذْبَ مِنْهُ مُحَالٌ الخ مُلَخَّصًا [3]

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ اللہ تعالیٰ ہرگز اپنا عہد جھوٹا نہ کرے گا اس بات پر واضح دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ہر وعدے اور وعید میں جھوٹ سے پاک ہے ہماری جماعت اہلسنت اس دلیل سے کذب الٰہی کے محال ہونے کی مدعی ہے کہ جھوٹ صفت نقص ہے اور نقص اللہ تعالیٰ کے لئے محال اور معتزلہ اس دلیل سے منع مانتے ہیں کہ کذب قبیح لذاتہ ہے تو اللہ تعالیٰ

---

[1] شیخ عبداللہ بن عمر بیضاوی۔ تفسیر بیضاوی ص ۱۵۱

[2] علامہ الوجود ابو السعود عمادی، تفسیر ابو سعود جلد ۲ ص ۲۱۲

[3] امام فخر الدین رازی۔ تفسیر کبیر۔

سے اس کا صادر ہونا محال

تفسیر روح البیان میں ہے:

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيثًا اِنْكَارٌ	اس آیت سے واضح ہے کہ کوئی خدا سے زیادہ
لِاَنْ يَكُوْنَ اَحَدٌ اَكْثَرَ صِدْقًا مِنْهُ فَاِنَّهٗ لَا	سچا نہیں کیونکہ جھوٹ بولنا ایک عیب ہے اور
يَتَطَرَّقُ الْكِذْبُ اِلٰى خَبَرِهٖ بِوَجْهٍ لِاَنَّهٗ	عیب اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہے
نَقْصٌ وَهُوَ عَلَى اللّٰهِ مُحَالٌ دُوْنَ غَيْرِهٖ۔[1]	بخلاف دوسروں کے۔

ابھی آپ نے جن شہرہ آفاق ارباب علم و تحقیق کی مدلل تفسیروں کا مطالعہ کیا یہ تفسیر کی وہ معتبر اور مقبول کتابیں ہیں جو مدعیان امکان کذب باری تعالیٰ کے دانش کدوں میں بھی حرف آخر اور قابل استناد ہیں۔ ان شواہد کے بعد بھی اس مدعا پر کہ خدا جھوٹ نہیں بول سکتا مزید کسی اتمام حجت کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟ اس حقیقت کا انکار اب تو بالکل ایسا ہی ہے کہ سورج کی تیز شعاعوں سے پورا عالم جگمگا رہا ہو اور کوئی صاحب اپنے حرم کدہ کی چلمن سے جھانک کر ارشاد فرمائیں ابھی رات باقی ہے — میرے عزیز ظہور حق کے بعد باطل پر اڑے رہنا اگر عین اسلام ہے تو مجھے بتایا جائے کہ پھر ضلالت و گمراہی کس چڑیا کا نام ہے۔ ممکن ہے برمحوں سے اغوا شدہ ذہنوں میں ابھی اس قسم کے شبہات کلبلا رہے ہوں کہ یہ بات تو کسی قدر صحیح ہے مگر

---

[1] شیخ اسماعیل حقی بروسوی تفسیر روح البیان سورۂ نساء ص [illegible] جلد دوم ناشر مکتبہ اسلامیہ شالدرہ کوئٹہ۔

ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ گذشتہ صدیوں میں جو ائمہ اسلام، فضلائے روزگار اور اساطین دین و دانش گزرے ہیں اس مسئلہ میں ان کے عقائد و نظریات کیا تھے تو لیجئے — ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے پیش خدمت ہیں جمہور علماء اسلام کے عقائد و نظریات۔

امکان کذب باری تعالیٰ اور مسلک جمہور

شرح مواقف میں ہے۔

اَنَّہٗ تَعَالٰی یَمْتَنِعُ	اہلسنت اور
عَلَیْہِ الْکِذْبُ اِتِّفَاقًا اَمَّا عِنْدَ الْمُعْتَزِلَۃِ	معتزلہ اس مسئلہ میں ہم خیال ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ
اَنَّ الْکِذْبَ قَبِیْحٌ وَھُوَ سُبْحَانَہٗ لَا یَفْعَلُ	بولنا ممکن نہیں، معتزلہ کے نزدیک اس لئے کہ جھوٹ
الْقَبِیْحَ اَمَّا اِمْتِنَاعُ الْکِذْبِ عَلَیْہِ عِنْدَنَا	برا کام ہے اور اللہ تعالیٰ برے کام سے پاک ہے اور ہم
فَاِنَّہٗ نَقْصٌ وَالنَّقْصُ عَلَی اللّٰہِ تَعَالٰی	اہلسنت کے نزدیک اس لئے ناممکن ہے کہ جھوٹ عیب ہے
مُحَالٌ اِجْمَاعًا۔ [1]	اور اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہر عیب محال

شرح مواقف کی بحث معجزات میں ہے۔

قَدْ مَرَّ فِیْ مَسْئَلَۃِ الْکَلَامِ مِنْ مَوْقِفِ الْاِلٰھِیَّاتِ	موقف الٰہیات سے یہ مسئلہ گزر چکا کہ اللہ تعالیٰ کا
اِمْتِنَاعُ الْکِذْبِ عَلَیْہِ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی	جھوٹ بولنا ہرگز ممکن نہیں۔

مسایرہ میں ہے:

یَسْتَحِیْلُ عَلَیْہِ سُبْحَانَہٗ تَعَالٰی سِمَاتُ النَّقْصِ	عیب کی تمام نشانیاں جیسے جہالت و کذب یہ

---

[1] علامہ سید شریف مختار شرح مواقف ص۷۰۳ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ [2] علامہ سید شریف، شرح مواقف ص۱۲۵

كَالْجَهْلِ وَالْكَذِبِ [1]	سب اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہیں۔

مسایرہ کی شرح مسامرہ میں ہے:

لَاخِلَافَ بَيْنَ الْأَشْعَرِيَّةِ وَغَيْرِهِمْ فِي أَنَّ	اشاعرہ اور غیر اشاعرہ کو اس میں کوئی اختلاف
كُلَّ مَا كَانَ وَصْفَ نَقْصٍ فَالْبَارِي تَعَالَى عَنْهُ	نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر صفت عیب سے پاک ہے اور
مُنَزَّهٌ وَهُوَ مُحَالٌ عَلَيْهِ تَعَالَى وَالْكَذِبُ	وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ممکن بھی نہیں اور جھوٹ
وَصْفُ نَقْصٍ [2]	ایک صفت عیب ہے۔

شرح عقائد میں ہے:

كَذِبُ كَلَامِ اللهِ تَعَالَى مُحَالٌ [3]	اللہ تعالیٰ کے کلام کا جھوٹا ہونا محال ہے۔

طوالع الانوار میں ہے:

اَلْكَذِبُ نَقْصٌ وَالنَّقْصُ عَلَى اللهِ تَعَالَى مُحَالٌ [4]	جھوٹ ایک عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ کے لئے محال۔

کنز الفوائد میں ہے:

تَقَدَّسَ تَعَالَى شَأْنُهُ عَنِ الْكَذِبِ شَرْعًا وَ	عقلی اور شرعی تقاضوں کے پیش نظر اللہ تعالیٰ ہر
عَقْلًا إِذْ هُوَ قَبِيحٌ يُدْرِكُ الْعَقْلُ قُبْحَهُ مِنْ	طرح جھوٹ سے پاک کیونکہ شرعی آگاہی کے بغیر بھی
غَيْرِ تَوَقُّفٍ عَلَى شَرْعٍ فَيَكُونُ مُحَالًا فِي حَقِّهِ	جھوٹ عقلی طور پر ناپسندیدہ ہے تو جھوٹ عقلاً اور شرعاً
تَعَالَى عَقْلًا وَشَرْعًا كَمَا حَقَّقَهُ ابْنُ الْهُمَامِ وَغَيْرُهُ [5]	اللہ تعالیٰ کیلئے محال ہے جیسا کہ امام ابن ہمام وغیرہ نے اس کی تحقیق پیش کی۔

---

[1] علامہ امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد، مسایرہ ص ۲۰۹ [2] علامہ کمال الدین محمد بن محمد ابن ابی شریف قدسی، مسامرہ ص ۲۰۹
[3] علامہ تفتازانی، شرح عقائد نسفی ص ۶۳ [4] طوالع الانوار، فرع متعلق بمبحث کلام [5] کنز الفوائد۔

مسلم الثبوت میں ہے:

الْمُعْتَزِلَةُ قَالُوْا لَوْلَا كَوْنُ الْحُكْمِ عَقْلِيًّا لَمَا	معتزلہ نے کہا، اگر حکم عقلی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے لئے
امْتَنَعَ الْكِذْبُ مِنْهُ تَعَالٰى عَقْلًا وَالْجَوَابُ	امتناع کذب عقلی نہیں رہے گا۔ اہلسنت کا جواب
اَنَّهُ نَقْصٌ يَجِبُ تَنْزِيْهُهُ تَعَالٰى عَنْهُ	یہ کہ کذب اس لئے محال ہے کہ وہ نقص ہے اور اللہ
كَيْفَ وَقَدْ مَرَّ اَنَّهُ عَقْلِيٌّ بِاتِّفَاقِ الْعُقَلَاءِ	تعالیٰ کا اس سے پاک ہونا واجب ہے، امتناع
لِاَنَّ مَا يُنَافِي الْوُجُوْبَ الذَّاتِيَّ مِنْ جُمْلَةِ	کذب کے عقلی ہونے پر تمام اہل دین و دانش کا اتفاق
النَّقْصِ فِيْ حَقِّ الْبَارِيْ تَعَالٰى وَمِنَ الْاِمْتِنَاعَاتِ	ہے دلیل یہ ہے کہ کذب وجوب کی ضد ہے اور جو چیز الوہیت
الْعَقْلِيَّةِ عَلَيْهِ سُبْحَانَهُ۔ [1]	کی ضد ہو وہ اللہ کیلئے عیب اور اس کی شان میں محال عقلی

فواتح الرحموت میں ہے۔

اَنَّهُ تَعَالٰى صَادِقٌ قَطْعًا لِاسْتِحَالَةِ الْكِذْبِ عَلَيْهِ سُبْحَانَهُ [2]	یقیناً اللہ تعالیٰ سچا ہے وہاں جھوٹ کا امکان ہی نہیں۔

شرح فقہ اکبر میں ہے:

اَلْكِذْبُ عَلَيْهِ تَعَالٰى مُحَالٌ [3]	اللہ تعالیٰ کے لئے جھوٹ بولنا محال ہے۔

شرح عقائد جلالی میں ہے:

اَلْكِذْبُ نَقْصٌ وَالنَّقْصُ عَلَيْهِ مُحَالٌ	جھوٹ عیب ہے اور جھوٹ اللہ تعالیٰ کے لئے محال
فَلَا يَكُوْنُ مِنَ الْمُمْكِنَاتِ، وَلَا تَشْمَلُهُ الْقُدْرَةُ	تو جھوٹ اللہ کے لئے ممکن نہیں، اور قدرت الٰہی

---

[1] مولانا محب اللہ، مسلم الثبوت [2] ملک العلماء بحر العلوم عبد العلی فرنگی محلی فواتح الرحموت ص ۳ [3] ملا علی قاری، شرح فقہ اکبر ص ۲۷

كسائر وجوه النقص عليه تعالى	نے شامل نہیں جیسے تمام اسباب عیب مثلاً جہل و عجز وغیرہ رب
كالجهل والعجز[1]	تعالیٰ کے لئے محال اور صلاحیت قدرت سے خارج)

عقائد عضدیہ میں ہے :

متصف بجميع صفات الكمال ومنزه عن	اللہ تعالیٰ تمام اوصاف کمال سے متصف اور علامات
سمات النقص اجمع عليه العقلاء[2]	نقص سے پاک ہے اور اس پر تمام عقلاء روزگار کا اتفاق ہے.

حوالے ملتے چلے گئے اور میں نقل کرتا چلا گیا، ایک ہی مفہوم کی مسلسل عبارتیں پڑھتے پڑھتے آپ کہیں اکتاہٹ نہ محسوس کریں بس اسی خیال سے میں نے قلم روک دیا، ورنہ میرے سامنے عقائد وکلام کے موضوع پر صدیوں پرانی کتابوں کی ایک لمبی فہرست موجود ہے. جن کی انتہائی واضح اور مدلل عبارتیں عقیدہ وایمان کی سب سے بلند چوٹی سے چیخ چیخ کر یہ اعلان کر رہی ہیں کہ اسلام کے ہر دور میں ائمہ متکلمین اور فقہاء ومحدثین کا یہ اجماعی اور غیر مختلف فیہ عقیدہ رہا ہے کہ خدا کا جھوٹ بولنا کسی طرح ممکن نہیں بلکہ شرعاً وعقلاً بہر صورت محال ہے۔ اور "امکان کذب باری تعالیٰ" کے قائلین سراسر گمراہی اور بے دینی کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں اس طویل گفتگو کے بعد ہم اس کے علاوہ اور کیا کر سکتے ہیں کہ اگر ان کے دلوں پر گمراہی وبدعقیدگی کی مہریں نہیں لگی ہیں تو اللہ تعالیٰ ان گم گشتگان راہ کو

---

[1] شرح عقائد جلالی [2] عقائد عضدیہ ص ۳

ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین

مشاہیر اسلام کے فیصلہ کن عقائد

آپ نے مندرجہ بالا جن کتابوں کی عبارتیں ملاحظہ فرمائیں۔ یہ عام طور پر علماء و محققین کے زیر مطالعہ رہتی ہیں۔ اب ہم ذیل میں آپ کے ان جانے پہچانے بزرگوں کے عقیدے سپردِ قلم کرتے ہیں جن کے اسمائے گرامی زبان زدِ عوام و خواص رہتے ہیں اور برصغیر میں عامۃ المسلمین کے لئے جن کے ارشادات حرفِ آخر اور سنگِ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ — حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا عقیدہ۔

قَوْلُہٗ اُجِیْبُ وَاَسْتَجِیْبُ خَبَرٌ وَالْخَبَرُ لَایَعْتَرِ	اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں قبول کرتا ہوں اور استجیب
عَلَیْہِ النَّسْخُ لِاَنَّہٗ اِذَا نُسِخَ صَارَ کَذِبًا	خبر ہے اور خبر منسوخ نہیں ہوتی کیونکہ اگر خبر منسوخ ہو
وَتَعَالَی اللّٰہُ عَنْ ذٰلِکَ عُلُوًّا کَبِیْرًا وَخَبَرُہٗ	تو خبر جھوٹا ہو جائیگا اور ذات باری تعالیٰ اس پاک ہے
تَعَالٰی لَایَقَعُ بِخِلَافِ مُخْبِرِہٖ [1]	اور اللہ تعالیٰ کی خبر اپنے مخبر کے خلاف نہیں ہو سکتی۔

مفتیان فتاوائے عالمگیری کا عقیدہ۔

اگر کسی نے اللہ تعالیٰ کو ایسے وصف سے متصف کیا جو شانِ الٰہی کے لائق نہ ہو.... یا اللہ تعالیٰ کی طرف جہالت، عاجزی یا نقص کو منسوب کیا تو وہ کافر ہوگیا۔ [2]

امام ربانی مجدد الف ثانی کا عقیدہ

---

[1] غوث اعظم محی الدین جیلانی بغدادی۔ غنیۃ الطالبین ص۱۵۱ [2] فتاوے عالمگیری اردو جلد دوم ص۳۰۵

او تعالیٰ از جمیع نقائص وسمات	اللہ تعالیٰ تمام نقائص اور علامات حدوث
حدوث منزہ و مبرا است [1]	سے پاک اور برتر ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا عقیدہ:

وَلَا يَصِحُّ عَلَيْهِ الْحَرَكَةُ وَالْاِنْتِقَالُ وَ	اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے لئے حرکت
التَّبَدُّلُ فِي ذَاتِهِ وَلَا فِي صِفَاتِهِ وَالْجَهْلُ	انتقال، بدلنا، جہالت اور جھوٹ کا
وَالْكَذِبُ [2]	انتساب صحیح نہیں۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا عقیدہ:

خبر او تعالیٰ کلام ازلی است و کذب در	اللہ تعالیٰ کی خبر کلام ازلی ہے اور کلام کا جھوٹا
کلام نقصانیست عظیم کہ ہرگز بصفات	ہونا بہت بڑا نقص جو ہرگز اللہ تعالیٰ کی صفات
او نیابد در حق او تعالیٰ کہ مبرا از جمیع	میں داخل نہیں ہو سکتا کہ وہ تمام عیوب و نقائص
عیوب و نقائص است خلاف خبر واقع	سے پاک ہے، خلاف واقع خبر مطلقاً
مطلقاً نقصان محض است [3]	نقصان محض ہے۔

علامہ شمس الدین محمد بن عبداللہ تمرتاشی کا عقیدہ:

لَا يُوصَفُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِالْقُدْرَةِ عَلَى الظُّلْمِ وَ	اللہ تعالیٰ ظلم، حماقت اور جھوٹ سے
السَّفَهِ وَالْكَذِبِ لِاَنَّ الْمُحَالَ لَا يَدْخُلُ تَحْتَ	متصف نہیں ہو سکتا کیونکہ محال قدرت کے تحت

---

[1] شیخ احمد مجدد الف ثانی۔ مکتوبات امام ربانی۔ مکتوب نمبر ۲۶۶ [2] شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حسن العقیدہ ص
[3] شاہ عبدالعزیز دہلوی، تفسیر عزیزی پارہ نمبر ۱ ص ۲۱۴

القدرة[1]	داخل نہیں ہوتا۔

علامہ ابراہیم باجوری کا عقیدہ :

القُدرَةُ لاتتعلقُ بالمستحیلِ فلاضیرَ فی	قدرت محال کو شامل نہیں ہوتی تو اس میں کوئی
ذٰلِکَ کما لاضیرَ فی ان یقالَ لایقدرُ اللهُ	حرج نہیں جیسا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ کہا
علیٰ ان یتخذَ ولدًا او زوجةً او نحوَ ذٰلکَ[2]	جائے کہ اللہ تعالیٰ اولاد اور بیوی وغیرہ کے بنانے پر قادر نہیں

ان جمہور علماء عظام اور مشائخ کبار کے عقائد کی روشنی میں یہ حقیقت چودھویں کے چاند کی طرح منور ہو گئی کہ مجدد اعظم امام احمد رضا بریلوی کسی جدید مکتب فکر کے بانی نہیں تھے بلکہ آپ انہیں عقائد و نظریات کے حامل و ترجمان تھے جو ان سے پہلے عہد رسالت تک تمام جمہور علماء حق کے رہے ہیں۔ اب اس بحث کے آخر میں امام احمد رضا کے قلم سے ایک نہایت بصیرت افروز اور فکر انگیز ہدایت نامہ پڑھیے اگر دل و دماغ کو واقعی حق کی تلاش ہے تو ان شاء اللہ ایمان تازہ اور مشام جاں معطر ہو جائے گی۔ اور اس دل آویز اسلوب حق کی چاشنی سے آپ زندگی بھر لطف اندوز ہوتے رہیں گے

امام احمد رضا قدس سرہ اپنی تصنیف "سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح" کے آخر میں "التماس ہدایت اساس" کے زیر عنوان رقم طراز ہیں۔

---

[1] شمس الدین محمد بن عبداللہ التمرتاشی، معین المفتی فی جواب المستفتی بحوالہ تقدیس الوکیل عن توہین الرشید و الخلیل از مولانا غلام دستگیر قصوری مصدقہ علماء حرمین شریفین۔

[2] حاشیہ متن سنوسیہ بحوالہ تقدیس الوکیل ص ۳۱۹

اے میرے پیارے بھائیو! کلمۂ اسلام کے ہمراہیو! اگرچہ نفس امارہ رہزن عیارہ اور شیطان لعین اس کا معین ولہذا خطا کا اقرار آدمی کو ناگوار۔ مگر واللہ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ ۔ کی آفت سخت شدید۔ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ خدارا ذرا انصاف کو کام فرماؤ، خلق کا کیا پاس خالق سے شرماؤ۔ کچھ دیکھا بھی کس پر امکان کی تہمت دھرتے ہو۔ کس پاک بے عیب میں عیب آنے کا احتمال کرتے ہو۔ العظمۃ للہ۔ ارے وہ خدا ہے سب خوبیوں والا۔ ہر عیب و نقصان سے پاک نرالا۔ ذرا تو گریبان میں منہ ڈالو۔ جس نے زبان عطا فرمائی اس کے بارے میں تو زبان سنبھالو۔ وائے بے انصافی تمہیں کوئی جھوٹا کہے تو آپے میں نہ رہو۔ اور ملک جبار واحد قہار کا جھوٹا ہونا یوں ممکن کہو۔ یہ کون دیانت ہے۔ کیا انصاف ہے اس پر یہ قہر اصرار یہ بلا اعتساف ہے۔

اس کے بعد امام احمد رضا کا یہ درد انگیز تیور بھی ملاحظہ فرمائیے۔

اے طائفہ حائفہ! اے قوم مفتون! مانو تو ایک سہل تدبیر تمہیں بتاؤں۔ میرا رسالہ تنہائی میں بیٹھ کر بغور دیکھو۔ ان دو سو٢٠٠ دلائل و اعتراضات کو ایک ایک کرکے انصاف سے پرکھو۔ جان برادر احقاق حق کو ایک دلیل کافی، ابطال باطل کو ایک اعتراض وافی، نہ کہ دلائل باہرہ، اعتراضات قاہرہ صدہا صنو اور ایک نہ گنو۔ دل میں جانتے جاؤ کہ دلائل باصواب اور اعتراض لاجواب۔ مگر ماننے کی قسم توبہ کی آن،

بلکہ الٹے تائید باطل کی فکر ساماں۔ یہ تو حق پرستی نہ ہوئی۔ بادہ مستی ہوئی۔ نشۂ تعصب میں سیاہ مستی ہوئی۔ پھر قیامت تو نہ آئے گی۔ حساب تو نہ ہوگا۔ خدا کے حضور سوال و جواب تو نہ ہوگا۔ اے رب میرے ہدایت فرما اور ان تجلی آنکھوں کو کچھ تو شرما۔ ؎

می توانی کہ دہی اشک مرا حسن قبول
اے کہ در ساختہ قطرہ بارانی را

امام احمد رضا قدس سرہ کے قلم کی یہ درد مندانہ اپیل تعصب اور تنگ نظری سے بالاتر ہو کر ایک بار پھر پڑھئے اصلاح افکار کے لئے با اخلاص: درد مندی کی اثر انگیزی سے الفاظ کا قالب تک جھنجھنا کر رہ گیا ہے انھوں نے تقدیس الوہیت کے تحفظ کے لئے مدلل اور پر زور پیرایۂ بیان سے لے کر متانت و سنجیدگی کے دل آویز لب و لہجہ تک کوئی گوشہ اٹھا نہیں رکھا۔

ایک جانب دیوبندی مکتب کے مولویوں کو یہ غرہ ہے کہ توحید پرست صرف وہی ہیں اور عقیدہ کی گمراہی کا عالم یہ ہے کہ وہ منزل امکان سے بھی چار قدم آگے بڑھ کر عالم واقعہ میں خدا کو جھوٹا کہنے والے کو بھی سچا پکا مسلمان کہتے ہیں ـــــ اب ذرا دل تھام کر ان کی گمراہی کا نقطۂ عروج امام احمد رضا کے قلم سے پڑھئے۔

---

[1] امام احمد رضا بریلوی محقق سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح ص ۱۱۵۔ ناشر سنی رضوی دار الاشاعت بریلی شریف

> رشید احمد گنگوہی نے پہلے تو اپنے طائفہ اسمٰعیل دہلوی کے اتباع سے اللہ عزّوجلّ پر یہ افترا باندھا کہ اس کا جھوٹا ہونا بھی ممکن ہے ۔۔۔ میں نے اس کی بیہودہ بکواس کا رد ایک مستقل کتاب میں کیا، جس کا نام "سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح" رکھا ۔۔۔ میں نے یہ کتاب بذریعہ رجسٹری اس کی طرف اسس پر بھیجی، اس کی طرف سے وصولیابی کی رسید بھی آگئی جسے گیارہ برس ہوئے (مگر کوئی جواب نہیں ملا) اس کے بعد (بجائے اصلاح قبول کرنے کے) وہ ظلم و گمراہی میں اس قدر بڑھا کہ اپنے ایک فتوے میں (جو اس کا مہری دستخطی میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا جو بمبئی وغیرہ میں بارہا مع رد کے چھپا) صاف لکھ گیا کہ جو اللہ سبحٰنہ تعالیٰ کو بالفعل جھوٹا مانے اور تصریح کرے کہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ جھوٹ بولا اور یہ بڑا عیب اس سے صادر ہو چکا تو اسے کفر بالائے طاق، گمراہی درکنار، فاسق بھی نہ کہو [1]

دیکھ رہے ہیں آپ بارگاہ الٰہی کے ان گستاخوں کی بدمستی اور دریدہ دہنی اب آپ اپنے ضمیر کی آواز سے آواز ملا کر مجھے جواب دیں کہ زیر بحث مسئلہ کے تعلق سے قرآن و سنت اور مسلک اسلاف کے عین مطابق امام احمد رضا کا عقیدہ و نظریہ ہے یا علماء دیوبند کا ؟۔ واللہ الموفق والہادی

---

[1] امام احمد رضا: حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین طبع قادری بک ڈپو بریلی ص۲۲

ضیاء القاسمی دیوبندی کا
پر فریب چیلنج قبول

از سید بادشاہ تبسم بخاری صاحب

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم۔ اما بعد۔ ماہنامہ "الفاروق" کراچی کے شعبان المعظم ۱۴۱۳ھ کے شمارہ میں فیصل آباد کے معتبر دیوبندی عالم مولوی محمد ضیاء القاسمی صاحب کا ایک مضمون بعنوان "مولانا عبدالستار نیازی ـــــ اپنی عاقبت خراب نہ کریں" شائع ہوا۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے موصوف فرماتے ہیں: ـــــ

"اس وقت چند ضروری باتیں عرض کرنے کے لیے جو سطور سپرد قلم کر رہا ہوں وہ ان (یعنی نیازی صاحب) کا ایک انٹرویو ہے جو حرمت اسلام کے اکتوبر ۱۹۹۲ء کے شمارے میں شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے نہایت دلیری سے علمائے دیوبند کی طرف ایک بہتان منسوب کیا ہے جس سے بڑا شاید کوئی کذب نہیں ہو سکتا۔ مولانا نیازی نے اپنے انٹرویو میں کہا ہے کہ دیوبندیوں کی کتاب میں ہے کہ

"خدا جھوٹ بول سکتا ہے" "نبی مر کر مٹی ہو گیا ہے"[1]

جس مسئلہ "امکانِ کذب" پر ایک عرصے سے جنگ جاری ہے، جس کی ہولناک گھن گرج نے اہلِ اسلام کے دل و دماغ کو ہلا کر رکھ دیا ہے قاسمی صاحب کو اس کی خبر آج ہو رہی ہے لیکن ایسا نہیں بلکہ چور خود ہی "چور چور" کا شور مچا کر ذلت و رسوائی سے بچنے کی ناکام کوشش کر رہا ہے۔ کیونکہ جس جھوٹ کے امکان کو زبردستی خدا کے پلّے باندھ کر اُسے عَلٰی کُلِّ شَیءٍ قَدِیْرٌ کا مصداق مانا گیا اُس ناپاک امکان کے تحفظ اور دفاع میں بھی سر دھڑ کی بازی لگا دی گئی۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ ایک متعصب مولوی کو اس کی خبر ہی نہ ہوتی ہو۔ آج نیازی صاحب نے یہ کوئی نیا انکشاف ہرگز نہیں کیا بلکہ کافی سالوں سے یہ عقیدے علمائے دیوبند کے متفقہ مقتدا و پیشوا، مولوی محمد اسماعیل دہلوی کی کتابوں میں آج تک بہ نفسِ نفیس موجود ہیں۔ مجاہدِ آزادی، علامۂ اجل مولانا فضلِ حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۸۲۵ء میں مولوی اسماعیل کے تمام باطل عقائد کا بھرپور و مدلل ردّ اپنی کتاب "تحقیق الفتوٰی" میں فرمایا اور مولانا دہلوی صاحب کے اس "امکانِ کذب" کے مسئلہ پر "امتناع النظیر" لکھ کر ان کا ناطقہ بند کر دیا۔

مولانا نیازی کی زبان سے بتلائے گئے دیوبندیوں کے مذکورہ بالا دونوں ایمان سوز اور نجدیت افروز عقائد نے قلبِ اسماعیل دہلوی سے شفٹ ہوتے ہوئے سرزمین دیوبند میں پناہ حاصل کی پھر سینہ بہ سینہ مختلف قلوبِ علمائے دیوبند کو مسکن بنائے رکھا۔ اس سے زیادہ مناسب جگہ اور ہو بھی کہاں سکتی تھی۔ دیوبندیوں کے اس امکانِ کذب کے

---

[1] ماہنامہ "الفاروق" صفحہ ۴۱ (جامعہ فاروقیہ فیصل ٹاؤن کراچی)

عقیدے نے اخبارات میں بھی شہرت حاصل کی۔ روز نامہ "نوائے وقت" کے کالم نورِ بصیرت میں اس عقیدے کو "جہالت کے شاہکار" کے عنوان سے اس طرح لکھا گیا: ــــــ

"اگر کوئی اپنی کتاب میں لکھے "جو شخص یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ نہیں بول سکتے وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو محدود کرتا ہے" تو اس کے بارہ میں آپ کیا رائے قائم کریں گے کیا یہ فقرہ علم کی بات ہے یا جہالت کا شاہکار۔"[1]

اخباری پالیسی کے پیشِ نظر کتاب کا نام نہیں دیا گیا ورنہ دیوبندی کتب میں یہ عقیدہ صراحۃً موجود ہے۔ ابھی انشاء اللہ العزیز پردہ اُٹھنے والا ہے۔

مولانا عبدالستار خان نیازی صاحب کو دیرینہ تعلقات کی اہمیت کا احساس دلاتے ہوئے جناب ضیاء القاسمی صاحب فرماتے ہیں: ــــــ

"(نیازی صاحب) آپ نے یہ بات کہہ کر اپنی عاقبت خراب کی ہے اور اس صدی کی سب سے بڑی غلط بیانی کی ہے اس سے بڑا اس صدی کا اور کوئی بہتان نہیں ہو سکتا جو آپ نے علمائے دیوبند کے اکابر کی طرف منسوب کیا ہے۔"[2]

یہ تو چند لمحوں بعد پتہ چلے گا کہ اپنی عاقبت کون خراب کر بیٹھا ہے اور اس وقت کی سب سے بڑی غلط بیانی کرنے والے اور سب سے بڑا بہتان باندھنے والے کون لوگ ہیں۔ دراصل جب آنکھ میں نجدی سُرمۂ عقیدت کی ایک سلائی پڑ جائے پہلا "اکسیری کام"

---

[1] روزنامہ "نوائے وقت" ۱۲ اگست ۱۹۹۲ء [2] "الفارق" صفحہ ۳۱؛

ہی یہ ہوتا ہے کہ اپنے اکابر کی کتب کے صفحے قرآنی ورق دکھائی دینے لگتے ہیں۔ اور قرآن و حدیث میں سطر سطر عظمتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر مشتمل پاکیزہ عبارات دھندلی سی نظر آنے لگتی ہیں۔

غرض یہ ہے کہ مولانا عبدالستار خاں نیازی نے علمائے دیوبند پر قطعاً کوئی بہتان نہیں باندھا بلکہ ایک بہت بڑا سچ اور سب سے بڑی روشن اور کھلی ہوئی حقیقت بیان کی ہے۔ اتنے بڑے سچ کو غلط بیانی اور بہتان سے تعبیر کرنا ہی دراصل سب سے بڑا کذب ہے۔ سرزمین قرن الشیطان کے سُرمۂ عقیدت کا ”کمال“ یہ بھی ہے کہ بصارت مطلق غائب ہو جاتی ہے اور بصیرت پر خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ والی آیتِ کریمہ فٹ بیٹھ جاتی ہے۔

قاسمی صاحب کی عقل و خرد کو جب عقیدتِ اکابر کی دبیز چادر نے ڈھانپ لیا تو عالمِ وارفتگی و سرمستی میں بڑے جوش و جذبے سے یہ چیلنج دے مارا: ————

”مولانا نیازی صاحب! ہمارے دیوبندی اکابر میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کا اسمِ گرامی محتاجِ تعارف نہیں۔ قطبِ عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی اور آیۃ من آیات اللہ حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے اسمائے گرامی آسمانِ ولایت و علم کے تابندہ و درخشندہ ستارے ہیں۔ ان حضرات کی کتابوں میں سے اگر آپ دونوں باتیں ثابت کر دیں اور ان کے فوٹو سٹیٹ حرمت کے صفحات میں انہی الفاظ کے ساتھ ثابت کر کے شائع کر دیں تو میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لوں گا۔ ان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا

الناس والحجارۃ اعدت للکفرین۔ ورنہ پھر اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے انجام اور احتساب کا انتظار کیجئے۔"[1]

اگر ایسے گندے عقائد کسی کی طرف ناحق منسوب کرنے پر آپ بہت بڑے انجام سے آگاہ کر رہے ہیں تو جنہوں نے خود یہ عقائد اپنی اپنی کتب میں درج کئے ہیں اُن پر عذاب و پھٹکار اور نہایت ذلت و رسوائی کی مار کا تصور بھی توفیق ملے تو کر لیجئے گا۔

کچھ "تابندہ و درخشندہ" ستاروں کے نام آپ سے قصداً یا سہواً چھوٹ گئے ہیں یعنی آپ کے امام الہند محمد اسماعیل دہلوی تو قطبی ستارہ ہیں۔ اور آپ کے شیخ الہند محمود الحسن صاحب بھی کچھ کم نہیں۔ مولوی خلیل احمد صاحب سہارنپوری کی چمک دمک بھی آپ کی نگاہوں کو خیرہ کیے ہوتے ہے اور عہدِ حاضر کے مولوی منظور نعمانی و مولوی سرفراز گکھڑوی صاحبان بھی فضلائے دیوبندیت میں جگ مگ جگ مگ روشن و تابندہ ہیں۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کس خیالِ نامراد نے آپ کو ان حضرات کے اسمائے گرامی درج کرنے سے باز رکھا۔ آپ بہرحال تسلیم کریں گے کہ مذکورہ علمائے دیوبند کے ڈنکے بھی دیوبندی مدرسوں میں اتنے زور و شور سے بج رہے ہیں کہ عظمت خدا اور رسول (جل جلالہٗ وصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی صدائیں بھی کانوں تک نہیں پہنچ پاتیں۔

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے بے پایاں فضل و کرم اور اس کے پیارے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رحمت و برکت کے طفیل احقر آپ کا چیلنج قبول کرتا ہے۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔

آپ نے جو فرمایا کہ "ان حضرات کی کتابوں میں سے اگر آپ دونوں باتیں

---

[1] الفاروق صفحہ ۱۳ ؁

ثابت کر دیں اور ان کے فوٹو سٹیٹ حرمت کے صفحات میں انہی الفاظ کے ساتھ ثابت کر کے شائع کر دیں تو میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لوں گا۔" تو آپ نے بھی جس دیدہ دلیری سے عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کی ہے میں اس کی بھی داد دیئے بغیر رہ نہیں سکتا۔ "انہی الفاظ" سے اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ جو الفاظ نیازی صاحب کی زبان سے نکلے ہیں بعینہٖ وہی الفاظ کتابوں میں دکھلائے جائیں تو یہ آپ کے زبردست جہل کی دلیل ہے۔ کیونکہ لفظ بلفظ عبارت نہیں بلکہ معنیٰ و مفہوم دیکھا جاتا ہے۔ مثلاً آپ دورانِ تقریر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ کوئی اٹھ کر آپ سے پوچھ بیٹھے کہ حدیث کی جملہ کتب میں اردو کے یہی الفاظ دکھا دیجئے تو میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لوں گا تو آپ کا جواب کیا ہوگا؟ فَمَا هُوَ جَوَابُكُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا۔

میرے خیال میں کذب کی تعریف آپ کو غلط بتائی بلکہ پڑھائی گئی ہے۔ کذب کی صحیح تصویر کیا ہے یہ میں بتاتا ہوں۔ آپ بس آنکھیں ذرا کھلی رکھ کر دیکھتے جائیں (اختصار ملحوظ ہے ورنہ دفتر بن جاتے) آپ کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے لکھا:——

"پھر یہ کہ آپ (یعنی حضور علیہ السلام) کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید (یعنی جس نے سوال پوچھا ہے) صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض (یعنی جزوی) غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص (یعنی خصوصیت) ہے ایسا علم غیب تو

زید و عمر (یعنی ہر ایرے غیرے) و بلکہ ہر صبی (بچہ) و مجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم (یعنی تمام چار پاؤں) کے لیے بھی حاصل ہے۔[1]

اس عبارت پر جب حرمین شریفین سے کفر کا فتویٰ لگا تو دیو بند کے نامور مناظر مولوی مرتضیٰ حسن در بھنگی کے جسم میں چیونٹیاں سی رینگ گئیں۔ فوراً قلم اُٹھایا اور اپنے مجدد و حکیم الامت تھانوی صاحب کی خدمت میں خط لکھا۔ پوچھا۔

"آیا آپ نے حفظ الایمان میں یا کسی کتاب میں ایسی تصریح کی ہے؟ اور آپ ایسا لکھنے والے کو یعنی ایسے شخص کو جو یہ اعتقاد رکھے (کہ غیب کی باتوں کا علم جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے ایسا ہر بچے اور ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چار پائے کو حاصل ہے) اُسے آپ مسلمان سمجھتے ہیں یا کافر؟ (ملخصاً)[2]

تو حفظ الایمان میں لکھنے والے اس مذکورہ عبارت کے مصنف نے اپنے مرید نا سعید کو یہ نوید سنائی: ——

"میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا اور لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گزرا . . . . جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں۔"[3]

اگر تھانوی صاحب نے یہ خبیث کفریہ مضمون کسی کتاب میں بھی نہیں لکھا تو یہ حفظ الایمان پھر کس اشرف علی تھانوی کی کتاب ہے اور اپنی تھانوی صاحب نے "المہند" میں اپنی عبارت کے خلاف

---

[1] حفظ الایمان صفحہ ۱۳ قدیمی کتب خانہ کراچی [2] بسط البنان صفحہ ۱۸ منسلکہ حفظ الایمان [3] بسط البنان صفحہ ۱۸، ۱۹ ؛

یوں کہا:۔ ”جو شخص نبی علیہ السلام کے علم کو زید و بکر و بہائم و مجانین (یعنی چارپاؤں) کے علم کے برابر سمجھے یا کہے وہ قطعاً کافر ہے۔“

قاسمی صاحب! یہ ہے آپ کا بہت بڑا کذب جسے آپ کی عقیدتِ اکابر سات پردوں میں چھپائے بیٹھی ہے۔ اور دیکھیے۔

آپ کے مجوزہ قطبِ عالم گنگوہی صاحب کی مصدقہ کتاب ”براہینِ قاطعہ“ جسے مولوی خلیل احمد سہارنپوری نے لکھا، اس میں کہا گیا۔

”الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیطِ زمین کا فخرِ عالم کو خلافِ نصوصِ قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاسِ فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخرِ عالم کی وسعتِ علم کی کون سی نصِ قطعی ہے۔“[1]

نہایت دیانتداری سے اس کا آسان مطلب یہ ہے کہ شیطان جو پوری کائنات کے انسانوں کو ایک ہی وقت میں اپنے وسیع علم اور خبر رکھنے کی بناء پر گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور ملک الموت جو ایک ہی وقت میں ہزاروں لاکھوں انسانوں کا رُوح اپنے وسیع علم کی بناء پر قبض کر لیتا ہے تو اِن دونوں کے اس قدر وسیع علم کو دیکھ کر اس کا قیاس حضور علیہ السلام کے علم پر نہیں کرنا چاہیے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علم کی اس قدر وُسعت پر نہ قرآن کریم میں کوئی دلیل ہے اور نہ حدیث میں۔ بلکہ حضور کے متعلق ایسا عقیدہ رکھنا قرآن و حدیث کے قطعی طور پر خلاف ہے اس پر کوئی دلیل نہیں اور یہ انتہائی بڑا گمان ہے اور حضور علیہ السلام کے

---

[1] براہینِ قاطعہ صفحہ ۵۵۔

علم کی وسعت کے متعلق یعنی شیطان و ملک الموت کے علم سے زیادہ مان لینا ایمان کا حصہ ہرگز نہیں بلکہ یہ شرک ہے اس لیے کہ شیطان و ملک الموت کے اس قدر وسیع علم پر قرآن و حدیث گواہ ہیں اور حضور علیہ السلام کے علمِ وسیع پر کون سی دلیل ہے (سیاق و سباق کے ساتھ اس کا یہی مفہوم ہے۔

اس کفریہ عبارت پر بھی جب علمائے مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کی جانب سے کفر کا بھرپور فتویٰ لگا تو خلیل صاحب بدحواسی کے عالم میں "المہند" میں یہ عبارت "جھر بیٹھے" پر مجبور ہو گئے :—

"ہمارے حضرات اس شخص کے کافر ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں جو یوں کہے کہ شیطان ملعون کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے، پھر بھلا ہماری تصنیف میں یہ مسئلہ کہاں پایا جا سکتا ہے۔"[1]

اگر خلیل صاحب کی کسی تصنیف میں یہ کفریہ عبارت موجود نہیں تو پھر "براہینِ قاطعہ" کس خلیل احمد سہارنپوری کی ہے. قاسمی صاحب! یہ ہے آپ کا سب سے بڑا کذب جسے آپ کی ارادت مندی کی کتنے فتنوں نے اپنی اوٹ میں چھپا رکھا ہے۔

اور دیکھیے، بغور دیکھیے۔ اور اس طور دیکھیے کہ آپ کے احباب مجبور ہو کر آپ کی انصاف پسندی کے ڈونگرے برسانے لگ جائیں۔

آپ کے تجویز کردہ شیخ الاسلام حسین احمد مدنی صاحب نے "حسام الحرمین" کے جواب میں ایک گالیوں کی ڈکشنری تیار فرمائی۔ نام "شہاب ثاقب" رکھا۔ اس کتاب میں موصوف نے دو کتابوں کے نام ایک دوسری کتاب "سیف النقی" کے حوالے سے مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے اکابر کی جانب منسوب کیے۔

---

[1] "المہند" صفحہ ۵۸

اس دھوکہ منڈی کی روداد حضرت علامہ مولانا اختر صاحب شاہجہان پوری منظری مدظلہ العالی کی حق پرست زبان سے سُنیے ——

"حسام الحرمین اور الدولۃ المکیہ کے منظرِ عام پر آنے سے بوکھلا کر علمائے دیوبند نے مل جُل کر سیف النقی نامی کتاب تیار کی۔ دیوبندی فوج کے ہر جرنیل نے پوری وفاداری سے اس کی تیاری میں حصہ لیا اور اُسے تیار کر کے مدرسہ دیوبند سے شائع کیا۔ علمائے دیوبند نے دیانت، صداقت کے تمام درجے طے کرتے ہوئے پوری حیاداری کے ساتھ اس کے اندر ساٹھ کتابیں اسی طرح اپنے مقدس اور سراسر پاکیزہ دماغوں سے گھڑیں اور اپنے نورانی ذہنوں سے اُنہیں فاضل بریلوی کے اکابر کی جانب منسوب کیا اور پورے رُوحانی تقدس کے ساتھ ان کتابوں کے مطابع، صفحے اور عبارتیں تک اپنے ملکوتی دماغوں سے ایجاد کیں۔ پھر اُن جعلی اور سراسر من گھڑت کتابوں کی من گھڑت عبارتوں سے امام احمد رضا خاں بریلوی کے خلاف حُجّت قائم کرنے لگے کہ دیکھو تمہارے بڑے تو یوں فرماتے تھے حالانکہ یہ ساری کارگزاری لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ کی مُنہ بولتی تصویر تھی۔ اُسی (سیف النقی) میں دیوبندی فوج کے سارے جرنیلوں نے فاضل بریلوی کے والد ماجد مولانا نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ کی مہر اپنے جنتی دماغوں سے گھڑی اور اس پر مہر بنوانے کا سال ۱۳۰۱ھ لکھ دیا جبکہ مولانا نقی علی کا وصال ۱۲۹۷ھ میں ہو گیا تھا۔"[1]

اس دیوبندی من گھڑت کتاب[2] میں سے جناب مدنی صاحب نے من گھڑت کتابوں کے حوالے کیوں لیے۔ وجہ یہ تھی کہ علمائے دیوبند سے

---

[1] کلمۂ حق صفحہ ۵۹ (من گھڑت مہر والے صفحے کا فوٹو سٹیٹ مضمون کے آخر میں دیکھیے) [2] یہ کتاب "سیف النقی" حضرت مولانا محمد نقی علیخاں علیہ الرحمۃ

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

تھانوی صاحب کی عبارت سے جب کفر نہ اٹھ سکا تو اسی طرح کی عبارت گھڑ کر اعلیٰ حضرت کے بزرگوں کی طرف منسوب کر دی اور کہا کہ تھانوی پر کفر کا فتویٰ ہے تو ان اپنے بزرگوں پر کیوں نہیں۔ یہ کارنامہ انجام دیتے ہوئے جناب مدنی صاحب نے بھی دو من گھڑت کے نام منتخب کر لیے پہلی گھڑنت کا ذکر یوں فرمایا:

"جناب شاہ حمزہ صاحب مارہروی مرحوم خزینۃ الاولیاء مطبوعہ کانپور صفحہ ۱۵ میں فرماتے ہیں۔"

اور دوسری گھڑنت کا ذکر اس طرح فرمایا:

"مولوی رضا علی خان صاحب ہدایۃ الاسلام مطبوعہ صبح صادق سیتاپور صفحہ ۲۰ میں فرماتے ہیں۔" ؎

قاسمی صاحب! آپ جدید سائنسی دور میں سانس لے رہے ہیں۔ مذکورہ دو کتب خدا کی اس پوری سرزمین سے اگر لا کر دکھا دیجئے تو بندہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لے گا اور اگر نہیں دکھا سکتے اور ہرگز نہیں دکھا سکتے تو تسلیم کر لیجئے کہ یہ ہے اس وقت کا سب سے بڑا کذب جس کو آپ لوگ اپنے بزرگوں کی محبت کے حجاب میں محفوظ کیے بیٹھے ہیں اور جو شہاب ثاقب کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ بنا ہوا ہے۔ اور دیکھئے اسماعیل دہلوی صاحب اولیائے کرام کے بارے

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابق) (اعلیٰحضرت کے والد ماجد) کی ہرگز نہیں بلکہ مدرسہ دیوبند کے علماء کی گھڑنت ہے۔ دوسرے یہ کہ مدنی صاحب نے جو شہاب ثاقب شائع کروائی تھی اس میں بطور حوالہ اس کتاب کا نام درج نہیں یعنی سیف النقی کے حوالے کے بغیر من گھڑت کتابیں اور عبارات درج ہیں۔

(حاشیہ صفحہ موجودہ) ؎ شہاب ثاقب صفحہ ۹۹ ÷

میں لکھتے ہیں کہ

"ان کو انبیاء و سے وہی نسبت ہوتی ہے جو چھوٹے بھائیوں کو بڑے بھائیوں سے"[1]

اور یہی دہلوی صاحب تقویۃ الایمان میں لکھتے ہیں :۔

"جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں خواہ انبیاء ہوں یا اولیاء ہوں وہ سب کے سب اللہ کے بے بس بندے ہیں اور ہمارے بھائی ہیں مگر حق تعالیٰ نے انہیں بڑائی بخشی تو ہمارے بڑے بھائی کی طرح ہوئے"[2]

علمائے حق نے گرفت فرمائی تو مولوی خلیل احمد سہارنپوری نے یہ مخصوص چکر لو پھیرا۔

"جو اس کا قائل ہو کہ نبی کریم علیہ السلام کو ہم پر بس اتنی ہی فضیلت ہے جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو اس کے متعلق ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ دائرہ ایمان سے خارج ہے"[3]

سہارنپوری صاحب کا اصل مطلب یہ ہے کہ ہمارے مولانا شہید کی کسی کتاب میں یہ عقیدہ موجود نہیں۔ قاسمی صاحب! یہ ہے کہ اس دور کا سب سے بڑا کذب جس کو آپ کی اکابر پرستی کی تاریکی اپنے دامن میں سمیٹے بیٹھی ہے۔

لگے ہاتھوں ایک اور عجوبہ دیکھیں کہ سہارنپوری صاحب نے تو بے دھڑک مولوی اسماعیل پر کفر کا فتویٰ جڑ دیا مگر اپنے اُستاد گنگوہی صاحب کی یہ عبارت اُن کا اپنا دھڑن تختہ کر گئی۔

"(شاہ اسمٰعیل) ایسے مقبول کو کافر کہنا خود کافر ہونا ہے"[4]

---

[1] صراطِ مستقیم صفحہ ۷۳، ۷۴ [2] تقویۃ الایمان صفحہ ۱۱۳، ۱۱۴۔

[3] المہند صفحہ ۵۴ [4] فتاویٰ رشیدیہ کامل صفحہ ۱۹۳ ÷

؏ ہم جو کہتے تھے ہمیں چھیڑ نہ اے فرزانے

جناب بہتان اُس سچائی کا نام نہیں جو مولانا نیازی نے بتائی۔ بلکہ بہتان یہ ہے ملاحظہ فرمائیے : ـــــ

"مرزا غلام احمد قادیانی کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر بیگ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے اُستاد تھے۔"

("ڈھاکہ" سے لیکر دیگر تمام دیوبندی کذب ناموں میں اس بہتان کو نقل کیا گیا۔)

میں کہتا ہوں کہ مرزے قادیانی کا بھائی مرزا غلام قادر بیگ دینانگر کا معزول تھانیدار تھا[1] جو پچپن برس کی عمر میں ۱۸۸۳ء میں فوت ہوا[2]۔ جبکہ امام احمد رضا بریلوی کے اُستاد مرزا غلام قادر بیگ جن سے فاضل بریلوی نے چند ابتدائی کتب پڑھی تھیں پہلے بریلی میں رہے پھر کلکتہ چلے گئے۔ فتاویٰ رضویہ جلد سوم میں ایک استفتاء ہے جو مرزا غلام قادر بیگ کا ۱۲ جمادی الآخرہ سنہ ۱۳۱۴ھ کا بھیجا ہوا ہے۔ ثابت ہوا یہ قطعی طور پر دو الگ الگ شخصیتیں ہیں۔ ایک قادیان کا معزول تھانیدار۔ ایک مدرس اور مولوی۔ معزول تھانیدار مرزا غلام قادر پچپن سال کی عمر میں مر گیا اور اعلیٰ حضرت کے اُستاد اسی سال کی عمر میں حیات تھے۔ وہ سنہ ۱۳۰۰ھ / سنہ ۱۸۸۳ء میں فوت ہوا۔ یہ مولوی غلام قادر سنہ ۱۳۱۴ھ / سنہ ۱۸۹۶ء میں حیات تھے۔ کیونکہ ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ سنہ ۱۸۸۳ء میں کوئی آدمی مر جائے اور پھر سنہ ۱۸۹۶ء میں استفتاء پوچھتا پھرے جو فتاویٰ رضویہ میں رقم ہے۔

قاسمی صاحب! یہ ہے اس دور کا سب سے بڑا کذب جس کو آپ کے دجل و تلبیس کے گٹھوں نے اپنے اندر باندھ رکھا ہے

---

[1] رئیس قادیان صفحہ ۱۱ جلد اوّل (مجلس ختم نبوت ملتان) [2] رئیس قادیان صفحہ ۱۴ (ایضاً)

ورنہ دینی غیرت کا ثبوت دے کر میرے دلائل کو غلط ثابت کیجیے۔

مزید دیکھیے! آپ سمیت آپ کا ہر مولوی اعلیٰ حضرت پر یہ الزام رکھتا ہے کہ وہ انگریز کے ایجنٹ تھے کیونکہ انہوں نے ہندوستان کو دارالحرب نہیں کہا۔ میں یہاں گنگوہی صاحب اور تھانوی صاحب وغیرہ کی عبارات نقل نہیں کرتا کہ انہوں نے بھی اعلیٰ حضرت کا ساتھ دیا ہے اور یہ بھی بیان نہیں کرتا کہ دارالحرب کیلئے کن شرائط کی ضرورت درکار ہوتی ہے۔ بس اتنا کہتا ہوں کہ ٹھوس شواہد پیش کیجیے اور دینی غیرت کا ثبوت دے کر مجھے اپنا مرید بنا لیجیے۔ البتہ مجھ سے اپنے اکابر کے انگریز کے طلب گار رہنے کے ٹھوس ثبوت لینے ہوں تو کسی بھی عدالت میں لے سکتے ہیں۔ بفضلِ خدا ہمہ وقت تیار ہوں۔ جناب! یہ ہے اس دور کا سب سے بڑا کذب جو آنکھوں پر شخصیت پرستی کی دبیز سیاہ پٹی ہونے کی وجہ سے آپ کو دکھائی نہیں دیتا۔ جاتے جاتے ایک بات اور ملاحظہ فرماتے جائیے ممکن ہے تسلی نہ ہوئی ہو۔

موجودہ سرپرست سپاہ صحابہ مولوی ضیاء الرحمٰن فاروقی صاحب آپ کے جگری یار ہیں آپ کو بھی پتہ ہے کہ وہ ایک طویل مدت تک اپنی ہر تقریر میں چیلنج دیتے رہے کہ میں ستائیس دلیلوں سے ثابت کرتا ہوں کہ مولوی احمد رضا خاں رافضی تھا۔ لوگوں نے جب اُن سے پوچھا تو "البریلویہ" میں درج شدہ پرلے درجے کے جھوٹ اپنی زبان سے پیش فرما دیتے۔ مثلاً پہلی بھاری بھرکم وزن دار دلیل یہ پیش کی کہ اُن کا نام احمد رضا ہے لہذا وہ رافضی ہیں۔ علیٰ ھذا القیاس باقی نام نہاد دلائل بھی اسی طرح کے تھے۔ میں نے ۱۹۹۱ء سے انہیں چیلنج دے رکھا ہے کہ اعلیٰ حضرت کے رافضی ہونے پر صرف پانچ ٹھوس دلیلیں قرآن و حدیث کی روشنی میں پیش فرمائیے کہ پہلے تو آپ اُنہیں رافضی دگویا

کافر) کہتے رہے اور اب اپنے شیخ سے اُنہیں رحمۃ اللہ علیہ لکھ رہے ہیں۔ بتایئے وہ کیسے رافضی تھے کہ باقی رافضی کالے کافر ہوں اور وہ رحمۃ اللہ علیہ۔ کیا آپ کے علمِ غیب نے آپ کو آگاہ کیا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اب اپنے مزار میں اپنا عقیدہ تبدیل کر لیا ہے؟ گیارہ سوالات کے ساتھ ایک مضمون مارچ ۸۰ء میں انہی صفحات میں شائع ہوا۔ پھر اُس کی الگ ہزاروں کاپیاں پمفلٹ کی صورت میں جھنگ چنیوٹ سے شائع کی گئیں۔ خود میرے شہر میں اُن کی آمد پر اُنہیں یہ رسالہ اور پمفلٹ پیش کیا گیا۔ فاروقی صاحب نے جھوٹ بولا اور کہا کہ میں نے اس کا جواب "خلافتِ راشدہ" میں لکھ دیا ہے۔ آ رہا ہے۔ اب چھ ماہ ہوئے جواب کا نام و نشان نہیں۔ اور نہ وہ آئندہ دے سکتے ہیں۔ آپ شوق فرمائیں تو سوالات ارسال کر سکتا ہوں فاروقی صاحب سے ضرور پوچھ لینا کہ گنبدِ خضرا کے مکین سے محبت رکھنے والے ایک گناہ گار مگر اس کی شفاعت پہ یقین رکھنے والے نے آپ کی کس رگ پہ ہاتھ رکھ لیا ہے کہ ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم والی صورتِ حال پیش آگئی ہے۔ اللہ اکبر۔

قاسمی صاحب! یہ ہے اس دور کا سب سے بڑا کذب جس کو آپ نے دروغ گوئی اور فریب کاریوں کے خمیر میں بڑے ذوق سے مدغم کر رکھا ہے۔ اگر کوئی آپ کی کذب بیانیوں پر مواد اکٹھا کرنا چاہے تو دفتر کے دفتر بن جائیں۔ بہر حال آمدم بر سرِ مطلب کہ مولانا نیازی صاحب کی بات کہاں تک درست ہے۔

پردہ اُٹھتا ہے

لیجئے قاسمی صاحب! اُن کتابوں کے فوٹو سٹیٹ جن کے بارے میں آپ نے بہت بڑا چیلنج کیا ہے کہ اگر یہ دونوں باتیں نیازی صاحب ثابت کر دیں تو میں

اُن کے ہاتھ پر بیعت کر لوں۔ پہلی بات کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔ آپ کا دعوٰی ہے کہ یہ بات آپ کی کسی کتاب میں نہیں۔ دیکھئے یہ ہیں آپ کی خوش فہمیوں کے درخشندہ ستارے جناب مولوی محمود الحسن صاحب جنہیں آپ شیخ الہند کے لقب سے یاد فرماتے ہیں۔ اس لیے کہ انہوں نے ترجمۂ قرآن میں نہ آدابِ اُلوہیت کا خیال کیا اور نہ آدابِ رسالت کا۔ بس جو آیا دھر گھسیٹا۔ اُن صاحب نے ایک کتاب "الجہد المقل" لکھی۔ صدق و کذب کی بحث کرتے ہوئے مقدمہ ہفتم کے عنوان سے لکھتے ہیں:۔

"امرِ ہفتم یہ ہے کہ صدورِ قبائح اور مقدرت علی القبائح میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ امر اول کو عند اہل سنت بہ نسبت ذات خالق الکائنات محال کہا جاتا ہے تو امر دویم مسلمات میں سے ہے۔ سب جانتے ہیں کہ ذات تعالیٰ شانہٗ سے افعالِ قبیحہ کے صدور کی نوبت نہیں آسکتی لیکن افعال قبیحہ کو مثل دیگر ممکنات ذاتیہ مقدورِ باری جملہ اہل حق تسلیم فرماتے ہیں کیونکہ خرابی ہے تو ان کے صدور میں ہے۔ نفسِ مقدوریت میں اصلاً کوئی خرابی لازم نہیں آتی اگر ہوتا ہے تو کمالِ قدرت ثابت ہوتا ہے بلکہ امورِ مذکورہ کو قدرت سے خارج کرنے میں عمومِ قدرۃ علی الممکنات جو داخل کمال اور مسلماتِ اہلِ سنّت میں سے ہے باطل ہو جائے گا۔"؎

ممکن ہے بہت سے لوگ اس عبارت کا مفہوم نہ سمجھ سکے ہوں۔ لیجئے مشکل الفاظ کے معانی اور آسان تشریح ملاحظہ فرمائیے (دیانتداری کو پوری طرح ملحوظِ خاطر رکھا گیا ہے۔)

○ صدور : (کسی کام کا) جاری ہونا۔ نافذ ہونا یا عملاً سرزد ہونا۔

○ قبائح : معیوب، مذموم (یعنی عیب دار اور قابلِ مذمت افعال

(حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

جیسے جھوٹ)

○ صُدورِ قبائح : عیب دار اور قابلِ مذمّت افعال کا بالفعل جاری ہونا یا سرزد ہونا۔

○ قدرت علی القبائح : بُرے کاموں پر محض قادر ہونا (یعنی بُرے کام کر سکنا مگر نہ کرنا)

○ امر : مسئلہ، حکم۔

○ اَمرِ اوّل : پہلا حکم (جس کو مصنف نے پہلے بیان کیا۔ یہاں مراد صُدورِ قبائح)

○ عند اہل السُّنّۃ : اہلِ سنّت و جماعت کے نزدیک۔

○ بہ نسبت ذات خالق الکائنات : کائنات کو پیدا کرنے والی ذات کی طرف یا ذات کے ساتھ۔

○ مُحال : ناممکن۔

○ اَمرِ دوئم :۔ دوسرا حکم (جس کو مصنف نے دوسرے نمبر پہ بیان کیا۔ یہاں مراد قدرت علی القبائح)

○ مُسلّمات :۔ تسلیم شدہ۔ ثابت شدہ۔

○ دیگر ممکنات ذاتیہ : وہ دوسرے افعال و اُمور جو اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہونے ممکن ہیں۔

○ مقدورِ باری :۔ جس پر اللہ تعالیٰ قدرت رکھے۔

○ جملہ اہلِ حق :۔ تمام حق پر چلنے والے علماء (مراد علمائے دیو بند)

○ نفسِ مقدوریت :۔ قادر ہونے کی حقیقت یا قدرت و طاقت کا وجود یعنی محض قدرت۔

○ اصلاً :۔ ہرگز، مطلق۔

(حاشیہ صفحہ بقیہ) ۔ المہند المفل صفحہ ۴۱ :

آسان تشریح

بُرے کاموں کے بالفعل کرنے اور بُرے کاموں پر محض قدرت و طاقت رکھنے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بُرے کاموں کا بالفعل سرزد ہونا اہلِ سُنّت و جماعت کے نزدیک ناممکن ہے۔ لیکن ان بُرے کاموں (جھوٹ، چوری) پر محض قدرت و طاقت رکھنا (اس معنیٰ سے کہ بُرے کام کی قدرت ہے مگر کرتا نہیں) تمام حق پر چلنے والے علماء (یعنی علمائے دیوبند) کے نزدیک تسلیم شدہ ہے سب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے بُرے کاموں کے سرزد ہونے کی نوبت نہیں آسکتی (مثلاً جھوٹ بول سکتا ہے، جھوٹ بولنے پر قادر ہے مگر بولتا نہیں) کیونکہ خرابی تو ان بُرے کاموں کے بالفعل کرنے میں ہے محض بُرے کاموں (جھوٹ، چوری، خودکشی وغیرہ) پر قدرت و طاقت رکھنے میں ہرگز کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔ بلکہ ان تمام بُرے اور غلیظ کاموں پر قادر ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت ثابت ہوتی ہے بلکہ ان ذکر کیے گئے بُرے کاموں پر قادر ہونے کی حقیقت کو اگر اللہ تعالیٰ کی طاقت اور قبضۂ و اختیار سے خارج کر دیا جائے تو وہ تمام ممکن افعال جن پر اللہ تعالیٰ قادر ہے اور جو اُس کے فضل و کمال میں داخل اور (علمائے دیوبند) کے نزدیک تسلیم شدہ ہیں سب کے سب بے اصل اور غلط ہو جائیں گے۔

(یعنی جب تک تمام بُرے کاموں کے کرنے کی قدرت و طاقت (جس کو نفس مقدوریت کہا گیا) اللہ تعالیٰ کی ذات کے اندر موجود نہ مانا جائے اُس وقت تک اس کی دیگر تمام قدرت و طاقت بے معنی اور بے اصل ہو گی (عیاذاً باللہ ثم عیاذاً باللہ) ؎

اے کاش لائے کہیں سے کوئی عصا ایسا : جو تیرے من کے سبھی اژدہے نگل ڈالے

خلاصۂ مفہوم:۔ جناب "شیخ الہند" کی عبارت کا خلاصہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے مگر بولتا نہیں۔ چونکہ مولوی صاحب

نے قدرت علی القبائح کے الفاظ لائے ہیں کہ تمام کے تمام بُرے کاموں پر قادر ہے تو مطلب یہ ہوا کہ جھوٹ بول سکتا ہے بولتا نہیں۔ شراب پی سکتا ہے پیتا نہیں، جوا کھیل سکتا ہے کھیلتا نہیں، خدا اپنا شریک بنا سکتا ہے بناتا نہیں، شمس وقمر اور حجر وشجر کو رب مان سکتا ہے مگر مانتا نہیں، بُتوں کو سجدہ کر سکتا ہے کرتا نہیں کیونکہ بقول مولوی صاحب ساری خرابی ان قبیح افعال کے بالفعل کرنے میں ہے ان پر قدرت رکھنے میں ہرگز کوئی خرابی نہیں۔ اور تو چلیئے جو بھی ہے سو ہے یہ بتلایئے کہ ربّ ذوالجلال چوری پر کس طرح قادر ہوگا۔ پہلے تو یہ قبول فرمایئے کہ چوری قبیح فعل ہے اور آپ کے مولانا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سب قبیح افعال پر قادر ہے۔ اب اس فعل قبیح پر "قدرت علی القبائح" کا فارمولا کسی صورت فٹ نہیں بیٹھتا کیونکہ چوری کے لیے مال وزر یا کوئی بھی شے ہو اُس کا پرایا ہونا لازمی ہے یعنی غیر کی ملکیت ہونا شرط ہے جب کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے لیے پرائی نہ رہی تو اب چوری کی قدرت بھی نہ رہی۔ مراد یہ ہے کہ چوری کے لیے شے کا پرایا ہونا لازم ہے۔ تو جب یہاں لازم باطل ہوگیا تو ملزوم (یعنی قدرت) خود بخود باطل ہوگئی۔ لہٰذا اگر محمود الحسن صاحب کے نزدیک "قدرت علی القبائح" مسلّمات میں سے ہے تو چوری بھی قبائح کے زُمرے میں آتی ہے اس کا بالفعل تو کیا امکان بھی نہیں مانا جاسکتا کیوں کہ ہر شے کا مالک خدا خود ہے تو اب یہاں "امکانِ سرقہ" کا سوال بھی اُٹھ گیا۔ تو جب ثابت ہوگیا کہ وہ چوری کی قدرت بھی نہیں رکھتا تو اب مولوی اسماعیل دہلوی کے عقیدے کے مطابق اللہ تعالیٰ کی قدرت بندے سے کم ہوگئی کیونکہ انہوں نے لکھا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے اندر جھوٹ کی قدرت نہ مانی جائے تو انسانی قدرت زائد ماننا پڑے گی کہ بندہ ایک کام کر سکے اور

اللہ نہ کر سکے۔ (تفصیل آ رہی ہے ان شاء اللہ) اب جب ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں چوری پر قدرت رکھنا بھی نہیں تسلیم کیا جا سکتا تو دیوبندیوں کے نزدیک اب خدا وہ خدا ہے جس کی قدرت فی الواقع بندے سے کم ہے ورنہ قاسمی صاحب! آپ سے گذارش ہے کہ چوری کا امکان اللہ تعالیٰ کے اندر پیدا کر کے دکھائیں۔ جس طرح جھوٹ کا امکان ثابت کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں ہمارے اکابر کی کتب ایسی عبارات سے مبرا ہیں۔ آپ لوگ بھی رنگ بدلنے میں ماہر اور جوڑ توڑ کے بادشاہ ہیں خدا ہی جانے یہ آپ کے اکابرِ دیوبند کیا شے تھے کہ آپ نے عظمتِ خداوندی اور شانِ رسالت سب کچھ ان پر تج دیا مگر اُن کے نام نہاد عزت پر حرف نہ آنے کی کوشش ناکام ضرور کی لکھ دیا کہ ہمارے اکابر کی کتابوں میں یہ بات موجود نہیں۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے اکابر اگر یہی لوگ ہیں تو ان کی کتابوں میں یہ عبارات موجود ہیں۔ جیسا کہ آپ نے اصل کتابوں کے فوٹوسٹیٹ ملاحظہ فرما لیے ہوں گے۔ ان کتابوں کو "نیلام گھر" میں بھی بھیجا جا سکتا ہے (آپ کے اکابر کے ایصالِ ثواب کے لیے) یوں ایڈورٹائز بھی ہو جائے گی اور طارق عزیز صاحب گلا پھاڑ کر بتا دیں گے کہ یہ کتب کن علماء کی تصنیف شدہ ہیں۔ بہرحال آئیے میں دکھاتا ہوں کہ یہ عبارات آپ کے اکابر نے لکھی ہیں۔ مندرجہ ذیل دو جملے ملاحظہ فرمائیے ـــــ

○ کسی کام پر قادر ہونا۔
○ کسی کام کا کر سکتا۔

ان دونوں میں الفاظ کا فرق ضرور ہے مگر معنوی لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔ مثلاً آپ فرماتے ہیں کہ "میں پچاس کلو وزن اٹھانے پر قادر ہوں" اور آپ کے دوست فاروقی صاحب فرمائیں کہ "میں

پچاس کلو وزن اُٹھا سکتا ہوں۔" بتایئے دونوں جملوں میں بلحاظِ معنیٰ کیا فرق ہے؟ جب کوئی فرق نہیں تو اب مولانا عبدالستار نیازی کا یہ کہنا کہ دیوبندیوں کی کتابوں میں ہے۔

○ "خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔"

اور محمود الحسن صاحب کا یہ کہنا کہ

○ "قدرت علی القبائح مسلمات میں سے ہے۔" دونوں باتوں میں بہ اعتبارِ معنیٰ و مفہوم ہرگز کوئی فرق نہیں۔ آپ میں جرأت ہے تو دونوں کا فرق ثابت کر کے دکھا دیجئے۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ ج صلے اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ ۝

اب آتا ہوں آپ کے دوسرے مولانا کی طرف۔ یہ جناب رشید احمد گنگوہی صاحب ہیں۔ یہ صاحب بھی "امکانِ کذب" یعنی خدا کے جھوٹ بول سکنے کے قائل ہیں۔ فرماتے ہیں:——

"امکان کذب بایں معنی کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے اُس کے خلاف پر وہ قادر ہے مگر باختیار خود اس کو نہ کرے گا۔ یہ عقیدہ بندہ کا ہے اور اسی عقیدہ پر قرآن شریف اور احادیثِ صحاح شاہد ہیں اور علماءِ اُمت کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ مثلاً فرعون پر ادخالِ نار کی وعید ہے مگر ادخالِ جنتِ فرعون پر بھی قادر ہے اگرچہ ہرگز جنت اس کو نہ دیوے گا۔"[1]

امکانِ کذب کا مطلب ہے جھوٹ پر قدرت۔ گنگوہی صاحب اللہ تعالیٰ کا جھوٹ پر قدرت ان معنوں میں مانتے ہیں کہ وہ اپنے ہی فرمائے ہوئے

---

[1] فتاویٰ رشیدیہ کامل صفحہ ۱۱۳ ÷

حکم کے خلاف کر دے۔ گنگوہی صاحب نے اللہ تعالیٰ کو بندے پر قیاس کر لیا ہے کہ بندہ جب اپنے کہے کے خلاف کرے تو جھوٹا کہلاتا ہے کہ پہلے کچھ کہا اور بعد میں کچھ اور۔ اسی طرح گنگوہی صاحب کا عقیدہ ہے کہ خدا بھی اپنے حکم کے خلاف کر سکتا ہے۔ اس پر قدرت رکھتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ جھوٹ پر قادر ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا۔ ساری دُنیا مانتی ہے کہ ربِّ قدیر گنہگار کو جنّت بھیج سکتا ہے مگر مسلمانوں کے نزدیک یہ کذب نہ ہوگا بلکہ عفو و کرم ہوگا۔ دیوبندی جسے جھوٹ کہتے ہیں ہم اہلِ سُنّت اُسے کرم کہتے ہیں۔ خلف وعید[سلہ] اور شے ہے اور امکانِ کذب دوسری شے۔ جنہوں نے خلف وعید کو جائز کہا ہے وہ یہ کہتے ہیں "لا نہ کرم" اور وہی لوگ کہتے ہیں کذب باری تعالیٰ محال ہے۔ ثابت ہوا کہ کذب باری ممکن نہیں۔ چونکہ کذب نقص ہے لہٰذا نقص اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔ اور جو نقص ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ممکن نہیں اور نہ اُسے قدرت شامل ہے۔

غزالیِ دوراں حضرت علّامہ سیّد احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: —

"خلف وعید انشاء ہے اور امکانِ کذب ہمیشہ خبر ہی میں ہوتا ہے تو اخبار کا قیاس انشاء پر کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟ اگر زمین کا آسمان پر اور پانی کا آگ پر اور ہوا کا مٹی پر قیاس کرنا جائز ہو تو یہ بھی جائز ہوگا۔"[سلہ]

انشاء ایسا کلام ہوتا ہے جس سے کوئی خبر معلوم نہ ہو۔ علّامہ کاظمی علیہ الرحمۃ کا مقصد یہ ہے کہ قیاس میں ضروری ہے کہ مقیس اور مقیس علیہ میں کوئی علت مشترکہ ہو مگر خلف وعید اور امکانِ کذب میں کوئی علت

[سلہ] "کسی سے سزا کے وعدہ کرنیکے بعد اُس کا خلاف کرنا" (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

مشترکہ نہیں۔ اسی طرح خلف وعید جب انشاء ٹھہرا تو امکان کذب کا اس پر قیاس باطل ہوا۔ آگے چل کر علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ مزید فرماتے ہیں :-

"نیز اس خلف وعید کو امکان کذب کا مقیس علیہ کہنا ایک اور وجہ سے بھی نہیں اس لیے کہ اگر امکانِ کذب کو اس پر قیاس کر لیا جائے تو وقوعِ کذب لازم آئے گا۔ تقریر اس کی یوں ہے کہ خلفِ وعید مجوزہ متکلمین کا قیامت کے دن وقوع ہو گا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ یوم مذکور میں مشرکین کے علاوہ ہزاروں لاکھوں بلکہ بے شمار گناہگاروں کی مغفرت کرے گا تو وقوع خلف ہوا۔ اور جب وقوع خلف ہوا تو وقوع کذب ہوا۔ وہذا باطل بالاجماع"[2]

علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ کا مطلب یہ ہے کہ وہابیہ جو بار بار کہتے ہیں کہ متکلمین (مذہبی امور کو عقلی دلیلوں سے ثابت کرنے کی مہارت رکھنے والے) خلف وعید کو جائز سمجھتے ہیں تو وہ فرماتے ہیں کہ جس خلف وعید کو متکلمین جائز مانتے ہیں وہ صرف امکان کی حد تک نہیں بلکہ قیامت کے روز اس کا وقوع بھی ہو گا۔ تو وہابیہ اپنے مجوزہ "امکانِ کذب" کو متکلمین کے "خلف وعید" پر ہرگز قیاس نہ کریں ورنہ کذب امکان کی حد سے نکل کر وقوع میں داخل ہو جائے گا اس لیے کہ متکلمین کا خلفِ وعید یہ ہے کہ بروزِ محشر اللہ تعالیٰ ان گناہگاروں کو واقع بخش دے گا۔ یعنی یہ بالفعل ہو گا۔ تو یہ خلف کا وقوع ہو گا اور اگر وہابیہ امکانِ کذب کو متکلمین کے خلفِ وعید پر قیاس کرتے ہیں تو لازم ہے کہ کذب کا بھی وقوع مانا جائے اور وہ فرماتے ہیں کہ اسے اب

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) لیکن یہ بات ذہن میں رہے کہ خلفِ الوعد اور خلفِ الوعید میں تفریق ہے [1] مقالاتِ کاظمی حصہ دوم صفحہ ۲۰۹ (حاشیہ صفحہ موجودہ) [2] ایضاً صفحہ ۲۱۰-۲۱۱

وہابیہ بھی نہیں مانیں گے۔ لہٰذا متکلمین کے "خلفِ وعید" کا وہابیہ کے "امکانِ کذب" سے کچھ تعلق نہیں۔

اور پھر جناب گنگوہی صاحب کا اس خدا کے جھوٹ بول سکنے پر قرآن و حدیث کو گواہ بنانا تو اور بھی بہت بڑا ظلم ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

گنگوہی صاحب کی ایک اور تحریر دیکھیے۔ جس نے سارے حجابات سرکا دیئے ہیں جس کی زہر آفرینی آج بھی اپنا اثر دکھاتی ہوتی ہے" امکانِ کذب پر مختصر سی بحث کرنے کے بعد گنگوہی صاحب لکھتے ہیں:۔

"آیات و احادیثِ کثیرہ سے یہ مسئلہ ثابت ہے۔ ایک ایک مثال قرآن و حدیث کی لکھی جاتی ہے۔ ایک جگہ ارشادِ جنابِ باری ہے قل ھو القادر علیٰ ان یبعث علیکم عذابا الآیہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم الآیہ۔ آیتِ ثانیہ میں نفی عذاب کا وعدہ فرمایا اور ظاہر ہے کہ اگر اس کا خلاف ہو تو کذب لازم آتے۔ مگر آیتِ اولیٰ سے اس کا تحت قدرتِ باری تعالیٰ داخل ہونا معلوم ہوا۔ پس ثابت ہوا کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ جل و علیٰ ہے کیوں نہ ہو وھو علی کل شیءٍ قدیر"[1]

دیوبندی جہان کے یہ کتبِ عالم خدا کا جھوٹ بول سکنے کے مسئلہ پر آیات و احادیث سے استدلال فرما رہے ہیں گویا خدا کا جھوٹ بول سکنا دیوبندی عقیدے میں نصِ قطعی سے ثابت ہے۔ اور جو مسئلہ نصِ قطعی سے ثابت ہو اُس کا منکر کافر ہوتا ہے جب ان

---

[1] فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۹۶، ۹۷ ج

کے بڑے بڑے اکابر نصِ قطعی سے ثابت فرما رہے ہیں تو ظاہر ہے کہ یہ موحّدین نصِ قطعی کا انکار کرکے کافر ہونا کیونکر قبول کریں گے۔ عافیت اسی میں ہے کہ خدا کا جھوٹ پر قادر ہونے کو تسلیم کرکے ایک طرف اپنا موحّد ہونا منوا لیا جائے اور دوسری جانب اللہ تعالیٰ کی کمالِ قدرت پر مہرِ تصدیق ثبت کرکے اُس کی عظمت میں چار چاند لگا دیئے جائیں (عیاذاً باللہ ثم عیاذاً باللہ) مگر ہمارے قاسمی صاحب ہیں کہ ایسی عبارات دکھلانے کا چیلنج فرما رہے ہیں۔ ایں چہ بے جزی است۔ گنگوہی صاحب نے خدا کا جھوٹ پر قدرت رکھنے کے مسئلہ کو دو آیاتِ کریمہ سے ثابت فرمایا ہے۔ اس لیے کہ جھوٹ کو یہ لوگ صفتِ کمال میں شمار کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی کتابوں میں بڑی فراوانی سے اس صفتِ کمال کا مظاہرہ کیا گیا ہے ـــــ اور CLIMAX (یعنی منتہائے کمال) کے طور پہ خدا کے پلّے بھی باندھنے سے نہیں چُوکے ـــــ۔

ع ہمت کرے انساں تو کیا ہو نہیں سکتا

سوچا ہوگا کہ اپنے ہمعصر نانوتوی صاحب سے مَیں بھلا کیوں پیچھے رہوں۔ وہ اگر خاتم النبیین کے معنیٰ "آخری نبی" کو غلط ثابت کر سکتے ہیں تو کیا میں صدقِ خداوندی میں کذب کا ٹانکا نہیں لگا سکتا۔ خیر! دیکھیے گنگوہی صاحب نے استدلال کس طرح فرمایا: ـــــ

پہلی آیت لکھی: ـــــ "کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے اس بات پر کہ تم پر عذاب بھیجے۔"

دوسری آیت لکھی: ـــــ "اور اللہ تعالیٰ اُن کو عذاب نہ دیگا جبکہ آپ ان میں موجود ہیں۔"

گنگوہی جی فرماتے ہیں کہ دوسری آیت میں عذاب نہ دینے کا وعدہ

ہے اور ظاہر ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ عذاب دیدے یعنی اپنے کہے کے خلاف کر دے تو اُس کا جھوٹ بول سکنا لازم آئے (کہ پہلے تو کہا کہ عذاب نہیں دوں گا۔ مگر اپنے وعدے پر قائم نہ رہتے ہوئے عذاب دے ڈالا)

گنگوہی صاحب کے مطابق اس جھوٹ پر قدرت پہلی آیت سے ثابت ہے جس میں کہا گیا کہ وہ عذاب دینے پر قادر ہے تو فرماتے ہیں کہ پس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ پر قادر ہے۔ ؎

کسے خبر تھی کے لے کر چراغ مصطفوی
جہاں میں آگ لگاتی پھرے گی بولہبی

گنگوہی صاحب کی کم علمی دیکھیے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف کر دے (جو درحقیقت خلاف نہ ہوگا کہ وہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا) تو بجز سارے آثار و قرائن کو ترک کر کے وہ اسے اللہ کا کذب ماننے پر مجبور رہیں۔ دیکھئے الفاظ "ظاہر ہے کہ اگر اس کا خلاف ہو تو کذب لازم آئے۔" ہم جسے عفو وکرم کہتے ہیں دیو بندی دُنیا میں وہ خدا کا جھوٹ ہے۔ پھر تو کوئی گستاخ یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ قرآن کریم میں ایک طرف اللہ نے فرمایا وَمَا لَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ولی نہیں اور دوسری طرف اس کے خلاف کہہ دیا۔ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ بے شک اللہ بھی تمہارا ولی اور اس کا رسول بھی تمہارا ولی۔ لہٰذا اپنے ہی کہے کے خلاف کہہ کر جھوٹ کا مرتکب ہوا (نعوذ باللہ من شرور انفسنا)

بعینہٖ اسی طرح کا استدلال گنگوہی صاحب نے دو آیات سے کیا ہے۔ نہ کوئی قرینہ دیکھا اور نہ کوئی ضابطہ نہ کسی اصول کو مد نظر رکھا اور نہ علمائے اُمت کی عبارات میں نظر کی۔ اور آخر میں بحث کے غلطے

پر لکھ دیا : ـــــ

○ "پس ثابت ہوا کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ جل و علیٰ ہے ـــــ"

○ یعنی اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے (یا جھوٹ پر قادر ہے)

اور آگے لکھ دیا کہ وہ جھوٹ پر قادر کیوں نہ ہو وھو علیٰ کل شیٔ قدیر ط

ع عقل تو ویسے گئی تھی دین بھی ایسے گیا

گنگوہی صاحب کی ایک اور عبارت ملاحظہ فرمائیے : ـ

"الحاصل امکان کذب سے مراد دخول کذب تحت قدرت باری تعالیٰ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ وعید فرمایا ہے اس کے خلاف پر قادر ہے اگرچہ وقوع اس کا نہ ہو امکان کو وقوع لازم نہیں۔"[1]

پہلی بات تو یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا اور اگر بفرضِ محال اُس کی قدرت مان بھی لی جائے تو کیا ضروری ہے کہ اُس کے اس خلاف کو جھوٹ بولنے پر محمول کیا جائے۔ آخر گنگوہی صاحب کیوں اس بات پر تلے ہوئے ہیں کہ خدا اپنے حکم کے خلاف کرے تو یہ اُس کا جھوٹ ہوگا۔ آخر وہ کرم اور بخشش کی پاکیزہ صفت کا بھی تو مالک ہے۔ اُس کے لیے جھوٹ باندھنے کے بجائے اگر صفتِ کرم کو تسلیم کر لیا جائے تو کون سی مسلمانی ہاتھ سے چلی جائے گی۔ کرم کی پاکیزہ صفت کو مان لینا بہتر ہے یا جھوٹ جیسی رذیل و غلیظ صفتِ بد کو ماننا بہتر ہے۔ اور گنگوہی صاحب جب علمائے کرام کے سر ناحق یہ تہمت اور بہتان تھوپ رہے ہیں وہ خلفِ وعید کے قائل ہیں تو کرم کی صفت کے ساتھ نہ کہ امکانِ کذب

---

[1] فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۹۹ ۔

کے ساتھ۔ یہ فرق خاص طور پر ذہن میں رہے۔ گنگوہی صاحب کی مندرجہ بالا عبارت کا آسان سا مطلب یہ ہے کہ:

"امکانِ کذب سے مراد یہ ہے کہ جھوٹ اللہ تعالیٰ کے قبضہ و اختیار میں داخل ہے یا یہ کہ وہ جھوٹ بول سکتا ہے۔ یہ الگ بات کہ وہ کبھی بولے گا نہیں مگر جھوٹ بولنے پر قدرت رکھتا ہے۔"

جب خدا کی ذات کے اندر جھوٹ کے امکان کو مان لیا جائے تو پھر یہ شرط خود بخود اُڑ جاتی ہے کہ وہ اپنے وعدے وعید کے خلاف ہی کرے تو کذب لازم آئے بلکہ جھوٹ کے ممکن ہونے کی صفت مان لینے پر اللہ تعالیٰ کے دیگر احکام میں بھی امکانِ کذب کا احتمال لازم آئے گا۔ اس لیے کہ یہ جھوٹ پر قدرت کی صفت موصوف کے اندر ہے یعنی ذات کے اندر مانی جا رہی ہے اور اُس ذات کا ہر حکم پھر امکانِ کذب کے احتمال کے ساتھ مانا جائے گا۔ مطلب یہ کہ جب خدا کی ذاتِ اقدس میں نفسِ امکانِ کذبیت مان لی گئی تو اب اس کا کوئی حکم اس نفسِ کذبیت سے خالی نہیں، کوئی حکم سو فیصد لائقِ اعتبار نہیں۔ تو جناب دیوبندیوں کا خدا وہ ٹھہرا جس کی ذات میں امکانِ کذب کی صفت موجود ہے۔ آپ کے "شیخ الہند" جناب محمود الحسن صاحب نے اللہ تعالیٰ کو تمام بُرے کاموں پر قادر ہونا ثابت فرمایا یہ کہہ کر کہ قدرت علی القبائح مسلمات میں سے ہے۔ جھوٹ بھی فعلِ قبیح ہے تو گنگوہی صاحب نے بھی اس فعلِ قبیح پر اللہ تعالیٰ کا قادر ہونا بتایا۔ یہ کہہ کر کہ "کذب داخل تحت قدرتِ باری تعالیٰ ہے۔" جس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ جیسے ہم کہیں "کرم داخل تحتِ قدرت باری تعالیٰ ہے" یعنی اللہ تعالیٰ کرم کر سکتا ہے۔ تو مولانا عبدالستار خاں نیازی نے قطعاً"

کوئی غلط بیانی نہیں کی اور نہ جھوٹ بولا بلکہ سو فیصد حقیقت کو آشکارا کیا۔

• اگر "قدرت علی القبائح" مسلّمات میں سے ہے (یعنی اللہ تعالیٰ تمام بُرے کام کر سکتا ہے مگر کرتا نہیں) تو ایک آدمی جھوٹ بول کر فعلِ قبیح کا مرتکب ہوا۔ اور ایک آدمی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا مان کر فعلِ قبیح کا مرتکب ہوا۔ اگر اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا بیٹا ماننے پر کس طرح قادر نہیں ہوگا؟ جواب سوچ سمجھ کر دیا جائے جھوٹ بھی فعلِ قبیح اور پتھر کی مُورتی کو خدا بنا لینا بھی فعلِ قبیح۔ اگر ایک پر اللہ تعالیٰ کی قدرت ممکن ہے تو دوسرے پر قدرت کیونکر ممکن نہ ہوگی؟ جواب سوچ سمجھ کر دیا جائے۔

جب کہ محمود الحسن صاحب کے مطابق خرابی تو صرف "قصدِ قبائح" میں ہے قدرت علی القبائح میں کوئی خرابی نہیں بلکہ یہ بات تو ثابت شدہ ہے اور اسی قدرت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی صفات میں کاملیت وکمالیت پیدا ہوگی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

قاسمی صاحب! میرا خیال ہے کہ آپ کو فیصلہ کن مرحلے میں داخل کر دیا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا آپ تو خیر نہیں مانیں گے ممکن ہے اسے پڑھ کر کسی دوسرے کی عاقبت سنور جائے۔

محمود الحسن صاحب کہتے ہیں کہ قدرت علی القبائح مسلّمات میں سے ہے۔ قبائح میں صرف جھوٹ ہی نہیں بلکہ شرک بھی آتا ہے اسی طرح اور بے شمار قبائح ہیں۔ تو جہاں گنگوہی صاحب نے جھوٹ کو قدرتِ باری تعالیٰ کے تحت داخل کیا ہے وہاں اگر کذب کی جگہ شرک کا لفظ رکھ دیا جائے تو میرے خیال میں کوئی بے جا بات نہ ہوگی۔ تو پھر عبارتِ گنگوہی یوں ہوگی :-

"امکانِ شرک سے مراد دخولِ شرک تحتِ قدرتِ باری تعالیٰ ہے" بتلایئے اگر کذب (جو فعل قبیح ہے) اُس پر اللہ تعالیٰ قادر ہے تو شرک بھی فعل قبیح ہے اس پر اللہ تعالیٰ کس لیے قادر نہ ہوگا۔ ایک قبیح پر قادر ہو، ایک قبیح پر عاجز ہو یہ کیسے ممکن ہے؟ اور لگے ہاتھوں یہ بھی بتلایئے کہ جہاں اللہ تعالیٰ اپنے وعدے وعید کے خلاف کر سکتا ہے بقول گنگوہی صاحب فرعون کو جنت میں بھیج سکتا ہے اور اپنے ہی حکم کے خلاف پر قادر ہے تو اسی قرآن مجید میں وہ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام عیبوں سے پاک اور منزّہ ہے تو کیا اللہ تعالیٰ اس پر قادر نہیں کہ وہ خود اپنے اس حکم کے خلاف کر دے یعنی اپنے اندر عیب اور نقص پیدا کر لے۔

اگر گنگوہی صاحب کی پیش کردہ آیات میں سے ایک کے خلاف وہ کر سکتا ہے تو اپنے متعلق عیب سے پاک ہونے کی آیت کے خلاف کچھ کرنے سے کیونکر عاجز ہو جائے گا؟ کیا وہ ہر آیت، کے خلاف کرنے پر قادر نہیں؟ اب ذرا سوچ سمجھ کر بتایئے کہ جب وہ علیٰ کل شئی قدیر ہے تو ہر ہر آیت کے خلاف بھی وہ کچھ کرنے پر قدرت رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

اگر قدرت نہیں رکھتا تو محمود الحسن صاحب کا قدرت علی القبایح کو مسلّمات میں سے کہنا اور گنگوہی صاحب کا وھو علیٰ کل شئی قدیر کہنا باطل ہوا۔ اور اگر قدرت رکھتا ہے تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ وہ نہ صرف کذب پر قدرت رکھتا ہے بلکہ شرک پر بھی قادر ہے، چوری، جوئے، شراب، ڈاکے اور دنیا بھر کے تمام قبایح پر قادر ہے ——

—— آپ جو بھی مانیں گے آپ کا دھڑن تختہ ضرور ہوگا ——

اور جب کذب و شرک دونوں قبایح میں سے ہیں تو گنگوہی صاحب نے جو فرمایا ہے :———

"رہا خلاف علما کا جو در بارہ وقوع و عدم وقوع خلافِ وعید ہے جس کو صاحبِ براہینِ قاطعہ (خلیل احمد سہارنپوری) نے تحریر کیا ہے وہ دراصل کذب نہیں صورتِ کذب ہے" (دیکھئے فتاویٰ رشیدیہ کے صفحہ ۹۶ کی فوٹوسٹیٹ سطر ۱۳) تو ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ "وہ دراصل شرک نہیں صورتِ شرک ہے"۔ بتائیے صورتِ کذب کو اگر آپ قدرتِ باری تعالیٰ کے تحت داخل کر سکتے ہیں تو صورتِ شرک کو آپ قدرتِ باری تعالیٰ میں کیوں داخل نہیں کر سکتے؟ ممکن ہے آپ کے پاس اس کا جواب یہ ہو کہ کذب معمولی عیب ہے، چھوٹا نقص ہے۔ اس کو تحتِ قدرت مانا جائے تو کوئی برائی نہیں اور چونکہ شرک بڑا عیب ہے اس لیے اُسے خدا کے اندر (تحت قدرت) نہ مانا جائے۔ دوسری اور آخری بات یہ کہہ سکتے ہیں کہ کذب میں تو حُسن ہی حُسن ہے، اسی وجہ سے ہم نے اپنی کتابوں کے صفحات کو اس حُسنِ بے مثال سے مزین کر رکھا ہے۔ اس حسن سے خدا کو کس لیے محروم رکھا جائے۔ آپ کی مزید تسلی کے لیے ایک جملہ اور درج کرتا ہوں۔ یہ جملہ گنگوہی صاحب کا ہے صفحہ ۹۶ دیکھ لیجئے۔

اس جملے میں اگر محمود الحسن صاحب کا عقیدہ (یعنی وہ الفاظ جو جہد المقل میں ہیں) بھی شامل کر دیا جائے تو جملہ اس طرح ہوگا۔

"دریں مذہب جمیع محققین اہلِ اسلام و صوفیائے کرام و علمائے عظام کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ کذب (یا تمام قبیح افعال جیسے جھوٹ، چوری، شرک، فسق، گناہ وغیرہ) داخل تحت قدرت باری تعالیٰ ہے" فاعتبروا یا اولی الابصار۔

دیو بند کے دو انتہائی معتبر و مستند اور "جید و اجل" اکابر کی کتب کے بعد اس شخصیت کی طرف آیئے جو ان اکابر کا بھی امام ہے جس کا نام آتے ہی یہ لوگ مجسمۂ عجز و انکسار بن جاتے ہیں۔ یہ ہیں جناب مولوی محمد اسماعیل صاحب دہلوی۔ پہلے ان کے فارسی رسالہ "یکروزہ" (جو ایک روز میں لکھا گیا) کے فوٹو سٹیٹ ملاحظہ فرمایئے۔ "امکانِ کذب" سے متعلق بحث کرتے ہوتے لکھتے ہیں:

"اقول اگر مراد از محال ممتنع لذاتہ است کہ تحت قدرت الٰہیہ داخل نیست پس لانسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد چہ مقدمہ قضیہ غیر مطابقہ مواقع والقائے آں بر ملائکہ و انبیاء خارج از قدرت الٰہیہ نیست والّا لازم آید کہ قدرت انسانی ازید از قدرت ربانی باشد۔"[1]

ترجمہ: اگر محال سے مراد ممتنع لذاتہ ہے جو کہ قدرت الٰہی کے نیچے نہیں آتا تو ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ جھوٹ کی یہ قسم گذشتہ معنیٰ کے مطابق محال ہو۔ کیونکہ واقعہ کے برخلاف جملہ بنا لینا اور فرشتوں اور نبیوں پر اس کی وحی کرنا اللہ کی قدرت سے باہر نہیں ورنہ لازم آئے کہ قدرتِ انسانی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے زائد ہو۔

آسان سا مطلب یہ ہے کہ بندے کو جب جھوٹ پر قدرت حاصل ہے تو خدا کیا بندے سے کم قدرت کا مالک ہے کہ وہ اس پر قادر نہ ہو۔ بندہ اگر کوئی خلافِ واقع بات کہہ سکتا ہے مثلاً کوئی دیوبندی کہہ سکتا ہے کہ ہماری کتب میں یہ نہیں لکھا کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ حالانکہ یہ اس کی کتابوں میں موجود ہے تو یہ اس کی بات خلافِ واقع ٹھہری یعنی جھوٹ ہوئی۔ تو جب بندہ اس پر قادر ہے تو

---

[1] یک روزہ صفحہ ۱۷ ؛

خدا کیونکر عاجز ہوگا۔ وہ بھی یقیناً جھوٹ پر قادر ہے اور ان جھوٹے کلمات کو جو کہ خلافِ واقعہ ہیں اپنے ملائکہ اور انبیاء پر بھی القاء کر سکتا ہے ۔۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اب دیکھیئے کہ خداوند قدوس کی ذات میں کس خوبصورت طریقے سے یہ لوگ جھوٹ جیسی معیوب و مذموم صفت کو یہ کہکر مان رہے ہیں کہ "نیز ظاہر است کہ صفت کمال ہمیں کہ شخصے کہ قدرت بر تکلم کذب می دارد۔ بنا بر رعایت مصلحت و مقتضائے حکمت تنزہ از ملوث کذب تکلم بہ کلام کاذب نے نماید ہماں شخص ممدوح مے گردد" [1]

ترجمہ: ظاہر ہے کہ صفتِ کمال یہی ہے کہ جھوٹ پر قدرت ہوتے ہوئے بلحاظ مصلحت اس کی آلائش سے بچنے کے لیے جھوٹ بات نہ بولے وہی شخص قابلِ تعریف ہوتا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کے اندر اگر جھوٹ پر قدرت کا ہونا تسلیم نہ کیا جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ کمال کو کم کرنے اور گھٹانے کے مترادف ہے البتہ اس کے اندر جھوٹ کی صفت رکھ دینے سے وہ رفیع الشان ہو جائے گا۔ ع

بریں عقل و دانش بباید گریست

قاسمی صاحب! اگر دہلوی صاحب کا یہ فارمولا تسلیم کر لیا جائے کہ بندہ جھوٹ پر قادر ہے تو خدا کیونکر قادر نہ ہوگا (یعنی ورنہ لازم آئے کہ قدرتِ انسانی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے زائد ہو) تو بندہ نہ صرف اس پر قدرت رکھتا ہے بلکہ بالفعل بھی جھوٹ بولتا ہے۔ آپ کو تو خیر کچھ بتانے کی ضرورت ہی نہیں۔ تو فرمایئے کیا اللہ تعالیٰ بھی بالفعل جھوٹ بولنے پر قادر ہے؟ اگر آپ کہیں کہ بالفعل

---

[1] یکروزہ صفحہ ۱۸

جھوٹ بولنے پر وہ قادر ہے تب بھی آپ کا دھڑن تختہ۔ اور اگر آپ کہیں کہ بالفعل جھوٹ بولنے پر قادر نہیں۔ تو بمطابق دہلوی صاحب قدرتِ انسانی زائد ہو جائے گی اور متذکرہ سابقہ اکابر کے مطابق وہ علیٰ کل شئ قدیر نہ رہے گا یوں بھی آپ کا دھڑن تختہ۔ یعنی

؏ دوگونہ رنج وعذاب است جانِ مجنوں را

اور یہ ہیں آپ کے اکابر میں سے درخشندہ ستارے مولوی خلیل احمد صاحب سہارنپوری جن کا تذکرہ سابقہ سطور میں کیا جا چکا ہے امکانِ کذب کے بارے میں رقمطراز ہیں: ـــــــ

"امکانِ کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدماء میں اختلاف ہوا ہے کہ خلفِ وعید آیا جائز ہے یا نہیں[1] چنانچہ درمختار میں ہے ھل یجوز الخلف فی الوعید فظاھر ما فی المواقف المقاصد ان الاشاعرۃ قائلون بجوازہ لانہ لا یعد نقصا بل جودا وکرما الخ (خلفِ وعید جائز ہے کہ نہیں ظاہر تو یہ ہے اشاعرہ اس کے قائل ہیں ..... اس وجہ سے کہ وہ اس کو نقص نہیں شمار کرتے بلکہ بخشش اور کرم تصور کرتے ہیں)"[2]

اشاعرہ خلفِ وعید کو نقص شمار نہیں کرتے نہ کہ وہ امکانِ کذب کو نقص نہیں کہتے کہ جس کے قائل دیوبندی وہابی ہیں۔ اب تو سہارنپوری صاحب کی زبان سے ظاہر و باہر ہو گیا کہ اشاعرہ جس قدرتِ خداوندی کے قائل ہیں یعنی وہ جہنمی کو جنت دے سکتا ہے تو وہ اِسے کرم اور جُود شمار کرتے ہیں اور اس میں نقص نہیں جانتے۔ جبکہ دیوبندی اس

---

[1] یہ سہارنپوری صاحب کا صریح دروغ ہے۔ خلفِ وعید اور شے ہے امکانِ کذب اور شے

[2] براہینِ قاطعہ صفحہ ۶

خلفِ وعید کو خواہ مخواہ کھینچ تان کر امکانِ کذب کا نام دے رہے ہیں۔ یہ زبردستی دیوبندیوں کو مبارک ہو کہ خدا کے لیے جس صفت کا زور لگا رہے ہیں وہ کتنی معیوب و مذموم ہے۔ خیر! پسند اپنی اپنی۔ اور اگر دیوبندی کذب کو خلفِ وعید کی فرع سمجھتے ہیں تو یہ ان پر اور بوجھ بڑھ گیا پھر خدا کو بالفعل بھی جھوٹا ماننا پڑے گا اس لیے کہ گناہ گاروں کی مغفرت بالفعل ہوگی (یقیناً کروڑوں اربوں گناہ گار ایسے ہوں گے کہ جو سزا کے حق دار ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور اپنے کرم سے انہیں معاف فرما دے گا گویا عذاب کا وعدہ تھا مگر بخش دیا اور یہ بالفعل ہوگا) سوائے شرک کے دیگر تمام گناہِ کبیرہ معاف کر دیے جائیں گے۔ اشاعرہ کا یہ خلفِ وعید اگر دیوبندیوں کا امکانِ کذب ٹھہرے تو بالفعل مغفرت سے یہ کذب بھی امکان کی حد سے نکل کر بالفعل کے دائرے میں داخل ہو جائے گا۔ پس لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب بالفعل واقع ہو اور اللہ تعالیٰ بالفعل جھوٹا ہو (العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ)

ان کے امام "یک روزہ" میں کیا لکھ گئے اب معتقدین ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں کہ جھوٹ کو کسی نہ کسی طریقے سے اللہ تعالیٰ کے اندر ضرور ثابت کیا جائے۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔

ان کتابوں کے علاوہ امکانِ کذب کا یہ مسئلہ "المہند علی المفند" المعروف عقائد علمائے دیوبند کے صفحہ ۷۶ پر بھی موجود ہے۔ نیز مولوی حسین احمد مدنی صاحب نے بھی اپنی کتاب "شہابِ ثاقب" کے سات صفحے اسی مسئلہ میں سیاہ کیے ہیں۔ سات صفحوں کا خلاصہ یہ ہے: ———

"(مسئلہ امکانِ کذب میں) ان (دیوبندی علماء) کا مطلب وہ ہے جو کہ جہد المقل حصہ اول صفحہ ۲۴۴ میں مسطور ہے۔" [۱]

(حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

اور جہد المقل میں مولوی محمود الحسن صاحب نے جو عقیدہ بیان کیا ہے وہ آپ پہلے ہی ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ وہ تو تمام برے کاموں پر اللہ تعالیٰ کو قادر مانتے ہیں اور اسی کو صفت کمال جانتے ہیں۔ نیز اس مسئلہ امکانِ کذب کو مولوی عاشق الٰہی میرٹھی نے "تذکرۃ الخلیل" میں بھی بیان کیا ہے ـــــــ۔

موجودہ دور کے معروف دیوبندی عالم سرفراز گکھڑوی صاحب نے بھی اسے بیان کیا ہے۔ یہ مولوی صاحب بقیدِ حیات ہیں اور بڑھ چڑھ کر اس محبوب و مرغوب شے کو اپنی کتابوں میں صفحہ بہ صفحہ سجا کر اکابر کا درجہ حاصل کرنے کی سعیٔ ناکام میں معروف ہیں ؎۱

قاسمی صاحب! آپ ان سے بھی رابطہ کر لیجئے۔ دیگر برِصغیر کے تمام علمائے دیوبند کو ایک جگہ اکٹھا بٹھا کر کہیے کہ سر جوڑ لیجے اور ان صفحات پر جو کچھ بیان کیا گیا ہے ان کا جواب دیجئے اور دیئے گئے حوالوں کو غلط ثابت کیجئے۔ سرفراز صاحب گکھڑوی لکھتے ہیں: ــــــ

"یہ لوگ حقیقتِ کذب، امکانِ کذب اور صورتِ کذب میں جو دقیق فرق ہے اس کو یا تو سمجھتے ہی نہیں اور چشم پوشی کر کے خلط ملط اور گڈمڈ کر دیتے ہیں حالانکہ ایک ادنیٰ سمجھ والا آدمی بلکہ مبتدی طالب علم لفظ کر نے اور کر سکنے میں بخوبی فرق سمجھ سکتا ہے اور کرتا ہے اور کر سکتا ہے میں اہلِ لسان کے نزدیک فرق بالکل نمایاں ہے ؎۲"

(حاشیہ صفحہ سابقہ) ؎۱ شہابِ ثاقب صفحہ ۸۳ (حاشیہ صفحہ موجودہ) ؎۱ ابھی دنوں ہمارے ایک دوست مدرسہ نصرۃ العلوم گئے اور اس مسئلے پر گفتگو کی مگر گکھڑوی صاحب "گھٹنوں میں درد" کا بہانہ بنا کر غائب ہو گئے۔ (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

سرفراز صاحب کا مطلب یہ ہے کہ "خدا جھوٹ بولتا ہے" اور "خدا جھوٹ بول سکتا ہے" میں واضح فرق ہے۔ یعنی ایک کام بالفعل ہوتا ہے اور ایک محض ممکن ہوتا ہے۔ وضاحت دیکھئے۔

○ خدا جھوٹ بولتا ہے (بالفعل) سرفراز صاحب اس کے قائل نہیں۔
○ خدا جھوٹ بول سکتا ہے (ممکن) سرفراز صاحب اس امکان کے قائل ہیں ——۔

جبکہ حسین احمد مدنی صاحب اس دوسرے جملے کے برعکس یوں لکھتے ہیں:۔
"(اگر کوئی شخص) یہ اعتقاد رکھے کہ ممکن ہے کہ خداوند کریم جھوٹ بول دیوے تو وہ بھی کافر و زندیق ملعون ہے۔" [1]

ممکن ہے کہ معنیٰ قدرت کے ہیں۔ اس کو مدِ نظر رکھ کر ذیل کے جملے دیکھئے:

○ ممکن ہے (یعنی قدرت رکھتا ہے) کہ خدا جھوٹ بول دیوے (مدنی صاحب کے نزدیک یہ عقیدہ کفر ہے)
○ قدرت علی القبائح (یعنی خدا افعالِ قبیحہ پر قدرت رکھتا ہے۔)

علمائے دیوبند مانتے ہیں (خلیل صاحب و سرفراز صاحب عین ایمان جانتے ہیں۔) امکان، ممکن، قدرت، قادر ہونا یہ سب مترادف الفاظ ہیں یعنی ہم معنیٰ ہیں۔ لہٰذا جس امکانِ کذب کو گنگوہی صاحب تحت قدرتِ باری تعالیٰ مانتے ہیں، جو محمود الحسن صاحب کے نزدیک مقدورِ باری ہے جو کذب سرفراز صاحب کے نزدیک "بول سکتا ہے" اُسی صورتِ کذب کے اعتقاد کو مدنی صاحب کفر قرار دے رہے ہیں۔

لیجئے: ع خود آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابق) [2] تنقیدِ متین صفحہ ۱۷۳، بحوالہ توضیح البیان از علامہ غلام رسول سعیدی صفحہ ۳۱۱ (حاشیہ صفحہ موجودہ) [1] شہاب ثاقب صفحہ ۵۱ مخ

لغات سے اُن الفاظ کے معانی دیکھیے۔

○ **ممکن** :۔ جو بات ہو سکے، مقدور (نسیم اللغات)

("ہو سکے" کو سرفراز صاحب مانتے ہیں اور "مقدور" کو محمود الحسن صاحب تسلیم کر رہے ہیں)

○ **امکان** :۔ جو ہو سکے، مقدور (نسیم اللغات)

("امکان کذب" کو گنگوہی صاحب اور "ہو سکے" کو سرفراز صاحب مان رہے ہیں۔

ثابت ہوا کہ امکان، ممکن، مقدور، ہو سکے، قدرت یہ سب ہم معنیٰ اور مترادف الفاظ ہیں۔ ان کے ساتھ اگر جھوٹ یا کذب کے الفاظ لگائیں تو اُس کی صورت یہ ہوگی۔

امکانِ کذب، کذب کا ممکن ہونا، کذب مقدورِ باری ہے، ہو سکتا ہے جھوٹ بولے، جھوٹ پر قدرت، جھوٹ پر قادر ہونا وغیرہ
جب معتمد علمائے دیوبند ان سب صورتوں کے قائل ہیں تو مدنی صاحب کا ان پر فتویٰ یہ ہے۔

"(کوئی) یہ اعتقاد رکھے کہ ممکن ہے کہ خداوند کریم جھوٹ بول دیوے تو وہ بھی کافر و زندیق ملعون ہے۔"

جب "ممکن" کے معنیٰ لغات میں طاقت اور مقدور کے بھی درج ہیں تو اگر مدنی صاحب کی عبارت میں لفظ ممکن ہٹا کر اُس کی جگہ اُس کا معنیٰ رکھ دیا جائے تو جملہ یہ ہوگا۔

"اگر کوئی اعتقاد رکھے کہ (خدا) اس پر طاقت رکھتا ہے یا مقدورِ باری تعالیٰ ہے کہ خداوند کریم جھوٹ بول دیوے تو وہ کافر و زندیق ہے۔"

اور یہی تو سب دیگر علمائے دیوبند کہہ رہے ہیں کہ خدا اس پر قادر

ہے کہ جھوٹ بول دے اور اسی پر حسین احمد ٹانڈوی صاحب کا فتویٰ ہے کہ ایسا اعتقاد کفر ہے۔

جناب سرفراز صاحب گکھڑوی "کرتا ہے" اور "کرسکتا ہے" میں نمایاں فرق بتاتے ہیں یعنی "کرتا ہے" بالفعل میں آتا ہے اور "کرسکتا ہے" قدرت کے تحت آتا ہے اور وہ "کرسکتا ہے" کے قائل ہیں جبکہ جامعہ مدنیہ لاہور کے مہتمم حامد میاں صاحب لکھتے ہیں :۔

"اب اسے غلط خواہوں نے یہ جامہ پہنایا کہ اللہ تعالیٰ معاذ اللہ جھوٹ بول سکتا ہے"[1]

یعنی "بول سکتا ہے" کے جو معنی پہنائے وہ غلط خواہ ہیں اور یہی معنی گکھڑوی صاحب نے پہنائے ہیں لہٰذا وہ خود غلط خواہ ہوئے اور دیگر امکانِ کذب کے قائل بھی غلط خواہ ٹھہرے جناب حامد میاں صاحب مزید لکھتے ہیں :ـــــــــ

"اس مسئلہ کو توڑ مروڑ کر اور غلط تفسیر کر کے علمائے دیوبند کی طرف منسوب کر دیا گیا اور امکانِ کذب کا عنوان دے دیا گیا"[2]

مطلب یہ کہ اس مسئلے کو امکانِ کذب کا نام دینا ایک غلط تعبیر ہے جس کی نسبت علمائے دیوبند کی طرف کر دی گئی۔ مگر دوسری طرف سرفراز گکھڑوی صاحب فرماتے ہیں :ـــــــــ

"اس مسئلہ کو اہلِ حق (علمائے دیوبند) خلف وعید اور امکانِ کذب سے تعبیر کرتے ہیں"[3]

جملہ یوں زیادہ درست رہتا کہ "اس مسئلہ کو اہلِ حق خلف وعید اور علمائے دیوبند امکانِ کذب سے تعبیر کرتے ہیں" اور حقیقت بھی یہی

---

[1] سلسلہ علمائے دیوبند ص ۵۹ بحوالہ توضیح البیان ص ۳۱۱ (بقیہ برصفحہ آئندہ

ہے۔ اللہ تعالیٰ گمراہوں کو ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین۔

مولانا عبدالستار خاں نیازی نے دیوبندی کتب سے دوسرا مسئلہ یہ بیان کیا ہے کہ اُن کی کتابوں میں ہے[۳]: —

"نبی مر کر مٹی ہو گیا ہے۔"

یہ عبارت بھی اکابر علمائے دیوبند کے پیشوا و مقتداء مولوی محمد اسماعیل دہلوی کی کتاب میں موجود ہے۔ دہلوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک حدیث مبارکہ درج کی کہ جس میں بندے کو سجدہ کرنے کی ممانعت ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "جو تُو گزرے میری قبر پر تو کیا سجدہ کرے گا" اس مفہوم کو دہلوی صاحب نے یُوں بیان کیا: —[۱]

"یعنی مَیں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔"

اب نئے شائع ہونے والے نسخوں میں اس عبارت کو بدلا جا رہا ہے۔ مگر یہ دھوکہ بھی ہرگز کام نہ آسکے گا۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ الفاظ بیان نہیں فرمائے اس لیے اُن کی طرف یہ عبارت منسوب کرنا حدیث کے مطابق جہنم میں ٹھکانا بنانا ہے۔ مَیں اس عبارت کی تشریح گنگوہی صاحب کی زبان سے کرنا چاہتا ہوں جو فتاویٰ رشیدیہ میں درج ہے سائل نے تقویۃ الایمان سے یہ ساری عبارت لیکر فتویٰ طلب کیا۔ گنگوہی صاحب جواب دیتے ہیں:

"مٹی میں ملنے کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ مٹی ہو کر مٹی زمین کیساتھ خلط ہو جاوے جیسا سب اشیاء زمین میں پڑ کر خاک ہو کر زمین ہی بن

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) [۲] سلسلہ علمائے دیوبند صفحہ ۴۴ بحوالہ توضیح البیان صہ ۳۱۰ [۳] تنقید متین صفحہ ۱۷ بحوالہ توضیح البیان۔

(حاشیہ صفحہ موجودہ) [۱] تقویۃ الایمان ؛

جاتی ہیں۔ دوسرے مٹی سے ملاقی و متصل ہو جانا یعنی مٹی سے مل جانا تو یہاں مراد دوسرے معنی ہیں ...... چونکہ مُردہ کو چاروں طرف سے مٹی احاطہ کر لیتی ہے اور نیچے مُردہ کی مٹی سے جسد معہ کفن ملاحق (یعنی ملا) ہوتا ہے۔ یہ مٹی میں ملنا اور مٹی سے ملنا کہلاتا ہے کچھ اعتراض نہیں۔"[1]

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں جب قرآن نے ادب سکھایا ہے اور مومنوں سے فرمایا گیا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا۔ حالانکہ راعنا میں کوئی خرابی نہ تھی اور یہی رَاعِنَا صحابہ کرام کہتے بھی رہے مگر جب اس میں تصرف کر کے منافقین نے توہین کا پہلو پیدا کر لیا تو اس لفظ کی بھی ممانعت فرما دی گئی۔ یعنی بظاہر ایسا لفظ بھی نہ ہو کہ جس سے کوئی بے ادب اور گستاخ توہین کا پہلو نکال لے۔ جب ضعیف سے ضعیف حدیث میں بھی یہ "مر کر مٹی میں ملنے والے" الفاظ نہیں ملتے تو دہلوی صاحب نے ایسے توہین آمیز الفاظ کی نسبت سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کیونکر کی۔ کیا تبلیغِ دین کا یہی طریقہ ہے۔ کیا ایک مؤدب اُمتی اپنے رفیع وعظیم اور رؤف ورحیم پیغمبر کی شانِ اقدس میں ایسے کرخت، کریہہ، دل آزار، گھٹیا اور توہین آمیز الفاظ لکھنے کی جرأت کر سکتا ہے۔ اگر آپ فرمائیں کہ اس کے معنی تو یہ ہیں کہ آپ نے ایک دن قبر میں چلے جانا ہے لہذا جس نے قبر میں جانا وہ لائق سجدہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ اور اس طرح اس سے توہین نہیں ہوتی۔ تو بندہ عرض کرتا ہے کہ اگر آپ سچے ہیں اور خود کو حق پر سمجھتے ہیں تو آئندہ اپنی تقریروں میں یہ کہہ کر دیکھیں: ——

"سجدہ صرف اللہ کے لیے ہے جس کو موت نہیں۔ سجدہ نبی کے لیے

---

[1] فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۱۱۲؎

جائز نہیں کیونکہ نبی تو مر کر مٹی میں مل گئے ہیں "۔

جب گنگوہی صاحب نے بھی اس کا یہ معنیٰ کر دیا ہے کہ مٹی میں مل کر مٹی ہو جانا۔ تو ثابت ہوا کہ مولانا عبدالستار خاں نیازی نے جو کہا ہے وہ حرف بحرف مبنی بر صداقت ہے۔ اگر آپ اب بھی بضد ہیں تو پھر جواب دیجئے کہ

کیا آپ اپنے امام کی اس خود ساختہ توہین آمیز عبارت کو اپنے آپ سے منسوب کر کے ہر تحریر اور ہر تقریر میں لکھ پڑھ سکتے ہیں ؟

میں نے دونوں عبارتوں سے متعلق آپ کے جید اکابر کی عبارات مع فوٹو سٹیٹ پیش کر دی ہیں۔ گو مجھے مولانا عبدالستار خاں نیازی سے بھی کبھی کبھی اختلاف پیدا ہو جاتا ہے مگر مسئلہ نیازی صاحب کا نہ تھا، مسئلہ ان ناپاک عبارتوں کا تھا۔ اور چاہے یہ رسالہ "حرمت" میں چھپیں یا "القول السدید" آپ کے لیے برابر ہے کہ مقصود آپ کو عبارتوں کا دکھانا تھا لہٰذا اس دَور کا سب سے بڑا کذب اس وقت کی سب سے بڑی غلط بیانی اور اس زمانہ کا سب سے بڑا دھوکہ یہ ہے جو آپ نے اپنے مضمون میں یہ لکھ کر آشکارا کیا ہے کہ "ہمارے اکابر کی کتابوں میں سرے سے ان ناپاک عبارات کا وجود ہی نہیں ہے[1]"۔

ضیاء القاسمی صاحب! آپ سے یہ نہیں کہتا کہ آیئے اب میرے ہاتھ پر بیعت کر کے سُنّی ہو جایئے کہ میں نے یہ ناپاک عبارتیں آپ کے اکابر کی کتب سے نہ صرف دکھا دی ہیں بلکہ فوٹو سٹیٹ پیش کرنے کے ساتھ ساتھ ان کا بحمداللہ تعالیٰ بھرپور ردّ بھی کر دیا ہے۔ کیونکہ سُنّی ہونے سے آپ رہے؛ پھر بھی اللہ تعالیٰ جل شانہٗ چاہے تو کیا بعید ہے۔ اس لیے قبولِ حق کی دعوت

---

[1] "الفاروق" صفحہ ۴۱ کالم ۲ ؛

دے کر اتنا کہتا ہوں۔

① جن کتابوں کا ذکر اس مضمون میں کیا گیا ہے وہ آپ کے اکابر کی ہیں یا نہیں ——؟

② جنہیں آپ نے بھی ناپاک عبارت کہا ہے وہ ان مذکورہ کتابوں میں حرف بحرف درج ہیں یا نہیں؟

③ کیا میں نے ان عبارات کو سیاق وسباق سے ہٹ کر پیش کیا ہے، یا ان میں کتر وبیونت اور قطع وبرید سے کام لیا ہے یا اپنے من ملنے مطلب ومفہوم پہنائے ہیں؟ ایسا ہے تو وضاحت فرمایئے۔

④ اگر یہ کتب علمائے دیوبند کی نہیں تو پھر کس مذہب کی ہیں؟ نام درج فرمایئے۔

⑤ اگر میں نے چارسو بیسی سے کام لیکر آپ کو اور دیگر قارئین کو دھوکہ دیا ہے تو آپ میرے خلاف ہائیکورٹ میں مقدمہ درج کرا کے حق وباطل کا فیصلہ کرائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

نوٹ: — دیوبندیوں کی اصل کتابوں کے فوٹو سٹیٹ اگلے صفحات میں ملاحظہ فرمایئے۔

اقول - اگر قول بہ وقوع مثل مذکور تجویز کذب مسطور ست معاذ اللہ لکن
ما نقول بامکان مثل مذکور پس مستلزم امکان کذب مسطور نیست - علاوہ بریں
قول کہ بہ امکان مثل مذکور بایں وجہ ہم مے تواند شد کہ اصلاً اختیار بعدم وقوع او اصلاً واقع
نمے شد و عدم اختیار بعدم وقوع مثل مذکور بل بعدم اختیار بقرآن مجید راساً از اصل
ممکن نیست داخل تحت قدرت الٰہیہ کما قال اللہ تعالیٰ عزوجل قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ
عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ، و نیز بعد اختیار ممکن است کہ یکسر فراموش گردانیدہ شود پس
قول بامکان وجود مثل اصلاً منتج بتکذیب نص از خصوص نگردد و سلب قرآن مجید بعد
انزال ممکن ست داخل قدرت الٰہیہ کما قال اللہ تعالیٰ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ
اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا -

قولہ - وھو محال لانہ نقص والنقص علیہ تعالیٰ محال -

اقول اگر مراد از محال ممتنع لذاتہ است کہ تحت قدرت الٰہیہ داخل نیست
پس لا نسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد چہ عقد قضیہ غیر مطابقہ مواقع والقائے
آں بر ملائکہ و انبیاء خارج از قدرت الٰہیہ نیست والا لازم آید کہ قدرت انسانی ازید
از قدرت ربانی باشد چہ عقد قضیہ غیر مطابقہ للواقع والقائے آں بر مخاطبین در قدرت
اکثر افراد انسانی ست - کذب مذکور بلے منافی حکمت اوست پس ممتنع بالغیر ست -
لہذا عدم کذب را از کمالات حضرت حق سبحانہ مے شمارند و او را بآں مدح مے
کنند بخلاف اخرس و جماد کہ ایشاں را کسے بعدم کذب مدح نمے کنند - و نیز ظاہر ست

ہے کہ معتزلہ صرف کلام لفظی کو کلام باری کہتے ہیں کیونکہ کلام نفسی کے تو سرے سے منکر ہی ہیں تو اب خلاصہ یہ ہوا کہ کلام لفظی از قبیل افعال ہے نہ از قبیل صفات تو جس صدق و کذب کو اوسکی صفت کہا جاویگا وہ بالبداہت صفت فعلی ہوگی نہ صفت ذاتی ہمارا مطلب اس مقدمہ میں فقط یہی ہے کہ صدق و کذب مذکور صفات فعلیہ میں سے ہو وہ تو بحمد اللہ ثابت و ظاہر ہو گیا مگر دو باتیں ہمارے مفید مدعا عبارت مذکورہ سے اور معلوم ہو گئیں اول تو یہ کہ صدق و کذب مذکور کے ثبوت امتناع کے لئے جو کہ صفات فعلیہ میں داخل ہے قبح و ہو سبحانہ لا یفعل القبیح سے استدلال کرنا معتزلہ کا مشرب ہے دوسرے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ امر مسلک اہل سنت کے خلاف اور باطل ہے چنانچہ میر صاحب کا وہو بناء علی الاصلح وستعرف بطلانہ فرمانا اسکے لئے دلیل شافی ہے یہ دونوں باتیں یاد رکھنے کے قابل ہیں۔

مقدمہ ہفتم

امر ہفتم یہ ہے کہ صدور قبائح اور قدرت علی القبائح میں زمین آسمان کا فرق ہے امر اول کو عند اہل السنۃ بہ نسبت ذات خالق الکائنات محال کہا جاتا ہے اور امر دوم مسلمات میں سے ہے سب جانتے ہیں کہ ذات تعالی شانہ سے افعال قبیحہ کے صدور کی نوبت نہیں آسکتی لیکن فعل قبیحہ کو مثل دیگر ممکنات ذاتیہ مقدور باری جملہ اہل حق تسلیم فرماتے ہیں کیونکہ خرابی ہے تو اون کے صدور میں ہے نفس مقدوریت میں اصلا کوئی خرابی لازم نہیں آتی اگر ہوتا ہے تو کمال قدرت ثابت ہوتا ہے بلکہ امور مذکورہ کو قدرت سے خارج کرنے میں عموم قدرۃ علی الممکنات جو داخل کمال اور مسلمات اہل سنت میں سے ہے باطل ہو جائیگا کتب عقاید میں قدرتہ تعالی تعم سایر الممکنات اور کل ممکن مقدور موجود ہے اور امکان کو مصحح مقدوریت کہنا سب کا قول ہے پھر صورت مقدوریت قبائح میں مواد ثلثہ مذکورہ یا امتناع ذاتی میں سے کسی کا تحقق لازم نہیں آتا تو اب افعال قبیحہ کو قدرت قدیمہ حق تعالی شانہ سے کیونکر خارج کہہ سکتے ہیں البتہ جو امور ایسے ہوں کہ اونکے امکان صدور سے انفکاک ذات عن نفسہا یا انفکاک لوازم ذات لازم آئے جیسے اکل و شرب وغیرہ تو اونکو اگر قدرت قدیمہ سے خارج مانئے تو حق ہے کما لا یخفی علی اللبیب بالجملہ قبائح کے صدور کو ممکن بالذات کہنا بجا اور مذہب اہل سنت ہے البتہ بوجہ امتناع بالغیر اونکے تحقق و فعلیۃ صدور کے کبھی نوبت نہیں آسکتی جسکا خلاصہ یہ ہوا کہ قبائح تحت القدرۃ داخل ہو کر بوجہ حکمت و عدل و تقدس ممتنع الوقوع ہیں یہ ہرگز نہیں کہ امور

الجواب صحیح بندہ محمود عفی عنہ	الجواب صحیح بندہ مسکین محمد یسین عفی عنہ

الجواب صحیح غلام رسول عفی عنہ۔

جبکہ وہ مقبرہ نہایت کہنہ ہے اور اس وقت دفن کرنا وہاں متروک ہوگیا ہے تو بنا مدرسہ اس جگہ میں خصوصاً حصہ خالی میں درست ہے جیسا کہ وہ مقبرہ فی الحال دفن اموات کے کام میں آتا ہو تو اولی اور بنا اس میں درست نہیں ہے قال فی العالمگیریۃ۔ ولو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ کذا فی التبیین فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ۔

۱۳۰۴
فتوکل علی العزیز الرحیم

الجواب الاتم ہدایۃ الحق والصواب

مسئلہ ۲۹ جواب مفتی صاحب بریلوی کا نکالتے ہیں۔ عبارتہ۔

جواب اول غلط صریح اور حکم ثانی ٹھیک وصحیح اور تحریر ثالث جہل تحقیق ہے۔

فتوی مجیب البریلی۔ جواب اول کے مطابق تحریر جناب مولوی نقی علی خان صاحب مفتی صاحب بریلوی کے والد ماجد کی ہے چنانچہ ہدایۃ البریہ مطبوعہ [illegible] کے صفحہ میں فرماتے ہیں۔ عبارتہ۔

جس گورستان میں قبریں باقی نہ رہیں اور میت کا دفن کرنا مسدود ہو جائے تو وہاں پر دوسرا مکان وقفی جیسے مسجد مدرسہ بنانا جائز ہے۔

کتبہ عبد مسکین نقی علی خاں سنی بریلوی عفی عنہ۔

۱۳۰۱
نقی علی حنفی سنی

خیر خواہ قوم عرض کرتا ہے کیا مفتی صاحب بریلوی کے نزدیک یہ عبارت بھی غلط ہے اور حکم ثالث کے مطابق مولوی رضا علی خانصاحب جناب مفتی صاحب بریلوی کے دادا صاحب کی تحریر ہے چنانچہ تحفۃ المقلدین فارسی مطبوعہ لکھنؤ ص۱۰ میں مسطور ہے عبارتہ

در ان گورستان کہ دفن اموات در ان متروک باشد وکسی نگران نماند وخیر آباد بود در ان مسجد وغیرہ بنا نمودن جائز است۔

سلہ یعنی مدرسہ وغیرہ زیادات جیسے ۱۲ مصح

ضرور چاہیے کہ تم کو سجدہ کریں سو فرمایا کہ بندگی کرو اپنے رب کی اور تعظیم کرو اپنے بھائی کی ف یعنے انسان تو آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اسکے بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجیے اور مالک سب کا اللہ ہے بندگی اس کو چاہیے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیا و انبیا امام و امام زادہ پیر و شہید یعنے جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے ہم اُنکے چھوٹے ہیں سو ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہیے نہ خدا کی سی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بعضے بزرگوں کو بعضے درخت اور بعضے جانور مانتے ہیں چنانچہ بعضے درگاہوں پر شیر جایا کرتے ہیں اور بعضے پر ہاتھی اور بعضے پر بھیڑیئے مگر آدمی کو اسکی کچھ سند پکڑنی چاہیے بلکہ آدمی ویسی ہی تعظیم کرے کہ جو اللہ نے بتلائی ہو اور شرع میں جائز ہو مثلاً قبروں پر مجاور بننا شرع میں نہیں بتایا سو ہرگز نہ بنے۔ اور کسی کی قبر پر کوئی شیر رات دن بیٹھا رہتا ہو تو اس کی سند نہ پکڑے کہ آدمی کو جانور کی ریس نہ کرنی چاہیے اَخْرَجَ اَبُوْدَاؤدَ عَنْ قَیْسِ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ اَتَیْتُ الْحِیْرَۃَ فَرَاَیْتُھُمْ یَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ لَّھُمْ فَقُلْتُ لَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَقُّ اَنْ یُّسْجَدَ لَہٗ فَاَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِنِّیْ اَتَیْتُ الْحِیْرَۃَ فَرَاَیْتُھُمْ یَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ لَّھُمْ فَاَنْتَ اَحَقُّ اَنْ نَّسْجُدَ لَکَ فَقَالَ لِیْ اَرَاَیْتَ لَوْ مَرَرْتَ بِقَبْرِیْ اَکُنْتَ تَسْجُدُ لَہٗ فَقُلْتُ لَا فَقَالَ لَا تَفْعَلُوْا ترجمہ مشکوۃ کے باب عشرۃ النساء میں لکھا ہے کہ ابوداؤد نے ذکر کیا کہ قیس بن سعد نے نقل کیا کہ گیا میں ایک شہر میں جس کا نام حیرہ ہے سو دیکھا میں نے وہاں کے لوگوں کو کہ سجدہ کرتے تھے اپنے راجہ کو سو کہا میں نے البتہ پیغمبر خدا زیادہ لائق ہیں کہ سجدہ کیجیے اُن کو پھر آیا میں پیغمبر خدا کے پاس پھر کہا میں نے کہ گیا تھا میں حیرہ میں سو دیکھا میں نے ان لوگوں کو کہ سجدہ کرتے ہیں اپنے راجہ کو سو تم بہت لائق ہو کہ سجدہ کریں ہم تم کو تو فرمایا مجھ کو بھلا خیال تو کرو تو گذرے میری قبر پر کیا سجدہ کرے تو اس کو کہا میں نے نہیں فرمایا کہ مت کرو ف یعنے میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں تو کب سجدے کے لائق ہوں سجدہ تو اسی پاک ذات کو ہے کہ نہ مرے کبھی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ نہ کسی زندہ کو کیجیے نہ کسی مردہ کو نہ کسی قبر کو کیجیے نہ کسی تھان کو کیونکہ جو زندہ ہے سو ایک دن مرنے والا ہے اور جو مر گیا سو کبھی زندہ تھا اور بشریت کی قید میں گرفتار۔ پھر مر کر خدا نہیں بن گیا ہے بندہ ہی بندہ ہے اَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَقُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ عَبْدِیْ وَاَمَتِیْ کُلُّکُمْ عَبِیْدُ اللّٰہِ وَکُلُّ نِسَائِکُمْ اِمَاءُ اللّٰہِ وَلَا یَقُلِ الْعَبْدُ لِسَیِّدِہٖ مَوْلَایَ فَاِنَّ مَوْلَاکُمُ اللّٰہُ ترجمہ مشکوۃ کے باب الاسامی میں لکھا ہے کہ مسلم نے ذکر کیا کہ ابوہریرہؓ نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ کوئی

نقل خط حضرت سیدنا حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مکہ مکرمہ زاد اللہ شرفہا در مسئلہ امکان کذب برفع شبہات مولوی نذیر احمد خاں صاحب بلیوری۔

(مشتبہ) براہین قاطعہ میں یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کذب ممکن ہے اس مسئلہ کی وجہ سے کتب الٰہیہ میں احتمال جھوٹ کا پیدا ہو سکتا ہے یعنی مخالفین کہہ سکتے ہیں کہ شاید یہ قرآن ہی جھوٹا ہے۔ اور اس کے احکام ہی غلط ہیں اور براہین قاطعہ کی اس تحریر کی وجہ سے بہت لوگ گمراہ ہو گئے ہیں۔ فقیر امداد اللہ چشتی فاروقی عفی اللہ عنہ۔ بخدمت مولوی نذیر احمد خاں صاحب بعد سلام تحیۂ اسلام آنجناب کا خط آیا مضمون سے مطلع ہوا ہر چند کہ بعض وجوہ سے عزم تحریر جواب نہ تھا مگر بغرض اصلاح بطور توضیح مطلب براہین قاطعہ بالاختصار کچھ لکھا جاتا ہے شاید اللہ تعالیٰ نفع پہنچاوے اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

جواب: واضح ہو کہ امکان کذب کے جو معنی آپ نے سمجھے ہیں وہ تو بالاتفاق مردود ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف وقوع کذب کا قائل ہونا باطل ہے اور صاف ہے بنص صریح وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا[1] وَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ[2] وغیرہما آیات کے وہ ذات پاک مقدس ہے شائبہ نقص کذب وغیرہ سے۔ رہا اختلاف علماء کا جو دربارہ وقوع وعدم وقوع خلاف وعید ہے جس کو صاحب براہین قاطعہ نے تحریر کیا ہے۔ وہ دراصل کذب نہیں صورت کذب ہے اس کی تحقیق میں طول ہے الحاصل امکان کذب سے مراد دخول کذب تحت قدرت باری تعالیٰ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ وعید فرمایا ہے اس کے خلاف پر قادر ہے اگرچہ وقوع اس کا نہ ہو امکان کو وقوع لازم نہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شے ممکن بالذات ہو اور کسی وجہ خارجی سے اس کو استحالہ لاحق ہوا ہو۔ چنانچہ اہل عقل پر مخفی نہیں پس مذہب جمیع محققین اہلِ اسلام وصوفیائے کرام وعلماء عظام کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ ہے پس جو شبہات آپ نے وقوع کذب پر متفرع کئے تھے وہ مندفع ہو گئے کیونکہ وقوع کا کوئی قائل نہیں یہ مسئلہ دقیق ہے عوام کے سامنے بیان کرنے کا نہیں اس کی حقیقت کے ادراک سے اکثر ابنائے زمان قاصر ہیں۔ آیات واحادیث کثیرہ سے یہ مسئلہ ثابت ہے ایک ایک مثال قرآن وحدیث کی لکھی جاتی ہے ایک جگہ ارشاد جناب باری ہے قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا[3] الآیۃ دوسری جگہ ارشاد فرمایا وَمَا كَانَ اللّٰهُ

---

[1] اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا کون ہے۔ [2] بیشک اللہ تعالیٰ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ [3] کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے اس بات پر کہ تم پر عذاب بھیجے

لیعذبہم وانت فیہم[1] الآیۃ آیۃ ثانیہ میں نفی عذاب کا وعدہ فرمایا اور ظاہر ہے کہ اگر اس کا خلاف ہو تو کذب لازم آئے مگر آیت اولیٰ سے اس کا تحت قدرت باری تعالیٰ داخل ہونا معلوم ہوا پس ثابت ہوا کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ جل وعلیٰ ہے کیوں نہ ہو وھو علی کل شیٔ قدیر[2] احادیث کو دیکھئے کہ عشرہ مبشرہ مثلاً بالیقین جنتی بارشاد نبوی جو حقیقۃً وحی الٰہی جل وعلیٰ ہے ہو چکے پر چونکہ صحابہ کرام جانتے تھے کہ خدائے پاک مجبور نہیں اس لئے نظر بقدرت وجلال کبریائی ڈرتے ہی رہے بلکہ خود سرور کائنات علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات جن کی شان میں لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر[3] فرماتے ہیں۔ واللہ ما ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی ولا بکم[4] اور کما قال اللہ تعالیٰ یحق الحق وھو یھدی السبیل[5]

علم غیب الٰہی

سوال: علم غیب وصفات رحمان وقدوس جل شانہ مخصوصہ جناب باری تعالیٰ کے ہے یا نہ

جواب: علم غیب خاصہ حضرت حق است جل شانہ خاصۃ الشیٔ ما یوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ[6] عقیدہ فقیر ہمین است[7] فقیر نظام فریدی بقلم خود بسکنہ کوٹ مٹھن و چاچڑاں ریاست بہاولپور

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بندہ کو آپ کے کارڈ کا مضمون معلوم ہوا جو کچھ آپ نے لکھا ہے درست ہے۔

علم غیب خاصہ حق تعالیٰ ہے اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایہام شرک سے خالی نہیں۔

علم غیب الٰہی

سوال: ایک شخص مثلاً زید کہتا ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت اقوال گزشتہ وآیندہ اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے معلوم ہوئے بطور کشف اور خواب اور وحی اور الہام کے اور بعضے

---

[1] اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہ دیگا جبکہ آپ ان میں موجود ہیں۔ [2] اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ [3] تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے پچھلے گناہ بخش دے۔ [4] خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائیگا اور تمہارے ساتھ کیا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ [5] اللہ تعالیٰ حق کو صحیح کرتے ہیں اور وہی راستے کی ہدایت کرتا ہے۔ [6] شئی کی خصوصیت کا یہی مطلب ہے کہ اس میں موجود ہو اور اس کے غیر میں نہ ہو۔ [7] فقیر کا عقیدہ بھی یہی ہے۔

"سپاہ صحابہ" کیلئے لمحۂ فکریہ

از: جناب سید بادشاہ تبسم بخاری صاحب

① کسی بھی صحابی کی تکفیر کرنے والا کافر نہیں (گنگوہی صاحب)

② شیعہ عورت سے نکاح جائز ہے (تھانوی صاحب)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم۔ اما بعد۔ علمائے دیوبند کے معتبر عالم جناب مولوی رشید احمد گنگوہی (جنہیں دیوبندی حلقوں میں امام ربانی اور قطب عالم کے علاوہ دیگر بے شمار معزز القابات سے سرفراز فرمایا جاتا ہے) کے مشہور و معروف "فتاویٰ رشیدیہ" کو بھی دیوبندی مسلک میں بے حد شہرت حاصل ہے۔ یہ فتاویٰ ہر دیوبندی عالم کے گھر یا مدرسے میں الماری کی زینت بنا نظر آئے گا۔

گنگوہی صاحب کا مرتبہ: مراتب کے اعتبار سے "مولانا موصوف" کو دیوبندی دُنیا میں کیا مقام حاصل ہے۔ اس کی ایک ہلکی سی جھلک ملاحظہ فرمائیں۔

"مولانا محمد قاسم (نانوتوی) میں شانِ ولایت کا رنگ غالب تھا اور مولانا (رشید احمد) گنگوہی میں "شانِ نبوت کا" [1]

---

[1] سوانح قاسمی جلد اوّل صفحہ ۴۷۷ ؛

گویا گنگوہی صاحب میں ایک اُمتی ہونے کی شان بہت کم تھی زیادہ غلبہ شانِ نبوت کا تھا۔ چشم بددور۔ چونکہ حضرت پر شانِ نبوت کا رنگ غالب تھا اس لیے وہ بڑے طنطنے سے دعوئی فرمایا کرتے تھے۔

"سُن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر اس زمانہ میں ہدایت و نجات موقوف ہے میرے اتباع پر۔[۱]"

کسی کے اتباع پر نجات کو ٹھہرا دیا جائے یہ صرف اور صرف پیغمبر کا منصب ہے۔ گنگوہی صاحب کا حلفیہ طور پر یہ دعویٰ کرنا کہ اس زمانہ میں اگر ہدایت و نجات حاصل ہو سکتی ہے تو فقط میرے اتباع پر۔ یہ وہ دعوئی ہے جو قرآن و سنت سے سراسر بے نیاز کر دینے کا سبق دے رہا ہے اور الفاظ

"حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے"

واضح کر رہے ہیں کہ حق کو گنگوہی صاحب کی زبانِ "فیض ترجمان" پر ٹھہرا دیا گیا ہے کہ اس کے علاوہ کہیں اور کسی زبان پر حق نہیں۔ الفاظ "گو ہی" اور "موقوف" ہماری دلیل کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں۔ یقیناً اسی لیے ایک مصیبت زدہ شخص کو ایک بزرگ نے یہ مشورہ دیا تھا۔

"تم گنگوہ ہی جاؤ تمہاری مشکل کشائی حضرت مولانا رشید احمد صاحب ہی کی دُعا پر موقوف ہے، میں اور تمام روئے زمین کے اولیاء بھی اگر دُعا کریں گے تو نفع نہ ہوگا۔"[۲]

یعنی تمام غوث، قطب، ولی اور ابدال بھی اگر دُعا کریں تو نفع نہ ہوگا۔ یہ مشکل کشائی فقط اور فقط گنگوہی صاحب ہی فرما سکتے ہیں کیونکہ قضاء و قدر کا محکمہ آپ ہی کے سپرد ہے اور بندگانِ خدا کی تقدیروں کے نوشتے آپ کے

---

[۱] تذکرۃ الرشید جلد دوم صفحہ ۱۷ [۲] ایضاً صفحہ ۲۱۵ -

قلم ہی کی کالک مرتب فرماتی ہے۔ البتہ مُشکل کُشا کہنا ہے تو گنگوہی صاحب کو کہیں مولیٰ علی المرتضیٰ وجہہ الکریم یا خود سیدالکونین علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو نہیں ورنہ شرک کا ارتکاب ہوگا اور یہ فارمولا غیر دیوبندیاں کے لیے ہے خود دیوبندی ایسا کہہ سکتے ہیں۔ مثلاً شجرۂ پیرانِ چشت" میں لکھا ہے:۔

دُور کر دل سے حجابِ جہل و غفلت میرے رب   کھول دے دل میں درِ علمِ حقیقت میرے رب
ہادیٔ عالم علی مُشکل کُشا کے واسطے[1]

جناب گنگوہی صاحب کے سوانح نگار بڑے بلند پایہ عالم ہیں یعنی مولوی محمد عاشق الٰہی صاحب میرٹھی۔ وہ فرماتے ہیں:

"جس کو حق تعالیٰ نے زمانہ کا ہادی اور امام بنا کر بھیجا ہو کہ مخلوق اُس کے قول و فعل سے آسمانی ہدایت کا سبق لے اور جس کے اعضاء کی معصیت سے حفاظت کی گئی ہو کہ خلقت کے لیے سبب ضلال و گمراہی نہ بنے وہ اس زمانہ میں ہندوستان کے اندر صرف امام ربانی قدس سرہٗ کا نفس اور ایک دم تھا جس کی نظیر میرے علم میں دوسری نہیں تھی"[2]

یعنی ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک مطلق واحد ذات گنگوہی صاحب ہی کی تھی جو ہر قسم کی معصیت سے محفوظ و مامون تھی اور یہ حفاظت خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی:۔

"ہادی و راہبرِ عالم ہونے کی حیثیت سے چونکہ آپ اُس بے لوث مسند پر بٹھائے گئے تھے جو بطی نے پیغمبر کی میراث ہے اس لیے آپ کے قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے نگرانی و نگہبانی ہوتی تھی"[3]

اور ظاہر ہے کہ یہ نگرانی و نگہبانی فرشتوں کے ذریعے ہی ہوتی ہوگی۔ خیر جی!

---

[1] "فیصلہ ہفت مسئلہ"، "تعلیم الدین" از تھانوی صاحب اور دیگر کتب۔

[2] تذکرۃ الرشید جلد دوم صفحہ ۱۵ [3] ایضاً صفحہ ۱۶

ہم کون ہیں انگلی اُٹھانے والے۔ چھوٹا مُنہ بڑی بات۔ کیا پدی اور کیا پدی کا شوربہ۔ امام ربّانی و محبوبِ سبحانی کی ولایت کی شہادت تو پوری کائنات دے رہی ہے :—

"اگر کسی کو حق تعالیٰ بصیرت عطا فرمادیں تو معلوم ہو جاتے کہ آپ کی ولایت پر زمین و آسمان اور اشجار و احجار تک گواہ بنے ہوئے ہیں، تمام ذی روح مخلوق حتیٰ کہ چیونٹیاں اپنے بھٹوں میں اور مچھلیاں سمندر و آبِ دریا میں آپ کی ترقی عمر اور آپ پر بے پایاں رحمت کے نازل ہونے کی دعائیں مانگتی تھیں۔ آپ کی بابرکت ذات اور موردِ رحمت خاصہ وجودِ باجود سے صرف نوعِ انسان ہی متمتع (مستفید) نہیں ہوئے بلکہ خوشحالی و فارغ البالی اور کسی درجہ میں اطمینان و راحت کے ساتھ گذران کا نفع ہر جاندار مخلوق کو پہنچا بلکہ سرسبزی و شادابی کی منفعت سے زمین کی ہری گھاس اور درختوں کے پتے بھی محروم نہ رہے[1]"

ہماری تو زبان جل جائے اگر ہم اس عبارت پر کوئی تبصرہ کریں۔ اس لیے کہ آفاق کا ذرّہ ذرّہ جس پر رحمتوں کے نزول (گویا درود و سلام کی دعائیں مانگ رہا ہے ہمارے جیسے کم فہم کو کیا حق حاصل ہے کہ اس کی شان کے خلاف کوئی نازیبا کلمہ بولیں۔ ایسا شخص جو صرف انسانوں کے لیے ہی نہیں بلکہ تمام مخلوق کے لیے باعثِ رحمت و برکت ہے اور جس کی چارپائی کو محض ہاتھ لگانا بھی حسنات میں داخل ہے :—

"آہ وہ عید الفطر جس کو عید الوداع (حجۃ الوداع کی طرز پر) کہنا چاہیے آپ کی شانِ محبوبیت کو ظاہر کر رہی تھی .... ایک ہوا دار اور سینکڑوں اُس کو سروں پر اُٹھانے کے خواہشمند .... بیسیوں

---

[1] تذکرۃ الرشید جلد ۲ صفحہ ۳۲۴

لیتے تھے کہ جب باوجود کوشش کے کاندھا نہ دے سکے تو محمل کو ہاتھ ہی لگا دینا غنیمت سمجھے اور یہ بھی نہ ہو سکے تو کسی حامل کو سہارا دے دینا ہی شرکت سمجھ کر داخل حسنات ہو گئے۔"[1]

گویا حجر اسود کی طرح بوسہ نہیں تو ہاتھ ہی کافی اور اگر ہاتھ نہ پہنچا تو اشارے سے رکن پورا کر لیا۔ پابندیاں تو بریلویوں کے لیے وقف ہیں کہ جو کسی مرشد کے ہاتھ چوم لیں تو بدعتی۔ اور گنگوہی صاحب کے محمل کی لکڑی وغیرہ کو ہاتھ اگر دیوبندیوں کا لگ جائے تو داخل حسنات ٹھہریں۔

چونکہ ہم گنگوہی صاحب کا تعارف دیوبندیوں کی زبان سے ہی کروا رہے ہیں اس لیے ہمیں کوسنے سے بچائیے گا۔ یہ بات ذہن میں رکھتے ہوئے اب اس بات پہ بھی یقین فرمائیں کہ جناب گنگوہی صاحب کے بارے میں اگر اُن کا سوانح نگار یہ لکھے :

"طالبین و متوسلین کی وحشتناک خوابیں اور منتسبین[2] و محبین کے منامی مرئیات[3] جداگانہ ظاہر کر رہے تھے کہ جنید وقت کے کوچ کا وقت قریب ہے اور بایزید عصر کے وصال کا زمانہ بہت نزدیک۔"[4]

اور مولوی حسین احمد ٹانڈوی صاحب "شہاب ثاقب" میں گنگوہی صاحب کو "ابو حنیفۃ الزمان جنید الدوران" کے القاب سے نوازیں تو ان حضرات کی دونوں ہاتھوں سے بلائیں لی جائیں اور اگر کوئی بریلوی اپنے مرشد اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ لکھ دے کہ اگر امام اعظم و امام رازی و غزالی رحمہم اللہ عنہم زندہ ہوتے تو اعلیٰ حضرت کو دیکھ کر خوش ہوتے اور دعائیں دیتے تو مفتی خلیل احمد خاں دیوبندی

---

[1] تذکرۃ الرشید جلد ۲ صفحہ ۳۲۷ [2] نسبت رکھنے والے [3] وہ چیزیں جو دیکھنے میں آئیں [4] تذکرۃ الرشید جلد ۲ صفحہ ۳۲۷

بدایونی جیسے حضرات "انکشافِ حق" میں لٹھ لے کر اُس پر چڑھ دوڑیں۔ اس فرق کی سمجھ آج تک ہمیں نہیں آئی۔

ع کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا

بریلوی کی زبان و قلم سے اگر یہ نکل جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علمِ غیب عطا فرما دیا ہے اور وہ غیب کی بات بتا سکتے ہیں تو دیوبندی فتووں کی تمام توپوں کے دہانے اُس غریب کی طرف کھُل جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے صاف فرما دیا ہے پانچ چیزوں کو کوئی نہیں جانتا۔ جن میں ایک یہ ہے کہ اُس کی موت کب ہو گی۔ لیکن داد دیجئے اس دیوبند کے معتبر عالم گنگوہی صاحب کو جو چیز دیوبندیوں کے عقیدے میں حضور کو حاصل نہیں وہ چیز یہ شخص اپنے دامن میں لیے بیٹھا ہے۔ اسی لیے تو ہم نے ان صاحب کا تعارف کروانا ضروری سمجھا ہے اور بات موضوع تک آتے آتے کچھ طویل ہو گئی ہے مگر یہ طوالت آپ (قارئین) کے لیے انشاء اللہ فائدہ مند ثابت ہو گی! اتنی بڑی شخصیت کو سامنے لا کر جب شیعہ مذہب سے متعلق بات ہو گی تو آپ کو موصوف کی علمیت و ولایت کی کاملیت کا اندازہ لگانے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی نیز ان کے متعلق تمام خوش فہمیوں کی دبیز دھند بھی چھٹ جائے گی تو موصوف کو اپنی موت کے بارے میں پہلے سے علم تھا۔ ان کے سوانح نگار لکھتے ہیں :۔

"حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کو چھ روز پہلے سے جمعہ کا انتظار تھا۔ بہ یوم شنبہ دریافت فرمایا تھا کہ آج کیا جمعہ کا دن ہے؟ خدام نے عرض کیا کہ حضرت آج تو شنبہ ہے، اس کے بعد درمیان میں بھی کئی بار یوم جمعہ کو دریافت کیا حتیٰ کہ جمعہ کے دن جس روز وصال ہوا صبح کے وقت پھر دریافت فرمایا کہ کیا دن ہے اور جب معلوم ہُوا کہ جمعہ ہے تو فرمایا

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ[1] "

ہم دست بستہ اتنی بات ضرور عرض کریں گے کہ جس بے چارے کو جیسے وشئیے کا پتہ نہ چل سکا تو وہ اپنی موت کے بارے میں ایک ہفتہ قبل کیا جان سکا ہو گا۔ بہر حال معاملہ دیوبندیوں کا ہے اور ان کے ہاں سب کچھ ممکن ہے۔ لہٰذا چپ ہی بھلی۔ اس پر بہت کچھ کہا جا سکتا ہے مگر ہم صرف اتنا کہہ کر آگے چلتے ہیں کہ جس کسی نے علامہ ارشد القادری مدظلہ العالی کی تصنیف "زلزلہ" نہیں پڑھی ایک بار ضرور پڑھ لے۔ اس میں دیوبندی کتب سے وہ عجائبات چھانٹے گئے ہیں اور ایسی ایسی ان کہنیاں لائی گئی ہیں کہ باید و شاید۔

جب یہ قطب عالم دنیا سے اٹھے تو بڑے بڑے شعراء نے جو بلند پایہ عالم بھی تھے مرثیے اور اشعار کہے۔ فتاویٰ رشیدیہ کے مطابق اور کوئی مرثیہ نہ کہے کہ اس سے رفض کی بو آنی شروع ہو جاتی ہے مگر دیوبندیوں کو اس کی اجازت ہے۔ مولوی محمود الحسن صاحب نے "مرثیہ گنگوہی" میں فرمایا ؎

وفاتِ سرورِ عالم کا نقشہ آپ کی رحلت
تھی ہستی گر نظیرِ ہستیٔ محبوبِ سبحانی[2]

یعنی جو صورت حضور سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال مبارک کے وقت مدینے میں پیدا ہو گئی تھی وہی نقشہ گنگوہ میں گنگوہی صاحب کی وفات پہ دیکھا گیا ـــــــ اب معلوم نہیں کہ محمود الحسن صاحب تلوار لے کر گنگوہ کی بستی میں ادھر ادھر دوڑے یا نہیں اور لوگوں کو یہ کہا یا نہیں کہ خبردار! ہمارے قطب عالم کو وفات شدہ مت کہنا

---

[1] تذکرۃ الرشید جلد ۲ صفحہ ۳۲۱ [2] مرثیہ گنگوہی صفحہ ۱۶ ۔

وہ زندہ ہیں ____ ویسے قیاس ہے کہ کسی نے تقویۃ الایمان دکھا کر خاموش کرا دیا ہوگا ____ البتہ اس بارے ہمیں کچھ معلوم نہیں کہ جنازہ تین دن رکھا گیا یا نہیں اور جنازے پر صلوٰۃ و سلام پڑھا گیا یا اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَ مَیِّتِنَا ____ ہم نے سچی بات کہہ دی ہے، کسی دیوبندی کو اگر یہ مماثلت و مشابہت معلوم ہو تو فوراً اطلاع کرے دوہرا فائدہ ہوگا۔ نقد انعام بھی دیا جائے گا اور گنگوہی صاحب کا درجۂ فضیلت ایک ہاتھ اور بڑھ جائے گا ____ ویسے محمود الحسن صاحب نے یہ شعر کہہ کر کیا کسر باقی رکھی۔

؎ زباں پر اہلِ ہوا کی ہے کیوں اُعْلُ ھُبَل، شاید
اٹھا عالم سے کوئی بانیٔ اسلام کا ثانی

یعنی محمود الحسن صاحب حیران ہو کر پوچھتے ہیں کہ آج پھر حضور علیہ السلام کے یوم وصال شریف کی طرح مشرکین گنگوہ کی زبانوں پر یہ الفاظ کیوں ہیں کہ اے ہُبَلُ (بت) سربلند ہو جا ____ پھر خود ہی اپنی حیرانی کو یوں کہہ کر مٹاتے ہیں کہ شاید دُنیا سے کوئی حضور علیہ السلام کا ثانی (برابری کرنے والا) اُٹھ گیا ہے ____ واقعی وہ سچ فرمایا کرتے تھے کہ ہدایت و نجات موقوف ہے میرے اتباع پر (العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ)

اس موقعہ پر کچھ دیوبندی ناک بھوں چڑھا کر فوراً کہیں گے کہ دیکھو! احمد رضا نے بھی اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ حتی الامکان شریعت پر عمل کرنا اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر عمل کرنا ہر فرض سے اہم فرض ہے ____ اور متعصب حضرات اس پر بڑے بڑے تبصرے فرمائیں گے ____ گھبرائیے نہیں۔ انشاء اللہ العزیز زندگی رہی تو اس عبارت کو پیش کر کے عنقریب تمام سوالوں کا جواب

بفضلِ خدا دے دیئے جائیں گے۔ طالبِ حق کو تسلی نہ ہو تو ہمارا ذمہ۔ باقی ہدایت صرف ربّ کائنات کے ہاتھ میں ہے۔

محمود الحسن صاحب کے علاوہ سوانح نگار نے بھی کتاب کے آخر میں "مرض و وفات" کا عنوان جمایا ہے۔ نیچے چار اشعار درج ہیں۔ ہم اختصاراً صرف دو پیش کرتے ہیں:

"شہِ دین قبر میں کیا گئے؟ ہمیں زیرِ خاک سُلا گئے
رہِ دین سب کو دکھا گئے مگر آگ دل میں لگا گئے
دلِ مضطرب کا نہ پوچھ حال کروں کس زباں سے بیاں ملال
وہ رشید احمدِ خوش خصال مجھے آہ آنسو رُلا گئے"[1]

پہلے شعر میں گنگوہی صاحب کو واضح طور پر "شاہِ دین" کہا گیا ہے جو کہ خصوصاً حضور علیہ السلام کے لیے بولا جاتا ہے۔ "شہِ دین" حضور ہی کے لیے مخصوص ہے مگر دیوبندی اس منصب کو بھی گنگوہی صاحب کے حوالے کرکے ہی رہے۔

ویسے اگر کوئی بُرا نہ مانے تو ہم عرض کر ہی دیں کہ اب تو سب قارئین کو پتہ چل گیا ہوگا کہ مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی کو نبوّت کے لیے خام مال کہاں سے فراہم ہوتا رہا ——؟

تھانوی صاحب کا مرتبہ: چونکہ اس مضمون میں جناب اشرف علی تھانوی صاحب کا فتاوے "امداد الفتاویٰ" کا ذکر بھی آئے گا اس لیے ہم بہت مناسب خیال کرتے ہیں کہ بس ذرا سا تعارف ان صاحب کا بھی ہو جائے —— عنوان کی مناسبت سے شاید آپ مضمون کی ان سطور کو بے فائدہ خیال کرنے لگیں لیکن جب تک کسی

---

[1] تذکرۃ الرشید جلد ۲ صفحہ ۳۲۵ ۔

شخصیت کی اہمیت اور درجہ و مرتبہ کا تعیّن نہ کیا جائے اُس وقت تک اُس کے بیانات کی اہمیت کا تعیّن بھی نہیں ہو سکتا ـــــ مثلاً ہم تھانوی صاحب کی بجائے اُن کے پیر و مُرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ دیں گے تو وہ زیادہ مضبوط، پائیدار اور اہمیت کا حامل ہوگا ـــــ یعنی درحقیقت عبارت کے پیچھے شخصیت دیکھی جاتی ہے ـــــ تو جناب تھانوی صاحب جی اپنے گروہ میں حکیم الامّت اور بہت بڑے مذہبی پیشوا تسلیم کیے جاتے ہیں۔ انہیں ولیوں، بزرگوں، محدّثوں اور فقیہوں سے بھی بلند درجہ مجدّد کا عطا کیا گیا ہے اور اس بلند منصب کی عطائیگی کے درپردہ کیا شوق اٹھکھیلیاں لے رہا تھا ملاحظہ فرمایئے تھانوی صاحب کے ایک عقیدتمند رقمطراز ہیں:

"مجدّد بھی نبی کی طرح مبعوث ہوتا ہے یعنی تجدیدِ دین کی خدمت کے لیے ہی پیدا فرمایا جاتا ہے لہٰذا ہر ولی و بزرگ یا محدّث و فقیہہ نہیں ہوتا ـــــ[1]"

ہم نے گنگوہی صاحب کے تعارف میں ابھی ابھی یہ عرض کیا تھا کہ پڑھنے والوں کو کچھ کچھ پتہ چل گیا ہوگا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنی نبوت بنانے کے لیے خام مال کہاں سے فراہم ہوتا رہا۔ اب قادیانیوں کو ایسے دلائل کہاں سے حاصل ہوتے ہیں کہ وہ مرزا غلام احمد کی نبوّتِ کاذبہ کو سچی نبوت قرار دے سکیں اور کہہ سکیں کہ نبوّت کی ضرورت ہر زمانے میں رہی ہے۔ اس کے لیے ہم آپ کو پھر مؤلف "جامع المجددین" کے پاس لیے چلتے ہیں لکھتے ہیں:-

"غرض بعثتِ مجدّدین، ختمِ نبوّت کی کتاب کا ایسا ناگزیر ضمیمہ

---

[1] جامع المجددین صفحہ ۵۱۔

ہے جس کے بغیر اس کتاب کا ختم سمجھنا ہی دشوار ہے اور نہ عقیدۂ ختم نبوت کی اس دشواری کو آسانی سے حل کیا جا سکتا ہے کہ جب معمولی عقائد و اعمال ہی میں اختلال نہیں بلکہ کفر و شرک تک کے دینی مفاسد ہر زمانے میں نئے نئے پیدا ہوتے رہتے ہیں تو پھر آخر نبوت کی ضرورت کیسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی"۔ [1]

اسی نبوت کی ضرورت کو مرزا قادیانی نے یوں بیان کیا ____

"ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ جس دین میں نبوت کا سلسلہ نہ ہو وہ مردہ ہے [2]۔"

تھانوی صاحب کو اگر نبوت کا ضمیمہ قرار دیا گیا ہے تو ظاہر ہے اُن کی کتب کو ضمیمۂ آیاتِ قرآنی ہی کہہ سکتے ہیں ____ الحمد للہ! کہ ہم اس دعویٰ میں بھی ہرگز جھوٹے نہیں ____ ختم نبوت کی کتاب کے اس ناگزیر ضمیمے (یعنی مولوی اشرف علی تھانوی) کے متعلق بھی اور اس کی کتب کے متعلق بھی ایک پُرجوش مستانے کی یہ تحریر دل کی آنکھوں سے پڑھ کر عبرت حاصل کیجیے:۔

"آج جو شخص بھی دینِ اسلام کے چہرے کو پورے جمال و کمال کے ساتھ بالکل صاف و بے غبار جامع و کامل صورت میں از سر نو تجدید یافتہ اور تر و تازہ دیکھنا چاہتا ہے وہ عہد حاضر کے جامع المجددین (تھانوی صاحب) کی کتابی آیتوں کی طرف "علماً و عملاً" رجوع کر کے خود مشاہدہ کر سکتا ہے۔" [3]

مؤلف جوشِ عقیدت میں تھانوی صاحب اور اُن کی کتابوں کے

---

[1] جامع المجددین صفحہ ۱۹، ۲۰ مؤلفہ عبدالباری [2] حقیقۃ النبوۃ ص ۲۷۲ [3] جامع المجددین صفحہ ۷۵ ؛

ڈانڈے ملا رہا ہے اس کو سمجھنے میں اب کوئی دیر نہیں لگتی۔ ان کی حکیمانہ تعلیمات کے ڈنکے چار دانگِ عالم میں بج رہے ہیں، جو بھی پڑھتا ہے عش عش کر اُٹھتا ہے۔ تھانوی عقیدت سے لبریز دل و دماغ نے جو اُن کی کتابی آیتوں کی طرف توجہ مبذول فرمائی ہے، ہم نے بھی کچھ لمحے اس پر عمل کرنے کی ٹھانی۔ چنانچہ تھانوی صاحب کی کتاب "الافاضات الیومیہ" اُٹھائی تحریر فرمایا گیا تھا:-

”عوام کے عقیدہ کی بالکل ایسی حالت ہے جیسے گدھے کا عضوِ مخصوص، بڑھے تو بڑھتا ہی چلا جائے اور جب غائب ہو تو بالکل پتہ ہی نہیں۔ واقعی عجیب مثال ہے۔“[1]

ہم پڑھنے کے بعد کچھ دیر تو لاحول ولا قوۃ کا ورد کرتے رہے مگر موصوف نے جو تبلیغ اپنے مریدوں کے سامنے کی اور جو بعد میں ملفوظات کا حصّہ قرار پائی اس کی گڑگڑاہٹ ابھی بہت دیر تک دل وہلاتی رہی —— دیگ سے ایک چاول آپ نے چکھ لیا ہے اچھے پکنے کا اندازہ ہو گیا ہے تو ذرا آگے چلیئے۔

حیرت اس بات پر ہے کہ ایک مرشد تو اُن کی کتابی آیتوں کی طرف علماً و عملاً رجوع کرنے کو کہتا ہے تاکہ اسلام کا صاف و بے غبار چہرہ دیکھ کر گمراہی و ضلالت سے بچا جا سکے مگر دوسری طرف تھانوی صاحب جب اس دُنیا سے رخصت ہوتے ہیں تو ارادت مندوں کے ہدایت کے سارے راستے منقطع ہو جاتے ہیں۔ تھانوی صاحب کے ایک مُرید جو شعری ذوق بھی رکھتے تھے، انہوں نے اپنے پیر کی وفات حسرت حیات پر مندرجہ ذیل شعر کہے —— یہ شاعر مولوی سراج الحق مچھلی شہری

---

[1] الافاضات الیومیہ صفحہ ۴ اور صفحہ ۷۔

ہیں ـــــ عربی اشعار مع ترجمہ بلفظہٖ کتاب سے نقل کیے جا رہے ہیں:۔

"وبعدك قد صرنا بوادی عمایة
نیته واسباب السمآء منقطعٌ

ترجمہ:۔ اور آپ کے بعد ہم تو گمراہی کے گڑھے میں پہنچنے لگے۔ حیران و پریشان ہیں اور وہ آسمانی اسباب منقطع ہونے لگے۔

وسیلتنا فی الیوم والغد فانتظر
ولا ترض بالفردوس وحدك تقنعُ

ترجمہ:۔ ہمارے دُنیا و آخرت میں وسیلۂ نجات۔ ہم سب کا خیال فرمائیے اور فردوس میں تنہا قناعت فرما کر راضی نہ ہو جائیے"[1]

قرآن و حدیث کی موجودگی میں گمراہی کے گڑھے میں پہنچنا بہت بڑی بدنصیبی نہیں تو اور کیا ہے اور پھر اللہ ہی جانے وہ آسمانی اسباب کون سے تھے جو جناب تھانوی صاحب کے بعد منقطع ہو گئے ـــــ ہمارے مُنہ میں خاک کہ ہم "وحیِ الٰہی" کو آسمانی اسباب سمجھ لیں کہ وہ تو سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ختم ہو گئی۔ اور جہاں تک باقی اسباب کا تعلق ہے تو وہ بلاشبہ قیامت تک جاری و ساری رہیں گے۔ چاہے وہ آسمان سے اُتریں یا زمین سے پیدا ہوں۔ اور جہاں تک وسیلۂ نجات کا تعلق ہے وہ بھی بریلویوں کے لیے پابندی عائد کی گئی ہے کہ وہ دُنیا و آخرت میں ولیوں، بزرگوں حتیٰ کہ خود شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی اگر وسیلۂ نجات بنائیں گے تو شرک کا ارتکاب ہوگا جبکہ دیوبندی تھانوی صاحب کی بابت یہ عقیدہ رکھیں گے تو اصلی توحیدی کہلائیں گے۔ زہے نصیب!

---

[1] اشرف السوانح جلد ۴ صفحہ ۱۶۲، ۱۶۳۔

”ہم سب کا خیال فرمائیے“ سے شاعر کی مراد یہ ہے کہ تن تنہا فردوس کی بہاروں کے مزے مت لوٹیے بلکہ ہمارا بھی خیال فرمائیے اور ہماری مدد کیجیے، اور ہمیں بھی اپنے ساتھ وہیں لے جائیے ——— جب دیوبندی عقیدے میں خود حضور علیہ السلام بھی اب کسی کی مدد نہیں فرما سکتے تو یہ قدرت و تصرف تھانوی صاحب کے حق میں کیسے تسلیم ہوگی ؟

ختمِ نبوت کے اس ناگزیر ضمیمے یعنی تھانوی صاحب کے خاتمے پر مولوی ادریس کاندھلوی صاحب نے بھی طبع آزمائی کی۔ لکھتے ہیں :-

”تصوف میں جُنیدِ وقت تھا اور فقہ میں ابو حنیفۂ عصر، اور بحث و تدقیق میں رازئ دوراں تھا۔ آج شریعت اور تقوی کی بنیادیں ہل گئیں اور دین کی عمارت کے ستون کمزور پڑ گئے۔ اے قبرِ اشرف تجھ پر اللہ کا سلام۔ اور بارش کی طرح مسلسل رحمتیں تجھ پر نازل ہوں“![1]

(عربی اشعار کا پارہ و ترجمہ وہیں سے نقل کیا گیا ہے) “

ہمیں ہر تقریر و تحریر میں ”قبر پرست“ ہونے کا طعنہ دیا جاتا ہے مگر جب ختمِ نبوت کے ناگزیر ضمیمے کی قبر بنی تو ڈھاکہ یونیورسٹی کے پروفیسر مولوی ظفر احمد صاحب نے فی البدیہہ کہا :-

”زیارۃ الحیاۃ لکل قلب ——— و تربتہ بہا لیشفی العلیل
ترجمہ : کہ جس کی زیارت ہر قلب کی حیات ہے جس کی مٹی مریضِ قلب کی شفاء ہے“[2]

مولوی سراج الحق تو گمراہی کے گڑھے میں جا پڑے مگر سوانح نگار لکھتے ہیں :———

الحمد للہ جس کام کے لیے حق تعالیٰ نے حضرتِ اقدس کو اس دنیا میں

---

[1] اشرف السوانح جلد ۳ صفحہ ۱۵۸ تا ۱۶۰ [2] ایضاً صفحہ ۱۵۷ ؛

بھیجا تھا یعنی تجدید و توضیح دین، اس کو بعون اللہ تعالیٰ حضرت پوری طرح انجام دے کر تشریف لے گئے ہیں اور ہمارے لیے راہِ نجات کو بالکل بے غبار اور ہموار فرما کر ہم سے جدا ہوتے ہیں۔"[1]

یہ وہی حضرتِ اقدس ہیں جنہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں کہا تھا کہ عطائی و جزوی علمِ غیب یعنی بعض علمِ غیب میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علمِ غیب تو ہر بچے، مجنون و پاگل اور دیگر چوپاؤں و جانوروں کو بھی حاصل ہے۔ (العیاذ باللہ) ان کی کتاب "حفظ الایمان" اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ یہ ۱۹۰۱ء کا زمانہ تھا۔ وہی ۱۹۰۱ء کہ جس میں مرزا بھی خم ٹھونک کر سامنے آگیا۔ ایسی ہی عبارات نے اُسے حوصلہ دیا اور جہنم خرید لی۔

بس ایک پُرلطف سی آخری بات کہہ کر ان شاء اللہ میں اصل موضوع پر آتا ہوں۔ میں نے ایک جگہ گنگوہی و تھانوی صاحبان کے پیر و مرشد حضرت حاجی صاحب یعنی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا ذکر کیا ہے۔ اور احتراماً انہیں رحمۃ اللہ علیہ بھی لکھا ہے۔ کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ پیر و مرشد کا احترام اور مریدوں سے نفرت یہ کہاں کا انصاف ہے ____ انصاف کی بات یہ ہے کہ پیر و مرشد کا عقیدہ اور تھا اور ان علمائے دیوبند مریدوں کا عقیدہ اور ____ حضرت حاجی صاحب کے سامنے انہوں نے جو زانوئے تلمذ تہ کیے تھے وہ محض نمائش اور دکھاوا تھے تاکہ ہندوستان کے سُنی ہمارے ارد گرد حلقہ بنائے رکھیں ظاہر حنفی رکھا اور باطن نجدی وہابی ____ چونکہ ظاہراً یہ لوگ اُن کی ہاں میں ہاں ملاتے رہے اور مطلب براری کرتے رہے اس لیے حاجی صاحب ان کے باطن سے آگاہ نہ ہو سکے۔ حاجی صاحب کا عقیدہ آج کے بریلویوں کا سا تھا۔ اسی لیے انہوں نے "فیصلہ ہفت مسئلہ" میں ان تمام افعال

---

[1] اشرف السوانح صفحہ ۹۹ جلد چہارم۔

کی بھرپور تائید کی جو آج کے بریلوی ذوق و شوق سے ادا کرتے ہیں مولود شریف کے بارے میں تو حاجی صاحب کا کہنا ہے کہ میں ہر سال کرتا ہوں، اس میں برکت محسوس کرتا ہوں اور قیام میں لذت حاصل ہوتی ہے ــــ عرس، فاتحہ، گیارھویں، چالیسویں وغیرہ سب کو جائز قرار دیا ہے۔ مگر یہ رسالہ گنگوہی صاحب نے جلا دینے کا حکم دیا ــــ وہ تو بھلا ہو خواجہ حسن نظامی صاحب کا جنہوں نے کچھ نسخے بچا لیے جو آج کے دیوبندیوں کی بُوتھیوں پر زناٹے دار تھپڑ کے مترادف ہے۔ فللہ الحمد۔

چونکہ ہماری فطرت ثانیہ ہے کہ دعوے کے ساتھ دلیل مخالفین کے گھر سے لاتے ہیں اس لیے یہاں بھی ہم دلیل پیش کر رہے ہیں۔ آپ بغور ملاحظہ فرمائیں کہ ان لوگوں کا عقیدہ حضرت حاجی صاحب کے عقیدہ سے کس قدر مختلف تھا اور یہ علماء کتنی تاکید سے حضرت حاجی صاحب کے عقائد سے بچنے کی تلقین اپنے معتقدین کو کیا کرتے تھے۔

"ختم نبوت کے ناگزیر ضمیمے" یعنی مولوی اشرف علی تھانوی صاحب فرماتے ہیں: ــــ

"(حضرت امیر شاہ خاں صاحب نے) فرمایا کہ جب مولوی صادق الیقین حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں جانے لگے تو مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت فرمائی ...... کہ میاں مولوی صادق الیقین

---

[1] جنہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی کتب (۱) اسلامی اصول کی فلاسفی (۲) نسیم دعوت (۳) آریہ دھرم (۴) برکات الدعا (۵) اخبار الحکم (۶) کشتی نوح وغیرہ سے صفحے کے صفحے چوری کر کے اپنی کتاب "احکام اسلام عقل کی نظر میں" نقل کیے اور اس سلسلے میں ایک مضمون ماہنامہ "القول السدید" مصری شاہ لاہور میں تین اقساط (مئی ۹۲ء، جنوری فروری ۹۳ء) میں شائع بھی ہو چکا ہے جس میں عبارات آمنے سامنے درج کی گئی ہیں۔

جیسے جا رہے ہو۔ ویسے ہی چلے آئیو۔ اپنے اندر کوئی تغیر پیدا نہ کیجیو۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ اس سے مولانا کا یہ مطلب تھا کہ وہاں جا کر حاجی صاحب (امداد اللہ مہاجر مکی) رحمۃ اللہ علیہ کے افعال میرے خلاف دیکھو گے۔ اگر مجھ سے عقیدت رہی تو حاجی صاحب کو چھوڑ دو گے اور اگر حاجی صاحب سے عقیدت رہی تو مجھے چھوڑ دو گے ــــ چنانچہ انہوں نے مسلک مولانا کا رکھا اور حضرت حاجی صاحب کے بھی جانثار رہے ــــ مجھ سے مولوی صادق الیقین کہتے تھے کہ حضرت حاجی صاحب کے یہاں اور مولانا (گنگوہی) کے یہاں تو زمین و آسمان کا فرق ہے کوئی تطبیق ہو ہی نہیں سکتی"۔[1]

کتنی بے باکی اور دیدہ دلیری سے حاجی صاحب سے اختلاف کیا جا رہا ہے۔ یہاں چند مسائل میں اختلاف ہرگز نہیں بلکہ لکھا ہے کہ مسلک ہی الگ الگ تھا اور ان میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ الحمد للہ! ہمارے دعوے کی تصدیق ہو گئی کہ بباطن یہ مرید نجدی تھے ظاہراً "حنفیت کا **لبادہ** اوڑھ رکھا تھا۔ اتنی بڑی گھریلو شہادت کے بعد اب کسے جرأت انکار ہے۔

اصل موضوع

"سپاہِ صحابہ" سے وابستہ سبھی چھوٹے بڑے ایک مدت تک امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر یہ ناپاک الزام لگاتے رہے کہ وہ معاذ اللہ رافضی تھے۔ ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی جیسے نام نہاد علماء اب بھی اپنی کتب و تقاریر میں اس غلیظ تہمت کو دہراتے رہتے ہیں۔ "سپاہِ صحابہ" والوں نے تقیہ کے طور پر نہ صرف یہ الزام لگانا ترک کر دیا ہے بلکہ امام احمد رضا بریلوی کے فتوے اپنے پمفلٹوں میں شائع بھی کرتے ہیں۔ اُنہیں سُنی حنفی قرار دیتے ہیں اور اُن کے نام پر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ــــ درحقیقت یہ خوبصورت فریب

---

[1] ارواحِ ثلاثہ صفحہ ۳۱۸، ۳۱۹ از تھانوی صاحب۔

اور بھیانک تقیہ ہے ——— مشاہدے میں یہ بات آچکی ہے کہ وہ صرف اپنے مطلب براری کے لیے ایسا کرتے ہیں ورنہ اُن کے معاندانہ خیالات والزامات اعلیٰ حضرت پر جوُں کے توُں موجود ہیں۔ موجودہ سرپرست سپاہِ صحابہ جناب ضیاء الرحمٰن فاروقی صاحب اپنی تقریروں میں بڑے بڑے چیلنج کرتے رہے۔ باوجود اس کے کہ ہمارے علماء نے اُن کا بھرپور جواب دیا اور چیلنج بھی قبول کیے مگر فاروقی صاحب کو جواب کی جرأت نہ ہو سکی۔ اُن کا تو کام ہی یہ رہا کہ جہاں جہاں گئے اپنی تقاریر کو تین حصّوں پر تقسیم رکھا۔

① علمائے دیوبند کی انگریزوں سے نام نہاد دشمنی کہ جس کا نہ صرف ثبوت موجود نہیں بلکہ اُن کی اپنی کتب میں انگریز سرکار سے عقیدت و وابستگی اور اُن کی جان و دل سے خیر خواہی کے تذکروں سے صفحات بھرے پڑے ہیں۔

② مولانا احمد رضا خاں بریلوی انگریز کے ایجنٹ تھے (صرف دعویٰ کیا۔ بار بار دعویٰ کیا مگر ثبوت پیش کرنے سے آج تک قاصر ہیں۔ بے چاروں کے پاس دعویٰ ہے دلیل نہیں)

③ مولانا احمد رضا خاں بریلوی رافضی تھے (العیاذ باللہ) دعویٰ ستائیس دلیلوں کا اور ہم نے صرف پانچ دلیلیں قرآن و سنّت کی روشنی میں طلب کر رکھی ہیں کہ جن سے اُن کا رافضی ہونا ثابت ہو جائے مگر ایسے دلائل سے مولویت کی گٹھڑی خالی پڑی ہے۔ بس لفظوں اور لہجے کی شعبدہ بازی دکھائی اور چلتے بنے ——— لچھے دار تقریر کی، نعرے لگوائے چیلنج دیا اور اگلا اسٹیج ——— کوئی جواب طلب کرتا ہے، چیلنج قبول کرتا ہے تو کرتا پھرے اُنہیں اس بات سے کیا۔ اور چاہنے والے وہ کہ جن کی گھٹی میں سُنّیوں سے دشمنی کا زہر پڑا ہوا ہے ——— ہم نے بھی بحمد اللہ تعالیٰ اُن کے چیلنج کو قبول کیا کیونکہ وہ ہمارے علاقے

میں بھی ایک تقریر میں چیلنج دے چکے تھے۔ فرمایا کہ میرے پاس احمد رضا کے رافضی ہونے کی پوری ستائیس دلیلیں ہیں۔ نہ ایک کم نہ ایک زیادہ۔ کیونکہ یہ دلیلیں کھنکتے سکوں یعنی کڑکتے ریالوں کے زور پر احسان الٰہی ظہیر صاحب نے "البریلویہ" میں درج کی ہیں اس لیے کمی بیشی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ـــــ جذبات میں اس قدر مست ہوئے اور زبان اس قدر بہکی کہ اخلاقی قدروں کا دیوالیہ نکال کر فرمایا۔ "میرا چیلنج قبول کرنے کی جرأت کسی احمد رضا خاں کے حلالی بیٹے میں نہیں۔"

ہم نے بے حد نرم الفاظ اور انتہائی سنجیدہ طریقے سے ۲۱ یا ۲۲ اگست ۹۱ء کو گیارہ سوالات مرتب کر کے ایک معتبر دیوبندی مدرس کی معرفت انہیں واہ کینٹ میں تقریر سے قبل سٹیج پر پہنچائے۔ فاروقی صاحب نے انہیں پڑھ کر رکھ لیا کہ ان کا تحریری جواب دیا جائے گا۔ فروری ۹۲ء تک کوئی جواب نہ دیا گیا ـــــ بعد میں ہم نے باقاعدہ ایک مضمون تیار کیا جس میں یہ سوالات بھی آگئے اور یہ مضمون ماہنامہ "القول السدید" مصری شاہ لاہور، مارچ ۹۲ء میں "سرپرست سپاہ صحابہ" کے نام سے شائع ہو گیا ـــــ پھر فوری طور پر ایک اور ادارے نے اس مضمون کو الگ پمفلٹوں کی صورت میں ہزاروں کی تعداد میں چھپوا کر تقسیم کیا بلکہ جا بجا فاروقی صاحب کو پیش بھی کیا گیا۔ مگر جواب کے لیے زبان و قلم حرکت میں نہ آ سکے ـــــ سوالات و مضمون میں یہ بات شروع سے واضح کر دی گئی تھی کہ آپ کا یہ عذر کہ "میں اب دیوبندی بریلوی نزاع سے کنارہ کش ہو چکا ہوں" ـــــ عذرِ گناہ بدتر از گناہ کے مترادف ہو گا۔ یعنی آپ کی یہ دلیل قبول نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ عقیدۃً آپ اب بھی کٹر دیوبندی ہیں۔ آپ کے کل اور آج میں کوئی فرق نہیں۔ احمد رضا خاں کے رافضی ہونے پر آپ کے نزدیک کل تک جو

ستائیس دلیلیں برحق تھیں ظاہر ہے وہ آج باطل تو نہیں ہو جائیں گی کیونکہ آپ کے عقیدہ مسلک کی شوتی اُسی ڈگری پر ہے۔ لہٰذا جواب ضرور دیا جائے اور بتایا جائے کہ یہ احمد رضا خاں کس قسم کا رافضی تھا کہ باقی سارے رافضی تو کالے کافر ہوں اور یہ پکا سچا حنفی بلکہ اس کے نام پہ رحمۃ اللہ علیہ تک لکھا جائے ــــــ اور ہم نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ آپ کی وہ ستائیس دلیلیں کیا ہوئیں۔ کیا آپ کو پتہ چل گیا ہے کہ احمد رضا نے اب اپنی قبر میں اپنا عقیدہ تبدیل کر لیا ہے۔ مگر اکتوبر ۹۲ء تک کوئی جواب نہ دیا گیا ــــــ پھر نومبر ۹۲ء کے پہلے ہفتہ میں فاروقی صاحب ہمارے علاقے میں تشریف لائے ــــــ ایک ہفتہ قبل پولیس حرکت میں آگئی۔ ہر طرف چہ مگوئیاں، ایک ڈر، ایک خوف، ہتھیار باہر آگئے، مورچہ بندی شروع ہو گئی، لوگ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کیا ہونے والا ہے؟ جواب ملتا، فاروقی صاحب تقریر کرنے آ رہے ہیں ــــــ لوگ حیرت میں ڈوب کر سراپا سوال بن جاتے ہیں کہ تقریر اور یہ جنگ کا سماں۔ کلاشنکوفوں کے سامنے میں کون تقریر سننے جائے گا ــــــ واعظ کے لیے تو سکون چاہیے خوشگوار ماحول چاہیے، پُر امن فضا چاہیے ــــــ ہر کسی کے ہاتھ میں بندوق ہو تو تقریر کیا ہو گی اور اُس کا اثر کیا ہو گا ــــــ خیر! تقریر سے قبل دو تین روز ہمارا پمفلٹ بھی انتظامیہ کو پیش کر دیا گیا۔ حالانکہ دورانِ تقریر ہمارا سوال کرنے کا کوئی ارادہ نہ تھا اور نہ اب ہے۔ بلکہ ہم تو انتہائی سنجیدگی اور علمی طریقے سے اپنے سوالات کے جوابات لینے کے خواہشمند ہیں (ہماری یہ بات خاص طور پہ ذہن میں رکھی جائے) بہر حال فاروقی صاحب تشریف لائے۔ اُنہیں ہمارا پمفلٹ پیش کیا گیا۔ جواب ملا کہ میں نے اس کا جواب تحریر کر دیا ہے۔

"خلافتِ راشدہ" (فیصل آباد) میں آرہا ہے ـــــ اب جنوری ۱۹۹۳ء کا آخری عشرہ ہے۔ غالباً چار شمارے "خلافتِ راشدہ" کے آچکے ہیں، جواب کا کہیں نام ونشان نہیں۔ (ماہنامہ "القول السدید" مشرقی شاہ لاہور میں شائع ہونے والا یہ مضمون ضرور پڑھیے جو مارچ ۱۹۹۲ء کے شمارہ میں شائع ہوا۔)

تائید :- الحمدللہ! ہم اہل سُنّت والجماعت ہیں ـ نہ منافقت ہے نہ تقیہ۔ حکومتی سطح پر ہم بھرپور تائید کرتے ہیں کہ محبوبِ کبریا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاکباز ساتھیوں اور آپ کی ازواج مطہرات پر دشنام طرازی کرنے والوں کے لیے ملک میں ایسا قانون فوری طور پر بنایا جائے جو ایسے افراد کو سخت ترین سزا دے بلکہ سزائے موت مقرر کی جائے اس لیے کہ صحابہ کرام یا ازواجِ مطہرات کی توہین بالواسطہ خود محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی توہین ہے۔ اسی طرح جو لوگ نواسۂ رسُول، جگر گوشۂ بتول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو باغی و مُفسد قرار دے کر یزید پلید کو حق پر سمجھتے ہیں اور اپنی کتب میں اور دیگر طریقوں سے تبلیغ و پرچار کرتے ہیں اُنہیں بھی پھانسی کے پھندے پر لٹکایا جائے ـــــ ہم بہانگِ دہل کہتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ روافض سے متعلق وہی ہے جو تمام بزرگانِ دین کا رہا ہے اور جس کو تفصیل سے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ العزیز نے "ردالرفضہ" میں بیان فرمایا ہے ـــــ۔

عملی کردار :- تحدیثِ نعمت کے طور پر عرض ہے کہ ہم نے ہر مقام پر کُھل کر روافض کا رد کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ عزوجل کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ بہت سے افراد نے جادۂ حق اختیار کیا۔

○ ہم نے خلفاءِ ثلاثہ کے حق ہونے پر شیعہ کے معروف مُتعصب

مولوی غلام حسین نجفی سے "جامع المنتظر" لاہور میں اُس کے اپنے کمرے میں تین چار افراد کی موجودگی میں بحث کی۔

○ ہمارے گاؤں میں شیعہ حضرات نے محض ہماری خاطر شیعہ کے مشہور مناظر تاج الدین حیدری کو بغرضِ تقریر بلوایا۔ اور ہمیں خصوصی طور پر بحث کے لیے آمادہ کیا گیا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ہمارا علم برائے نام ہی ہے مگر ہم نے بحث کا فیصلہ کر لیا ـــــ ستر اسّی شیعہ حضرات کی موجودگی میں ہم نے مناظر صاحب سے "ایمان بالقرآن" پر بحث کی ـــــ خدا گواہ ہے کہ اس مسئلہ پر ہمارا پلڑا بھاری رہا ـــــ چنانچہ ایک مقامی شیعہ نے بحث کو تقریباً جھگڑے کی صورت میں تبدیل کر دیا۔ اس موقعہ سے مناظر صاحب نے فائدہ اُٹھایا اور مسئلہ فدک چھیڑ دیا۔ چونکہ اب ماحول پر سرد مہری طاری ہو گئی تھی اور گفتگو کی فضا خراب ہو چکی تھی نیز ہم صرف ایک ہی اہلِ سُنّت تھے۔ صرف اور صرف ایک۔ لہٰذا گفتگو کو خاموشی سے سُننا زیادہ مناسب سمجھا۔

اسی مسئلے پر یعنی ایمان بالقرآن پر ایک شیعہ ہمیں سی۔ ڈی۔ اے کالونی نزد پیرودھائی موڑ راولپنڈی ایک مجلس میں لے گیا۔ علماء آتے رہے، تقاریر کرتے رہے ہم نے بھی جی بھر کر تقریریں سُنیں۔ سٹیج سیکرٹری واقف نکلا۔ اُسے ہمارے آنے کا مقصد بتایا گیا۔ مگر شام تک کوئی مولوی اس مسئلہ پر بحث کے لیے تیار نہ ہوا۔ ہم گھر واپس لوٹ گئے۔ اس بات پر شیعہ سُنّی دونوں بہت سے گواہ موجود ہیں۔ لیکن ہماری بدنصیبی دیکھیے کہ شیعہ حضرات اپنا مخالف ہونے کی وجہ سے ہمیں "سپاہِ صحابہ" میں شمار کرتے ہیں اور "سپاہِ صحابہ" والے چونکہ دیوبندی ہیں اور ہم ٹھہرے دیوبندیوں کے بھی مخالف لہٰذا وہ ہمیں شیعہ خیال فرماتے ہیں۔ شیعہ یوں مخالف کہ ہم سُنّی ہیں اور دیوبندی یوں مخالف کہ ہم اہلِ بیتؑ اظہار

کا ذکر انتہائی عقیدت و محبت سے کرتے ہیں جو کہ انہیں ناگوار گزرتا ہے۔ ہم نہ تو صحابہ سے اختلاف کر کے رافضی بننا چاہتے ہیں اور نہ اہلِ بیت کے مخالف ہو کر خارجی۔ اس سلسلے میں ہمارا اپنا نتیجۂ فکر یہ ہے ؎

قرآن بتاتا ہے کہ ہیں دونوں مکرم
وہ آلِ محمد ہوں کہ اصحابِ محمد

طریقۂ کار :- اہلِ سنّت و جماعت پہ آپ (سپاہِ صحابہ والے) ناحق گلہ کرتے ہیں کہ وہ آپ کا ساتھ نہیں دیتے۔ دراصل آپ کے طریقۂ کار سے خود دیوبندی عالم متفق نہیں۔ جیسا کہ قاضی مظہر حسین صاحب (چکوال) اپنے رسالہ "حق چار یار" میں دیوبندی مولوی سرفراز گکھڑوی صاحب وغیرہ کے خطوط شائع کر چکے ہیں کہ "کافر کافر" کا سرِعام نعرہ درست نہیں۔ اور دیگر تمام مفتیانِ دیوبند بھی آپ کے اس طریقۂ کار کے مخالف ہیں ـــــ یہی وجہ ہے کہ کسی ایک جیّد دیوبندی عالم کو مستقل طور پر آپ اپنے سٹیج پر نہیں لا سکے۔ بلکہ وہ پہلا سا جوش و خروش اب سپاہِ صحابہ میں بھی باقی نہیں رہا ـــــ اب کافر کافر شیعہ کافر کا نعرہ ختم ہو رہا ہے اور کئی تقریروں میں مطلق یہ نعرہ نہیں لگایا گیا۔ اب تقریروں میں یہ کہا جانے لگا ہے کہ سپاہِ صحابہ آئینی راستہ اختیار کر رہی ہے اور ناموسِ صحابہ بل پیش کر دیا گیا ہے ـــــ بل میں یہ بات کہی گئی ہے کہ جو صحابہ کرام کی توہین کرے اُسے پھانسی کی سزا دی جائے۔ حالانکہ "سپاہِ صحابہ" یہ مشن لے کر ہرگز وجود میں نہیں آئی تھی۔ بلکہ یہ مشن لے کر اُٹھی تھی کہ حکومت شیعوں کو کافر قرار دے۔

اگر یہی کچھ کرنا تھا یعنی محض اسمبلی میں بل ہی پیش کرنا تھا تو دس بیس علماء کی جان دلوانے کی کیا ضرورت تھی۔ پوچھا جائے گا تو کہا جاتا ہے کہ سارے کام مرحلہ وار ہوں گے ـــــ خدا کے بندو! اگر مرحلہ وار ہی

یہ کام کرنا تھا تو اس کا طریقہ بھی پھر مرحلہ وار ہی رکھا جاتا۔ اتنے قتل و قتال کے بعد اگر آپ اُس طریقہ پر آگئے ہیں جو بغیر جنگ وجدل بھی ہو سکتا تھا تو فائدہ ــــ؟ گویا اب یوں محسوس ہوتا ہے کہ آپ لوگ بھی یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ کھلم کھلا کافر کافر کا نعرہ لگا کر ہم نے فائدے کی نسبت نقصان زیادہ اُٹھایا ہے۔

اختلاف :۔ آپ کا اور ہمارا اختلاف اصُولی ہے۔ توہینِ شانِ رسالت اصول میں آئے گا فروع میں نہیں ــــ ہمارا اصل اور بنیادی اختلاف تحذیر الناس، براہینِ قاطعہ اور حفظ الایمان کی چند کفریہ عبارت پر ہے ــــ فاتحہ، عرس، گیارھویں اور صلوٰۃ والسلام پر ہرگز نہیں ان کی حیثیت دوسرے درجہ پر ہے۔ ان کفریہ عبارات پر کوئی سوال کیا جاتے تو دیوبندی علماء کے پاس جان چھڑانے کے لیے صرف دو جواب ہیں ــــ ایک یہ کہ ہماری مصروفیات بہت زیادہ ہیں یا ضعیف العمری ہے یا علالت کی وجہ سے جواب دینے سے قاصر ہیں ــــ حالانکہ ان دیوبندی علماء کی کتابیں دھڑا دھڑ آرہی ہیں جو کہ اہلِ سُنّت کے خلاف لکھی جاتی ہیں۔

ــــ دوسرا جواب یہ دیتے ہیں کہ ان سوالات کے جوابات کے لیے فلاں فلاں کتابوں سے رجوع کیا جائے کیونکہ اُن کتابوں میں ہمارے علماء کافی وشافی جواب دے چکے ہیں۔

”سپاہِ صحابہ“ والے اگر شیعوں سے کوئی سوال پُوچھیں اور شیعہ عالم یہ جواب دے کہ آپ کے یہ گھسے پٹے سوالات ہیں اور ہماری کتب میں علماء ان کے کافی وشافی جواب دے چکے ہیں تو کیا ”سپاہِ صحابہ“ والے اس جواب کو واقعی جواب سمجھ کر مطمئن ہو جائیں گے ــــ؟ ہرگز نہیں ــــ بلکہ کہیں گے کہ وہ جوابات تو سرے سے غلط ہیں ــــ ہم بھی کہتے ہیں کہ مولوی حسین احمد مدنی، مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی، مولوی محمد منظور نعمانی،

اور مولوی سرفراز گکھڑوی وغیرہم کی کتب کو سامنے رکھ کر ہمارے سوالات کا جائزہ لیجئے۔ انشاء اللہ العزیز ان سوالات سے مذکورہ کتب کی جھوٹی، غلط اور باطل تاویلوں کے پرخچے اڑتے نظر آئیں گے ـــــ مگر اتنی جرأت کس میں ہے کہ وہ محض عظمتِ رسول کی خاطر اور اپنا ایمان بچانے کے لیے کچھ وقت نکال سکے ـــــ سردست کوئی دیوبندی عالم، مفتی، خطیب، مناظر ہم سے تحریری گفتگو کرنا چاہے تو تحذیر الناس یا براہینِ قاطعہ پر کر سکتا ہے۔ دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل کیسی گت بنائیں گے کیونکہ ؏

یہ سب کرم ہے انہیں کا ہم پر کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے

تو اختلاف کی وجہ ایک تو یہ ہوئی کہ جن کتب میں توہینِ رسالت ہے آپ لوگ ان عبارات کو عین ایمان سمجھتے ہیں۔

دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ "سپاہ صحابہ" میں یزیدی گروپ بھی اپنی کارکردگی دکھا رہا ہے ـــــ اور سبھی جانتے ہیں کہ یزید پلید کو رحمۃ اللہ علیہ اور خلیفہ برحق کہنے والے اصل خارجی ہیں۔ حضور کے گھرانے کے پکے دشمن ہیں ـــــ درحقیقت یہ لوگ اس لیے "سپاہ صحابہ" میں شامل نہیں ہوئے کہ شیعہ گروہ خلفاء ثلاثہ کو برا بھلا کہتا ہے کیونکہ وہ برا بھلا کہتے ہیں تو ان کی بلا سے وہ خود اس معاملے میں دو قدم آگے ہیں کہ خلفاء ثلاثہ کی بجائے حضرت علی، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو برا بھلا کہہ کر اپنے دل کی بھڑاس نکال لیتے ہیں ـــــ اگرچہ تقیۃً اور برائے مصلحت سامنے ان کا احترام کرتے ہیں ـــــ یہ لوگ خالص دیوبندی کہلاتے ہیں اور تقاریر کے دوران بڑھ چڑھ کر "سیاستِ امیر معاویہ زندہ باد" کے نعرے لگواتے ہیں۔ ہم اہل سنت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا احترام صحابی ہونے کی حیثیت سے کرتے ہیں اور تمام صحابہ زندہ باد، مگر جہاں

تک سیاست امیر معاویہ کا تعلق ہے تو یہ مولا علی مشکل کشا[1] سے کھلم کھلا دشمنی ہے ـــــ تو یہ لوگ "سپاہ صحابہ" میں اس لیے شامل ہوئے ہیں کہ شیعہ حضرات ہر وقت حسین، حسین اور علی، علی کیوں کرتے ہیں ـــــ پنج تن پاک، پنج تن پاک کیوں کرتے ہیں۔ اور یہ نام چونکہ ان کے کلیجے پر تیر ہیں اس لیے انہیں بھی موقعہ میسر آگیا کہ ہم بھی اس تاپے ہوئے تندور کے ساتھ اپنی روٹی لگا لیں۔

یہ ہم نہیں کہتے کہ یزیدی اس گروپ میں شامل ہیں جبکہ سپاہ صحابہ کے تمام رہنماؤں کو اس کی خبر ہے ـــــ اور پھر قاضی مظہر حسین صاحب دیوبندی (چکوال) نے اپنے رسالہ "حق چار یار" (اگست، ستمبر ۱۹۹۲ء) میں اسلام آباد کے مولوی عبد اللہ صاحب کا یزید کے حق میں خط شائع کر کے ان کی حنفیت کا بھانڈا لال مسجد کے باہر آب پارہ چوک میں پھوڑ دیا ہے ـــــ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خوبصورت فریب:۔ علمائے دیوبند نے خصوصاً مقررین نے اپنے سامعین کو ایک خوبصورت فریب یہ بھی دے رکھا ہے کہ سارے بریلوی مولانا احمد رضا خاں کے چاہنے والے نہیں بلکہ احمد رضا کے معتقد تو انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم بریلویوں سے نہیں رضا خانیوں سے مخاطب ہیں جن کی تعداد اس ملک میں دو تین فیصد ہے۔

ہمارا جواب یہ ہے کہ اس ملک میں تمام بریلوی امام احمد رضا بریلوی کے معتقد ہیں اس لیے کہ انہوں نے بلا خوف لومۃ لائم ہر گستاخ رسول کا

---

[1] مشکل کشا کے لفظ سے لرزہ طاری رہے گا اسلئے کہ "فیصلہ ہفت مسئلہ" از حاجی امداد اللہ صاحب "تعلیم الدین" تھانوی صاحب اور گنگوہی صاحب کی کتب کے آخر میں عموماً شجرۂ پیران چشت درج ہوتا ہے جسمیں یہ مصرعہ بھی موجود ہے "ہادیٔ عالم علی مشکل کشا کے واسطے"۔

سُنّہ علی طریقے سے بند کیا۔ اور جو ان کا احترام نہیں کرتے دراصل وہ سُنّی ہیں ہی کب؟ وہ تو پھر دیوبندی وہابی ہی کہلائیں گے۔ اگرچہ وہ اپنے نام کے ساتھ بریلوی لکھتے پھریں —— البتہ بے شمار ہمارے دیہاتی بھائی ایسے ہیں جو امام احمد رضا بریلوی کے نام سے واقف نہیں لیکن اُن کے عقائد وہی ہیں جو اعلیٰ حضرت کے ہیں، جو تمام علمائے احناف کے ہیں، جو حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے ہیں کہ جن پر نجدیت و وہابیت کی چھاپ نہیں۔ اس لیے تمام سُنّی بریلوی ہیں اور تمام بریلوی سُنّی ہیں۔

ہندوستان میں صدیوں سے موجودہ بریلویوں والا مسلک ہی سُنّی مسلک رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دیوبندیوں کو آج تک کسی نے سُنّی تسلیم نہیں کیا بلکہ انہیں وہابی ہی کہا جاتا ہے —— اور "سپاہِ صحابہ" والے تو وہابیت سے انکار کر ہی نہیں سکتے اس لیے کہ اُن کے موجودہ سرپرست ضیاء الرحمٰن فاروقی صاحب نے اپنی کتاب "فیصل اک روشن ستارہ" میں محمد بن عبدالوہاب نجدی کی شان میں قصیدے لکھ کر زمین و آسمان کے قلابے ملا دئے ہیں۔ لکھا ہے کہ حضرت شیخ الاسلام اپنے زمانے کے امام، مصلح، داعی اور شرک و بدعت کے رد کرنے والے بہت بڑے دینی رہنما تھے۔ عقیدے کے لحاظ سے اُنہیں بہت بڑا توحیدی قرار دیا اور جگہ جگہ لکھا کہ آج کل سعودی عرب میں اُنہیں کی تعلیمات سے تمام دینی افعال سرانجام پا رہے ہیں۔

یہ تو اب فاروقی صاحب کے کارکن ہی بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں کہ وہ "المہند" میں بیسیوں علمائے دیوبند (مولوی خلیل احمد، تھانوی، محمود الحسن، مفتی کفایت اللہ وغیرہ) کی تصدیق سے محمد بن عبدالوہاب نجدی کو خارجی سمجھتے ہیں کہ جس نے حرمین شریفین کے سُنّیوں کا ناحق قتل کیا اور سلف صالحین کی شان میں گستاخیاں کیں۔ اُسے فاروقی صاحب کے بقول اپنے وقت کا امام، داعی اور مصلح جانیں گے۔ اور یہ

بھی سپاہِ صحابہ والے چھوٹے بڑے بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں کہ مولوی حسین احمد مدنی کی کتاب "شہاب ثاقب" کے مطابق محمد بن عبدالوہاب نجدی عقائدِ فاسدہ اور خیالاتِ باطلہ کا مالک خبیث انسان تھا یا بقول فاروقی صاحب وہ شرک و بدعت کو جڑ سے اُکھاڑنے والا پکا توحیدی تھا۔

بیسیوں اکابر علمائے دیوبند کی تصدیق سے اگر محمد بن عبدالوہاب واقعی خارجی تھا اور "المہند" المعروف عقائد علمائے دیوبند کے بقول وہ سلف صالحین کی شان میں گستاخیاں کرتا تھا اور بقول "المہند" کہ علمائے دیوبند میں اُس کے عقائد کا کوئی فرد نہیں —— تو ثابت ہوا کہ وہ شخص اہلِ سنت[1] میں سے ہرگز نہیں تھا —— اور بقول مدنی صاحب وہ عقائدِ فاسدہ اور خیالاتِ باطلہ کا مالک تھا تو پھر "سپاہِ صحابہ" والے فاروقی صاحب سے ذرا پوچھ کر بتائیں کہ آپ نے جو لکھا ہے کہ سعودی عرب میں ساری تعلیمات شیخ نجدی کی جاری و ساری ہیں تو اُن کے پیچھے ہماری نماز ہوگی یا نہیں؟ —— سعودی عرب میں ساری تعلیمات نجدی کی اور سارے کے سارے اکابر علمائے دیوبند (بجز گنگوہی صاحب) کے نجدی کے عقائد کے خلاف —— تو آج کل کے چھوٹے علمائے دیوبند نے اپنے اکابر کی پیروی کس لیے ترک کر دی ہے؟ موجودہ علمائے دیوبند اپنے اکابر کی اتباع میں نجدی تعلیمات میں سے برأت کا اظہار کیوں نہیں کرتے؟

ویسے ہم تو ورطۂ حیرت میں ڈوبے ہوئے ہیں کہ اگر تحذیر الناس و براہین قاطعہ میں اکابر نے گستاخیاں لکھ دیں تو سارے کے سارے لنگوٹ کس کر انہیں عین ایمان ثابت کرنے پر تُل گئے چاہے ایک لفظ بھی ایمان کی جانب نہ جا سکے مگر کہنے کو کہہ دیا کہ یہی اسلامی و دینی عقیدہ ہے بلکہ قرآن

---

[1] اس کا یہ مطلب نہیں کہ دیوبندی اہلسنت ہیں بلکہ اکثر دیوبندی بھی نجدی عقائد کے ہی پیرو ہیں۔

و حدیث کے عین مطابق ہے اور وہی اکابر شیخ نجدی کو بُرا بھلا کہیں تو ایماً غر اپنا رُخ پھیر لیں ــــــ آخر چکر کیا ہے ــــــ کھنکتے ریالوں کی چمک دمک واقعی بڑی بَلا ہے ــــــ ہم مدینے اور مکّے کے مقدس ذروں پر قربان۔ لیکن عقیدہ تو ہمارا وہ ہوگا جو قرآن و حدیث بتلائیں گے نہ کہ مکّے اور مدینے کے موجودہ لوگوں کو دیکھ کر عقیدہ بنانا ہے ــــــ اور پھر یاد رکھیے کہ موجودہ سعودی خاندان کا حجاز پر قبضہ تو بیسویں صدی یعنی ۳۲-۱۹۳۰ء میں ہوا۔ اس سے قبل وہاں کے لوگوں کا کیا عقیدہ رہا ہے۔ تاریخیں اُٹھا کر دیکھ لیجئے وہ پکے سُنّی حنفی لوگ رہے ہیں ــــــ عرس و میلاد منانے والے ــــــ یا رسول اللہ کہنے والے ــــــ اور اگر موجودہ سعودی عہد کے نجدی عقائد کی نفی مکّہ اور مدینہ کی توہین ہے تو پھر جن اکابر علمائے دیوبند نے "المہند" میں شیخ نجدی کے عقائد سے بیزاری کا اظہار کیا ہے وہ بھی مکّے اور مدینے کی توہین کرنیوالے قرار پائیں گے اس لیے کہ شیخ نجدی بھی کوئی یورپ و امریکہ کا باسی نہ تھا بلکہ عرب شریف کا باشندہ تھا۔

جیالے غور کریں :- "سپاہِ صحابہ" کے وہ جذباتی اور جوشیلے نوجوان جنہیں "جیالے" کہہ کر پکارا جاتا ہے خصوصاً غور کریں کہ آپ لوگوں کی زبان پر ہمہ وقت شیعہ کافر شیعہ کافر کی گردان رہتی ہے۔ کوئی آپ سے پوچھ بیٹھے کہ کیوں کافر ہیں تو آپ فوراً جواب دیتے ہیں کہ چونکہ وہ خلفاءِ ثلاثہ کو کافر کہتے ہیں اس لیے کافر ہیں ــــــ اُصول کیا نکلا ــــــ اُصول یہ ہوا کہ صحابہ کرام کی تکفیر کرنے والا شخص خود کافر ہو جائے گا چاہے وہ سُنّی کہلائے یا دیوبندی، شیعہ کہلائے یا اہلِ حدیث، کوئی بھی ہو مذکورہ اُصول کی زد میں ضرور آئے گا ــــــ یا یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ جو مفتی و عالم اہلِ سُنّت وجماعت کہلوا کر بھی صحابہ کرام کی تکفیر کرنے والوں پر کُفر کا فتویٰ بھی نہیں دیتا وہ خود مسلمان نہیں رہے گا ــــــ تو "سپاہِ صحابہ" والے لمحہ لمحہ جپتے اور صفر صفر

جو لکھتے ہیں کہ شیعہ کافر ہے جو اسے کافر نہ کہے یا ان پر کفر کا فتویٰ نہ دے وہ خود کافر ہے ـــــ بس اسی روشنی میں ہم نے یہ مضمون ترتیب دیا ہے اور اسی اصول کو سامنے رکھ کر آپ کے قطبِ عالم جناب گنگوہی صاحب اور آپ کے حکیم الامت تھانوی صاحب کے شیعوں سے متعلق نقطۂ نظر کو آپ کی عدالت میں پیش کیا ہے۔ آپ ملاحظہ فرمایئے گا کہ ان صاحبان نے رافضیوں سے متعلق کیا فتوے دیئے ہیں۔

ردِّ عمل :۔ اگر یہ مضمون پڑھ کر آپ پیچ و تاب کھانے لگیں تو الحمدللہ ہمارا مقصد پورا ہو جائے گا ـــــ اگر یہ مضمون آپ کو ری ایکشن کر جاتا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ گنگوہی و تھانوی صاحبان نے فتوے درست نہیں دیئے اور رافضیوں سے متعلق یہ فتوے آپ کی توقع کے برعکس نکلے ـــــ ہم نے جب بھی یہ فتوے کسی دیوبندی کو بتائے۔ حیرت سے کہنے لگا۔ کیا کہا رشید احمد گنگوہی اور ایسے فتوے؟ ـــــ گویا انہیں یقین ہی نہیں آتا کہ گنگوہی اور تھانوی صاحبان نے ایسے فتوے دیئے ہوں گے جو سپاہِ صحابہ یا اہلِ سنت کے معیار پر پورے تو کیا اُترتے سرے سے خلاف ہیں ـــــ لہٰذا اگر آپ کو غصہ آئے تو گنگوہی صاحب پر آئے، آپ لال پیلے ہو کر بل کھائیں تو تھانوی صاحب پر کھائیں ـــــ مگر ٹھہریئے۔ پہلے اُن کی کتب اُٹھایئے۔ اور ہمارے دیئے گئے حوالوں کو اصل عبارات سے ملایئے۔ درست نکلے تو پھر بار بار ہمارے مضمون کو پڑھیئے ـــــ غلطی یا تعصب نظر آئے تو آگاہ فرمایئے۔ ہم نے کوئی دھوکہ فریب یا ضد بازی سے کام لیا ہو تو نشاندہی کیجئے اور تقاضائے بشریت اگر ہم سے کوئی غلطی سرزد ہو گئی ہو تو انشاء اللہ ہم رجوع کر لیں گے مگر ہمارے گئے سوالات کا جواب ترتیب وار دیا جائے۔ مجموعی جواب ناقابلِ قبول ہوگا۔ نوٹ فرما لیجئے۔

تنبیہہ :۔ ہم پر بریلویت کا لیبل چسپاں کر کے نفرت مت کیجئے گا بلکہ

جو کچھ ہم نے کہا ہے اُس پر غور فرمائیے گا۔ اور جو صاحب ہم سے متنفر ہو کر اشتعالی رویہ اپنائے ہوئے ہوں وہ اس مضمون کو ہرگز نہ پڑھیں ہمارا مضمون صرف اُن حضرات کے لیے ہے جو حقائق کو جاننے کے خواہشمند ہیں جو قرآن و سُنّت کو معیار جانتے ہیں اکابر دیوبند کو نہیں —— یہ نہ دیکھیے کہ کہنے والا کون ہے بلکہ دیکھیے کہ کیا کہہ رہا ہے۔ مثلاً "سپاہ صحابہ" والے کہتے ہیں کہ اسمبلی میں ناموس صحابہ بل پیش کر دیا گیا ہے اس پر عمل درآمد ہونا چاہیے اور اسے منظور ہونا چاہیے۔ چونکہ بات سو فیصد درست ہے اس لیے ہم تمام اہلسنّت اس کی بھرپور حمایت کرتے ہیں —— ہم نے یہ نہیں دیکھا کہ اسے پیش کرنے والے کون ہیں۔ اس لیے تعصب سے بالاتر ہو کر اور فی الحال اکابر کی عقیدت کی پٹی آنکھوں سے اُتار کر فتوے اور اُن پر تبصرہ ملاحظہ فرمائیے۔ عین ممکن ہے اللہ تعالیٰ آپ کو توبہ کی توفیق عنایت فرما دے جیسا کہ کتاب "رضا خانی مذہب" کے مصنف مولانا سعید احمد قادری پر اللہ تعالیٰ نے خصوصی کرم فرمایا اور اب وہ سُنّی بریلوی ہو چکے ہیں ولِلّٰہ الحمد۔

لیجیے وہ تاریک گوشے بے نقاب ہوتے دیکھیے جنہیں دیوبندی مصلحت مخفی رکھنے کا تقاضا کرتی ہے۔

پہلا فتویٰ :۔ "جو شخص صحابہ کرام میں سے کسی کی تکفیر کرے وہ ملعون ہے، ایسے شخص کو امام مسجد بنانا حرام ہے اور وہ اپنے اس گناہِ کبیرہ کے سبب سُنّت جماعت سے خارج نہ ہوگا۔"[1]

مذکورہ بالا عبارت میں ایک ایک لفظ واضح اور غیر مبہم ہے یعنی حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ اور حضراتِ حسنینِ کریمین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لے کر آخری صحابی

---

[1] فتاویٰ رشیدیہ کامل صفحہ ۲۳۸۔ ناشر محمد علی کارخانہ اسلامی کتب کراچی۔

تک کسی کو بھی کافر کہنے والا شخص لعنتی ہے اور مسجد کی امامت کا حقدار نہیں البتہ صحابہ کرام کو کافر کہنے کی وجہ سے وہ سُنّی مسلمان ہی رہے گا کیونکہ صحابہ کو کافر کہنا گناہِ کبیرہ ہے کفر نہیں۔

پہلا سوال :۔ کیا عبارت کے مفہوم میں ہم نے کوئی ہیرا پھیری کی ہے یا حوالہ غلط دیا ہے یا عبارت کے اندر کانٹ چھانٹ اور کتربیونت سے کام لے کر دھوکہ دہی کی ہے؟ اگر ایسی بات ہے تو وضاحت فرمائیے۔

نوٹ :۔ ایک دیوبندی عالم فرمانے لگے کہ دیکھئے جناب گنگوہی صاحب صاف کہہ رہے ہیں کہ ایسا شخص ملعون ہے اور اُسے امام مسجد بنانا حرام ہے۔ اس کے علاوہ اور وہ کیا کہتے۔ اتنی شدّت تو کر دی ہے، لعنتی کہہ کر کچھ باقی نہیں رکھا ـــــ حضرت صاحب کا لہجہ چونکہ سخت ہو گیا تھا اس لیے ہم نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا کہ گنگوہی صاحب نے سب کچھ باقی ہی رکھا ہے کہا کچھ بھی نہیں ـــــ لفظ ملعون کے اندر فی نفسہٖ بڑی شدّت اور سختی پائی جاتی ہے مگر فتوے کے اندر بیان کیا جانے والا جرم (یعنی صحابہ کرام کو کافر کہنا) دیکھا جائے تو یہ ملعون والی شدّت اور سختی محض ابریشم کی طرح گداز اور نرم و نازک دکھائی دینے لگتی ہے بلکہ رافضی کو تو اور بھی پاکیزہ، پیاری، خوشنما اور بھلی سی معلوم ہوتی ہوگی۔

"ملعون" کا مطلب ہے لعنت کیا گیا یعنی لعنتی شخص ـــــ قرآن مقدس میں جھوٹ بولنے والوں پر بھی اللہ کی لعنت کی گئی ہے۔ فرمایا گیا فَلَعْنَتُ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ گویا جھوٹ بولنے والا شخص قرآن کی رُو سے ملعون ہے۔ لعنتی ہے۔

دوسرا سوال :۔ دُنیا میں ہزاروں مسلمان روزانہ کئی کئی مرتبہ جھوٹ بولتے ہیں۔ قرآن کی رُو سے سب ملعون ہوئے مگر ملعون ہونے

کے باوجود وہ اسلام سے خارج نہیں ہوتے تو بتایئے۔ ——

(ا) جھوٹ بولنے کی وجہ سے وہ ملعون ہوئے یا نہ؟

(ب) ملعون ہو کر بھی وہ مسلمان ہی رہے یا نہ؟

(ج) اگر ملعون ہو کر بھی وہ مسلمان ہی رہے تو گنگوہی صاحب کے فتوے میں صحابہ کی تکفیر کرنے والے کو اگر ملعون کہہ دیا گیا تو کہنے والے پر کیا شدت اور سختی باقی رہی؟

(د) صحابہ کرام کی تکفیر کرنے والا ملعون ہے یا کافر؟

ضروری وضاحت:۔ رہی بات امام مسجد نہ بنانے کی تو ایک مسلمان بے شمار وجوہ سے مسلمان ہو کر بھی امامت کے فرائض سرانجام نہیں دے سکتا۔ مثلاً داڑھی مبارک ہی کو لیجئے کہ اگر کوئی داڑھی منڈاتا ہے تو اُسے امام مسجد نہیں بنایا جا سکتا —— اسی طرح بے شمار وجوہ ہیں یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں —— چونکہ گنگوہی صاحب نے صحابہ کرام کو کافر کہنا گناہِ کبیرہ میں شمار کیا ہے اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ گناہِ کبیرہ کے مرتکب شخص کے بارے میں جناب گنگوہی صاحب نے کیا ارشاد فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں: ——

"جو شخص کسی کبیرہ کا مرتکب ہو اُس کی امامت مکروہ تحریمی ہے" ؎

لیجئے اب تو مطلق حرام بھی نہیں رہی بلکہ حرام کے قریب قریب ہے۔ پہلے فتوے میں صحابہ کی تکفیر کرنے والا گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہوا اور اس دوسرے فتوے میں گناہِ کبیرہ کے مرتکب شخص کی امامت مکروہ تحریمی ٹھہری لہٰذا پہلے فتوے میں بھی جو گنگوہی صاحب نے امامت کو حرام لکھا ہے اُس سے مراد مکروہِ تحریمی ہی لیا جائے گا۔

تیسرا سوال:۔ جب ایک مسلمان بھی چند وجوہ سے امام مسجد نہیں بنایا جا سکتا اور گنگوہی صاحب کے مطابق کبیرہ کے مرتکب کی امامت مکروہِ تحریمی

(حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

ہے تو بتایئے فتوے کے اندر بیان کیے گئے جرم کے مطابق کون سی شدت اور سختی باقی رہی ؟

دیوبندی اٹکل پچو : ۔ قریب ہی ایک اور دیوبندی عالم تشریف رکھتے تھے ، فرمانے لگے کہ دراصل کتابت کی غلطی کی وجہ سے لفظ "نہیں" کا اضافہ ہوگیا یعنی اصل عبارت تو اس طرح تھی کہ

"اور وہ اپنے اس گناہِ کبیرہ کے سبب سُنّت جماعت سے خارج ہوگا ۔" مگر کاتب کی غلطی کی وجہ سے "خارج نہیں ہوگا ۔" کے الفاظ آگئے ۔

ہم نے پھر عرض کیا کہ اگر آپ کے قول کے مطابق جملہ اس طرح مان لیا جائے کہ

"اپنے اس گناہِ کبیرہ کے سبب سُنّت جماعت سے خارج ہوگا ۔"

تو آپ کے لیے اس سے اور زیادہ مصیبت کھڑی ہوجائے گی ۔ سُنیئے اور جواب دیجئے ۔

چوتھا سوال : ۔ (ا) پہلی بات یہ کہ گناہِ کبیرہ کے سبب کوئی بھی سُنّی اہلِ سُنّت وجماعت سے خارج نہیں ہوتا ۔ اگر گناہِ کبیرہ کے سبب کوئی اہلِ سُنّت سے خارج ہوجاتا ہے تو کُتُبِ معتبرہ سے ثابت کیجئے ؟

(ب) دوسری بات یہ کہ اگر واقعی گناہِ کبیرہ کے سبب کوئی سُنّت وجماعت سے خارج نہیں ہوتا اور آپ بھی اس پر متفق ہیں تو پھر جو یہ کہتا ہے کہ " وہ اپنے اس گناہِ کبیرہ کے سبب سنّت وجماعت سے خارج ہوگا ۔" وہ جھوٹا ٹھہرا ۔ یعنی گنگوہی صاحب جھوٹے کہلائیں گے اور اگر آپ اُن کو جھوٹا منوانے پر تُل گئے ہیں تو کیا جھوٹ بولنے والا شخص ملعون نہ ہوگا ؟

(حاشیہ صفحہ سابقہ) لہ فتاویٰ رشیدیہ کامل صفحہ ۳۳۶ ؛

(ج) تیسری بات یہ کہ جھوٹ بول کر گناہِ کبیرہ کا مرتکب شخص امام مسجد نہیں بن سکتا۔ بتایئے جنہوں نے گنگوہی صاحب کو امام مسجد بنائے رکھا اُن کی نمازوں کا کیا بنے گا؟

(د) چوتھی بات یہ کہ بالفرض یہ جھوٹ نہیں بلکہ فتویٰ دینے والے کی کم علمی، کم فہمی اور نااہلی ہے تو بتایئے کہ کیا ایسا شخص امام ربانی اور قطب الاقطاب وغیرہ کہلانے کا حق دار ہے؟ گویا یہ القابات بھی صریح جھوٹ ٹھہرے اور جھوٹ گناہِ کبیرہ۔ لہٰذا گنگوہی صاحب کے فتوے کی زد میں آپ لوگ خود بخود آ گئے۔ اب فتویٰ ایک بار پھر ملاحظہ فرما لیجیے اور دیکھیے کہ گناہِ کبیرہ کا مرتکب کون ہوتا ہے؟

[illegible] ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

(س) پانچویں بات یہ کہ گنگوہی صاحب کے فتوے کی عبارت اگر اس طرح تسلیم کر لی جائے کہ یہ کتابت کی غلطی ہے اور اصل تحریر یوں ہے: ــــــــ

"گناہِ کبیرہ کے سبب سُنّت جماعت سے خارج ہو گا۔"

تو پھر یقین فرما لیجیے کہ اس کائنات میں مسلمانوں کی اکثریت سُنّی نہیں بلکہ اکثر اس سے ہاتھ دھوئے بیٹھے ہیں۔ اس لیے کہ ہم میں معصوم تو ہے کوئی نہیں اور ہر کسی سے کسی نہ کسی موقع پر جانے انجانے میں گناہِ کبیرہ ضرور سرزد ہوا ہو گا ــــــ بالفرض کوئی اللہ کا بندہ ایسا ہو بھی تو کم از کم نشاندہی نہیں ہو سکتی اور اَلنَّادِرُ کَالْمَعْدُوْم کے مصداق اُس کی دلیل نہیں دی جا سکتی۔ تو پھر ذرا اُس آدمی کا نام بتا دیجیے جو گناہِ کبیرہ نہ کرنے کے سبب سُنّت جماعت سے خارج نہیں بلکہ سُنّی مسلمان ہے؟ لہٰذا آپ کی اس دلیل سے اصلی سُنّی بھی گئے اور آپ کی نام نہاد سُنّیت تو پہلے ہوا میں پرواز ہو گئی۔

(ش) چھٹی بات یہ کہ شروع سے آج تک ایک ہی فتویٰ تحریر ہو رہا ہے جس میں "نہ" کا لفظ موجود چلا آرہا ہے۔ اگر آپ کہیں کہ ایسا نہیں تو پھر وہ نسخہ دکھا کر اپنی سچائی کا ثبوت پیش کر دیجئے (جس نسخے میں اس فتویٰ کے اندر "نہ" کا لفظ موجود نہیں ہے) وگرنہ اقرار کر لیجئے کہ ہمارا کہنا صاف جھوٹ ہے اور جھوٹ ہی ازل سے ہماری گھٹی میں پڑا ہوا ہے۔

بہر حال جھوٹ گناہِ کبیرہ ہے اور کبیرہ کا مرتکب ملعون اور لائق امامت نہیں۔ ایسا نسخہ ذرا پیش کر کے دیکھیں تو سہی! دیکھیں پھر آپ کی گردن پر کتنا بوجھ اور پڑ جائے گا ـــــ یعنی کسی کا سُنّی ہونا پھر کیسے ثابت کریں گے ـــــ؟

اب فقط ایک ہی بات رہ جاتی ہے کہ فتاویٰ رشیدیہ کے موجودہ فتوے ہی کو درست اور صحیح تسلیم کر لیا جائے اور موجودہ علمائے دیوبند گنگوہی صاحب کے اس ارشاد کو اپنے فتووں میں سند بنا کر پیش کیا کریں کہ صحابہ کرام کو کافر کہنے والا شخص کافر نہیں ہو گا بلکہ سُنّی کا سُنّی رہے گا ـــــ یاد رہے کہ ایچ۔ ایم سعید کمپنی کراچی سے جو "فتاویٰ رشیدیہ" کا اشتہار دیا جاتا ہے اُس پر مندرجہ ذیل عبارت درج ہوتی ہے۔

"آج بھی علمائے کرام (دیوبند) مولانا گنگوہی کے فقہی ارشادات کو بطورِ سند پیش کرتے ہیں ـــــ"

کوئی شیعہ اگر اس گنگوہی فتوے کو "سپاہِ صحابہ" کے سامنے بطورِ سند پیش کر دے تو قبول نہ کرنے کی وجہ بتلایئے۔

پانچواں سوال :- اگر موجودہ فتوے کو درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر سارے صحابہ کرام کو معاذ اللہ کافر ماننا پڑے گا اس لیے کہ کفر کا فتویٰ ایک طرف تو لوٹ کر ضرور جاتا ہے۔ جب صحابہ کرام کو کافر کہنے والا مسلمان کا مسلمان ہی رہا تو مطلب یہ ہوا کہ گنگوہی صاحب کے نزدیک

صحابہ کرام واقعی کافر ہیں (العیاذ باللہ) کیونکہ کفر کا فتویٰ اُسی کی طرف نہیں لوٹتا بلکہ صحابہ کرام پہ ہی عائد ہوا۔

(و) یہ فتویٰ درست تسلیم کرنے والا بھی کافر ہوگا یا نہیں؟

(ب) جس نے یہ فتویٰ دیا ہے آپ کے نزدیک اُس کی شرعی حیثیت کیا ہوگی؟

(ج) ایسا فتویٰ دینے والے کو پکا سچا سُنّی و مومن، امام ربّانی اور قطبِ عالم کہا جائے یا پرلے درجے کا نااہل؟ کہ جس کو ابھی تک یہ پتہ نہ چل سکا کہ صحابہ کی تکفیر سُنّی کرتے ہیں یا رافضی۔

(د) صحابہ کرام کی تکفیر جب آپ (سپاہِ صحابہ) کے نزدیک بھی کفر ہے تو ایسا فتویٰ دینے والے کو درجنوں معزّز و محترم القاب لگا کر عقیدت سے سر جھکانے والوں پر کیا فتویٰ عائد ہوگا؟

سوال: کفر کی حمایت کفر ہے یا نہیں؟

نوٹ:۔ یاد رہے کہ مجموعی جواب ہرگز قابلِ قبول نہ ہوگا۔

ایک اور دیوبندی عالم صاحب نے فرمایا کہ آپ بھی بڑے فریبی اور دھوکہ باز ہیں۔ اس لیے کہ جو فتوے ہمارے کام کے ہیں انہیں تو آپ لیتے ہی نہیں۔ بس اپنے فائدے کی جو تحریر نظر آتی ہے لے جاتے ہیں۔ ہم نے فوراً اُن کے منہ پر ہاتھ رکھ کر زبان بندی کی جسارت کی اور جان کی امان پا کر عرض کیا۔ صاحب! گھبرائیے نہیں۔ ہم فریب اور دھوکہ دینے والوں پر چار حرف بھیجتے ہیں۔ آپ ناحق ناراض ہوتے ہیں تو لیجئے ہم "فتاویٰ رشیدیہ" کے دو فتوے لے رہے ہیں جنہیں آپ اپنے مطلب اور کام کے بتاتے ہیں۔ اگر ضد، ہٹ دھرمی اور تعصب سے بالاتر ہو کر آپ نے ہمارے کیے گئے تجزیے پر غور فرمایا تو ابھی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ ویسے ہمارا تجربہ یہ ہے کہ آپ کی عقیدت کے

رُو برو دُنیا کی ہر معقول سے معقول دلیل بھی بے کار ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ میں رافضیوں کے خلاف پہلا فتویٰ یہ ہے :۔

سوال :۔ رافضی تبرائی کے جنازہ کی نماز جو کہ اصحابِ ثلاثہ کی شان میں کلماتِ بے ادبی کہتا ہے پڑھنی چاہیے یا نہیں ؟

جواب :۔ ایسے رافضی کو اکثر علماء کافر فرماتے ہیں لہٰذا اس کی صلوٰۃِ جنازہ پڑھنی نہ چاہیے۔"[1]

اب جواب کی حقیقت بغور ملاحظہ فرمایئے۔ پہلی بات یہ کہ سوال کرنے والے نے صرف رافضی نہیں لکھا بلکہ "رافضی تبرائی" لکھا۔ اور جواب میں گنگوہی صاحب فرماتے ہیں "ایسے رافضی کو" یعنی رافضی تبرائی کو۔ مطلب یہ کہ جو رافضی تبرا نہ کرتا ہو۔ اُس کے متعلق نہ یہ فتویٰ ہے اور نہ اتنی شدت۔ اب آپ ہم سے یقیناً پوچھیں گے کہ یہ باتیں فتوے میں کہاں لکھی ہیں۔ تو ہم کہیں گے کہ سوال میں "رافضی تبرائی" کو پڑھیں اور پھر جواب میں لفظ "ایسے" کو سامنے رکھیں۔ ہماری باتیں از خود برآمد ہو جائیں گی جو رافضی تبرا نہ کرے اور شانِ صحابہ میں زبان بند رکھے اُس کے لیے یہ فتویٰ ہرگز نہیں۔ جبکہ اصل بات یہ ہے کہ رافضی، رافضی ہی ہے چاہے تبرا کرے یا نہ کرے، اُس کے دیگر عقائد تو واضح ہیں۔ رافضی کہتے ہی اُسے ہیں کہ جو عقائد میں غالی ہو۔

دوسرے یہ کہ گنگوہی صاحب نے جو کہا کہ "اکثر علماء کافر فرماتے ہیں" اس سے ثابت ہو گیا کہ رافضی تبرائی جو کہ اصحاب ثلاثہ کی شان

---

[1] فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۲۵۶۔

نوٹ :۔ فتاویٰ رشیدیہ کے صفحہ ۲۵۶ پر تعزیہ داروں اور مرثیہ خوانوں کو فاسق لکھا گیا ہے اور لکھا ہے کہ ان کی نماز جنازہ ضرور پڑھیں)

میں بے ادبی کے کلمات کہتا ہو وہ تمام علماء کے نزدیک کافر نہیں بلکہ گنگوہی صاحب کے مصدقہ کچھ ایسے علماء بھی ہیں جو رافضیوں تبرائیوں کو مسلمان ہی سمجھتے ہیں۔ تو یہاں گنگوہی صاحب کا فتویٰ مکمل کفر ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ احتیاط کی بناء پر ہے۔ اور الفاظ "صلوٰۃ جنازہ پڑھنی نہ چاہیے" میں نہ چاہیے سے احتیاط ثابت ہے۔ یعنی بہتر ہے کہ نہ پڑھی جائے۔ اس فتوے میں مطلق ممانعت ہرگز ثابت نہیں۔

تیسرے اس بات پر بھی توجہ فرمائیے کہ جناب گنگوہی صاحب کے نزدیک جو علماء رافضیوں کو مسلمان سمجھتے ہیں وہ یقیناً گنگوہی صاحب ہی کے مسلک کے ہوں گے نہ کہ کوئی بریلوی۔ کیونکہ بریلوی اُن کے یا آپ لوگوں کے نزدیک عالم ہیں ہی کب؟

چھٹا سوال: (الف) بتائیے جن علماء کے بارے میں گنگوہی صاحب کا خیال ہے کہ وہ رافضی تبرائی کو کافر نہیں کہتے وہ علماء ایک رافضی تبرائی کو کافر نہ کہہ کر کون سے فتوے کی زد میں آئے؟ (خیال رہے کہ غالی شیعہ ہی کو رافضی کہا جاتا ہے)

(ب) اگر یہ کہا جائے کہ گنگوہی صاحب خود تو اُنہیں علماء کے فتوے پر عمل کر رہے ہیں اور نمازِ جنازہ پڑھنے سے منع کر رہے ہیں جو رافضی تبرائی کو کافر سمجھتے ہیں لہذا گنگوہی صاحب بھی اُنہیں کافر ہی سمجھتے ہیں۔ تو ہم کہیں گے کہ گنگوہی صاحب کا یہ فتویٰ محض احتیاط کی بناء پر ہے اور اُنہوں نے اس میں اپنا ذاتی عقیدہ ہرگز بیان نہیں کیا بلکہ ساری بات "اکثر علماء" کہہ کر اُن کے سر مڑھ دی ہے۔ اور اگر اسے اُنہی کا ذاتی خیال بھی سمجھ لیا جائے تب بھی رافضیوں کی تکفیر نہ کرنے والوں کو بھی تو وہ مسلمان بلکہ عالم سمجھتے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے[1]؟

---

[1] الحمدللہ کہ شیعہ مناظر تاج الدین حیدری کو ہم نے (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

اور پھر رافضی تو اپنے عقیدہ میں بھی سخت غلو کرتا ہے۔ وہ حضرت اصحابِ ثلاثہ کی شان میں بے ادبی کرتا ہے بلکہ اُنہیں کافر و منافق سمجھتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو منافقہ کہتے ہیں جیسا کہ شیعہ مجتہد محمد حسین ڈھکو نے اپنی کتاب "تجلیاتِ صداقت" میں اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کو منافقہ لکھا ہے۔ اور منافقوں کی سزا تو کافروں سے بھی زیادہ ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ رافضی اصحابِ ثلاثہ اور اُمّ المومنین کو کُفّار سے بھی پہلے درجے کا سزاوار جانتا ہے۔ رافضی حضرت علی کرم اللہ وجہہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ایسے ہی پوائنٹ پر گرفت میں لیا تھا کہ اُنکے جو علماء موجودہ قرآنِ مجید کو صحیح و سالم اور غیر محرّف نہیں مانتے بلکہ اسمیں تغیر و تبدل اور آیات کی کمی کا عقیدہ رکھتے ہیں، حیدری صاحب کے نزدیک وہ علماء بھی اُن کے لیے انتہائی قابلِ احترام ہیں۔ قرآن کریم کو نامکمل اور تحریف شدہ ماننے والا جب مسلمان ہی نہیں تو اُس کو نہ صرف مسلمان بلکہ اپنے مذہب کا امام تک مانا جائے تو یہ عقیدت مند کس کھاتے میں گئے حیدری صاحب نے انکے بارے میں فقط اتنا کہا تھا کہ "ہاں یہ عقیدہ گمراہی ہے۔" ہم نے حیرت سے کہا کہ گمراہی یا کفر؟ بات واضح کریں بلکہ لکھ کر دیں۔ یہ وہ مقام تھا جہاں ایک شیعہ نے اُٹھ کر کہا کہ مولانا صاحب! اس نے آپ کو ایسی لائن پر لگا دیا ہے کہ آخر میں آپ کا کفر ثابت ہو جائے گا۔ خود حیدری صاحب زندہ ہیں، گواہ سب کے سب موجود ہیں تو پھر جان بوجھ کر ان لوگوں نے گفتگو کی فضا خراب کر دی۔ تو ہمارا یہ بات کرنیکا مطلب یہ ہے کہ جب موجودہ سپاہِ صحابہؓ کے نزدیک رافضی مطلق کافر ہے تو پھر وہ علماء بتائیے جو رافضی کو کافر نہیں کہتے اور گنگوہی صاحب ایسے علماء کا احترام کرکے کہاں پہنچے؟

(حاشیہ صفحہ موجودہ) [1] یاد رہے کہ ہماری خط و کتابت شیعہ عالم محمد حسین ڈھکو (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

الکریم کو سوائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باقی تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل و برتر جانتا ہے۔ وہ قرآن مجید کو صحابہ کرام کے جمع کرنے کی وجہ سے نامکمل مانتا ہے کہ صحابہ کرام نے اس میں کمی بیشی اور گڑبڑ کر دی ہے۔

رافضی کا عقیدہ، رجعت بھی مشہور و معروف ہے۔ وہ عقیدہ یہ ہے کہ اس دُنیا میں ایک بار پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی اور حسنین کریمین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین زندہ ہوں گے اور حضرت عائشہ اور اصحاب ثلاثہ کو قبروں سے نکال کر چُن چُن کر سزا دیں گے اور خوب ذلیل و رسوا کریں گے۔

یہ تو شیعہ صاحبان ہی جانتے ہوں گے کہ قرآن نے جسے مومنوں کی ماں کہا ہے اُسے سزا دیتے وقت حضرت امام حسن و حسین یا مولا مشکل کشاء حضرت علی کو یہ آیت یاد ہوگی یا نہ ہوگی۔ بظاہر تو شیعہ مجبور ہیں نہیں کہہ سکتے دل میں شاید عقیدہ رکھتے ہوں کہ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّهٰتُهُمْ یعنی مومنوں کی ماؤں والی آیت بھی کسی صحابی نے اپنے پلّے سے ڈال دی ہوگی۔

ویسے یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ متعصب شیعہ مصنف عبدالکریم نے اپنی کتاب "ہزار تمہاری دس ہماری" میں لکھا ہے کہ سُنّی

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) سے بچی رہی۔ انہوں نے بھی قرآن کریم کو نامکمل اور محرف شدہ ماننے والے علماء پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا۔ بلکہ اُن کا احترام کرتے ہیں۔ اُن کی یہ تحریر ہمارے پاس موجود ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ ان لوگوں کے نزدیک چاہے قرآن کو مکمل مانا جائے تب بھی مُسلمان اور نامکمل مانا جائے تب بھی مُسلمان کا مُسلمان ہی رہے گا۔

جو قرآن ملنتے ہیں وہ درحقیقت خود نامکمل قرآن مانتے ہیں کیونکہ ہمارا جو قرآن امام مہدی لے کر آئیں گے اُس میں ہمارے ملک پاکستان کا ذکر بھی موجود ہے جبکہ سُنّیوں کے قرآن میں پاکستان کا کہیں ذکر نہیں۔

ہاں تو رافضی جب ایسے ایسے عقائد کا مالک ہو تو ان کے عقائد کی موجودگی میں گنگوہی صاحب کا معتقد جو عالم اُسے کافر نہ کہے تو کس فتوے کی زد میں آئے گا؟ اور ایسے علماء کو احتراماً علماء لکھنا، سمجھنا علمیت ہے یا پرلے درجے کی جاہلیت؟ ان سب پر توبہ ضروری ہوئی یا نہ؟

(یہ ہمارے چھوٹے سوال کی جزب کا سوال ختم ہوا)

(ج) شاید آپ اس طرح نہ سمجھیں۔ ہم یہاں مرزائیوں کا ذکر کر کے گنگوہی صاحب کے فتوے کو دوپہر کے اُجالے میں لے آتے ہیں۔

سوال: مرزائی کے جنازہ کی نماز جو کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنا نبی مانتاہے۔ پڑھنی چاہیے یا نہیں؟

جواب: ایسے مرزائی قادیانی کو اکثر علماء کافر فرماتے ہیں لہٰذا اُس کی صلوٰۃ جنازہ پڑھنی نہ چاہیے۔

اب تو آنکھیں کھل گئی ہوں گی کہ فتوے میں مرزائی قادیانی کو مطلق کافر نہیں کہا جا رہا بلکہ چند علماء ایسے بھی ہیں جو مرزائیوں کو کافر نہیں کہتے۔ تو اب "سپاہ صحابہ" والے بتائیں کہ اگر رافضی اور مرزائی کے کفر میں کوئی فرق نہیں تو پھر جو علماء ان دونوں کو مسلمان سمجھیں اور تکفیر نہ کریں وہ خود بھی مسلمان رہیں گے یا کافر ہو جائیں گے؟ اور اگر وہ تکفیر نہ کر کے کافر ہو گئے تو اُن کو مسلمان علماء میں شمار کرنے والا کون ہوا؟

امام ربانی، قطب عالم یا ......؟

یہاں ہمیں اچانک خیال آگیا ہے کہ اب بھی اکابر کی عقیدت کسی زبان سے یہ کہلوا سکتی ہے کہ گنگوہی صاحب تو مرزا غلام احمد کے جھوٹے

دعویٰ نبوت سے قبل ہی رخصت ہو گئے تھے اور باقی ان کے زمانے کے علماء بھی شاید سب کے سب مر کھپ گئے ہوں جن کا ذکر انہوں نے فتوے میں کیا ہے۔ تو جواباً عرض ہے کہ ہم نے زمانہ نہیں دیکھنا بلکہ عقیدہ دیکھنا ہے۔ جس طرح "سپاہ صحابہ" والے نعرہ لگاتے ہیں کہ رافضی اور مرزائی کے کفر میں کوئی فرق نہیں اسی طرح وہ یقیناً یہ نعرہ بھی لگا سکتے ہیں کہ رافضی اور مُسیلمہ کذاب کے کفر میں کوئی فرق نہیں۔ تو کسی کا کفر اور اسلام عقیدے سے وابستہ ہوتا ہے زمانے سے نہیں۔ ہم نے جو سوال و جواب میں مرزائی کی مثال دی ہے وہ اسی لیے دی ہے کہ ایسے عقیدے کے مالک کو آپ کس طرح مسلمان سمجھیں گے۔ اور سوچیں کہ گنگوہی صاحب کے ہم مسلک نجدی علماء انہیں کیوں کر مسلمان سمجھتے رہے اور گنگوہی صاحب ایسے وہابی علماء کا کیونکر احترام کرتے رہے؟

"فتاویٰ رشیدیہ" میں رافضیوں کے خلاف دوسرا بھرپور فتویٰ یہ ہے :۔

سوال :۔ جو عورت سُنیہ رافضی کے تحت میں بعد ظہور رفض کے بخوشی خاطر رہ چکی ہو، پھر رفض یا دوسری شئے کو حیلہ قرار دے کر بلا طلاق علیحدہ ہو جائے اور سُنی سے نکاح کر لیوے تو یہ نکاح بلا طلاق شیعہ کے کیا حکم رکھتا ہے اور اولاد سُنی کی اگر رافضی ہو جاوے تو پدر سُنی کے ترکہ سے محروم الارث ہو گئی یا نہیں؟

جواب :۔ جس کے نزدیک رافضی کافر ہے وہ فتویٰ اوّل سے ہی بطلان نکاح کا دیتا ہے اس میں اختیار زوجہ کا کیا اعتبار ہے۔ پس جب چاہے علیحدہ ہو کر عدت کر کے نکاح دوسرے سے کر سکتی ہے اور جو فاسق کہتے ہیں اُن کے نزدیک یہ امر ہرگز درست نہیں کہ نکاح

اوّل صحیح ہو چکا ہے اور بندہ اوّل مذہب رکھتا ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم علیٰ ہذا۔ رافضی اولادِ سُنّی کو ترکۂ سُنّی سے نہ ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم [1]"۔

ہم نے جس دیوبندی سے بات کی اُس نے فوراً گنگوہی صاحب کی صفائی اسی فتوے سے پیش کی کہ دیکھئے انہوں نے اپنا عقیدہ یہ بیان کیا ہے کہ "بندہ اوّل مذہب رکھتا ہے۔" یعنی رافضی کو کافر سمجھتا ہوں۔ مگر افسوس کہ پورے فتوے پر غور نہیں فرمایا جاتا۔ بس اپنے مطلب کا ایک ٹکڑا لیا اور آسمان سر پر اُٹھالیا جیسے واقع جواب ہوگیا۔

ہمارا اصول یہ ہے کہ پوری عبارت لیجئے۔ سیاق وسباق دیکھ کر پھر فیصلہ کیجئے۔ جیساکہ "تحذیر الناس" اور "براہینِ قاطعہ" کا سیاق وسباق دیکھ کر علمائے اہلسنّت نے اُن پر فتویٰ دیا۔

لیجئے ہمارے سوالات اور تبصرہ پڑھیے۔ انصاف کی کوئی رمق آپ میں موجود ہو تو جواب دیجئے۔

ساتواں سوال :- (ا) بتائیں کہ رافضی مطلق کافر ہے یا نہیں ـــــ؟

(ب) رافضی کے کفر میں جو شک کرلے اور کافر نہ کہے بلکہ مسلمان ہی کہے وہ کون ہے؟

(ج) اگر رافضی ہر طرح سے مطلق کافر ہے تو پھر گنگوہی صاحب کی اس تحریر کا مطلب بتلایئے۔

"جو فاسق کہتے ہیں اُن کے نزدیک یہ امر (یعنی سُنّی عورت کا رافضی خاوند سے علیٰحدہ ہونا) ہرگز درست نہیں"۔

---

[1] فتاویٰ رشیدیہ کامل صفحہ ۴۵۵ ؎

کیا یہ فتویٰ بھی گنگوہی صاحب کا نہیں ؟

(۵) اُن علماء کی نشاندہی کیجیے جو رافضیوں کو محض فاسق کہتے ہیں۔ گنگوہی صاحب جنہیں "علماء" کہہ رہے ہیں وہ یقیناً اُن کے ہم مسلک ہی ہوسکتے ہیں۔ بریلوی تو اُن کے نزدیک بدعتی اور مشرک ہیں۔

فتوے کو ایک بار پھر ملاحظہ فرمائیں تاکہ ہمارا تبصرہ آپ کے دل و دماغ میں اُتر جائے۔

دیکھیے فتوے کے تین حصے ہیں۔ تینوں حکم گنگوہی صا. کے اپنے ہیں۔

پہلا حصہ : "جس کے نزدیک رافضی کافر ہے"۔ ان الفاظ سے پتہ چلا کہ گنگوہی صاحب کے ہم مسلک تمام علماء رافضیوں کو کافر نہیں کہتے۔ اسی لیے گنگوہی صاحب نے الفاظ "جس کے نزدیک" استعمال کیے ہیں۔ اور گنگوہی صاحب کا یہ کہنا کہ "بندہ اوّل مذھب رکھتا ہے" کا مطلب یہ ہے کہ میں بھی رافضیوں کو کافر سمجھتا ہوں۔

دوسرا حصہ : "اور جو فاسق کہتے ہیں اُن کے نزدیک یہ امر ہرگز درست نہیں"۔ بتائیے کیا یہ فتویٰ بھی گنگوہی صاحب کا نہیں۔ فتوے کے اس حصے سے گنگوہی صاحب کا یہ کہنا کہ "بندہ اوّل مذہب رکھتا ہے" ایک قسم کا رد ہوگیا۔ کیونکہ آپ کے قطبِ ربّانی کا فرمان یہ بھی ہوگیا کہ میرے ہم عقیدہ و ہم مسلک علماء کہ جن کا میں تہہ دل سے احترام کرتا ہوں اور اُنہیں کے فتووں پر عمل خود بھی کرتا ہوں، اُنہیں اپنے رہبر و راہنما جانتا ہوں اور اُن کی عبارتوں کو بطورِ سند پیش کرتا ہوں، ایسے بھی ہیں جو رافضی کو کافر نہیں بلکہ فاسق کہتے ہیں لہذا اُنہیں چاہیے کہ وہ نکاح کے باطل ہونے کا حکم ہرگز نہ دیں بلکہ سُنّی عورت کا نکاح شیعہ مرد سے رہنے دیں کہ دونوں مسلمان ہیں اور نکاح صحیح ہے چونکہ گنگوہی صاحب کے نزدیک رافضی کے کُفر میں اُن کے ہم مسلک علماء

کا اختلاف ہے جیسا کہ ثابت ہو گیا ہے اور مزید عبارات بھی آ رہی ہیں اس لیے ”سبا و صحابہ“ والے رافضی کے بارے میں مطلق کفر کا حکم نہیں لگا سکتے اور گنگوہی صاحب کے فتوے کی روشنی میں نہ یہ اجماعی حکم کہہ سکتے ہیں۔ ورنہ گنگوہی صاحب تو بہر صورت ہر طرح سے اُن کے اپنے فتوے کی زد میں بڑی طرح پھنسے ہوئے ہیں۔ تو رافضی کے فاسق ہونے کا فتویٰ بھی گنگوہی صاحب کا اپنا ہے۔ مزید وضاحت سے قبل تیسرا حصہ بھی دیکھ لیں۔

تیسرا حصہ :۔ فتوے کا تیسرا حصہ آخری سطریں ہیں کہ سُنّی باپ کی رافضی اولاد کو ترکہ نہیں ملے گا۔ اس لیے کہ رافضی گنگوہی صاحب کے نزدیک کافر ہے۔ اور مسلمان باپ کی کافر اولاد کو ترکہ نہیں ملا کرتا۔ ہم نے مکمل دیانتداری سے جو کچھ فتوے کی عبارت سے برآمد ہو رہا تھا مقصد و مطلب آپ کے سامنے رکھ دیا ہے۔ ”بندہ اوّل مذہب رکھتا ہے“ اور سُنّی ترکہ سے رافضی کو کچھ نہ ملے گا، الفاظ پر کوئی دیوبندی جتنا بھی اُچھلے کودے اور شور مچائے سب کا سب بیکار ہے۔ باوجود اقرار کے یہ فتویٰ سود مند نہیں۔ اِس فتوے کے دونوں رُخ کہ رافضی کافر ہے اور رافضی کافر نہیں بلکہ فاسق ہے اس طرح چمک دمک رہے ہیں جس طرح کہ دوپہر کے وقت سورج۔ اب ہم مثال پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔ اس مثال میں سوال و جواب دونوں ہیں۔ اختصاراً عرض کیے جاتے ہیں۔

سوال :۔ جو عورت سُنّیہ قادیانی مرد کے نکاح میں رہ چکی ہو پھر مرزائیت یا کسی دوسری شئے کو حیلہ قرار دے کر بلا طلاق علیحدہ ہو جائے اور سُنّی مرد سے نکاح کر لے تو یہ نکاح بلا طلاق مرزائی قادیانی کے کیا حکم رکھتا ہے ؟

جواب : جس (دیوبندی عالم) کے نزدیک مرزائی قادیانی کافر ہے وہ فتویٰ اوّل سے ہی بطلان نکاح کا دیتا ہے اور جو (دیوبندی عالم) مرزائی قادیانی کو فاسق کہتے ہیں اُن کے نزدیک یہ امر ہرگز درست نہیں کہ نکاح اوّل صحیح ہو چکا ہے اور بندہ اوّل مذہب رکھتا ہے۔

"سپاہِ صحابہ" کے نزدیک جب قادیانی اور رافضی کے کفر میں کوئی فرق نہیں تو پھر وہ سوچ سمجھ کر بتائیں کہ گنگوہی صاحب کے محترم علماء کس کھاتے میں جائیں گے جو رافضیوں کو صرف فاسق یعنی مسلمان ہی سمجھتے ہیں۔ اور گنگوہی صاحب ایسے علماء کو اپنا رہبر و راہنما مان کر کون سے فتوے کی زد میں آئیں گے ؟

آج کے شیعہ بھی یہی کہتے ہیں کہ ہم اس قرآن کو مکمل مانتے ہیں۔ مگر دوسری طرف اُن علماء کا بھرپور احترام کرتے ہیں اور اُنہیں اپنا امام مانتے ہیں جنہوں نے قرآن کو تحریف شدہ (نامکمل) لکھا۔ جب قرآن کو نامکمل ماننا کفر ہے تو پھر ایسے عقیدہ کا مالک کافر ہوا۔ جو کافر کو اپنا رہبر و رہنما مانے اور رحمۃ اللہ علیہ لکھے وہ کون ہوا ؟

جب آپ رافضی کو مطلق کافر کہتے ہیں اور قادیانی کی طرح پکّا کافر بلکہ دُنیا کا بدترین کافر کہتے ہیں تو جو علماء ان کی تکفیر نہیں کرتے وہ کافر ہو گئے اور ایسے کافر علماء کو رہبر و راہنما ماننا، اُن کی عبارات کو بطور سند پیش کرنا اور احتراماً انہیں علماء لکھ کر فتوے دینا وغیرہ جب گنگوہی صاحب سے ثابت ہو گیا تو فرمائیے کہ جناب گنگوہی صاحب کہاں جا پہنچے ـــــــــ ؟

دیکھئے نا! ضیاء الرحمٰن فاروقی صاحب اور ضیاء القاسمی صاحب دونوں دیوبندی عالم ہیں اگر فاروقی صاحب لکھیں کہ میرے نزدیک رافضی کافر ہے لہٰذا سُنّی عورت کا نکاح کسی رافضی مرد سے ہرگز نہ کیا جائے

(اور اپنے فتوے میں ساتھ یہ بھی لکھیں کہ) البتہ جناب ضیاء القاسمی صاحب کے نزدیک چونکہ رافضی فاسق ہیں اور فاسق مسلمان ہی ہوتا ہے اس لیے ضیاء القاسمی صاحب سُنّی عورت کا نکاح رافضی مرد سے بے شک کر دیں وہ صحیح ہو گا۔ ہاں میں نکاح نہیں پڑھ سکتا کہ میرے نزدیک رافضی کافر ہیں۔

"سپاہِ صحابہ" والے خوب سوچ سمجھ کر بتائیں کہ فاروقی صاحب کے اس عقیدے کی کیا حیثیت باقی رہی کہ میں رافضی کو کافر ہی سمجھتا ہوں۔

کیا اب بھی کوئی دیوبندی اپنی اندھی عقیدت کے باعث گنگوہی صاحب کی صفائی میں یہ کہہ سکتا ہے "کہ بندہ اوّل مذہب رکھتا ہے"؟

جنہیں آفاقی حقیقتوں اور سچائیوں کا انکار ہے وہ ہمارے دلائل کو بھلا کس خاطر میں لائیں گے انہوں نے تو ہمیں بریلوی ہونے کا طعنہ دینا ہے اور کہنا ہے کہ یہ سب دھوکہ، تعصب، فریب، دجل اور تلبیس ہے بہرحال جن کا نصیب کالا ہے پھر بھی کالا ہی رہے گا۔ البتہ شاید "رل گڈ" یعنی ڈانواں ڈول قسم کا عقیدہ رکھنے والوں کو کچھ سوچنے اور حقائق کی تہہ تک پہنچنے کا راستہ مل جائے۔ اور وہ اپنا عقیدہ و ایمان بچا کر لے جائیں۔ اس دور میں اپنا ایمان بچا لینا ہی سب سے مشکل مرحلہ ہے ——۔

یہیں ہم مسلکِ دیوبند کے ایک اور اہم ستون کا ذکر کرتے ہیں یہ ستون وہی ہیں جن کا مقام و مرتبہ پچھلی سطور میں بتایا جا چکا ہے۔ جی ہاں! یہ ہیں دیوبندی حکیم الامت جناب مولوی اشرف علی تھانوی صاحب بقول مصنف "جامع المجددین" "ختم نبوت کے ناگزیر ضمیمے" جنہوں نے قادیانی کی کتب سے بھرپور استفادہ فرمایا اور سات آٹھ کتب سے بلا حوالہ کتب اور نام چوری چوری صفحے در صفحے اپنی کتاب "احکام اسلام عقل کی

نظر میں" درج کر ڈالے۔ تھانوی صاحب زندہ ہوتے تو ہم ضرور کہتے

ع اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

رافضیوں کے متعلق ان کے پاس ایک فتویٰ آیا۔ سوال و جواب دونوں ملاحظہ فرمایئے۔

سوال :۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ سُنّی المذہب عورت بالغہ کا نکاح زید شیعی مذہب کے ساتھ برضائے شرعی باپ کی تولیّت میں ہوگیا دریافت طلب یہ امر ہے کہ سُنّی و شیعہ کا تفریقِ مذہب کے باعث نکاح جیسا کہ ہندوستان میں شائع ہے عند الشرع صحیح ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب :۔ نکاح منعقد ہوگیا لہٰذا سب اولاد ثابت النسب ہے اور صحبت حلال[1]"

اور اسی جلد ۲ کے صفحہ ۱۳۰ پر لکھا ہے کہ شیعہ کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے۔

سوالات سے قبل ہم ضمناً اکابر علمائے دیوبند کے چند اور فتوے درج کرتے ہیں۔ بانیٔ دارالعلوم دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب جنہیں دیوبندی امام الکبیر اور حجۃ الاسلام والمسلمین کہتے ہیں اور جنہوں نے "تحذیر الناس" میں صریحاً تحریر کیا کہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا، جو اپنی وفات کے برسوں بعد جسدِ عنصری کے ساتھ دارالعلوم دیوبند میں تشریف لائے کیونکہ وہاں مدرسین میں جھگڑا ہوگیا تھا۔ چنانچہ "امام الکبیر جسدِ عنصری کے ساتھ آئے اور مولوی رفیع الدین سے کہا کہ مولوی محمود الحسن سے

---

[1] امداد الفتاویٰ جلد ۲ صفحہ ۲۳؛

کہہ دو کہ وہ اس جھگڑے میں نہ پڑے۔

قبر میں پڑے پڑے مدرسے کے جھگڑے کو علمِ غیب سے جانتے اور جسدِ عنصری کے ساتھ آکر نصرت و مدد کرنے کی تصدیق اشرف علی تھانوی صاحب کی کتاب "ارواحِ ثلاثہ" میں دیکھیے۔ اور جس دیوبندی کو یہ حوالہ نہ ملے وہ ہم سے رابطہ قائم کرے[1]

تو ان نانوتوی صاحب کی سوانح عمری مرتب کرنیوالے مولوی مناظر احسن گیلانی صاحب ہیں جو خود بھی بازارِ دیوبند کے چلتے سکّے ہیں کوئی کھوٹا پیسہ نہیں۔ وہ لکھتے ہیں:۔

> "مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانیٔ مدرسہ دیوبند نے شیعہ سے کہا کہ آپ لوگ شیعہ ہیں اور میں سُنّی ہوں۔ اصولِ نماز الگ الگ ہیں۔ آپ کے جنازے کی نماز مجھ سے پڑھوانی جائز کب ہوگی؟ شیعوں نے عرض کیا کہ حضرت! بزرگ ہر قوم کا بزرگ ہی ہوتا ہے آپ نماز (جنازہ) پڑھا ہی دیں۔ (نانوتوی صاحب نے) اُن کے اصرار پر منظور فرمایا اور جنازہ پر پہنچ گئے ...... نماز کیلئے کہا گیا تو آگے بڑھے اور نمازِ شروع کر دی۔"[2]

اجمیر کے مولوی محمد یعقوب صاحب دیوبندی کے متعلق تھانوی صاحب

---

[1] "ارواحِ ثلاثہ" میں درج اس واقعہ کو علمائے دیوبند کے نام بدل کر علمائے بریلوی کے ناموں کے ساتھ ایک دیوبندی عالم کے سامنے پیش کیا گیا۔ آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ حضرت جی نے فوراً شرک کا فتویٰ صادر فرمایا۔ اُسی وقت کتاب کھول کر سامنے کر دی۔ مولوی صاحب اپنے اکابر کے نام دیکھ کر ہکّا بکّا رہ گئے۔ قوتِ گویائی جواب دینے والی تھی کہ مُنہ سے نکل ہی آیا "یہ کتاب جعلی ہے"۔

[2] حاشیہ سوانح قاسمی جلد ۲ صفحہ ۱۷ ؛

لکھتے ہیں :۔۔۔۔۔۔

"ایک درخت کے نیچے سے تعزیہ کے گزرنے پر شیعی صاحبان اور ہندؤں میں جھگڑا ہو گیا۔۔۔۔۔ حضرت مولانا (یعقوب صاحب) نے سُن کر فرمایا۔ یہ بدعت اور کفر کی لڑائی نہیں بلکہ اسلام اور مسلمانوں کی شکست ہے لہٰذا اہلِ تعزیہ کی نُصرت کرنی چاہیے۔"[۱]

ان واقعات سے ثابت ہو گیا کہ رافضیوں کی تکفیر نہ کرنے والے علماء مسلک دیوبند سے ہی وابستہ ہیں۔ لگے ہاتھوں گنگوہی صاحب کا پھر ایک فتویٰ ملاحظہ فرمائیے۔ اُس کے بعد ہمارے سوالات۔ فتوے کے دونوں حصے دیکھیے۔

سوال :۔ جو شخص کہ حضرت مولانا مولوی اسمٰعیل صاحب شہید کو کافر اور مردود کہتا ہے تو وہ شخص خود کافر ہے یا فاسق۔ اگر وہ کافر ہے اسکے ساتھ معاملہ کفّار کا سا کرنا جائز ہے یا نہیں۔۔۔۔۔ الخ

جواب :۔ مولانا محمد اسماعیل صاحب کو جو لوگ کافر کہتے ہیں بتاویل کہتے ہیں اگرچہ وہ تاویل ان کی غلط ہے۔ لہٰذا ان لوگوں کو (جو اسمٰعیل کو کافر کہتے ہیں) کافر کہنا اور معاملہ کفّار سا کرنا چاہیے جیسا کہ روافض و خوارج کو بھی اکثر علماء کافر نہیں کہتے۔ حالانکہ وہ شیخین و صحابہ کو اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو کافر کہتے ہیں۔ پس جب بسبب تاویل باطل کے ان کے کفر سے بھی آئمہ نے تحاشی کی تو مولوی محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کو بطریق اولیٰ کافر نہ کہنا چاہیے۔"[۲]

ہمارے دعوے کی پھر تصدیق ہو گئی کہ گنگوہی صاحب کی نظر میں ایسے ہم مسلک علماء موجود ہیں جو رافضیوں کی تکفیر نہیں کرتے باوجود یہ جاننے کے کہ اُنکے عقیدے کے مطابق خلفاء ثلاثہ مومن نہیں۔ اور گنگوہی صاحب

---

[۱] الافاضات الیومیہ جلد ۴ صفحہ ۱۳۹ [۲] فتاوی رشیدیہ کامل صفحہ ۱۴۹، ۱۵۰۔

نے اُن علماء کو آئمہ کا درجہ دیا ہے۔ اس فتوے سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ باطل و فاسد تاویل کے سبب اصحابِ ثلاثہ اور حضرت علی کو کافر کہنے والے کافر نہیں۔ کیونکہ گنگوہی صاحب کے ہم مسلک آئمہ انہیں کافر قرار نہیں دے رہے۔

نکتہ: مولوی اسمٰعیل صاحب سے متعلق جواب میں گنگوہی صاحب نے دو گروہوں کا ذکر کیا ہے۔ ایک روافض دوسرے خوارج (یعنی شیعہ اور خارجی) پھر بالترتیب گنگوہی صاحب نے دونوں گروہوں کا عقیدہ بھی بیان کیا ہے۔ رافضیوں کا عقیدہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ خلفاءِ ثلاثہ کو کافر کہتے ہیں۔ خوارج کا عقیدہ یہ بیان کیا ہے کہ وہ حضرت علی کو کافر کہتے ہیں۔ (معاذ اللہ) تو ملاحظہ فرمائیے کہ جہاں گنگوہی صاحب نے رافضیوں کی تکفیر نہیں کی وہاں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ خارجی حضرت علی کو کافر کہتے ہیں اور وہ بھی گنگوہی صاحب کی زبانی!

پہلا نکتہ یہ کہ اس فتوے نے گنگوہی صاحب کے اُس فتوے کی تصدیق کر دی جس میں انہوں نے کہا تھا کہ "کسی بھی صحابی کی تکفیر کرنے والا کافر نہیں ہوتا۔"

دوسرا نکتہ یہ کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کا گروہ بقول "المہند علی المفند" خارجیوں کا ایک گروہ تھا۔ علامہ شامی حنفی کے حوالے سے اکابر علماء دیوبند (مولوی خلیل احمد سہارنپوری، مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی محمود الحسن وغیرہم بے شمار مولویوں) نے اس کتاب میں درج شدہ اس بات کی تصدیق کی ہے کہ ابن عبدالوہاب نجدی کا گروہ خارجی گروہ تھا اور وہ سلف صالحین کی شان میں گستاخی کرتا تھا۔ لہٰذا ثابت ہو گیا کہ یہ گروہ خارجی ہے۔ سلف صالحین یعنی حضرت علی وغیرہ کی معاذ اللہ تکفیر کرتا ہے اور اسی گروہ کے متعلق گنگوہی صاحب نے فتاویٰ رشیدیہ میں یہ ہیبت ناک فتویٰ دیا ہے کہ محمد ابن عبدالوہاب ایک اچھا آدمی تھا، اُس کے عقائد عمدہ تھے اور

وہ شرک و بدعت سے روکنے والا تھا۔ نعوذ باللہ من ھذا الخرافات۔

ہمارا نکتہ آپ کی سمجھ میں آگیا ہوگا کہ خارجی مولا علی مشکل کشا کہ جن پر تمام اُمتِ مسلمہ اپنی نمازوں میں درود بھیجتی ہے، کو ایمان سے خارج قرار دے کر خود کائنات کے سب سے بڑے مومن بنے بیٹھے ہیں اور گنگوہی صاحب ان کی تعریفوں کے انبار لگا رہے ہیں۔ گویا حضرت علی کی تکفیر گنگوہی صاحب کے نزدیک بڑا عمدہ عقیدہ ہے۔

آمدم بر سرِ مطلب: اب ذرا تھانوی صاحب کا شیعہ مرد سے سُنّی عورت کے نکاح کا جائز کرنا۔ نانوتوی صاحب کا شیعہ میّت کی نمازِ جنازہ پڑھانا، اہلِ تعزیہ کی نصرت اور شیعہ کے ذبیحہ کا حلال ہونا نیز گنگوہی صاحب کے روافض و خوارج کی تکفیر نہ کرنے والے فتوے کو ذہن میں دوبارہ لائیے اور سوال ملاحظہ فرمائیے۔

آٹھواں سوال: (الف) امداد الفتاویٰ کے مطابق سُنّی عورت کا نکاح شیعہ مرد سے منعقد ہوگیا یا نہیں؟

(ب) تھانوی صاحب کے بقول اولاد ثابت النسب ہوگی یا ولد الزنا؟

(ج) قاسم نانوتوی صاحب نے جو شیعوں کی نمازِ جنازہ پڑھائی تو میّت کو مسلمان سمجھ کر پڑھائی گئی یا کافر کے لیے مغفرت کی دعا طلب کرتے ہے؟

(د) مولوی محمد یعقوب صاحب دیوبندی نے جو شیعوں اور ہندوؤں کو کفر و اسلام کا جھگڑا قرار دیا یہ درست ہے یا غلط؟

(ہ) تھانوی صاحب نے امداد الفتاویٰ میں جو شیعہ کے ذبیحہ کو حلال لکھا ہے۔ بتائیے شیعہ کا ذبیحہ حلال ہے یا حرام؟

(س) اہلِ تعزیہ شیعہ ہیں یا کوئی اور۔ ان کی نصرت کا حکم دینا قرآن و سنّت کی رُو سے درست ہے یا غلط؟

(ش) مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتوے کے مطابق جو شخص اصحابِ ثلاثہ

اور حضرت علی کو کافر کہے وہ خود کافر ہو جائے گا یا نہیں؟

(ص) اگر نہیں ہوگا تو دلیل لائیے؟

(ط) اور اگر کافر ہو جائے گا تو اس کو کافر نہ کہنے والے پر کیا فتویٰ عائد ہوگا؟

(ع) اُن علماء کے نام بتلائیے جن کا ذکر گنگوہی صاحب نے آئمہ کہہ کر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ روافض و خوارج کی تکفیر نہیں کرتے۔

(ف) اگر آپ ایسے علماء کا نام بتلانے کے درپے ہوں کہ جنہوں نے روافض کی تکفیر نہیں کی تو آپ کا روافض پر فتویٰ کفر غلط اور آپ کا عقیدہ پھر اُن علماء و آئمہ مع گنگوہی صاحب کے خلاف ٹھہرے گا۔ اور اگر آپ کا روافض پر فتویٰ کفر پکا تو اُن علماء اور گنگوہی صاحب کے بارے میں فیصلہ کیجیے کہ جنہوں نے صریح کفریہ عقیدہ پر فتویٰ کفر نہیں دیا۔ مَنْ شَكَّ فِي كُفْرِهٖ وَعَذَابِهٖ فَقَدْ كَفَرَ کو ذہن میں رکھ کر اپنا فیصلہ صادر فرمائیے۔

دروغ گو حافظ نباشد

ویسے تو دیوبندیوں کا ہر عقیدہ تضادات کا مجموعہ ہے۔ پانچ دس کتابیں پڑھیے کہیں کچھ لکھا ہوگا کہیں کچھ۔ لیکن گنگوہی صاحب کا یہ تضاد بھی بڑا عجب ہے کہ رافضی تبرائی کے جنازہ والے فتوے میں کہا۔

"ایسے رافضی کو اکثر علماء کافر فرماتے ہیں۔"

جبکہ مولوی اسمٰعیل کو کافر کہنے والے فتوے میں لکھا:۔

"جیسا کہ روافض و خوارج کو بھی اکثر علماء کافر نہیں کہتے۔"

یعنی ایک فتوے میں یہ ہے کہ بہت سے علماء رافضیوں کو کافر کہتے ہیں اور دوسرے فتوے میں بہت سے علماء رافضیوں کو کافر نہیں کہتے۔ یہ ہیں وہ دیوبندی فتوے جنہیں فقہ حنفی کے انمول خزانے کہا گیا ہے (ٹائٹل) اور یہ ہے وہ تبحر علمی جسے جناب مولوی انور شاہ صاحب کشمیری بہت

سراہتے تھے (دیباچہ فتاویٰ رشیدیہ)

دوسرا تماشہ یہ بھی دیکھیے کہ اس فتوے میں گنگوہی صاحب نے کہا کہ مولوی اسمٰعیل کو کافر کہنے والے کی تکفیر درست نہیں لیکن دوسرے فتوے میں کہا:۔

”ایسے (شاہ اسمٰعیل جیسے) مقبول کو کافر کہنا خود کافر ہونا ہے[1]۔“

فتویٰ نویسی کا یہ ”عمدہ معیار“ ڈھونڈے سے بھی نہیں مل سکے گا۔ اور ہاں! کیا ”سپاہِ صحابہ“ والے یہ بات قبول کرلیں گے کہ جو رافضی کسی تاویل سے خلفاء ثلاثہ کو کافر کہتے ہیں اُن کو کافر نہ کہا جائے اگرچہ تاویل بھی باطل ہو ——۔

ایک اور فتویٰ:۔ گنگوہی صاحب کے اُس فتوے کو ذہن میں رکھیے کہ صحابہؓ کی تکفیر کرنے والا سُنّت جماعت سے خارج نہیں ہوتا اور اس فتوے کو بھی سامنے رکھیے جس میں یہ کہا کہ روافض و خوارج کو بھی اکثر علماء کافر نہیں کہتے۔ اور پھر فتویٰ درج ذیل بغور آنکھیں کھول کر ملاحظہ فرمائیے۔

”جو لوگ شیعہ کو کافر کہتے ہیں اُن کے نزدیک تو اُس کی نعش کو ویسے ہی کپڑے میں لپیٹ کر داب دینا چاہیے اور جو لوگ فاسق کہتے ہیں اُن کے نزدیک اُن کی تجہیز و تکفین حسب قاعدہ (یعنی مسلمانوں کی طرح) ہونی چاہیے اور بندہ بھی اُن کی تکفیر نہیں کرتا۔“[2]

پہلے دو اور اس تیسرے فتوے کی روشنی میں گنگوہی صاحب کے اُس دوغلے فتوے کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے کہ ”بندہ اوّل مذہب رکھتا ہے“: یعنی رافضی تبرائی کو کافر سمجھتا ہوں۔

---

[1] فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۳۹۳ [2] ایضاً صفحہ ۲۶۳ ؛

ہماری یہ بات سُن کر فوراً ایک دیوبندی کے کان کھڑے ہوئے فرمایا کہ اس فتوے میں دراصل شیعہ سے مراد تفضیلیہ ہیں جو حضرت علی کو خلفاء ثلاثہ پر فوقیت دیتے ہیں اور ایسے عقیدہ والے کو احمد رضا خاں بریلوی نے بھی صرف گمراہ لکھا کافر نہیں لکھا۔ تو گنگوہی صاحب بھی کہتے ہیں کہ میں ایسے شیعہ تفضیلیہ کو کافر نہیں کہتا۔

دیوبندی سپوت نے فاتحانہ نگاہوں سے ہماری طرف دیکھا کہ جیسے اُس کی اس دلیل سے گنگوہی صاحب کی بدعقیدگی خوش عقیدگی میں تبدیل ہو جائے گی مگر ذلت جس کا مقدر ہو چکی ہو اُسے کون بچائے

ہم نے عرض کیا کہ فتوے کی پہلی سطر ہی میں آپ کی دلیل کا گلا کاٹنے کے لیے گنگوہی صاحب نے چپکے سے خنجر چھپا کر رکھ دیا ہے دُور جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ پہلی سطر یہ ہے :۔

"جو لوگ شیعہ کو کافر کہتے ہیں اُن کے نزدیک تو اُس کی نعش کو ویسے ہی کپڑے میں لپیٹ کر داب دینا چاہیے۔"

اس جُملے سے یہ ثابت ہوا کہ بات تفضیلیہ کی نہیں بلکہ کٹر شیعہ رافضی کی ہو رہی ہے کہ جس کو لوگ مطلقاً کافر سمجھتے ہیں جبھی تو نہ تجہیز و تکفین کا لکھا اور نہ نماز جنازہ کا۔ بلکہ ویسے ہی کپڑے میں لپیٹ کر کھڈا کھود کر دبا دو۔ اور اس بات کے لیے تو دلیل کی ضرورت ہی نہیں کہ کہیں محض تفضیلیہ کو بھی کافر سمجھا جاتا ہو۔ رُوئے زمین پر کہیں بھی ایسا نہیں۔ جبکہ گنگوہی صاحب کا کہنا یہ ہے کہ "جو لوگ شیعہ کو کافر کہتے ہیں" یعنی ایسے علماء بھی ہیں جو شیعوں پر کُفر کا فتویٰ دیتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ تفضیلیہ پر کسی عالم نے آج تک کُفر کا فتویٰ نہیں دیا۔ لہذا بات شیعہ رافضی کی ہو رہی ہے اور ایسے ہی شیعہ رافضی کے متعلق گنگوہی صاحب کہتے ہیں کہ

"بندہ بھی اُن کی تکفیر نہیں کرتا۔"

دیکھ لیا تضاد! کہیں "بندہ" اوّل مذہب رکھتا ہے اور کہیں بندہ اُن کی تکفیر نہیں کرتا۔ ایک آدمی۔ ایک ذہن، ایک مسلک، ایک قلم اور یہ نیرنگیاں سُبحان اللہ۔ جواب نہیں۔

دیوبندی صاحب نے پھر گل کھلایا کہ رافضیوں کے حق میں لکھے گئے فتوے دراصل اُس وقت کے ہیں جب گنگوہی صاحب کو رافضیوں کی کتابیں میسر نہ تھیں اور اُن کے اصلی عقائد اُنہیں معلوم نہ تھے۔ اب کے بار اُنہوں نے ذرا شاطرانہ نگاہوں سے ہماری جانب دیکھا۔

ہم نے پھر عرض کیا کہ فتوؤں میں جب تمام عقائد کی وضاحت موجود ہے تو کتب دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ خود گنگوہی صاحب بھی تو کہہ رہے ہیں کہ صحابہ کی تکفیر کفر نہیں۔ اور روافض کو بھی کافر نہ کہیں حالانکہ وہ خلفاءِ ثلاثہ کو کافر کہتے ہیں۔ تو پتہ چلا کہ گنگوہی صاحب کو رافضیوں کے ایک ایک عقیدہ کی خبر تھی۔

دوسرے خوبصورت اور باریک نکتہ یہ ہے کہ فتوؤں میں گنگوہی صاحب آئمہ کا حوالہ لاتے ہیں اور جس بات میں آئمہ کو بطور گواہ لایا جائے اُس مسئلے کا حق ہونا اظہر من الشمس ہے اور آئمہ کو اس پر گواہ بنایا گیا ہے کہ روافض کو کافر نہ کہا جائے۔ یہ فتویٰ علمی رو سے اُس فتوے سے زیادہ اہمیّت کا حامل ہے جس میں کہا گیا ہے کہ بندہ اوّل مذہب رکھتا ہے۔ کہ وہ انفرادی رائے ہے اور یہ آئمہ کے حوالہ سے ہے

تیسرے یہ کہ گنگوہی صاحب کے کسی فتوے کا دن تاریخ تو ہے نہیں کہ اوّل و آخر کا فیصلہ کیا جائے۔ بہرحال دیوبندی کی یہ دلیل محض گھڑنتو اور شوشہ ہے کیونکہ امام ربّانی حضرت مجدد الف ثانی ؒ

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور امام احمد رضا بریلوی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اگر رافضیوں کے عقائد سے آگاہی ہو سکتی ہے تو گنگوہی صاحب کس جزیرے کے باسی تھے کہ انہیں کوئی کتاب دستیاب نہ ہو سکی بخدا ایسے ہی بودے اور لچر دلائل پر ان لوگوں کا گزارہ چل رہا ہے۔

خیر! آگے چلیے، گنگوہی صاحب سے پوچھا گیا کہ شیعہ اپنے مال سے مسجد بنوا دے تو اس میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ جواب دیا گیا:۔

جواب:۔ شیعہ مسجد لوجہ اللہ تعالیٰ (یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے) بنا دے تو وہ مسجد ہے۔ ثواب مسجد کا اس میں ہوگا۔ فقط"[1]

ایک اور فتوے کے سوال و جواب ملاحظہ فرمائیے۔

سوال:۔ شیعہ یا ہندو یا نصاریٰ یا یہود مسجد بنا دے یا اس کی مرمت کرے یا چندہ مسجد وغیرہ میں شریک ہو تو جائز ہے یا نہیں۔ فقط۔

جواب:۔ اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ مسجد ان لوگوں کی بنائی ہوئی بحکم مسجد ہے۔ اگر یہ لوگ مسجد میں روپیہ لگانا ثواب جانتے (ہوں) تو ان کا وقف درست ہے۔ ایسے ہی اوپر کی عمارت میں شریک ہوں تب بھی درست ہے"[2]

چونکہ دیوبندی صاحب کو کچھ سوچنے کا موقعہ مل گیا تھا اس لیے فوراً پھر صفائی پیش کی اور کہا کہ رشید احمد گنگوہی صاحب کا یہ فتویٰ بھی تو دیکھیے ــــ

"روافض و خوارج اور فساق سے ربط و ضبط مودت کا حرام ہے"[3]

اور پھر اگلا صفحہ ۵۶۳ بھی دکھایا۔ لکھا تھا کہ رافضی کا ہدیہ نہ کھاؤ کہ اس سے محبت بڑھتی ہے۔ گویا دیوبندی عالم کے پاس اب گندم ختم ہو چکی تھی

---

[1] فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۵۲۳ [2] ایضاً صفحہ ۵۲۳ [3] ایضاً صفحہ ۵۶۲

صرف مجوسہ باقی رہ گیا تھا۔ ہم نے کہا کہ اِن فتووں سے بھلا اُن فتووں پر کون سی زد پڑی جن میں کہا گیا ہے کہ صحابہ کی تکفیر کرنے والا سُنّی کا سُنّی رہتا ہے اور بندہ بھی شیعوں کی تکفیر نہیں کرتا اور نہ میرے آئمہ روافض و خوارج کی تکفیر کرتے ہیں۔ جہاں تک مراسم اور ہدیہ و دعوت نہ کھانے کی بات ہے تو ہدیہ و دعوت والے فتویٰ میں انہوں نے پہلے اسے جائز لکھا ہے۔ لکھتے ہیں :۔

“رافضی کا ہدیہ کھانا گو درست ہے مگر حضور نماز جنازہ (نمازِ جنازہ میں حاضری) اور اُن سے محبت نادرست ہے۔” [1]

اور مراسم تو بُرے بُرے، شرابی، جوئے باز، بدکار، بداخلاق وغیرہ سے درست نہیں حالانکہ یہ سب مسلمان ہیں۔

ساری دُنیا جانتی ہے کہ مسلمان کہلانے والوں میں سے صرف شیعہ ہی وہ واحد مذہب ہے جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاکباز و جاں نثار ساتھیوں کی بڑھ چڑھ کر بے ادبی کرتے ہیں۔ تو ان شیعوں کے متعلق گنگوہی صاحب ایک جگہ فرماتے ہیں :۔

“جو شخص حضراتِ صحابہ کی بے ادبی کرے وہ فاسق ہے۔” [2]

جناب دیوبندی صاحب پر اپنے اکابر کی عقیدت کا رنگ کچھ زیادہ ہی چڑھا ہوا تھا۔ فرمانے لگے۔ آپ کی باتیں واقعی دل کو لگتی ہیں مگر جب گنگوہی صاحب کا نام نامی سامنے آتا ہے تو آپ کے سارے دلائل پر اُن سے گہری عقیدت کی دھند چھا جاتی ہے۔ ہم نے کہا کہ قرآن و سُنّت کی اتباع کی بجائے اکابر کی پیروی کرنے والوں کے لیے ہی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ

---

[1] فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۵۶۳ [2] ایضاً صفحہ ۲۲۳

وَعَلٰۤى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

ہم کوشش کرتے ہیں کہ یہ دھند چھٹ جائے اور آپ کی تسلی ہو جائے (کہ جس کی کوئی اُمید نہیں) لیکن یہ کوشش بھی آپ کے قطبِ عالم کے فتاوی اور اُن کی سوانح عمری سے کی جائے گی تاکہ ہماری سند میں کسی قسم کی کوئی کمی باقی نہ رہے۔ گر قبول افتد زہے عزّ و شرف۔

فتوے کے سوال وجواب بلفظہٖ ملاحظہ فرمائیے۔

سوال :۔ روافض یا خوارج کو کافر کہنا جائز ہے یا نہیں اور ان کے ساتھ عقد نکاح وغیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی حرام ہے یا غیر حرام، اور عند المتقوی کیسا ہے۔

جواب :۔ رافضی کے کفر میں خلاف ہے جو علماء کافر کہتے ہیں بعض نے اہلِ کتاب کا حکم دیا ہے، بعض نے مرتد کا۔ پس درصورت اہلِ کتاب ہونے کے عورت رافضیہ سے مرد سُنّی کا نکاح درست ہے اور برعکس اس کے ناجائز اور بصورت ارتداد ہر طرح ناجائز ہوگا اور جو ان کو فاسق کہتے ہیں ان کے نزدیک ہر طرح درست ہے مگر ترک بہرحال اولیٰ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔“[1]

ہم اُن لوگوں کو خصوصاً غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں جو ہر وقت ہر لمحہ اور ہر سٹیج پر یہی کہتے ہیں کہ شیعہ اور قادیانی کے کفر میں کوئی فرق نہیں — (مطلب یہ ہے کہ ان دونوں کے کفر میں کسی صورت بھی شک نہیں کیا جا سکتا)۔ اگر دونوں کے کفر میں کوئی فرق نہیں، دونوں ایک جیسے کافر ہیں تو ظاہر ہے کہ ہر قسم کا فتویٰ دونوں کے لیے یکساں ہوگا۔ جب دونوں کا کفر ایک جیسا ہے تو کیوں نہ فتوے میں لکھے گئے لفظ ”روافض“ کی

---

[1] فتاوی رشیدیہ صفحہ ۱۷۰ ÷

جگہ قادیانی کا لفظ رکھ کر فتوے کی عبارت کو دوپہر کے اُجالے میں لے آئیں۔ لیجیے گنگوہی صاحب کا جواب ذرا اب ملاحظہ فرمائیے یہ سمجھ کر کہ شیعہ اور قادیانی کے کُفر میں کوئی فرق نہیں۔

جواب :۔ قادیانی کے کفر میں خلاف (یعنی اختلاف) ہے۔ جو علماء کافر کہتے ہیں بعض نے اہلِ کتاب کا حکم دیا ہے بعض نے مرتد کا۔ پس درصورت اہلِ کتاب ہونے کے عورت مرزائیہ سے مرد دیوبندی کا نکاح درست ہے اور عکس (یعنی برعکس) اس کے ناجائز اور بصورت ارتداد (یعنی اسلام سے پھر جانے کی صورت میں) ہر طرح ناجائز ہوگا اور جو ان (مرزائیوں) کو فاسق کہتے ہیں ان کے نزدیک ہر طرح درست ہے مگر ترک بہرحال اولیٰ ہے”

ہم تمام علمائے دیوبند موجودہ کو دعوتِ فکر دیتے ہیں کہ وہ گنگوہی صاحب کے اس فتوے کا بغور جائزہ لیں اور گنگوہی صاحب کے بارے میں فیصلہ کریں۔ اور ہم پوچھتے ہیں کہ کیا اِس وقت کوئی دیوبندی مفتی رافضی یا مرزائی کے بارے میں ایسا فتویٰ دے سکتا ہے، کیا اپنے امام ربّانی اور غوث الاعظم گنگوہی صاحب کی مذکورہ بالا عبارت نقل کر کے سوال کرنے والے کے ہاتھ میں تھما سکتا ہے؟

نواں سوال : (ا) بتائیے گنگوہی صاحب کا یہ فتویٰ درست ہے یا غلط ــــــ؟

(ب) یہی فتویٰ موجودہ دَور میں کوئی دیوبندی عالم دے یعنی کہ مرزائی یا رافضی کے کُفر میں اختلاف ثابت کرے تو وہ فتویٰ جاری کرنے والا کیا مسلمان ہی رہے گا؟

(ج) اگر مرزائی اور رافضی کے کُفر میں کوئی فرق نہیں تو جو ان کے کُفر میں شک کرے اور ان کے عقائد سے آگاہ ہو کر بھی ان پر مطلق کفر

کا حکم نہ لگائے جیساکہ گنگوہی صاحب بار بار اس کا اعادہ کرتے ہیں تو وہ شخص مسلمان رہے گا یا کافر ہو جائے گا ؟

(د) رافضی اور مرزائی کا کفر ایک ہے تو ان پر کفر کا فتویٰ نہ دینے والے کو امام ربانی اور قطب عالم کے القاب دینے والے کس کھاتے میں جائیں گے ؟

(س) اگر گنگوہی صاحب کا فتویٰ آپ کے نزدیک درست ہے تو "سپاہِ صحابہ" میں شامل اور دیگر تمام دیوبندی وہابی علماء سے ہمارا سوال ہے۔ وہی سوال جو کسی نے گنگوہی صاحب کی خدمت میں پیش کر کے اُن کے علمی حدود اربعے کا طول و عرض جان لیا تھا۔ ایک بار پھر ملاحظہ فرمایئے۔ لفظ مرزائی کے اضافہ سے۔

سوال :۔ روافض و مرزائیہ کو کافر کہنا جائز ہے یا نہیں اور اُن کے ساتھ عقد نکاح وغیرہ کرنا جائز ہے یا ناجائز ؟

اگر اس کے جواب میں "فتاویٰ رشیدیہ" والا جواب درست ہے تو پھر خیر سے کراچی نہیں بلکہ پورے ہندو پاک کے علماء دیوبند جو اپنے رسائل شائع کرتے ہیں وہ ہمارا سوال اور جواب میں فتاویٰ رشیدیہ والی عبارت چھاپ کر شائع فرمادیں اور ساتھ اپنی اپنی تصدیق کر دیں کہ ہم گنگوہی صاحب کے فتوے کو بالکل درست اور صحیح کہتے ہیں اور اس کو قرآن و سنت کے عین مطابق جانتے ہیں۔

(ط) اور اگر درست نہیں جانتے تو اپنے امام ربانی سے برأت کا اظہار کر دیں۔ برأت کا اظہار نہیں کریں گے تو آپ کے دل کا کھوٹ اور من کی کالک ظاہر و باہر۔ آپ جھوٹے۔ اور جھوٹے ہونے کی وجہ سے قرآن کا حکم آپ پر لاگو۔ جھوٹ گناہِ کبیرہ۔ اور آپ سب کی امامت جرلم کر کھلم کھلا اعلانیہ جھوٹ بولتے ہیں۔ اور ایک جھوٹ نہیں بلکہ کئی جھوٹ۔

پہلا جھوٹ کہ ہم شخصیت پرست نہیں

دوسرا جھوٹ کہ ہم قرآن و سنّت کو ہی معیار مانتے ہیں۔

تیسرا جھوٹ کہ گنگوہی صاحب قطب عالم اور غوث اعظم ہیں۔

چوتھا جھوٹ کہ بریلوی خواہ مخواہ ہم پر بہتان لگاتے ہیں۔

کہاں تک ہم گنوائیں۔

گھر کی ایک اور شہادت

مولوی عاشق الٰہی میرٹھی صاحب بھی اکابر علمائے دیوبند میں سے ہیں۔ کسی گلی محلّے کے مُلاّں مُلوانے نہیں۔ ان کا شمار خواص میں ہوتا ہے عوام میں نہیں۔ یہی صاحب ہیں جنہوں نے جناب گنگوہی صاحب کی سوانح عمری مرتب کی اور اُسے "تذکرۃ الرشید" کا نام دیا۔ تذکرۃ الرشید کے متعلق اسی کتاب کے آخر میں تبلیغی جماعت کے مقتدا و پیشوا جناب مولوی زکریا صاحب فرماتے ہیں:۔

"مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے قطب الارشاد حضرت امام ربّانی مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ کی سوانح عمری ۱۳۲۳ھ میں تصنیف فرما کر خود ہی اپنے اہتمام سے بنام "تذکرۃ الرشید" شائع فرمائی تھی۔ کتاب بہت ہی خوب ہے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے مآثر و مکارم، شریعت و طریقت کی جامعیت، تعلیم و تربیت، تصوّف و سلوک وغیرہ وغیرہ حالات خوب واضح طریقے پر لکھے ہیں۔"[1]

گویا ہماری بات کی تصدیق ہوگئی کہ تذکرۃ الرشید بہت خوب کتاب ہے جس میں گنگوہی صاحب کے اخلاق و کردار اور تعلیم و تربیت کے حالات وضاحت سے درج ہیں۔ قارئین کی دلچسپی کے لیے ہم تذکرۃ الرشید

---

[1] تذکرۃ الرشید صفحہ ۹۱۷۔

سے صرف دو واقعات بطور نمونہ نقل کرتے ہیں۔ یہ واقعے بلا تبصرہ ہوں گے۔ گنگوہی صاحب کے اخلاق و کردار اور تعلیم و تربیت ملاحظہ فرمایئے ـــــــ۔

"ایک بار بھرے مجمع میں حضرت (گنگوہی) کی کسی تقریر پر ایک نوعمر دیہاتی بے تکلف پوچھ بیٹھا کہ حضرت جی! عورت کی شرمگاہ کیسی ہوتی ہے؟ اللہ رے تعلیم، سب حاضرین نے گردنیں نیچے جھکالیں مگر آپ مطلق چیں بر جبیں نہ ہوئے بلکہ بے ساختہ فرمایا جیسے گیہوں کا دانہ" [1]

تقریر کا موضوع کیا تھا کہ دیہاتی بے تکلف پوچھ بیٹھا اور حضرت نے شرمگاہ کی تشبیہ حلال و طیب گندم سے کیوں دی۔ اسے قطع نظر ہم اگلا واقعہ پیش کرتے ہیں:۔

"(گنگوہی صاحب نے) ایک بار ارشاد فرمایا۔ میں نے ایک بار خواب دیکھا تھا کہ مولوی محمد قاسم صاحب (نانوتوی) عروس (یعنی دلہن) کی صورت میں ہیں۔ اور میرا اُن سے نکاح ہُوا ہے۔ سو جس طرح زن و شوہر میں ایک کو دوسرے سے فائدہ پہنچتا ہے (یعنی جنسی فائدہ) اسی طرح مجھے اُن سے اور اُنہیں مجھ سے فائدہ پہنچا ہے"۔ [2]

حسنِ اخلاق و کردار کے ان فقط دو نمونوں کے بعد اب مولوی عاشق الٰہی میرٹھی کی مرتب کردہ گنگوہی صاحب کی سوانح سے شیعوں رافضیوں سے متعلق یہ گھر کی شہادت ملاحظہ فرمایئے :۔

شبہ :۔ روافض و اہلِ سنن میں مناکحت جائز ہے یا نہیں؟

جواب :۔ جن لوگوں کے نزدیک رفاض (شیعوں) کا حکم مرتدین کا ہے اُن کے نزدیک ہرگز نکاح جائز نہیں اور شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ

---

[1] تذکرۃ الرشید صفحہ ۱۰۰ جلد دوم [2] ایضاً جلد ۲ صفحہ ۲۸۹ ؛

کا فتویٰ اسی پر ہے اور جن لوگوں کے نزدیک رافضیوں کا حکم اہلِ کتاب کا ہے تو اُن کے نزدیک رافضیہ عورت کا مردِ سُنّی کے ساتھ نکاح جائز ہے اور عورت سُنّیہ کا مرد رافضی سے جائز نہیں اور بعض علماء نے جو ان کو فاسق کہا ہے تو اس صورت میں نکاح ہو جاتا ہے مگر یہ اچھا نہیں کہ اس میں فساد دین کا ہے اور بندہ کے نزدیک رفاض (یعنی شیعوں) کا حکم اہلِ کتاب کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم؟[1]

اب تو گنگوہی صاحب کے ساتھ ساتھ میرٹھی صاحب، زکریا صاحب اور دیگر شائع کرنے والے نیز آج تک کہیں بھی اس فتوے کی تردید نہ کرنے والے علمائے دیوبند سب کے سب یہ کہنے والے ہوئے کہ رافضیوں کا حکم اہلِ کتاب کا سا ہے!

یہاں کوئی کہہ سکتا ہے کہ اہلِ کتاب عیسائی بھی ہیں اور یہودی بھی شیعہ بھی اُنہی کی طرح ہیں یعنی آخرت میں ان کے لیے رحمت کا کوئی حصّہ نہیں۔ گویا مسلمان نہیں اور یہی گنگوہی صاحب کا عقیدہ ہے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ جن کا یہ عقیدہ نہیں اور جو انہیں محض فاسق سمجھتے ہیں، اہلِ اسلام میں سے جانتے ہیں وہ علماء انہیں مسلمان مان کر کافر ہوتے یا نہیں؟ اگر کافر ہوئے تو اُن کافروں کو گنگوہی صاحب احتراماً "علماء" کہہ کر کیا ہوئے؟

ہمیں اس فتوے پر حیرت ہے۔ وہ یوں کہ عیسائیوں اور یہودیوں کی کتب میں یعنی تورات و انجیل میں نہ جانے کتنا تغیر و تبدل ہو چکا ہے مگر ہزار ہا تحریف کے باوجود وہ اپنی کتابوں پر اُن کے مکمل ہونے کا ایمان رکھتے ہیں۔ اور ایک رافضی ہیں کہ قرآن مجید میں ایک زبر زیر کی تحریف نہ ہونے کے باوجود اپنی کتب میں اسے نامکمل کہتے ہیں۔ جانیے

---

[1] تذکرۃ الرشید جلد اوّل صفحہ ۱۹۶؛

ان کا حکم اہلِ کتاب کا سا کیونکر ہوگا؟

اہلِ کتاب ہونے کا حکم اُس وقت ہوگا کہ جب دو عقیدے مستقل طور پر انسان کے اندر موجود ہوں۔ ایک یہ کہ یہ کتاب صحیح و سالم اور ثابت و مکمل ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کتاب کو نا مکمل ماننے والے صریح کافر ہیں اور جو اُن کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔ اور اہلِ کتاب تب مانے جائیں گے جب اُن کے اندر کسی اور عقیدے کی وجہ سے صریح کفر نہ پایا جائے۔ اب گنگوہی صاحب اور اُن کے عقیدت مند ہی بتائیں کہ جب رافضیوں کے اندر نہ تو مندرجہ بالا دونوں عقیدے ہیں اور نہ وہ باقی عقائد سے بَری ہیں تو پھر ان پر اہلِ کتاب ہونے کا حکم کس طرح لگایا جا سکتا ہے ــــــ۔

دیوبندی علماء یوں تو اُٹھتے بیٹھتے بزعمِ خویش اپنی زبان پر خاندانِ ولی اللّٰہی، خاندانِ ولی اللّٰہی، ولی اللّٰہی کی گردان کر کے اپنے عقیدے اور مسلک کے ڈانڈے اُن سے ملاتے رہتے ہیں مگر یہاں خود کہہ رہے ہیں کہ شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی علیہ الرحمۃ کا فتویٰ رفاض پر مرتدین کا ہے اور اپنا عقیدہ ان کے "اہلِ کتاب" ہونے کا بیان کر رہے ہیں۔ البتہ کوئی علمی اختلاف تھا تو وجہِ فرق بیان کرتے کہ شاہ صاحب بھی انسان تھے اور بشری تقاضوں سے ماورا نہیں تھے۔ خطا و نسیان اُن سے بھی سرزد ہو سکتا ہے مگر ایسے ہی اُن کے عقیدے کے خلاف عقیدہ رکھنا بغیر کسی دلیل و ثبوت کے کہاں کا انصاف ہے اور پھر یہ کہنا علمائے دیوبند کا جھوٹ ثابت ہوا کہ ہمارا عقیدہ ولی اللّٰہی ہے اور ہماری تعلیمات کا منبع و منشا وہی ہے ــــــ۔

مفتی محمد شفیع دیوبندی کا فتویٰ

مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی کراچی نے متعدد فتووں میں

روافض کو کافر کہا ہے۔ مگر دو عقیدوں کی وجہ سے۔

پہلا عقیدہ :۔ حضرت علی خدا ہیں۔

دوسرا عقیدہ :۔ حضرت عائشہ صدیقہ پر منافقین نے جو جھوٹ باندھا تھا وہ صحیح تھا۔

ان کے علاوہ دوسرے شیعوں کے بارے میں مفتی صاحب رقمطراز ہیں :۔

"اور جو لوگ ایسا عقیدہ نہیں رکھتے صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دوسرے صحابہ پر افضل کہتے ہیں وہ کافر نہیں البتہ اہل سنّت سے خارج ہیں اور تبرّا کرنے والے شیعہ بھی صحیح قول یہ ہے کہ کافر نہیں فاسق ہیں[1]۔"

ہم کہتے ہیں کہ مفتی صاحب کے بتائے گئے دونوں عقیدے آج کے شیعوں میں نہیں بے شک وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا درجہ پیغمبروں سے بھی بڑھا دیتے ہیں مگر صریح خدا نہیں مانتے بلکہ اللہ کا بندہ ہی کہتے ہیں۔ اور جو ایسا مانتے ہیں وہ اپنے آپ کو نُصیری کہتے ہیں۔ دوسرے شیعہ حضرات واقعی ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی توہین کرتے ہیں مگر منافقین کی اس تہمت سے انہیں بری قرار دیتے ہیں۔ (ہماری معلومات یہیں تک ہیں اگر واقعی ایسا نہیں ہے تو ہمیں آگاہ فرمائیے۔ ہم انشاء اللہ رجوع کر لیں گے)

اور جو حضرت علی کو صحابہ پر فوقیت دیتے ہیں وہ شیعہ امامیہ وغیرہ ہرگز نہیں بلکہ سُنّی حضرات میں سے ہی ایسے لوگ ہیں۔ انہیں ہم رافضی نہیں کہہ سکتے۔ فضیلت دینے کی وجہ سے وہ تفضیلیہ کہلاتے ہیں۔

ہمارے ملک میں جتنے بھی تبرّائی ہیں۔ ہمارے مشاہدے کے مطابق وہ صبح و شام صحابہ کرام کو دشمنِ اسلام، کافر اور منافق سمجھ کر تبرّا بکتے

---

[1] فتاویٰ دارالعلوم دیوبند بعنوان امداد المفتین کتاب النکاح جلد ۲ صفحہ ۵۰۴۔

ہیں۔ اور مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ تبرا کرنے والے شیعہ کافر نہیں۔

مفتی صاحب کا ایک اور فتویٰ دیکھئے۔

سوال:۔ ایک عورت شیعہ (غیر منکوحہ) کو ایک سُنّت جماعت لے گیا اور اس سے نکاح کرلیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ اگر یہ عورت کسی ایسی بات کا عقیدہ نہیں رکھتی جو صراحۃً اور قطعیاتِ اسلام کے خلاف ہو تو نکاح درست و صحیح ہوگیا مثلاً اس کا عقیدہ نہ رکھتی ہو کہ معاذ اللہ حضرت عائشہؓ پر جو تہمت لگائی گئی تھی وہ صحیح ہے وامثال ذالک الغرض رافضی عورت سے بشرط مذکور نکاح صحیح ہے۔“[1]

ہمیں حیرت یہ ہے کہ جس کا عقیدہ قرآن اور قطعیات کے خلاف نہیں وہ رافضی ہی کب ہے۔ رافضی کہلاتا ہی وہی ہے جو چند مخصوص عقائد رکھتا ہے۔ اور انہی عقائد کی بنا پر اُسے رافضی کہتے ہیں۔ شراب پینے والے ہی کو شرابی کہتے ہیں چائے پینے والے کو نہیں۔ جوئے باز جوا کھیلنے والوں کو کہتے ہیں کرکٹ کھیلنے والوں کو نہیں۔ تو جس کا شیعوں جیسا کوئی عقیدہ ہی نہ ہو وہ رافضی کیسے کہلائے گا۔ اور اگر صرف نام کا رافضی ہے تو پوچھتے ہیں کہ اُسے رافضی کہلوانا کیوں اچھا لگتا ہے۔ ظاہر ہے جواب یہی ہوگا کہ اُسے رافضیوں کے عقیدے پسند ہیں۔ بتلائیے وہ اصل رافضی ہوا یا نہ؟

یہ تو ایسی بات ہے جیسے کسی دیوبندی عالم سے کوئی پوچھے کہ ایک عورت مرزائیہ غیر منکوحہ کو ایک دیوبندی اڑا لے گیا۔ نکاح جائز ہے یا ناجائز۔

---

[1] امداد المفتین صفحہ ۵۰۳، ۵۰۲۔

جواب یہ دیا جائے گا کہ اگر مرزائیہ عورت کسی ایسی بات کا عقیدہ نہیں رکھتی جو صریح اسلام کے خلاف ہو تو نکاح درست و صحیح ہو گیا۔

فرمائیے کیا یہ فتویٰ درست ہے؟ "سپاہِ صحابہ" والو! اگر شیعہ اور مرزائی کے کفر میں کوئی فرق نہیں تو پھر مفتی صاحب کے فتوے اور ہمارے مذکورہ فتوے میں وجہِ فرق بتائیے۔ کیا یہ دونوں فتوے آپ کے لیے قابلِ قبول ہیں؟۔ اگر قبول نہیں تو آئندہ کے لیے مفتی صاحب کو مفتیٔ اعظم کہنا ترک کر دیجئے (آپ کے لیے یہی مشکل مرحلہ ہے)

اپنے مفتیٔ اعظم کا ایک اور فتویٰ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ مفتی محمد شفیع صاحب نے اپنے فتاویٰ کی جلد اوّل صفحہ ۴۰ اور جلد دوم کے صفحہ ۵۰۵ پر ردّالمحتار کی وہ عبارت نقل کی ہے جس میں لکھا ہے کہ جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحبت یعنی صحابی ہونے کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

"محققین حنفیہ شیعہ تبرا گو اور منکرِ خلافت خلفاءِ ثلاثہ کو کافر نہیں کہتے اگرچہ بعض فقہاء نے ان کی تکفیر کی ہے مگر صحیح قول محققین کا یہ ہے کہ سبِ شیخین (خلفاءِ ثلاثہ کو گالیہ دینا) اور انکارِ خلافتِ خلفاء کفر نہیں ہے فسق و بدعت ہے۔"[1]

روافض سے متعلق "فتاویٰ رشیدیہ" میں جتنے فتوے تھے ہم نے سب لے لیے ہیں۔ سہواً اگر کوئی فتویٰ رہ گیا ہو تو نشاندہی کر دیجئے چلتے ساتھ دیگر معتبر و مستند شخصیات کے فتوے بھی پوری دیانتداری سے ہم نے نقل کر دیے۔ اب ہم "سپاہ صحابہ" کو دعوتِ فکر دیتے ہیں کہ شیعہ اگر خلفاءِ ثلاثہ کو گالی دے اور کافر کہے تو کالا کافر۔ اور یہی فتویٰ

---

[1] عزیز الفتاویٰ جلد اوّل صفحہ ۷۷۷؛

گنگوہی صاحب دیں تو شمس العلماء العاملین۔ شیعہ و سُنّی کا نکاح آپ سے کوئی پوچھے تو حرام اور قطعی حرام۔ مگر گنگوہی و تھانوی سُنّی عورت کا شیعہ مرد سے نکاح حلال لکھیں تو وہ بدر الفضلاء و کاملین اور حکیم الامت۔ شیعہ صحابہ کی تکفیر کرے تو سب سے بڑا کافر اور یہی عدم تکفیر والا فتویٰ گنگوہی صاحب دے تو ابوحنیفۃ الزمان و جنید الدوران۔ خمینی اگر اپنی کتاب میں ابوبکر و عمر کو کافر لکھے تو کافر اور نہ جانے کیا کیا مگر اس عقیدے پر عدم تکفیر کا فتویٰ گنگوہی صاحب دیں تو قطب الارشاد، امام ربانی اور محبوب سبحانی۔

یعنی گنگوہی صاحب کے عقیدے کے مطابق خمینی اور دیگر رافضی جو صحابہ کرام کو کافر کہتے ہیں وہ محض فاسق ہیں کافر نہیں۔ آج کے دیوبندی اگر فتاویٰ رشیدیہ کے ان فتووں پر عمل کریں تو اس عقیدے کی بنا پر کسی بھی رافضی کو کافر نہیں کہہ سکتے۔

"سپاہِ صحابہ" والے کہتے ہیں کہ شیعہ کا اس قرآن پر کوئی ایمان نہیں وہ منکرِ قرآن ہیں اور گنگوہی صاحب انہیں اہل کتاب لکھیں (یعنی سپاہِ صحابہ کے برعکس) تو وہ رحمۃ اللہ علیہ اور قدس سرہ العزیز۔

شیعوں سے متعلق شاندار فتویٰ دینے والے اور احقاق حق کا نعرہ بلند کرنے والے "ردّ الرفضہ" کے مصنف امام احمد رضا بریلوی پر طعن کرنے والو! ذرا اپنے گریبان میں جھانکو۔ "مطالعۂ بریلویت" جیسی فضولیات لکھنے والو! آئینے میں ذرا اپنا منہ تو دیکھو۔ امام احمد رضا بریلوی پر شیعیت کا جھوٹا الزام لگانے والو! ذرا اپنی کتب پر نظر کرو

ع یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

ہم آپ کو پھر دعوت دیتے ہیں کہ
و— اپنی سوچ کو بدلو۔

و ـــ فکر کا زاویہ تبدیل کرو۔

و ـــ منافقت اور تقیہ بازی ترک کرو۔

"سپاہ صحابہ" والو! ہمارے حوالوں کو غور سے پڑھو۔ اصل کتابیں دیکھو۔ اور پھر اُن علماء کو خطوط لکھو۔ یا بالمشافہ ملاقات کرو۔ یہ عبارات اُن کے سامنے رکھو جو ہر لمحہ امام احمد رضا کو ناحق رافضی رافضی کہتے پھرتے ہیں جو اپنے دریدہ دامن میں ستائیس بے وزن دلیلیں لیے بیٹھے ہیں اُن سے نقد جواب طلب کرو۔ تمہیں ایمان عزیز ہے یا گنگوہی و تھانوی صاحبان۔ تمہیں ابوبکر و عمر پیارے ہیں یا نانوتوی و ٹانڈوی۔ ذرا حق و باطل کا فیصلہ تو کیجئے۔

آخری بات: "سپاہِ صحابہ" کی جانب سے یوں تو بے شمار قسم کے پمفلٹ شائع ہوئے اور اب تک ہو رہے ہیں۔ ہم صرف ایک پمفلٹ کے اقتباسات پیش کرتے ہیں ہر اقتباس کو غور سے پڑھیے اور اپنے اکابر دیوبند کے بارے میں فیصلہ کیجئے۔

ہم اس موقعہ پر یہ کہنا بہت زیادہ مناسب سمجھتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ روافض کے متعلق الحمد للہ وہی ہے جیسے امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ نے "**ردّ الرفضۃ**" میں بھرپور دلائل سے پیش فرمایا ہے۔ علمائے دیوبند سے ہمیں کوئی ذاتی عناد اور تعصب نہیں۔ ہم تو صرف عوام الناس کو ان کی دھوکہ منڈیوں سے بچانا چاہتے ہیں جو انہوں نے جگہ جگہ اپنی کتابوں اور تقریروں میں لگا رکھی ہیں۔ علمی طریقہ اور سنجیدگی سے کوئی جواب دے تو چشم ما روشن دلِ ما شاد۔ لیکن اگر حسین احمد ٹانڈوی کی کتاب "شہاب ثاقب" جس میں **سات سو** کے قریب مغلظات تحریر کی گئی ہیں یا "دھماکہ" و "مطالعۂ بریلویت" میں ڈاکٹر خالد محمود کی صریح دھوکہ بازیوں، فریب کاریوں اور بے ایمانیوں کی طرح جواب

ہوا تو پھر ہم فَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ہ کہنا ہی پسند کریں گے۔ اور جو ہمارے سوالات کا جواب شورش کاشمیری کے اشعار سے دیں وہ اپنا تبحر علمی اپنے دامن ہی میں سمیٹ کر رکھیں۔

اب اپنے پمفلٹ کی جانب آیئے۔ اس پمفلٹ کے ٹائیٹل پر دائرے کے اندر بطورِ عنوان لکھا ہے "شیعہ کافر ہیں" نیچے لکھا ہے "ان کے ساتھ غیر مسلموں جیسا سلوک اور معاملہ کیا جائے۔"

یہ پمفلٹ "اقراء ڈائجسٹ" سے ماخوذ ہے۔

مفتی ولی حسن صاحب کراچی کی عبارت میں شیعوں کے کفریہ عقائد کے اندراج کے بعد لکھا ہے:

"لہٰذا شیعہ اثنا عشری رافضی کافر ہیں، مسلمانوں سے ان کا نکاح، شادی بیاہ جائز نہیں حرام ہے، مسلمانوں کو ان کے جنازے میں شرکت جائز نہیں، ان کا ذبیحہ حلال نہیں، ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں، غرض ان کے ساتھ غیر مسلموں جیسا سلوک اور معاملہ کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (مفتی ولی حسن صاحب۔ جامعہ العلوم الاسلامیہ کراچی)

درج بالا مفتی ولی حسن صاحب کے فتوے کے بارے میں لکھا ہے کہ اس فتوے کی تصدیق ۲۰۰ جید علماء[1] نے کی ہے۔

مذکورہ فتوے اور جید علماء کی تصدیق کو ایک طرف سامنے رکھیے اور دوسری طرف گنگوہی و تھانوی صاحبان کی عبارات بھی دیکھیے جو کہتے ہیں کہ ایسا شخص سنی مسلمان ہے۔ ان سے نکاح جائز اور ان کا ذبیحہ حلال ہے۔

---

[1] اگر یہ ۲۰۰ دیوبندی مولوی جید علماء ہیں تو گنگوہی۔ نانوتوی، تھانوی وغیرہ کیا ہیں خود ہی فیصلہ کر لیں ہم کہیں گے تو شکایت ہو گی۔ (ادارہ)

اور ان کا جنازہ پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہیں جیساکہ نانوتوی صاحب نے شیعوں کی نمازِ جنازہ اُن کا بزرگ بن جانے کی خوشی میں پڑھادی۔

مولوی سمیع الحق صاحب اکوڑہ خٹک نے اپنے والد مولوی عبدالحق صاحب اور جناب مفتی صاحب کے فتوے کی تصدیق ان الفاظ میں کی ہے:

"میرا مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی ولی حسن مدظلہ کے جواب سے اتفاق ہے۔ بلاشک وشبہ یہ فرقہ مرتد ہے اس سے نکاح حرام اور کالعدم ہے۔"[1]

محمد صدیق ولی الٰہی کے حوالہ سے لکھا ہے:-

"شیعہ فرقہ مرزائیوں کی طرح کافر ہے۔"[2]

خانقاہ ہالیجی شریف سندھ کا فتویٰ یوں درج ہے:-

"چونکہ شیعہ تحریف قرآن پاک کے اور صحابہ کرام خصوصاً خلفاءؓ اور شیخینؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر سب وشتم کرتے ہیں اس لیے وہ اسلام سے بالکل خارج اور کافر ہیں۔"[3]

جبکہ گنگوہی صاحب کا فتویٰ گزر چکا ہے کہ خلفاءِ ثلاثہؓ اور حضرت علیؓ کی تکفیر کرنے والے روافض وخوارج کی تکفیر جائز نہیں۔

مدرسہ فرقانیہ طیبہ کراچی کا فتویٰ اس طرح درج ہے۔ خصوصی توجہ سے پڑھیے:-

"چونکہ شیعہ روافض صحابہ کرام کو کافر کہتے ہیں..... اس لیے پکے کافر ہیں جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔"[4]

کیا فیصلہ ہے اب گنگوہی صاحب کے بارے میں جو صحابہ کرام میں سے کسی کو بھی کافر کہنے والوں کو پکا سُنّی مسلمان سمجھتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ صحابہ کو کافر کہنے والے شیعہ نہیں بلکہ کوئی نام نہاد سُنّی (دیوبندی)

---

[1] پمفلٹ صفحہ ۶ [2] ایضاً صفحہ ۷ [3] ایضاً صفحہ ۸ [4] ایضاً صفحہ ۸

ہیں جو کہ سُنیت سے خارج نہیں ہوتے۔ اور معاذ اللہ صحابہ کے کفر میں بھی کوئی شک نہ رہا کہ فتویٰ اُن کی طرف ہی رہا سُنی کی طرف نہیں لوٹا۔ اور پھر کفر کا فتویٰ کسی ایک صحابی پر بھی نہیں بلکہ سب کے سب صحابہ پر ہے۔ یعنی فتوے کے الفاظ یہ ہیں کہ کسی بھی صحابی کی تکفیر کرنے والا۔ گویا آپ کسی بھی صحابی کو کافر کہہ لیں۔ آپ ہرگز کافر نہیں ہوں گے بلکہ مسلمان کے مسلمان رہیں گے۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ۔

”جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے“۔ گنگوہی صاحب کے بارے میں کیا خیال ہے؟ جب ہم علمائے دیوبند کے فتووں کی بات کرتے ہیں تو یہاں ایک اور ڈرامہ رچایا جاتا ہے۔ اس کا تھوڑا سا ذکر ہم پچھلی سطور میں کر چکے ہیں مگر اب ذرا تفصیل سے جائزہ لیا جاتا ہے۔

دیوبندی عاجز آ کر کہتے ہیں کہ اُس وقت شیعہ کی کُتب بہت کم یاب تھیں اور دوسرا یہ لوگ تقیہ کرتے تھے اور اپنا مذہب چھپائے پھرتے تھے لہٰذا ہمارے اکابر گنگوہی صاحب وغیرہ اُن کے عقائد سے بے خبر رہے۔ یہ ہے ریت کی وہ دیوار جو حق کا راستہ بند کرنے کے لیے فولادی قلعہ سمجھ کر کھڑی کی جاتی ہے۔ مگر ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ اکابر پرستی کے کرشمے ہیں کہ دعوے تو خوب کرتے ہیں مگر دلیل دینے سے بے چارے قاصر ہیں۔ مثلاً امام احمد رضا بریلوی پر ہر چھوٹا بڑا دیوبندی یہ تہمت ناحق رکھتا ہے کہ وہ انگریز کے طرف دار تھے، اُن کی حمایت کرتے تھے۔

یہ ہیبت ناک سچ اگر کائنات کی تاریخی صداقتوں تک پہنچ جائے تو وہ خودکشی پر آمادہ ہو جائیں۔ ہم نے بارہا دلائل طلب کیے لیکن دلائل اور ٹھوس ثبوت کی دُنیا میں سب کے سب یتیم نظر آئے۔ مگر اپنی جھوٹی لچھے دار تقریروں اور خود ساختہ و من گھڑت تحریروں اور لفظی بازی گری کے زور پر عوام کو گمراہی و ضلالت کے راستے بلکہ گڑھے میں ایک

دھکا اور دے دیا جاتا ہے۔ ضمناً یہ بات آگئی اور کہہ دی ورنہ ہم کہہ رہے تھے کہ جب دیوبندیوں سے بات نہیں بنتی تو جھٹ کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے اکابر کو شیعہ عقائد کی کانوں کان خبر نہ ہوئی۔

قارئین کرام! اب ذرا ہمارے دلائل ملاحظہ فرمایئے! اور "سپاہ صحابہ" والوں سے خصوصی گذارش ہے کہ آپ سے توقع تو ہرگز نہیں مگر ہمارے دلائل اگر دل کو لگے ہیں یا اگلی سطور سے کچھ اثر پڑے تو ہماری آواز پر لبیک ضرور کہیے گا کہ ضمیر اگر زندہ ہو تو وہ اسی بات کا متقاضی ہے۔

پہلی بات یہ کہ روافض حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مبارک عہد سے چلے آرہے ہیں۔ عبداللہ بن سبا رافضی اُسی دور کی پیداوار ہے۔ اور اسلامی تواریخ میں جابجا ان کا ذکر ملتا ہے۔ کیا یہ کتب تواریخ مدرسہ دیوبند میں موجود نہ تھیں؟

دوسرے یہ کہ حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب "غنیۃ الطالبین" میں روافض کے عقائد بیان کرکے ان کی حیثیت متعین کر دی۔ کیا یہ اکابر اس کتاب سے ناواقف تھے؟

تیسرے یہ کہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے علاوہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ کی فصیح و بلیغ اور توضیح و تشریح کے ساتھ عبارات موجود تھیں وہ آنکھوں سے کیوں غائب رہیں؟ خصوصاً محدث دہلوی کی "تحفہ اثنائے عشریہ" تو ایک شاہکار و بے مثال کتاب ہے جو ہر اسلامی لائبریری کی زینت ہے۔ اکابر دیوبند کا سلسلہ شاہ ولی اللہ کے خاندان سے جوڑنے والو! بتاؤ کیا تمہارے یہ اکابر تحفہ اثنائے عشریہ سے بے علم رہے؟

چوتھے یہ کہ آپ کی تحریروں میں امام ابن تیمیہ کے حوالے سے اکثر یہ بات سامنے آتی ہے کہ انھوں نے شیعوں پر کفر کا فتویٰ دیا۔

کیا آپ کے اکابر امام ابن تیمیہ کے نام اور ان کی کتب سے بیگانہ ہے؟

پانچویں یہ کہ مجدد ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز کو کہاں سے وہ کتابیں میسر آگئیں جن کے حوالے اُن کے لاجواب ومبسوط فتوے "ردّ الرفضہ" میں ملتے ہیں۔ جو کتابیں بریلی میں پہنچ گئیں انہیں دیوبند کے مدرسہ تک پہنچنے میں کیا رکاوٹ پیش آتی رہی۔

چھٹے یہ کہ جن کتب کے حوالے امام احمد رضا بریلوی نے "ردّ الرفضہ" میں دیئے اُن کے نام دیوبندی کتب میں دیگر مسائل پر لکھی گئی عبارتوں میں جا بجا ملتے ہیں بتائیے وہ صفحات اُنہیں کیونکر نظر نہ آئے یا پڑھ کر کس لیے نظر انداز کر دیا اور وہی عبارات مولانا احمد رضا خاں کو کیسے نظر آگئیں ـــــــ

ساتویں یہ کہ اُس زمانے میں اور پہلے بھی مغل بادشاہوں کے دور میں رافضی ایران سے برصغیر میں آئے۔ کتب تاریخ اُٹھا کر دیکھ لیجئے۔ پھر خاص کر لکھنؤ کا علاقہ تو کٹر شیعوں کا گڑھ رہا۔ بڑے نامی گرامی شیعہ مجتہد لکھنؤ میں ہوئے اور آپ کے معتبر عالم مولوی عبدالشکور صاحب لکھنوی اُن کا مقابلہ کرتے رہے۔ اُنہیں کہاں سے شیعہ عقائد میسر آگئے تھے کہ تقاریر کے علاوہ اپنے رسالہ "النجم" میں شیعوں کا مقابلہ کرتے رہے ـــــــ

آٹھویں یہ کہ اگر گنگوہی و تھانوی صاحبان ان کے عقائد سے بے خبر تھے تو "فتاویٰ رشیدیہ" میں یہ عبارت کیسے تحریر ہوتی رہی کہ روافض خلفاءِ ثلاثہ کو کافر کہتے ہیں۔ یہ کس طرح درج ہو گیا۔ کیا اُنھیں اپنا لکھا پڑھا بھی معلوم نہ ہوتا تھا کہ کیا لکھ رہے ہیں اور کیا پڑھ رہے ہیں؟ اگر نہیں پتہ چلتا تھا تو دماغی خرابی ثابت ہوتی اور اگر پتہ چلتا تھا اور عقائد سے واقف بھی تھے تو پھر اُن کی نااہلی کے ساتھ ساتھ

آپ لوگ جھوٹے ہوئے یہ کہہ کر کہ ہمارے اکابر تک شیعوں رافضیوں کے عقائد کھُل کر نہیں پہنچے تھے۔ گویا آپ جھوٹے ہوئے اور گناہِ کبیرہ کے مرتکب؛ اور گناہِ کبیرہ کا مرتکب بقول گنگوہی صاحب ملعون ہے اُسے امام مسجد بنانا حرام ہے۔

نویں یہ کہ مذکورہ پمفلٹ میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ بھی کتاب "سراب فی ایران" از ڈاکٹر احمد الافغانی کے حوالہ سے یوں درج ہیں:۔

"آپ رح اکثر کہا کرتے تھے کہ جو شخص شیعہ کے کافر ہونے میں شک کرے وہ خود کفر کا مرتکب ہے"[1]

آپ کے اکابر واقعی جھوٹ موٹ حنفی کہلاتے تھے دریردہ وہ ابن عبدالوہاب کی تعلیمات سے متاثر تھے جبھی تو وہ سراجِ اُمت حضرت امام اعظم کے فتوے سے بے خبر رہے۔

دسویں یہ کہ اسی پمفلٹ کی یہ عبارت ہماری بھرپور تائید کر رہی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

"واضح رہے کہ روافض اور شیعوں کی تکفیر کا فیصلہ کوئی نیا مسئلہ نہیں بلکہ زمانۂ قدیم سے فقہاء اور محدثین کرام نے ان کے عقائدِ کفریہ کی بنا پر انہیں کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ امام دارالہجرت امام مالک۔ ابن حزم اندلسی، امام شاطبی، شیخ عبدالقادر جیلانی حنبلی۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ حنبلی، مجدد الف ثانی حنفی، شاہ عبدالعزیز حنفی، قاضی عیاض مالکی، ملا علی قاری حنفی، بحرالعلوم حنفی اور اصحابِ فتاویٰ میں سے صاحب فتح القدیر

---

[1] پمفلٹ صفحہ ۱۱۔

ابن ہمام، سُلطان عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں دو سو علماء و مفتیانِ کرام کا مرتب کردہ فتاویٰ عالمگیری کا فیصلہ، علّامہ ابن عابدین شامی کے فتویٰ کے بعد روافض کی تکفیر میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا ہے[1]۔"

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

اب شرم وحیاء کا تقاضا یہ ہے کہ آئندہ اس بات کو زبان کے قریب تک نہ پھٹکنے دیا جائے کہ ہمارے اکابر شیعہ عقائد سے بے خبر رہے۔

اس پمفلٹ کے آخری صفحہ پر لکھا ہے اور بطورِ عنوان لکھا ہے:-

"اپنی غیرتِ دینی کا ثبوت دیں۔"

نیچے پھر کچھ پند و نصائح درج ہیں۔ اُن میں سے ہم صرف تین درج کرتے ہیں

① "شیعہ کے ہاتھ کے ذبح کیے جانور کا گوشت نہ کھائیں وہ مُردار ہے۔"

(خیال رہے کہ تھانوی صاحب نے امداد الفتاویٰ میں شیعہ کے ذبیحہ کو حلال لکھا ہے)

② "شیعہ کی نمازِ جنازہ ہرگز نہ پڑھیں نہ اُسے اپنی نمازِ جنازہ پڑھنے دیں۔"

(بانیٔ دار العلوم دیوبند نے شیعوں کی نمازِ جنازہ کیونکر پڑھی)

③ "شیعہ کو اپنی بیٹی کا رشتہ نہ دیں نہ شیعہ کا رشتہ لیں۔ یہ زنا شمار ہوتا ہے۔"

(گنگوہی صاحب نے اپنے فتاویٰ اور تھانوی صاحب نے امداد الفتاویٰ جلد ۲ میں اس کی اجازت کیونکر دی۔)

ہے کوئی عقل و انصاف کا خوگر جو دیوبندی وہابی مولویوں سے جا کر صرف اتنا ہی پوچھ لے کہ جو عقیدہ طبرسی و طوسی اور کلینی و قمی کی بابت صریح کفر تھا وہ گنگوہی و تھانوی کی دہلیز پر آ کر کس طرح عینِ ایمان بن گیا۔؟

(حاشیہ صفحہ آئندہ)

- دوسروں کو غیرتِ دینی کا ثبوت دینے کی نصیحت کرنیوالو!
- ابوبکر و عمر کی عظمت پر جان دینے کا دعویٰ کرنے والو!
- عائشہ صدیقہ کے دوپٹے کے تقدس کی قسمیں کھانے والو!

اب تمہاری اپنی غیرتِ ایمانی کی آزمائش ہے، تمہارے حق و صداقت اور کذب و باطل کا امتحان ہے۔ اب بتلائیے تمہیں گنگوہی و تھانوی عزیز ہیں یا سیدالکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مرمٹنے والے وہ پاکباز نفوس جنہیں ربِ کریم نے ابدالآباد تک جنت کی بشارتیں دیں اور رسولِ معظم نے صدیق و فاروق کے لقب سے سرفراز فرمایا۔ ہم نے ایک امتحانی پرچہ تمہارے آگے رکھ دیا ہے۔ تمہاری غیرتِ ایمانی کی جانچ اور پرکھ کی یہی گھڑی ہے۔

تمہیں اپنے اکابر عزیز ہیں یا صحابہ کرام۔ فیصلہ سننے کے لیے ہم گوش برآواز رہیں گے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

(حاشیہ صفحہ سابقہ) ۱؎ پمفلٹ "شیعہ کافر ہیں" صفحہ ۹

سرپرست سپاہ صحابہ کے نام

از: جناب سید بادشاہ تبسم بخاری صاحب

گرگٹ ایک چھوٹا سا جانور ہے جو چھپکلی کے مشابہ ہوتا ہے کہتے ہیں یہ جانور اپنا رنگ بدلتا رہتا ہے، گھڑی میں کچھ پل میں کچھ۔ کبھی بھی اس کا رنگ ایک سا نہیں رہا۔ اسی طرح جو شخص مستقل مزاج نہ ہو یا اپنے قول و فعل پر قائم نہ رہتا ہو بلکہ حالات کے تقاضوں کے پیش نظر آج کچھ کہے کل کچھ کہے، کبھی عداوت و دشمنی پر اُتر آئے، کبھی محبت و دوستی نبھانے لگ جائے، اس شخص کی مثال بھی اسی گرگٹ سے دی جاتی ہے۔ دنیوی معاملات میں جہاں اسلام کا حکم یہ ہے کہ حق بات کو مرتے دم تک حق اور باطل کو تادم آخر باطل کہو، دینی امور میں کچھ زیادہ ہی تاکید فرمائی گئی ہے۔ اعمال و افعال میں کمی بیشی ہو سکتی ہے مگر عقائد میں کمی بیشی نہیں ہوا کرتی۔ دیکھئے رمضان المبارک میں روزے تیس بھی ہوتے ہیں اور اُنتیس بھی۔ مگر یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ ایک اللہ کی بجائے دو چار مزید مان لیے جائیں اور ایمان میں فرق بھی واقع نہ ہو۔ جن باتوں کا تعلق عقائد و ایمان اور اصول سے ہوگا اُن میں کمی بیشی ہو ہی نہیں سکتی اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ فرماتا ہے وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ یعنی حق اور باطل کو آپس میں مت ملاؤ اور باطل کو حق کہہ کر دھوکہ نہ دو بلکہ حق کو ہمیشہ حق اور باطل کو ہمیشہ باطل کہو۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کہ آج ہم مرزائیوں کو بے دین گمراہ اور کافر کہیں اور کل دین دار، ہدایت یافتہ اور مسلمان سمجھنے لگیں۔ تاوقتیکہ

وہ بقول موجودہ صدرؒ سپاہِ صحابہؓ کے، پکّا رافضی تھا اور آج سے سال دو سال قبل بھی رافضی تھا تو اچانک ایک سال بعد وہ کس طرح سُنّی کہلانے کا حقدار ہو گیا۔ کیا قبور میں بھی مذہب اور عقیدہ و ایمان کی تبدیلی ممکن ہے؟

ایک دیوبندی صاحب بڑے دکھ اور درد سے فرماتے ہیں کہ اس وقت کی اہم ضرورت تمام سُنّی مکاتب فکر کو باہمی اختلافات بھلا کر باہم یکجا اور اکٹھے ہو کر شیعیت کے خلاف کام کرنا ہے۔ مگر جوشِ عقیدت میں ہماری دکھ بھری آہ پر غور نہیں فرماتے ہمارا سینہ چیر کر نہیں دیکھتے اور سب سے بڑی بات یہ کہ اپنے اکابر کی کتب کو ہاتھ لگانا بھی گوارا نہیں کرتے۔ بس آنکھیں بند کر کے ان کا ایمان ہے کہ اُن میں حقائق و معارف کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں، دیکھنے کا تکلف پھر کس لیے۔ احمد رضا خاں کے خلاف جو کچھ لکھ دیا گیا ہے وہی سچ ہے اُس کی کتاب اُٹھانے کی تکلیف کون کرے۔ جب ہم باہمی اختلافات کی طرف توجہ مبذول کرانے کی کوشش کرتے ہیں تو بے جا تاویلوں کے انبار سامنے رکھ دیے جاتے ہیں۔ ہمارا باہمی اختلاف آخر ہے کیا؟ کیا گیارھویں اور چالیسواں نزاع کا باعث ہے، کیا صلوٰۃ و سلام اور ذکر بالجہر جھگڑے کی بنیاد ہے۔ کیا عرس و عید میلاد النبی فساد کی جڑ ہے۔ نہیں۔ ان میں سے کوئی بھی نہیں۔

ہمارا اختلاف فروعی نہیں، ہمارا اختلاف اصولی ہے۔ ہمارا اختلاف یہ ہے کہ دیوبندی کتب میں اللہ تعالیٰ جلّ مجدہ اور سرکار رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ اقدس میں توہین اور گستاخیاں پائی جاتی ہیں جو عبارات اُردو میں ہیں۔ مطلب و مفہوم واضح ہے، اور یہ مسئلہ اصولی مسئلہ ہے جب تک ان سے توبہ نہ ہوگی اُس وقت تک یہ اختلاف ختم نہیں ہو سکتا۔ ہمیں یہ بھی باور کرایا جاتا ہے کہ اب ہم دیوبندی بریلوی نزاع بھلا چکے ہیں۔ ہمارا جہاد اب صرف شیعہ کے خلاف ہے۔ مگر ہمیں یہ بات بھی قبول

کرنے میں ذرا دقت محسوس ہوتی ہے۔ اس لیے کہ یہ کارروائی یکطرفہ ہے، ممکن ہے آپ کے اختلافات اس نوعیت کے ہوں کہ جن کو بھلایا جا سکتا ہو مگر آپ سے ہمارے اختلافات کچھ اس سطح کے ہیں کہ نظر انداز نہیں کیے جا سکتے ورنہ تو آپ میں اور ہم میں فرق کیا رہ جائے گا۔

کل تک ہم "تحذیر الناس" کی عبارات کی دھجیاں اُڑاتے رہے تو کیا آج ہم اُن دھجیوں کو جوڑنے اور سلانے بیٹھ جائیں گے۔ کل تک ہمارے نزدیک "براہین قاطعہ" اور "حفظ الایمان" کی عبارات ایمان کا خاتمہ کر دینے والی تھیں تو کیا آج وہ عبارات ایمان و یقین میں اضافہ کرنے والی بن جائیں گی۔ نہیں اور کبھی نہیں۔ وہ عبارات کل بھی باطل تھیں آج بھی باطل ہیں اور تا قیامت باطل ہی رہیں گی۔ اور پھر ہمیں اپنے ساتھ چلانے سے قبل ذرا ہمارے بارے میں کچھ فیصلہ تو کر دیجئے کہ ہم اللہ و رسول کے دین والے ہیں یا رضاخانی دین والے۔ ہم سُنّی ہیں یا رافضی، مسلمان ہیں یا مشرک۔

کیا سال دو سال قبل والی تقریریں آپ نے بھلا ڈالی ہیں، اس وقت تو بڑے شد و مد سے ہمیں انگریزوں کا ایجنٹ اور رافضی کہا جاتا تھا آج بھی تو ہمارے عقائد وہی ہیں، آپ کا فتویٰ کیوں بدل گیا؟ کیا کل آپ اپنے اکابر کی کارگزاریوں پر پردہ ڈالنے کے لیے اتنا بڑا جھوٹا پروپیگنڈا کر رہے تھے؟ جس احمد رضا کو کل تک آپ مرزا غلام قادر[1] (جو غلام احمد قادیانی کا بھائی تھا) کا شاگرد بتاتے رہے۔ آج وہ آپ کی دلیل کیا ہوئی۔ آج اُس احمد رضا

---

[1] یاد رہے کہ جس مرزا غلام قادر سے اعلیٰ حضرت نے کچھ تعلیم حاصل کی۔ وہ مرزا قادیانی کے بھائی ہرگز نہیں تھے یہ سب ان دیوبندیوں کی فریب کاریاں ہیں۔ محض نام کی مشابہت ہے۔ جس کی تفصیل سے تردید مولانا حسن علی رضوی صاحب اور مولانا عبدالحکیم شرف قادری صاحب نے اپنی کتب میں کر دی ہے۔

وہ کفریہ عقائد سے توبہ کرلیں۔ لیکن آج ہم آپ کا تعارف ایسے حضرات سے کراتے ہیں جو کل تک تو ہمیں مشرک، بے دین، گمراہ، بدعتی، انگریزوں کے ایجنٹ اور رافضی کہتے کہتے اپنی زبانیں گھسا چکے تھے مگر آج ہم بغیر توبہ کیے اور انہی عقائد پہ قائم رہتے ہوئے ایک دم اُن کو موحد، ایماندار اور سچے پکے سُنی دکھائی دینے لگے ہیں۔

کل تک وہ ہمیں چیخ چیخ کر کہتے تھے کہ آپ کا اور ہمارا راستہ الگ الگ ہے" راہیں جُدا جُدا ہیں، اختلافات اصولی ہیں، عقیدے مُتفاوت ہیں مگر آج اُس سے بھی زیادہ بلند آواز میں ہمیں اپنا بھائی قرار دے رہے ہیں۔ کل تک وہ لوگ بزعم خویش جادۂ حق پہ چلنے والے اور ہم اُن کے خیالات فاسدہ کے مطابق باطل کی تاریک راہوں میں کھوئے ہوئے، وہ قرآن و سُنت پہ عمل پیرا اور ہم ہیر رانجھے اور سیف الملوک کے اشعار الاپنے والے، وہ اللہ و رسُول کے دین پر کاربند اور ہم رضا خانی دین کے مدّاح، وہ خدا پرست ہم قبر پرست، وہ فقر و فاقہ میں زندگی بسر کرنے والے اور ہم مُردوں کا کفن اُتارنے والے، کل تک وہ ہماری اقتدا میں نماز پڑھنے سے گریزاں، ہم نعرۂ رسالت لگائیں تو اُن کی جانب سے شرک و بدعت کے تیروں کی بوچھاڑ، گیارھویں شریف برلٹے ایصالِ ثواب ہو تو خنزیر کی طرح حرام حرام کی گردانیں، علم غیب بعطائے الٰہی بھی صریح شرک اور آج۔ آج یہ سب باتیں طاقِ نسیاں کے حوالے کر کے نعرہ لگایا جا رہا ہے۔

"دیوبندی بریلوی بھائی بھائی"

جب عقائد میں اس قدر تفاوت اور بُعد ہو تو بھائی بھائی کیسے بن گئے حنفی اور سُنی زبان سے کہنا اور بات ہے اور عقائد و افعال سے ثابت کرنا اور بات ہے۔ پہلے دیوبندی اور بریلوی شاید دیوبند اور بریلی کے رہنے والوں کو کہا جاتا ہو مگر آج یہ مستقل نظریے بن چکے ہیں۔ اب عقائد کے لحاظ سے دونوں میں فرق کیا جائے گا۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ دیوبندی حضرات یہ نعرہ کیوں

لگا رہے ہیں، اپنی کانفرنسوں میں نعرۂ رسالت محمد رسول اللہ کا جواز کہاں سے پیدا کر لیا گیا ہے۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یا صحابہ کرام میں سے کسی نے یہ نعرہ لگایا تھا؟ یا "دیوبندی بریلوی بھائی بھائی" کا نعرہ کس حدیث سے ثابت ہے؟۔ کیا دیوبندیوں کے عقائد میں تبدیلی آگئی ہے یا بریلویوں نے دیوبندیت کو اپنا لیا ہے۔ آخر نعرہ "دیوبندی بریلوی بھائی بھائی" کا اجرا کس طرح کر لیا گیا ہے۔ وجہ کیا ہے؟ بات کیا ہے؟ راز کیا ہے؟ راز ہم بتائے دیتے ہیں۔ گرگٹ مزاجی۔ جی ہاں! جس نے بھی گرگٹ کا مزاج پالیا پھر اُس کا ایک ہی رنگ پہ جمے رہنا بعید از قیاس ہے — "سپاہ صحابہ" کے موجودہ سرپرست اور ان کے دیگر ساتھی دیوبندیوں کے نزدیک کل تک احمد رضا خاں انگریزوں کا ایجنٹ تھا لیکن آج بربنائے مصلحت وہ انگریز کا دشمن ہے۔ کل تک احمد رضا خاں بریلوی پکا رافضی تھا آج اُسے کٹر سُنّی کہا جا رہا ہے، کل کے مشرکِ اعظم آج کے موحدِ اعظم ہیں، کل جو ہمارے پیچھے نماز پڑھنے سے بھاگتے تھے آج اعلانیہ پکڑ کر ہمیں آگے کھڑا کرتے ہیں، کل تک گیارھویں شریف خنزیر کا گوشت تھی آج مل کر کھا لینے کو معیوب قرار نہیں دیا جاتا۔ کل تک یارسول اللہ کا نعرہ شرک تھا آج کانفرنسوں میں یارسول اللہ، محمد رسول اللہ دونوں نعرے لگ رہے ہیں لیکن کسی دیوبندی کی اس شرک کے خلاف زبان تک نہیں اُٹھتی۔ کل تک احمد رضا خاں بریلوی اور اُن کے خلفاء بے دین، گمراہ اور ضال و مضل تھے آج "سپاہ صحابہ" والے حضرات اُن کے ناموں پر "رحمۃ اللہ علیہ" لکھ رہے ہیں۔

اے امام احمد رضا! تجھے ہمارا سلام ہو تو نے بدترین دشمنوں سے بھی اپنے نام پر "رحمۃ اللہ علیہ" لکھوا لیا۔

یہ ہے وہ گرگٹ مزاجی اور بدبودار عقیدہ کہ لمحہ لمحہ اپنا رنگ و بو بدلتا رہتا ہے۔ وہ احمد رضا جو ۱۹۲۱ء میں اس دارِ فانی سے رخصت ہو گیا

تن من دھن کی بازی لگا دی گئی، شیعہ سُنّی اختلاف ختم کرنے کا چانس دیا گیا، بڑھ چڑھ کر روپیہ پیسہ لگایا گیا، کہیں لائبریریوں کے نام پر جیبیں بھری گئیں کہیں مدرسوں کی آڑ میں پاکٹیں گرم ہوئیں، کہیں امام باڑوں کے لیے لاکھوں کی تھیلیاں اچھال دی گئیں، الغرض جس طرح اور جیسے ممکن تھا شیعیت کی ترویج و ترقی کے لیے قربانیاں دی گئیں۔ اور ادھر ہمارے سُنّی بھائی اتنے متاثر ہوئے کہ خمینی صاحب کا نام جپنے لگے۔ کھوکھلے اسلامی دعووں پر یقین کر لیا۔ لیکن افسوس کہ اندر کی تاریکیوں اور غلاظت کو جھانک کر دیکھنے کے لیے ان بے چاروں کے پاس نہ بصارت تھے، نہ بصیرت۔ ہمیں اپنے سُنّی بھائیوں سے سخت شکوہ ہے کہ وہ محض اعمال و افعال ہی کو سارا دین سمجھ بیٹھے ہیں۔ عقائد و ایمان کی اہمیت و حیثیت کو یکسر بھلا دیا۔ حالانکہ اعمال کی مقبولیت کا دار و مدار عقائد کی درستی پر ہے بصورتِ دیگر آخرت میں کچھ حصہ نہیں اور ہمیں یہاں یہ بات کہہ دینے میں بھی کوئی عار نہیں کہ ملک کے سربراہوں کو پہلے مذہب سے واقفیت حاصل کرنی چاہیے، بزرگانِ دین کی کتب سے استفادہ کرنا چاہیے۔ آج کے مولویوں پر اعتبار نہ سہی کیا چودہ سو سال کے سارے آئمہ کرام معاذ اللہ محض مُلّاں کہلاتے تھے، تمام سابقہ علمائے احناف کی کتب بحمد اللہ موجود ہیں۔ اُن میں صاف موجود ہے کہ جو قوم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے جاں نثار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین پر دن رات تبرّے بکتی ہو اُس سے میل جول، اُٹھنا بیٹھنا اور محبت و دوستی کا اظہار مسلمان کے لیے جائز نہیں۔ ہمیں سخت افسوس ہوتا ہے کہ آج کے سربراہ دینی معاملات میں بہت پیچھے ہیں۔ اُنہیں پتہ ہی نہیں کہ اسلام میں رواداری کا مطلب و مفہوم کیا ہے، اپنے پروٹوکول پر قدم بہ قدم کاربند نظر آئیں گے مگر اسلام نے جو پروٹوکول عطا فرمایا ہے وہ بالائے طاق رکھ کر بندوں کو خوش کرنے پر مجبور ہیں۔ ان سربراہوں کو پتہ ہی نہیں کہ کس کا جنازہ پڑھنا ہے کس کا نہیں پڑھنا، کس کے مزار پر جانا ہے اور کس کی قبر

سے بچتا ہے۔ ؎

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

ہم ان سربراہانِ مملکت کی خدمت میں فقط اتنی گزارش کرتے ہیں کہ عزت دنیا کے بادشاہوں کے ہاتھ میں نہیں عزت تو اُس احکم الحاکمین کے دستِ قدرت میں ہے جس نے تمام مخلوق میں اپنی بے شمار نعمتیں بانٹ رکھی ہیں، عزت تلاش کرنی ہے تو صرف اُس سے تلاش کیجئے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

بات کچھ دُور نکل گئی۔ عرض یہ کیا جا رہا تھا کہ ایک دیوبندی صاحب فرماتے ہیں کہ مرنے والے مرکھپ گئے، اُنہیں بھول جایئے اور شیعوں کے خلاف کام کرنے کے لیے ہمارے ساتھ متحد ہو جایئے۔ جناب دیوبندی صاحب اللہ کا شکر ہے کہ ہم میں بے شمار ایسے افراد موجود ہیں جو بڑھ چڑھ کر شیعیت کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ اگر مرکھپ جانے والوں کو معاف کر دیا جائے تو پھر آپ سپاہ صحابہ والے خود یعقوب کلینی، مُلّا باقر مجلسی، نوری طبرسی، نور اللہ شوستری اور خمینی صاحب کی کفریہ عبارات پر کیونکر گرفت کرتے ہو وہ بھی تو مرکھپ گئے ہیں اُنہیں معاف کیوں نہیں کر دیا جاتا۔ گڑے مُردے اُکھاڑنے سے کیا فائدہ۔ تو جس طرح کا جواب آپ دیں گے وہی جواب ہمارا سمجھیئے۔

بہرحال توحید کی آڑ میں جس طرح آپ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے کرام کی توہین و تنقیص اور گستاخیاں تقریر و تحریر کرتے آئے ہیں اور کر رہے ہیں وہ کسی صورت نظر انداز کر دینے کے قابل نہیں۔ ہماری دینی غیرت و حمیت یہ گوارا نہیں کرتی کہ آپ سے دوستی کی پینگیں بڑھائی جائیں۔ ہمارے نزدیک جو قرآن مجید کو محرف شدہ اور نامکمل کہے، صحابہ کرام

کو مولانا کہا جا رہا ہے، رحمۃ اللہ علیہ کہا جا رہا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ تقیہ بازی میں دیوبندی حضرات شیعوں کو بھی کوسوں پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ بلکہ تقیہ کی "دولت" تو بڑی فراوانی سے ان (دیوبندیوں) کے گھر میں بھی موجود ہے۔ اس فن میں ان کو مہارت تامہ حاصل ہے۔

جن اکابر علمائے دیوبند کی کتب میں توہین آمیز کلمات پائے جاتے ہیں اور جن پر علمائے مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے علاوہ برصغیر کے جید ترین علماء بھی فتویٰ کفر عائد کر چکے ہیں وہ اکابر آپ کے نزدیک حجۃ الاسلام، قاسم العلوم والخیرات، قطب الاقطاب، حکیم الامت اور شیخ الاسلام کا درجہ رکھتے ہیں۔ بتایئے آپ اور ہم کس طرح بھائی بھائی بن سکتے ہیں۔

آپ کہتے ہیں کہ اُن عبارات میں ایمان کی ایسی حلاوت ہے کہ رُوح خوش ہو جاتی ہے۔ جبکہ ہمارے نزدیک وہ عبارات صریح کفریہ ہیں اور ہم بار بار کہتے ہیں کہ وہ عبارات دیوبندی، بریلوی سے ہٹ کر کسی عیسائی یہودی کے آگے رکھ دیجیے جو اُردو اور اُس کی دیگر ضروریات و لوازمات سے واقف ہو، دیکھئے وہ کیا فیصلہ کرتا ہے۔

ہمارا فتویٰ ہمیشہ سے ایک تھا، ایک ہے اور ایک رہے گا۔ ہم گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے والے نہیں۔ آپ لوگ جہاں جس قسم کا ماحول دیکھتے ہیں وہی رنگ اختیار کر لیتے ہیں۔

جب تک شیعوں کے خلاف "سپاہ صحابہ" کی سیاسی تحریک[1] نہیں چلی تھی اُس وقت تک ہم بے ایمان، مشرک، بدعتی اور رافضی تھے لیکن آج اُنہی عقائد کی موجودگی میں آپ ہی کے نزدیک پکے سچے مومن، سُنّی اور مُوَحِّد ہیں۔

---

[1] دیوبندیوں اور شیعوں میں سیاسی اختلاف ہے وگرنہ مذہبی حیثیت میں دونوں برابر ہیں۔ مزید وضاحت کیلئے مولانا حسن علی رضوی صاحب کا پمفلٹ غلط فہمی کا ازالہ پڑھیں۔ (ادارہ)

آپ کی اس گرگٹ مزاجی پر حیرت کے سمندر میں ڈوب جاتے ہیں۔

دو تین سال قبل تک تو موجودہ صدر "سپاہِ صحابہ" احمد رضا خان بریلوی کو مرزا غلام احمد قادیانی کا ہم خیال ثابت کرنے کے لیے پیدائش اور وفات کی تاریخوں میں مماثلت پیدا کرکے طعن و تشنیع و تشدد کی آگ بھڑکا رہا تھا آج خود ہی اُس آگ پر پانی کس لیے ڈالا جارہا ہے۔ موصوف ایک تقریر میں فرماتے ہیں کہ مرزا پیدا ہوا ۱۸۴۲ء میں اور مرا ۱۹۰۸ء میں، جبکہ احمد رضا خان پیدا ہوئے ۱۸۵۶ء میں اور وفات پائی ۱۹۲۲ء میں۔ اور کہا کہ دیکھیے دونوں کی پیدائش اور وفات میں چودہ چودہ سال کا فرق ہے۔ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْن۔ ہم ڈنکے کی چوٹ پر کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کی وفات ۱۹۲۱ء میں ہوئی۔ فاروقی صاحب کا ۱۹۲۲ء بتانا صریح اور جیتا جاگتا جھوٹ ہے۔

انگریزوں کے ہی بتائے ہوئے فارمولے پر اب تک آپ عمل کر رہے ہیں جیسا کہ ٹانڈوی صاحب وغیرہ بھی آپ کو یہ سبق یاد کرا گئے ہیں کہ جھوٹ اسقدر بولو کہ اُس پر سچ کا گمان ہونے لگے۔

ایک اور دیوبندی صاحب فرماتے ہیں کہ اب لکھنے والے دُنیا سے گزر گئے، مر کھپ گئے گڑے مُردے اُکھاڑنے سے کیا فائدہ؟ جو کام ہے اب کرنے کا وہ کیجیے۔ دیکھیے سرِعام منبروں پر صحابہ کرام پر تبرا بازی ہوتی ہے۔ یہ ہوتا ہے وہ ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ہمیں اس بات کا مکمل احساس ہے کہ جب سے خمینی صاحب گھوم گھما کر واپس آئے ہیں اور اُنہیں پورے ملک کی سربراہی حاصل ہوگئی تو اُنہوں نے جی بھر کر شیعیت کے فروغ کے لیے کام کیا۔ بظاہر اصلاحی انقلاب کی آڑ میں وہ کھیل گئے کہ بے شمار سادہ لوح مسلمان اُن کی میٹھی چپڑی باتوں میں پھنس کر رہ گئے۔ خفیہ طور پر بھی اور اعلانیہ بھی دوسرے ملک کی تنظیمیں یہاں بھی بنائی گئیں، رسائل و جرائد جاری کیے گئے۔ اپنے مسلک کے فروغ کے لیے

آج اچانک مسلمان کیسے ہو گئے۔ ہمارے عقائد میں جب فرق ہی نہیں پڑا تو مسلمان کیسے ہو گئے۔ بس ہمارا مدعا فقط اتنا ہے کہ ہم اپنی ملت و قوم پر اس بات کو واضح کر دیں کہ آپ کل سچے تھے یا آج سچے ہیں؟

سپاہ صحابہ والو! ہم آپ کا متضاد رویہ دکھانا چاہتے ہیں۔ آپ ہمیں مشرک کہیں تو کیا ہم آنکھیں بند کر لیں، آپ ہمیں رافضی کہیں تو کیا ہم زبانوں کو مقفل کر دیں۔ آپ ہمیں ننگی گالیاں دیں ہم برداشت کر لیں گے مگر آپ ہمیں رافضی کہیں۔ ہم برداشت نہیں کریں گے۔

ہم سرپرست "سپاہ صحابہ" سے پوچھتے ہیں کہ کل تک جو ہمیں رافضی کہا جاتا رہا کیا وہ قرآن و سنت کی روشنی میں کہا گیا یا محض گپیں تھیں۔ اگر قرآن و سنت کی روشنی میں تھا تو آج قرآن و سنت کے خلاف ہمیں سُنّی کیونکر کہا جانے لگا ہے۔ جو عقیدہ قرآن و سنت میں کفریہ ہو، مشرکانہ ہو وہ ہمیشہ کفریہ مشرکانہ رہے گا۔ آج سے پانچ سال قبل ہم جن عقائد کی بنا پر رافضی تھے۔ پانچ سال بعد قرآن کی کس نص سے ہم سُنّی بن گئے ہیں؟

مرزا غلام احمد ۱۹۰۱ء میں بھی کافر تھا اور آج بھی کافر ہے، تا قیامت پکا کافر رہے گا۔ اگر ضیاء الرحمٰن صاحب کے نزدیک احمد رضا کل تک رافضی تھا تو اب ایک دم وہ "رحمۃ اللہ علیہ" کیسے ہو گیا۔ اگر آپ خود نہیں کہتے تو اپنے کارکنوں کو ایسا کرنے کی اجازت کس لیے دے رکھی ہے جب یعقوب کلینی، باقر مجلسی اور دیگر اکابرین شیعہ کے ناموں پر رافضی ہونے کی وجہ سے رحمۃ اللہ علیہ نہیں لکھا جاتا وہاں احمد رضا خاں جو بقول آپ کے رافضی تھا اس کے نام پر رحمۃ اللہ علیہ چہ معنی دارد؟ کیا یہ بات اسلام میں جائز ہے کہ ایک رافضی کو کافر کہا جائے اور دوسرے رافضی کے نام پر رحمۃ اللہ علیہ لکھا جائے۔

فاروقی صاحب! ہمارے پاس آپ کی تقریر کی ایک کیسٹ محفوظ۔

ہے۔ یہ جھنگ کی تقریر ہے۔ ذرا اپنی تقریر کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔

"مولوی احمد رضا کے باپ کا نام تھا مولوی نقی علی، دادے کا نام تھا مولوی کاظم علی، پردادے کا نام تھا مولوی تقی علی، یہ علیحدہ بات ہے کہ یہ نام سُنیوں والے ہیں یا شیعہ والے ہیں؟ میرے پاس ساٹھ دلیلیں ہیں کہ احمد رضا بریلوی رافضی تھا۔ میں چیلنج کرتا ہوں کہ میرے چیلنج کو قبول کریں کہ احمد رضا بریلوی رافضی تھا۔"[1]

اب "دیوبندی بریلوی بھائی بھائی" کا نعرہ لگاتے ہیں جبکہ اس تقریر میں یہ نعرہ بھی موجود ہے۔

"شیعہ بریلوی بھائی بھائی، شیعہ بریلوی بھائی بھائی"

یہی سرپرست "سپاہ صحابہ" جناب بریلویوں کو بطورِ تقیہ بھائی کہتے ہیں ان کی تقریر کے یہ الفاظ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

"ہم تمہیں کیسے مانیں جناب کہ تم اہل سُنت کی اولاد ہو تم تو خود شیعہ کی اولاد ہو۔"

آج جو یہ سرپرست صاحب اپنے پمفلٹوں اور تقریروں میں فرماتے ہیں کہ دیوبندی بریلوی جھگڑا کوئی جھگڑا نہیں، بریلوی ہمارے بھائی ہیں ان کی تقریر کے یہ الفاظ غور سے پڑھیں۔

"میرا چیلنج قبول کرنے کی جرأت کسی احمد رضا خاں کے حلالی بیٹے میں نہیں۔"

اس اردو تقریر میں ایک موقعہ پر جب سامعین کی طرف سے یہ نعرہ لگا "بریلویوں پہ لعنت بے شمار" تو موصوف پنجابی میں فرمانے لگے۔

"ان پر لعنت تب بھیجو جب لعنت خود ہی نہ جا رہی ہو۔ ان پر تو لعنت

---

[1] تقریر ضیاء الرحمٰن فاروقی سرپرست "سپاہ صحابہ"۔

پر تبرّے بازیاں کرے وہ بھی قابلِ نفرین ہے اور جو اللہ ورسول (جلّ مجدہٗ وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شان میں نجدی زبان استعمال کرے وہ بھی لائقِ ملامت ہے۔ ہمیں اللہ اور اُس کے رسول کی عزّت وعظمت ہر چیز سے مقدم ہے۔

تمہید کچھ طوالت اختیار کر گئی ہے۔ آمدم بر سرِ مطلب۔ "سپاہِ صحابہ" کے موجودہ سرپرست ضیاء الرحمٰن فاروقی صاحب جن کو اُن کے عقیدت مند مؤرخِ اسلام کہتے ہیں، پہلے بھی سنبھالے نہیں سنبھلتے تھے اب تو ماشاء اللہ "چھلّے" بھی پڑ گئے ہیں۔ تو یہ صاحب دراز عرصہ تک اہلِ سنت وجماعت کے خلاف سخت زبان استعمال کرتے رہے۔ اہلِ سنّت کی مقتدر شخصیات خصوصاً اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی پر گالیوں کی بارش برساتے رہے۔ "بہتانوں کا التزام بہت کیا گیا۔ ایک یہ کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی انگریزوں کے ایجنٹ تھے۔ انہیں فاروقی صاحب، میر جعفر، میر صادق اور مرزا قادیانی کی صف میں شمار کرتے تھے اور دوسرا یہ کہ مولانا احمد رضا خاں سُنّی نہیں تھے بلکہ رافضی تھے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

انہی دنوں اُردو بازار لاہور کے ایک کتب خانہ میں ڈاکٹر خالد محمود صاحب دیوبندی کی کتاب "مطالعہ بریلویت" پر بھی نظر پڑی۔ جس کی تین جلدیں آ چکی ہیں۔ اُس کی ایک جلد میں وہی پُرانے احسان الٰہی ظہیر کی "البریلویہ" والے مضامین اس میں درج کر دیے گئے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب "غلط فہمی نہ ہو" کا عنوان دے کر لکھتے ہیں:

> مولانا احمد رضا خاں کی اس دبی شیعیت میں یہ وہم نہ ہو کہ اگر آپ شیعہ ہوتے تو شیعوں کے خلاف ردّ الرفضہ نہ لکھتے اس میں آپ نے تمام شیعوں کو کافر کہا ہے اور اپنے آپ کو حنفی ظاہر کیا ہے، اس غلط فہمی سے بچنے کے لیے آپ شیعہ مجتہد قاضی نور اللہ شوستری (۱۰۱۹ھ) کے مندرجہ ذیل بیان

پر غور کریں۔ ایسے لوگوں کی کبھی کمی نہیں رہی۔

"چونکہ علمائے شیعہ اصحاب شقاو شقاق کے طویل غلبے اور اہل تغلب و نفاق کے بر سرِ اقتدار ہونے کے باعث ہمیشہ گوشہ تقیہ میں چھپے اور مخفی رہے ہیں اس لیے وہ اپنے آپ کو شافعی یا حنفی ظاہر کرتے رہے ہیں۔"

(مجالس المؤمنین جلد ا صفحہ ۲)[1]

آگے صفحہ ۲۰۵ پر لکھا ہے:-

اُس پس منظر میں جب ہم مولانا احمد رضا خاں اور ان کے مسلکی تطورات پر غور کرتے ہیں تو اندر کی بات یہی سامنے آتی ہے کہ مولانا احمد رضا خاں اندر سے ہرگز اہل سُنّت میں سے نہ تھے۔"[2]

دیگر دیوبندی مولوی بھی اس الزام اور بہتان کو وقتاً فوقتاً دُہراتے رہتے ہیں۔ البتہ "سپاہ صحابہ" کے وجود کے آنے کے بعد رفتہ رفتہ یہ بہتان معدوم ہو رہا ہے۔ لیکن وقتی طور پر کسی چیز کا دب جانا یا اُس کے متعلق زبان نہ کھولنا اور بات ہے، اُس کے متعلق ان کا عقیدہ کیا ہے، دل میں سمجھتے کیا ہیں، یہ دوسری بات ہے۔ آج مرزائیوں کے خلاف کوئی بھی نہیں بولتا۔ تو کیا اس کا مطلب یہ سمجھ لیا جائے کہ ہم اُنہیں مسلمان جاننے لگے ہیں۔ یعنی جس شدومد سے پہلے اُنہیں ننگا کیا جاتا تھا اور اسلام کا دفاع کیا جاتا تھا اُس طریقے سے اب ضرورت بھی نہیں رہی۔ تو اس کا معنیٰ و مراد یہ تو نہیں ہو سکتا کہ ہم اُن کے خلاف ہی نہیں رہے۔

ہم "سپاہ صحابہ" سے فقط یہ پوچھتے ہیں کہ وہ ہمارے خلاف زبان تو نہیں اُٹھاتے مگر دل سے کیا سمجھتے ہیں۔ اگر کہیں کہ مسلمان! تو دُنیا کے سب سے بڑے جھوٹے یہ لوگ ہوں گے۔ کیونکہ کل تک ہم رافضی اور بدعتی تھے

---

[1] مطالعہ بریلویت ص ۲۰۴ جلد سوم مطبوعہ دار المعارف لاہور ستمبر ۱۹۸۸ء [2] مطالعہ بریلویت ص ۲۰۵ جلد سوم

بلکہ صرف حقانیت مقصود ہے۔

سوالات نہایت صاف ستھرے، سنجیدہ اور واضح بیان کیے جا رہے ہیں ان کے جوابات بھی اسی طرح نہایت واضح اور روشن ہوں، جوابات میں غصہ، جھنجھلاہٹ، جذباتیت اور تنفر کی آمیزش ہرگز نہ ہو۔ خیال رہے کہ جس ترتیب سے سوالات درج ہیں، عین اسی ترتیب سے جوابات بھی تحریر فرمائے جائیں۔

سنا ہے کہ آپ نے کئی تقاریر (یا کسی ایک تقریر) میں جناب احمد رضا خاں بریلوی کو بتیس، چھتیس وجوہ سے مضبوط دلائل کے ساتھ شیعہ ثابت فرمایا ہے تو

① پہلا سوال یہ ہے کہ کیا واقع کسی تقریر میں آپ نے احمد رضا خاں بریلوی کو دلائلِ حقہ سے شیعہ ثابت فرمایا ہے؟

② دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر واقعی آپ نے انہیں شیعہ ثابت کیا ہے تو کیا اس سے قبل آپ کے اکابر علمائے دیوبند میں سے بھی کسی نے اُن کو شیعہ ثابت کیا ہے یا پہلے فرد آپ ہیں جن کو احمد رضا خاں بریلوی کے اصل عقیدے کا انکشاف ہوا؟

③ تیسرا سوال یہ ہے کہ اگر اکابر علمائے دیوبند میں سے کسی نے پہلے شیعہ ثابت کیا ہے (کہ جس کو بنیاد بنا کر آپ نے دلائل دیے ہیں) تو اُن علماء کے اسمائے گرامی کیا ہیں اور کس کتاب میں یہ ثبوت موجود ہے؟

④ چوتھا سوال یہ ہے کہ اگر اس سے قبل اکابر علمائے دیوبند میں سے کسی ایک نے بھی انہیں شیعہ قرار نہیں دیا تو اس کی کیا وجوہات تھیں؟ تحریر فرمائیں (یہ اکابر بھی ایک شیعہ کو کافر نہ کہہ کر کسی فتوے کی زد میں ہوئے)

⑤ پانچواں سوال یہ ہے کہ اگر آپ نے ہی سب سے پہلے انہیں شیعہ کہا ہے تو قرآن و حدیث کی روشنی میں چند ایک مضبوط دلائل آپ کے

تیزی نہیں دکھائی۔ جذبات سے کام نہیں لیا بلکہ بہت انتظار کیا۔ ہر طرف سے جب مکمل مایوسی کا شکار ہو گئے تو اب یہ سوالات اشاعتی صورت میں آپ کے سامنے موجود ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے۔

جناب ضیاء الرحمٰن فاروقی صاحب سرپرست اعلیٰ "سپاہ صحابہ" پاکستان کے نام

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم۔ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ اجمعین ۝

امابعد۔ آپ ایک دراز عرصہ تک ردِّ بریلویت میں تقریریں فرماتے رہے ہیں جن کو آپ کے حلقے میں خاص ذوق و شوق سے سُنا اور پسند کیا جاتا رہا۔ اس وقت "سپاہ صحابہ" سے وابستگی کی وجہ سے آپ صرف ردِّ شیعیت کے بارے میں اظہارِ خیال فرماتے ہیں اور بظاہر کسی اسٹیج پر آپ بریلویوں کے خلاف بیان کرنے سے گریز فرماتے ہیں۔ شاید کبھی کہیں جزوی طور پر یا اپنے مخصوص حالات اور حلقے میں ان کے خلاف اب بھی بولتے ہوں گے مگر بالعموم ایسا دیکھا نہیں گیا۔ لیکن ایک بات تو واضح ہے کہ جس دَور میں آپ بریلویوں کے خلاف جو کچھ بیان فرماتے رہے ہیں وہ اب بھی آپ کے نزدیک درست اور صحیح ہو گا۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ اُس وقت کا اپنا کہا ہوا اس وقت آپ خود ہی جھٹلا دیں۔ جس چیز کو آپ نے اُس وقت حق سمجھا تھا وہ اب بھی آپ کے نزدیک حق ٹھہرے گا نہ کہ باطل قرار پائے گا کیونکہ اس وقت بھی آپ اُسی مسلک و مشرب سے وابستہ ہیں جو شروع سے آپ نے پسند فرمایا۔

اگر آپ کے سابقہ دَور کی رَوِش اور موجودہ رویے کے حوالے سے سوالات کی صورت میں چند ایک معروضات پیش کر دی جائیں تو یقین ہے کہ آپ کی طبع نازک پہ بارِ گراں نہیں گزرے گا۔ بلکہ بندہ کو افتراق و انتشار اور فتنہ و شر مطلق نہیں

⑪ گیارھواں سوال یہ ہے کہ اب آپ کا عقیدہ اُن کے متعلق بدل چکا ہے یا وہی ہے

(الف) اگر وہی ہے تو شیعہ ہونے کی وجہ سے آپ انہیں کافر کیوں نہیں کہتے؟

(ب) اگر عقیدہ بدل چکا ہے تو آپ اس کا برسرِ منبر اعلان کیوں نہیں فرماتے؟ (یعنی پہلے تو میں احمد رضا خاں کو شیعہ کہتا تھا، اب میں نے توبہ کر لی ہے، وہ شیعہ نہیں تھے بلکہ صحیح سُنّی العقیدہ مسلمان تھے۔ میرے کہے کو درست نہ سمجھا جائے)

(ج) اگر وہ سُنّی العقیدہ مسلمان تھے تو آپ اُنہیں شیعہ گو یا کافر کہہ کر کیا خود اپنی تکفیر نہیں کر گئے؟

(د) اس وجہ سے آپ پر سرِ عام توبہ ضروری ٹھہری یا نہ؟

درج بالا گیارہ سوالات کا مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ آپ سے سوالات کا یہ پہلا مرحلہ ہے اگر آپ نے سنجیدگی سے جوابات دے دیے تو سوالات کا ایک مرحلہ ابھی اور بھی باقی ہے۔ جو آپ کے اکابر علمائے دیوبند کے شیعی نقطۂ نظر پر مبنی ہوں گے۔ امید ہے کہ درج بالا سوالات کے جوابات آپ انتہائی ذمہ داری سے عنایت فرمائیں گے۔ جوابات میں کسی قسم کی لاگ لپیٹ اور ابہام نہ پایا جائے۔ سوالات کے اندر (ا، ب) جزو کے بھی اسی طرح (ا)، (ب) لکھ کر جوابات ارشاد فرمائے جائیں۔ یعنی پوائنٹ ٹو پوائنٹ

(Point to Point)

خاص نوٹ "میں اب دیوبندی بریلوی نزاع سے کنارہ کش ہو چکا ہوں" آپ کا یہ عذر "عذرِ گناہ بدتر از گناہ" کے مصداق قطعی طور پر قابلِ قبول نہ ہوگا۔ جواب سے اگر گریز فرمایا گیا تو چار دفعہ مزید اس کی کاپیاں ارسال کی جائیں گی پھر بھی جواب نہ دیا گیا تو ان سوالات

کی اشاعت پر پھر آپ کو ناراضگی کا اظہار بھی نہیں کرنا چاہیے۔

اس کے بعد ہم اتنا عرض کردیں کہ الحمد للہ ہم پکے اور سچے حنفی اہل سنت وجماعت ہیں اور ہمارا عقیدہ رافضیت کے متعلق وہی ہے جس کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے ردّ الرفضہ میں پیش فرمایا ہے۔ ہم نے اُن کے باطل عقائد کا ہمیشہ رد کیا ہے۔

ہمارا ایمان یہ ہے کہ اگر اعلیٰ حضرتؒ نے روافض پر گرفت فرمائی تو وہ بھی درست تھی اور اگر آپ کے اکابر پر فتویٰ جاری کیا تو وہ بھی درست تھا۔ وہ اپنے پرائے، چھوٹے بڑے سرکاری غیر سرکاری، عوام اور خواص میں بلا تمیز گرفت فرماتے تھے یہی اُن کا طرۂ امتیاز ہے۔ آپ اُن کو بھی رافضی نہ کہتے اگر اُن کا فتویٰ آپ کے اکابر پر نہ ہوتا۔ آپ کے زیر سرپرستی شائع ہونے والا پرچہ "خلافت راشدہ" کے بے شمار پرچوں میں سے صرف ایک شمارہ لے کر آپ کو بتاتے ہیں کہ جس شخص کے متعلق آپ کا خیال یہ ہے کہ وہ رافضی تھا، یہ شمارہ کیا کہتا ہے۔ ہم محرم الحرام ۱۴۱۲ھ کا شمارہ لے رہے ہیں۔

① اس شمارہ میں ٹائٹل کے اندرونی صفحہ پر ایک اشتہار "اہل سنت ہوشیار باش" کے عنوان سے شائع ہوا جس کے اوپر والے بائیں کنارے پر یا رسول اللہ درج ہے۔ ہمارے پاس جو تقریر آپ کی محفوظ ہے اُس میں آپ نے نعرہ یا رسول اللہ پر اعتراض کیا ہے۔ آپ کی زیر نگرانی قائم ہونے والے اس شمارے میں "یا رسول اللہ" کیونکر چھپ گیا؟ اگر کوئی بات کہنے میں شرک و بدعت ہے تو وہ لکھنے میں بھی شرک و بدعت ہوگی۔ آخر کس مصلحت کے تحت "یا رسول اللہ" لکھا گیا۔ کیا اس طرح کہنا لکھنا جائز ہے۔

② صفحہ ۸ کالم ۳ پر "اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلویؒ" لکھا گیا ہے لفظ بریلوی پر "رح" موجود ہے۔ جس کا مطلب ہے رحمۃ اللہ علیہ۔ اگر احمد رضا خاں رافضی تھا تو آپ نے کیا مدیر خلافت راشدہ کو اس کے خلاف

کوئی تنبیہ کی ہے۔ اگر نہیں تو کیا مصلحت ہے؟

② صفحہ ۱۲ پر آپ کا خطاب درج ہے۔ یہ خطاب آپ نے "امیر عزیمت حق نواز شہید کانفرنس" اسلام آباد میں ۲ جون ۱۹۹۱ء کو کیا۔ ص۱۲ کے کالم ۲ پر اپنے بیان کا یہ حصہ ملاحظہ کریں۔

"سپاہ صحابہؓ پاکستان کی وہ جماعت ہے جس نے بریلوی دیوبندی اہل حدیث کے تنازعات کو ختم کر کے تمام اہل سنت کو ایک پلیٹ فارم پہ جمع کر دیا ہے۔"

آپ نے تو اپنی بے شمار تقریروں میں چیلنج کر کر کے اور "ستائیس دلیلوں" کے ساتھ احمد رضا خاں کو رافضی اور دیگر بریلویوں کو شیعہ کی اولاد کہا تھا۔ اب اچانک ان بریلویوں کو سُنی کیوں سمجھ لیا گیا۔ جب بریلوی شیعہ کی اولاد ہیں تو ان کو تقیہ کے طور پر اہل سُنت کا لقب دے کر ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کا ڈھونگ کیونکر رچایا جا رہا ہے۔ آپ کی تقریر کے وہ سابقہ الفاظ درست ہیں یا اس تقریر کے مذکورۃ الصدر الفاظ؟

ویسے بائی دی وے (سرِ راہ) یہ احمد رضا خاں بریلوی کس قسم کے رافضی تھے کہ آپ جیسے متشدد حضرات بھی اُنہیں اپنا کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ یہ کہیں اعلیٰ حضرتؒ کی کرامت تو نہیں کہ جو رافضی کہہ کہہ کر دم نہیں لیتا تھا وہی اُنہیں اہل سُنت ماننے پر مجبور ہو گیا ہے۔ ہمیں تو ڈر ہے کہ آج آپ جن کو رافضی رافضی کہہ رہے ہیں کہیں کل انہیں بھی کسی مصلحت اور غرض کے زیرِ اثر اپنے ساتھ ملانے پر مجبور نہ ہو جائیں، جب آپ اپنی ہی باتوں پر قائم نہیں رہتے تو آپ کا اعتبار کس طرح کیا جا سکتا ہے۔ ویسے کوئی شیعہ ہی آپ سے پوچھ بیٹھے کہ احمد رضا خاں رافضی تھا یا سُنی، اپنی سابقہ تقاریر کی روشنی میں جواب عنایت فرمایئے۔ تو فاروقی صاحب آپ کیا جواب دیں گے؟

③ ص۱۲ کالم ۳ میں آپ فرماتے ہیں:-

"میرے بھائیو! پاکستان کے مولویو، پیرو، چوہدریو، بریلویو، دیوبندیو، اہلِ حدیثو!"

دیکھا آپ نے ہمیں بھی "بھائیو" کہہ کر پکارا ہے۔ ظاہر ہے آپ کے نزدیک کُلُّ مُؤمِنٍ اِخْوَۃٌ درست ہی ہوگا۔ تو کل تک جو شیعہ کی اولاد تھے اور آج بھی اُن کے وہی عقائد ہیں وہ مومن ہوکر آپ کے بھائی کیسے بن گئے۔ آپ کی یہ بات سچی ہے یا وہ؟ ویسے آپ کے خیال میں تقیہ کسے کہتے ہیں، تعریف تو کیجئے ذرا؟

⑤ ص ۲۷ کالم ۳ پر ماسٹر حق نواز فقیر والی سے رقمطراز ہیں:-

"پاکستان میں سُنّیوں کی تعداد ۹۸٪ ہے اور شیعوں کی تعداد تقریباً ۲٪ ہوگی۔"

یہ بات تو مسلّم ہے کہ ۹۸٪ دیوبندی اس ملک میں نہیں رہتے۔ ظاہر ہے سوادِ اعظم بریلوی ہی ہیں اور سُنّیوں کے نام سے معروف ہیں۔ اور یہ سب اعلیٰ حضرت بریلوی کے عقیدت مند ہیں۔ تو کیا ماسٹر حق نواز صاحب اور مدیر کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ یہ سب شیعوں کی اولاد ہیں، آخر فاروقی صاحب کہہ رہے ہیں وہ کوئی غلط تھوڑا ہی کہہ رہے ہیں کہ بریلوی شیعوں کی اولاد ہیں تو ماسٹر صاحب نے سُنّیوں کی گنتی میں بریلویوں کو کیسے شامل فرمالیا۔ کیا آپ نے آئندہ کے لیے مُدیر صاحب کو تنبیہ کی ہے کہ سُنّیوں کی آبادی اتنی درج نہ کی جائے؟

اس کے علاوہ انجمن سپاہِ صحابہ نے ایک پمفلٹ بعنوان "شیعہ کافر ہیں" شائع کر رکھا ہے۔ جس کے ٹائٹل پر یہ الفاظ بھی درج ہیں:-

"مفتیٔ اعظم پاکستان کا فتویٰ مع تصدیقات"! اس کے صفحہ ۱۰ پر سپاہِ صحابہ نے اپنی طرف سے عنوان دیا ہے۔

"فاضل بریلی مولانا احمد رضا خاں صاحبؒ کا فتویٰ"

کتنی عجیب بات ہے کہ انجمن کا سربراہ کہے کہ مولانا احمد رضا خاں رافضی، اور ستائیس دلیلوں کے جلو میں کہے، برسرِ عام کہے، چیلنج کرے، اور انجمن کے کارکن اُس کے نام پر رحمۃ اللہ علیہ لکھیں۔ ؏

بریں عقل و دانش بباید گریست

ایک اور پمفلٹ سپاہِ صحابہ کی طرف سے بہت زیادہ تقسیم کیا گیا — جس پر لکھا ہے :-

"اہلِ سُنّت و جماعت علماءِ بریلی کے تاریخ ساز فتاویٰ"

اس کے ص۱، ص۳ اور ص۴ پر "اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا بریلویؒ" درج ہے۔ ص۴ پر لکھا ہے :-

"اعلیٰ حضرتؒ کی تصانیف ردِّ شیعیت میں"

اس عنوان کے نیچے ردِّ شیعیت میں لکھے گئے رسائل کے نام درج ہیں۔ اب ہمیں یہ معلوم نہیں ہو رہا کہ سرپرست سچّا ہے یا کارکن۔ اگر غلطی سے ایسا ہو گیا ہے تو کیا آئندہ کے لیے خبردار کر دیا گیا ہے۔

اب سنہ ۱۹۹۲ء میں فاروقی صاحب غصے میں آ کر اگر کہہ ہی دیں کہ جاؤ بریلویو! ہم تمہیں رافضی ہی سمجھتے ہیں تو یہ اُن کی تیسری حماقت ہوگی۔ کہ ایک دفعہ رافضی کہا۔ دوسری بار سُنّی کہتے رہے اور جب سوالات پوچھے گئے تو پھر رافضی کہہ دیا۔ ان تین ادوار میں سے کس دَور کی بات کو آخر صحیح سمجھا جائے گا۔ ؏

کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے

آپ نے تقریر میں فرمایا ہے کہ احمد رضا، نقی علی، کاظم علی وغیرہ شیعوں والے نام ہیں لہٰذا ثابت ہوا اعلیٰ حضرتؒ شیعہ تھے، پہلی بات یہ کہ محض ناموں کی وجہ سے کسی کو رافضی قرار دینا پہلے درجے کی حماقت ہے دوسرے یہ کہ یہ اسمائے گرامی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اپنی اولاد

کے ہیں۔ اگر کوئی صحابہ کے نام پر نام نہ رکھے اور صرف اہل بیت اطہار کے نام رکھتا ہے تو کیا یہ اسلام میں ناجائز ہے؟ اگر شیعوں کی ہر مشابہت سے بچا جائے تو اس طرح فاروقی صاحب آپ کا جینا بھی محال ہو جائے گا۔ وہ اللہ کو ایک مانتے ہیں تو جب وہ اللہ کو ایک مانتے ہیں تو آپ کو ایک اللہ کو ماننا چھوڑ دینا چاہیے اس لیے کہ شیعہ ایک مانتے ہیں۔ وہ قبلہ کی طرف منہ کر کے اپنی عبادت کرتے ہیں تو کیا آپ کو قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ وہ روزے رکھتے ہیں تو پھر آپ روزے ترک کر دیں۔ پھر تو ایک مصیبت کھڑی ہو جائے گی۔ وہ منہ سے کھانا کھاتے ہیں آپ کیا طریقہ اختیار کریں گے۔ ایک شیعہ بھی کھانا کھا رہا ہو اور آپ بھی کھانا کھانے میں مشغول ہوں تو دیکھنے والا شیعہ دیوبندی کا فرق کس طرح کر سکے گا۔ ظاہر ہے آپ کو طریقہ بدلنا پڑے گا۔ آپ تو پھر نہ آنکھوں سے دیکھیں، نہ کانوں سے سنیں، نہ ہاتھ پاؤں سے کام کریں، سب کو بدل ڈالیں۔ اُن سے مشابہت جو ہوگی۔ پھر تو آپ پانی سے وضو بھی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ شیعہ بھی وضو کے لیے پانی استعمال کرتے ہیں آپ مٹی کا تیل استعمال کر لیا کریں۔ دل تو صاف نہیں ہوگا البتہ ظاہری جراثیم مر جائیں گے (رفع حاجت کے مسئلے پر ہم آپ کی توجہ مبذول نہیں کراتے)

اور جناب فاروقی صاحب! اگر حسن، نقی، تقی وغیرہ شیعوں کے نام ہیں تو ہم آپ کو زیادہ دُور نہیں لے جاتے۔ صرف اپنے قطب الاقطاب اور مطاع الکل جناب رشید احمد گنگوہی صاحب کی سوانح عمری اٹھا لیجیے جس کو "تذکرۃ الرشید" کہتے ہیں۔ مولوی رشید احمد صاحب کا سلسلہ نسب باپ کی طرف سے یوں درج ہے:۔

"مولانا رشید احمد، بن مولانا ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش بن قاضی غلام حسن بن قاضی غلام علی بن قاضی علی اکبر"[1]

---

[1] تذکرۃ الرشید ج اوّل ص۱۳

اور ذرا اپنے مولانا کے حقیقی ماموں دیکھیے لکھا ہے :-

"آپ کے چار حقیقی ماموں تھے جن میں سب سے بڑے جناب مولانا محمد نقی صاحب جو حضرت کے خسر بھی ہیں اور منجھلے مولوی محمد تقی صاحب"[1]

"رشید احمد صاحب کے مشہور اُستاد یہی اُستاد الکل حضرت مولانا مملوک العلی صاحب ہیں"[2]

"حضرت نے کئی مرتبہ دریافت فرمایا کہ مولوی محمد حسن نہیں آئے"[3]

"مولانا علی رضا صاحب حضرت کے شاگرد ہیں"[4]

اسی تذکرۃ الرشید میں جا بجا منشی محمد حسن، مولوی ممتاز علی انبیٹھوی، صوفی کرم حسین، پیرجی محمد جعفر صاڈھوری، نثار علی، مولوی حیات علی، مولوی ولایت حسین، محمود حسین، نظم حسین، میر واجد علی قنوجی اور میر محبوب علی دہلوی عطر فروش کے نام مختلف روایات سے درج ہیں۔

اسی طرح مظاہر العلوم سہارنپور کے مدرس احمد علی، فیض الحسن، اور سعادت علی وغیرہ بھی تھے۔ مختصر یہ کہ مولوی محمد قاسم نانوتوی، حسین احمد، محمود الحسن، اشرف علی، احمد علی، حسین علی واں بھچراں، مرتضیٰ حسن، چاند پوری، ذوالفقار علی دیوبندی (شارح قصیدہ بردہ) یہ سب نام ایسے ہیں کہ فاروقی صاحب کے فارمولے کے مطابق سب پہ بے دھڑک شیعیت کی چھاپ لگادی جائے۔

ہمارا ایک نکتہ سب کے لیے یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جس عقیدے یا جن خیالات کی بنیاد تعصب پر قائم ہو سارے قرآن مقدس اور ذخیرہ احادیث کی دلیلیں بھی اُس کے لیے مفید نہیں۔ البتہ ربّ کائنات جسے ہدایت دے۔ وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝

---

[1] تذکرۃ الرشید ج اول صفحہ ۱۰ [2] ایضاً ج اول ص ۲۶ [3] ایضاً ص ۹۹ ج دوم [4] ایضاً ص ۲۲ ج دوم۔

یا اللہ جل جلالہ

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خبردار

محاذ آرائی، تخریب کاری و قانون شکنی سے بچو۔

حضرات اہل علم بالخصوص سپاہ صحابہؓ و اہل تشیع کے سرکردہ افراد

مسمّٰی بہ

غلط فہمی کا ازالہ

تالیف: حضرت مولانا محمد حسن علی صاحب مدظلہ میلسی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَآلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْن ،

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض علماء "اہلحدیث و دیوبند" وقتاً فوقتاً تقریر و تحریر میں بریلوی اہلسنت کا تشیع سے مسلکی ناطہ جوڑنے اور غلط فہمی پھیلانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ الزام "آئینہ میں اپنا منہ دیکھنے" کے مترادف ہے۔ اور درحقیقت خود ان معترضین کا اہل تشیع سے کافی حد تک اندرونی و مسلکی اتحاد ہے۔ تفصیل کے لئے بعض دلائل حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

— ۱ —

"شیعہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو (معاذ اللہ) کافر و ملعون و مردود کہتے ہیں۔ جبکہ دیوبندیوں کے نزدیک بھی صحابہ کرام کو ملعون و مردود کہنے والا سُنّت جماعت سے خارج نہیں ہوتا۔"[1]

اگر اہل تشیع سے اندرونی اتحاد نہیں۔ تو ان کی اتنی رعایت کیوں؟ اور گستاخِ صحابہ کی سُنّیت پر اصرار کیوں؟ ۔

— ۲ —

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی دیوبندی کے پاس ایک

---

[1] لہ: فتاویٰ رشیدیہ جلد ۲ صہ ۱۴۱ از مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی۔

سوال آیا۔ سوال وجواب دونوں ملاحظہ ہوں۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ سُنّی المذہب عورت بالغہ کا نکاح زید شیعی مذہب کے ساتھ برضائے شرعی باپ کی تولیت میں ہوگیا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ سُنّی وشیعہ کا تفرق مذہب کے باعث نکاح جیسا کہ ہندوستان میں شائع ہے۔ عندالشرع صحیح ہوتا ہے یا نہیں؟۔

الجواب: نکاح منعقد ہوگیا۔ لہٰذا سب اولاد ثابتُ النسب ہے۔ اور صحبت حلال [1]

۳

شیعہ کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے۔ [2]

۴

شیعہ ماتم کرتے ہیں۔ اور جب دیوبندیوں کے قطبُ العالم مولوی رشید احمد گنگوہی مرگئے۔ تو دیوبند بھی ماتم کدہ بن گیا۔ دیوبندیوں نے ماتم کیا اور مولوی محمود الحسن دیوبندی نے مستقل کتاب "مرثیہ" لکھی۔ جس میں لکھتے ہیں۔

ع جہاں تھا خندہ و شادی وہاں ہے نوحہ و ماتم [3]

نماز جنازہ: "مولوی قاسم صاحب نانوتوی بانیٔ مدرسہ دیوبند نے شیعہ سے کہا کہ آپ لوگ شیعہ ہیں اور میں سُنّی ہوں۔ اصول نماز الگ الگ ہیں۔ آپ کے جنازے کی نماز مجھ سے پڑھوائی جائز کب ہوگی؟۔

---

[1] :۔ امداد الفتاویٰ ج ۲ صہ ۲۴۔

[2] :۔ امداد الفتاویٰ جلد ۲ صہ ۱۳۸۔

[3] :۔ مرثیہ صہ ۳۔

شیعوں نے عرض کیا کہ حضرت! بزرگ ہر قوم کا بزرگ ہی ہوتا ہے۔ آپ تو نمازِ جنازہ پڑھا ہی دیں۔ حضرت (قاسم نانوتوی) نے ان کے اصرار پر منظور فرمالیا۔ اور جنازہ پر پہنچ گئے ..... نماز کے لئے کہا گیا تو آگے بڑھے اور نماز شروع کر دی[1]

۵

"مشہور شیعہ عالم اور وکیل مولانا مظہر علی اظہر انتقال فرما گئے ..... نمازِ جنازہ دیال سنگھ کالج گراؤنڈ میں ۱۳ نومبر ۱۹۶۲ء بروز اتوار ادا کی گئی۔ نمازِ جنازہ صبح دس بجے حضرت مولانا عبید اللہ انور (جانشین دیوبندی شیخ التفسیر مولوی احمد علی صاحب لاہوری) نے پڑھائی۔ شیعہ حضرات نے اپنی نماز کا الگ لیکن اسی جگہ انتظام کیا۔"[2]

۶

شیعہ لیڈر شمسی[3] کی نمازِ جنازہ میں عبد القادر آزاد، مولوی تاج محمود اور ضیاء القاسمی دیوبندی نے شرکت کی[4]

تعزیہ کی اجازت: مولوی اشرف علی تھانوی نے کانپور کے ایک شخص سے دریافت کیا۔ سنا ہے۔ کہ "تم شدھی ہونے کو تیار ہو۔ اگر تم اسلام میں کچھ شک ہو ہم سے تحقیق کر لو۔ اس نے کہا میرے یہاں بنت ہے۔ (تعزیہ بنتا ہے) پھر ہم ہندو کاہے کو ہونے لگے۔ میں نے اسے تعزیہ کی اجازت دے دی۔"[5]

---

[1] :۔ حاشیہ سوانح قاسمی ج ۲ ص ۱۰۔

[2] :۔ خدام الدین لاہور ۸ نومبر ۱۹۶۲ء ص ۳۔

[3] :۔ مظفر علی شمسی۔

[4] :۔ نوائے وقت لاہور ۶/۷۶ ۲۱۔

[5] :۔ الافاضات الیومیہ ص ۱۳۸، حصہ چہارم۔

۷

اجمیر میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب (دیوبندی) نے اہل تعزیہ کی نصرت کا فتویٰ دیدیا تھا۔ قصہ یہ تھا۔ مولانا ایک زمانہ میں اجمیر تشریف رکھتے تھے۔ عشرہ محرم کا زمانہ آگیا اور غالباً ایک درخت کے نیچے سے تعزیہ کے گزرنے پر شیعی صاحبان اور ہندوؤں میں جھگڑا ہوگیا۔۔۔ حضرت مولانا نے سن کر فرمایا۔۔۔ یہ بدعت اور کفر کی لڑائی نہیں۔ بلکہ اسلام اور کفر کی لڑائی ہے۔ یہ شیعی صاحبان کی شکست نہیں بلکہ اسلام اور مسلمانوں کی شکست ہے لہذا اہل تعزیہ کی نصرت کرنی چاہیئے[1]”

جواب دو

مسلک اعلیٰحضرت پر شیعہ نوازی کا افترا کرنے والے جواب دیں۔ کہ

○ صحابہ کرام کو ملعون و مردود کہنے والے کو سنت جماعت سے خارج نہ سمجھیں تو آپ اور آپ کے اکابر۔

○ شیعوں سے سُنی لڑکیوں کے نکاح کریں تو آپ اور آپکے اکابر۔

○ شیعوں کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال بتائیں تو آپ اور آپ کے اکابر۔

○ تعزیہ کی اجازت دیں تو آپ ہندوؤں اور شیعوں کے جھگڑے کو کفر و اسلام کا جھگڑا قرار دیں اور اہل تعزیہ کی نصرت کریں تو آپ۔

○ ماتم کریں اور مرثیے لکھیں تو آپ۔

○ شیعہ رہنماؤں کی نماز پڑھیں تو آپ اور آپ کے اکابر۔

یہ سب پاپڑ بیلنے کے بعد اور دیوبندی سے شیعہ بھائی بھائی کا عملی مظاہرہ کرنے کے باوجود بریلوی اہلسنت پر ناحق طعنہ زنی کرنا سراسر کذب بیانی و بددیانتی کا ارتکاب نہیں تو اور کیا ہے۔ ہم نے علمائے دیوبند کی شیعہ نوازی کے جو شواہد پیش کئے ہیں۔ ان کا جواب دیں۔

سپاہ صحابہ: دیوبندی تنظیم ”سپاہ صحابہ“ پر بالخصوص لازم ہے۔ کہ اگروہ

---

[1] ۔ الافاضات الیومیہ تھانوی حصہ چہارم صـ ۱۲۹

سپاہ صحابہ ہونے میں سچے اور مخلص ہیں۔ تو اپنے گھر کی بھی خبر لیں۔ اور شیعہ سے تعلق و بھائی چارہ کے متعلق ان کے اکابر کے جو فتاویٰ و حوالہ جات ہم نے پیش کئے ہیں۔ ان کا جواب دیں۔ ورنہ صاف ظاہر ہے کہ شیعوں سے ان کی محاذ آرائی صدق و اخلاص پر مبنی نہیں۔ بلکہ سیاسی مفاد و الیکشن لڑنے کے لئے یہ سارا شور و شر ہے۔ ورنہ وجہ فرق کیا ہے۔ کہ شیعوں کے خلاف اتنی گرمجوشی اور اپنے اکابر دیوبند کے متعلق اس قدر سرد مہری اور لبوں پر مہر سکوت کیوں ؟۔

یہی کچھ نہیں: دیوبند قطب العالم مولوی رشید احمد گنگوہی نے لکھا ہے کہ "شیعہ مسجد بوجہ اللہ تعالیٰ بنا دے تو وہ مسجد ہے۔ (نماز پڑھنے کا) ثواب مسجد کا اس میں ہوگا۔[1] جب بقول گنگوہی شیعہ کا بوجہ اللہ (رضاء الٰہی) کے لئے عمل بھی معتبر اور اہل اسلام کی مساجد کی طرح شیعہ کی مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب بھی اسی طرح۔ تو اب جھگڑا و تفرقہ کس لئے۔ محاذ آرائی کا نہیں۔ یہ تو یکجائی کا مقام ہے۔

سپاہ صحابہ کے بالکل برعکس: گنگوہی صاحب کا صریح فتویٰ ہے۔ کہ "جو لوگ شیعہ کو فاسق کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک انکی تجہیز و تکفین حسب قاعدہ ہونا چاہیئے۔ اور بندہ بھی ان کو تکفیر نہیں کرتا"[2]

مفتیان دیوبند: ہی اس بات کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ کہ "کافر کافر شیعہ کافر" کہنے والے سپاہ صحابہ کے علماء دیوبند جھوٹے ہیں۔ یا دیوبندی امام گنگوہی صاحب جھوٹے ہیں۔ جن کا صریح فتویٰ ہے کہ بندہ شیعہ کی تکفیر نہیں کرتا۔ **کافر تو کافر**: "فتاوی رشیدیہ" کی روشنی میں تو شیعہ ضال اور گمراہ بھی نہیں بلکہ محض فاسق و گنہگار ہیں۔ جیسا کہ عدم تکفیر کے فتویٰ مذکورہ میں انہیں فاسق کہنے والوں کی ہمنوائی کی ہے۔ اور ان کی تجہیز و تکفین حسب قاعدہ ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ اور عدم تکفیر کی صراحت کی طرح دوسری جگہ بھی صراحت سے لکھا ہے کہ جو شخص حضرات صحابہ کی بے ادبی کرے وہ فاسق ہے۔"[3]

تعزیہ داروں: اور مرثیہ خوانوں سے متعلق فتویٰ دیا ہے کہ یہ لوگ فاسق ہیں۔

---

[1] فتاوی رشیدیہ صـ ۲۰۷۔ [2] فتاویٰ رشیدیہ صـ ۵۵۔ [3] فتاویٰ رشیدیہ صـ ۵۰

اور ان کی نماز جنازہ واجب ہے ضرور پڑھنی چاہیئے ۱؎

تحقیق مذکور سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔ کہ

○— اکابر دیوبند کے پیشوا مولوی گنگوہی صاحب کے نزدیک شیعہ روافض چونکہ نہ کافر ہیں نہ گمراہ۔ بلکہ صرف فاسق و گنہگار ہیں۔

○— مزید براں معاذاللہ صحابہ کرام کو کافر قرار دینے والا بھی چونکہ سُنّت جماعت سے خارج نہیں ہوتا اور سُنّی کا سُنّی رہتا ہے۔

○— لہٰذا شیعہ روافض اور (خاک بدہن گستاخ) صحابہ کی بے ادبی و طعنہ زنی کرنے اور انہیں کافر و ملعون و مردود کہنے والے بھی چونکہ مسلمان اور سُنّی ہیں۔ اس لئے زندگی و موت میں ان کے سب معاملات بھی سنّیوں مسلمانوں کی طرح سرانجام دیئے جائیں گے۔ جیسا کہ "فتاویٰ رشیدیہ" وغیرہ سے سب کچھ تفصیل کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے۔

ایک اہم نکتہ: یہاں یہ نکتہ بھی قابلِ یادداشت ہے۔ کہ گنگوہی صاحب کے بقول معاذاللہ "صحابہ کو کافر و ملعون و مردود کہنے والا تو مسلمان اور سُنّی رہتا ہے" ۲؎ (ملخصاً)

○— مگر دوسری طرف صاحب "تقویۃ الایمان" مولوی اسماعیل دہلوی کو جو کافر کہے۔ اور "تقویۃ الایمان" کو کفر قرار دے۔ وہ خود کافر بلکہ اس سے بھی بڑھ کر شیطان ملعون ہے۔ ملخصاً ۳؎

یہ ہے۔ **دیوبندی گورکھ دھندا** اور "دیوبندی سپاہ صحابہ" کے ڈھول کا پول کہ جو صحابہ کرام کی تکفیر کرے۔ وہ تو کافر نہیں۔ بلکہ سُنّی مسلمان ہے اور جو ان کے ایک مولوی اسماعیل دہلوی کو کافر اور اس کی گستاخانہ کتاب "تقویۃ الایمان" کو کفر کہے۔ وہ ان کے نزدیک نہ صرف کافر بلکہ شیطان ملعون ہے۔

سپاہ صحابہ: کاش اگر دھوکہ منڈی نہیں تو اور کیا ہے کہ ان کا نعرہ تو ہے۔ کافر کافر شیعہ کافر۔ مگر ان کے اکابر کی شیعہ نوازی اور ان سے بھائی چارہ کا یہ حال ہے۔ کہ صحابہ کی تکفیر کرنے والے کی تو تکفیر نہیں کرتے۔ مگر اسماعیل دہلوی کی تکفیر پہ فوراً کافر کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں۔ جو اس بات کا کھلا ہوا ثبوت ہے۔ کہ اکابر دیوبند کے نزدیک صحابہ کرام کا اتنا بھی مقام نہیں۔ جتنا کہ ان کے مولوی اسماعیل دہلوی کا مقام ہے۔ کیا اسی دیوبندی فتاویٰ کے سرمایہ پہ سپاہ صحابہ ناموس صحابہ کے تحفظ کا دعویٰ کرتے

۱؎ :- فتاویٰ رشیدیہ صہ ۵۴۰۔ ۲؎ :- فتاویٰ رشیدیہ صفہ ۴۳۲۔ ۳؎ :- فتاویٰ رشیدیہ کامل صفہ ۲۵۴-۲۵۶

دھوکہ دیتے اور اپنی منافقت و دورنگی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ

؎ اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت ، دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

یہ بھی: انجمن سپاہ صحابہ کی صریح منافقت ہے۔ کہ یہ تو خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے سرکاری و عوامی طور پر ایام منانے ان کے یوم وصال پر جلوس نکالنے کا اہتمام کرتے ہیں۔ جبکہ ان کے "فتاویٰ رشیدیہ" وغیرہ کی رو سے اس طرح بزرگانِ دین کا یوم اور یادگار منانا سراسر بدعت و حرام ہے۔ لہٰذا سپاہ صحابہ والو۔ یا اس منافقانہ و دورنگی روش سے توبہ کرو۔ اور یا اپنے شیعہ نواز اکابر دیوبند کی تکفیر کرو ان کے فتووں سے اظہار بیزار و لاتعلقی کرو۔ ورنہ اہل تشیع و اہل دیوبند راہِ اعتدال اختیار کرو۔

شیعہ دیوبندی بھائی بھائی: "حضرت (حسین احمد) مدنی نے اصلاح بین المسلمین و دفع شر کے واسطے امروہہ میں شیعہ سُنی کے درمیان مناظرہ بند کرانے کے لئے مجمع عام سے خطاب فرمایا کہ۔۔۔۔ کیا تمہارا ایمان تمہارا اسلام اور تمہاری غیرت ان مناظروں کی اجازت دیتی ہے۔۔ حضرت مدنی کی موثر اور پُرجوش تقریر سے جانبین کے آنسو پھوٹ پڑے۔۔۔۔ مجادلے اور مقاتلے کی فضا صلح و آشتی سے بدل گئی۔ ایک دوسرے سے بغلگیر ہو کر شیعہ سُنی بھائی بھائی بن گئے۔"لہ

دیوبندی: شیخ الاسلام مولوی حسین احمد مدنی کے اس تاریخی حوالہ کے بعد اب تو شیعہ سنی بھائی بھائی یعنی دیوبندی شیعہ بھائی بھائی ہونے میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ لہٰذا اس بھائی چارہ کے بعد دیوبندی شیعہ کی محاذ آرائی بھی غلط ہے اور علماء دیوبند کا بریلوی اہلسنّت پر شیعہ نوازی کا الزام بھی غلط ہے۔ نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم۔

لہ : سوانح عمری "المدنی" صہ ۲۰۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (القرآن)

ترجمہ: "بے شک منافقین جہنم کے سب سے گہرے گڑھے میں ہیں۔"

چودھواں باب

دیوبندیت اور ہندو نوازی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِرشاداتِ خداوندی

۱۔ "خوشخبری دو میرے اِن بندوں کو جو کان لگا کر بات سنتے ہیں۔ پھر اُسکے بہتر کی پیروی کرتے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی اور یہی عقل والے ہیں۔" (پ ۲۳، سُورۃ الزمر، آیت نمبر ۱۶ - ۱۷)

۲۔ "تم ان میں بہت سے لوگوں کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں۔ بے شک کیا ہی بُری چیز ہے جو خود انہوں نے اپنے لیے تیار کی۔ یہ کہ ان پر اللہ کا عذاب اُترا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے اور اگر انہیں اللہ، نبی، قرآن پر ایمان ہوتا، تو کافروں کو دوست نہ بناتے، لیکن ان میں بہت سے فاسق ہیں۔" (پ ۶، سورہ المائدہ، آیت نمبر ۸۰ - ۸۱)

۳۔ "تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں اُن سے جنہوں نے اللہ اور اُس کے رسول سے مخالفت کی، اگرچہ وہ اُن کے باپ یا بیٹے یا کنبے والے ہوں۔" (پ ۲۸، سورۃ المجادلہ، آیت نمبر ۲۲)

۴۔ "اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، تم انہیں خبریں پہنچاتے ہو دوستی سے، حالانکہ وہ منکر ہیں اِس حق کے، جو تمہارے پاس آیا۔" (پ ۲۸، سُورۃ الممتحنہ، آیت ۱)

۵۔ "مسلمان کافروں کو دوست نہ بنائیں مسلمان کے سوا، اور جو ایسا کرے گا، اُسے اللہ اور اُس کے رسُول سے تعلق نہ رہا۔" (پ ۳، سورۃ آل عمران، آیت نمبر ۲۸)

۶۔ "اور ظالموں کی طرف نہ جُھکو کہ تمہیں (دوزخ) آگ چھوئے گی اور اللہ کے سوا، تمہارا کوئی حمایتی نہیں، پھر مدد نہ پاؤ گے۔" (پ ۱۲، سُورۃ ہُود، آیت نمبر ۱۱۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مخبرِ صادق، بانیِ اسلام حضور سیّدِ عالم شفیعِ اعظم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کا فرمانِ اقدس

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے کانوں سے سُنا اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بارگاہ میں کچھ مال حاضر کیا گیا۔ آپ نے تقسیم فرمایا۔ دائیں طرف اور بائیں طرف والوں کو عطا فرمایا۔ اور پیچھے والوں کو نہ دیا تو پیچھے والوں میں سے ایک آدمی کھڑا ہو کر کہنے لگا: "اے محمّد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) آپ نے تقسیم میں انصاف نہیں کیا۔" وہ آدمی سیاہ رنگ اور مُنڈے ہوئے سر والا تھا۔ اس نے بالکل سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا "اللہ کی قسم! میرے بعد تم مجھ سے زیادہ انصاف کرنے والا کسی کو نہ پاؤ گے۔" مزید فرمایا، "آخری زمانے میں ایک قوم نکلے گی، گویا یہ بھی اسی قوم کا ایک فرد ہے۔ وہ قرآن کریم بہت پڑھیں گے، لیکن قرآن مجید کا اثر اُن کے دلوں کی طرف نہیں جائے گا۔ اسلام سے وہ ایسے نکل جائیں گے، جیسے تیر شکار سے۔ سر منڈانا اُن لوگوں کی نشانی ہو گی۔ وہ ہر دور میں ظاہر ہوتے رہیں گے، یہاں تک اُن کی آخری جماعت دجّال کی ساتھی ہو گی۔ جب تم ان لوگوں کو پاؤ تو سمجھ لینا کہ وہ بدترین مخلوق ہیں۔"

(نسائی۔ مشکوٰۃ شریف باب اہل الردۃ)

حضور سیّدِ عالم مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے جس بدترین گروہ کا ذکر فرمایا، وہ اگرچہ اسلام کے مدّعی ہوں گے، قرآن مجید پڑھیں گے، مگر دائرۂ اسلام سے خارج ہوں گے۔

اس گروہ کی مندرجہ ذیل چار نشانیاں ہمیں بتا دیں:

۱۔ وہ شانِ رسالت میں گستاخانہ کلمات استعمال کیا کریں گے۔

۲۔ زیادہ تر سر منڈائیں گے۔

۳۔ قرآن مجید خوب پڑھیں گے، لیکن ان گستاخانِ رسُول کے دلوں پر قرآن مجید کا کوئی اثر نہ ہوگا۔

۴۔ وہ قوم ہر دَور میں کافروں کی مُعین و مددگار بن کر رہے گی، حتّٰی کہ دجّال کا ساتھ بھی یہی لوگ دیں گے۔

قارئین کرام! جس قوم کا حضور اکرم فخرِ بنی آدم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ذکر فرمایا ہے، اس کو پہچاننا مسلمانوں کے لیے مشکل نہیں۔ ان کی شانِ رسالت میں گستاخانہ عبارتیں جگ ظاہر ہیں۔ اس بد باطن اور رُوسیاہ گروہ نے تاجدارِ ختمِ نبوّت نبیِ رحمت محبوبِ کبریا امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی شانِ اقدس میں ایسے نازیبا الفاظ استعمال کئے، جن کی کبھی بدترین دشمنوں کو بھی اور کافروں کو بھی جرأت نہ ہوئی تھی۔ اس ذلیل اور رذیل ٹولے نے مسلمانوں اور بُت پرستوں کو ایک قوم کہا، خود متحدہ قومیت کے گیت گا کر زنّار پرستوں کی محبّت کا دم بھرا۔ اُمتِ مُسلمہ کو اُن کے پیارے آقا و مولا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اس بدترین ٹولے سے آگاہ فرما دیا۔ ایک دوسرا ارشادِ گرامی جسے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت فرمایا ہے۔ مشکوٰۃ شریف باب المعجزات میں ہے۔

یہی واقعہ دوسری روایت میں یوں مذکور ہے:

"ایک شخص آیا جس کی آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں پیشانی اٹھی ہوئی، داڑھی گھنی، رخسار اُونچے اور سر مُنڈا ہوا تھا۔ وہ کہنے لگا: اے محمد (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) اللہ سے ڈرو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "اگر بقول تمہارے میں بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہوں، تو کون ہے جو اُس کے احکام کی اطاعت کرے گا؟ اللہ تعالیٰ نے

مجھے اہلِ زمین پر امین بنایا ہے اور تم مجھے امین نہیں مانتے۔" ایک مرد نے اس کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی، لیکن اسے منع کر دیا گیا۔ جب وہ گستاخ واپس لوٹ گیا تو سرکارِ ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مطلع فرمایا: اس کی اصل سے ایک قوم ہوگی۔ وہ لوگ قرآن پڑھیں گے، مگر قرآن کریم ان کے نرخروں سے نیچے نہ اترے گا۔ وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے، جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ وہ بت پرستوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کو قتل کریں گے۔ اگر میں اس قوم کو پاتا، تو انہیں اس طرح ہلاک کر دیتا جیسے قوم عاد کی گئی۔" (مشکوٰۃ شریف باب المعجزات)

روایاتِ بالا میں مذکورہ گستاخ ٹولے کی مزید نشانیاں بیان فرمائی ہیں تاکہ اُمتِ مُسلمہ پہچان کر کے ان سے خبردار ہو جائے۔ اِن کی مجلس اختیار کرنا، اِن کی چکنی چپڑی باتیں سُننا اور انہیں مُسلمان جان کر اُن کی ہاں میں ہاں ملانا تو بہت دُور کی بات ہے۔ مُسلمانوں کو چاہیے کہ ان کے سائے سے بھی بچیں۔ اِن کے ظاہری حال، جُبّہ و دستار اور ادّعائے مسلمانی پر نہ جائیں۔ ان کی مزید نشانیاں یہ بیان فرمائی گئی ہیں:

۱۔ پابندیٔ نماز، روزہ وغیرہ عبادات میں یہ اصل مسلمانوں سے بھی بڑھ چڑھ کر نظر آئیں گے۔

۲۔ مختلف حیلے بہانے تراش کر مسلمانوں کو قتل کرنا اِن کی مردانگی ہوگی۔

۳۔ غیر مُسلموں، بُت پرستوں، یہود و ہنود اور نصاریٰ کے یار و مددگار اور آلۂ کار بن کر رہیں گے۔

یہ گروہ باقاعدہ جماعتی شکل میں پہلے پہل حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ حیدرِ کرّار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں جنگِ صفین کے بعد ظاہر ہوئے۔ انہوں نے مسئلۂ تحکیم کی آڑ میں جھگڑ کر یہ رُوپ ظاہر کیا جیسا کہ پروفیسر ابوزہرہ مصری کے حوالے سے پروفیسر غلام احمد حریری نے اپنی کتاب "اسلامی مذاہب" بارِ دوم ۱۹۷۰ء مطبوعہ لاہور ص ۸۲

وضاحت کی ہے:

”یہ گروہ جسے علماء کرام شرعاً قدیم اور عقلِ سلیم سے خارجیت کا نام دیتے ہیں، مختلف ادوار میں مختلف نظریات کے ساتھ ظاہر ہوتا رہا۔ چوتھی صدی ہجری میں اتباعِ سلف کا دعویٰ کرتے ہوئے نمودار ہونے والے کچھ لوگ اپنے آپ کو حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا پیروکار کہتے اور دینِ حق کا علمبردار بن کر مسلمانوں کو اسلام سے خارج بتایا کرتے۔“

پروفیسر ابو زہرہ مصری کے حوالے سے پروفیسر غلام احمد حریری نے اپنی کتاب ”اسلامی مذاہب“ میں اس کی تفصیل لکھی ہے۔

”پانچویں صدی ہجری میں یہ خارجی ٹولہ مکمل طور پر ختم ہو گیا تھا، لیکن جس جماعت نے دجّال کے لشکر میں شامل ہونے کی شہادت حاصل کرنی ہے، وہ مرے سے کب مٹنے والا ہے؟ چنانچہ ساتویں صدی ہجری میں اس فتنے نے پھر سر نکال لیا۔ اس دفعہ ابنِ تیمیہ حرّانی کی سرکردگی میں خارجیت کے جراثیم پھیلانے کی مہم شروع ہوئی۔

ابنِ تیمیہ حرّانی کے عقائد و نظریات کی تردید تو کئے“ اکابر علماء اسلام نے کی“ اور متاخرین علماء اسلام اور مفتیانِ کرام نے اُن کے نظریات سے ہمیشہ کھل کر برأت کا اعلان کیا۔ چنانچہ آٹھویں صدی ہجری کے مایہ ناز محدّث حضرت شیخ احمد شہاب الدّین ابنِ حجر ہیتمی مکّی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ ابنِ تیمیہ حرّانی کے مخصوص عقائد و نظریات کے پیشِ نظر شرعی فیصلہ صادر فرمایا:

”ابنِ تیمیہ ایک ایسا شخص ہے، جس کو خدا نے رسوا کیا، گمراہ کیا، اندھا کیا، بہرا کیا اور ذلیل کیا، اسی لیے ائمہ دین نے اس امر کی صراحت کی اور اس کے فاسد احوال اور جھوٹے اقوال کو بیان کیا۔ جو تصدیق کا ارادہ رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ اس امام و مجتہد کی تصانیف کا مطالعہ کرے، جن کی امامت، جلالت اور مرتبہ اجتہاد

تک رسائی پر سب کا اتفاق ہے۔ یعنی شیخ ابوالحسن سُبکی نیز ان کے فرزندِ ارجمند علامہ تاج الدین سُبکی اور اماموں کے شیخ حضرت عزبن جماعہ اور اُن کے معاصرین اور دیگر علماء شافعیہ، مالکیہ اور حنفیہ وغیرہ کی۔

ابن تیمیہ نے صوفیاء متاخرین پر اعتراض کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اُس نے حضرت عمر بن خطاب اور حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے اکابر صحابہ پر بھی اعتراضات کیے، جیسا کہ آئندہ مذکور ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ اس کا کلام کوئی وزن نہیں رکھتا بلکہ وہ ویرانے میں پھینکنے کے لائق ہے۔ ابن تیمیہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ وہ بدعتی، گمراہ، گمراہ کن، جاہل اور حد سے نکل جانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اپنے عدل سے معاملہ کرے اور ہمیں اس کے جیسے طریقے اور عقیدے سے بچائے آمین!

(امام احمد شہاب الدین بن حجر مکیؒ، فتاویٰ حدیثیہ ص ۹۹ (عربی)

ساتویں صدی ہجری میں اُٹھنے والا خارجیت کا یہ فتنہ علماء اسلام کی مساعی جمیلہ سے ختم ہو کر رہ گیا تھا۔ ابن تیمیہ اور اُن کے شاگرد ابن قیم کی تصانیف ایک حد تک نظروں سے غائب ہو گئیں، لیکن بارھویں صدی ہجری میں یہ ناسور پھر جوش مار پھوٹا۔ نجد میں محمد بن عبدالوہاب نجدی ایک شخص نے خوارج کے مذہب کو ابن تیمیہ کی تصانیف سے حاصل کر کے اس کی تبلیغ و اشاعت شروع کر دی۔

حضور سیدِ عالم مخبرِ صادق، محسنِ انسانیت نبیِ رحمت بانیِ اسلام سیدِ خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی پیاری امت کو اس پلید شخص اور اس رذیل فتنہ سے پہلے ہی باخبر فرما دیا ہے۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی کی کارستانیوں کے بارے میں پروفیسر محمد مسعود احمد کی کتاب مواعظِ مظہری اور پروفیسر غلام احمد حریری کی کتاب اسلامی مذہب کا مطالعہ کیجیے

سردست تیرھویں صدی ہجری کے مایۂ ناز فقیہ علامہ محمد امین ابن شامی رحمۃ اللہ علیہ کے تاثرات اُن کی کتاب "ردالمحتار" ج سوم ص ۳۱۹ عرض کیے دیتے ہیں :

"جیسا کہ ہمارے زمانہ میں (ابن) عبدالوہاب کے متبعین میں واقع ہوا جو نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر قابض ہوئے۔ اپنے آپ کو حنبلی مذہب کا پیروکار ظاہر کرتے تھے، حالانکہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ مسلمان بس وہی ہیں اور اُن کے عقائد سے اختلاف رکھنے والے سب مشرک ہیں۔ اسی لیے انہوں نے اہلِ سُنّت وجماعت اور اُن کے علماء کو قتل کرنا مباح ٹھہرایا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی طاقت توڑ دی، مسلمانوں کے لشکروں کو اُن پر فتح دی۔ یعنی ۱۲۳۳ھ میں۔"

ابن عبدالوہاب نجدی کی اِس ملحدانہ دہشت گردی اور قتل و غارت کے ردِ عمل کے طور پر مسلمانانِ عالم میں اضطراب و ہیجان اور نفرت آمیز جذبات پیدا ہو گئے۔ چنانچہ دیوبندیوں کے معروف علماء نے اس وہابی گروہ سے نفرت کے اظہار میں اپنی عافیت سمجھی۔ مسلمانوں کے جذبات کے دھاروں کو سمجھتے ہوئے محمد بن عبدالوہاب نجدی کے بارے میں سخت ترین کلمات استعمال کیے۔ مطالعہ کیجیے:

۱۔ المہند علی المفند صـ۲۱-۲۲ (اُردو) مطبوعہ کراچی

ازمولوی خلیل احمد انبیٹھوی

۲۔ الشہاب الثاقب صـ۴۲-۴۳ مطبوعہ دیوبند

ازمولوی حسین احمد ٹانڈوی

۳۔ فیض الباری ج ۱ صـ۱۷۱ ازمولوی انور شاہ کشمیری۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی کی ذرّیت اور معنوی اولاد اب تک موجود ہے، جو سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے دامِ تزویر میں پھنسا کر گمراہ کر رہے ہیں۔

ذرا اِن کی دھرم نوازی ملاحظہ فرمائیں:

نجدی وزیر اعظم گاندھی کی سمادھی پر

○ نجدی سعودی حکومت کا وزیر اعظم امیر فیصل ۱۹۵۵ء میں ہندوستان پہنچا تو بھارتیوں نے اس کے استقبال میں بھارت سعودی عرب زندہ باد، راجکمار سعودی عرب زندہ باد کے نعرے لگائے۔ امیر فیصل نے بھارت کے قیام کے دوران ڈاکٹر راجندر پرشاد، ڈاکٹر رادھاکشن اور پنڈت نہرو سے ملاقاتیں کیں اور راج گھاٹ پر مہاتما گاندھی کی سمادھ پر پھول چڑھائے۔ نیز ایک گاؤں رتی گڑھ تشریف لے گئے، جہاں دیہات سدھار کا کام دیکھ کر اس قدر متاثر ہوئے کہ وہیں دس ہزار روپے کا عطیہ عنایت فرمایا۔

(روزنامہ نوائے وقت، لاہور، ۱۱ مئی ۱۹۵۵ء)

○ شملہ سے آٹھ میل دور آپ (شاہ ابن سعود نجدی) نے ہماچل پردیش کے لوگوں کا پیش کیا ہوا لوک ناچ کا ایک پروگرام دیکھا اور جناب صدر، معزز وزراء، خواتین اور راجندر پرشاد کے جواب میں شاہ سعود نے تقریر فرمائی۔ مدرسہ دیوبند کو پچیس ہزار روپیہ دیا اور یہ بھی فرمایا کہ مجھے یقین ہے کہ ہندوستان اور سعودی عرب کے اتحاد اور دوستی کے رشتے ہمیشہ مضبوط رہیں گے۔

(اخبار سیاست، کانپور، ۳ دسمبر ۱۹۵۵ء)

اپنے اس دورے کے موقعہ پر شاہ ابن سعود نے پنڈت جواہر لال کو ارض مقدس کا دورہ کرنے کی دعوت دی، جسے اس بت پرست نے قبول کر کے ستمبر ۱۹۵۶ء میں سعودی عرب کا دورہ کیا۔ اس وقت مشرک پرستوں نے کیسے کیسے قیامت خیز طریقوں سے دھرم نوازی کرتے ہوئے پنڈت نہرو کا استقبال کیا۔ ان ایمان سوز حرکتوں پر پورا عالم اسلام تلملا اٹھا اور ہر طرف سے صدائے احتجاج بلند ہوئی۔

یہ مقام حیرت ہے کہ ایک طرف تو مدینہ پاک میں روضۂ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نجدی حکومت کی طرف سے نجدی سپاہی پہرہ دینے کے لیے مقرر ہیں جو روضۂ انور کی طرف پُشت کر کے بیٹھے رہتے ہیں اور جن کا صرف یہی کام ہے کہ کوئی حضور سیدِ عالم نبیِّ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا غلام نورانی جالیوں کے قریب نہ آئے اور دست بستہ صلوٰۃ وسلام عرض نہ کرے، دُعا نہ کرے اور جو ایسا کرتا ہے اس کو دھکے دیئے جاتے ہیں، مارا پیٹا جاتا ہے، اگرچہ مستورات ہی کیوں نہ ہوں۔ دُوسری طرف نجدی حکومت کا وزیرِ اعظم امیر فیصل اسلام اور اہلِ اسلام کے دشمن، مشرک اور نجس و ناپاک گاندھی کی سمادھ (مڑھی) پر پھول چڑھاتا ہے، تو نہ نجدی توحید میں اُبال آتا ہے اور نہ ہی نجدی حکومت حرکت میں آتی ہے۔

○ نام نہاد علَم بردارانِ توحید و مدعیانِ عمل بالحدیث وہابیوں کے شاہ سعود، اور وزیرِ اعظم امیر فیصل نے بھارت میں ہندوؤں کی دعوتیں اڑانے، گاندھی کی سمادھ پر پھول چڑھانے، نہرو کے زیرِ سایہ اپنے نعرے (راجکمار سعودی عرب زندہ باد) لگوانے، جلوس نکلوانے، نہرو کی خوشنودی کے مطابق بیان دینے اور رقص و سُرود کی محافل سے لطف اندوز ہونے کے بعد اس مشرک و نجس کافر و بے دین کا حقِ نمک ادا کرنے کے لیے سعودی عرب کے دورے کی دعوت دی۔ چنانچہ ستمبر ۱۹۵۶ء کے آخر میں نہرو نے سعودی عرب جانے کی تیاری کی۔ عین انہی دنوں میں ایک رُسوائے عالم کتاب "مذہبی رہنما" چھپی۔ اس کتاب میں حضور نبی پاک، صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ذاتِ اقدس پر ناپاک حملے کیے گئے تھے۔ اس کتاب کی اشاعت پر مسلمان احتجاج کر رہے تھے اور نہرو حکومت اس کتاب کی ضبطی کی بجائے مسلمانوں کا خون بہا رہی تھی۔ (والعیاذ باللہ) پاکستان اور بھارت میں اس کتاب پر پابندی اور مسلمانوں پر تشدد کے خلاف زبردست مظاہرے ہو رہے تھے۔ مشرقی پنجاب کے بعض

ہندو اخبار (پرتاب ۔ سستسار ۔ ملاپ وغیرہ) بھی اس کتاب کی مذمت کرتے ہوئے نہرو حکومت سے اس کی اشاعت پر پابندی لگانے کا مطالبہ کر رہے تھے۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۲۴؍ ستمبر ۱۹۵۶ء)

مگر نجدی سعودی حکومت اس معاملہ میں بالکل خاموش تھی اور وہاں شاہ سعود نہرو سے احتجاج کرنے کی بجائے اس مشرک کے استقبال کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھا۔ نجدیوں کی یہ روش مسلمانوں کے تازہ زخموں پر گویا نمک پاشی تھی، جس سے اُن کی بے چینی اور اضطراب میں مزید اضافہ ہوتا گیا۔ سب نے بیک زبان سعود سے مطالبہ کیا کہ وہ اس حالت میں ظالم اور مشرک نہرو کو سعودی عرب آنے کی اجازت نہ دی جائے۔ مگر مشرک نواز مرتد شاہ سعود نے پھر بھی کوئی پرواہ نہ کی، اور زبردست احتجاج کے باوجود اس کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاملہ میں یعنی میلادِ مقدس اور جلوس مبارک کو بدعت و شرک کہنے اور اس پر پابندی لگانے والے نجدیوں کی طرف سے نہرو کے ریاض (نجد) پہنچنے سے پہلے ہی اس کے استقبال کا پروگرام شائع ہو گیا۔ چنانچہ اخبارات میں آیا،

○ "سعودی عرب میں پنڈت نہرو کی مدارات کا ایسا انتظام کیا جا رہا ہے ۔ جو الف لیلیٰ کے جاہ و جلال کی یاد تازہ کر دے گی ۔ بیروت وطائف کے باغوں سے گلاب کے تازہ پھول طیارہ کے ذریعے ان محلات میں لائے جائیں گے، جہاں نہرو قیام کریں گے ۔ وزیر اعظم (نہرو) اور ان کی پارٹی کے لیے شاہی توشہ خانوں میں خاص انتظامات کیے جا رہے ہیں ۔ ہوائی مستقر سے ریاض شاہ سعود کے نہایت پرشکوہ محل تک نہرو کو جلوس کی صورت میں لے جایا جائے گا جس کی پیشوائی شاہ کا محافظ دستہ اور موٹر سائیکلوں پر سوار فوجی کریں گے ۔ تمام شاہراہوں کو بھارتی اور سعودی پرچموں

سے مزین کیا جائے گا۔" (روزنامہ امروز لاہور، ۲۱/اگست ۱۹۵۶ء)

حضور سیدِ عالم، محبوبِ کبریا، شفیعِ مجرماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعتِ پاک اور مدحت سرائی کو بدعت کہنے والے وہابیوں کے اخبارات نے نہرو کی آمد کے موقع پر اس کے قصیدے لکھے۔ چنانچہ اخبارات میں آیا کہ مکہ معظمہ کے ایک روزنامے "البلاد السعودیہ" نے پنڈت جواہر لال نہرو کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے اپنے اداریہ "بھارتی نہرو کو عرب میں خوش آمدید" لکھا ہے کہ سعودی عرب ایک رہنما (نہرو) کو خوش آمدید کہنے میں فخر محسوس کرتا ہے۔ مسٹر نہرو ایک ایسی شخصیت ہیں جو ہمیشہ پُرامن اور دانشمندانہ پالیسی کے قائل رہے ہیں۔ آخر میں اس اخبار نے دعا کی کہ "امن کا یہ داعی (نہرو) ہزاروں برس جیئے۔"

شاہ سعود کی مؤتمر اسلامی کے سیکرٹری کرنل انور سادات نے بھی سرکاری روزنامے "الجمہوریہ" میں پنڈت نہرو کو "ایشیائی فرشتہ" بتایا ہے۔ یہ اخبار لکھتا ہے کہ "اے ایشیا کے فرشتے (نہرو!) تم پر سلامتی ہو۔" آگے چل کر کرنل سادات لکھتے ہیں، "مسٹر نہرو کی نرم اور ملائم آواز توپوں کی گرج سے زیادہ با اثر ہے، کیونکہ یہ سچائی کا علمبردار ہے۔" (روزنامہ کوہستان، لاہور، ۲۵/ستمبر ۱۹۵۶ء)

دہران میں سعودی عرب کے گورنر نے نہرو کی خدمت میں ایک سپاس نامہ پیش کیا، جس میں کہا گیا کہ پنڈت نہرو اور اُن کی حکومت نے اسلام اور مسلمانوں کی دوستی اور اُن کے مفادات کے تحفظ کے لیے جو شاندار خدمات سرانجام دی ہیں سعودی عرب کے لوگ ان کی قدر کرتے ہیں اور انہیں نہرو پر فخر ہے۔ نیز کہا گیا کہ پنڈت نہرو دنیا کی عظیم ترین شخصیتوں میں شمار ہوتے ہیں اور بھارتی سفیر نے کہا: اس دورے سے ظاہر ہے کہ نہرو اور شاہ سعود کو ایک دوسرے سے کتنی عقیدت ہے۔"

ایک مشرک اور بے دین سے مسلمان امیر کی عقیدت کتنی خطرناک بات ہے؟

نہرو نجدی محبت کا مظاہرہ

○ شاہ سعود نے پنڈت نہرو کو نئے ماڈل کی سات نشستوں والی ایک کیڈلک کار کا تحفہ دیا۔ اس کے علاوہ سونے کی ایک جیبی گھڑی اور دو عرب پوشاکیں بھی دیں اور نہرو نے شاہ سعود کو راجستھان کا بنا ہوا پیتل کا ایک لیمپ دیا، جس پر قرآن مجید کی ایک آیت کندہ ہے اور عرب شہزادوں کو نہرو نے ایک ایئر کنڈیشنڈ ریڈیو سیٹ اور بھارت کی بنی ہوئی سلائی کی مشینیں دیں۔

(روزنامہ جنگ، کراچی، ۲۷-۲۸-۲۹ ستمبر ۱۹۵۶ء و دیگر اخبارات)

○ حکومت ہند نے سعودی عرب کو دس ہزار ٹن چاول روانہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ فیصلہ حکومت سعودی عرب کی درخواست پر کیا گیا اور اس سال کے آخر میں بھارت سعودی عرب کو مزید چاول دے گا۔ (روزنامہ کوہستان لاہور، ۲۵ ستمبر ۱۹۵۶ء)

ہندوستان کا ایک سہ روزہ دیوبندی اخبار "مدینہ" بجنور بھی دعویٔ مسلمانی کے باوجود نہرو کی محبت میں گرفتار ہے۔ یہ نجدیوں کی طرف سے نہرو کے استقبال پر اتنا خوش ہوا ہے کہ اس نے اپنی ۵ اکتوبر ۱۹۵۶ء کی اشاعت میں اداریے کا عنوان: "نہرو رسول السلام" رکھا ہے۔ (معاذ اللہ تعالیٰ)

یہی اخبار اپنی یکم نومبر ۱۹۵۶ء کی اشاعت میں لکھتا ہے:

○ "وزیر اعظم نہرو کے دورہ سعودی عرب کے موقع پر جدّہ میں مولانا کرم علی (نجدی وہابی) نے وزیر اعظم کی خدمت میں سپاس نامہ پیش کیا، جس کے بعض اقتباسات یہ ہیں:

"محترم وزیر اعظم! ہم ایک ایسی سرزمین پر آپ کا استقبال کرتے ہوئے بہت مسرور ہیں، جس کی نگرانی ایک ایسی محترم ذات کے ہاتھ میں ہے، جو ہمارا مذہبی امام اور خلیفۃ المسلمین ہے۔ ہم آپ کی محبوب ترین شخصیت پر فخر کرتے آئے ہیں۔ ہماری دعا

ہے کہ آپ ہمارے عظیم ترین رہنما کی حیثیت سے زندہ و سلامت رہیں۔

محترم پنڈت جی! ہم آج آپ کے احسانات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بڑی خوشی محسوس کرتے ہیں۔ معزز مہمان، محترم رہنما، پنڈت جی! ہم آپ کے استقبال اور آپ کو خوش آمدید کہنے کے لیے جو کچھ بھی کہیں یا کریں، وہ سب کچھ آپ کی عظیم ترین شخصیت کو دیکھتے ہوئے کم ہے۔ ہم آپ کی ذات پر فخر کرتے ہوئے آپ کو برکت و سلامتی کا پیغامبر سمجھتے ہیں۔ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم سب مل جل کر یہاں اپنے محبوب ترین لیڈر کی آمد کی یادگار قائم کریں۔ عالی جناب وزیر اعظم مبارک باد۔ اے عظیم شخصیت کے مالک۔

عرب ہند دوستی زندہ باد۔ شاہ سعود زندہ باد۔ جواہر لال نہرو زندہ باد

واپسی کے وقت نہرو کو ایک ایڈریس پیش کیا گیا، اس میں پنڈت جی کو امن کا انسانِ اعظم اور ہند کی کامیابیوں اور ترقیوں کا معمار کہا گیا۔ ایڈریس کے جواب میں پنڈت نہرو نے تالیوں کی گونج میں تقریر کی۔ ظہران کے ہوائی اڈے پر پنڈت نہرو کو الوداع کہنے کے لیے مشرقی صوبوں کے گورنر اور دیگر افسران موجود تھے۔ ہوائی اڈے پر پنڈت نہرو نے سعودی عرب فوج کے ایک دستے سے سلامی لی اور گارڈ آف آنر کا معائنہ کیا۔ (”مدینہ“ بجنور ۵ اکتوبر ۱۹۵۶ء)

نہرو کے دورۂ سعودی عرب کا حال پاکستان کے سارے اخبارات میں بھی شائع ہوا۔ ایک اخبار کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

⊙ سعودی عرب میں نہرو کا ”مرحبا رسول السلام“ اور ”جے ہند“ کے نعروں سے استقبال۔ شاہ سعود نہرو کی پنج شیلا پر ایمان لائے۔ سعودی عرب کی تاریخ میں نہرو کے استقبال کے لیے عرب عورتیں بھی موجود تھیں......

ریاض پہنچنے پر شاہ سعود نے نہرو کو گلے سے لگا لیا۔

سرزمین حجاز پر پہلی مرتبہ بھارتی ترانہ ”جانا مانا گانا“ بجایا گیا۔ پنڈت نہرو جب

سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض پہنچے، تو ہزاروں افراد نے، جن میں شاہ سعود، سعودی شہزادے، وزراء اور سعودی فوج کے اعلیٰ افسر شامل تھے۔ نہرو کا استقبال کیا اور ایک فوجی دستے نے نہرو کو گارڈ آف آنر پیش کیا۔ اس کے بعد نہرو ایک کھلی کار میں شاہ سعود کے محل روانہ ہو گئے۔ راستے میں سڑک پر دونوں طرف ہزاروں افراد نے نہرو کو دیکھ کر زندہ باد کے نعرے لگائے۔ چوبیس ستمبر کی رات کو شاہی محل "الحمرا" میں شاہ سعود نے نہرو کے اعزاز میں شاہی ضیافت دی۔ اس کمرے کو رنگا رنگ روشنیوں سے سجایا گیا تھا۔ جب نہرو کمرے میں داخل ہوا تو شاہ سعود نے آگے بڑھ کر ان کی شیروانی کے کاج میں سرخ رنگ کا ایک گلاب ٹانک دیا۔

(روزنامہ جنگ، کراچی، ۲۷؍ستمبر ۱۹۵۶ء)

واقعی ان نام نہاد موحدوں کی ہندو دوستی، صنم نوازی اور خارجیت میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ یہ لوگ سیاسی مصالح کی خاطر اپنی ظاہری مسلمانی کو بٹہ لگاتے ہیں نہ کوئی باک محسوس کرتے آئے ہیں اور نہ آجکل کر رہے ہیں۔ اب پاکستانی اخبارات کا احتجاج ملاحظہ ہو:

○ یہ "مرحبا نہرو السلام" کا نعرہ ضرور کھٹکتا ہے۔ کاش معزز عرب میزبان اپنے مہمان کو امن کا رسول پکارتے وقت اپنے ان کلمہ گو بھائیوں کا بھی تصور کر لیتے، جن پر بھارت میں ان دنوں امن وعافیت کے سب دروازے بند کر دیئے گئے ہیں؛ اور جن کا خون محض اس جرم کی پاداش میں پانی سے زیادہ ارزاں کر دیا گیا ہے کہ انہوں نے رسولِ عربی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دل خراش توہین پر احتجاج کیوں کیا تھا۔ افسوس بھارتی مسلمانوں ...... کی قلب کی گہرائی سے نکلی ہوئی آہیں بھی عربوں کو اس مشرک وزیر اعظم کو امن کا رسول قرار دے کر مرحبا کہنے سے باز نہ رکھ سکیں، جس کی ستمگاری انگلیوں سے بھارتی مسلمانوں کا گرم خون ابھی ٹپک رہی

رہا تھا۔" (روزنامہ نوائے وقت، لاہور، ۳۰ ستمبر ۱۹۵۶ء)

○ آلِ سعود نے پہلے خاص سیاسی مصلحتوں کے تحت ایک بُت پرست قوم کے نمائندے کو ریاض بُلایا اور اس کے استقبال کے لیے خواتین اور بچوں کو ساتھ لے گئے اور ان سے جے ہند کے نعرے لگوائے۔ سعودی عرب کا یہ فعل سراسر بدعت ہے جس کی کوئی مسلمان حمایت نہیں کر سکتا۔ عجیب بات ہے کہ جن حکمرانوں نے صحابہ کی پختہ قبریں اور قبے تک اس لیے ڈھا دیے تھے کہ وہ اُن کی نظروں میں اسلام کی تعلیمات کے منافی تھے، وہی حکمران آج اپنی سیاسی مصلحتوں کے لیے ایک ایسے شخص کو حجاز میں مدعو کر کے استقبال کرتے ہیں، جو بُت پرستوں کا نمائندہ ہے اور اسلام کے ہر مکتبِ خیال کے علماء کا متفقہ فتویٰ ہے کہ کوئی بُت پرست اسلام کے اس گہوارے میں قدم نہیں رکھ سکتا۔" (روزنامہ کوہستان، لاہور۔ یکم اکتوبر ۱۹۵۶ء)

○ شاہ سعود وہ پہلے شخص ہیں، جنہوں نے اس روایت کو توڑا اور صنم خانہ کے پاسبان کو ارضِ کعبہ پر بلایا اور صرف بلایا ہی نہیں بلکہ خلافِ روایات انداز سے اس برہمن زادہ کا استقبال کیا۔ استقبال کے وقت جو نعرے بلند کیے گئے ان میں سے ایک نعرہ دنیا کے اسلامی حلقوں میں خاص طور پر قابلِ اعتراض سمجھا جا رہا ہے۔ وہ یہ ہے کہ پنڈت جی کو رسول السلام کہا گیا، جس کے معنی پیغمبرِ اسلام کے ہیں۔ — پنڈت نہرو کے حالیہ دورے سے یہ تاثر بھی شدت اختیار کرتا جا رہا ہے کہ سعودی مملکت اسلام کے نام پر قائم ہوئی تھی، محض نام کی اسلامی مملکت ہے اور اس کا طرزِ عمل ازمنہ وسطیٰ کی عیسائی تھیوکریٹک حکومتوں سے قطعاً مختلف نہیں، جو مذہب کے نام پر لوگوں کا استحصال کرتی تھیں۔" (روزنامہ کوہستان۔ یکم اکتوبر ۱۹۵۶ء)

○ کعبے اور بُت خانے کو ہمدوش کرنے کے لیے شاہ سعود اور پنڈت نہرو جو کوششیں کر رہے ہیں، اس میں برہمن کا تو کچھ نہیں جائے گا، البتہ مؤخر الذکر جو بُت شکنی

(قبہ شکنی) میں سبکدست ہوتا ہے، اس میں مصلحت شناسی اور رُوباہی آجائے گی۔
اللہ اکبر ! ایک دور وہ تھا علامہ (ابن) عبدالوہاب نجدی کے نام لیوا۔۔۔۔
یہ نعرہ لگاتے تھے کہ ہمارے لیے قرآن اور حدیث کافی ہے (فقہ کی ضرورت نہیں)
اب وہ گیتا انجلی پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ یہ دیکھ کر پنڈت نہرو کو کتنی مسرت ہوئی ہوگی۔
وہ کیوں نہ خوش ہوں؟ وہ کہتے ہوں گے کہ بھارت کے مسلمانوں کو ہندو ہزار سال سے
اپنا مذہب پڑھانے کی کوشش کر رہے ہیں، لیکن وہ پڑھنے نہیں دیتے اور سعودی عرب
کے ایک دورے نے عربوں کی نئی نسل میں گیتا انجلی پڑھنے کا ذوق و شوق پیدا کر دیا۔
سعودی عرب کے اس تجربہ کے بعد عجیب نہیں کہ بھارت کے مسلمانوں کو حکم ہو جائے گا کہ تم
اپنی مسجدوں میں اشلوک بھی سنایا کرو۔"

(روزنامہ کوہستان لاہور، ۳ر اکتوبر ۱۹۵۶ء)

مولانا احتشام الحق تھانوی نے آج رات ایک بیان میں کہا ہے:

"سرزمینِ حجاز کے دارالخلافہ ریاض میں بھارتی وزیرِ اعظم پنڈت نہرو کے استقبال پر "مرحبا نہرو رسول السلام" کے جو ننگِ اسلام اور اسلام سوز قسم کے نعرے لگائے گئے۔ ان سے نہ صرف یہ کہ مسلمانانِ عالم کے دینی و ملی جذبات کو ناقابلِ برداشت صدمہ پہنچا ہے، بلکہ متولیانِ حرمین شریفین کی اس موحدانہ دینداری کا پول بھی کھل گیا ہے، جس کا سارے عالم میں ڈنکا پیٹا جا رہا ہے۔

اس سے قطع نظر کہ سرزمینِ توحید اور گہوارۂ اسلام میں ایک صنم پرست بلکہ منکرِ خدا اور اللہ کے باغی کو دعوتِ تکریم دینا اور جوارِ رسول میں بسنے والے موقرین مردوں اور عورتوں سے خیر مقدم و استقبال کرانا پاسبانِ حرم کے لیے کہاں تک زیب دیتا ہے! اس احساسِ ذمہ داری کو کہاں تک پورا کرتا ہے جو حرمین شریفین کی تولیت پر مسلمانانِ عالم کی طرف سے عائد ہوتی ہے۔ خود یہ بات بھی اپنی جگہ انتہائی شرمناک اور غیر اسلامی ہے

کہ پنڈت نہرو کے لیے "رسول السلام" جیسے اصطلاحی الفاظ استعمال کیے جائیں۔

سعودی عرب کے سفارت خانے سے جو وضاحتی بیان دیا گیا ہے۔ نامہ نگار عربی کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہے کہ رسول سے قاصد کے معنی مراد ہیں، نبی کے نہیں۔ میرے نزدیک عذرِ گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے اور ممکن ہے کہ نامہ نگار عربی کی ابجد سے حقیقت میں واقف نہ ہو، لیکن سعودی عرب کے سفارتی ترجمان مجھے زیادہ واقفِ اسلام ضرور ہوتا ہے اور الزام کی تردید کرنے والے ترجمان، ممکن ہے کہ عربی کی مہارتِ تامہ رکھتے ہوں، مگر اسلام اور تعلیماتِ اسلام کی ابجد سے بھی ناآشنا معلوم ہوتے ہیں۔ "مرحبا رسول السلام" کے نعرہ سے ادنیٰ عقل رکھنے والے کو یہ غلط فہمی نہیں ہوتی ہے کہ پنڈت نہرو کو نبی یا پیغمبر بنا دیا یا اس لفظ سے نبی کے معنی مراد لیے ہیں؛ بلکہ یہ سمجھتے ہوئے بھی کہ رسول سے قاصد ہی کے معنی مراد لیے گئے ہیں۔ یہ اعتراض ہے کہ لفظ "رسول" اسلام اور قرآن کریم کی مخصوص اصطلاح ہے، جس کی حیثیت شعائر اللہ اور شعائر اسلام کی ہے جیسے قرآن کریم، مسجد حرام، مسجد اقصیٰ وغیرہ قسم کے بے شمار الفاظ اسلامی شعائر ہیں، جو اپنے لغوی معنی سے نکل کر اصطلاحی معنی کے لیے خاص ہو گئے اب ان الفاظ کو لغوی معنیٰ میں استعمال کرنا، بالخصوص ان لوگوں کی طرف سے جن کو عربی زبان کے استعمال کرنے میں حدودِ دین کا پاس رکھنا ہے، قطعاً ناجائز اور حرام ہے، بلکہ شعائر اللہ کی کھلی ہوئی بے حرمتی اور توہین ہے ع

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

کیا کسی مسلمان کو یہ اجازت ہے کہ وہ اپنی تصنیف کا نام کتاب اللہ، اپنے گھر کا نام بیت اللہ اور اپنی مسجد کو مسجد حرام، اپنے باغ کو جنت، اپنے تالاب کا نام کوثر اور اپنے تنور کا نام جحیم اور اپنے پوسٹ مین کا نام رسول رکھ لے؟ حالانکہ لغوی اعتبار سے یہ سب صحیح ہے۔ کیا قرآن کریم میں:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوْا انْظُرْنَا میں الفاظ کا ادب مسلمانوں کو نہیں سکھایا گیا ہے؟ کیا حدیث شریف کے اندر مسلمانوں کو خبثِ نفس کی ممانعت سے یہی ادبِ الفاظ نہیں بتلایا گیا ہے؟

سعودی عرب کے سفارتی ترجمان کو معلوم ہونا چاہیے کہ مسلمانوں کی عربی زبان بھی وہ زبان ہے جس میں اصطلاحاتِ قرآن کی حرمت کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اگر اللہ کے باغی کے احترام میں آج ناموسِ رسول کو یہ کہہ کر بھینٹ چڑھایا گیا کہ رسول کے معنی قاصد کے ہیں، تو آئندہ تمام شعائرِ اسلام کی حرمت کبھی باقی نہ رہ سکے گی۔ پھر سلامتی و امن کا استعمال بھی کس قدر حیا سوز اور عزت کش ہے کہ جس کے ملک میں آئے دن خونِ مسلم سے ہولی کھیلی جاتی ہو، وہ قاصدِ امن تو کیا ہوتا، اس میں امن و سلامتی کا ادنیٰ شائبہ بھی موجود نہیں ہے۔ خدا اتفاق کی شان ہے کہ مردم خور درندوں کو قاصدِ امن کے لقب سے یاد کیا جائے ؎

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں!
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

ہم آخر میں پاسبانِ حرم سے صاف طور پر یہ کہہ دینا چاہتے ہیں کہ حرمین شریفین مسلمانانِ عالم کی امانت ہے اور ان پاسبانوں کی طرف سے ..... ناموسِ رسول کی بے حرمتی کبھی برداشت نہیں کی جا سکتی۔"

(روزنامہ جنگ، کراچی ص۱، ۲۹ ستمبر ۱۹۵۶ء)

ماہنامہ نقاد کراچی کے ایڈیٹر تبصرہ کرتے ہیں:

"قاطعِ بدعت و ماحیٔ مقلد (ابن) عبدالوہاب نجدی، محافظِ حرمین شریفین جلالۃ الملک شاہ سعود کے نام،
فدائیانِ رسول و عالمیانِ اسلام کا پیغام،

جلالۃ الملک ! اللہ آپ کو محبتِ رسول دے ۔ خدا معلوم ! آپ کو معلوم ہے یا نہیں کہ ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں نے ۱۹۴۷ء میں پاکستان کے نام سے ایک الگ ملک بنایا تھا ۔ اس نوزائیدہ ملک کے بنتے ہی دشمنانِ اسلام و مسلمین نے مسلمانانِ ہند کو اپنے نرغے میں لے لیا تھا اور پھر اُن کا قتلِ عام شروع کر دیا تھا چنانچہ ہندوستان کے مظلوم مسلمانوں نے اپنے آبائی وطن اور گھروں سے بھاگ بھاگ کر مرتے گرتے نہ جانے کیا کیا مصائب برداشت کرنے کے بعد پاکستان میں سکونت اختیار کر لی؛ لیکن اس کے باوجود اب بھی ہندوستان میں ساڑھے چار یا پانچ کروڑ مسلمان موجود ہیں؛ جہاں نہ اُن کی جانیں محفوظ ہیں، نہ اُن کی عورتوں کی عصمتیں ۔

لیکن اے کلید بردارِ حرم ! جب آپ پچھلے دنوں ہندوستان کے سرکاری دورے پر آئے تو ان حالات کے باوجود آپ نے ہندوستانی حکومت کو یہ سندِ شاہی عطا کر دی کہ میں بحیثیتِ محافظِ حرمین شریفین اس بات سے مطمئن ہوں کہ ہندوستان میں مسلمان امن و سکون سے ہیں اور ان کی جانیں محفوظ ہیں، وغیرہ وغیرہ ۔

یقین کیجئے شاہ ! آپ کی اس سندِ شاہی کی تشہیر کے بعد ہمیں محمد شاہ رنگیلے کے فرامین بے ساختہ یاد آ گئے تھے اور ہم یہ بھی سمجھ گئے تھے کہ ترک کی مسلمان قوم آپ اور آپ کی حکومت سے کیوں غیر مطمئن رہی ہے ۔ ؟

اس واقعہ کے بعد آپ نے ایک غیر مسلم سربراہ کو سرزمینِ حجازِ مقدس کے سرکاری دورے کی دعوت دی اور ۲۴ر ستمبر ۱۹۵۶ء کو بھارت کے وزیرِ اعظم پنڈت جواہر لال نہرو جب آپ کے دارالخلافہ ریاض پہنچے تو آپ کی حکومت کے اکٹھے کئے ہوئے عوام نے "یا رسول السلام نہرو" کے شرمناک نعروں سے ان کا استقبال کیا تھا ۔ اس استقبال کرنے والوں میں عرب کے وہ قبائلی بدو اور عورتیں بھی شریک کئے گئے تھے جو کسی دشمنِ اسلام فرد یا قوم کے لیے اپنے دلوں میں جذباتِ احترام نہیں رکھتے پھر سب سے

بڑا اجتہاد جو آپ جیسے قاطعِ بدعات نے کیا تھا، وہ یہ تھا کہ عرب کی خواتین کو غیر محرموں کے انبوہِ کثیر میں لا کر ان سے ایک غیر مسلم شخص کا استقبال سرزمینِ حجاز میں "رسول" جیسے متبرک و مقدس خطاب سے کرایا۔ شاہ قبہ شکن! پنڈت جواہر لال نہرو کو "رسول" کے نام سے آپ نے یا آپ کی قوم نے یاد کر کے پاکستان کے نو کروڑ مسلمانوں کی، جو دل آزاری کی، وہ ناگفتہ بہ ہے۔ آپ کو کسی نے یہ بات غلط بتا دی ہے کہ پاکستان میں ایسی قوم آباد ہے جو عربی زبان سے ناواقف ہے اور عربی زبان کے معانی و مطالب سے آگاہ نہیں ہے۔ آپ کے سفارت خانے لفظِ "رسول" کے لیے جو تاویلات وضع کر رہے ہیں، اس سے ان کی بیچارگی اور ندامتِ جرم مترشح ہو رہی ہے۔

جلالۃ الملک! ہم مسلمانانِ عالم حیران ہیں کہ آپ اور آپ جیسے عقائدِ مذہبی رکھنے والے ایک ایسے شخص کو "یا رسول" جیسے عظیم لقب سے خوش آمدید کہہ سکتے ہیں، جو بطناً، نسلاً بت پرست اور مسلکاً لامذہب ہے، لیکن کوئی مسلمان حیات النبی، خاتم الرسل حضور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وفورِ جذبات و عقیدت، لوازمِ احترام اور واجباتِ استغاثہ میں "یا رسول" "یا محمد" "یا مصطفیٰ" (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہہ کر یاد کرے تو اسے کافر و مشرک قرار دے دیا جاتا ہے۔ یہ کونسی منطق ہے؟ یہ کونسا عقیدہ ہے؟ یہ کون سا مذہب ہے؟ استغفر اللہ ربی۔ آپ لوگوں نے جنت البقیع کے تمام آثارِ مقدسہ کو شہید کرا دیا۔ صدہا اصحابِ کبار کے قبوں کو مسمار کرا دیا۔ گنبدِ خضریٰ، آرام گاہِ رسول، سرچشمۂ نورِ الٰہی کے معادے زمین بوسی کو حرام اور جرم قرار دیا گیا۔ اور آپ کے ہم مسلک و عقیدہ مولویوں نے یہ حکم بھی لگا دیا کہ ختم المرسلین، نبی آخر الزماں، حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو شخص کھڑے ہو کر "یا رسول سلام علیک" پڑھے اور اس عقیدے پر اصرار کرے، تو مرتد اور واجب القتل! لیکن آج یہ کیا ہوا کہ احترامِ رسول کو بدعت و شرک و کفر کہنے والے مقلدین ابن عبد الوہاب نجدی ایک ایسی

قوم کا استقبال "یا رسول السلام" کے نعروں سے کرتے ہیں جو دشمنِ رسول و اسلام ہے اور لاکھوں دیوی دیوتاؤں کا پجاری ہے۔ اللہ اکبر!

اے شاہ! ہم آج سمجھے کہ بڑے بڑے جغادریوں کے عقائد و مسلک کے آہنی قلعوں کو سیاسی تقاضے ایک ہی جھٹکے میں مسمار کر ڈالتے ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کیا آج سعودی عرب میں کسی ڈاکیے یا پوسٹ مین یا کسی بھی پیغام رساں کو اہلِ زبان یا دیہاتی لوگ "یا رسول" کہہ کر پکارتے ہیں؟ ہم پوچھتے ہیں کہ عرب کے کسی گوشے میں کیا کوئی ایسا بدنصیب مسلمان ہے جو "رسول" کا لفظ انبیاء مرسلین علیہم السلام کے علاوہ عام آدمیوں علی الخصوص کسی مشرک و بت پرست یا لامذہب شخص کے لیے بولتا یا لکھتا ہو؟

ہمارے سوالات کا جواب یقیناً نفی میں ہے اور ہم نہایت وثوق کے ساتھ کہتے ہیں کہ حضور پُرنور (روحی فداہ، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شانِ اقدس میں گستاخانہ خیالات رکھنے اور بارگاہِ رسالت میں اپنے معاملات صاف نہ رکھنے کی پاداش میں عرب حاکموں سے یہ حماقت اور دیوانگی سرزد ہوئی ہے۔ تواضع و میزبانی عربوں کا طرۂ امتیاز ہے لیکن اے کلید بردارِ حرم! آپ نے یہ بھی غور کیا کہ سیاسی استحکام اور رفاقت حبِ جاہ کے لیے آج آپ کی میزبانی اپنی حدود سے بڑھ کر دشمنیٔ دین اور شاتمِ رسالت کے قعرِ ذلت اور ظہورِ ضلالت کی سرحدوں پر آپہنچی ہے۔ آپ تمام حضرات غیر مشروط طور پر اقرار گناہ کرلیں۔ اس نازک مرحلے پر تاویلات اور استدلال کے سہارے بڑے شرمناک ہیں۔

اس راستہ میں ع باخدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا عقیدہ واجب ولازم ہے اور تاویلات "عذرِ گناہ بدتر از گناہ" کے مترادف ہیں۔

خداوند کریم آپ کو محبتِ رسول دے اور یہ توفیق بھی ارزاں فرمائے کہ آپ یا آپ کی حکومت مسلمانانِ عالم کی اس دل آزاری کے سلسلہ میں نادم ہو۔ اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔

(ماہنامہ نقاد، کراچی، نومبر ۱۹۵۶ء ص۱۲ ص۱۳)

قارئین کرام! نجدیوں کی اس غیر اسلامی روش نے غیر مسلموں کے ہاتھوں میں کیسا ہتھیار تھما دیا؟ رسول کے اصطلاحی اور لغوی معنوں کے بارے میں کیسی کیسی شگافیوں کا موقع فراہم کر دیا۔ چنانچہ بھارت کا دہلی سے نکلنے والا اخبار "تیج" اپنے ۲۷ ستمبر ۱۹۵۶ء کے اداریے میں نجدیوں کے اسی نعرے پر اظہار خیال کرتا ہے۔ اس اداریے کا اقتباس "نوائے وقت" لاہور نے یوں نقل کیا تھا:

"پردھان منتری شری جواہر لال نہرو پیغمبر اسلام کی دنیا میں پہنچے، تو ان کا استقبال پیغمبر امن کے نعروں سے کیا گیا۔

۲۔ اگر ہم غلطی نہیں کرتے، تو اسلام کے معنی امن کے ہیں، سلامتی کے ہیں۔ پیغمبر اسلام کے معنی بھی امن و سلامتی کے پیغامبر کے ہیں۔ گویا پیغمبر اسلام اور پیغمبر امن ایک ہی بات ہے؟

۳۔ پنڈت جی کے اس دورہ کا نتیجہ کیا ہوگا؟ یہ تو وقت بتائے گا، مگر اس سے کافر اور کفر کے فلسفے میں تبدیلی ہوگئی، تو یہ دورہ کی بہت بڑی فتح ہوگی۔

(روزنامہ نوائے وقت، لاہور، یکم اکتوبر سنہ ۱۹۵۶ء)

نجدیوں وہابیوں کی اس قبیح حرکت اور اسلام سوز نعرے کی بنا پر مرزائیوں قادیانیوں نے ان نام نہاد موحدوں کے منہ پر لگام لگاتے ہوئے ایک بیان داغ دیا:

○ "ایک مذہبی سوال لفظ "رسول" کے استعمال سے متعلق ہے۔ آج تو اہلحدیثوں کو یہ تاویل سمجھ آرہی ہے کہ رسول کے معنی قاصد کے ہوتے ہیں، مگر جب بانی سلسلہ احمدیہ (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی) نے رسول کے معنی مامور اور تابع شریعت اُمتی نبی کے پیش کئے تھے، تو یہی مولوی شور مچاتے تھے کہ "رسول" شرعی اصطلاح ہے۔ اس لفظ کے اطلاق کے معنی یہ ہیں کہ یہ شخص نئی شریعت لانے کا مدعی ہے۔ اگر اس موقع پر اہلحدیثوں کو بھی لفظ "رسول" کے استعمال کی وسعت کا احساس ہو جائے اور وہ اپنی غلطی کو مان جائیں،

تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اہلِ نجد کی غلطی مفید ہی ثابت ہوئی۔"

(ماہنامہ الفرقان، ربوہ، فروری ۱۹۵۷ء، صـ ۱۵

وہابی حضرات کے "رسول السّلام" یعنی جواہر لال نہرو جو مسلمانانِ پاک و ہند کا ازلی دشمن، کھُلا کافر اور ٹھیٹ بُت پرست تھا، اُن کی صدارت میں آل انڈیا نیشنل کنونشن مارچ ۱۹۳۷ء میں منعقد ہوا۔ پنڈت جی نے صدارتی خطبے میں قومیت کا تصوّر یُوں بکھیرا تھا۔

⑤ "ایسے لوگ بھی ابھی زندہ ہیں جو ہندوستان کا ذکر اس طور پر کرتے ہیں، گویا دو ملکوں اور قوموں کے بارے میں گفتگو ہے۔ جدید دنیا میں اس دقیانوسی خیال کی کوئی گنجائش نہیں۔" (روئیداد آل انڈیا نیشنل کنونشن منعقدہ مارچ ۱۹۳۷ء)

مذہب کی مخالفت اس ملعون شخص کے دل میں کتنی تھی، خود اپنی سوانح عمری میں لکھتا ہے: "جس چیز کو مذہب یا منظّم مذہب کہتے ہیں، اسے ہندوستان میں اور دوسری جگہ دیکھ کر میرا دل ہیبت زدہ ہو گیا ہے۔ میں نے اکثر مذہب کی مذمّت کی ہے اور اسے مٹا دینے کی آرزو تک کی ہے۔" (میری کہانی صـ ۶۱)

⑥ پنڈت جواہر لال نہرو اور مسٹر گاندھی کے کرتا دھرتا ہندو مہا سبھا کے صدر یعنی مسٹر ساورکر سے ہندو کی تعریف سُنیے۔

"لفظِ ہندو سے عبارت ہے ہر وہ شے جو ہندوستان کی ہو، مثلاً کلچر، نسل اور روایات اور ہندو کے معنی ہیں ہر وہ شخص، جو ہندوستان کا رہنے والا ہو۔"

(ہندوستان ٹائمز، ۲۰ فروری ۱۹۳۹ء)

اسی ہندو مہا سبھا کے نائب صدر یعنی ڈاکٹر رادھا مکرجی نے آل انڈیا ہندو ویدک یوتھ کانفرنس منعقدہ لاہور کے صدارتی خطبے میں علی الاعلان کہا تھا۔

⑦ "ہندوستان کو فطری اور عملی طور پر ایک ہندو اسٹیٹ ہونا چاہیے جس کا کلچر ہندو

اور جس کا مذہب ہندو ازم ہو اور جس کی حکومت ہندوؤں کے ہاتھ میں ہو۔"

(روئیداد آل انڈیا ویدک یوتھ کانفرنس، منعقدہ لاہور)

دیوبندی حضرات کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن نے جس شخص کی سرکردگی میں تحریکِ ریشمی رومال میں حصہ لیا تھا اور جس کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے تھے اُسی لالہ ہردیال کا بیان ہے:

"پس اگر ہندوستان کو کبھی آزادی ملی تو یہاں ہندو راج قائم ہوگا، نہ صرف ہندو راج قائم ہوگا، بلکہ مسلمانوں کی شدھی، افغانستان کی فتح وغیرہ — باقی آدرش بھی پورے ہو جائیں گے۔" (روزنامہ "ملاپ" ۱۳ر جنوری ۱۹۲۵ء)

قارئین کرام! نام نہاد موحدین کی زنار دوستی کی مختصر سی روئیداد آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ یہ وہی لوگ ہیں جو عام مسلمانوں کو بات بات پر مشرک اور بدعتی کہتے کہتے نہیں تھکتے، لیکن اپنا یہ حال ہے کہ پکے مشرکوں کو گلے لگا کر محبت کی پینگیں بڑھا رہے ہیں۔

قارئین کرام! آپ نے سرزمینِ عرب میں محمد بن عبدالوہاب نجدی کی ذریت سعودی خاندان کی ہندو نوازی کا مختصر سا تذکرہ پڑھا۔ اب ذرا اس نجدی سوچ کے نظریاتِ فاسدہ اور افکارِ باطلہ کے ہندوستانی مبلغ مولوی اسماعیل دہلوی اور اُس کی معنوی اولاد کی کارستانیوں کو ملاحظہ فرمائیں۔ یہ وہی مولوی اسماعیل دہلوی ہے، جس نے ابن عبدالوہاب نجدی کی کتاب "کتاب التوحید" سے استفادہ کر کے "تقویۃ الایمان" نامی کتاب مرتب کی اور برِصغیر پاک و ہند میں وہابی اعتقادات کا پرچار کیا۔

آج حقائق پر پردہ ڈال کر اسماعیل دہلوی کے چیلے چانٹے اسے جنگِ آزادی کا ہیرو، مجاہد اور شہید، انگریزوں اور سکھوں سے نبرد آزما ہونے والا اور نہ جانے یہ

کیا کچھ بنا رہے ہیں، حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ دراصل اس اسماعیل دہلوی کی تحریک سکھوں کے خلاف تھی نہ انگریزوں کے۔ اس بدبخت کا اصل مقابلہ مسلمانانِ اہلِ سنّت وجماعت کے ساتھ تھا۔ جہاں تک سکھوں سے اس کی لڑائی کا تعلق ہے۔ اگر بفرضِ محال اسے تسلیم کر بھی لیا جائے، تو یہ جزوی طور پر ایک تحریک ہوگی، جو سکھوں کی بجائے پنجاب میں انگریزوں کے قدم جمانے کے لیے چلائی گئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اصل نشانہ سرحد کے غیور مسلمانوں کو بنایا گیا، ورنہ ذاتی طور پر مولوی اسماعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی وغیرہ کے ہندوؤں اور سکھوں کے ساتھ کافی تعلّقات اور خلطے مراسم تھے، چنانچہ مولوی اسماعیل کا سیکرٹری "منشی ہیرالال" تھا اور ایک معتمد "راجہ رام ہندو" تھا۔ (حیاتِ طیبہ ص ۳۲)

غور فرمائیے جس شخص کے کافروں مشرکوں کے ساتھ تعلقات کا عالم یہ ہو کہ ہیرالال اور راجہ رام جیسے کافر ومشرک، دشمنِ اسلام اس کے سیکرٹری وسپاہی ہوں، وہ کافروں اور مشرکوں کے ساتھ کیا جہاد کرے گا؟

باقی رہا سکھوں کا معاملہ، وہ بھی سنیے۔

"حیاتِ طیبہ" کا مصنف مرزا حیرت دہلوی لکھتا ہے:

"یہ خبر معتبر معلوم ہوتی ہے کہ دوسرے دن شیر سنگھ نے اِن دونوں بزرگوں (اسماعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی) کی نعشوں کو شناخت کرا کر نہایت عزت کے ساتھ انہیں بالاکوٹ میں دفن کیا۔" (حیاتِ طیبہ ص ۵۲۷)

مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی کی مصدقہ کتاب "شمائم امدادیہ" ص ۹۹ پر لکھا ہے: "کہ آدمیوں نے حضرت (سید احمد) کا بدن پایا۔ امر سنگھ نے بتعظیم وکرام عام مزار تیار کیا۔"

نیز "حیاتِ طیبہ" میں یہ بھی مذکور ہے کہ مولوی اسماعیل کے پیر سید احمد نے بیعت صفحہ

کی افواج کے جرنل بُدھ سنگھ کو جو خط لکھا، اس میں بُدھ سنگھ کو ان القاب کے ساتھ یاد فرمایا:

> "از امیر المومنین سیّد احمد پُر ضمیر ابہت تخمیر، سپہ سالار جنود و عساکر مالکِ خزائن و دفاتر۔ جامع ریاست و سیاست۔ حاویٔ امارت و ایالت، صاحبِ شمشیر و جنگ۔ عظمت نشان سردار بُدھ سِنگھ"
>
> (حیاتِ طیبہ صـــ ۲۹۹)

خیال فرمائیے جو لوگ سکھوں کو ان القاب و آداب کے ساتھ یاد کریں کہ جن القاب و آداب کو اُن کی نجدی توحید انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام علیہم الرضوان کے متعلق استعمال کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دے سکتی اور جن کی نعشوں کو سکھ نہایت عزت کے ساتھ دفن کریں بلکہ ان کا مزار بنائیں۔ کیا ان نجدی وہابی لیڈروں کی سکھوں کے ساتھ کوئی دشمنی ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ سوچئے اگر انہوں نے سکھوں کے ساتھ صحیح معنوں میں جہاد کیا ہوتا اور واقعی وہ اُن کے دشمن ہوتے تو اس صورت میں سکھ اُن کو عزت کے ساتھ دفن کرتے، اُن کا مزار بناتے؟ بلکہ ان کی نعشوں کے ٹکڑے اڑاتے۔ ان حقائق سے واضح ہوتا ہے کہ اسماعیلی لوگوں کی سکھوں کے ساتھ کوئی مذہبی دشمنی نہ تھی، بلکہ اندرونی طور پر بھائی چارہ تھا، جبھی تو سکھ ان لوگوں کی اس طرح عزت و تکریم بجالاتے تھے۔

○ مولوی اسماعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی کی انگریزوں، ہندوؤں اور سکھوں سے کوئی دشمنی اور لڑائی نہ تھی، بلکہ ان دشمنانِ دین کے ساتھ گہرا رشتہ تھا۔ ان دو وہابی لیڈروں اور اُن کی ذریت کی اصل لڑائی تو مسلمانوں کے ساتھ تھی۔ چنانچہ دیوبندیوں کی مشہور کتاب "تذکرۃ الرشید" میں ہے کہ "حضرت گنگوہی جی نے فرمایا کہ حافظ جان صاحب انبیٹھ نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ ہم قافلہ کے ہمراہ تھے۔ مولوی عبدالحئی صاحب مولوی

اسماعیل صاحب دہلوی اور مولوی محمد حسین صاحب رام پوری بھی ہمراہ تھے اور یہ سب حضرات سیّد صاحب کے ہمراہ جہاد میں شریک تھے۔ سیّد صاحب نے پہلا جہاد یار محمد خاں حاکم یاغستان سے کیا تھا۔" (تذکرۃ الرشید ج ۲، ص ۲۷)

دیکھئے! اسماعیلی جہاد کی ابتدا ہی مسلمانوں کے ساتھ ہوئی ہے۔ مرزا حیرت لکھتا ہے: "مولانا شہید کی پہلی نظر درّانی (مسلمانوں) کی توپوں پر لگ رہی تھی۔ آپ سب سے پہلے ان پر جا پڑے۔ گولہ انداز نے مہتابی کو روشن کر کے چاہا کہ پہلے مولانا شہید کو اُڑا دوں کہ مولانا (اسماعیل) نے پھرتی سے وار کر کے اس کی گردن اُڑا دی۔ دوسرا توپچی بھی یونہی مارا گیا۔ مولانا شہید نے فوراً وہ دونوں توپیں درانیوں (پٹھان مسلمانوں) کی طرف پھیر کر فائر کرنے شروع کیے۔ ایک وفادار ہندو دلارام) جو مولانا (اسماعیل) شہید پر فریفتہ تھا، گولہ اندازی پر مقرر ہوا۔ اس نے اس پھرتی سے کہ درانیوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ ادھر مولانا شہید ان پر ٹوٹ پڑے [illegible] تاب درّانی کیونکر میدان میں ٹھہر سکتے تھے۔ اپنا کل سامان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ جب وہ فرار ہو رہے تھے، سیّد صاحب بھی ان پر آ پڑے تھے۔ جتنے درّانی مارے گئے، اُن کی تعداد ٹھیک معلوم نہیں۔ ہاں جن مُردوں کو وہ میدان میں چھوڑ گئے تھے، وہ چار سو سے زیادہ تعداد میں تھے۔ مولانا شہید کی فوج کا ایک آدمی بھی زخمی نہ ہوا تھا۔"

(حیات طیبہ ص ۳۲۱-۳۲۲)

[illegible] ڈاکٹر عاشق بٹالوی لکھتے ہیں: "جہاں تک ہندوستان کا تعلق ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ سیّد احمد بریلوی اور اسماعیل شہید کی تحریک پر یقیناً نجد کی وہابیت کے کافی اثرات تھے۔ شاہ اسماعیل شہید و سیّد احمد بریلوی نے حج سے واپس آ کر اپنے آپ کو غیر مقلد ظاہر کیا تھا۔" (روزنامہ امروز، لاہور، ۱۴ اگست ۱۹۵۶ء)

نیز پادری ہیوجیز لکھتا ہے: "(محمد بن) عبدالوہاب کے جانشینوں نے

وہابیت کے اصول سید صاحب کو تعلیم کیے اور انہیں بتا دیا کہ مذہبی رُوح لوگوں میں پھونکنے کے بعد یہ کامیابی ہوتی ہے اور یوں ملک ہاتھ لگتے ہیں۔" (حیاتِ طیبہ ص۵۱۲)

روزنامہ کوہستان لاہور، ۲۸ فروری ۱۹۵۶ء میں ہے:

ہندوستان کی وزارتِ خارجہ عربی ممالک میں پراپیگنڈہ کے لیے ان لوگوں کو منتخب کرتی ہے، جو ہندوستان کے عربی مدارس، خاص کر دیوبند میں تعلیم حاصل کر چکے ہیں۔ ایک تو وہ لوگ ہیں (دیوبندی علماء) جو نظریاتی طور پر ان سے متفق ہوتے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ جو عربی جاننے کے ساتھ اپنے ملک کے حالات سے بخوبی واقف ہوتے ہیں۔ چنانچہ عربی ممالک میں ہندوستانی سفارت خانوں کے پراپیگنڈا سیکشن میں کام کرنے والے جتنے لوگ ہوتے ہیں، ان میں سے ان (دیوبندی) عالموں کی بڑی اکثریت ہوتی ہے اور یہ لوگ بڑی جاں فشانی سے کام کرتے ہیں۔ اگر یہ لوگ مسلمان (دیوبندی) ان جگہوں پر نہ ہوں، تو ہندوستان کی شہرت اتنی ہرگز نہ ہو۔

روزنامہ سعادت، لائلپور نے ۷ر اکتوبر کی اشاعت میں لکھا ہے:

"بھارت سے کانگریسی مولویوں کا ایک وفد جس کی قیادت جمعیت علماء ہند (دیوبند) کے سیکرٹری کر رہے تھے۔ وہاں (مکہ مکرمہ) آیا ہوا تھا۔ اس وفد نے شاہ سعود کو یقین دلایا کہ "بھارت کے مسلمان بڑے امن و سکون سے زندگیاں گزار رہے ہیں۔ پنڈت نہرو کی حکومت اُنکے ساتھ بڑا اچھا سلوک کر رہی ہے، حالانکہ اس وقت تمام بھارت میں مسلمانوں پر ظلم و تشدد کی انتہا کی جا رہی تھی، اُن کو قتل کیا جا رہا تھا، اُن کے خون سے ہولی کھیلی جا رہی تھی۔ ہزاروں مسلمانوں کو توہینِ رسالت کے خلاف احتجاج کے جرم میں جیل میں ڈال دیا گیا تھا اور مساجد کو مندروں میں تبدیل کیا جا رہا تھا اور پچاس ہزار کے قریب مسلمانوں کو شدھی کرنے کا اعلان ہو چکا تھا۔"

(روزنامہ "سعادت" لائلپور، ۷ر اکتوبر ۱۹۵۶ء)

روزنامہ کوہستان، لاہور اپنی ۲ نومبر ۱۹۵۶ء کی اشاعت میں رقمطراز ہے:

"بھارت سے ہر سال حاجیوں کے قافلے کے ساتھ احراری مولوی یا کانگرسی مولوی کو بھیجا جاتا ہے، جو پاکستان کے خلاف اور بھارت کے حق میں پراپیگنڈہ کرتا ہے۔"

وہابی علماء کو نہرو، گاندھی اور کانگریس سے جو پیار ہے، وہ محتاجِ بیان نہیں، وہابیوں کانگرسیوں نے گاندھی کی جے کے نعرے لگائے۔ مشرک کانگرسی لیڈروں کے گلے میں ہار ڈالے، انہیں مسجدوں میں لاکر منبر پر بٹھایا اور مسلمانوں کا واعظ بنایا۔ گاندھی کو امام، مفکر، سردار اور رہبر بنایا اور کہا کہ امام مہدی (علیہ السلام) کی جگہ امام گاندھی تشریف لائے ہیں۔ اگر نبوت ختم نہ ہو گئی ہوتی تو مہاتما گاندھی نبی ہوتے۔ دس ہزار جناح، شوکت اور ظفر جواہر لال نہرو کی جوتی کی نوک پر قربان کیے جا سکتے ہیں وغیرہ وغیرہ (حوالہ کے لیے دیکھیے "دیوبندی مذہب" — "انوارِ آفتابِ صداقت")

اور پھر وہابیوں کا گاندھی کے ساتھ یہ رشتۂ تعلق صرف اس مُشرک کی زندگی تک ہی محدود نہ تھا، بلکہ اب بھی اُسی طرح قائم ہے۔ چنانچہ ستمبر ۱۹۵۶ء میں وہابیوں نے اپنے دارالخلافہ نجد میں نہرو کو بُلا کر اُس کی زبانی گاندھی کے تعریفی اشعار سُنے۔ اور گاندھی کا نعرہ لگایا اور ہندوستان میں ۳۰ جنوری ۱۹۵۶ء کو تلک ہال کانپور میں کانگرس کی طرف سے مہاتما گاندھی کا یوم شہید منایا گیا، جس میں علاوہ دیگر کانگرسیوں کے قوم پرست مُسلم (وہابی) کانگرسیوں نے بھی اپنے باپو کے غم میں حسبِ استطاعت شرکت کی۔ جناب حافظ حبیب اللہ صاحب رکن (دیوبندی) جمعیت العلماء اور حضرت بابا خضر محمد صابق جمعیت علماء کانپور کے سرپرست نے مہاتما گاندھی کی رُوح کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے قرآن کریم کی آیتیں اُن کی تصویر کے سامنے بیٹھ کر پڑھیں، اور اُن کی رُوح کو بخش دیں۔ ایک جانب لوگ بھجن گا رہے تھے تو دوسری جانب

جمعیت علماء ہند دیوبند کے کچھ ذمہ دار ارکان تلاوت قرآن کریم کر رہے تھے۔"

(ماہ طیبہ مارچ ۱۹۵۵ء کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ، بحوالہ اخبار سیاست
کانپور، بھارت۔ یکم فروری ۱۹۵۵ء)

○ "صوت الشرق" ایک ماہوار عربی رسالہ ہے، جو مصر میں ہندوستانی سفارت خانے (جس میں دیوبندی عالموں کی اکثریت ہوتی ہے) کے محکمہ اطلاعات کی طرف سے نکلتا ہے۔ اس رسالے میں تمام مضامین ہندوستان سے متعلق ہوتے ہیں۔ اس میں مصر کے ایک ممتاز ادیب استاذ عزیز فہمی کا ایک مقالہ ہے جس میں اس نے تمام تر زور اس بات پر صرف کیا ہے کہ گاندھی جی نے جو سیاسی طریقہ اختیار کیا ہے، اس کی بناء پر وہ بیک وقت ہندو بھی تھے اور مسلمان بھی۔ وہ قرآن پڑھتے ہوئے قتل کئے گئے" اس لیے وہ مسلمان شہیدوں میں سے ایک شہید ہیں (ملکہ)

فلهٗ عند الله مقام شهيدين اثنين لا شهيد واحد۔

(ترجمہ) "اس (گاندھی) کے لیے خدا کے ہاں دو شہیدوں کا ثواب ہے نہ کہ ایک شہید کا۔"

فقد صلّى الله على غاندهي هو وملائكته فما كان غاندهي
وما كانت حياته إلا نورٌ على نورٍ۔

(ترجمہ) "پس تحقیق خدا اور اس کے فرشتوں نے گاندھی پر درود بھیجا۔ گاندھی
اور اس کی زندگی نورٌ علیٰ نور تھی۔" (معاذ اللہ تعالیٰ)

(روزنامہ کوہستان، لاہور، ۱۴؍ فروری ۱۹۵۶ء)

دیوبندی مودودی ماہنامہ "تجلی" دیوبند (جس کا ایڈیٹر برادر زادہ شبیر احمد عثمانی، فاضل دیوبند عامر عثمانی ہے) لکھتا ہے: "دنیا کی مشہور دینی درس گاہ دارالعلوم دیوبند کی دعوت پر ۱۳؍ جولائی کو جمہوریہ ہند کے صدر جناب ڈاکٹر راجندر پرشاد صاحب تشریف لائے۔ جناب صدر کی آمد سے قبل تقریباً دس روز تک دارالعلوم کے تمام

اسٹاف نے جس ذوق و شوق، تن دہی اور دلچسپی سے اپنے معزز مہمانوں کے استقبال کی تیاریاں کیں، ان کا تفصیلی بیان ایک دفتر چاہتا ہے۔ ہمیشہ عید قربان دس بارہ روز کی چھٹیاں ہوا کرتی تھیں لیکن اس مرتبہ انہیں بھی ختم کرنا پڑا اور دفتر اہتمام سے آرڈر جاری ہوا کہ تمام سٹاف (راجندر کے) استقبالی انتظام کی تکمیل میں پوری طرح مصروف رہے میرے (مدیر تجلی) اپنے کئی اقرباء مدرسہ میں ملازم ہیں۔ ان میں سے ایک کا ذوق و شوق کا عالم تو میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ علی الصبح مدرسہ تشریف لے جاتے اور رات تک ان کا پتہ ہی نہ چلتا۔ جمعہ کے دن دوپہر کا کھانا کھانے بمشکل تین بجے گھر آسکے۔ جی چاہا کہ پوچھوں کہ نمازِ جمعہ کی بھی چھٹی نہیں ملی۔ مگر چپ رہا کہیں ان کے مقدس جذبات کو ٹھیس نہ لگ جائے۔ آخر جمعہ تو ساتویں روز آتے ہیں مگر صدر جمہوریہ (راجندر) روز روز نہیں آتے۔ جلسے کی شرکت کے لئے انگریزی زبان میں نہایت نفیس دعوت نامے چھاپے گئے۔ جلسہ اس پنڈال میں ہوا جو ہزار سے زیادہ روپے خرچ وسیع دارالطلبہ میں بنوایا گیا تھا۔ بہت شاندار معزز مہمان کی شان کے مطابق سب سے پہلے وطنی ترانہ پڑھا گیا تھا۔ اس وقت صدر جمہوریہ اور تمام اساتذہ و منتظمین (دیوبند) اور پورا مجمع کھڑا تھا۔ ترانے کے آخر تک سب کھڑے تھے اور پھر صدر محترم کی تقلید کرتے ہوئے سب بیٹھ گئے۔ اب (ترانے کے بعد) تلاوتِ قرآن سے جلسہ شروع ہوا۔ تلاوتِ قرآن کے وقت کھڑے ہونے کا رواج ہمارے ہاں نہیں ہے۔ اس کا مقابلہ ترانہ کے آداب سے نہیں کرنا چاہیے۔ تلاوت کے بعد نظمیں ہوئیں گلزار صاحب نے نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ بتلایا کہ اگر مولانا (حسین احمد مدنی مدظلہٗ) دینِ حجازی کے محبط و مخزن ہیں۔ تو صدر جمہوریہ دینِ غیر حجازی کے امام و شیخ ہیں۔ ایک ولی ہے تو دوسرا دھرماتما۔ دونوں ہی کے فیض و برکت سے جمہوری حکومت اپنے بیش بہا کام سرانجام دے رہی ہے۔ انور صابری صاحب

قومی، ملی خیالات کو جامۂ شعر پہنانے میں جس قدر مشاق ہیں، وہ مشاعرے سننے والے حضرات سے پوشیدہ نہیں۔ گاندھی جی کی مظلومانہ موت پر غالباً "باپو شہید" کے عنوان سے جو نظم انہوں نے کہی تھی، اس کا مقابلہ اس موضوع کی شاید کوئی نظم نہیں کر سکی۔ نظموں کے بعد حضرت (مولانا محمد طیب) مہتمم صاحب دارالعلوم نے سپاس نامہ پڑھا۔ سپاس نامہ کے اخیر میں اُمید ظاہر کی گئی ہے کہ جناب صدر جمہوریہ کی قدم رنجہ فرمائی۔ دارالعلوم کی تاریخ کا ایک تابناک نقش ہے، جس پر دارالعلوم کو ہمیشہ فخر رہے گا۔ اس کے بعد محترم علامہ نے رسم شکریہ ادا فرمائی۔ حضرت مولانا مدنی مدظلہٗ نے اس سلسلے میں پانچ دس منٹ تقریر فرمائی۔ شیخ نے اپنی معروف صاف گوئی کو قائم رکھا اور فرمایا: ہم (دیوبندی) غریب ہیں، بے نوا ہیں۔ عالی جناب صدر جمہوریہ ...... (راجندر پرشاد) نے اپنی تشریف آوری سے نواز کر ہمیں صد درجہ ممنون فرمایا ہے۔ صدر جمہوریہ جلسہ ختم ہونے پر دیوبند سے روانہ ہو گئے۔ میں نے دیکھا اُن کی فراٹے بھرتی ہوئی کار کو صرف ایک نظر دیکھ لینے کے لیے سینکڑوں لوگ (دیوبندی) اس طرح بھاگ رہے تھے، جیسے قرنوں پہلے قیس ناقۂ لیلیٰ کی طرف بھاگا ہوگا۔ کیوں نہ بھاگتے آخر صدر جمہوریہ کی کار تھی۔ دارالعلوم نے اپنے محبوب صدر (راجندر پرشاد) کی آمد پر ہزاروں روپیہ خرچ کیا .... (اور) جناب صدر نے اپنی جیب خاص سے نقد ایک ہزار روپیہ دیا۔

چنانچہ اگلے روز جناب مہتمم صاحب (قاری محمد طیب) نے نہ صرف یہ کہ کامیابی کی مٹھائی تقسیم فرمائی، بلکہ جلسۂ عام میں جناب صدر (جمہوریہ ہند) کی خوش اخلاقی، فراخ نظری، روحانیت، شفقت، جود و سخا، انسانیت پروری، حلم و رافت اور بندہ نوازی کو بڑے وزنی الفاظ میں نہایت مسرت و دلی جوش کے ساتھ سراہا۔

(ماہنامہ تجلی، دیوبند، اگست ستمبر ۱۹۵۷ء)

ماہنامہ "دارالعلوم" دیوبند کی زبانی دیوبند میں راجندر پرشاد کی ہنگامہ خیز

وجشن انگیز آمد کا حال سنیئے، اس سے وہابی توحید کے چند مزید اسرار آپ پر منکشف ہوں گے۔ ماہنامہ "دار العلوم" دیوبند رقمطراز ہے:

"۱۳ر جولائی ۱۹۵۵ء کی تاریخ دار العلوم دیوبند میں وہ تاریخی دن تھا جب دار العلوم میں عالی جناب ڈاکٹر راجندر پرشاد صاحب بالقابہ نے صدر جمہوریہ ہند کی حیثیت سے قدم رنجہ فرمایا۔ پروگرام کے مطابق صبح کے ۸ بجے جب صدر جمہوریہ ہند اپنے سیلون سے برآمد ہوئے، تو حضرت مولانا مدنی اور حضرت مولانا محمد طیب صاحب جو سیلون کے دروازے کھڑے تھے، آگے بڑھے۔ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب (کانگریسی) نے ان حضرات کا تعارف کرایا۔ اولاً مولانا مدنی صاحب سے اور پھر حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ سے صدر محترم نے مصافحہ کیا۔ حضرت مہتمم صاحب نے صدر کو ہار پہنایا۔ ۸ بج کر ۱۰ منٹ پر صدر محترم دار العلوم (دیوبند) کے لیے اپنی کار میں روانہ ہوئے اسٹیشن سے لے کر دار العلوم تک راستہ خیر مقدم کے لیے بنائے ہوئے خوشنما دروازوں اور رنگ برنگ کی جھنڈیوں سے آراستہ تھا۔ دیوبند اور قرب و جوار کے ہزاروں اشخاص سڑک پر دو رویہ صدر کے استقبال کے لیے کھڑے ہوئے تھے۔ دار العلوم سے تقریباً ۳/۴ فرلانگ کے فاصلے تک طلبا نے دار العلوم کی دو رویہ قطاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ ہند و بیرون ہند کے طلباء کے علیحدہ علیحدہ گروپ بنا دیئے گئے تھے جو متعدد ماٹو لیے ہوئے تھے۔ جب طلباء کی ان دلکش قطاروں کے درمیان سے صدر محترم کی کار گزرنا شروع ہوئی تو دیوبند کی فضا استقبالیہ نعروں سے گونج اٹھی۔ کتب خانہ کے معائنہ کے بعد صدر جمہوریہ ٹھیک ۹ بجے استقبالیہ جلسہ میں شرکت کے لیے پنڈال میں تشریف لے گئے۔ عظیم الشان اور حسین پنڈال مختلف گیلریوں میں تقسیم تھا۔ صدر محترم نے جونہی ڈائس پر قدم رکھا، پورا مجمع صدر (راجندر پرشاد) کے احترام میں کھڑا ہو گیا۔ حضرت مولانا مدنی نے صدر محترم کو ہار

ہار پہنایا۔ دار العلوم کی جانب سے اللہ اکبر۔ دار العلوم زندہ باد۔ صدرِ جمہوریہ ہند زندہ باد اور جمہوری ہندوستان زندہ باد کے نعروں سے صدرِ محترم کا خیر مقدم کیا گیا اور ضلع کے حکام کی جانب سے سرکاری رسم کے مطابق قومی ترانہ پیش کیا گیا جسے انگریزی سکول کے بچوں نے پڑھا۔ ترانہ ختم ہوتے صدرِ محترم اور پورا مجمع بیٹھ گیا اور جلسہ کی کاروائی شروع کی گئی۔ سب سے پہلے دار العلوم کی جانب سے حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے صدرِ محترم کی قدم رنجہ فرمائی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ "آج دار العلوم کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہو رہا ہے۔ صدرِ محترم ہندوستان کی صرف ایک عظیم شخصیت ہی نہیں، بلکہ جنگ آزادی کے جانباز سپاہی بھی ہیں۔ آج وہ صدر جمہوریہ کی حیثیت سے یہاں رونق افروز ہیں۔ آپ کی قدم رنجہ فرمائی پر ہمیں مسرت ہے اور ہم اس کے لیے (راجندر پرشاد کے) شکر گزار ہیں۔ اس ترانۂ شکریۂ راجندر کے بعد تلاوت قرآن مجید سے جلسہ کا باقاعدہ کاروائی کا آغاز ہوا۔ نظموں کے بعد حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے سپاس نامہ پڑھ کر سنایا جس میں دار العلوم کی باطنی روحانیت اور توکل و انابت وغیرہ پر صدر محترم کی توجہ دلائی گئی۔ صدر جمہوریہ کو یہ سپاس نامہ ایک منقش صندوقچی میں رکھ کر پیش کیا گیا۔ جلسہ کے اختتام پر صدر محترم جمہوریہ ریلوے اسٹیشن پر تشریف لے گئے۔ دار العلوم کی جانب سے دوپہر کا کھانا صدر محترم کو ان کے سیلون میں کھلایا گیا۔ حضرت مولانا مدنی مدظلہ، حضرت مہتمم صاحب مدظلہ اور دوسرے متعدد حضرات کھانے میں شریک تھے۔"

(ماہنامہ دار العلوم دیوبند ستمبر ۱۹۵۷ء)

دار الموحدین دیوبند میں راجندر پرشاد جیسے کافر و مشرک کا یہ عظیم الشان استقبال دیکھئے اور وہابیوں دیوبندیوں کی شانِ رسالت سے عداوت مسلمانوں سے بیزاری، کافر دوستی اور مشرک نوازی پر غور فرمائیے کہ خالص مسلمانوں کو تو یہ لوگ

محض "اغثنی یا رسول اللہ" (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عرض کرنے پر مشرک و واجب القتل قرار دیتے اور ان سے بیزار ہوتے ہیں، مگر جو خالص مشرک و کافر ہیں۔ ان کے اعزاز و اکرام میں کیا کیا اہتمام کرتے ہیں اور رسول پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جن غلامانہ و نیازمندانہ تعلقات پر اہل سنت کو بدعتی و مشرک گردانتے ہیں خود وہی تعلقات نہرو اور راجندر پرشاد وغیرہ سے استوار کرتے ہیں۔

دیوبندی نجدی وہابیوں کی اسلام و پاکستان کے دشمنوں، کافروں، مشرکوں سے عقیدت و محبت اور تعلق کی کہانی، تو آپ اچھی طرح سن چکے ہیں۔ اب ذرا اُن کی خالص شرک نوازی و کفر دوستی بھی ملاحظہ ہو:

○ "ہندوستان کے ایک نام نہاد مسلمان فضل الرحمن سیٹھ بیڑی والے نے لکشمی نرائن مندر کی تعمیر میں بیس ہزار روپیہ دیا اور اس کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے گیارہ سو بطور ہدیہ مسرت اور دیئے۔ مندر کے موجودہ کرتن ہال میں بجلی بھی سیٹھ صاحب نے اپنے خرچ سے لگوائی اور مندر کا سنگ بنیاد رکھتے وقت یہ اعلان بھی کیا کہ مندر کے لیے شری لکشمی نرائن کی سنگِ مرمر کی مورتی (بُت) بھی ڈھائی ہزار کی رقم سے اپنے خرچ پر مہیا کروں گا۔"

(ماہنامہ تجلی، دیوبند، اکتوبر ۱۹۵۷ء اور روزنامہ نوائے وقت، لاہور ۸ ستمبر ۱۹۵۷ء)

وہ کونسا مسلمان ہے جو اس ملعون حرکت کی مذمت نہ کرے گا؟ اور جس کا دل اس ناپاک اور قبیح شیطانی فعل پر نہ کڑھے گا؟ مگر بزرگانِ دین کے مزارات پر حاضری دینے اور فاتحہ پڑھنے کے جرم میں مسلمانوں کو قبر پرست اور پیر پرست اور روضہ ہائے مقدسہ کو بُتوں سے تشبیہ دینے والے دیوبندیوں وہابیوں کی توحید کی داد دیجیے کہ انہوں نے نام نہاد مسلمان فضل الرحمن غدارِ اسلام کے اس شیطانی ڈرامہ کی مذمت کرنے اور اس پر اظہارِ نفرت کی بجائے اس کی تحسین کی ہے۔ چنانچہ لائلپور (فیصل آباد)

کے ایک دیوبندی وہابی اخبار "پاکستانی" نے ۱۵ ستمبر کی اشاعت میں اسے "مسلمانوں کی روایتی ایثار پیشگی" سے تعبیر کیا ہے۔ گویا دیوبندیوں کے نزدیک معاذ اللہ مسلمان پہلے ہی سے مندر و بت شکنی کی بجائے مندر و مورتی سازی اور بت فروشی کرتے چلے آئے ہیں، حالانکہ کوئی باغیرت سچا مسلمان مجاہد اس شیطانی فعل کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ یہ شرک نوازی و کافر دوستی تو "وہابی توحید" ہی کے حصے میں آچکی ہے۔ پھر پاکستانی دیوبندیوں پر ہی یہ بات ختم نہیں ہو جاتی، بلکہ ہندوستانی دیوبندی بھی فضل الرحمٰن کی توحید اور اس کے فعل کی تحسین کرتے ہیں۔ چنانچہ ماہنامہ "تجلی" دیوبند رقمطراز ہے:

"(فضل الرحمٰن) کی بات اگر یہیں تک رہ جاتی ہے تو ہم کو کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی؛ لیکن دلچسپی کا باعث وہ مختصر تبصرہ ہے جو علماء حقہ (دیوبند) کے واحد سرکاری آرگن اور ترجمان "الجمعیت" (ہند) نے اس پر فرمایا ہے کہ

○ "ہمیں اس خبر سے یہ دکھانا ہے کہ ۲۹ کروڑ کی آبادی میں مذہبی رواداری کی مثال قائم کرنے کی توفیق بھی صرف مسلمانوں ہی کو حاصل ہے۔ یہ سیر چشمی، یہ وسیع النظری اور یہ رواداری، سوائے مسلمان کے آپ کو کہاں نظر آسکتی ہے؟" (الجمعیۃ۔ ۱۲ ستمبر ۱۹۵۷ء)

تجلی (دیوبند) "غور طلب امر یہ ہے کہ اگر مسلمان صاحب مذکور کا یہ کارنامہ سیر چشمی، وسیع النظری اور رواداری جیسے بلند و برتر الفاظ سے نوازے جانے کے قابل ہے تو اس وقت ہمارے علماء دیوبند اپنے بلند جمہوری و قومی جذبات کا اظہار کن لفظوں میں کریں گے، جب یہ مسلمان صاحب یا اور کوئی صاحب مارے سیر چشمی کے، مورتی کے سامنے بھجن گاکر سجدے میں گر جائے گا یا باقاعدہ طور پر اعلان کرے گا کہ میں آج سے اپنا تخلص موہن داس رکھتا ہوں اور نماز فجر کے بعد روزانہ ایک گھنٹہ مورتی کے آگے سیس نواؤں گا۔ اگر آپ علماء دیوبند ہی بت پرستی اور کفر و شرک سے تعاون و تعامل کی ترغیب دینے لگ

جائیں، تو اس کے بعد آخر گمراہی و دین فروشی کا کونسا درجہ باقی رہ جاتا ہے؟

دیکھ مسجد میں شکستِ رشتۂ تسبیحِ شیخ
بُت کدہ میں برہمن کی پختہ زنّاری بھی دیکھ

(تجلّی دیوبند، اکتوبر ۱۹۵۶ء)

دیوبندی وہابی علماء کی کانگرس، نہرو اور گاندھی و دیگر ہندو مشرکین کے ساتھ محبت کا مظاہرہ آپ نے دیکھا اور ان لوگوں کی بلادِ عرب میں نہرو حکومت کی تبلیغ کے متعلق بھی پڑھ لیا۔ ان مُلّاؤں نے دشمنِ اسلام و دشمنِ پاکستان، بھارتی حکومت کی تبلیغ کرتے ہوئے مشرک لیڈروں نہرو گاندھی وغیرہ کو بڑھا چڑھا کر دیگر بلاد میں پیش کیا ہے اور اس کے جو نتائج و اثرات نکلے اور دوسرے ممالک کے باشندوں پر جو اثر ہوا ہے، اس کے متعلق نمائندہ کوہستان "مقیم بغداد" رقمطراز ہے:

○ "حقیقت میں دیارِ عرب میں ہندوستان کا پروپیگنڈا (دیوبندیوں کی بدولت) بہت زبردست ہے۔ یہ عجب ہے کہ عرب لوگ ہندوستان کی محبت میں بہت غلو کر گئے ہیں اور ہندوستانی لیڈروں کو مقدس ہستیاں تصور کرتے ہیں۔ جب پنڈت جواہر لال نہرو ارضِ مقدس کا دورہ کرنے گئے تھے تو انہیں رسول السلام کے لقب سے نوازا گیا تھا اور یہاں (بغداد) کے اخبارات نے جلی حرفوں سے الحاج نہرو لکھا تھا اور اس پر بہت خوشی کا اظہار کیا گیا۔ جب کبھی اخبارات پنڈت نہرو کے بارے میں کوئی خبر شائع کرتے ہیں، تو اس کا فوٹو ضرور چھاپتے ہیں۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان کو ایک غیر مسلم سے کتنی محبت ہے؟" میرے ایک شاگرد کہنے لگے: وَاللہ نہرو عظیم وَھو رجل دیّن۔ (خدا کی قسم نہرو عظمت والا ہے اور وہ بہت اچھا آدمی ہے۔)

(روزنامہ کوہستان، لاہور، ۲ فروری ۱۹۵۶ء)

روزنامہ "جنگ" کراچی، ۲۸ ستمبر ۱۹۵۶ء میں رئیس امروہوی نے ایک شعر میں طنزاً نہرو کو نیم حاجی لکھا تھا ؎

عرب کی خاک پر تقدیر نے پہنچا دیا اُن کو
بنے پنڈت جواہر لال نہرو نیم حاجی بھی

مگر یہاں دیکھیے کہ کافر نہرو کو پورا الحاج بنا دیا گیا ہے۔ رئیس امروہوی کی ایک اور رُباعی نہرو کے دورۂ نجد کے متعلق سُن لیجیے۔ لکھتے ہیں ؎

جَپ رہا ہے آج مالا ایک پنڈت کی عرب
برہمن زادے میں شانِ دلبری ایسی تو ہو
حکمتِ پنڈت جواہر لال نہرو کی قسم
مر مٹے اسلام جس پر کافری ایسی تو ہو

(روزنامہ جنگ، کراچی، ۲۹ ستمبر ۱۹۵۶ء)

دیوبند کے سرخیل مولویوں کی اسلام اور پاکستان دشمنی کی مختصر مگر گھناؤنی حکایات درج کی گئی ہیں۔ اس مختصر رسالہ میں تفصیل کی گنجائش نہیں۔ البتہ رہنمائی کے لیے مزید حوالہ جات درج کر دیے ہیں۔

ابوالکلام آزاد: اس شخص کو خلاقِ کائنات نے بڑی خوبیوں سے نوازا تھا، لیکن سیہ بختی! کہ اس نے اپنی تمام تر صلاحیتیں ہندو نوازی، اسلام و پاکستان دشمنی میں صرف کر دیں۔ کانگرس کے صدر کی حیثیت سے مسلم دشمن کارناموں کی وجہ سے قائدِ اعظم سے "شو بوائے" کا خطاب پایا، جسے تاریخ نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے سینے میں محفوظ کر لیا۔ "آزاد" نے پاکستان کے خلاف زہر اُگلتے ہوئے کہا:

○ "میں اعتراف کرتا ہوں کہ "پاکستان" کا لفظ ہی میری طبیعت قبول نہیں کرتی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کا ایک حصہ تو پاک ہے اور باقی ناپاک۔

علاوہ ازیں میں تو ایسا محسوس کرتا ہوں کہ پاکستان کی اسکیم شکست خوردگی کی ایک واضح علامت ہے۔ اس کی تعمیر جس بنیاد پر رکھی گئی ہے —— وہ ہے یہودیوں کے وطن کی مثال۔"

("تاریخ نظریہ پاکستان" از پیام شاہجہان پوری لاہور سنہ ۱۹۵ء۔ صفحہ ۲۵۱)

("آزادیٔ ہند" مترجم رئیس احمد جعفری لاہور سنہ ۱۹۶۳ء، صفحہ ۱۲۷)

○ ابوالکلام آزاد کی موت پر ہندو روئے اور خوب روئے۔ پنڈت پنت نے درد سے کانپتی ہوئی آواز میں کہا:

مولانا ایسے لوگ پھر کبھی نہ پیدا ہوں گے اور ہم تو کبھی نہ دیکھ سکیں گے۔

اور بقول شورش کاشمیری "راجندر بابو نے آنسوؤں کی سیل میں بھگو کر پھول نچھاور کیے۔ پنڈت نہرو نے گلاب چھڑکا، تو بے اختیار ہو گئے۔ لوگوں نے سہارا دیا اور جب مٹی دینے لگے، تو بلک بلک کر رو رہے تھے۔ راجندر بابو دمہ کے مریض ہونے کے باوجود صبح ہی سے تصویر یاس بنے کھڑے تھے، پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے کہ آج ۴۰ سال کی دوستی اور رفاقت کا انت ہو گیا۔"

("بیس بڑے مسلمان" از عبدالرشید ارشد لاہور سنہ ۱۹۷۵ء صفحہ ۷۱۲، ۷۶، ۷۷، ۷۷۷)

مزید معلومات کے لیے مندرجہ ذیل حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ "مسلمان اور کانگریس" از ابوالکلام آزاد، مطبوعہ آزاد بک ڈپو لاہور
۲۔ "اقبال کے آخری دو سال" از عاشق حسین بٹالوی مطبوعہ لاہور سنہ ۱۹۶۱ء۔ صفحہ ۲۹
۳۔ "مشاہیر جنگ آزادی" از مفتی انتظام اللہ شہابی کراچی سنہ ۱۹۵۷ء، صفحہ ۲۴۱
۴۔ "نوادر ابوالکلام" از عبدالغفار شکیل مطبوعہ علی گڑھ سنہ ۱۹۶۳ء ص ۲۱ تا ۲۵/ ۴۱
۵۔ "ارمغان آزاد" ج ۱، از ابو سلمان شاہجہانپوری مطبوعہ کراچی سنہ ۱۹۷۸ء ص ۷۳ تا ۷۵/ ۱۹۷
۶۔ "تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء" ص ۲۱۳

۷ - "مولانا آزاد اور اُن کے ناقد" از ایم اے شاہد، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۱ء ص ۴۴
۸ - "آزادیٔ ہند" از رئیس احمد جعفری، ص ۱۴۴ تا ۱۴۶
۹ - "عظیم قائد" از نوابزادہ محمود علی خان، مطبوعہ لاہور ۱۹۵۲ء، ص ۹۰
۱۰ - "آزادی کی کہانی میری زبانی" از سردار عبدالرب نشتر مطبوعہ کراچی ۱۹۷۹ء ص ۸۴)
۱۱ - "قائدِ اعظم اور اُن کا عہد" از رئیس احمد جعفری لاہور ۱۹۶۶ء ص ۷۶۵
۱۲ - "ظفر علی خان اور اُن کا عہد" از عنایت اللہ نسیم سوہدروی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء ص ۱۵۱، ۱۵۲
۱۳ - "چمنستان" از مولانا ظفر علی خان مطبوعہ لاہور ۱۹۴۴ء ص ۱۵۱ - ۱۵۲

مولوی مودودی: سوادِ اعظم سے ہٹ کر اپنے مخصوص مذہبی و سیاسی نظریات کے پرچارک کا ارشادِ گرامی بھی سُن لیجئے،

○ "افسوس کہ لیگ کے قائدِ اعظم سے لے کر چھوٹے مقتدیوں تک ایک بھی ایسا نہیں جو اسلامی ذہنیت اور اسلامی فکر رکھتا ہو اور معاملات کو اسلامی نقطۂ نظر سے دیکھتا ہو۔ یہ لوگ مسلمان کے معنی و مفہوم اور اس کی مخصوص حیثیت کو بالکل نہیں جانتے۔"

۱ - "سیّد ابوالاعلیٰ مودودی" از ابوالآفاق، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء، ص ۴۹
۲ - "ہمارے سیاست دان" از محمد موسیٰ بھٹو، مطبوعہ حیدرآباد ۱۹۷۹ء ص ۲۰
۳ - "تحریکِ جماعتِ اسلامی" از ڈاکٹر اسرار احمد، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء، ص ۴۲
۴ - "لیڈرانِ کرام" از ریاض بٹالوی، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء، ص ۵۶

"کوئی شخص یہ خیال نہ کرے کہ ہم کانگرس سے تصادم چاہتے ہیں ہرگز نہیں۔ ہندوستانی ہونے کی حیثیت سے تو ہمارا مقصد وہی ہے جو کانگرس کا ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ اس مشترک مقصد کے لئے بالآخر کانگرس ہی کے ساتھ تعاون کرنا ہے۔"

("مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش" حصہ اول، ص ۲۴)

○ "۱۹۴۶ء میں میں اور راجہ غضنفر علی خان، قائدِ اعظم کا پیغام لے کر مولانا مودودی کے پاس گئے اور کہا کہ آپ پاکستان کے لیے دعا کریں۔ تو مولانا نے کہا: آپ میرے پاس "ناپاک ستان" کے لیے دعا کروانے آئے ہیں۔ " اگر کسی کو میری باتوں سے اختلاف ہو تو عدالت میں اس معاملے کو لے کر جائے۔ میں ان سب باتوں کو ثابت کروں گا۔"

(روزنامہ جنگ لاہور، ۱۶ر دسمبر ۱۹۸۴ء) (سردار شوکت حیات خان)

○ **مودودی فتویٰ**، "خواہ اَن پڑھ عوام ہوں یا دستار بند علماء یا خرقہ پوش مشائخ یا کالجوں، یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ حضرات ..... اسلام کی رُوح سے ناواقف ہونے میں یہ سب یکساں ہیں۔" (**تفہیمات صـ ۳۸**)

○ "یہ انبوہِ عظیم (رعایانِ پاکستان) جس کو مسلمان کہا جاتا ہے۔ اس کا حال یہ ہے کہ اس کے ۹۹۹ فی ہزار افراد نہ اسلام کا علم رکھتے ہیں، نہ حق اور باطل کی تمیز سے آشنا ہیں۔" (سیاسی کشمکش حصہ دوم صـ ۱۳۰)

"مولانا مودودی نے سب سے پہلے گاندھی کی سوانح عمری لکھی۔"

(ندائے اہلِ سنت لاہور صـ ۱۱ ۱۵ر تا ۳۱ر جولائی ۱۹۹۳ء)

مزید معلومات کے لئے ملاحظہ فرمائیں،

۱۔ "تحریکِ آزادئ ہند اور مسلمان" حصہ دوم از مولانا مودودی
مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء صـ ۳۶

۲۔ "اسلام اور پاکستان" از ڈاکٹر اسرار احمد مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء، صـ ۱۲)

۳۔ "تاریخ نظریۂ پاکستان" از پیام شاہجہان پوری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء۔ صـ ۳۵۲

۴۔ "تاریخ نظریۂ پاکستان" " " " "

۵۔ پرچہ "کوثر" لاہور، شمارہ ۱۷ر جون ۱۹۴۷ء

" " " " ۱۳ر جون ۱۹۴۷ء

۶- "سیاسی جماعتیں طلبلو کی عدالت میں" از اشرف رضا مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء ص ۴۳

۷- "مولانا مودودی اور جماعت اسلامی" از ممتاز علی عاصی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۴ء ص ۵۰

۸- "مکاتیب نواب بہادر یار جنگ" مطبوعہ کراچی ۱۹۶۷ء ص ۲۳۸-۲۵۶

۹- "رپورٹ تحقیقاتی عدالت" ۱۹۵۴ء، ص ۲۶۱

۱۰- "علامہ اقبال، قائد اعظم، پرویز، مودودی اور تحریک پاکستان"
از چوہدری حبیب احمد، مطبوعہ فیصل آباد، ۱۹۷۳ء، ص ۲۵۸

۱۱- "ترجمان القرآن" ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ (لاہور)

۱۲- "سرگزشت پاکستان" مطبوعہ لاہور ۱۹۷۴ء، ص ۲۰۸

۱۳- "روزنامہ نوائے وقت" لاہور، ۵ جولائی ۱۹۵۵ء (اداریہ)

۱۴- "ترجمان القرآن" لاہور، جمادی الآخر ۱۹۷۴ء

۱۵- "دیوبندی مذہب" از مولانا غلام مہر علی، مطبوعہ چشتیاں، ۱۹۵۶ء

مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانوی دیوبندی:

یہ صاحب تازیست قولاً، فعلاً، عملاً کانگرسی رہے۔ وہ کانگرس سے دور رہ کر مجلس احرار کے قیام کو بھی مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ ان کے تعلقات غیر مسلموں سے اتنے وسیع تھے کہ شاید ہی اس دور میں کسی نیشنلسٹ مسلمان کے ہوں؟ مولانا کے صاحبزادے عزیز الرحمٰن لدھیانوی لکھتے ہیں:

○ "انقلاب پسند، انکے ارادت مند، دہشت پسندان کے گرویدہ، کمیونسٹ ان کے مداح، سکھ ان کے نام لیوا، ان کی نجی صحبتوں میں ایسے ایسے لوگ دیکھے، جن کی شانِ نزول معمولی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔"

("جنگ آزادی کے مسلم مجاہدین" حصہ سوم، از عزیز الرحمٰن لدھیانوی مطبوعہ دہلی ۱۹۷۵ء، ص ۱۳)

میرٹھ میں تقریر کرتے ہوئے اس قدر جوش میں آئے کہ دانت پیستے ہوئے اور غصہ سے ہونٹ چباتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

○ "دس ہزار جینا (محمد علی جناح) اور شوکت (ضیغم اسلام مولانا شوکت علی) اور ظفر (مولانا ظفر علی خان) جواہر لال نہرو کی جوتی پر قربان کئے جا سکتے ہیں"

(چمنستان، مولانا ظفر علی خان، لاہور ۱۹۴۴ء، ص ۱۶۵) مزید معلومات کیلئے

۱۔ "تاریخ نظریہ پاکستان" از پیام شاہجہان پوری لاہور ۱۹۷۰ء

ص ۳۹۸ بحوالہ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۴ جنوری ۱۹۴۷ء

۲۔ "آزاد قوم کی تعمیر اور پاکستان" مطبوعہ لاہور ۱۹۴۶ء، ص ۲۰۴۔

۳۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، ۱۰ اکتوبر ۱۹۸۲ء

۴۔ "بوئے گل نالۂ دل دودِ چراغ محفل" مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء

ص ۳۴۳ - ۳۴۴ از شورش کاشمیری

۵۔ "تحریکِ پاکستان اور نیشنلسٹ علماء" از چوہدری حبیب احمد لاہور

۱۹۶۶ء، ص ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۷۴، ۵۷۵

۶۔ "چمنستان" از مولانا ظفر علی خان ص ۱۹۷

۷۔ "جنگِ آزادی کے مسلم مجاہدین" ص ۱۵

۸۔ "حیاتِ امیرِ شریعت" از جانباز مرزا لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۲۱۵

مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری دیوبندی

شاہ جی نے تحریکِ خلافت، ترکِ موالات و دیگر تحریکوں اور تنظیموں میں کام کیا، لیکن ان کی شہرت کی معراج مجلسِ احرار تھی جس کے پلیٹ فارم سے وہ ایک کامیاب و مقبولِ عام مقرر کی حیثیت سے ابھرے لیکن مقامِ افسوس ہے کہ شاہ جی کے نظریات سوادِ اعظم سے ہٹ کر کانگرس سے ملتے تھے اور کانگرس کی حمایت میں انہوں

نے کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی۔ شاہ جی نے قائدِ اعظم، مسلم لیگ اور تحریکِ پاکستان کی جی بھر کر مخالفت کی۔ اُن کی جادو بیانی اور خوش الحانی کانگرس کے پلڑے میں ہی رہی اور مسلم لیگ اُن کے نزدیک قابلِ گردن زدنی رہی۔ ان کی پاکستان دشمنی کے چند ایک واقعات درج ذیل ہیں:

امروہہ میں تقریر کرتے ہوئے شاہ جی نے مسلم لیگ کے متعلق یوں ارشاد فرمایا:

○ "جو لوگ مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے، وہ سؤر ہیں اور سؤر کھانے والے ہیں۔"

("چمنستان" از مولانا ظفر علی خان، مطبوعہ لاہور ۱۹۴۴ء، ص ۱۶۵)

"پاکستان کے بارے میں پورے تین مہینوں تک پنجاب میں، میں نے جس جگہ بھی تقریریں کی ہیں۔ پاکستان کو مسلمانانِ ہندوستان کے لیے مہلک بلکہ ہلاکت آفریں اور فلاکت خیز بتایا ہے اور دلائل سے یہ باتیں ثابت کی ہیں۔ میری سمجھ میں تو پاکستان کے حق میں کوئی دلیل نہیں آئی۔"

(تحریکِ پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۵۹۶)

پسرور احرار کانفرنس ۱۹۴۶ء میں شاہ جی نے فرمایا:

"پاکستان کا بننا تو بڑی بات ہے۔ کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا، جو پاکستان کی "پ" بھی بنا سکے۔"

("تحریکِ پاکستان اور نیشنلسٹ علماء" ص ۸۸۳ - ۸۸۴ مطبوعہ ۱۹۷۶ء)

مزید معلومات کے لیے مطالعہ کریں:

۱۔ رپورٹ تحقیقاتی عدالت ۱۹۵۴ء، ص ۲۷۴ - ۲۷۵

۲۔ "تاریخ نظریۂ پاکستان" از پیام شاہجہانپوری ۱۹۷۰ء، ص ۳۹۹

۳۔ "قائدِ اعظم اور اُن کا عہد" از رئیس احمد جعفری، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء۔ ص ۳۸۳ - ۳۸۱ - ۳۸۲ - ۳۸۵ - ۳۸۶

۴۔ "آہنگ بازگشت" از مولوی محمد سعید، مطبوعہ لاہور سنہ ۱۹۷۹ء، ص ۹۷، ۹۸، ۹۹

۵۔ "حیات امیر شریعت" از جانباز مرزا، مطبوعہ لاہور سنہ ۱۹۷۶ء، ص ۴۳۸

۶۔ "کاروانِ احرار" ج ۶، از جانباز مرزا مطبوعہ لاہور سنہ ۱۹۸۲ء، ص ۳۸۹

۷۔ "سید عطاء اللہ شاہ بخاری" از شورش کاشمیری مطبوعہ لاہور سنہ ۱۹۷۸ء ص ۲۸۹

۸۔ "اقبال کے دینی اور سیاسی افکار" از سید نور محمد قادری
مطبوعہ گجرات سنہ ۱۹۸۲ء، صـ ۱۲۵

۹۔ "جب امرتسر جل رہا تھا" از خواجہ افتخار احمد، مطبوعہ لاہور
طبع سوم، اگست سنہ ۱۹۸۲ء، ص ۵۱

مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی:

جمعیت علماء ہند نے قوم پرستی کا نعرہ پورے زور شور سے لگایا اور اپنا سارا زور کانگرس کے پلڑے میں ڈالا۔ تو ان بے بصیرت اور بے شعور علماء دیوبند کے سرخیل مولوی حسین احمد مدنی تھے۔ وہ جامہ جالوس میں عجیب دوئی اور تضاد کو چھپائے ہوئے تھے اور دوہری وفاداری کے قائل تھے۔ اسلام سے وفاداری اور بطورِ ہندی قوم ملک ہند سے وفاداری۔ قائد اور مسلم لیگ کے بارے میں وہ داڑھی اور نماز کا پیمانہ استعمال کرتے تھے اور بزعم خویش قائد اعظم کو کافرِ اعظم کہنے اور ماننے والے مسلمانوں کی قیادت کا سزاوار نہیں گردانتے تھے۔ گاندھی اور نہرو تعلقات کے معاملے میں وہ اسلام کو ایک نجی معاملہ قرار دیتے تھے۔ حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے تین بلیغ اور جامع اشعار لکھ کر سرخیل دیوبند و کانگرس مولوی حسین احمد مدنی کا تمام علمی تبحر ہمیشہ کے لیے خاک میں ملا دیا ۔

عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ورنہ　　ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است
سرود بر سرِ منبر کہ ملت از وطن است　　چہ بے خبر ز مقامِ محمدِ عربی است
(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔۔

بمصطفیٰ برساں خویش را دیں ہمہ اوست　　اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است

(مجلہ "مرغزار" قائداعظم نمبر ۱۹۷۶ء، گورنمنٹ کالج شیخوپورہ ص ۱۷۶-۱۷۸)

حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار آج تک دیوبندیوں کی چھاتیوں کا "قابوس" بنے ہوئے ہیں۔ سسکنے کے سوا ان کے ہاں کوئی چارہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دیوبندی حضرات نے اپنی خفت چھپانے کے لیے حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کی ذات پر کیچڑ اُچھالنا اپنا وظیفہ حیات بنا رکھا ہے۔ مگر ابھی تک وہ مولوی حسین احمد مدنی کے لیے لعیرت داغ دھونے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔

ماہنامہ "الرشید" ساہیوال کے "اقبال نمبر و مدنی نمبر" ماہنامہ "فیض الاسلام" راولپنڈی کے "اقبال نمبر" میں مولوی مدنی کے پیروکاروں نے علامہ صاحب علیہ الرحمۃ کو جی بھر گالیاں دی ہیں اور اپنے خُبث باطنی کو سب پر عیاں کر دیا۔

اس سلسلے میں مزید معلومات کے لیے مطالعہ فرمائیں۔

۱۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور۔ ۳؍ اکتوبر ۱۹۸۰ء۔

۲۔ "اقبال کا آخری معرکہ" از سید نور محمد قادری، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء

۳۔ "اقبال اور محبتِ رسول" از پروفیسر محمد طاہر فاروقی، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء

۴۔ "اقبال کے حضور" از سید نذیر نیازی، مطبوعہ کراچی، ۱۹۷۱ء

۵۔ "اقبال کا سیاسی کارنامہ" از محمد احمد خان، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء

حسین احمد مدنی نے دو قومی نظریہ کی ڈٹ کر مخالفت کی اور متحدہ ہندوستان کی حمایت کرتے ہوئے کہا۔ ● "ایسی جمہوری حکومت جس میں ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی، پارسی سب شامل ہیں۔ حاصل کرنے کے لیے سب کو متفقہ کوشش کرنی چاہیئے۔ ایسی مشترکہ آزادی، اسلام کے اصول کے عین مطابق ہے اور اسلام

اس کی اجازت دیتا ہے۔"

("تاریخ نظریہ پاکستان" از پیام شاہجہان پوری، لاہور، سنہ ۱۹۷۱ء)

مدنی کی ہندو نوازی: احمد علی دیوبندی لاہوری کی روایت ہے:

○ "جب مولوی مدنی آخری حج سے تشریف لا رہے تھے، تو ہم اسٹیشن پر شرفِ زیارت کے لیے گئے۔ حضرت کے متوسلین میں سے ایک صاحبزادہ محمد عارف ضلع جھنگ، دیوبند تک ساتھ گئے۔ ان کا بیان ہے کہ ٹرین میں ایک ہندو جنٹلمین بھی تھے، جن کو ضرورتِ فراغت لاحق ہوئی، وہ رفعِ حاجت کیلئے گئے اور اُلٹے پاؤں بادلِ نخواستہ واپس ہوئے۔ حضرت مولانا مدنی سمجھ گئے۔ فوراً چند سگریٹ کی ڈبیاں اِدھر اُدھر سے اکٹھی کیں اور لوٹا لے کر پاخانہ میں گئے اور اچھی طرح صاف کر دیا اور ہندو دوست سے فرمانے لگے، جائیے پاخانہ تو بالکل صاف ہے۔ نوجوان نے کہا کہ مولانا! میں نے دیکھا ہے پاخانہ بالکل بھرا ہوا ہے۔ قصہ مختصر وہ اُٹھا اور جا کر دیکھا تو پاخانہ بالکل صاف تھا۔ بہت متاثر ہوا اور بھرپور عقیدت کے ساتھ عرض کرنے لگا، یہ حضور کی بندہ نوازی ہے جو سمجھ سے باہر ہے۔" (بیس بڑے مسلمان، ص ۵۱۴، ۵۱۵)

کانگرسی مولوی اور حرام خوری کا چسکا:

حبیب الرحمٰن لدھیانوی احراری کے صاحبزادے عزیز الرحمٰن لدھیانوی جامعی اپنی کتاب "رئیس الاحرار حبیب الرحمٰن لدھیانوی اور ہندوستان کی جنگ" مطبوعہ سنہ ۱۹۷۱ء میں عطاء اللہ شاہ بخاری کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"پنڈت موتی لال نہرو سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی سحر بیانی کے عاشق تھے۔ انہیں کے پروگرام کے مطابق شاہ صاحب کام کر رہے تھے۔ الہ آباد میں جب شاہ صاحب پنڈت موتی لال جی کے یہاں پہنچے، تو پنڈت موتی لال جی نے خود شاہ صاحب

کے کھانے کا بندوبست کیا اور اپنے ہاتھ سے دونوں وقت کی چائے بنا کر پلائی۔"

(تحریکِ پاکستان اور نیشنلسٹ علماء از چوہدری حبیب احمد، ص ۲۹۶)

۱۹۴۵ء میں مولوی داؤد غزنوی بطورِ صدر کانگریس صوبہ پنجاب (جھنگ) تشریف لے گئے۔ تو اُن کا کھانا پینا، نماز اور عبادت سب لالہ کشوری لال وکیل کے ہاں تھی۔ جب اُن سے پوچھا گیا کہ ہندو تو ہمارے ساتھ کھانا پینا حرام سمجھتے ہیں۔ آپ اُن کے ہاتھوں سے وضو اور اُن کی چٹائی پر نماز پڑھ رہے ہیں۔ اس پر انہوں نے ارشاد فرمایا کہ اسلام میں تو اس کی مناہی نہیں ہے۔"

(مشکلاتِ لا الٰہ، از شیخ محمد سعید ایڈووکیٹ، مطبوعہ جھنگ ۱۹۸۱ء، ص ۱۰۵)

مولوی حسین احمد مدنی کا ایک انٹرویو:

○ "جمعیت العلماء کی ورکنگ کمیٹی نے اس تجویز پر غور کیا ہے کہ فرقہ وارانہ سمجھوتہ کے لیے قوم پرست مسلمانوں کو منظم کیا جائے۔ ہمیں یقین ہے کہ مسلم لیگ کی پالیسی ہندوستان اور مسلمانوں کے لیے نقصان دہ ہے۔ ان حالات میں مسلم لیگ سے ہمارا کوئی سمجھوتہ نہیں ہو سکتا۔"

(اداریہ روزنامہ نوائے وقت لاہور مورخہ ۲۴، نومبر سنہ ۱۹۴۴ء)

یہاں ایک اور بات بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ مولانا مدنی صاحب کھدر پوشی اور گاندھی کی اتباع میں اس قدر غلو کرتے تھے کہ حیرت ہوتی ہے۔ جناب پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہٗ لکھتے ہیں:

○ "سندھ کے فاضل جلیل مولانا ہاشم جان مجددی رحمۃ اللہ علیہ راقم سے فرماتے تھے کہ مولوی حسین احمد مدنی سندھ آئے اور یہاں بھرے مجمعوں میں علمائے (عمامے پگڑی) اتروا کر کھدر کی ٹوپیاں پہنوائیں۔"

(تحریکِ آزادیٔ ہند اور السواد الاعظم، صـ ۱۴۴)

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ لباس کے معاملے میں سخت گاڑھا کھدر پہننے
میں بہت متشدد تھے اور ہمیشہ ساری عمر کھدر پہنا اور اس کے علاوہ اور بھی
اشیاء دیسی استعمال کرتے تھے اور ملنے جلنے والوں سے بھی یہی پسند کرتے تھے
کہ وہ دیسی کپڑا پہنیں اور دیسی اشیاء استعمال کریں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دیسی لباس
کے بارے میں اتنا اہتمام تھا کہ اگر کسی میت کو لٹھے وغیرہ کا کفن دیا جاتا تو
اس کا جنازہ تو پڑھ لیتے، مگر پڑھاتے نہیں تھے " (بیس بڑے مسلمان" ص۶۹۲)

لیکن صد افسوس کہ زندگی بھر غیر ممالک کی بنی ہوئی گاڑیوں میں سوار ہو کر پورے
برصغیر میں کانگرس کی نمک حلالی اور پاکستان دشمنی کا حق ادا کرتے رہے۔

مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے مطالعہ فرمائیں؛

۱۔ "متحدہ قومیت اور اسلام" از حسین احمد مدنی، مطبوعہ لاہور سنہ ۱۹۷۵ء، ص۶
۲۔ کاروانِ احرار ج ۳، از جانباز مرزا، مطبوعہ لاہور ص ۲۴۳
۳۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، ۳ ر اکتوبر سنہ ۱۹۸۰ء
۴۔ "قائدِ اعظم میری نظر میں" از مرزا ابو الحسن اصفہانی
شاہکار ایڈیشن لاہور سنہ ۱۹۷۶ء، ص ۱۰
۵۔ "آزادیٔ ہند" از رئیس احمد جعفری، مطبوعہ لاہور، ص ۱۴۷، ۱۵۱
۶۔ "تاریخ نظریۂ پاکستان" از پیام شاہجہان پوری، لاہور سنہ ۱۹۸۰ء، ص ۳۵۱
۷۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، ۱۴ ر اپریل سنہ ۱۹۴۵ء
۸۔ "بہاول پور کی سیاسی تاریخ" از شہاب دہلوی، مطبوعہ بہاولپور
سنہ ۱۹۷۷ء، ص ۱۲۹ تا ۱۳۴؛
۹۔ روزنامہ "کوہستان" لاہور، ۱۷ ر اگست سنہ ۱۹۶۷ء
۱۰۔ "عظیم قائد عظیم تحریک" ص ۲۷۵

۱۱۔ "قائدِ اعظم اور اُن کا عہد" از رئیس احمد جعفری لاہور ص ۶۶۰
۱۲۔ "اقبال کے حضور" از سید نذیر نیازی، مطبوعہ کراچی
سنہ ۱۹۷۱ء، ص ۱۶۶، ۱۹۱، ۱۷۴

تحریکِ پاکستان میں اہلِ حدیث حضرات نے جو کردار ادا کیا، اس کی تفصیلات کے لیے مندرجہ ذیل حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں،

۱۔ "الحیات بعد الممات" از مولوی فضل حسین بہاری، مطبوعہ مکتبہ شعیب، حدیث منزل، کراچی سنہ ۱۹۵۹ء، ص ۱۲۴ تا ۱۳۰،
۲۔ "بہادر شاہ ظفر اور اُن کا عہد" مطبوعہ لاہور سنہ ۱۹۶۹ء، ص ۲۹۷
۳۔ "تاریخ اہلِ حدیث" مطبوعہ لاہور سنہ ۱۹۷۰ء ص ۴۲۱
۴۔ "جنگِ آزادی سنہ ۱۸۵۷ء" مطبوعہ کراچی سنہ ۱۹۷۶ء ص ۴۱۰
۵۔ "اہلِ حدیث کا مذہب" مطبوعہ لاہور، سنہ ۱۹۵۵ء ص ۱۰۷
۶۔ "ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک" ص ۷۹/۲۱۲ ۔
بحوالہ "جنگِ آزادی" از پروفیسر محمد ایوب قادری ص ۶۴، ۶۵
و "حیاتِ سید احمد شہید" از محمد جعفر تھانیسری، مطبوعہ کراچی (مقدمہ)
سنہ ۱۹۶۸ء ص ۲۵، ۲۶
۷۔ رسالہ "اشاعۃ السنۃ" ج ۸، شمارہ ۹، ص ۲۶۲
بحوالہ "حیاتِ سید احمد شہید" (مقدمہ) ص ۶۷
۸۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، ۱۰ اکتوبر سنہ ۱۹۸۲ء
۹۔ "مشکلاتِ لا الٰہ" از شیخ محمد سعید، ص ۱۰۸
۱۰۔ "بوئے گل نالۂ دل، دودِ چراغ محفل" از شورش کاشمیری، ج ۱،
مطبوعہ لاہور سنہ ۱۹۷۲ء، ص ۳۲۳

۱۱۔ "تاریخ وہابیہ" از مولانا محمد رمضان علی قادری، مطبوعہ فیصل آباد ۱۹۷۶ء، ص ۱۱۷

ایک ہنگامۂ محشر ہو تو اس کو بھولوں !
سینکڑوں باتوں کا رہ رہ کے خیال آتا ہے

۲۱-۲۲-۲۳ مارچ ۱۹۸۰ء کو دیوبندیوں نے مدرسہ دیوبند میں صد سالہ جشن دیوبند منایا۔ ایک مشرکہ عورت اندرا گاندھی کو کرسیٔ صدارت پر بٹھایا اور اندرا گاندھی زندہ باد کے نعرے لگائے۔ اندرا گاندھی نے دیو۔بندیوں سے انتہائی پیار کا اظہار کیا۔ اس جشن کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے بھارتی ریڈیو۔ ٹی۔ وی۔ اخبارات، رسائل، ریلوے وغیرہ ذرائع سے ہر ممکن تعاون کیا۔ بھارتی محکمۂ ڈاک و تار نے اس موقع پر ۳۰ پیسے کا ایک یادگار ٹکٹ جاری کیا، جس پر مدرسہ دیوبند کی تصویر نمایاں تھی۔ اندرا حکومت نے جشن دیوبند کی تقریبات پر ڈیڑھ کروڑ روپے خرچ کر کے دیوبند سے دلی محبت کا اظہار کیا۔ پچاس ہزار دیوبندی، اندرا گاندھی کے بیٹے سنجے گاندھی کی روٹیاں کھاتے رہے اور کئی دیوبندی ہندوؤں کے گھروں میں چار چار دن تک ٹھہرے رہے۔ مسلمانوں کی قاتلہ، مشرکہ عورت اندرا گاندھی کے علاوہ دیوبند کے اسٹیج پر مسٹر راج نرائن، جگ جیون رام، مسٹر بہوگنا جیسے مشرکوں نے بھی اپنے قدم ٹکائے۔ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ دیوبندی ٹولہ جو اپنے آپ کو توحید کا پرستار اور ٹھیکیدار سمجھتا ہے اور اپنے سوا تمام مسلمانوں کو مشرک جانتا ہے، اس دیوبندی ٹولے نے مسلمانوں کے دشمن، اسلام و پاکستان کے دشمن کافروں مشرکوں کو اپنے جشن دیوبند کا صدر بنا کر تقریبات کا افتتاح اُن کے ناپاک ہاتھوں سے کرایا (نہایت افسوس کہ پورے ملک میں صدارت کے لیے اُنہیں کوئی مسلمان نظر نہ آیا) کتنا عجیب منظر ہے کہ نہرو کافر کی کافرہ مشرکہ بیٹی بن سنور کر بے پردہ دیوبند کے اسٹیج پر براجمان ہے ــــ اور جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شرک و بدعت کہنے والی ان رندوں کی ٹولی کو

شست بنا رہی ہے ؎

تیری آواز کا جادو تو چلا محفل پر
کچھ تو وہ تھے جنہیں تیری ادا مار گئی

دیوبندی مولوی اس نازنین دیوی پرست مشرکہ کے قدموں میں بیٹھے اپنی وفا کے گلدستے نچھاور کر رہے ہیں اور طویل ترین داڑھیاں ہلا کر نعرے لگا رہے ہیں۔ یہ ہے ان کھدّر پوش بھگوانوں کی توحید پرستی کی رنگین کہانی!

نہ اِدھر اُدھر کی تو بات کر، یہ بتا کہ قافلہ کیوں لٹا؟
مجھے رہزنوں سے غرض نہیں، تیری رہبری کا سوال ہے

اِندرا گاندھی تالیوں کی گونج اور زندہ باد کے نعروں کی گرج میں دیوبند کے اسٹیج پر براجمان ہوئی (جہاں صرف علماء کو ہونا چاہیے تھا) بانی مدرسہ دیوبند کے نواسے اور مدرسہ دیوبند کے بزرگ مہتمم قاری محمد طیب صاحب نے اندرا دیوی کو "عزّت مآب وزیرِ اعظم ہندوستان" کہہ کر خیر مقدم کیا اور "اپنے بڑی بڑی ہستیوں" میں شمار کیا۔ اِندرا رانی نے اپنے خطاب میں بالخصوص کہا کہ

"ہماری آزادی اور قومی تحریکات سے دارالعلوم دیوبند کی وابستگی اٹوٹ رہی ہے"

علاوہ ازیں جشنِ دیوبند کے اسٹیج سے پنڈت نہرو کی رہنمائی و متحدہ قومیت کے کردار کو اہتمام سے بیان کیا گیا۔ بھارت کے پہلے صدر راجندر پرشاد کے حوالے دیوبند کو آزادیٔ (ہند) کا ایک مضبوط ستون قرار دیا گیا۔

(ماہنامہ "رضائے مصطفےٰ" گوجرانوالہ جمادی الآخر ۱۴۰۰ھ مطابق اپریل ۱۹۸۰ء)

تصویر: روزنامہ جنگ کراچی ۲ر اپریل ۱۹۸۰ء کی ایک تصویر میں دیوبندی مولویوں کے جھرمٹ میں ایک ننگے منہ، ننگے سر، برہنہ بازو عورت کو تقریر کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے اور تصویر کے نیچے لکھا ہے:

"مسز اندرا گاندھی دارالعلوم دیوبند کی صد سالہ تقریبات کے موقع پر تقریر کر رہی ہیں۔"
روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، ۹ر اپریل ۱۹۸۰ء کی تصویر میں ایک مولوی کو اندرا گاندھی کے ساتھ دکھایا گیا ہے اور تصویر کے نیچے لکھا ہے:

"مولانا راحت گل، مسز اندرا گاندھی سے ملاقات کرنے کے بعد واپس آرہے ہیں۔"

سنجے گاندھی کی دعوت: اندرا گاندھی کے بیٹے سنجے گاندھی نے کھانے کا وسیع انتظام کر رکھا تھا۔ سنجے گاندھی نے تقریباً پچاس ہزار افراد (دیوبندیوں) کو تین دن کھانا دیا، جو پلاسٹک کے لفافوں میں بند ہوتا تھا۔ بھارتی حکومت کے علاوہ وہاں کے غیر مسلم باشندوں، ہندوؤں اور سکھوں نے بھی دارالعلوم کے ساتھ تعاون کیا۔

(روزنامہ امروز، لاہور، ۹ر اپریل ۱۹۸۰ء)

ہندوؤں کا شوقِ میزبانی: کئی ہندو جین (دیوبندی علماء) کو ہندو اصرار کرکے اپنے گھر لے گئے، جہاں وہ چار دن ٹھہرے۔

(روزنامہ "امروز" لاہور، ۲۷ مارچ ۱۹۸۰ء)

بھارتی حکومت نے جشنِ دیوبند کی تقریبات پر ڈیڑھ کروڑ روپے خرچ کیے، جبکہ ساٹھ لاکھ روپے دارالعلوم نے اس مقصد کے لیے اکٹھے کیے۔

(روزنامہ "امروز" لاہور، ۲۷ مارچ ۱۹۸۰ء)

مرکزی حکومتِ ہند نے قصبہ دیوبند کی نوک پلک درست کرنے کے لیے ۳۰ لاکھ روپے کی گرانٹ الگ مہیا کی۔ روٹری کلب نے ہسپتال کی صورت میں اپنی خدمات پیش کیں، جس میں دن رات ڈاکٹروں کا انتظام تھا۔

(روزنامہ "جنگ" راولپنڈی، ۲ر اپریل ۱۹۸۰ء)

ہنگامی طور پر جلسہ کے گرد متعدد نئی سڑکوں کی تعمیر کی گئی اور بجلی کی ہائی پاور لائٹیں مہیا کی گئیں۔ بھارتی کسٹم اور امیگریشن حکام کا رویہ بہت اچھا تھا۔ انہوں نے

ہندوبین کو کسی قسم کی تکلیف نہیں آنے دی۔ (روزنامہ "امروز" لاہور ۹ اپریل ۱۹۸۰ء)

تقریبات جشن کے انتظامات وغیرہ پر ۵۰ لاکھ سے زائد رقم خرچ کی گئی۔ پنڈال پر چار لاکھ سے بھی زیادہ کی رقم خرچ ہوئی۔ کیمپوں پر ساڑھے چار لاکھ سے بھی زیادہ رقم خرچ ہوئی۔ بجلی کے انتظام پر تین لاکھ سے بھی زیادہ روپیہ خرچ ہوا۔ (روزنامہ "جنگ" راولپنڈی ۲ اپریل ۱۹۸۰ء / روزنامہ "امروز" لاہور ۹ اپریل ۱۹۸۰ء)

مفتی محمود نے اسٹیج پر مسز اندرا گاندھی سے ملاقات کی اور ان سے دہلی جانے اور ویزے جاری کرنے کے لیے کہا، اس پر اندرا گاندھی نے ہدایت جاری کی کہ جو چاہے اسے ویزا جاری کر دیے جائیں، چنانچہ بھارتی حکومت نے دیوبند میں ویزا آفس کھول دیا۔

(روزنامہ "نوائے وقت" لاہور۔ ۲۶ مارچ ۱۹۸۰ء)

زائرین دیوبند جشن دیوبند میں شرکت کے علاوہ واپسی پر وہاں سے بے شمار تحفے تحائف بھی ہمراہ لائے ہیں۔ ان میں کھیلوں کا سامان، ہاکیاں اور کرکٹ گیندوں کے علاوہ سیب، گنے، ناریل، کیلا، انناس، کپڑے، جوتے، چوڑیاں، چھتریاں اور دوسرا سینکڑوں قسم کا سامان شامل ہے۔ حد تو یہ ہے کہ چند ایک زائرین اپنے ہمراہ لکڑی کی بڑی بڑی پایہ نشستیں بھی لاہور لائے ہیں۔

(روزنامہ "مشرق" لاہور، روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، ۲۶ مارچ ۱۹۸۰ء)

وقار انبالوی: مولانا احتشام الحق صاحب (تھانوی) کا یہ کہنا ع

"بہ دیوبند مسز اندرا این چہ بوالعجبی است"

کی وضاحت ہی کیا ہو سکتی ہے؟ یہ تو اب تاریخ دیوبند کا ایسا حصہ بن گیا ہے کہ مؤرخ اسے کسی طرح نظر انداز کر ہی نہیں سکتا۔ اس کے دامن سے یہ داغ شاید ہی مٹ سکے۔ وقتی مصلحتوں نے علمی غیرت اور حمیتِ فقر کو گہنا دیا تھا۔ اس فقیر کو یاد ہے کہ "متحدہ قومیت" کی ترنگ میں ایک مرتبہ بعض علماء سوامی سردھانند کو جامع مسجد دہلی کے منبر پر بٹھانے

کا ارتکاب بھی کر چکے ہیں، لیکن دو برس بعد اسی سردھانند نے مسلمانوں کو شدھ کرنے یا پھر بھارت سے نکالنے کا نعرہ بھی لگایا تھا۔

(سرِ راہے روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، ۲۹ مارچ ۱۹۸۰ء)

"قہرِ خداوندی، دار العلوم دیوبند کے صد سالہ اجلاس کے بعد سے ایک خانہ جنگی شروع ہوئی، جو برابر جاری ہے اور اس عاجز کے نزدیک یہ قہر و عذابِ خداوندی ہے۔ راقم سطور تقریباً ساٹھ سال سے اخبارات بھی و رسائل کا مطالعہ کرتا رہا ہے، ان میں وہ رسالے اور اخبارات بھی ہوتے ہیں، جن میں سیاسی یا مذہبی مخالفین کے خلاف لکھا جاتا تھا اور خوب خبر لی جاتی تھی، لیکن مجھے یاد نہیں کہ ان میں سے کسی کے اختلافی مضامین میں شرافت کو اتنا پامال اور رذالت و سفالت کو ایسا استعمال کیا گیا ہو، جیسا کہ دار العلوم دیوبند سے نسبت رکھنے والے ان "مجاہدینِ قلم" نے کیا ہے۔ پھر ہماری انتہائی بدقسمتی کہ ان میں وہ حضرات بھی ہیں، جو دار العلوم کے "سند یافتہ فضلاء" بتائے جاتے ہیں۔" (ماہنامہ "الفرقان" لکھنؤ۔ فروری ۱۹۸۱ء)

(ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور ۲۰ مارچ ۱۹۸۱ء)

"تلاوت و ترانہ کے بعد اسٹیج پر کچھ غیر معمولی حرکات کا احساس ہوا، اس لیے کہ شریمتی اندرا گاندھی اجلاس میں آ رہی ہیں۔ اسٹیج پر موجود تمام عرب وفود دو رویہ ہو کر کھڑے ہو گئے۔ اندرا گاندھی، ان سب کے خوش آمدید کا مسکراہٹ سے جواب دیتے ہوئے آئیں۔ انہیں مہمانِ خصوصی کی کرسی پر جو صاحبِ صدر اور قاری محمد طیب کی کرسیوں کے درمیان تھی، بٹھایا گیا (جبکہ دیگر بڑے بڑے علماء بغیر کرسی کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے) شریمتی کو دیکھنے کے لیے زبردست ہلچل مچی۔ تمام حاضرین اور خصوصاً پاکستانی شرکاء شریمتی کو دیکھنے کے لیے بے تاب تھے۔ شریمتی ایک مرصع اور سنہری کرسی پر لاکھوں لوگوں کے سامنے جلوہ گر تھیں۔ شریمتی نے سنہری رنگ کی ساڑھی پہنی ہوئی تھی اور ان کے ہاتھ میں ہلکے رنگ کا ایک بڑا سا پرس تھا۔

قاری محمد طیب صاحب کے خطبہ استقبالیہ کے دوران مصر کے وزیر اوقاف عبداللہ بن سعود نے شریمتی اندرا گاندھی سے ہاتھ ملایا۔ نیز شریمتی اور مفتی محمود صاحب تھوڑی دیر اسٹیج پر کھڑے باتیں کرتے رہے۔ بعض شرکاء دیوبند کا کہنا ہے کہ اندرا گاندھی بن بلائی آئی تھی۔ اگر یہ درست مان لیا جائے، تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسے مہمانِ خصوصی کی کرسی پر کیوں بٹھایا گیا ہے؟ تقریر کیوں کرائی گئی؟ چرن سنگھ اور جگ جیون رام وغیرہ نے ایک مذہبی اسٹیج پر تقاریر کیوں کیں؟ کیا یہ سب کچھ دار العلوم دیوبند کے منتظمین کی خواہش کے خلاف ہوتا رہا؟ دراصل ایک جھوٹ چھپانے کے لیے انسان کو سو اور جھوٹ بولنا پڑتے ہیں۔ کاش علماء کو خدا سچ بولنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ایک پاکستانی ہفت روزہ میں مولانا عبد القادر آزاد نے غلط اعداد و شمار بیان کیے ہیں۔ یہ بات انتہائی قابلِ افسوس ہے۔ ان کے مطابق دس ہزار علماء کا وفد پاکستان سے گیا تھا، حالانکہ علماء و طلبہ ملا کر ساڑھے آٹھ سو افراد ایک خصوصی ٹرین کے ذریعہ دیوبند گئے تھے۔ اجتماع کی تعداد مولانا (آزاد) نے کم از کم ایک کروڑ بتائی ہے۔ حالانکہ خود منتظمینِ جلسہ کے بقول پنڈال تین لاکھ آدمیوں کی گنجائش کے لیے بنایا گیا تھا۔ کاش! ہم لوگ حقیقت پسند بن جائیں۔ اعداد و شمار کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنا انتہائی افسوسناک ہے۔ عرب وفود کے لیے طعام و قیام کا عالی شان انتظام تھا۔ ڈائننگ ہال اور اس میں طعام کا ٹھیکہ دہلی کے انٹر کانٹی نینٹل ہوٹل کا تھا۔ عربوں کے لیے اس مخصوص انتظام نے مساوات اسلامی، سادگی اور علماء ربانی کے تقدس کے تصور کی دھجیاں اڑا دیں۔ ایسا لگتا تھا کہ کل انتظام کا ۵۰ فیصد بوجھ عرب وفود کی دیکھ بھال اور اہتمام کی وجہ سے تھا۔

(ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور، جون ۱۹۸۰ء، آنکھوں دیکھا حال)

آپ اپنی ہی اداؤں پہ ذرا غور کریں   ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

سیدہ اندرا گاندھی : روزنامہ اخبار العالم الاسلامی "سعودی عرب" نے لکھا ہے کہ "سعودی حکومت نے دار العلوم دیوبند کو دس لاکھ روپے وظیفہ دیا۔ جبکہ سیدہ اندرا گاندھی نے جشنِ دیوبند کے افتتاحی اجلاس میں خطاب کیا۔

(اخبار العالم الاسلامی" ۱۴؍ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۴۰۰ھ)

موحد در مدح مشرک : روزنامہ "جنگ" راولپنڈی یکم اپریل سنہ ۱۹۸۰ء کی اشاعت میں ایک باتصویر اخباری کانفرنس میں مولوی غلام اللہ خانی کا بیان شائع ہوا کہ جشنِ دیوبند کو کامیاب بنانے کے لیے بھارت کی حکومت نے بڑا تعاون کیا ہے۔ سوا کروڑ روپے خرچ کر کے اندرا حکومت نے اس مقصد کے لیے سڑکیں بنوائیں۔ نیا اسٹیشن بنوایا۔ بم سے نصب کرا لیا اور دار العلوم دیوبند کی تصویر والی ٹکٹ جاری کی۔ وزیر اعظم اندرا گاندھی نے بھارت کو اپنے پاؤں پر کھڑا کر دیا ہے۔ وہاں باہر سے کوئی چیز نہیں منگواتے۔ اس کے مقابلے میں پاکستان اب بھی گندم تک باہر سے منگوا رہا ہے۔ پاکستان میں باہمی اختلافات اور نوکر شاہی نے ملک کو ترقی کی بجائے نقصان کی طرف گامزن کر رکھا ہے۔ (روزنامہ "جنگ" راولپنڈی اپریل سنہ ۱۹۸۰ء)

اندرا گاندھی کا مرثیہ : بھارتی وزیر اعظم آنجہانی مسز اندرا گاندھی کے قتل پر جس طرح پاکستان میں موجود سابق قوم پرست علماء اور کانگرس کے سیاسی ذہن و فکر کے ترجمان "وارثانِ منبر و محراب" نے تعزیت کی ہے۔ وہ کوئی قابلِ فخر اور دینی حلقوں کے لیے عزت کا باعث نہیں ہے۔ قومی اخبارات میں خبر شائع ہوئی ہے کہ نظام العلماء پاکستان کے نامور رہنماؤں مولانا محمد شریف وٹو مولانا زاہد الراشدی اور مولانا بشیر احمد شاد نے اپنے بیان میں کہا ہے :

" اندرا گاندھی نے اپنے دورِ اقتدار میں جمعیت علماء ہند اور دار العلوم دیوبند کی قومی خدمات کا ہمیشہ اعتراف کیا اور ہر طرح کی معاونت اور حوصلہ افزائی

کرتی رہیں۔ نیز ان رہنماؤں نے یہ بھی کہا کہ اندرا نے جشنِ دیوبند میں اکابرِ دیوبند سے اپنے خاندانی تعلقات کا برملا اظہار کیا۔"

یہ پڑھ کر انسان حیرت میں ڈوب جاتا ہے کہ سیکولرازم کے علمبردارانِ سابق کانگرسی علماء کو ابھی تک اندرا کے خاندانی تعلق پر کس قدر فخر ہے — کس قدر ستم کی بات ہے کہ ان مٹھی بھر لوگوں نے ابھی تک اپنے دل میں پاکستان کی محبت کے بجائے اندرا گاندھی سے تعلق کو سجا رکھا ہے، اس لیے پاکستانی عوام اور حکومت کو ان الفاظ پر غور کرنا چاہیے کہ یہ ابھی تک تحریکِ پاکستان کی تلخیاں اپنے دلوں سے نہیں نکال سکے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی کو اُن کے اپنے قول کے مطابق جس طرح فرزندانِ دیوبند کی اکثریت غلیظ گالیوں سے نوازتی تھی وہ فکر آج تک ان لوگوں کے سینوں میں عداوتِ پاکستان کا ایک تناور درخت بن چکی ہے، ورنہ اس وقت پنڈت موتی لال نہرو اور پنڈت جواہر لال نہرو کا جناب سید احمد بریلوی اور جناب اسماعیل دہلوی سے فکری تعلق جوڑنے کی کیا ضرورت تھی؟ دیوبند کے ان رہنماؤں نے یہ بیان دے کر آج بھی دو قومی نظریے کی نفی کی ہے۔ تحریکِ آزادی میں ہندوؤں کے ساتھ کانگرسی خیال کے علماء کے کردار کو نمایاں کرنا ہمارے لیے باعثِ شرم ہے۔"

(روزنامہ "آفتاب" لاہور، ۳ رنومبر ۱۹۸۲ء)

مزید معلومات کے لیے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ کیجئے:

۱۔ "دیوبندی حقائق" از علامہ ابو داؤد محمد صادق صاحب،
مطبوعہ مکتبہ "رضائے مصطفیٰ" گوجرانوالہ

۲۔ "نشانی" از علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی صاحب،
مطبوعہ مکتبہ اویسیہ رضویہ، سیرانی روڈ۔ بہاول پور

۳۔ "زیر و زبر" از علامہ ارشد القادری صاحب مطبوعہ مکتبہ فریدیہ ساہیوال

۴۔ "مخالفینِ پاکستان" از علامہ محمد ضیاء اللہ قادری صاحب
مطبوعہ، قادری کتب خانہ، تحصیل بازار، سیالکوٹ

۵۔ "علماءِ حق" از علامہ خلیل اشرف اعظمی قادری صاحب
مطبوعہ مکتبہ فریدیہ، جناح روڈ، ساہیوال

۶۔ "جعفرانِ ایں زماں" از علامہ میاں محمد صادق قصوری صاحب
مطبوعہ مکتبہ رضائے مصطفیٰ" گوجرانوالہ

۷۔ "مشعلِ راہ" از علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہان پوری صاحب
مطبوعہ فریدبک سٹال، اردو بازار، لاہور

۸۔ "دیوبندی مذہب" از علامہ غلام مہر علی صاحب
مطبوعہ مکتبہ حامدیہ، گنج بخش روڈ، لاہور

۹۔ "باطل اپنے آئینے میں" از علامہ محمد صدیق نقشبندی صاحب
مطبوعہ مکتبہ فریدیہ، جناح روڈ، ساہیوال

۱۰۔ انقیادِ حق، از ملا غلام محمد صاحب مطبوعہ مکتبہ قادریہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور

"دارالعلوم دیوبند کو ہندو امراء باقاعدہ چندہ دیا کرتے تھے۔"

" بانی دارالعلوم دیوبند مولوی قاسم نانوتوی کے دور میں "دستور العمل چندہ" اور "ذکر آئین چندہ" کے الفاظ "چندہ کی کوئی مقدار مقرر نہیں اور نہ خصوصیت مذہب و ملت" (سوانح قاسمی ج ۲ ص ۳۱۶ مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

"ہندو دارالعلوم دیوبند کو اخبارات اور کتب مفت مہیا کرتے مولوی قاسم نانوتوی شکریہ کے ساتھ ان کی سخاوت اور عنایت کی تعریف کرتے ان کے کاروبار، تجارت اور کارخانہ جات کی دمبدم ترقی، ان کی قوت اور آزادی کے لئے دعا کرتے۔" (سوانح قاسمی ج ۲ ص ۲۱۶ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

محمود الحسن کی جے ، دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے "الافاضاتِ یومیہ" ج ۶ ، ص ۲۵۵ پر لکھا ہے: "جس وقت حضرت مولانا محمود الحسن کا موٹر چلا، تو ایک دم اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوا اور اس کے بعد گاندھی جی کی جے ۔ مولوی محمود الحسن کی جے کے نعرے بلند ہوئے۔"

کرپا رام برہمچاری ، امیر شریعت دیوبندیہ عطاء اللہ بخاری احراری نے دیناج پور جیل میں اپنا نام پنڈت کرپا رام برہمچاری رکھ لیا تھا۔ (عطاء اللہ بخاری ص ۴۳)

حسین احمد مدنی کانگرسی ، اجودھیا باشی کے متعلق مولانا ظفر علی خان ایڈیٹر روزنامہ "زمیندار" لاہور "چمنستان" کے ص ۱۸۲ پر لکھتے ہیں ؎

حسین احمد سے کہتے ہیں خزف ریزے مدینے کے
کہ گؤ آپ بھی کیا ہو گئے گؤ شکم کے موتی پر

احرار پارٹی اور دیوبندی کانگرسی امیرِ شریعت :

ہندوؤں سے نہ سکھوں سے نہ سرکار سے ہے
ننگِ رسوائیِ اسلام کا احرار سے ہے
پانچ لگوں کا ہے پابندِ شریعت کا امیر
اس میں طاقت ہے تو کرپان کی جھنکار سے ہے
آج اسلام اگر ہند میں ہے خوار و ذلیل
سب یہ ذلت اسی طبقۂ غدار سے ہے! (چمنستان ص ۷)

اُٹھو کہ گھوم رہے ہیں خزاں کے ہرکارے
چمن بچاؤ کہ غمِ آشیاں کا وقت نہیں

قارئین کرام! آپ نے اسلام دشمن طاقتوں کے ایجنٹ اور کاسہ لیسوں کی اندوہناک داستان کا مطالعہ کیا اور بخوبی اس نتیجے پر پہنچے کہ مذہبی لبادہ اوڑھ کر دشمنانِ دین و ملت نے

کس طرح اُمّتِ مسلمہ کو قعرِ ذلّت میں دھکیلا۔ بندگانِ پاکباز کی شانِ اقدس میں گستاخیاں کیں، یہاں تک کہ بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ پاک پر رکیک حملے کیے۔ دیوبندیت کے میدان کو وسیع کرنے اور سفید فام آقاؤں کا حقِ نمک ادا کرنے کے لیے پورے عالمِ اسلام کو خود ساختہ اور مبنی بر تعصّب و جہالت فتوائے شرک سے مُشرک بنا ڈالا، جن کے جبڑوں سے اب بھی ترکوں کا لہو ٹپک رہا ہے، جنہوں نے ہوسِ اقتدار میں حرمِ محترم میں خون کی ندیاں بہائیں۔ حجازِ مقدّس کے باسیوں کا خون حلال ٹھہرایا۔ اہلِ مدینہ کے اموال کو مالِ غنیمت سمجھا۔ قبور شہدائے بدر و اُحد کو مسمار کرنے کی ناپاک جسارت کی۔ مقامِ میلادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر چوپائے باندھے گئے۔ مزاراتِ جنّت البقیع کو ہموار زمین کیا۔ نورِ نگاہِ مصطفےٰ سیّدہ بتولِ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مرقدِ مطہر کو پامال کیا۔ مشرکوں کافروں سے موالات کر کے برصغیر میں محاذ آرائی کی فضا پیدا کی۔ اسلامی تشخص کی دھجیاں اُڑائیں۔ مسلمانوں کے مسلّمہ معتقدات پر کفر و شرک اور بدعت و ضلالت کے آرے چلائے۔ امکانِ کذبِ باری تعالیٰ کا مسئلہ کھڑا کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علمِ مبارک کو شیطان اور ملک الموت کے علم سے کم کہا۔ نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک خیال کو بیل گدھے کے خیال سے بدتر کہا۔ میلادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کنہیا کے دِن سے تشبیہ دے کر ناجائز کہا۔ زیارتِ نعلِ پاک رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بیہودہ فعل کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بڑا بھائی اور نمبردار کہا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو چوہڑے چمار سے تشبیہ دی۔ سبیلِ امام حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ناجائز و حرام کہا۔ خاتم النبیین کے معانی میں تحریف کی اور عوام کا خیال کہا۔ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علمِ مبارک کو حیوانات و بہائم، بچوں اور پاگلوں کے علم کے برابر کہا۔ مسجدوں پر کانگریسی جھنڈے لہرائے۔ منبرِ رسول پر ہندوؤں کو بٹھا کر تقریریں کروائیں۔ اندرا گاندھی کو جشنِ دیوبند میں کرسیٔ صدارت پر بٹھا کر زندہ باد کے نعرے لگائے۔ غضب ایں

مسلّم ہے کہ جو لوگ خدا اور اُس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وفادار نہیں، اسلام کے درد سے خالی ہیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا نام بیچ کر اپنی سیاست چمکاتے ہیں، امام حسین رضی اللہ عنہ کے باغی اور یزید پلید کے پرچارک ہیں۔ اجمیر شریف اور سالار مسعودؒ کی حاضری کو ماں کے ساتھ زنا سے بدتر کہتے ہیں، لیکن مولوی حق نواز کی قبر پر جانا کارِ ثواب گردانتے ہیں۔ گیارھویں شریف کے ختم کو حرام اور خنزیر بتاتے ہیں، لیکن کوّا کھانا ثواب سمجھتے ہیں۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سبیل کو حرام اور ہندؤوں کے پیاؤ کے پانی کو جائز لکھتے ہیں۔ خود ہی انصاف کریں، وہ آپ کے اور مملکتِ خداداد پاکستان کے کس طرح وفادار ہو سکتے ہیں؟ یہ لوگ اپنی نجی محفلوں میں کئی بار اظہار بلکہ تنورِ شکم کے انگارے اگل چکے ہیں کہ شیعوں کے بعد ان (مسلمان سُنّی بریلوی) کی خبر لیں گے۔ آپ کس خوش فہمی میں مبتلا ہیں؟ یہ لوگ آپ کے ساتھ مل کر یا آپ کو ساتھ ملا کر اپنے اوپر "سُنّی" ہونے کا لیبل لگا رہے ہیں اور آپ کو فقط بریلوی کہہ کر ایک فرقہ ظاہر کرتے ہیں۔ آپ کے ووٹوں سے سیاست چمکا رہے ہیں آپ پر کھڑے ہو کر اپنے آپ کو قد آور ثابت کر رہے ہیں۔ آپ باہمی افتراق وانتشار کا شکار ہیں۔ دشمن آپ کو بھیڑ بکریوں کی طرح ہانکتا چلا جا رہا ہے ——— اگر آپ چاہتے ہیں کہ اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت کے جھنڈے لہراتے رہیں، صحابہ کرام اور اہلِ بیت اطہار علیہم الرضوان کی قربانیوں کے تذکرے ہوتے رہیں اولیاء کرام کی مشعلیں فروزاں رہیں۔ آپ کے نظریات و اعتقادات کا تحفظ ہو تو پھر گستاخ و بے ادب ٹولہ سے اظہارِ برأت کریں اور برملا اعلان کر دیں ؂

چھٹ جائے اگر دولتِ کونین تو کیا غم
چھوٹے نہ مگر ہاتھ سے دامانِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

اللہ تعالیٰ اور اُس کے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہم سب کے حامی و ناصر ہوں۔ آمین ثم آمین!

اب جس کا جی چاہے وہی پائے روشنی ہم نے تو دل جلا کے سرِ عام رکھ دیا

تحریکِ انسدادِ گاؤ کشی

اور

امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

از جناب زین الدین ڈیروی صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہندو مذہب میں گائے کو مقدس و متبرک مقام حاصل ہے ویدوں سے لیکر پرانوں، سمرتیوں اور مذہبی کہانیوں میں اس کی پرستش اور عظمت کا ذکر ہے۔ عوام کا تو ذکر ہی کیا، صاحب حیثیت اور پڑھے لکھے ہندو بھی اس غلو عقیدت میں مبتلا ہیں۔ لارڈ ویول اپنی ۱۴/۱۵/ اپریل ۱۹۴۴ء کی ڈائری میں لکھتا ہے :۔

"The Maharaja (of benaras) is an Ultra-Orthodox Hindu and Conceives it necessary for his spiritual health that a cow should be the first object he sees every morning".

ترجمہ :۔ مہاراجہ (بنارس) ایک متشدد راسخ العقیدہ ہندو ہے اور وہ اپنی روحانی تسکین کے لیے یہ ضروری خیال کرتا ہے کہ ہر صبح جس پر اس کی پہلی نظر پڑے، وہ گائے ہو۔[1] (حاشیہ برصفحہ آئندہ)

ایک ہندو دوست سے مولانا عبدالحق صاحب نے کہا کہ یار تم اتنے پڑھے لکھے ہو اور ولایت پلٹ بھی ہو، میں نے یہ سنا ہے کہ تم گائے کا پیشاب پیتے ہو۔ ہندو دوست نے کہا، مولوی صاحب دنیا کی کسی چیز میں اتنے وٹامن اور پروٹین نہیں، جتنے گائے کے پیشاب میں ہیں۔ مولوی صاحب نے کہا: اس سے زیادہ پروٹین اور وٹامن تو میرے پیشاب میں ہیں، اگر تم کہو تو میں روزانہ تمہیں بھجوا دیا کروں۔[1]

سوامی نند صاحب کے خیال میں گائے کا مرتبہ ماں کے برابر ہے :۔

"Every man had three mothers, his natural mother, mother cow and his motherland".

ترجمہ :۔ ہر شخص کی تین مائیں ہوتی ہیں، اس کی فطری ماں، گئو ماتا اور اپنا مادر وطن۔[2]

ڈاکٹر مونجے ہندوؤں کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"ہزارہا سال سے ہندو گائے کو ایک مقدس جانور سمجھتے رہے ہیں، جس کی ہر قیمت پر رکھشا کرنا ان کے مذہبی فرائض میں سے ہے، یہ عمیق جذبہ

(حاشیہ صفحہ سابقہ) [1]

Penderel Moon Wavell the Viceroy's Journal, Oxford University Press Karachi, 1974 Page 65.

(حاشیہ صفحہ موجودہ) [1] نصر اللہ خان: کیا قافلہ جاتا ہے، مکتبہ تہذیب و فن کراچی، ۱۹۸۳ء، صہ ۳۶۔ [2]

A History of Non-cooperation in the Punjab 1914-24, Superintendant Government Printing Punjab Lahore, 1925 Page [illegible]

ہندوؤں میں ایک عالمگیر جذبہ ہے اور ہندوؤں نے بسا اوقات گائے ذبح کرنے کے مقابلے میں سلطنتوں سے ہاتھ دھو لینے کو ترجیح دی۔ گئو رکھشا کی خاطر لڑائیاں لڑی ہیں اور حکومتیں خاص اس مقصد کے لیے قائم کی ہیں کہ گائے کی مستقل طور پر حفاظت کریں گے۔"[1]

اسلام میں گائے کو دوسرے جانوروں کے مقابلے میں کوئی ممتاز حیثیت حاصل نہیں بلکہ اس کا گوشت مسلمانوں کی مرغوب غذا ہے اور وہ بغرض ثواب عیدالضحیٰ کے موقع پر اس کی قربانی کرتے ہیں۔ علمائے کرام نے لکھا ہے کہ گائے کے بجائے دوسرے جانوروں کی قربانی بھی کی جا سکتی ہے مثلاً بھیڑ، بکری، لیکن اگر غیر مسلم بزور بازو گائے ذبح کرنے سے روکیں تو مسلمانوں پر واجب ہو جاتا ہے اپنی اس دینی رسم کو جاری رکھیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب مسلمانوں نے ہندوستان میں قدم رکھا تو مذکورہ شرعی حکم سے سرِ مو انحراف نہیں کیا اور ہندوؤں کی مزاحمت کا نہایت جرأت و مردانگی کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے۔

مغل بادشاہ اکبر کے زمانے میں ملک بھر میں ذبیحہ گاؤ پر پابندی عائد کر دی گئی[2] اور گائے کا گوشت حرام قرار پایا[3] نگرانی اتنی سخت کر دی گئی تھی کہ بعض مقامات پر مسلمان گائے ذبح کرتے تو اس کے بدلے میں ان کی جان لی جاتی[4] یہ سخت آزمائش کا دور تھا اور اس غیر شرعی حکم کی تعمیل

---

[1] ابو الاعلیٰ مودودی: آفتاب تازہ، ادارہ معارف اسلامی لاہور ۱۹۹۳ء ص ۳۵۲

[2] محمد اکرام شیخ، رودِ کوثر، فیروز سنز لاہور ۱۹۷۰ء ص ۱۲۳۔

[3] گائے کا گوشت حرام قرار دینے کے حکم کے پس پردہ ہندو ذہن کام کر رہا تھا۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے کتنے پتہ کی بات لکھی ہے:۔ (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

نہ کرنے کی وجہ سے کئی مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ حضرت مجددِ الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ اس ناروا پابندی کو مداخلت فی الدین تصور کرتے تھے اور ہندوستان میں ذبیحہ گاؤ کو شعائرِ اسلام سمجھتے تھے[۱] اس لیے انہوں نے شہنشاہ جہانگیر سے ملاقات کے لیے جو شرائط پیش کی تھیں، ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ ذبح بقر کے امتناعی احکام منسوخ کیے جائیں۔ جہانگیر نے یہ شرائط منظور کر لیے۔[۲]

انگریزوں کے دورِ حکومت میں غالباً تلک پہلے ہندو لیڈر تھے جس نے انجمن مخالفینِ ذبیحہ گاؤ قائم کی اور منظم طور پر مسلمانوں اور برطانوی حکومت سے خلاف زبردست پروپیگنڈہ شروع کیا، جس کا مقصد محض ہندوؤں کے جنگجویانہ جذبات کا ابھارنا اور ہندوستانی سیاسیات پر ان کو مسلط کرانا تھا۔ انہوں نے اپنی قوت کی بنیاد سیاسی اور مذہبی روایات پر رکھی۔ ذبیحہ گاؤ کی مخالفت

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ''مسلمان اگر گوشت کھائے تو وہ ہندو کے منہ میں نہیں چلا جاتا مگر باوجود اس کے تعصب سے مضطرب ہے اور ہندو نہیں چاہتا کہ مسلمان اپنا کوئی بھی دینی کام کرے۔'' (محمد نعیم الدین صدر الافاضل مولانا: مجموعہ افاضات صدر الافاضل، ادارہ نعیمیہ رضویہ سوادِ اعظم لاہور ص ۳۴۱۔

[۳] برہان الدین احمد فاروقی: حضرت شیخ احمد سرہندی کا نظریہ توحید، کتب خانہ پنجاب لاہور، ۱۹۴۰ء ص ۳۴-۳۵۔ یہی وجہ ہے کہ پنڈت جواہر لعل نہرو نے اپنی تصنیف (THE DISCOVERY OF INDIA) مطبوعہ نیویارک ۱۹۴۰ء میں مغل بادشاہ اکبر کی بہت تعریف کی ہے۔ (مرتب غفرلہٗ)

(حاشیہ صفحہ موجودہ) [۱] محمد مصطفیٰ رضا خاں، مفتی اعظم ہند: الطاری الداری حصہ اول، انجمن ارشاد المسلمین لاہور ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء ص ۳۴ [۲] برہان الدین احمد فاروقی حضرت شیخ احمد سرہندی کا نظریہ توحید، کتب خانہ پنجاب لاہور ۱۹۴۰ء ص ۳۷۔

ان کے پاس ایک زبردست ذریعہ تھا جو روز بروز ہندوؤں میں جوش کے ساتھ استعمال ہونے لگا چنانچہ بنارس میں بھی گئو رکھشنی سبھا قائم ہو گئی اور اس کے اہتمام سے ایک ایسا مرقع تیار کرایا گیا جو نہائی اشتعال انگیز تھا یعنی ایک گائے ہے جس کے جسم میں بکثرت دیوتا بیٹھے ہوئے ہیں اور متغول کے قریب مختلف اقوام و مذاہب کے آدمی ہیں۔ ایک برہمن دودھ تقسیم کر رہا ہے۔ دو صورتیں گائے کے منہ کے سامنے ہیں۔ ایک کی تو شکل خنزیر کی اور جسم ایک وحشی کا اور تلوار سے گائے پر حملہ کرنا چاہتا ہے، دوسری تصویر ایک برہمن کی ہے جو حملہ آور اور گائے کے درمیان حائل ہے۔ دم اور پشت پر کچھ اشلوک سنسکرت میں لکھے ہوئے ہیں اور ایک رشی ہاتھ اٹھائے جپ رہا ہے۔ گائے کے پاؤں کے نیچے قرآن مجید کی ایک آیت لکھی ہوئی ہے جس کا مطلب

[illegible]

یہ ہے کہ

”خدا کے پاس کچھ قربانی اور خون نہیں پہنچتا بلکہ اس تک تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔“[1]

یہ تو تھا تلک کا جارحانہ رویہ، لیکن ہندو مسلم اتحاد کے متوالوں نے اس کے مرنے پر کیا گل کھلائے، وہ قاضی محمد عدیل عباسی کی زبانی سنیے جو اس موقع کے چشم دید گواہ ہیں:

”یکم اگست ۱۹۲۰ء کو رات بارہ بجکر ۴۰ منٹ پر اچانک وہ (تلک) اس دنیا سے گزر گئے، جو عظیم ماتم ہندوستان میں تلک کی موت پر ہوا، وہ اپنی آپ نظیر ہے۔ جب ان کی راکھ دریائے گنگا میں ڈالنے کے لیے لائی گئی تو اس وقت میں یونیورسٹی اسکول آف لاء الٰہ آباد کا طالب علم تھا۔ ہم سب لڑکے ہندو اور مسلمان ننگے سر اور ننگے پیر دریائے گنگا کے کنارے پہنچ گئے تھے،

---

[1] محمد امین زبیری: سیاست ملیہ، آتش فشاں پبلی کیشنز لاہور ۱۹۹۱ء ص ۱۵

ان کے مرنے پر گاندھی جی نے ان کی لاش اٹھانی چاہی تو کچھ لوگوں نے اعتراض کیا، گاندھی جی نے کہا، ایک محب وطن کی کوئی ذات نہیں ہوتی اور گاندھی جی، مولانا شوکت علی اور ڈاکٹر کچلو نے اس کے جنازہ کو کندھا دیا۔" [1]

معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہوا بلکہ ممبران خلافت کمیٹی نے :۔ "تلک کے مرنے پر غم میں بروز دسواں جامع مسجد میں ننگے سر، ننگے پیر، جمع ہو کر تلک کے لیے دعا اور فاتحہ اور نماز کا ان کی مغفرت کے لیے اشتہار شائع کیا۔" [2]

تلک کے بعد دوسرے ہندو راہنماؤں کے افکار و نظریات کا مطالعہ فرمائیے، اکبری عہد کی طرح ہندوؤں نے ایک بار پھر اس خواہش کا اظہار کیا کہ ذبیحہ گاؤ پر پابندی لگانے کے لیے قانون بنایا جائے لیکن اب وہ کسی اور کے کندھے پر بندوق رکھ کر چلانے کی ضرورت محسوس نہیں کر رہے تھے بلکہ پنڈت مالویہ نے مسلمانوں کے سامنے براہِ راست یہ تجویز پیش کی کہ :۔

"اگر ہندو مسلم سمجھوتہ کر لیں تو حکومت بھی ذبیحہ گاؤ بند کرنے کا حکم دے دے گی۔ مسلمان گائے کو ذبح کرنا چھوڑ دیں گے۔ ہر گاؤں میں ہندو مہاسبھا اور گاؤ سبھا قائم کی جائیں جو گایوں کو قصابوں کے ہاتھ پڑنے سے روکیں، انہیں مسلمانوں کو رضامند کر کے گائے کو ذبح کرنے سے روکنا چاہیے ــــ" [3]

اگرچہ یہ سمجھوتہ نہ ہو سکا لیکن مسٹر گاندھی کے دستِ راست پنڈت

---

[1] محمد عدیل عباسی، قاضی: تحریک خلافت، پروگریسو بکس لاہور ۱۹۸۶ء، ص ۱۹۱

[2] محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر، مکتوبات امام احمد رضا خاں بریلوی مع تنقیدات و تعاقبات، مکتبہ نبویہ لاہور ۱۴۰۸ھ / ۱۹۸۸ء، ص ۱۱۷۔

[3] محمد امین زبیری: سیاست ملیہ، آتش فشاں پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۱ء، ص ۱۵۸

سنیادیو نے ۲۷ نومبر ۱۹۲۰ء کو متھرا میں تقریر کے دوران ببانگ دہل اعلان کیا :

"جب ہمارے ہاتھ میں اختیار ہوگا، جس قدر قوانین ہم بنا سکیں گے، بنائیں گے، گاؤکشی کا مسئلہ ہندوستان میں نہایت اہم مسئلہ ہے۔ ہماری متواتر درخواستوں کے باوجود اس بارہ میں گورنمنٹ نے کچھ نہیں کیا۔ تنہا کاٹھیاوار میں ہی بہت سی گائیں ذبح ہوتی ہیں۔ جب قانون سازی کی قوت ہمارے ہاتھ میں آئے گی تو ہم فوراً یہ طے کر دیں گے کہ ہندوستان کے اندر گائے کی قربانی نہ ہو۔ اور اگر تم ہماری مدد کرو تو ہم دنیا بھر میں روک سکتے ہیں۔ تم میں یہ قوت ہے کہ جو چاہو کر ڈالو۔ اگر تم اپنے لیڈروں پر بھروسہ کرو تو تم ضرور ہندوستانیوں کا راج حاصل کر لو گے۔"[۲]

یہ صرف دھمکی نہیں تھی بلکہ کانگریسی وزارت کے دوران صوبہ متحدہ میں قربانی گاؤ کے سلسلہ میں نہایت معاندانہ اور اشتعال انگیز کارروائیاں ہوئیں۔ مسلمانوں پر کئی جگہ حملے ہوئے۔ قصابوں سے گائیں چھینی گئیں۔ بعض رقبات میں دفعہ ۱۴۴ عائد کر کے قربانی محدود کی گئی[۳] اور ایک مقام مصطفیٰ آباد کے تمام مسلمان مردوں کو جیل بھیج دیا گیا اور عورتوں اور بچوں کا بھی کوئی نگران نہ رہا۔ ایک مسجد میں عید الضحیٰ کی رات سؤر کاٹ کر ڈال دیا گیا۔ ایک مقام پر عید کی نماز تک نہ پڑھنے دی[۴] ـــــ"

---

[۱] مہاشے خورسند ایڈیٹر ملاپ (لاہور) کا یہ بیان بھی اسی ذہنیت کی عکاسی کرتا ہے: "ہم ہندوستان کو آزاد کرانے میں صرف اسی کی مدد کریں گے جو گئو رکھشا کے انتظام کی ذمہ داری لے گا۔ ہندو سکھ اس امر کا عہد کریں کہ وہ صرف اسی کو ووٹ دیں گے جو گئو رکھشا کو سب سے اول رکھے گا۔" (کاشف البرنی: مسلم انڈیا)

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

ہندوؤں کی مسلم دشمنی اس بات سے بھی عیاں ہے کہ متحدہ ہندوستان میں انگریز بھی گائے کا گوشت کھاتا تھا اور گوشت کی سپلائی کے ٹھیکے ہندوؤں کے پاس تھے۔ آج بھی "سیکولر بھارت" میں گائے کی چربی اور اس کے چمڑے کا کاروبار بڑے بڑے ہندو سیٹھ کر رہے ہیں لیکن سزا بے بس مسلمانوں کو دی جا رہی ہے ۱

اس سلسلہ میں پنڈت جواہر لال نہرو کی چھوٹی بہن وجے لکشمی نے ایک فکر انگیز واقعہ بیان کیا ہے۔ فرماتی ہیں :-

"ہردوار کے پانڈے ایک وفد کی صورت میں مجھے ملنے آئے اور مجھے ایک درخواست دی۔ اُسے پڑھ کر میں حیران رہ گئی۔ لکھا گیا تھا کہ جوالا پور میں گؤکشی ممنوع قرار دی جائے، جہاں مسلمان رہتے تھے۔ ہردوار کے پانڈے بڑے ابن الوقت اور کائیاں تھے۔ انہوں نے پورے شہر (ہردوار) پر اس حکم کا اطلاق نہ چاہا تھا کیونکہ بعض حصوں میں انگریز رہتے تھے اور گائے کا گوشت ان کی خوراک کا لازمی جزو تھا گویا ان پانڈوں کو انگریزوں پر کوئی اعتراض نہ تھا، اعتراض تھا تو مسلمانوں پر" ۲

ہندو زعما کا ذکر ختم کرنے سے قبل ضروری ہے کہ قوم پرست مسلمانوں کے محبوب راہنما مسٹر موہن داس کرم چند گاندھی کے جذبات و احساسات

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابق) سٹار لائٹ پبلشنگ کمپنی لاہور ۱۹۴۳ء صد ۱۵۹۔

۲ محمد امین زبیری: سیاست ملیہ، آتش فشاں پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۱ء صد ۱۳۷۔

۳ ماہنامہ طلوع اسلام (دہلی) اپریل ۱۹۳۹ء صد ۲۹۔

۴ محمد امین زبیری: سیاست ملیہ، آتش فشاں پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۱ء صد ۳۲۲ (حاشیہ صفحہ موجودہ)

۱ ولی مظہر ایڈووکیٹ: عظمتوں کے چراغ جلد سوم مجلس کارکنان تحریک پاکستان ملتان ۱۹۸۹ء ص ۱۳۹

۲ ماہنامہ اردو ڈائجسٹ (لاہور) اپریل ۱۹۹۳ء صد ۱۴۳۔

پیش کیے جائیں۔

مسٹر گاندھی کا ایک سوانح نگار لکھتا ہے:۔

"یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ گاندھی جی نے بھارت کی سرزمین پر قدم رکھتے ہی یہ تہیہ کر لیا تھا کہ وہ گائے کی حفاظت کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کریں گے۔" [1]

گائے سے اپنی عقیدت و احترام کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے کہا: "میں گؤ ماتا کا ادنیٰ پجاری ہوں جسے میں ماں جیسے تقدس اور احترام سے دیکھتا ہوں۔" [2]

مسٹر گاندھی نے مسلمانوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے تحریکِ خلافت کی مصنوعی طور پر غیر مشروط حمایت کی تھی لیکن وہ اس وقت بھی گائے کی محبت سے دستبردار نہیں ہوئے تھے:۔

"ان (گاندھی) کا شروع سے یہی عقیدہ تھا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے اتحاد میں اگر کوئی چیز مانع ہے تو محض "گئو" ہے۔ گاندھی جی نے کہا تھا کہ "حالانکہ گؤ ماتا کی پرستش کے معاملے میں میں کسی ہندو سے پیچھے نہیں ہوں مگر اس وقت میں مسلمانوں کی طرف جو دستِ تعاون بڑھا رہا ہوں، گؤکشی کی ممانعت کو میں مقدم نہیں سمجھتا، غیر مشروط تعاون کا مطلب ہی گؤ رکھشا ہے۔" [3]

بعض ہندو لیڈر مسٹر گاندھی کو تقسیم ہند کا ذمہ دار سمجھتے تھے، اس لیے کہ اُس نے تحریکِ خلافت، جس کا تعلق کسی لحاظ سے بھی ہندوستان سے

---

[1] ماہنامہ اردو ڈائجسٹ (لاہور) مارچ ۱۹۷۸ء ص ۱۷۱

[2] ایضاً ص ۱۷۳ [3] سردار محمد خان، چودھری، حیات قائد اعظم پبلشرز یونائیٹڈ لاہور ۱۹۳۹ء ص ۱۵۳؀

نہیں تھا، کی حمایت کر کے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ابھارنے میں مدد کی، حالانکہ یہ الزام قطعاً غلط تھا، اور باتوں کے علاوہ مسٹر پی ہارڈے کے مطابق گاندھی نے خود اس الزام کا یہ جواب دیا تھا کہ وہ مولانا شوکت علی کو مسلسل یہی ذہن نشین کراتے رہے کہ اس حمایت کا مقصد مسلمانوں کی گائے (خلافت) کی حفاظت کے ساتھ ساتھ گئو ماتا کی حفاظت بھی ہے[۱]۔

ذبیحہ گاؤ کے سلسلہ میں مسٹر گاندھی کی عیاری اور دوغلی پالیسی کا ایک زبردست دلچسپ واقعہ شاہ محمد جعفر صاحب ندوی نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے: ــــــ

"چند سال بیشتر چھپرہ کے ایک جلسے میں گاندھی جی نے حضرت قبلہ (سید سلیمان صاحب پھلواروی) کے گھٹنے پکڑ کر کہا تھا کہ "گائے کی قربانی آپ اپنی قوم سے چھڑوا دیجئے، کیونکہ اس سے ہندو مسلم منافرت بہت پیدا ہوتی ہے۔" حضرت قبلہ نے فرمایا کہ "یہ کام میں کر لوں گا اور ایک آپ بھی کیجئے اور وہ یہ ہے کہ اپنی قوم سے بُت پرستی چھڑوا دیجئے، ہندو مسلم میں بڑی وجہ منافرت یہی ہے۔" گاندھی جی نے کہا، یہ بہت مشکل ہے، حضرت قبلہ نے فرمایا:۔ "مشکل تو وہ بھی ہے۔"[۲]

مدراس کانگریس میں جب گائے کی قربانی اور مسجد کے سامنے باجہ کے سوال پر ایک پیکٹ ہونے لگا تو اگرچہ کانگریس اسے منظور کر چکی تھی بقول مولانا محمد علی مرحوم، گاندھی جی نے فرمایا کہ:۔

"میں رات بھر اسی الجھن میں گرفتار رہا۔ اس طرح تو مجھے اندیشہ

---

[۱] تفصیل کے لیے دیکھیے:۔

P. Hardy : The Muslims of British India, Pakistan Publishing House Karachi, 1973 Page - 196

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

ہے کہ میں بجائے معین و مددگار بننے کے اور رکاوٹ بن جاؤں گا۔ گائے کا مسئلہ ایسا ہے جس پر نہ میں، نہ کوئی اور ہندو رضامند ہو سکتا ہے۔"[1]

آزادی اگرچہ ایک بہت بڑی نعمت ہے لیکن مسٹر گاندھی کے نزدیک یہ اس وقت تک بے معنی ہوگی، جب تک کہ گائے کا تحفظ یقینی نہ ہو جائے۔ اس سلسلہ میں یہاں ان کے بیانات سے چند اقتباسات درج کیے جاتے ہیں:۔

① "ہندو مذہب کے نقطۂ نگاہ سے گایوں کی حفاظت کس قدر ضروری ہے، صرف نان کوآپریشن (ترک موالات) ہی ان کو سوراج[2]

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) [2] رئیس احمد جعفری: علی برادران، محمد علی اکیڈمی لاہور، ۱۹۶۳ء، ص ۳۲۷

(حاشیہ صفحہ موجودہ) [1] ایضاً قائد اعظم اور ان کا عہد، مقبول اکیڈمی لاہور ص ۳۳۹

[2] صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:
"سوراج کے معنی ہی یہ ہیں کہ ہندوستان سے ہر اس شخص کو نکال دیا جائے جس کو ہندو اپنے خیال میں غیر ملکی سمجھتے ہیں یا تہ تیغ کر ڈالا جائے یا دین و ملت سے مرتد کر کے غلام بنا لیا جائے اور اچھوت قوموں کی طرح کتوں اور موذی جانوروں سے بدتر زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا جائے۔ یہ سوراج آریہ قوم (ہندوؤں) کو جان سے زیادہ عزیز ہے اور وہ اپنی جانیں اس کی بھینٹ چڑھانے کے لیے تیار ہیں (مجموعۂ افاضات صدر الافاضل ص ۲۵۶)

افسوس کہ یہ بات قوم پرست کانگریسی مسلمانوں کی سمجھ میں نہ آسکی، اس سے بھی زیادہ افسوس پاکستانی قلمکاروں پر ہے جو دو قومی نظریہ کے بانی لیڈروں کا تذکرہ کرتے وقت امام احمد رضا فاضل بریلوی، مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی اور دیگر سُنّی اکابرین کو نظر انداز کر دیتے ہیں (مرتب غفرلہٗ)

حاصل کرنے میں مدد دے سکتا ہے اور سوراج کے ذریعہ وہ گایوں کی حفاظت کرسکیں گے۔“[۱]

② ”گائے کی حفاظت کا مسئلہ سوراج کے مسئلہ سے کم نہیں اور ہم سوراج حاصل نہیں کرسکتے جب تک کہ گائے کی محافظت نہ کرسکیں۔“[۲]

③ ”جب تک ہندوستان میں ایک گائے بھی ذبح ہوتی رہے گی اس وقت تک اس ملک کو حقیقی معنوں میں آزاد متصور نہیں کیا جائے گا۔“[۳]

مسٹر گاندھی اگرچہ پوری عمر ”عدم تشدد“ کا پرچار کرتے رہے، یہاں تک کہ جنگِ عظیم دوم کے دوران انہوں نے اُس وقت کے وائسرائے ہند کے پاس جا کر اُسے مشورہ دیا تھا کہ برطانوی عوام کو ہتھیار ڈال کر ہٹلر کا مقابلہ روحانی قوت کے ساتھ کرنا چاہیے[۴] لیکن گائے کا مسئلہ ان کی نظر میں اس قدر حساس نوعیت کا تھا کہ وہ اس سلسلہ میں مطلوبہ نتائج حاصل کرنے کی خاطر طاقت استعمال کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔

① دسمبر ۱۹۱۹ء میں ہیومینٹی ٹیرین کانفرنس کے صدر کی حیثیت سے (مسٹر گاندھی نے) اہلِ ہنود کی روحانی اصلاح کے لیے ایک طویل قرارداد پیش کی جس کے ذریعہ سے مہنتوں، رشیوں، مہاراجگان اور والیانِ ملک کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے اپنے مذہبی اثر سے یا حکماً (تشدد کے ذریعے) رسمِ قربانی کے انسداد میں امداد کی تھی اور آئندہ کے لیے اس قسم کی کوششوں کے جاری رکھنے کی استدعا کی۔[۵]

---

[۱] محمد امین زبیری: سیاستِ ملّیہ، آتش فشاں پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۱ء صفحہ ۱۳۷۔

[۲] ایضاً صفحہ ۱۵۹ [۳] اسرار الرحمٰن بخاری: اسلام اور مذاہبِ عالم، نیو بک پیلس لاہور صفحہ ؟ [۴] ابوالکلام آزاد، انڈیا ونز فریڈم (انگلش)، اورینٹ لانگ مین لمیٹڈ مدراس، ۱۹۸۸ء ص ۳۵ [۵] رئیس احمد جعفری: اوراقِ گم گشتہ، محمد علی اکیڈمی لاہور ۱۹۶۸ء صفحہ ۳۷۱۔

② مسٹر گاندھی نے کہا: "کسی نہ کسی طرح بذریعہ قانون گئوکشی بند کی جائے گی[1]۔"

③ ایک اور موقع پر کہا، "گائے کی حفاظت دنیا کے لیے ہندوازم کا تحفہ ہے اور ہندوازم اس وقت تک زندہ رہے گا، جب تک گائے کی حفاظت کرنے والے ہندو موجود رہیں گے اور اس کی حفاظت کا واحد طریقہ یہ ہے کہ اس کے لیے جان قربان کر دی جائے۔"[2]

④ مسٹر گاندھی کے نزدیک "گئو پوجا ہندو کی فطرت میں داخل ہے۔ جہاں تک مجھے علم ہے ہندو باوجود اپنی نرم روی کے عیسائیوں اور مسلمانوں کو گئو ہتیا سے باز رکھنے کے لیے طاقت استعمال کرنے سے بھی دریغ نہیں کریں گے[3]۔"

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے مخالف نیشنلسٹ مسلمان لیڈروں اور مولویوں کے "مہاتما" تو اس حد تک جانے کو بھی تیار تھے کہ گائے کو بچانے کی خاطر مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے: "اگر مجھے یہ اختیار دیا جائے کہ میں گائے کو قربان کر کے مسلمانوں کو بچا لوں یا مسلمانوں کو قربان کر کے گائے کو بچا لوں تو میں دوسری بات کو ترجیح دوں گا۔"[4]

---

[1] ماہنامہ طلوعِ اسلام (دہلی) محرم الحرام ۱۳۵۸ھ/مارچ ۱۹۳۹ء صـ۸۶۔

[2] (ا) شکیل احمد ضیاء: ابوالکلام آزاد کے انکشافات، شبلی پبلی کیشنز کراچی ۱۹۸۸ء صـ۱۸۔

(ب) J F.C. Fuller : India in Revolt, Eyre and Spotiswoode Publications Limited London Page - 160.

[3] جی الانا: قائداعظم جناح، ایک قوم کی سرگزشت (مترجم رئیس احمد جعفری) فیروز سنز لاہور صـ۱۳۴

[4] ماہنامہ اردو ڈائجسٹ (لاہور) مارچ ۱۹۷۸ء صـ۱۴۵؎

میثاق لکھنؤ کے بعد اُمید تھی کہ ہندو مسلم نزاعات و فسادات کا خاتمہ ہو جائے گا اور تعلیم یافتہ جماعت عوام کو امن و آشتی کی جانب مائل کرنے کی سعی کرے گی لیکن ہنوز میثاق کی روشنائی بھی خشک نہ ہونے پائی تھی کہ ذبیحہ گاؤ پر آرہ و بہار اور کٹارپور میں سخت خونریز فسادات ہوئے، ہندو سیاسیین میں سے کچھ تو خاموش رہے اور کچھ نے بے جا حمایت و طرفداری کی، تاہم مسلم زعمائے سیاست اس آگ کو بجھانے ہی کی کوشش کرتے رہے[1]

بدقسمتی سے تحریکِ خلافت اور تحریکِ ترک موالات کے دوران بعض مسلمان لیڈروں اور علماء کہلانے والے حضرات نے مدعی سُست اور گواہ چست جیسا طرزِ عمل اختیار کیا اور "ہندو مسلم اتحاد کے متعلق جو تجاویز و تقاریر ہوئیں۔ ان کا یہ اثر مرتب ہوا کہ ہزاروں مسلمانوں نے قربانی گاؤ سے احتراز کیا، مسلمانوں نے مسلمانوں سے گائیں چھین کر ہندوؤں کو دے دیں۔ قصابوں کو ذبیحہ گاؤ سے روکا گیا۔ رضاکاروں نے چھری کے نیچے سے قربانی کی گایوں کو چھڑا دیا اور اگر ذبح ہو چکی تو اس کو بیکار کر دیا"[2] اس کا اعتراف مشہور ہندو کانگریسی لیڈر راجندر پرشاد نے اپنی کتاب "INDIA DIVIDED" میں صفحہ ۱۲۲ پر کیا ہے۔

مشہور و معروف صحافی اور روزنامہ "زمیندار" لاہور کے ایڈیٹر ظفر علی خاں نے فرمایا:۔

"ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ گائے کی قربانی فرض نہیں اور جب قربانی کے لیے دوسرے جانور مل سکیں تو گائے کی قربانی پر اصرار کر کے اپنے ۲۲ کروڑ ہمسایہ بھائیوں کا دل دکھانا کہاں کی دانشمندی ہے"[3]

---

[1] محمد امین زبیری، سیاستِ ملیہ، آتش فشاں پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۹۱ء، ص ۱۲۶۔

[2] ایضاً ص ۱۳۶۔

[3] رشید محمود، راجا، تحریک ہجرت (۱۹۲۰ء) مکتبہ عالیہ لاہور ۱۹۸۸ء، ص ۳۲۔

ابوالکلام آزاد نے ذبیحہ گاؤ کے مسئلہ کا حل پیش کرتے ہوئے کہا :-
"اس تمام قضیہ کا حل صرف اس بات میں ہے کہ ہر شخص اپنے حقوق پر زور دینے کی بجائے اپنے فرائض کی تکمیل کے لیے تیار رہے۔"[1]

مولوی عبید اللہ سندھی، جنہیں ان کے معتقدین "امام انقلاب" سے کم درجہ دینے کو تیار نہیں، کو مشرکینِ ہند کی دلجوئی کس قدر عزیز تھی، اس کی تفصیل کا موقع نہیں، البتہ ذبیحہ گاؤ کے متعلق ان کے درج ذیل ارشادات میں ایک جھلک دیکھی جا سکتی ہے :-

① "میں نے حضرت شیخ الہند سے ایک موقع پر عرض کیا تھا اور یہ ۱۹۱۵ء سے پہلے کی بات ہے کہ مسلمانوں کو ہندوؤں کے مذہبی جذبات کے خیال سے از خود ان کے مقدس مذہبی شہروں، جیسے متھرا اور بنارس میں گاؤکشی بند کر دینی چاہیے۔ میں نے کہا تھا کہ اس کا بڑا اچھا اثر پڑے گا۔ اور انگریز کے خلاف ہماری جدوجہد آزادی کو اس ہندو مسلم دلی قربت و اجتماعی میل ملاپ سے بڑا فائدہ پہنچے گا۔"[2]

② "میں نے امیر امان اللہ خاں سے کہا کہ افغانستان میں اعلان کر دو کہ گاؤکشی افغانستان میں منع ہے، اس پر امیر امان اللہ خاں نے بذریعہ اعلانِ عام ملک میں احکام جاری کر دیئے کہ افغانستان میں گاؤکشی منع ہے، اس کے بعد گاندھی جی نے ایک تقریر میں کہا کہ مسلمانوں میں اگر امیر امان اللہ خان جیسا قانونی بادشاہ ہو جائے تو ہماری گائیں بچ جائیں گی۔"[3]

---

[1] عبد الرشید ارشد: بیس بڑے مسلمان، مکتبہ رشیدیہ لاہور ۱۹۸۶ء ص ۵۴۳۔

[2] محمد سرور، پروفیسر: افادات و ملفوظات مولانا عبید اللہ سندھی، سندھ ساگر اکادمی لاہور ۱۹۸۸ء، ص ۳۴۳ [3] عبد اللہ لغاری، مولانا عبید اللہ سندھی کی سرگزشت کابل، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت اسلام آباد، ۱۹۸۰ء، ص ۲۱۹۔

۸ر جولائی ۱۹۲۱ء کو کراچی میں منعقدہ آل انڈیا خلافت کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مولوی محمد صادق نے اپنے صدارتی خطبہ میں کہا:۔

”ہندو بھائی گائے کی مذہبی حیثیت سے عزت کرتے ہیں، اس لیے قدرتاً ان کو گاؤکشی سے تکلیف ہوتی ہے اور وہ دل سے چاہتے ہیں کہ مسلمان اس کو ترک کر دیں .... ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ کی شریعت نے ہمیں اس کے کھانے پر مجبور نہیں کیا ہے اور یہ نہیں بتلایا کہ گاؤ نہ کھانے سے ہم مسلمان نہیں رہیں گے اور جب ایسا ہے کہ گائے (کا گوشت) کھانا ہمارے لیے جائز اور ہماری مرضی پر منحصر ہے تو پھر اگر گائے کے گوشت کے بجائے دوسرا گوشت استعمال کریں تو ہمارے لیے کوئی مذہبی ممانعت نہیں ......

اس سلسلہ میں بعض سربرآوردہ مسلمان بزرگوں نے اچھی کوششیں شروع کی ہیں اور ان کے مساعی کے نتائج بھی اچھے نکلے ہیں اور محسوس ہو رہا ہے کہ مسلمان بھی ہندوؤں کی محبت اور ہمدردی سے متاثر ہو کر اتحاد اور یگانگت کا قدم بڑھا رہے ہیں اور اس اتحاد و اتفاق کے اثرات اس قدر دُور دُور تک پہنچے ہیں کہ امیر اسلام حضرت غازی امان اللہ خان خلد اللہ ملکہ نے بھی اپنے ملک (افغانستان) کے علماء کے مشورہ سے گائے کا کاٹنا بند کر دیا ہے اور یقیناً یہ بات ہماری ملی تحریکات کی کامیابی کو قریب تر کر دے گی۔[1]

جمعیۃ العلماء ہند نے ۱۹۲۱ء میں اپنے ایک اجلاس میں ایک یہ قرارداد منظور کی کہ:[2] ——

”ہندوستان کے مسلمان گائے کے بجائے بھیڑ بکری کی قربانی کیا کریں۔“

اس قرارداد پر جماعت اسلامی کے آرگن ہفت روزہ ”آئین“ نے یہ تبصرہ

---

[1] مجلہ برگ گل (کراچی) ۱۳۰۱ھ جوہر نمبر ص ۳۸۷-۳۸۸۔

[2] انوار الحسن: تجلیات عثمانی بحوالہ مکتوبات امام احمد رضا بریلوی مع تنقیدات و تعاقبات از پروفیسر محمد مسعود احمد مکتبہ نبویہ لاہور ۱۹۸۸ء ص ۱۲۲:

کیا ہے :ـــــ

"ایسی قرارداد پاس کرتے ہوئے اتنا نہیں سوچا جاتا تھا کہ اگر ہندوؤں کو خوش کرنے کی یہ راہ اختیار کر لی گئی تو کیا وہ صرف اتنی بات پر خوش ہو جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اس راہ پر چلنے کے بعد مسلمانوں کو ہندوؤں کی دلجوئی کے لیے بہت سے ایسے کام کرنے پڑے جو بجائے خود شرمناک تھے ـــــــ"[1]

جمعیت علماء (ہند) کے اجلاس مراد آباد کی استقبالیہ کمیٹی کے صدر مولوی عبدالسلام صاحب نے اپنے خطبۂ صدارت میں فرمایا :۔

"میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ مساجد کے سامنے ہندوؤں کا باجہ بجانا مسلمانوں کے مذہبی حقوق میں کس طرح دخل اندازی کا موجب ہو سکتا ہے نیز یہ بھی کہ اگر مسلمان ہندوؤں کے مذہبی جذبات کی خاطر گائے کی قربانی بند کر دیں تو ان کا یہ طرزِ عمل اسلام کو کیا نقصان پہنچائے گا؟"[2]

آخر میں مولانا عبدالباری فرنگی محلی کا فتویٰ پیش کیا جاتا ہے :۔

"مسلمانوں کا مقدس فرض ہے کہ وہ قربانی گاؤ سے احتراز کریں، نہ صرف اس وجہ سے کہ کروڑوں ہندو بھائیوں کے جذبات کا احترام ضروری ہے بلکہ اس وجہ سے کہ قرآن مجید کا واجب العمل فرمان یہی ہے۔"[3]

---

[1] ہفت روزہ آئین (لاہور) ۱۲ نومبر ۱۹۷۰ء اشاعت خاص ص ۶۔

[2] ماہنامہ طلوع اسلام (دہلی) جولائی ۱۹۳۹ء ص ۲۱۔

[3] ایچ۔ بی خان : برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علماء کا کردار، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت اسلام آباد، ۱۹۸۵ء ص ۱۳۵ (مسلمانوں کے اس نرم رویہ کے پیش نظر مہاشہ کرشن اڈیٹر پرکاش لاہور نے مولانا عبدالباری کے نام ایک خط لکھا جس میں گئو رکھشا کی حمایت میں ایک مضمون لکھ کر بھیجنے کی فرمائش کی۔ (بقیہ حاشیہ برصفحہ آئندہ)

نوٹ :- واضح رہے کہ بعد میں مولانا موصوف نے ہندو مسلم اتحاد سے متعلق تمام غیر شرعی امور سے لاتعلقی ظاہر کر کے اپنا توبہ نامہ شائع کرا دیا تھا، اس لیے اسے تاریخی واقعہ کے طور پر پڑھا جائے (مرتب غفرلہٗ)

اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے، اس سے یہ بات نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ جہاں تک ذبیحہ گاؤ کا تعلق ہے، تحریک خلافت و ترک موالات کے جذباتی دور سے فائدہ اٹھا کر مسٹر موہن داس کرم چند گاندھی اور اس کے رفقائے کار نے مسلمانوں کے معروف لیڈروں کو اس بات پر آمادہ کر لیا تھا کہ وہ اس شعائر اسلام کو مٹا ڈالنے کے لیے ان کے ہمنوا بن جائیں۔ اس سلسلہ میں سیاسی لیڈروں کی خاموشی بھی اگرچہ قابلِ گرفت تھی لیکن بعض مذہبی راہنماؤں کا سحر کانگریس میں مبتلا ہو جانا یقیناً بے حد افسوس ناک امر تھا۔

یہ اس دور کی داستان ہے جب ہندوستانی مسلمان ہوش کے بجائے جوش سے کام لے رہے تھے، انہیں ہر وہ شخص انگریز کا ایجنٹ معلوم ہوتا تھا جو غیر شرعی افعال پر ٹوکتا اور ہندوؤں کے مذموم عزائم سے آگاہ کرتا، اس طرح گویا شرعی مسائل پر سمجھوتہ کرنے والوں کی بھلائی اسی میں تھی کہ وہ خاموشی اختیار کر لیتے بصورت دیگر اپنی عزت، شہرت، وقار اور ہردلعزیزی سے ہاتھ دھو بیٹھتے۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ، ان کے خلفاء اور ہم مسلک حضرات نے کتمانِ حق کے بجائے نعرۂ حق بلند کیا، غیر جانبداری سے تمام حالات کا جائزہ لیا جائے تو یہ فیصلہ کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی کہ ان حضرات کی یہ خدمات دو قومی نظریہ کو پروان چڑھانے میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔

تحریکِ خلافت، تحریک ترک موالات اور تحریکِ پاکستان میں امام احمد رضا فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہٗ اور ان کے معتقدین نے جو رویہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) دیکھئے ماہنامہ نقوش (لاہور) خطوط نمبر جلد دوم ص ۴۹-۵۰ ؛

اختیار کیا اور مسلمانوں کی بروقت صحیح راہنمائی کی، اس موضوع پر ایک علیحدہ مقالہ زیر ترتیب ہے، سردست انسداد گاؤکشی کی تحریک کو ناکام بنانے کے سلسلہ میں ان حضرات نے مذکورہ دور میں اور اس سے قبل جو شاندار خدمات سرانجام دیں، ان کی چند جھلکیاں ہدیۂ قارئین ہیں۔

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کے ایک معتقد پروفیسر سید محمد سلیمان اشرف مرحوم نے، ہندوؤں کی اس جدوجہد پر کہ مسلمان ان کی دل آزاری کا خیال رکھتے ہوئے ذبیحہ گاؤ ترک کردیں، گرفت کی اور دلائل سے ثابت کیا کہ یہ صرف اُن کی ہٹ دھرمی ہے۔ اپنے رسالہ "الرشاد" میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں :-

"کیا ستم ہے، گائے کے سوا دیگر حیوانوں کا ذبح کرنا اکثر ہنود جائز رکھتے ہیں۔ اس کا گلا کاٹتے ہیں اور اس کا گوشت کھاتے ہیں، اس وقت اس طبقۂ ہنود کا کیوں لحاظ نہیں کرتے جو قطعاً کسی جاندار کو قتل کرنا گناہِ عظیم جانتے ہیں، شاید اس کا پھر وہی جواب ہوگا گائے دیوتا ہے، متبرک ہے، اس کا جواب ابتداء میں گذارش کر چکا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ انصاف کا یہی فیصلہ ہے کہ اپنے معتقدات کی رعایت خود صاحب عقیدہ کو چاہیے، دوسرے مذاہب سے اپنے معتقدات و خواہشات کا مطالبہ اسی حد تک کیجئے جہاں تک دوسرے اہلِ مذہب کے دین اور معاشرت میں خلل اور تکلیف نہ واقع ہو، اس سے زیادہ طلب کرنا ہٹ دھرمی اور زبردستی ہے۔" [1]

پروفیسر صاحب نے مسلمانوں سے اپیل کی تھی کہ "ہندوستان میں گائے کی قربانی کا آج تک باقی رہنا بیش بہا قربانیوں کا نتیجہ ہے، اُن گراں بہا

---

[1] محمد سلیمان اشرف، پروفیسر: الرشاد، مکتبہ رضویہ لاہور، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء، ص ۶۹-۷۰

قربانیوں کے حقوق اگر ادا نہ کیجیے تو کم از کم اُسے ملیا میٹ بھی نہ کیجیے[1]۔"

ہندوؤں کی بربریت اور ظلم و ستم کا تذکرہ کرتے ہوئے پروفیسر صاحب رقمطراز ہیں:—

"انصاف کیجیے، عید مسلمانوں کی ایسی مسرت کا دن ہے کہ ساری خوشیاں اسی سے تشبیہ دی جاتی ہیں ..... عین اس موقع پر ملکی بھائیوں کی طرف سے حقِ وطن و حقِ ہمسائیگی اس صورت میں ادا کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کی لاشیں خاک و خون میں تڑپتی ہوتی ہیں[2]، عورتوں کی عصمت خطرہ میں ہوتی ہے۔ بچے یتیم بنائے جاتے ہیں، بیبیاں بیوہ کی جاتی ہیں، مساجد کی بے حرمتی کی جاتی ہے، گاؤں لوٹے جاتے ہیں، مکان جلائے جاتے ہیں۔ عشرت کا روز ماتم کا دن بنا دیا جاتا ہے اور پھر ماتم بھی کیسا؟ مال کا، جان کا، عزت و آبرو کا، دین و ایمان کا[3]۔ ان سب مظالم کی اگر علت دیکھیے تو وہی فرضی یا وہی دل آزاری یعنی مسلمانوں نے اپنی ملکیت میں تصرف کیوں کیا، ایک عبادت کیوں بجا لائے، خدا کے نام پر گائے کیوں قربان کی گئی؟"[4]

مشہور ہندو لیڈر سوامی دیانند کا بیان ہے کہ "وید کی رو سے ذبیح گاؤ کے جرم میں ہزاروں اور لاکھوں انسانوں کو ذبح کر کے گائے کو خوش کرنا چاہیے[5]۔"

---

[1] محمد سلیمان اشرف، پروفیسر: الرشاد، مکتبہ رضویہ لاہور، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء، ص ۹۵

[2] حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے ہندو ذہنیت کی بہترین عکاسی کی ہے: "ان (ہندوؤں) کے نزدیک جانوروں کی حیات حفاظت و اعانت کی مستحق ہے مگر مسلمانوں کی زندگی بیہودی سے [illegible]

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

درحقیقت ہندوؤں کو جب بھی موقع ملا، انہوں نے اپنے اس اعتقاد کو عملی جامہ پہنانے سے گریز نہیں کیا۔ حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خادم ملتی تاج الدین احمد تاج مرحوم نے اسی قسم کا ایک واقعہ ان الفاظ میں نقل کر کے مسلمانوں کو ہندوؤں کی متحدہ قومیت کے فلسفے سے بچنے کی تلقین کی تھی[2]۔

" علاقہ بہار میں ہندوؤں نے محض قربانی گاؤ کو روکنے بلکہ مسلمانوں کے ایک مذہبی اور دینی شعار کو قطعاً بند کرنے کے لیے ہزارہا کی تعداد میں اور لشکروں کی صورت میں مجتمع ہو کر اور ہر طرح کے اسلحہ جات سے مسلح ہو کر اور گھوڑوں اور ہاتھیوں پر سوار ہو کر ہزارہا مسلمانوں کو زخمی اور قتل کیا، ایک نہیں دو نہیں، مسلمانوں کے ایک سو چالیس گاؤں اور دو ہزار سات سو

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ڈالنے کے قابل، اسی پر وہ عمل کر رہے ہیں۔ (مجموعہ افاضات صدر الافاضل ص ۲۱)

[2] آج بھی کہیں قتل مسلم کی مشق کو جی چاہا، ایک ہندو نے افواہ اڑا دی فلاں گھر کے مسلمانوں نے راتوں رات گؤ ماتا ذبح کر کے کھا ڈالی ہے۔ بس پھر کیا ہے ہندو دھڑا دھڑ مسلمانوں پر پل پڑتے ہیں۔ اس کے بعد عزت و شرافت اور انسانیت کے تمام تقاضے بالائے طاق رکھ دیئے جاتے ہیں (اداریہ ہفت روزہ خدام الدین لاہور۔ ۱ مارچ ۱۹۶۱ء ص ۳)

ان ہی خیالات کا اظہار پنڈت جواہر لال نہرو نے تقسیم ہند کے بعد اپنے ایک انٹرویو میں کیا تھا۔ دیکھئے:-

R K. Karanjai The Mind of Mr Nehru. George Allen and Unwin Ltd London 1961 Page - 65.

[3] محمد سلیمان اشرف، پروفیسر، الرشاد، مکتبہ رضویہ (بقیہ حاشیہ برصفحہ آئندہ)

مکانات اس بیدردی کے ساتھ لوٹے کہ جن کی تفصیل سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ مسلمانوں کے مکانات کا لوٹا ہوا مال ظالم ہندو ہاتھیوں پر لاد کر لے گئے۔ مسلمانوں کی لاکھوں روپے کی جائیداد آپ (نیشنلسٹ مسلمانوں) کے ہندو دوست کئی دن تک لوٹتے رہے۔ مسلمانوں کے لاتعداد مکانات کو آگ لگا کر خاک سیاہ کر دیا۔ اگر کسی غریب مسلمان نے ڈر کے مارے اپنے برتن کسی کنوئیں میں پھینک دیئے تو آپ کے ہندو دوستوں نے پتہ لگا کر وہاں سے بھی نکال لیے۔ آپ کے ہندو دوستوں نے مسلمانوں کی کئی زندہ گائیں جلا دیں۔ آپ کے ہندو دوستوں نے لاتعداد مسلمان عورتوں اور لڑکیوں کی عصمت دری کی۔ آپ کے ہندو دوستوں نے مسلمانوں کی پانچ عالیشان مسجدیں شہید کر دیں اور باقی تمام علاقے میں کوئی ایسی مسجد نہ چھوڑی کہ جس کی بے حرمتی نہ کی گئی اور اس کو جگہ جگہ سے منہدم نہ کیا گیا ہو۔۱؎ آپ کے ہندو دوستوں نے مسلمانوں کے قرآن مجید پھاڑ پھاڑ کر ایسے پرزے اڑائے کہ مسلمانوں کے پاس پڑھنے کے لیے قرآن شریف کا ایک نسخہ بھی نہ رہا جس پر ان مظلوموں نے غیر علاقے کے مسلمانوں سے درخواست کی کہ ہمیں پڑھنے کے لیے قرآن مجید بھیجے جائیں۔ آپ کے ہندو دوستوں نے پندرہ ہزار مسلمانوں کو خانماں برباد کر دیا جن کے پاس سر چھپانے کی جگہ نہ رہی۔"۲؎

سیدی علامہ مولانا ابوالبرکات سید احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے تلمیذ اور مشہور ادیب مولانا حافظ مظہر الدین مرحوم نے سوال کیا کہ ہندو

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) لاہور ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء ص۱۵ ۲؎ اسرار الرحمٰن بخاری اسلام اور مذاہب عالم، نیو بک پیلس لاہور ص۲۰

(حاشیہ صفحہ موجودہ) ۱؎ حالیہ بابری مسجد کی شہادت کا المناک واقعہ بھی اسی ذہنیت کا تازہ ثبوت ہے (مرتب غفرلہٗ) ۲؎ تاج الدین احمد تاج، مفتی: (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

مسلم اتحاد کے زمانے میں آپ نے ذبیحہ گائے پر اتنا زور کیوں دیا تھا؟ گائے کا گوشت کھانا کوئی ضروری تو نہیں، ارشاد فرمایا کہ "مستحب جب نہ صرف مٹایا جا رہا ہو بلکہ اسے حرام قرار دیا جا رہا ہو تو اس کا تحفظ ضروری ہو جاتا ہے۔ ایسے عالم میں مستحب مستحب نہیں رہتا بلکہ واجب ہو جاتا ہے"[1]

مولانا عبدالقدیر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ، مسٹر گاندھی کے نام ایک کھلے خط میں رقمطراز ہیں:-

"ہمارے مذہب کی رُو سے شعائر اللہ کو دنیاوی وجاہت یا نفع کے عوض میں بیچ کر دینا ہرگز جائز نہیں قرآن پاک میں اس کی جابجا تہدید آئی ہے اور ایسا کرنے والوں کے لیے نہایت سخت وعیدیں مذکور ہیں۔ ایسی حالت میں یہ خوب سمجھ لینا چاہیے کہ گائے کی قربانی سے جو بفحوائے، والبدن جعلنٰہا من شعائر اللہ، ہمارا مذہبی حق ہونے کے علاوہ شعائر دین سے ہے۔ ہم اس بناء پر دست بردار نہیں ہو سکتے کہ اس کے عوض میں ہنود ہم سے خوش ہو کر ہمارے بہت سے سیاسی مطالبات کو تسلیم کر لیں گے یا کسی خاص مسئلہ میں ہمارا ساتھ دیں گے"۔[2]

مفتیٔ اعظم ہند حضرت شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ہندو ذہنیت کا تجزیہ اپنے فتویٰ میں ان الفاظ میں کیا:-

"اور یہ خیال کہ محض ہنود کی خوشی حاصل کرنے کے لیے اس (گائے) کی قربانی کا ترک مقصود ہے اور کسی کی خوشی حاصل کرنا تو کوئی جرم نہیں،

(بقیہ صفحہ سابقہ) ہندوؤں سے ترک موالات، مکتبہ رضویہ لاہور، ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء ص ۲

(حاشیہ صفحہ موجودہ) [1] ماہنامہ رضوان (لاہور) مئی ۱۹۸۹ء ص ۱۔ [2] رئیس احمد جعفری: اوراق گم گشتہ، محمد علی اکیڈمی لاہور ۱۹۶۸ء ص ۳۵۳

تو اوّل تو حق تعالیٰ کی ناراضگی کے مقابلے میں کسی کی رضا کی طلب خود ہی حرام ہے، دوسرے وہ محض اتنی بات سے کہ آپ ذبیحہ گاؤ کو ترک کر دیں، پوری طرح خوش بھی نہیں ہو سکتے کہ حقیقت میں ان کو صرف گائے کی قربانی کا ترک مطلوب نہیں بلکہ ایک بہت بڑی مہتم بالشان قربانی مطلوب ہے یعنی "ایمان" کی قربانی۔ بقولہ تعالیٰ، ودّوا لو تکفرون۔ یعنی ان کی خوشی تو اس میں ہے کہ تم کسی طرح کافر ہو جاؤ۔" ؎

ذبیحہ گائے کے مخالف اور متحدہ قومیت کے حامی مولویوں اور لیڈروں کا تعاقب کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہٗ کے خلیفہ حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی مرحوم نے ماہنامہ السواد الاعظم (مراد آباد) جمادی الاوّل ۱۳۳۸ھ میں تحریر فرمایا:۔

"یہ سخت خطرہ کا وقت ہے، کہلاتے ہیں لیڈران اسلام اور کام کرتے ہیں کفار کے، کبھی ہندوؤں کا آلہ کار بنتے ہیں تو قربانی گاؤ کے مخالف کوششیں جاری ہیں۔ چیخ چیخ کر تقریریں کی جا رہی ہیں، کتابیں لکھی جاتی ہیں، اخباروں کے کالم کے کالم سیاہ کیے جاتے ہیں، مسلمانوں کو قربانی سے روکنے کے لیے مسلم نما جماعتیں میدان میں اتر آتی ہیں، کبھی مسجدوں کے سامنے باجہ بجانے کی ضد پر ہندوؤں کی موافقت کی جاتی ہے۔ کبھی مظلوم مسلمانوں کو ان کے مطالبات سے دستبردار ہونے پر زور دیا جاتا ہے۔ کبھی فرزندانِ اسلام کی پیشانیوں پر ٹیکے لگوائے جاتے ہیں۔ جے بُلوائی جاتی ہے، ارتھیاں اٹھوائی جاتی ہیں، کبھی بتوں کے جلوسوں میں شرکت کی جاتی ہے، نعرے لگائے جاتے ہیں، کہیں بتوں کے درشن کے لیے مسلمانوں سے رسمیں ادا کرائی جاتی ہیں"

؎ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر، تذکرہ مظہر مسعود، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ۱۹۶۹ء، ص ۵۲۰

کہیں مرے ہوئے ہندوؤں کو مرحوم اور شہید لکھا جاتا ہے[1]، ان کو جنتی کہا جاتا ہے، کفار کے مقبول بارگاہ ہونے کا یقین دلایا جاتا ہے۔ رام اور کرشن کو نبی اور پیغمبر بنایا جاتا ہے۔ یہ کام وہ لوگ کرتے ہیں جو اسلام کے فقط دعویدار ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کی رہنمائی کے مدعی اور ان کے لیڈر بنتے ہیں۔ بہت سے لوگ عمامے اور جبے پہن کر علماء کی وضع بنا کر یہ کام انجام دیتے ہیں۔"[2]

"علماء کرام" کی بات آگئی تو یہاں خود بخود یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر کیوں یہ حضرات کانگریس کی حمایت کرتے تھے۔ بعض لوگ ان کے خلوص میں شک کی سختی سے تردید کرتے ہیں اور بعض بہت آگے چلے جاتے ہیں، قطع نظر ان باتوں کے ہم ان کے متعلق قائداعظم محمد علی جناح کی اس تقریر کا ایک اقتباس نقل کرتے ہیں جو روزنامہ انقلاب ۵ر جنوری ۱۹۳۸ء شائع ہوا تھا:۔

"اس کا سیاسی کیریکٹر یہ ہے کہ آج سے چند روز پہلے یہ لوگ مسلم لیگ کی حمایت میں میری ہدایت کے مطابق کام کر رہے تھے، مجھے اپنے جلسوں میں لے جاتے تھے، میرے لکھے ہوئے ریزولیوشن پاس کرتے تھے، ان میں سے بعض لوگوں کے خطوط میرے پاس موجود ہیں، ان لوگوں نے مجھ سے روپیہ طلب کیا لیکن میں نے کہا کہ ابھی مسلم لیگ کے پاس کوئی مستقل سرمایہ

---

[1] یہ شغل بعد میں بھی جاری رہا۔ ابوالکلام آزاد کے سیکرٹری ہمایوں کبیر نے گاندھی کے مرنے کے بعد اسے انسانیت کو متحد کرنے والا شہید لکھا دیکھیے:۔

C.H. Philips : The Partition of India, George Allen and Unwin Ltd. Lond. 1970. Page -405.

[2] محمد نعیم الدین مرادآبادی، مولانا: مجموعہ افاضات صدرالافاضل مطبوعہ لاہور صفحہ ۱۲۱:

نہیں ہے۔ آپ ذرا ایثار و قربانی سے کام لیجیے، وقت آئے گا کہ آپ کے مصارف ادا کر دیئے جائیں گے۔ ان میں سے بعض میرے پاس بمبئی بھی آئے تھے لیکن روپے کی طرف سے مایوس ہو کر یہ کہتے ہوئے واپس چلے گئے کہ اب ہم کانگریس کی حمایت میں کام کریں گے۔"[1]

آئیے اب دیکھتے ہیں مجددِ دین و ملت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نقطہ نظر کیا تھا، سب سے پہلے ہم دو استفتاء مع ضروری اقتباسات جوابات نقل کرتے ہیں جو امام احمد رضا فاضل بریلوی کے پاس آئے تھے، ان میں سے ایک استفتاء کے الفاظ سے مترشح ہوتا ہے کہ مرتب نے الفاظ کے ہیر پھیر سے اپنا مقصد حاصل کرنے کی کوشش کی ہے لیکن چونکہ فاضل بریلوی قدس سرہٗ ایک محتاط مفتی تھے اور کافی غور و فکر کرنے کے بعد جب مکمل اطمینان حاصل ہو جاتا تو کسی مصلحت کی پرواہ کیے بغیر شریعت کے عین مطابق فتویٰ دیتے۔ اسی محتاط رویہ کی وجہ سے وہ دوسرے مفتیوں کی طرح دھوکہ میں نہ آسکے۔

استفتاء نمبر ۱ از دفتر مسلم لیگ بریلی شاخ

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ آج کل ہنود کی طرف سے نہایت سخت کوشش اس امر کی ہو رہی ہے کہ ہندوستان سے گاؤکشی کی رسم موقوف کرا دی جائے اور اس غرض سے انہوں نے ایک بہت بڑی عرضداشت گورنمنٹ میں پیش کرنے کے لیے تیار کی ہے جس پر کروڑوں باشندگانِ ہندوستان کے دستخط کرائے جا رہے ہیں۔ بعض ناعاقبت اندیش مسلمان بھی اس عرضداشت پر ہندوؤں کے کہنے سننے سے دستخط کر رہے ہیں، ایسے مسلمانوں کی بابت شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

---

[1] احمد سعید، قائد اعظم مسلم پریس کی نظر میں، قائد اعظم اکادمی کراچی ۱۹۸۱ء صفحہ ۱۹۹ ۔

اور اس مذہبی رسم کے جو شعائر اسلام میں سے ہے، بند کرانے میں مدد دینے والے گنہگار اور عنداللہ مواخذہ دار ہیں یا نہیں؟

الجواب :۔ "فی الواقع گاؤکشی ہم مسلمانوں کا مذہبی کام ہے جس کا حکم ہماری پاک مبارک کتاب کلام مجید رب الارباب میں متعدد جگہ موجود ہے۔ اس میں ہندوؤں کی امداد اور اپنی مذہبی معزت میں کوشش اور قانونی آزادی کی بندش نہ کرے گا مگر وہ جو مسلمانوں کا بدخواہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ فقیر احمد رضا قادری غفرلہ[۱]

استفتاء نمبر ۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مذہب حنفیہ اس مسئلہ میں کہ گاؤکشی کوئی ایسا امر ہے جس کے نہ کرنے سے کوئی شخص دین اسلام سے خارج ہو جاتا ہے یا اگر کوئی شخص معتقدِ اباحتِ ذبح ہو مگر کوئی گائے اس نے ذبح نہ کی ہو یا گائے کا گوشت نہ کھایا ہو، ہر چند کہ اکل اس کا جائز جانتا ہے تو اس کے اسلام میں کوئی فرق نہ آئے گا اور وہ مسلمان کامل رہے گا۔

گاؤکشی کوئی واجب فعل ہے کہ جس کا تارک گنہگار ہوتا ہے یا اگر کوئی شخص گاؤکشی نہ کرے، صرف اباحتِ ذبح کا دل سے معتقد ہو تو وہ گنہگار نہ ہوگا، جہاں بلاوجہ اس فعل کے ارتکاب سے ثوران فتنہ وفساد اور مفضی بہ ضرر اہلِ اسلام ہو اور کوئی فائدہ اس فعل پر مرتب نہ ہو اور عملداری اہلِ اسلام بھی نہ ہو تو وہاں بدیں وجہ اس فعل سے کوئی باز رہے تو جائز ہے یا یہ کہ بلا سبب ایسی حالت میں بقصدِ اثارت فتنہ وفساد ارتکاب اس کا واجب ہے اور قربانی اونٹ کی بہتر ہے یا گائے کی۔

بینوا توجروا۔ الہ آباد شوال ۱۲۹۸ھ[۲]

---

[۱] احمد رضا خان، امام: النفس الفکر فی قربان البقر، مطبع اہل سنت وجماعت بریلی ص ۱۹

[۲] محمد عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری، مولانا: رسائل رضویہ جلد دوم مکتبہ حامدیہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۲۱۵

امام احمد رضا نور اللہ مرقدہٗ نے اپنی مومنانہ فراست و بصیرت سے جس طرح جواب دیا، اس سے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں :-

① "گاؤ کشی اگرچہ بالتخصیص اپنے نفسِ ذات کے لحاظ سے واجب نہیں، نہ اس کا تارک باوجود اعتقادِ اباحت بنظرِ نفسِ ذاتِ فعل گنہگار، نہ ہماری شریعت میں کسی خاص شے کا کھانا بالتعین فرض مگر ان وجوہ سے صرف اس قدر ثابت ہوا کہ گاؤ کشی جاری رکھنا واجب بعینہٖ اور اُس کا ترک حرام بعینہٖ نہیں، یعنی ان کے نفسِ ذات میں کوئی امر ان کے واجب یا حرام کرنے کا مقتضی نہیں لیکن ہمارے احکام مذہبی صرف اسی قسم کے واجبات و محرمات میں منحصر نہیں بلکہ جیسا ان واجبات کا کرنا اور ان محرمات سے بچنا ضروری وحتمی ہے، یوں ہی واجبات و محرمات لغیرہا میں بھی امتثال و اجتناب اشد ضروری ہے جس سے ہم مسلمانوں کو کسی طرح مفر نہیں اور اُن سے بالجبر باز رکھنے میں بے شک ہماری مذہبی توہین ہے جسے حکام وقت بھی روا نہیں رکھ سکتے۔ ہم ہر مذہب وملت کے عقلا سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر کسی شہر میں بزورِ مخالفین گاؤ کشی قطعاً بند کر دی جائے اور بلحاظ ناراضی ہنود اس فعل کو ہماری شرع ہرگز اس سے باز رہنے کا ہمیں حکم نہیں دیتی، یک قلم موقوف کیا جائے تو کیا اس میں :-

- ذلّتِ اسلام متصوّر نہ ہوگی :
- کیا اس میں خواری و مغلوبی مسلمین نہ سمجھی جائے گی.
- کیا اس وجہ سے ہنود کو ہم پر گردنیں دراز کرنے اور اپنی چیرہ دستی پر اعلیٰ درجہ کی خوشی ظاہر کرکے ہمارے مذہب و اہلِ مذہب کے ساتھ شماتت کا موقع ہاتھ نہ آئے گا.
- کیا بلا وجہ وجیہ اپنے لیے ایسی دناءت و ذلّت اختیار کرنا اور

دوسروں کو دینی مغلوبی سے اپنے اوپر ہنسوانا ہماری شرع مطہر جائز فرماتی ہے ـــــ؟

حاشا وکلا، حاشا وکلا، ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ ہماری شرع ہرگز ہماری ذلت نہیں چاہتی نہ یہ متوقع کہ حکام وقت صرف ایک جانب کی پاسداری کریں اور دوسری طرف کی توہین وتذلیل روا رکھیں، سائل لفظاً ترک لکھتا ہے، یہ صرف مغالطہ اور دھوکہ ہے۔ اُس نے ترک اور کف میں فرق نہ کیا، کسی فعل کا نہ کرنا اور بات ہے اور اس سے بالقصد باز رہنا اور بات۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اس رسم سے جس میں صدہا منافع ہیں، یک قلم امتناع آخر کسی وجہ پر مبنی ہوگا اور وجہ سوا اس کے کچھ نہیں کہ ہنود کی ہٹ پوری کرنا اور مسلمانوں نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام انسانوں کے اسباب معیشت میں کمی یا تنگی کر دینا[1] ــــ"

② "باقی رہا سائل کا یہ کہنا کہ "اس فعل کے ارتکاب سے ثورانِ فتنہ وفساد ہو" ہم کہتے ہیں جن مواضع میں مثل بازار وشارع عام وغیرہا گاؤکشی کی قانونی ممانعت ہے، وہاں جو مسلمان گائے ذبح کرے گا البتہ اثارتِ فتنہ وفساد اُس کی طرف منسوب ہوسکتی ہے اور وہ قانوناً مجرم قرار پائے گا اور اس امر کو ہماری شرع مطہر بھی روا نہیں رکھتی ..... اور جہاں قانوناً ممانعت نہیں وہاں اگر ثورانِ فتنہ وفساد ہوگا تو لاجرم ہنود کی جانب سے ہوگا، اور جرم انہی کا ہے کہ جہاں ذبح کرنے کی اجازت ہے وہاں بھی ذبح نہیں کرنے دیتے...... اور اگر ایسا ہی خیال ہنود کے فتنہ وفساد کا شرع ہم پر واجب کرے گی تو ہر جگہ کے ہنود کو قطعاً

---

[1] محمد عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری، مولانا: رسائل رضویہ جلد دوم، مکتبہ حامدیہ لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۲۱۸ - ۲۱۹

اس رسم کے اُٹھا دینے کی سہل تدبیر ہاتھ آئے گی، جہاں چاہیں گے فتنہ و فساد برپا کریں گے اور بزعم جہّال شرعاً ہم پر ترک واجب کرا دیں گے اور اس کے سوا ہماری جس رسم مذہبی کو چاہیں گے اپنے فتنہ و فساد کی بنا پر بند کرا دیں گے ...... بالجملہ خلاصہ جواب یہ ہے کہ بازار و شارع عام میں جہاں قانوناً ممانعت ہے، براہِ جہالت ذبح گاؤ کا مرتکب ہونا بے شک مسلمانوں کو توہین و ذلت کے لیے پیش کرنا ہے کہ شرعاً حرام اور اس کے سوا جہاں ممانعت نہیں، وہاں سے بھی باز رہنا اور ہندوؤں کی بے جا ہٹ بجا رکھنے کے لیے یک قلم اس رسم کو اُٹھا دینا ہرگز جائز نہیں ہے۔[1]

بعض قوم پرست مسلمان رہنماؤں اور "علماء کرام" نے جب تحریک ترکِ موالات کے دوران ذبیحہ گاؤ کے سلسلہ میں ہندوؤں کی ہاں میں ہاں ملانی شروع کر دی تو امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں ان کے ان نئے دوستوں کے مظالم اور خطرناک عزائم سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا:

"کیا وہ ہم سے دین پر نہ لڑے؟ کیا قربانی گاؤ پر ان کے سخت ظالمانہ فساد بھلانے پڑ گئے؟ کیا کٹارپور، آرہ اور کہاں کہاں کے ناپاک ہولناک مظالم جو ابھی تازے ہیں دلوں سے محو ہو گئے؟ بے گناہ مسلمان نہایت سختی سے ذبح کیے گئے، مٹی کا تیل ڈال کر جلائے گئے، ناپاکوں نے پاک مسجدیں ڈھائیں، قرآن پاک کے پاک اوراق پھاڑے، جلائے اور ایسی ہی وہ باتیں جن کا نام لیے کلیجہ منہ کو آئے۔"[2]

"یہ قربانی گاؤ کا مسئلہ ایسا ہی ہے، کون سا ہندو ہے جس کے دل میں اس کا نام سن کر آگ نہیں لگتی، کون سی ہندو زبان ہے جو گئو رکھشا کی مالا نہیں

---

[1] محمد عبد الحکیم اختر شاہجہان پوری، مولانا: رسائل رضویہ جلد دوم، مکتبہ حامدیہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۲۲۲-۲۲۳؛ [2] ایضاً ص ۱۱۶؛

چھپی، کونسا شہر ہے جہاں اس کی سبھا یا اُس کے ارکان یا اُس میں چندہ دینے والے نہیں، کیا یہ مقدس بے گناہوں کے خون، یہ پاک مساجد کی شہادتیں، یہ قرآن مجید کی اہانتیں انہیں ناپاک رکھشاؤں انہیں مجموعی سفاک سبھاؤں کے نتائج نہیں، نہیں ہی ہے

ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے

اب جس شہر، جس قصبہ، جس گاؤں میں چاہو آزما دیکھو، اپنی مذہبی قربانی کے لیے گائے پچھاڑو، اسی وقت یہی تمہاری بائیں پسلی کے نکلے، یہی تمہارے سگے بھائی، یہی تمہارے منہ بولے بزرگ، یہی تمہارے آقا، یہی تمہارے پیشوا، تمہاری ہڈی پسلی توڑنے کو تیار ہوتے ہیں یا نہیں؟ ان متفرقات کا جمع کرنا بھی جہنم میں ڈالیے، وہ جو آج تمام ہندوؤں اور نہ صرف ہندوؤں، تم سب ہندو پرستوں کا امام ظاہر و بادشاہ باطن ہے یعنی گاندھی[1] صاف نہ کہہ چکا کہ مسلمان اگر قربانی گاؤ نہ چھوڑیں گے تو ہم تلوار کے زور سے چھڑا دیں گے۔ اب بھی کوئی شک رہا کہ تمام مشرکین ہندو دین میں ہم سے محارب ہیں!"[2]

ایک اور موقع پر فرمایا کہ "اب لیڈر کہلانے والے کل گو بھی اُن (ہندوؤں) کے ساتھ ہو گئے، لاجرم مسلمانوں پر بحکم شرع واجب ہوا کہ قربانی گاؤ کے ابقاو اجرا میں انتہائی کوشش کریں۔"[3]

---

[1] ابوالکلام آزاد کا خیال تھا کہ: "مسٹر گاندھی نے جنگِ آزادی میں اپنی جان اور مال دونوں لٹا دیا۔ پس وہ فی الحقیقت "مجاہد فی سبیل اللہ" ہیں اور بانفسہم وباموالہم کے ہر دو مراحلِ جہادِ مقدس سے گزر چکے ہیں۔ یہ (مسٹر گاندھی) حق وعدالت کا عجیب سپہ سالار ہے (ماہنامہ طلوعِ اسلام (دہلی) محرم الحرام ۱۳۵۸ھ / مارچ ۱۹۳۹ء ص ۹۸)

[2] محمد عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری، مولانا: رسائل رضویہ جلد دوم مکتبہ حامدیہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۱۱۶، ۱۱۸

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

تحریک ترک موالات کے دوران ہی فاضل بریلوی نے ذبیحہ گاؤ سے متعلق بعض حضرات کے غیر شرعی بیانات پر شدید گرفت کی اور ثبوت میں کئی اکابر علماء کے فتاویٰ بھی پیش کئے لیکن بخوفِ طوالت انہیں قلم زد کرتے ہوئے ہم ایک من گھڑت الزام کا ردّ ان ہی کے الفاظ میں پیش کرتے ہیں :-

یہ شدید بدگمانی کہ "مخالفین ترک قربانی گائے کا منشاء مجھے یقینی طور سے معلوم ہوا ہے کہ خلافت کمیٹی میں رکاوٹ ہو اور اعدائے خلافت کی تائید اور تفرقہ پردازی سے فائدہ اٹھایا جائے" کیسا اشد حرام ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"یاایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم"۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں حضرت سیدی زروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

الظن الخبیث لا ینشؤ الا من القلب الخبیث۔

اور پھر اپنی بدگمانی کو یقین بتانا اور سخت جرأت، مطلب یہ کہ مسلمان طرفداری نصاریٰ کی خبیث تہمت سے ڈر کر چپ ہو بیٹھیں اور ملک کے پیارے، آنکھوں کے تارے، لاڈلے دولارے ہندو بھائیوں کا کام بن جائے، شعار اسلام ہندوستان سے فنا ہو جائے، انا للہ وانا الیہ راجعون ۔[1]

بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ العزیز کی درج ذیل بالا تحریریں پڑھی تھیں یا نہیں لیکن حضرت کے افکار و نظریات نے مجموعی طور پر جو فضا قائم کر دی تھی، اس تناظر میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) [3] محمد مصطفیٰ رضا خاں مفتی اعظم ہند: الطاری الداری حصہ اول انجمن ارشاد المسلمین لاہور ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء ص ۵۳ (حاشیہ صفحہ موجودہ) [1] ایضاً ص ۵۳-۵۴ ۔

قائد کے صرف دو ارشادات ملاحظ فرمائیں :—

ہندوؤں اور مسلمانوں کا بنیادی فرق واضح کرنے کے لیے قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ برملا کہتے تھے :—

”ہندو گائے کو پوجتے ہیں اور مسلمان اس کا گوشت کھاتے ہیں۔“ [1]

ایک اور موقع پر فرمایا :—

"I hate all this Hindus nonsence about cows being sacred and the Hindus telling us that we Muslims have no right to kill them for beef"

ترجمہ :- مجھے ہندوؤں کی اس احمقانہ بات سے نفرت ہے کہ گائیں مقدس ہیں اور یہ کہ ہندو ہم مسلمانوں کو بتاتے ہیں کہ ہمیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ گوشت کے لیے انہیں ذبح کریں۔“ [2]

آخر میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس اپیل پر تحریر ہذا کا اختتام کرتا ہوں :—

”تبدیل احکام الرحمٰن اور اختراع احکام الشیطان سے ہاتھ اٹھاؤ، مشرکین سے اتحاد توڑ دو، مرتدین کا ساتھ چھوڑ دو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دامن پاک اپنے سایہ میں لے، دنیا نہ ملے نہ ملے، دین تو ان کے صدقے میں ملے [3] —“

وما علینا الا البلاغ المبین

---

[1] شکیل احمد ضیاء: ابوالکلام آزاد کے انکشافات، شبلی پبلی کیشنز کراچی ۱۹۸۸ء، ص ۱۸

[2] William L. Shirer: Gandhi A Memor, sphere Books Ltd. London, 1981 Page 120).

[3] رئیس احمد جعفری: اوراقِ گم گشتہ، محمد علی اکیڈمی لاہور ۱۹۶۸ء، ص ۳۰۴ - ۳۰۵

مآخذ و مراجع

نمبر شمار	مصنف/مرتب	نام کتاب	ناشر	سنِ طباعت
۱	ابوالاعلیٰ مودودی	آفتابِ تازہ	ادارۂ معارف اسلامی لاہور	۱۹۹۳ء
۲	آزاد، ابوالکلام	انڈیا ونز فریڈم (انگریزی)	اورینٹ لانگ مین لمیٹڈ مدراس۔	۱۹۸۸ء
۳	احمد رضا خاں، امام	انفس الفکر فی قربان البقر	مطبع اہل سنت وجماعت بریلی	-
۴	احمد سعید	قائد اعظم مسلم پریس کی نظر میں۔	قائد اعظم اکادمی کراچی	۱۹۸۱ء
۵	اسرار الرحمٰن بخاری	اسلام اور مذاہبِ عالم	نیو بک پیلس لاہور	-
۶	انوار الحسن	تجلیاتِ عثمانی	مطبوعہ ملتان	-
۷	ایچ بی خان	برصغیر پاک وہند کی سیاست میں علماء کا کردار۔	قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ وثقافت اسلام آباد۔	۱۹۸۵ء
۸	برہان الدین احمد فاروقی۔	حضرت شیخ احمد سرہندی کا نظریہ توحید۔	کتب خانہ پنجاب لاہور	۱۹۳۷ء
۹	(Penderal Moon)	(Wavell the Viceroy's Journal	(Oxford University Press Karachi)	۱۹۷۳ء
۱۰	(P. Hardy)	The Muslims of British India	(Pakistan Publishing House Karachi)	۱۹۷۳ء
۱۱	تاج الدین احمد تاج، منشی۔	ہندوؤں سے ترکِ موالات۔	مکتبہ رضویہ لاہور	۱۴۰۲ھ ۱۹۸۲ء

۱۲	(Jawaharlal Nehru)	The Discovery of India	ANCHOR BOOKS NEW YORK	۱۹۶۰ء
۱۳	جی الانا	قائد اعظم جناح، ایک قوم کی سرگزشت۔	فیروز سنز لاہور	-
۱۴	(J.F.C. Fuller)	India in Revolt	Eyre and Spottiswoode Publications Ltd. London	-
۱۵	(Rajeinder Prasad Dr.	India Divided	Books Traders Lahore	-
۱۶	R K. Kela [illegible]	(The Mind of Nehru)	George Allen and Unwin Ltd. London	۱۹۶۱ء
۱۷	رشید محمود راجا	تحریک ہجرت (۱۹۲۰ء)	مکتبہ عالیہ لاہور	۱۹۸۸ء
۱۸	رئیس احمد جعفری	اوراق گم گشتہ	محمد علی اکیڈمی لاہور۔	۱۹۹۸ء
۱۹	" " "	علی برادران	" " " "	۱۹۹۳ء
۲۰	" " "	قائد اعظم اور ان کا عہد	مقبول اکیڈمی لاہور	-
۲۱	C.H. Philips	(The Partition of India)	George Allen and Unwin Ltd. London	۱۹۷۰ء
۲۲	(Superintendent Govt. Printing Lahore)	(A History of Non-cooperation)	Government of Punjab Lahore	۱۹۲۶ء
۲۳	سردار محمد خان، چودھری۔	حیات قائد اعظم	پبلشرز یونائیٹڈ لاہور	۱۹۴۹ء

۲۴	شکیل احمد ضیاء	ابوالکلام آزاد کے انکشافات۔	شبلی پبلی کیشنز کراچی	۱۹۸۸ء
۲۵	عبدالرشید ارشد	بیس بڑے مسلمان	مکتبہ رشیدیہ لاہور	۱۹۸۶ء
۲۶	عبداللہ لغاری	مولانا عبیداللہ سندھی کی سرگزشت کابل۔	قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت اسلام آباد	۱۹۸۰ء
۲۷	کاشی البرنی	مسلم انڈیا	سٹار لائٹ پبلشنگ کمپنی لاہور	۱۹۳۳ء
۲۸	محمد اکرام، شیخ	رود کوثر	فیروز سنز لاہور	۱۹۷۰ء
۲۹	محمد امین زبیری	سیاستِ ملیہ	آتش فشاں پبلی کیشنز لاہور	۱۹۹۱ء
۳۰	محمد سرور، پروفیسر	افادات و ملفوظات مولانا عبیداللہ سندھی	سندھ ساگر اکادمی لاہور	۱۹۸۷ء
۳۱	محمد سلیمان اشرف، پروفیسر۔	الرشاد	مکتبہ رضویہ لاہور	۱۳۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء
۳۲	محمد عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری، مولانا	رسائل رضویہ جلد دوم	مکتبہ حامدیہ لاہور	۱۹۷۶ء
۳۳	محمد عدیل عباسی، قاضی۔	تحریک خلافت	پروگریسو بکس لاہور	۱۹۸۶ء
۳۴	محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر۔	تذکرہ مظہر مسعود	مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی	۱۹۷۹ء
۳۵	" " " "	مکتوبات امام احمد رضا مع تنقیدات و تعاقبات	مکتبہ نبویہ لاہور	۱۹۸۸ء
۳۶	محمد مصطفیٰ رضا خاں، مفتی اعظم ہند۔	الطاری الداری حصہ اول۔	انجمن ارشاد المسلمین لاہور	۱۹۸۳ء

٣٧	محمد نعیم الدین مراد آبادی صدر الافاضل مولانا	مجموعہ افاضات صدر الافاضل	ادارہ نعیمیہ رضویہ سواد اعظم لاہور	-
٣٨	نصر اللہ خان	کیا قافلہ جاتا ہے	مکتبہ تہذیب و فن کراچی	١٩٨٣ء
٣٩	ولی مظہر ایڈووکیٹ	عظمتوں کے چراغ جلد سوم	مجلس کارکنان تحریک پاکستان ملتان	١٩٨٩ء
٤٠	(William L. Shirer)	(Gondhi A. Memoir) ١٩٨١ء	(Sphere Books Ltd London)	

٤١ ماہنامہ السواد الاعظم (مراد آباد) جمادی الاوّل ١٣٤٨ھ

٤٢ " طلوعِ اسلام (دہلی) مارچ ١٩٣٩ء

٤٣ " " " (") اپریل "

٤٤ " " " (") جولائی "

٤٥ " نقوش (لاہور) خطوط نمبر جلد دوم

٤٦ " اردو ڈائجسٹ (لاہور) اپریل ١٩٨٣ء

٤٧ " " " (") اپریل "

٤٨ " رضوان (لاہور) مئی ١٩٨٩ء

٤٩ ہفت روزہ خدام الدین (لاہور) ١٠ مارچ ١٩٦١ء

٥٠ " آئین (لاہور) ١٢ نومبر ١٩٧٠ء۔ اشاعتِ خاص

٥١ مجلہ برگِ گل (کراچی) ١٤٠١ھ جوہر نمبر

٥٢ روزنامہ انقلاب (لاہور) ٥ جنوری ١٩٣٨ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شمع ہدایت

تالیف:

حضرت علامہ مولانا ابوالفیض محمد عبدالحفیظ صاحب قادری
مفتی شاہی جامع مسجد آگرہ

بجواب

آئینہ صداقت

مولفہ پروفیسر فیروزالدین روحی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ الہ واصحابہ اجمعین

امابعد۔

سبب تالیف

چند احباب پاکستان نے جناب مولوی فیروز الدین صاحب روحی کی تصنیف کردہ کتاب۔ ''آئینہ صداقت''۔ مطبوعہ آرٹی پریس کراچی، بذریعہ ڈاک میرے پاس بھیجی اور جواب کا مطالبہ کیا۔ اگرچہ فقیر اپنے اعذار وافکار کی وجہ سے اس قابل نہ تھا کہ جواب لکھتا مگر بار بار کے اصرار نے مجبور کر دیا اور جواب لکھنا ضروری ہو گیا۔ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب کے صدقے اتمام کو پہنچائے اور سبب اصلاح وہدایت بنائے۔ آمین

میں اور جناب روحی صاحب

جناب روحی صاحب کو میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ آپ کا آگرہ میں ایک زمانہ قیام رہا ہے، اکثر اوقات میری اور ان کی ملاقاتیں رہی ہیں بسا اوقات دینی مسائل میں وہ مجھ سے مشورہ لیتے تھے، عربی جملوں کے معانی ومفاہیم دریافت کیا کرتے تھے۔ چند موقعوں پر وہ میرے ساتھ جلسوں میں بھی شرکت ہوئے۔

یہاں کے قیام میں جہاں تک مجھے علم ہے ان کے خیالات ایسے نہ تھے جیسے کہ ان کی اس تصنیف سے ظاہر ہو رہے ہیں یا اگر تھے تو مسلم اکثریت کے سنی حنفی عقائد کے معتقد ہونے کی وجہ سے وہ کچھ تقیہ سا کیے ہوئے تھے۔

بہر حال ان کا یہاں نہ کوئی علمی وقار تھا نہ زیادہ پوچھ گچھ، اسی واسطے ان کا بازار یہاں کچھ ٹھنڈا سا تھا۔ ممکن ہے کہ پاکستان پہنچ جانے پر یا تو وہ بدل گئے یا چھپے ہوئے تھے کھل گئے نعوذ باللہ من الحور بعد الکور۔

آئینہ صداقت کا مقصد تالیف

جناب روحی صاحب کے مقاصد ان کے انداز تحریر سے صاف ظاہر ہیں اور وہ صرف یہ ہیں (۱) وہابیت اور ابن عبدالوہاب نجدی کی مدح سرائی۔ (۲) سید احمد صاحب اور مولوی اسماعیل دہلوی کی ستائش (۳) دیوبندیت اور فضلائے دیوبند کی ثناء وصفت (۴) ان تینوں کے قابل اعتراض وگرفت عقائد وخیالات کے ردوابطال کرنے والے علمائے اہل سنت وجماعت پر نکتہ چینی وطعنہ زنی۔

وہابیت اور ابن عبدالوہاب نجدی

نمبر اول

اس نمبر کی ابتدا آپ نے عنوان باب سوم۔ وہابیت ص ۳۶ سے شروع کی ہے اور صفحہ ۵۵ پر اس نمبر کو ختم کر دیا ہے۔

زیر عنوان (وہابیت کیا ہے) ص ۳۰ پر آپ لکھتے ہیں۔

”بارھویں صدی ہجری میں اسلامی دنیا بری طرح زوال کی طرف مائل تھی اجتہاد ونظر کے دروازے بند ہو چکے تھے، مسلمان ہر شعبے میں پستی کی طرف مائل تھے، تصوف کے توہمات نے خالص اسلامی توحید کو چھپا دیا تھا۔ مسجدیں ویران قبریں آباد تھیں، تعویذ گنڈوں میں دنیا پھنس گئی تھی قرآن کی تعلیم کو پس پشت ڈال دیا گیا تھا، خصوصاً جزیرۃ العرب کے قلب (نجد) کی حالت اور بھی خراب تھی کم سے کم جو کہا جا سکتا ہے وہ یہ کہ اہل نجد اخلاقی انحطاط میں حد سے گذر چکے تھے، ان کے معاشرہ میں نیکی وبدی میں کوئی امتیاز نہ تھا، مشرکانہ عقیدے دلوں میں گھر کر گئے تھے، زید ابن خطاب کے قبر کی پرستش ہوتی تھی، بعض صحابہ کے نام سے منسوب قبریں پوجی جاتی تھیں لیکن یہ سب کچھ دین ومذہب کے نام پر ہوتا تھا، سیاسی حالت اس سے بھی بدتر تھی، اس پر آشوب اور ناموافق ماحول میں شیخ محمد

ابن عبد الوہاب نجدی نے مسلمانوں کو خالص توحید و سنت کی دعوت دی، اس دعوت کو بعض سیاسی مصالح کی بنا پر مصری، ترکی اور انگریزی گٹھ جوڑ نے وہابیت کے نام سے موسوم کیا اور شیخ پر الزام لگایا اور اس تحریک کو اس طرح مشتہر کیا کہ گویا اسلام کے علاوہ اور کوئی مذہب ایجاد ہوا۔"

پھر ص ۳۹ پر لکھا: "شیخ محمد بن عبد الوہاب بچپن ہی سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طرف مائل تھے چنانچہ تبلیغ وارشاد کے سلسلہ میں شیخ کو سخت مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا مگر شیخ نے سب کو مردانہ وار جھیلا اور توحید کی دعوت دی۔ غیر اللہ کے سامنے سرخم کرنے، مقبروں، ولیوں سے مدد مانگنے، نیکوکار بندوں کو معبود ثانی بنانے سے روکنے کی کوشش کی۔ قبروں کی زیارت کے سلسلہ میں مسنون طریقہ کے خلاف بدعتیں رائج تھیں ان کے مٹانے کو عملی قدم اٹھایا۔ بس پھر کیا تھا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا اور خوب مخالفت ہوئی۔ مگر تبلیغ کا سلسلہ جاری رہا، یہاں تک کہ شیخ کی کوششیں کامیاب ہوئیں۔"

پھر ص ۴۲ پر لکھا. "شیخ ایک فاضل اجل تھے، ان کا علمی پایہ بلند ہے وہ ٹھیٹھ محدثانہ طریقہ پر لکھتے ہیں، ان کا طریقہ قرآنی اور ان کی دلیلیں جز وکل حدیث سے ماخوذ ہوتی ہیں۔ مولوی مسعود عالم ندوی نے شیخ کی سوانح عمری میں ان کی تصنیفات کی تعداد ۱۶ لکھی ہے اور اس کے علاوہ مختلف رسائل وغیرہ کا بھی ذکر کیا ہے ان تصنیف میں "کتاب التوحید" سرفہرست ہے۔"

غرض کہ جناب روحی صاحب نے تعریفوں کا ایک پل باندھ دیا ہے، ثنا وستائش کے اتنے الفاظ جمع کر دیے کہ کتب لغت میں اب باقی نہ رہے، داد نہیں دی جا سکتی قلم توڑ دیا، آپ کے نزدیک شیخ جی مذکور توحید و سنت کے معلم بھی ہیں، شرک و بدعت کے مٹانے والے بھی ہیں، امر بالمعروف ناہی عن المنکر یعنی متقی و

پرہیز گار بھی ہیں۔ فاضل اجل بھی ہیں محدث بھی ہیں اور مجاہد فی سبیل اللہ بھی ہیں۔ اور کیا جانے کیا کیا ہیں۔

اس کے بعد جناب روحی صاحب نے زیر عنوان (شیخ اور ان کی جماعت پر اتہامات والزامات) ان لوگوں پر نکتہ چینی کی ہے جنھوں نے ابن عبدالوہاب نجدی کی زبوں حالی اور بداعتقادی پر روشنی ڈالی۔ آپ کہتے ہیں۔

”شیخ کو بدنام کرنے کے لیے اور ان کی دعوت توحید وسنت کو ختم کرنے کے لیے مصری وترکی اور انگریزی حکومتوں نے ان کو خوب بدنام کیا اور ایک الگ مذہب اور گمراہ جماعت بنانے کی کوشش کی بلکہ ہر اسلامی تحریک کو جس سے مسلمانوں کو فائدہ ہو، اس کو وہابی کے نام سے موسوم کردیا یہ کام ترکی مصری اور انگریزی حکومتوں کے تنخواہ دار مولویوں اور پیروں نے انجام دیا، اس میں سب سے پہلا نام سلیمان بن شحیم کا ہے۔“

پھر چند اور نام لکھ کر لکھا ”جنھوں نے حکومتوں کے ایجنٹ ہونے کی حیثیت سے اپنی کتابوں میں گالیوں اور افترا پردازیوں کے سوا کچھ نہیں لکھا۔ یہ بڑے فخر سے اعلان کرتے ہیں کہ علامہ شامی نے نجدیوں کو باغیوں میں شمار کیا۔“

پھر علامہ شامی کی عبارت اور اس کا ترجمہ لکھ کر کہا۔

”شامی کی اس عبارت کو رضاخانی علماء بڑے فخر سے اپنے رسالوں میں نقل کرتے ہیں اور اس وقت ہمارے پیش نظر دو رسالے ہیں۔

(۱) تحافت الوہابیہ جو مولوی مفتی عبدالحفیظ ساکن آنولہ ضلع بریلی مشہور بہ مفتی آگرہ کا لکھا ہوا ہے۔“

پھر لکھا: ”مگر ان کو کیا معلوم کہ ابن عابدین شامی نے حکومتوں کے اثر سے ان غریبوں کو بدنام کیا اور ان کے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم کرکے ایک دنیا

سنبھالی، برا ہو اس دنیا پرستی اور سنہری سکوں کا جس کے عوض شامی نے نجدیوں کو دل کھول کر بدنام کیا ہے۔"

پھر لکھا: "شامی کے بعد احمد زینی دحلان کا نمبر آتا ہے جس نے اس جماعت کو سب سے زیادہ بدنام کیا ہے اس شخص کو تو اس جماعت سے خدا واسطے کا بیر ہے۔"

اس کے بعد زیر عنوان (نجدیوں کے ظلم بیان کردہ کتاب سیف الجبار) حضرت مولانا شاہ فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سیف الجبار سے وہ عبارت نقل کی جس میں نجدی کی زبوں حالی اور بد اعتقادی اور اس کے فتنے اور فساد قتل اہل اسلام ونہب اموال کا ذکر ہے۔

پھر اس کے بعد حضرت نوری میاں صاحب مارہروی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ اسمٰعیل حسن صاحب مارہروی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ اور جناب مولانا احمد یار خاں صاحب نعیمی مدظلہ کی کتابوں سے وہ عبارتیں جو نجدی کے خبث اعمال وعقائد کو بتا رہی ہیں نقل کیں اس کے بعد اعلیٰحضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا۔

"ہم نے ان اقتباسات میں قصداً مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی کسی کتاب کا اقتباس نہیں دیا، اس سلسلہ میں صرف اتنا ہی عرض کر دینا کافی ہے کہ ان مولانا صاحب کی ہر کتاب ہر رسالہ ہر فتوٰی اور ہر تحریر وتقریر میں وہابیوں نجدیوں کو کافر مشرک، گردن زدنی، سوختنی، ڈاکو خائن بدمعاش اور نہ جانے کیا کیا لکھا ہے جو سراپا غلط ہے۔"

اقول: حضرت علامہ شامی اور حضرت دحلان اور حضرت مولانا فضل رسول

صاحب اور حضرات مارہرہ مقدسہ سے لے کر اس فقیر عبد الحفیظ تک نجدی کے متعلق جو کچھ لکھا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس نے فتنے برپا کیے، مسلمانوں کو مشرک و کافر بنایا اور اس طور سے بنام جہاد اس نے قتل کیا، حرمین طیبین پر چڑھائی کی، وہاں کے علماء سادات کو شہید کیا، مالوں کو لوٹا اور غنیمت بنایا، بد اعتقادی پھیلائی، چند مخصوص عقیدے ایجاد کیے، ان عقیدوں کے خلاف سب مسلمانوں کو مشرک کہا، انبیاء اولیا کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کی، کھلے ہوئے کافروں مشرکوں یہود و نصاریٰ سے کچھ تعرض نہ کیا۔ ساری قوت جہاد مسلمانوں پر ختم کی۔

فیصلہ کا بہترین طریقہ

جناب روحی صاحب۔ آپ نے نجدی کی ثنا و صفت بیان کی، بڑھایا، چڑھایا، اور علمائے اہل سنت نے زبوں حالی و بد اعتقادی ظاہر کی۔ اب یہ فیصلہ کیسے ہو کہ کون صحیح کہتا ہے کون غلط، کس نے اس کی واقعی تاریخ قلمبند کی اور کس نے غیر واقعی، آپ نے علمائے اہل سنت پر الزام لگائے وہ صحیح درست ہیں یا جو علمائے اہل سنت نے نجدیوں پر الزام لگائے وہ درست ہیں۔

اس بحث و تمحیص میں کہ تاریخ یہ صحیح ہے جو آپ نے لکھی یا وہ صحیح ہے جو علماء اہل سنت نے لکھی بڑی الجھن پیدا ہوگی اور بات ختم نہ ہونے پائے گی، آپ اپنی کہتے رہیں گے اور ہم اپنی، اس لیے اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم آپ ہی کے مسلمات سے فیصلہ کریں تاکہ آپ کو چون و چرا کا موقعہ نہ ملے بلکہ آپ دم بخود ہو جائیں اور بغیر تسلیم کیے آپ کو چارہ نہ ہو۔ فرمایئے جناب روحی صاحب یہ مناسب ہوتا کہ آپ کی زبان اور آپ کی تحریر خود فیصلہ کر دے۔ سنئے۔

آپ نے اسی اپنے رسالہ میں علماء و فضلاء دیوبند کی بھی مدح سرائی فرمائی ہے اور ان کی جناب میں اپنا حسن اعتقاد ظاہر فرمایا ہے۔ آپ نے زیر عنوان

(فضلاء دارالعلوم دیوبند) لکھا ہے۔

''علم وعمل کی سادگی، بے تکلفی، جفاکشی، امر بالمعروف نہی عن المنکر اس جماعت کا طرۂ امتیاز ہے۔ غرض دارالعلوم کی آغوش تعلیم وتربیت سے چودہ ہزار سے زائد علماء وفضلاء پیدا ہو چکے ہیں جو اسلام کا کلمہ بلند کرنے کے لیے دنیائے اسلام کے بیشتر ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں اور اسلامی تعلیمات کے قندیل روشن کیے ہوئے ہیں ان میں صاحب درس وافتا بھی ہیں اور مصنف ومبلغ بھی، امراض روحانی کے معالج بھی ہیں اور امراض جسمانی کے طبیب بھی، واعظ بھی اور ادیب بھی ہیں الخ''

اس کے بعد آپ نے انہیں اوصاف سے متصف فضلائے دیوبند کے ناموں کی ایک فہرست بھی لکھ دی ہے جس میں آپ نے مولوی سید احمد حسن صاحب امروہوی، مولوی اشرفعلی صاحب تھانوی، مولوی حبیب الرحمٰن صاحب عثمانی مہتمم دارالعلوم، مولوی عزیز الرحمان صاحب مفتی دارالعلوم، مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی، مولوی محمد انور صاحب کشمیری، مولوی حسین احمد صاحب (مدنی) کے نام تحریر کئے ہیں اور آخر میں لکھا ہے۔

''جیسے علماء جو آفتاب علم کے آفتاب وماہتاب ہیں، اسی درس گاہ کے فیض یاب اور اسی مے خانہ کے جرعہ نوش ہیں۔ یہ وہ حضرات ہیں جو اپنے علم وفضل، درس وتدریس، رشد وہدایت، دعوت تبلیغ، سیاسی قیادت اور تصنیفی اور صحافتی کمالات کے باعث اسلام سے خراج تحسین وصول کر چکے ہیں۔''

جب آپ نے اپنے قلم سے ان کے فضل وکمال پر یہ شاندار خطبہ لکھا تو آپ کے ممدوح معتمد علیہ اور مستند ومسلم ہوئے، آپ کی تحقیق کے مطابق آپ کے تسلیم شدہ یہ صاحبان، صاحبان افتاء بھی ہیں اور مرشد وہادی بھی ہیں علم کے آفتاب و

ماہتاب بھی ہیں، امراض روحانی کے معالج بھی ہیں تو آپ ضرور ان کے فتوے اور تحقیقات کے قائل و معتقد ہوں گے اور سر جھکا کر مان لیں گے سنئے۔ ان حضرات نے آپ کے ممدوح فاضل شیخ مجاہد نجدی کے متعلق کیا لکھا ہے، ذرا کان کھول کر سنئے، اور آنکھ کھول کر دیکھئے،

جناب مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی

اپنی کتاب التصدیقات لدفع التلبیسات معروف بہ مہند مطبوعہ ہلالی اسٹیم پریس ساڈھورہ ضلع سہارن پور میں ابن عبد الوہاب نجدی سے متعلق سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:۔

"ہمارے نزدیک ان کا حکم وہی ہے جو صاحب درمختار نے فرمایا ہے خوارج ایک جماعت شوکت والی ہے جنھوں نے امام پر چڑھائی کی تھی تاویل سے کہ امام کو باطل یعنی ایسی معصیت کا مرتکب سمجھتے تھے جو قتال کو واجب کرتی ہے۔ اس تاویل سے یہ لوگ ہمارے جان اور مال کو حلال سمجھتے تھے ہماری عورتوں کو قیدی بناتے ہیں (آگے لکھتے ہیں) ان کا حکم باغیوں کا ہے (پھر لکھا) اور علامہ شامی نے اس کے حاشیہ میں فرمایا ہے، جیسا کہ ہمارے زمانہ میں عبد الوہاب کے تابعین سے سرزد ہوا کہ نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر متغلب ہوگئے اپنے آپ کو حنبلی مذہب بتلاتے ہیں لیکن ان کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہ ہی مسلمان ہیں اور جو ان کے خلاف ہو وہ مشرک ہے اور اسی بنا پر انھوں نے اہل سنت اور علمائے اہل سنت کا قتل مباح سمجھ رکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی۔ (ص ۱۳)"

جناب روحی صاحب۔ اس کتاب پر اور اس جواب پر جناب مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی (جنھیں یہ لوگ شیخ الہند کہتے ہیں) کے اور جناب مولوی اشرفعلی صاحب تھانوی کے اور جناب مولوی سید احمد حسن صاحب امروہوی کے اور

جناب مولوی عزیز الرحمان صاحب کے اور جناب مولوی حبیب الرحمان صاحب کے دستخط اور تصدیقات ہیں، یعنی یہ سب اسی مضمون کے جو نجدی کے خلاف ہے۔ موید ہیں۔

جناب مولوی حسین احمد صاحب

جن کو یہ لوگ مدنی اور اس وقت کا شیخ الاسلام کہتے ہیں جو دارالعلوم کے شیخ الحدیث ہیں اور آپ کے مسلم بھی ہیں اپنی کتاب شہاب ثاقب مطبوعہ قاسمی پریس دیوبند میں لکھتے ہیں۔

''صاحبو۔ محمد ابن عبدالوہاب نجدی ابتداء تیرھویں صدی میں نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ خیالات باطلہ وعقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لیے اس نے اہل سنت والجماعت سے قتل وقتال کیا ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا، ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا، ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب ورحمت کا شمار کرتا رہا، اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکالیف شاقہ پہنچائیں، سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی وبے ادبی کے الفاظ استعمال کیے بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کے تکالیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا، اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم وباغی خونخوار فاسق شخص تھا۔'' (ص ۵۰)

پھر اس کے عقائد باطلہ نمبر وار گنائے گئے جو حسب ذیل ہیں:۔

''(۱) محمد ابن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم وتمام مسلمانان دیار مشرک وکافر ہیں اور ان سے قتل وقتال کرنا، ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے، چنانچہ نواب صدیق حسن خاں نے خود اس کے ترجمہ میں ان دونوں باتوں کی تصریح کی ہے۔

(۲) نجدی اور اس کے اتباع کا اب تک یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات فقط اسی زمانہ تک ہے جب تک وہ دنیا میں تھے بعد ازاں وہ اور دیگر مومنین موت میں برابر ہیں اگر بعد وفات ان کی حیات ہے تو وہی حیات برزخ ہے جو آحاد امت کو ثابت ہے۔

(۳) زیارت رسول مقبول ﷺ و حضوری آستانہ شریف و ملاحظۂ روضہ مطہرہ کو یہ طائفہ بدعت حرام وغیرہ کہتا ہے، اس طرف اس نیت سے سفر کرنا محظور و ممنوع بتاتا ہے لاتشد الرحال الا الی ثلثة مساجد ان کا مستدل ہے بعض ان میں کے سفر زیارت کو معاذ اللہ زنا کے درجہ میں پہنچاتے ہیں، اگر مسجد نبوی میں جاتے ہیں تو صلوٰۃ وسلام ذات اقدس نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں پڑھتے اور نہ اس طرف متوجہ ہو کر دعا وغیرہ مانگتے ہیں۔

(۴) شان نبوت و حضرت رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مماثل ذات سرور کائنات خیال کرتے ہیں اور نہایت تھوڑی سی فضیلت زمانہ تبلیغ کی مانتے ہیں اور اپنی شقاوت قلبی و ضعف اعتقادی کی وجہ سے جانتے ہیں کہ ہم عالم کو ہدایت کر کے راہ پر لاتے ہیں ان کا خیال ہے کہ رسول مقبول ﷺ کا کوئی حق اب ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ ان کی ذات پاک سے بعد وفات ہے اور اسی وجہ سے توسل دعا میں آپ کی ذات پاک سے بعد وفات ناجائز کہتے ہیں، ان کے بڑوں کا مقولہ ہے معاذ اللہ نقل کفر کفر نہ باشد کہ ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے ہم اس سے کتے کو بھی دفع کر سکتے ہیں اور ذات فخر عالم ﷺ سے تو یہ بھی نہیں کر سکتے۔

(۵) وہابیہ خبیثیہ کثرت صلوٰۃ والسلام و درود بر خیر الانام علیہ السلام اور

قرأت دلائل الخیرات وقصیدہ بردہ وقصیدہ ہمزیہ وغیرہ اور اس کے پڑھنے اور اس کے استعمال کرنے ورود بنانے کو سخت قبیح ومکروہ جانتے ہیں۔"

"صاحبان آپ حضرات کے سامنے ملاحظہ کے واسطے یہ چند امور ذکر کر دیئے گئے۔ جن میں وہابیہ نے حرمین شریفین کے خلاف کیا تھا اور کرتے رہتے ہیں اور اسی وجہ سے جب کہ انھوں نے غلبہ کر کے حرمین شریفین کے حاکم ہو گئے تھے ہزاروں کو تہ تیغ کر کے شہید کر دیا اور ہزاروں کو سخت ایذائیں پہنچائیں۔" (از ص ۵۱ تا ص ۸۳)

جناب مولوی محمد انور صاحب کشمیری

سابق شیخ الحدیث مدرسہ دیوبند مقدمہ فیض الباری میں لکھتے ہیں۔

"اما محمد بن عبد الوهاب النجدی فانه كان رجلا بليداً قليل العلم فكان يسارع الى الحكم بالكفر۔"

اور محمد بن عبدالوہاب نجدی ایک کم علم اور کم فہم انسان تھا اور اس لیے کفر کا حکم لگانے میں اسے کوئی باک نہ تھا۔

جناب روحی صاحب ذرا موٹے حرف دکھانے والا چشمہ لگا کر اپنے معتمد و مسلم اپنے پیش کردہ اپنے ممدوح علماء وفضلائے دیوبند کے یہ بیانات پڑھیے اور دیکھیے کہ آپ کے اس مقتداء و پیشوا محمد بن عبدالوہاب نجدی (جس کی مدح وثنا میں آپ نے ۳۶ صفحہ سے لے کر ۵۸ صفحہ تک سیاہ کیے ہیں) کے متعلق کس قدر سخت و درشت کلمات لکھے ہیں اور کس طرح اس کی زبوں حالی اور بد اعتقادی کو صاف صاف اردو میں بتایا ہے۔

(۱) آپ نے لکھا کہ ابن عبدالوہاب نے دعوت توحید وسنت دی لیکن آپ کے مسلم عالم مولوی حسین احمد نے کہا کہ وہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا

اور تمام مسلمانوں کو کافر و مشرک جانتا تھا۔

(۲) آپ نے لکھا کہ اس نے جزیرہ کے قلب میں حضور کی تعلیمات اصلی صورت میں جلوہ گر کیں۔ آپ کے معتمد مولوی خلیل احمد صاحب نے لکھا کہ وہ ہمارے نزدیک خارجی ہے اور مولوی حسین احمد صاحب نے لکھا کہ وہ ظالم، باغی، خونخوار، فاسق، فاجر، شقی القلب، خبیث اور لٹیرا ہے۔

(۳) آپ نے لکھا کہ اس کا علمی پایہ بلند تھا اور قرآن و حدیث کی بات کہتا تھا آپ کے مستند مولوی انور شاہ صاحب نے لکھا کہ وہ جاہل اور پلید یعنی غبی اور بیوقوف تھا، اور مسلمانوں کو کافر بنانے میں اسے باک نہ تھا

جناب روحی صاحب آپ نے جن کلمات میں نجدی کی مدح فرمائی اسی کے بالکل خلاف آپ کے فضلائے دیوبند نے ظالم، فاسق، باغی، خونخوار، خارجی، خبیث، شقی القلب مسلمانوں کو کافر و مشرک بنانے والا، شان نبوت میں گستاخی کرنے والا مسلمانوں کا موذی پلید قلیل العلم، عقائد باطلہ رکھنے والا جیسے الفاظ سے یاد کیا۔

فرمایئے آپ کے خلاف آپ کے مسلم فضلائے دیوبند نے نجدی وہابی کے متعلق اس کے زبوں حال اور بد اعتقاد ہونے کا فیصلہ کر دیا۔ اس فیصلہ کو قبول کرنے سے آپ کو انکار تو نہ ہوگا اور نجدی وہابی کی مدح سرائی واپس لے لیجیے گا۔

فرمایئے آپ کے خلاف فضلا نے فیصلہ دیا تو آپ کو ندامت و خجالت ہوئی یا نہیں۔ ذرا اپنی روح کو مضبوط تھام لیجیے گا کہ کہیں فرط خجالت و شرمندگی سے پرواز نہ ہو جائے، اپنے ہاتھوں پر قابو رکھے گا کہ کہیں دانتوں تک نہ پہنچ جائیں۔

اور دیکھیے! کہیں اپنے علماء و فضلا کے متعلق نہ کہہ دیجیے گا کہ ان لوگوں نے شیخ پر اتہام و الزام لگایا۔

جناب روحی صاحب فرمایئے کہ علمائے اہل سنت از حضرت علامہ شامی و حضرت علامہ دحلان و حضرت مولانا فضل رسول صاحب تا ایں فقیر نے نجدی کے متعلق جو کچھ لکھا، وہی ہے نا جو آپ کے فضلا دیو بند نے لکھا، بلکہ آپ غور کریں تو ان سے کہیں زائد اور مفصل آپ کے فضلانے لکھا۔

روحی صاحب آپ نے حضرات اہل سنت کو اتہام و الزام لگانے والا بتایا حالانکہ جو انھوں نے لکھا وہی آپ کے فضلاء نے لکھا تو آپ یہاں اپنے فضلاء کو بھی اتہام اور الزام لگانے والا بتائیں گے۔ آپ نے سب سے پہلے علامہ شامی پر حملہ کیا کہ انھوں نے فتاوئ شامی میں نجدی کے خلاف زہر اگلا مگر آپ نے دیکھا کہ آپ کے مسلم مولوی خلیل احمد نے خود علامہ شامی کا حوالہ دے کر اور مولوی محمود حسن صاحب، مولوی اشرفعلی صاحب وغیرہ نے تصدیق کر کر علامہ شامی کے قول کی تصدیق کر دی، اور مولوی حسین احمد صاحب نے تو صاف صاف وہی لکھ دیا، جو علامہ شامی نے لکھا، فرمایئے علامہ شامی کا حوالہ دے کر یہ سب بھی رضا خانی مولوی ہو گئے آپ نے علامہ شامی کے متعلق یہ چبتا ہوا جملہ کہا "ابن عابدین شامی نے حکومت کے اثر سے ان غریبوں کو بدنام کیا اور ان کے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم کر کے اپنی دنیا سنبھال لی، برا ہو اس دنیا پرستی اور سنہری سکوں کا جس کے عوض شامی نے نجدیوں کو دل کھول کر بدنام کیا ہے۔"

فرمایئے جناب روحی صاحب یہ آپ کے مسلم فضلاء نے بھی تو وہی لکھا ہے۔ جو علامہ شامی نے تو آپ کے فضلانے بھی حکومت کے اثر سے ان غریبوں کو بدنام کیا اور ان کے خلاف تمام فضلائے دیو بند نے متحدہ محاذ بنا لیا اور دنیا سنبھالی۔ دنیا اور سنہری سکوں کے عوض انھوں نے نجدیوں کو دل کھول کر قلم چلا کر بدنام کیا۔ کیا فرماتے ہیں جناب روحی صاحب۔

جناب روحی صاحب۔ آپ نے زیر عنوان (ترکی اور مصری اور انگریزی حکومتوں سے ٹکراؤ) لکھا:۔

''اس طرح ترکی، مصری اور انگریزی پروپیگنڈے سے یہ حق والی جماعت بدنام ہوئی، ترکی اور مصری حکومتوں نے تنخواہ دار مولوی اور پیر فراہم کیے اور ان کے خلاف الزامات واتہامات کا ایک طوفان کھڑا کر دیا۔''

فرمایئے آپ کے فضلائے دیوبند مولوی خلیل احمد صاحب، مولوی محمد حسین صاحب مولوی اشرف علی صاحب، مولوی عزیز الرحمان صاحب، مولوی حبیب الرحمان صاحب، مولوی انور شاہ صاحب، مولوی حسین احمد صاحب بھی انگریزی، مصری اور ترکی حکومتوں کے تنخواہ دار مولوی اور پیر تھے جو نجدیوں کے خلاف ہوئے اور ان کی زبوں حالی اور بد اعتقادی کو طشت از بام کیا اور اتہام والزام لگائے، کیا ہندوستان میں ترکی و مصری و انگریزی اقتدار کا اثر ان فضلاء دیوبند پر بھی ہوا جیسا کہ علامہ شامی اور علامہ دحلان پر ہوا **لاحول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم** حد ہو گئی غلط گوئی اور افترا کی۔

اور یہ تو فرمایئے کہ نجدیوں کے خروج کے زمانہ میں حجاز میں مصری و ترکی اثر تو تھا، مگر آپ کے انگریز وہاں کب تھے جو ان کو بھی سان لیا یا یوں ہی مسلمانوں کے بھڑکانے کے لیے انگریزوں کا نام لے دیا۔

جناب روحی صاحب آپ نے قسم کھائی ہے کہ ایک بات بھی صحیح نہ لکھوں گا آپ نے نجدی کے متعلق جو کچھ مدح سرائی کی وہ سرتا پا غلط ٹھہری، صحیح تاریخ وہی ہے جس کو علمائے اہل سنت نے قلم بند کیا، جس کی تائید و تصدیق لفظ بہ لفظ آپ کے فضلائے دیوبند نے کی۔

جناب روحی صاحب آپ نے آخر میں اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں صاحب

رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا کہ ان کا کوئی فتویٰ، کوئی تحریر خالی نہیں جس میں نجدی کو وہابی، ڈاکو، خائن، بدمعاش وغیرہ نہ کہا ہو۔ اگر کہا تو کیا غلط کہا جیسا تھا ویسا کہہ دیا۔ ان کا کہنا تو آپ کے جگر کے پار ہو گیا، دکھ ہوا، درد ہوا، مگر یہ تو فرمایئے کہ آپ کے ممدوحین فضلاء دیوبند نے کیا کچھ کم کہا ہے، ان کے الفاظ ان کی عبارتوں میں دیکھئے۔ ظالم، باغی، خونخوار، فاسق، شقی القلب، لٹیرا، وہابی، خبیث، پلید، خارجی، کافر و مشرک گر، گستاخ بے ادب سب ہی کچھ کہہ ڈالا، کیا کہئے گا اپنے فضلاء دیوبند کو۔

جناب روحی صاحب ایک قول کے دو قائل ہوں، ایک مضمون کے دو قائل ہوں تو ایک کو مطعون کرنا، ملزم قرار دینا، دنیا پرست، سنہرے سکوں کا حاصل کرنے والا بتانا، ترکی و مصری و انگریزی حکومتوں سے متاثر کہنا، خدا واسطے کا بیر ٹھہرانا، اور دوسرے کو صاحب رشد و ہدایت بتانا آفتاب و ماہتاب علم کہنا، اسلام کی قندیل روشن کرنے والا کہنا، امراض روحانی کا معالج ماننا۔ مفتی و واعظ اسلام کا خطاب دینا۔ یہ کون سا انصاف ہے۔ کون سی دیانت ہے۔ ذرا آئینہ میں اپنا منہ دیکھئے اور وجۂ فرق بتلایئے۔

جناب روحی صاحب۔ آپ نے علمائے اہل سنت کا ذکر کیا تو ایسے بھونڈے انداز میں اور ایسے گرے ہوئے جملوں میں کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب آپ کے شاگرد اور آپ سے سبق پڑھے ہوئے ہیں۔ آپ کی درس گاہ کے طالب علم ہیں۔ آپ کا منشا صرف یہ ہے کہ پڑھنے والا یہ سمجھ لے کہ یہ لوگ کوئی صاحبان علم و فضیلت نہیں، معمولی قسم کے لوگ ہیں۔ آپ نے یہ انداز اختیار کر کے ایک تو مسلمانوں کا دل دکھایا دوسرے دھوکہ دیا۔

سنیے۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ وہ علم و فضل رکھتے ہیں کہ ملک شام کے مفتی

کہلاتے ہیں۔ فتاوی شامی ان کی کتاب حنفیہ کے یہاں معمول تھا حنفیوں کا کوئی دارالعلوم کوئی مدرسہ ایسا نہیں جہاں فتاوی شامی پر عمل نہ ہوتا ہو، آخر آپ کے فضلائے دیوبند نے بھی اسی کا حوالہ دیا اور سند میں پیش کیا۔

حضرت علامہ زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ۔ حرم محترم مکہ معظمہ کے مفتی ہیں۔ جنھوں نے مذہب شافعی اور مسلک اہل سنت کی بہترین خدمات انجام دیں اور انھیں کی کتاب الدرر السنیہ کے مضامین کا ترجمہ آپ کے معتمد مولوی حسین احمد صاحب نے اپنی کتاب شہاب ثاقب میں لکھا:۔

”حضرت مولانا فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان میں شاہ عبد الحق محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے بعد مرتبہ رکھتے ہیں آپ استاذ الہند حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی کے ہم عصر ہیں، آپ نے عقائد میں ایک کتاب لکھی المعتقد المنتقد جس کی تقریظ مولانا فضل حق خیرآبادی نے فرمائی، جس میں حضرت بدایونی کو عالم متبحر، فاضل اہل سنت، امام وقت جیسے شان دار کلمات سے یاد فرمایا، ظاہر ہے کہ حضرت مولانا فضل حق، خیرآبادی جس کی تعریف کریں اس کی شان کس قدر بلند ہوگی۔“

حضرات علمائے مارہرہ شریف رحمۃ اللہ علیہم ہندوستان کے باوقار وذی علم خاندانوں سے ایک خاندان سے منتسب ہیں۔ سادات کرام ہیں۔ حضرت غوث پاک کی اولاد ہیں، طریقت وشریعت کے جامع ہیں مقتدائے اہل سنت ہیں، لاکھوں انسان اس خاندان سے علمی وروحانی فائدے حاصل کرتے ہیں۔

حضرت صدرالشریعہ جناب مولانا امجد علی صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے بے مثل فقیہ تھے۔ علوم منطق وفلسفہ کے ماہر تھے۔ جناب مولانا ہدایت اللہ خاں جونپوری کے شاگرد رشید تھے۔ مدتوں اجمیر شریف کے مدرسہ عالیہ میں

صدر مدرس رہے، سینکڑوں علماء ان کے شاگرد ہیں جو اپنے اپنے مقام پر اپنی خدمات میں مشغول ہیں۔ جناب مولانا غلام جیلانی صاحب مدرسہ اسلامیہ میرٹھ میں صدر مدرس ہیں۔ جناب مولانا حافظ عبدالعزیز صاحب دارالعلوم مبارک پور کے صدر مدرس ہیں، جناب مولانا شمس الدین صاحب جونپوری مدرسہ منظرالحق ٹانڈہ کے صدر مدرس ہیں۔ جناب مولانا رفاقت حسین صاحب بہاری مدرسہ احسن المدارس کانپور کے صدر مدرس ہیں۔ جناب مولانا سردار احمد صاحب گورداسپوری ناظم وصدر مدرس جامعہ رضویہ مظہرالاسلام لائل پور پاکستان ہیں۔ جناب مولانا ارشد القادری صدر مدرس مدرسہ فیض العلوم ٹاٹانگر ہیں۔ جناب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اڑیسوی صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت ہیں۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شان کا تو کہنا ہی کیا جن کے علم کا ڈنکا عرب وعجم میں بج چکا ہے۔ جنھوں نے وہابیت و دیوبندیت کو موت کے گھاٹ اتارا، ایک ہزار سے زائد رسائل وکتب کے مصنف علم دین کے سوا جغرافیہ، ہیئت، جفر، منطق وفلسفہ ریاضی کے ماہر عالم جنھیں تمام عرب نے اس زمانہ کا مجدد تسلیم کیا ان کی شان میں کلمات مدح وثنا تحریر کیے جن سے اکثر علما عرب وفضلائے حرم محترم نے سندیں لیں۔

جناب روحی صاحب آپ نے ان حضرات پر نکتہ چینی کی، طرح طرح کے الزام لگائے، آپ کا یہ انداز اہل نظر وفکر کے نزدیک کوئی قابل تحسین نہیں۔ جناب روحی صاحب آپ اور ان حضرات پر نکتہ چینی، حالانکہ آپ علم عربی سے کورے دینیات سے بے بہرہ کیا صرف پروفیسر ہونے سے بڑھ گئے، جو آپ نے ان کو معمولی افراد سمجھا اور طعنہ زنی کی، آپ جیسے سینکڑوں پروفیسر تو ان حضرات کے کفش بردار ہیں، ریزہ خوار ہیں، آپ ان کے شاگردوں کے شاگردوں کی

حیثیت کے بھی برابر نہیں، انسان کو اپنا منہ اپنا وزن، اپنی حیثیت دیکھ کر زبان سے بات نکالنا چاہیے۔

جناب روحی صاحب پاکستان پہنچ کر وہابیت کی مدح سرائی اور علمائے اہل سنت پر طعنہ زنی سے آپ کچھ وہابیت کو تو بڑھا نہیں سکتے، سنت کو مٹا نہیں سکتے، ہاں یہ ممکن ہے کہ بڑوں کی ٹوپی اچھالنے سے آپ کچھ مشہور ہو جائیں پاکستان کے وہابی آپ کو جاننے لگیں، دعوتیں آئیں، جلب منفعت کا سبب بنیں، اور آپ اپنی دنیا سنبھال لیں، اور اسی کی آپ کو ضرورت بھی ہے اس لیے کہ آپ خود گھر کے دولت مند تو ہیں نہیں یہاں آگرہ ہی میں آپ کی اقتصادی حالت نازک تھی بہتوں کے آپ قرضدار ہو کر گئے، ان کے مطالبے آپ کے سر پر ہیں۔ پاکستان پہنچنے کے بعد اس کی ضرورت زیادہ ہوئی۔ اسی واسطے یہ رسالہ تحریر میں آیا کچھ نہ کچھ کسی نہ کسی طرح کچھ کام چلے گا، جیب پر ہوگی، ہاتھ گرم ہوں گے روزگار چلے گا۔ بہر حال وہابیت کی مدح سرائی۔ آپ کے لیے مفید ضرور ہوگی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی

جناب روحی صاحب۔ ذرا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نجدی کی زبوں حالی و بد اعتقادی کے متعلق یہ پیشین گوئی جس کو امام بخاری نے روایت فرمایا ہے۔ سن لیجیے۔

حضور نے ملک یمن اور شام کے لیے دعائے خیر فرمائی۔ صحابہ نے نجد کے لیے بھی عرض کیا حضور نے فرمایا۔ **هناک الزلازل والفتن و بها یطلع قرن الشیطان۔** وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور شیطان کا سینگ وہاں نکلے گا۔

فرمایئے اس پیشین گوئی کا مصداق ابن عبد الوہاب کے سوا اور کوئی ہے علمائے اہلسنت اور آپ کے فضلائے دیو بند نے جو اس کے زبوں حالی کی تاریخ

قلمبند کی اس کی تائید حضور کی یہ پیشین گوئی کر رہی ہے یا نہیں۔ اس سے فتنے برپا ہوئے یا نہیں۔ شیطانی حرکات کا اس سے ظہور ہوا یا نہیں۔ اگر اس پیشین گوئی کا مصداق نہیں ہے، تو بتایئے کہ ان تیرہ سو برس میں نجد میں کون ایسا پیدا ہوا جو پورا پورا اس پیشین گوئی کا مصداق ہو۔

افسوس صد افسوس کہ حضور تو اس کے قرن الشیطان ہونے کی خبر دیں زلزلے اور فتنے والا بتائیں اور آپ اس کو داعی الی التوحید والسنۃ فاضل اجل شیخ الاسلام امر بالمعروف ناہی عن المنکر کہیں، آپ کو شرم آنی چاہیے۔

حضور اکرم ﷺ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے ایک مرد تمیمی بولا کہ انصاف سے تقسیم کیجیے، حضور نے فرمایا میں انصاف نہ کروں گا تو روئے زمین پر کون انصاف کرنے والا ہوگا، ایک صحابی نے اس کی اس گستاخی پر قتل کی اجازت چاہی، حضور نے فرمایا۔ ”اس کی نسل سے ایک قوم پیدا ہوگی، جو قرآن پڑھے گی مگر مقبول نہ ہوگا وہ دین اسلام سے ایسے کورے ہوں گے جیسے تیر شکار سے صاف نکلتا ہے یہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔“ (بخاری شریف)

جب ابن عبدالوہاب کا نسب دیکھا جاتا ہے تو اسی مرد تمیمی کے قبیلہ بنی تمیم سے ملتا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ پیشین گوئی سے ابن عبدالوہاب اور اس کی جماعت مراد ہے، اور پیشین گوئی کے یہ الفاظ تو ملاحظہ فرمایئے کہ وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں سے نہ بولیں گے۔ فرمایئے آپ کے فضلاء دیوبند کے بیان کے مطابق کہ انھوں نے بتایا کہ نجدیوں نے مسلمانوں کو شہید کیا، حرمین شریفین کے علماء کو قتل کیا۔ یہ پیشین گوئی نجدیوں پر پوری پوری صادق آئی یا نہیں۔ آپ بتا سکتے ہیں کہ ان تیرہ سو برس میں ابن عبدالوہاب کے سوا کون ایسی جماعت

پیدا ہوئی، جس نے مسلمانوں کو قتل کیا حرمین طیبین پر چڑھائی کی۔

افسوس کہ جس کو آپ مجاہد اسلام کہیں، اس کی مدح کے گیت گائیں، اس کا جہاد صرف یہ کہ مسلمانوں کو قتل کیا، ان کا مال لوٹا، اس کو مجاہد اسلام کہتے آپ کو حیا نہیں آتی۔ روحی صاحب ذرا تاریخ سے ثابت تو کیجئے کہ آپ کے مجاہد اسلام نے کتنے بت پرستوں کے ساتھ جنگ کی، کتنوں کو مارا اور کتنے یہود و نصاریٰ سے لڑے۔

افسوس ہزار افسوس آپ کی ذہنیت پر کہ آپ نے نجدی کی اتنی طرفداری کی ایسا سراہا کہ اپنے فیصلہ کے خلاف بھی قدم اٹھایا اور حضور کی پیشگوئی کے خلاف بھی راہ چلے۔

جناب روحی صاحب یاد رکھئے کہ یہ آپ کا قلم اور آپ کی دوات اور آپ کا کاغذ اور آپ کے لکھے ہوئے نقوش وحروف آپ ہی کے خلاف میدان قیامت میں گواہی دیں گے کہ اے رب ذوالجلال والجبروت اس پروفیسر نے دنیا کی متاع اور سنہری روپہلی سکوں کی وصول تحصیل کی خاطر نجدی کی مدح سرائی کی نہ اس نے علماء اہل سنت کی مانی نہ اپنے فضلاء دیوبند کی بلکہ نہ حضور کی پیشگوئی کی پروا کی۔

اور کیوں جناب روحی صاحب آپ نے اپنی ذہنیت کے ثبوت میں جو چیز پیش کی وہ مولوی مسعود عالم ندوی کی لکھی ہوئی تاریخ پیش کی تو آپ کے مسعود عالم کوئی قطب وقت ہیں، ابن خلدون زمانہ ہیں۔ مولوی خلیل احمد صاحب اور مولوی محمود حسن صاحب اور مولوی اشرفعلی صاحب اور مولوی انور شاہ صاحب اور مولوی حسین احمد صاحب سے علم میں فضل میں تاریخ دانی میں حالات نجدی کے جاننے میں بڑھ چڑھ کر ہیں جو ان کی لکھی ہوئی بات مان لی جائے اور ان فضلاء دیوبند کو اس بحث کے سلسلہ میں نظر انداز کر دیا جائے، بڑے شرم کی بات ہے کہ ایک

معمولی شخص کی لکھی ہوئی تاریخ پر اتنا اعتماد کہ اس کو سند میں پیش کیا جائے اور فضلائے دیوبند کے لکھے ہوئے کو غیر معتبر مانا جائے، جناب روحی صاحب وضع کی پابندی کیجئے ورد ورنہ پھریئے ورنہ نہ گھر کے رہئے گا نہ گھاٹ کے۔

جناب روحی صاحب آپ نے علامہ دحلان پر الزام لگایا کہ جب ہندوستان میں انگریز کی حکومت قائم ہو رہی تھی اور مسلمان جہاد کے نشہ میں تھے اور ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر ہندوستان کو انگریزوں کے منحوس قبضہ سے بچانے کی فکر میں تھے اس وقت ہندوستان کے دارالاسلام ہونے کا فتویٰ دیا اور انگریز کا ساتھ دیا۔

جناب روحی صاحب فتوی کے نوک پلک کا سمجھنا تو آپ کے علم سے کوسوں دور ہے آپ کیا جانیں کہ دارالحرب کسے کہتے ہیں اور دارالاسلام کسے اور کب دارالحرب ہوتا ہے اور دارالاسلام دارالحرب، یہ ایک مفصل بحث کو چاہتا ہے اور آپ کے سامنے یہ تحقیق رکھنا ایسا ہی ہے جیسے بھینس کے سامنے بین بجانا۔

مگر آپ کو میں بتاؤں کہ اس وقت فرنگی محل لکھنو کے علماء میں سے جناب مولانا عبدالحی صاحب نے بھی تو یہی فتویٰ دیا کہ ہندوستان دارالاسلام ہی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

"مخفی نماند کہ بلاد ہند کہ در قبضہ نصاریٰ اند دارالاسلام ہستند وشروط بودن دارالحرب دراں موجود نیستند اگرچہ دراں تمام احکام کفرہ جاری اند، مع ہذا احکام اسلام ہم خصوصاً اصول وارکان اسلام جاری اند"۔ (مجموعہ فتاوی ج ۱)

علامہ دحلان تو مکہ میں تھے، ان کو انگریزوں سے کیا واسطہ، مگر مولانا عبدالحی صاحب تو ہندوستان ہی میں تھے، کہے کہ انھوں نے بھی انگریزوں کا ساتھ دیا کہ دارالاسلام بنا کر مسلمانوں کو جہاد سے روک دیا، اور آپ کے فضلاء دیوبند کے

مقتدائے دوم معلم ثانی مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے بھی تو ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا فتویٰ نہ دیا اور یہ کہہ کر خاموش ہو گئے۔

"ہندوستان کے دارالحرب ہونے میں علمائے حال مختلف ہیں، اس میں بندہ فیصلہ نہیں کرتا" (فتاوی رشیدیہ)

فرمایئے انھوں نے بھی ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا فتویٰ نہ دے کر انگریزوں کا ساتھ دیا اور مسلمانوں کو جہاد کرنے سے ٹھنڈا کر دیا۔ فرمایئے کہ یہ الزام صرف علامہ دحلان ہی پر رہا یا مولانا عبدالحی صاحب اور مولوی رشید احمد گنگوہی پر بھی آیا، افسوس ہے آپ کی ذہنیت پر۔ خداوند تعالیٰ آپ کو ہدایت دے، اور وہابی نجدیوں کے پھندے سے نکالے۔ آمین

جناب روحی صاحب، آپ اور آپ جیسے دس بیس سو دو سو ہزار اور دس ہزار لاکھ، دس لاکھ اور اس سے بھی زائد اکٹھے ہو جائیں، اور ابن عبدالوہاب کی پیشانی پر اس کی زبون حالی اور بد اعتقادی کا وہ لوٹا ٹیکا جو نگ چکا ہے چھاویں سے رگڑ رگڑ کر دور کرنا چاہیں تو مٹ نہیں سکتا۔ حضور کی پیشگوئی غلط نہیں ہو سکتی وہ مفسد اور فتنہ پرور بد عقیدہ اور بقول مولوی حسین احمد صاحب، ظالم فاسق باغی خونخوار لٹیرا، خبیث، خارجی ضرور کہا جائے گا، اور آپ نے جو کچھ لکھا وہ سب غلط در غلط ہے، مسلمانوں کو دھوکہ دینا اور اپنی دنیا سنبھالنا ہے۔

سید احمد بریلوی اور اسماعیل دہلوی

یہ نمبر ص ۷۰ سے زیر عنوان (سید احمد بریلوی اور شاہ اسماعیل شہید دہلوی) شروع ہوا اور ص ۸۸ پر ختم ہو گیا ہے۔

آپ نے زیر عنوان (تحریک جہاد) سید احمد صاحب اور مولوی اسماعیل دہلوی کی جہادی تگ و دو پر روشنی ڈالی ہے۔ آپ کہتے ہیں۔

''سکھوں کے مظالم کے سلسلے میں پچھلے باب میں ذکر کیا جاچکا ہے کہ اس دور میں جب کہ پنجاب میں نماز پر پابندی تھی، اذان دینا جرم تھی، ذبیحہ بند تھا مسجدوں کی بے حرمتی عام تھی، سکھوں کے ظلم حد کو پہنچے ہوئے تھے، لہٰذا حضرت سید احمد شہید اور مولوی اسماعیل شہید نے اس طاغوتی حکومت کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور سکھوں سے مورچہ لیا''۔

پھر آپ نے لکھا: ''اور اس طرح ۱۸۳۱ء میں بمقام بالاکوٹ سید احمد شہید اور اسماعیل شہید نے اسلام کی سربلندی، دین کی سربلندی، قیام صلوٰۃ کی جدوجہد اذان سے پابندی دور کرنے کی سعی، مسلمانوں کو سکھوں کے مظالم سے چھڑانے کے لیے اپنی جان تک قربان کردی، اس معرکہ کارزار کی تفصیلات سے دفتر کے دفتر بھرے پڑے ہیں۔ حیات طیبہ مرزا حیرت دہلوی۔ سیرت احمدی مولوی محمد جعفر تھانیسری، سیرت سید احمد شہید، مولوی ابوالحسن ندوی، ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک مولوی مسعود عالم ندوی...... اور مسلمانوں کا روشن مستقبل از مولوی طفیل احمد بنگلوری دیکھنا چاہیے۔''

بہت اچھا دیکھ لیں اور خوب دیکھ لیں اور دیکھنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ جو کچھ آپ نے لکھا صرف زور زبان اور روانی قلم ہے، نہ اسلام کی سربلندی مقصود تھی نہ کتاب وسنت کی سربلندی، نہ سکھوں سے جہاد اسلامی بلکہ صرف تبلیغ وہابیت، مذہب نجدی کی اشاعت خیر اس کا ثبوت تو ہم بعد میں دیں گے، پہلے ہم سکھوں سے جہاد کی غایت وحکمت دیکھنا چاہتے ہیں۔

بات یہ ہے

کہ جب ہندوستان پر انگریزوں کا تغلب ہوا تو ہندوستان کے صوبوں میں سخت ودرشت اکھڑ صوبے دو تھے۔ پنجاب اور سرحد، پنجاب میں سکھوں کا تغلب تھا

اور سرحد میں مسلمانوں کی قوت تھی، یہ دونوں صوبے اپنے پیچھے پر انگریزوں کو ہاتھ نہ رکھنے دیتے تھے۔ انگریز کو ان دونوں صوبوں سے سخت خطرہ تھا اور وہ جانتا تھا کہ اگر یہ دونوں قبضے میں نہ آئے تو حکومت مختل ومتزلزل رہے گی، ضرورت تھی کہ پنجاب وسرحد پر ایسے لوگ متعین ہوں جو صورت وشکل میں ان جیسے ہوں اور ان کو اپنے قابو میں لائیں چنانچہ اس کام کے لیے اس نے سید احمد صاحب اور مولوی اسماعیل کو تاکا اور نشانہ ٹھیک لگا۔ ان دونوں کی انگریز نے مدد کی اور سکھوں اور سرحدی مسلمانوں سے ان دونوں نے جنگ کی۔ ثبوت ملاحظہ ہو۔

جب انگریز یہاں متغلب ہو رہا تھا پنجے جمارہا تھا تو سب سے پہلے انگریز سے جہاد کرنا چاہیے تھا نہ کہ سکھوں سے۔ یہ بات قابل غور ہے بہت گہری عقل سے سوچنے کی ہے۔ مگر انگریزوں سے تو جہاد کرنے کو منع کر دیا اور عدم جہاد کا فتویٰ صادر کر دیا سنیے۔

حیات طیبہ مرزا حیرت دہلوی مطبوعہ فاروقی دہلی ص ۲۹۶ میں ہے۔ ”کلکتہ میں جب مولانا اسماعیل صاحب نے جہاد کا وعظ فرمانا شروع کیا ہے اور سکھوں کے مظالم کی کیفیت پیش کی ہے۔ تو ایک شخص نے دریافت کیا آپ انگریزوں پر جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا ان پر جہاد کرنا کسی طرح واجب نہیں ہے ایک تو ان کی رعیت ہیں دوسرے ہمارے مذہبی ارکان کے ادا کرنے میں وہ ذرا بھی دست اندازی نہیں کرتے۔ ہمیں ان کی حکومت میں ہر طرح آزادی ہے بلکہ ان پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں۔“

یہی واقعہ تاریخ عجیبہ محمد جعفر تھانیسری مطبوعہ فاروقی دہلی ص ۷۳ میں درج ہے اور سنیے اسی تواریخ عجیبہ کے صفحہ ۹۱ میں سید احمد کا یہ مقولہ درج ہے۔

''ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں اور خلاف اصول مذہب طرفین کا خون بلا سبب گرا دیں۔''

جناب رضوی صاحب! یہ حوالے آپ ہی کے پیش کردہ اور مانی ہوئی تواریخ کے ہیں جن کو تسلیم کرنے میں آپ کو چون وچرا کا حق نہیں۔

پہلے تو یہ سنیے کہ آپ نے علامہ دحلان پر یہ الزام لگایا کہ انگریزوں پر عدم جہاد کا فتویٰ دے کر انگریزوں کا ساتھ دیا اور مسلمانان ہند کے جوش جہاد کو ٹھنڈا کر دیا فرمایئے آپ کے ہندوستان کے مجاہدین اسلام پیر و مرید دونوں نے کیسے عدم جہاد کا فتویٰ صادر کر دیا بلکہ یہاں تک کہہ مارا کہ جو ان سے لڑے مسلمانوں پر فرض ہے کہ ان سے لڑیں۔ فرمایئے انھوں نے انگریزوں کا ساتھ دیا یا نہیں اور فرمایئے کہ وہ قوت جہاد اسلام صرف سکھوں کے لیے تھی۔ انگریزوں کے لیے نہ ہوئی۔

دوسرے یہ سمجھے کہ انگریزوں سے عدم جہاد کا فتویٰ دینا، یقیناً انگریزوں سے دوستی کا مترادف ہے اور صاف بتا رہا ہے کہ سکھوں سے جہاد کرنا اسلامی جہاد نہ تھا بلکہ انگریزوں کی دوستی کا حق ادا کرنا تھا اور سکھوں کی قوت توڑ کر انگریزوں کا پنجہ جمانا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ سید صاحب اور اسمٰعیل کی تیاری جہاد پر انگریز خاموش رہے اور نکتہ چینی نہ کی۔ بلکہ مدد کی۔ سنیے

تواریخ عجیبہ ص ۱۸۲ میں ہے۔

''اس سوانح اور نیز مکتوبات منسلکہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب کا سرکار انگریزی سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہ تھا وہ اس آزاد عملداری کو اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے، اور اس میں شک نہیں کہ اگر سرکار انگریزی اس وقت سید صاحب کے خلاف ہوتی، تو ہندوستان سے سید صاحب کو کچھ مدد نہ پہنچتی مگر سرکار

انگریزی اس وقت دل سے چاہتی تھی کہ سکھوں کا زور کم ہو۔"

فرمایئے جناب روحی صاحب بالکل وہ ہی بات کہ وہ سکھوں پر جہاد کا نام اسلامی جہاد تو برائے نام تھا۔ مقصود سکھوں کی طاقت کمزور کرنا اور انگریز کا تسلط قائم کرنا تھا۔

جناب روحی صاحب اور سناؤں دیکھئے۔ حیات طیبہ ص ۳۰۲

"سید صاحب کے پاس مجاہدین جمع ہونے لگے تو سید صاحب نے مولانا اسماعیلؒ کے مشورے سے شیخ غلام علی رئیس الہ آباد کی معرفت لیفٹیننٹ گورنر ممالک مغربی شمالی کی خدمت میں اطلاع دی کہ ہم لوگ سکھوں پر جہاد کرنے کی تیاری کرنے کو ہیں، سرکار کو تو اس میں کچھ اعتراض نہیں ہے، لیفٹیننٹ گورنر صاحب نے صاف لکھ دیا کہ ہماری عملداری میں اور امن میں خلل نہ پڑے تو ہمیں کچھ سروکار نہیں۔"

فرمایئے مجاہدین اسلام ایسے ہی ہوتے ہیں کہ انگریز ایسے دشمن اسلام سے سکھوں پر جہاد کی اجازت چاہی جائے اور انگریز سے تعرض نہ کیا جائے اور سنیئے۔

تواریخ عجیبہ ص ۸۹

"اس وقت ہر شہر و قصبہ و گاؤں واقعہ برٹش انڈیا یعنی انگریزی عملداری واقع ہند میں علانیہ سکھوں پر جہاد کرنے کا وعظ ہوتا تھا۔ (اس کے بعد لکھا) اس کے بعد جب سید صاحب ملک یاغستان میں پہنچ کر سکھوں سے جہاد میں مصروف تھے اس وقت ایک ہنڈوی سات ہزار روپیہ کی جو بذریعہ ساہوکاران دہلی مرسلہ محمد اسحاق صاحب بنام سید صاحب روانہ ہوئی تھی ملک پنجاب میں وصول نہ ہونے پر اس سات ہزار کی واپسی کا دعویٰ عدالت دیوانی میں دائر ہو کر ڈگری ہوا اور پھر ہنگام اپیل عدالت عالیہ دیوانی ہائی کورٹ آگرہ میں بھی حکم ڈگری بحق مدعی

بحال رہا۔"

فرمائیے جناب یہ سات ہزار کی ہنڈی کس نے بھیجی۔ کیا بالواسطہ یہ انگریزوں کی امداد نہ تھی۔ اور سنئے

سیرت سید احمد مولوی ابوالحسن ندوی حصہ اول ص ۱۹۰

"اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ انگریز گھوڑے پر سوار چند پالکیوں میں کھانا رکھے کشتی کے قریب آیا اور پوچھا کہ پادری صاحب کہاں ہیں حضرت نے کشتی پر سے جواب دیا کہ میں یہاں موجود ہوں، انگریز گھوڑے پر سے اترا اور ٹوپی ہاتھ میں لیے کشتی پر پہنچا اور مزاج پرسی کے بعد کہا کہ تین روز سے میں نے اپنے ملازم یہاں کھڑے کر دیے تھے کہ آپ کی اطلاع کریں آج انھوں نے اطلاع کی کہ اغلب یہ ہے کہ حضرت قافلہ کے ساتھ تمھارے مکان کے سامنے پہنچیں۔ یہ اطلاع پا کر غروب آفتاب تک میں کھانے کی تیاری میں مشغول رہا۔ تیار کرانے کے بعد لایا ہوں۔ سید صاحب نے حکم دیا کہ کھانا اپنے برتنوں میں منتقل کر لیا جائے۔ کھانا لے کر قافلے میں تقسیم کر دیا گیا اور انگریز دو تین گھنٹہ ٹھہر کر چلا گیا۔"

فرمائیے جناب روحی صاحب۔ انگریز بے وقوف نہیں جو بلا کسی وجہ کے کسی کی خاطر کریں اور قافلہ کے قافلہ کو کھانا کھلائیں اور آمد آمد کا انتظار کریں۔ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔ پھر دو تین گھنٹہ بیٹھ کر گفتگو کر کے گیا۔ یہ کیا گفتگو ہوئی۔

سید صاحب سے انگریز دوستی، خاطر، تواضع اور دو تین گھنٹہ کی رازدارانہ گفتگو صاف صاف بتا رہی ہے کہ سید صاحب حقیقۃً انگریز کا کام کر رہے تھے اس کے پٹھو بنے ہوئے تھے۔ سکھوں پر جہاد کا تو صرف نام تھا۔

اور ذرا یہ بھی سن لیجیے۔

تذکرۃ الرشید حصہ دوم ص ۲۷۰

''حضرت (مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی) نے اس سلسلہ میں فرمایا کہ حافظ جانی ساکن انبیٹھہ نے مجھ سے بیان کیا تھا۔ کہ ہم قافلہ میں ہمراہ تھے بہت سی کرامتیں وقتاً فوقتاً حضرت سید صاحب سے دیکھیں۔ مولوی عبد الحی لکھنوی و مولوی محمد اسماعیل صاحب دہلوی اور مولوی محمد حسین صاحب رام پوری بھی ہمراہ تھے اور یہ سب حضرات سید صاحب کے ہمراہ جہاز میں شریک تھے۔ سید صاحب نے پہلا جہاد مسمی یار محمد خاں حاکم یاغستان سے کیا تھا۔''

جناب روحی صاحب فرمایئے۔ آپ کے مجاہد اسلام نے تو سکھوں پر جہاد کا وعظ کیا تیاری کی۔ مگر انھیں چھوڑ کر پہلا جہاد مسلمانان باشندگان یاغستان سے کیا۔ کیسے جہاد اسلامی اسی کا نام ہے کہ مسلمانوں کو قتل و غارت کیا جائے۔ تف ہے ایسے جہاد پر اور نفرین ہے ایسے مجاہد پر۔

خلاصہ یہ کہ

آپ نے سید احمد اور مولوی اسماعیل دہلوی کی جہادی تگ و دو کو جس قدر سراہا اور انھیں مجاہدین اسلام کہہ کر چڑھایا۔ اس کی حقیقت آپ ہی کی پیش کردہ تواریخ سے کھل گئی کہ یہ صرف سکھوں پر جہاد کا نام تھا اور انگریزوں کی حکومت کا پنجہ مضبوط کرنا تھا۔ اسی لیے اس نے روپیہ پیسہ سے مدد کی، دعوتیں دے کر کھانا کھلا کر خاطر تواضع کی اور انھوں نے بھی صاف کہہ دیا کہ انگریزوں سے جہاد کرنا جائز نہیں بلکہ جو انگریزوں سے لڑے مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ ان سے لڑیں انگریزوں کی ہم رعایا ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

شہیدین

جناب روحی صاحب آپ نے سید احمد شاہ اور اسماعیل دہلوی کو شہیدوں میں

شمار کیا ہے، آپ کو معلوم ہے کہ شہید کسے کہتے ہیں۔ شہید وہ ہے جو اسلامی جہاد کے سلسلہ میں کافروں کے ہاتھ سے میدان جنگ میں مارا جائے۔

جب سکھوں سے ان دونوں کی جنگ اسلامی جنگ نہ تھی، بلکہ انگریز کی حکومت کے جمانے اور اس کو تقویت پہنچانے کے لیے تھی تو اگرچہ اس سلسلہ میں وہ سکھوں کے ہاتھ سے مارے گئے تو شہید نہ ہوئے۔ شہید کی تعریف ان پر صادق نہیں آتی۔

لیکن واقعات کی چھان بین سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سکھوں کے ہاتھ سے نہیں مارے گئے بلکہ مسلمانوں نے ختم کیا یہ تو آپ کی پیش کردہ کتب تاریخ سے ثابت ہوا کہ انھوں نے مسلمانوں سے بھی جنگ کی تو کیا عجب ہے کہ مسلمانوں نے اپنے سے جنگ کرنے کی وجہ سے ختم کر دیا ہو۔

چنانچہ ہمارے نزدیک معتبر واقعہ یہ ہے کہ یہ دونوں جب مقام پنج تار پہنچے تو وہاں کے رئیس فتح خاں نامی نے شروع میں ان لوگوں کی بڑی خاطر تواضع کی اور یہ لوگ چند دنوں وہاں رہے لیکن ان دونوں نے وہاں کے لوگوں پر ظلم وستم شروع کیا۔ ان کو بدعقیدہ و بدمذہب ٹھہرایا، بات بڑھتی گئی تو ان پٹھانوں نے ان کو وہیں ختم کر دیا۔ اگر یہ واقعہ ایسا ہی ہے اور ایسا ہی ہے تو مسلمانوں کے ہاتھ سے اپنے ظلم وستم کی وجہ سے مارے گئے۔ تو پھر شہید کہاں ہوئے جو شہید شہید کا ایک شور بے ہنگم مچا رکھا ہے۔ فاعتبر و ایا اولی الابصار۔

مذہبی تگ ودو!

جناب روحی صاحب یہ تو آپ کے سید صاحب اور اسماعیل صاحب کی جہاد کی تگ ودو تھی۔ جس کی حقیقت یہ ہے کہ صرف انگریز نے اپنا کام نکالا اور ان کے ذریعے سکھان پنجاب اور مسلمانان سرحد پر پنجہ جمانا چاہا۔ انگریز نے ان کی مالی

امداد کی۔ دعوتوں سے خاطر تواضع کی۔ اب مذہبی تمک و دو کی حقیقت ملاحظہ فرمائیے۔

آپ اور آپ کے مسعود عالم صاحب نے یہ تو تسلیم کر لیا ہے کہ نجدی وہابی اور اسمٰعیلی تحریک دونوں کا ایک جذبہ تھا۔ اور دونوں کا طریقہ کار بھی ایک ہی تھا آپ فرماتے ہیں۔

"یہ اتفاق کی بات ہے کہ دونوں کی تحریکیں ایک ہی جذبہ اور ایک ہی مقصد کے لیے وجود میں آئی تھیں اور اس وقت کے ماحول کے مطابق کم و بیش ایک ہی طریقہ کار دونوں نے استعمال کیا۔" ص ۳۷

پھر آپ نے ص ۳۷ پر لکھا

"جہاں یہ حضرات لوگوں کو اسلام کی سربلندی کے لیے جہاد پر آمادہ کر رہے ہیں، وہیں ان کو اسلام کی سیدھی سادی زندگی اور کتاب و سنت کے اتباع کی تبلیغ کا فریضہ بھی ادا کرتے جاتے تھے، بدعت، شرک، تعزیہ، جد پرستی اور تمام غیر اسلامی رسوم و بدعات کا قلع قمع کرتے تھے"

اس کے بعد آپ نے ان کتابوں کا ذکر کیا۔ جن کو آپ نے بزعم خود کتاب و سنت کے موافق جانا اور شرک و بدعت کا قلع قمع کرنے والا۔ آپ فرماتے ہیں۔

"سید احمد اور مولوی اسمٰعیل شہید کی مساعی جمیلہ اور ان کی کارگزاریوں کا ذکر ہو چکا ہے، ان حضرات کی تصنیفات میں بھی وہی کتاب و سنت کی پابندی پر اور بدعات سے محترز رہنے کے احکام کا بیان ہے، مولوی اسمٰعیل شہید کی دو کتابیں، تقویۃ الایمان، اور صراط مستقیم، خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ان کتابوں میں کتاب و سنت کی تعلیم کو نہایت عام فہم طریقہ پر بیان کیا گیا ہے۔ صراط مستقیم میں سید احمد صاحب کے ملفوظات ہیں، اور تقویۃ الایمان میں رد بدعت و

شرک ہے۔" ص ۸۰

یہ تو آپ نے تسلیم کرلیا کہ تقویۃ الایمان مولوی اسمٰعیل کی کتاب ہے اور یہ بھی آپ نے مان لیا کہ جو کچھ تقویۃ الایمان میں لکھا ہے، وہی اسمٰعیل دہلوی کا مذہب ہے اور اسی کی اشاعت کرتے رہے اور یہ بھی آپ نے تسلیم کرلیا کہ جو محمد ابن عبد الوہاب نجدی کی تحریک کے جذبے اور رجحانات تھے۔ وہی اسمٰعیل دہلوی کی تحریک میں موجود ہیں اور دونوں کا طریقہ کار ایک ہی ہے۔ اور یہ ہم ثابت کرچکے ہیں کہ نجدی وہابی کی تحریک صرف اپنے مخصوص وہابیانہ عقائد کی تبلیغ تھی، جن عقائد کو اس نے کتاب التوحید میں جمع کردیا اور کتاب التوحید اس کی کتاب ہونا آپ نے تسلیم کرلی تو ان مقدمات کے مسلم ہوجانے کے بعد لازمی نتیجہ یہی نکلا کہ ہندوستان میں مولوی اسمٰعیل دہلوی نے مذہبی تگ و دو میں صرف وہابیت کی تبلیغ کی۔ عقائد وہابیہ، خیالات نجدیہ کی اشاعت کی۔

ثبوت ملاحظہ ہو

ثبوت یہ ہے کہ مولوی اسمٰعیل کی کتاب تقویۃ الایمان بالکل ترجمہ ہے کتاب التوحید کا جو عقائد اس میں درج ہیں وہی تقویۃ الایمان میں ہیں۔ دونوں کی ترتیب ایک دونوں کے ابواب ایک۔ دونوں کے عقائد ایک۔ ملاحظہ فرمایئے۔ کتاب التوحید عربی کا ترجمہ تقویۃ الایمان کی اردو میں۔

کتاب التوحید:۔ اعلم ان الشرک قد شاع فی ھذا الزمان۔

تقویۃ الایمان:۔ اول سننا چاہیے کہ شرک لوگوں میں پھیل رہا ہے۔

کتاب التوحید:۔ فان تری عامۃ مومنی ھذا الزمان مشرکا۔

تقویۃ الایمان:۔ اور ایمان کا دعویٰ رکھتے ہیں حالانکہ شرک میں گرفتار ہیں

کتاب التوحید:۔ فواحد بعید النبی و متبعہ حیث یعتقدھم شفعائہ

و اولیائه و هذا قبح اتواع الشرک۔

تقویۃ الایمان: ۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی کو سفارشی سمجھ کر بھی پوجے وہ بھی مشرک ہے۔

کتاب التوحید: ۔ ان من اعتقد النبی وغیرہ ولیه فهو و ابوجهل فی الشرک سواء

تقویۃ الایمان: ۔ جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گی کہ اس کو اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے۔

کتاب التوحید: ۔ و هذا الاعتقاد شرک سواء کان من نبی او ولی او ملک او جنی او صنم او وثن و سواء کان یعتقد حصوله له بذاته او با علام اللّٰه تعالیٰ بای طریق کان یصیر مشرکا۔

تقویۃ الایمان: ۔ سو اس عقیدہ سے آدمی البتہ مشرک ہو جاتا ہے خواہ یہ عقیدہ انبیاء و اولیاء سے رکھے۔ خواہ پیر و شہید سے خواہ امام و امام زادے سے، خواہ بھوت و پری سے پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی طرف سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

کتاب التوحید: ۔ فمن قال یارسول اللّٰه اسئلک الشفاعة یا محمد ادع اللّٰه فی قضاء حاجتی یا محمد اسئل اللّٰه بک و اتوجه الی اللّٰه بک و کل من ناداہ فقد اشرک شرکا اکبر فانه اعتقد ان محمدا یعلم و یطلع علیٰ ندائه من بعید کما عن قریب وهل هذا الاشرک۔

تقویۃ الایمان: ۔ جو بعضے لوگ اگلے بزرگوں کو دور دور سے پکارتے ہیں اور اتنا ہی کہتے ہیں کہ یا حضرت تم اللہ کی جناب میں دعا کرو کہ وہ اپنی قدرت سے ہماری حاجت پوری کردے اور پھر یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے کچھ شرک نہیں کیا اس

واسطے کہ حاجت نہیں مانگی بلکہ دعا کروائی ہے سو یہ بات غلط ہے اس واسطے کہ گو اس مانگنے کی راہ سے شرک ثابت نہیں ہوتا لیکن پکارنے کی راہ سے ثابت ہو جاتا ہے کہ ان کو ایسا سمجھا کہ دور اور نزدیک سے برابر سنتے ہیں۔

کتاب التوحید:۔ **فهذا الحديث صريح في انه كان لايعلم امر خاتمته في حال حياته فكيف يعلم حال تلك المشركين۔**

تقویۃ الایمان:۔ جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں، خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں، نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا۔

کتاب التوحید:۔ **فمن اعتقده التصرف في العالم المخلوق او اعتقده شفيعه صار مشركا و ان اعتقده ادون من الله و مخلوقاله۔**

تقویۃ الایمان:۔ سو اب بھی جو کوئی کسی مخلوق کو عالم میں تصرف ثابت کرے اور اپنا وکیل سمجھ کر اس کو مانے سو اب اس پر شرک ثابت ہوتا ہے گو کہ اللہ کے برابر نہ سمجھے اور نہ اس کے مقابلہ کی طاقت اس کو ثابت کرے۔

کتاب التوحید:۔ **ثبت بهذا الحديث ان القيام متمثلاين يدى احد شرك۔**

تقویۃ الایمان:۔ کسی کی محض تعظیم کے لیے اس کے روبرو ادب سے کھڑا ہونا انھیں کاموں سے ہے کہ اللہ نے اپنی تعظیم کے لیے ٹھہرائے ہیں۔

کتاب التوحید:۔ **انظروا اعتذر النبي بمنع السجود لكونه ذمة في قبره۔**

تقویۃ الایمان:۔ یعنی میں بھی ایک روز مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں تو کب سجدے کے لائق ہوں۔

کتاب التوحید: ۔ فثبت بھذہ الآیۃ ان السفر الی قبر محمد و مشاھدہ و مساجدہ (الی ان قال) شرک اکبر۔

تقویۃ الایمان: ۔ اور کسی کی قبر یا چلے پر یا کسی کے تھان پر دور دور سے قصد کرنا اور سفر کی تکلیف اٹھا کر میلے کچیلے ہو کر وہاں پہنچنا (یہاں تک کہا) یہ سب شرک کی باتیں ہیں۔

کتاب التوحید: ۔ المراد ماقیل فی حقہ انہ لنبی اوولی یصیر حراما ونجسا مثل الخنزیر ۔

تقویۃ الایمان: ۔ یعنی جیسے سور اور لہو اور مردار ناپاک وحرام ہے، ایسا ہی وہ جانور بھی ناپاک وحرام ہے۔ کہ خود گناہ کی صورت بن رہا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کا ٹھہرایا۔

کتاب التوحید: ۔ (آیات متعلقہ علم غیب لکھ کر لکھا) فھذہ الآیات و امثالھا لنا صریحۃ فی اختصاص علم الغیب باللّٰہ و نفیہ عن غیرہ فمن اثبتہ لغیرہ نبیا کان اوولیا صنما او وثنا ملکا اوجنیا فقد اشرک باللّٰہ۔

تقویۃ الایمان: ۔ (آیت متعلقہ علم غیب لکھ کر لکھا) سو اس طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجئے، یہ اللہ صاحب کی شان ہے کسی ولی و نبی کو، جن و فرشتے کو، پیر و شہید کو، امام امام زادے کو، بھوت و پری کو، اللہ صاحب نے یہ طاقت نہیں بخشی ۔ پھر کہا۔ اور جو کوئی کسی نبی و ولی کو یا جن و فرشتہ کو (وغیرہ وغیرہ) کو ایسا جانے اور اس کے حق میں یہ عقیدہ رکھے سو وہ مشرک ہو جاتا ہے۔

کتاب التوحید: ۔ فمن فعل بنبی او ولی او قبرہ او آثارہ و مشاھدہ و ما یتعلق بہ شیأ من السجود والرکوع و بذل المال لہ و الصلوۃ لہ

والتمثل قائما و قصد السفر اليه و التقبيل والرجعة القهقرى وقت التوديع و حزب الخباء وارخاء الستارة والستر بالثوب والدعاء من الله ههنا و المجاورة والتعظيم حواليه واعتقاد كون ذكر غير الله عبادة وتذكره في الشدائد ودعائه نحويا محمد يا عبد القادر يا حداد يا سمان فقد صار مشركا۔

تقویۃ الایمان: ۔ پھر جو کوئی پیر و پیغمبر کو یا بھوت و پری کو یا کسی سچی قبر کو یا کسی کے تھان کو یا کسی کے چلے کو یا کسی کے مکان کو یا کسی کے تبرک کو یا نشان کو یا تابوت کو سجدہ کرے رکوع کرے یا اس کے نام کا روزہ رکھے یا ہاتھ باندھ کر کھڑا ہووے، یا جانور چڑھاوے یا ایسے مکانوں میں دور دور سے قصد کر کے جاوے یا وہاں روشنی کرے، غلاف ڈالے، چادر چڑھائے، ان کے نام کی چھڑی کھڑی کرے، رخصت ہوتے وقت الٹے پاؤں چلے، ان کی قبر کو بوسہ دے، مورچھل جھلے، شامیانہ کھڑا کرے، چوکھٹ کو بوسہ دے، ہاتھ باندھ کر التجا کرے، مراد مانگے، مجاور بن کے بیٹھ رہے، وہاں کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرے اور اسی قسم کی باتیں کرے تو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے۔

جناب روحی صاحب یہ چند نمونے دونوں کی اتحاد و یگانگت کے پیش کر دیئے گئے ہیں ورنہ دونوں کتابیں اپنے جذبے اور رجحانات میں لفظ بہ لفظ، مسئلہ بہ مسئلہ، عقیدہ بہ عقیدہ بالکل ایک ہیں۔

فرمایئے کہ تقویۃ الایمان کے ذریعے اسمٰعیل دہلوی نے ہندوستان میں وہابیت کی تبلیغ و اشاعت کی یا نہیں اور اسمٰعیل دہلوی نجدی کے دلال یا روحانی مرید و شاگرد ہوئے یا نہیں۔

اور ہم فضلائے دیوبند کی زبانی یہ ثابت کر چکے ہیں کہ ابن عبد الوہاب بد

عقیدہ، عقائد باطلہ، خیالات فاسدہ رکھنے والا ہے اور خبیث ہے تو مولوی اسماعیل دہلوی انہیں نجدی عقیدوں کے معتقد ہونے کے بعد وہابی اور عقائد باطلہ و خیالات فاسدہ رکھنے والے ہوئے یا نہیں۔

جناب روحی صاحب آپ کے شیخ نجدی کے عقائد باطلہ کے متعلق کچھ تو ہم مولوی حسین احمد صاحب کی زبانی سنا چکے ہیں اور جو تفصیل اتحاد کتاب التوحید و تقویۃ الایمان ہم نے پیش کی ہے اس میں بھی نجدی کے خبیث اعتقاد ملاحظہ فرما لیجئے کہ ایک مسئلہ بھی مذہب اہل سنت سے ملتا جلتا معلوم نہیں ہوتا۔ تقویۃ الایمان میں بھی یہی ہے۔

علم غیب کا انکار، شفاعت کا انکار، ندائے یارسول اللہ کا انکار، سوال شفاعت کا انکار، حضور کی حیات جسمانی کا انکار، سفر زیارت کا انکار، حضور کے مواجہہ میں کھڑے رہنے کا انکار فرمایئے، آپ کے شیخ نجدی کی دعوت توحید و سنت یہ ہی ہے اور آپ کی تحسین کی پیش کردہ اسلامی سیدھی سادھی راہ یہی ہے، کتاب و سنت کا اتباع یہی ہے۔ غیر اسلامی رسومات کا قلع قمع یہ ہی ہے، تقویۃ الایمان کا رد بدعت و شرک یہی ہے، یہ ہی جہاد بالقلم ہے کہ ایک قلم تمام مسلمانوں کو بدعتی اور مشرک بنا دیا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

لفظ وہابی

آپ نے ص ۳۷ پر لکھا۔

”وہاں اس تحریک کو وہابی کے نام سے موسوم کیا گیا۔ لہذا ہندوستان میں بھی سید احمد شہید کی تحریک کو شیخ محمد ابن عبدالوہاب نجدی کی شاخ اور تتمہ بتایا۔“

اور آپ کے مسعود عالم صاحب نے لکھا:۔

حضرت سید احمد شہید کی تحریک تجدید و جہاد یا ہندوستان کی پہلی تحریک عام

طور پر وہابی تحریک کے نام سے یاد کی جاتی ہے اور اپنوں غیروں تمام حلقوں میں یہ کوشش کی جاتی رہی ہے کہ نجد کی دعوت توحید و اصلاح سے اس کا ڈانڈا ملا دیا جائے۔ (ص ۳۷)

جناب روحی صاحب نجد کی تحریک لفظ وہابی تحریک سے مشہور ہوئی تو کیا قباحت ہوئی۔ آخر ابن عبد الوہاب میں لفظ وہاب تو موجود ہی ہے اسی کی طرف انتساب عرب کے قاعدے کے مطابق ہو گیا، عرب میں یہی دستور ہے کہ قبیلہ کنبے کو مورث اعلیٰ کی طرف نسبت دے دیتے ہیں۔ تمیمی، قریشی، ہاشمی، عدوی، عدنانی، صدیقی، فاروقی برابر استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح وہابی، ہندوستان میں بھی یہی دستور ہے کہ کسی نہ کسی کی طرف نسبت کر دی جاتی ہے۔ علیگ، مظاہری، جامی، دیو بندی، قادری، نقشبندی وغیرہ عام طور سے مستعمل ہے۔ پس نجدی کو وہابی کہنا کوئی گالی نہیں۔ آپ کے فضلائے دیو بند نے خود ابن عبد الوہاب کی جماعت کو وہابی کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ مولوی حسین احمد صاحب کی مفصل تحریر میں اس جماعت کے لیے لفظ وہابیہ موجود ہے اور مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے ایک سوال کے جواب میں کہا ہے۔ ”محمد ابن عبد الوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں“ (فتاوی رشیدیہ ج ۱)

اب رہے مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کے ماننے والے سو چونکہ ان کے عقائد وہ ہی ہیں اور تقویۃ الایمان کتاب التوحید کا ترجمہ ہے، اس لیے اس اتحاد مذہبی اور خیالات کی یگانگی کی وجہ سے ان پر بھی لفظ وہابی کا اطلاق ہونے لگا یہ کوئی زبردستی اور خواہ مخواہ ہی نہ ہوا۔

جناب روحی صاحب، آپ نے فضلاء دیو بند کی فہرست میں مولانا عبد الحق حقانی کا نام سترہویں نمبر میں لکھا ہے اور وضاحت کے لیے ان کے نام کے ساتھ

مفسر تفسیر حقانی بھی لکھ دیا ہے تو یہ بھی آپ کے مسلم فضلائے دیوبند سے ہیں اور آپ کے معتمد علیہ اور مستند اور ان کی بات بھی آپ کے نزدیک وزنی اور قابل اعتبار ہوگی، سنئے وہ اپنی تفسیر حقانی کے حاشیہ میں ص ۱۱۲ تفسیر سورہ بقرہ میں مذہب نیچری کے عنوان کے ماتحت لکھتے ہیں۔

"اس کنبے میں سے ایک شخص سید احمد خاں صاحب بہادر بھی پیدا ہوئے یہ شخص ابتداء میں مولوی مخصوص اللہ صاحب نبیرہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی خدمت میں آکر کسی قدر صرف ونحو سے آشنا ہوئے اور تعویذ گنڈے بھی سیکھے، لیکن جب یہ نسخہ نہ چلا تو گورنمنٹ برٹش کی طرف رجوع کیا، اور اپنی لیاقت خداداد سے کوئی اچھا عہدہ بھی پایا۔ پھر تو پکے وہابی تبع مولوی اسماعیل صاحب ہوگئے۔"

ذرا اخیر کے جملوں کو چشمہ لگا کر دیکھئے۔ سینے پر ہاتھ رکھ کر دیکھئے کہ مولوی اسماعیل صاحب کو وہابی کہا، لفظ وہابی کی تفسیر تبع مولوی اسماعیل صاحب کے لفظ سے ہی قابل غور وفکر ہے۔ فرمائیے کہ آپ کے مسلم مولانا نے مولوی اسماعیل کو بدنام کرنے کے لیے کہا یا حقیقت بیان کردی۔ جب آپ کے مانے ہوئے مولانا یکے از فضلائے دیوبند انھیں وہابی کہہ رہے ہیں تو ہم اہل سنت وجماعت اگر انھیں وہابی کہیں تو گالی ہوجائے گی اور بدنام کرنے کے لیے ہوجائے گی۔

روحی صاحب فرمائیے کیا حال ہے آپ کا ذرا نبض پر ہاتھ رکھ کر کے جلد دیکھ لیجیے اور سورہ یسٰین جلد پڑھوا لیجیے کہ آپ کے مولانا عبدالحق صاحب نے آپ کی ساری تحریر اور سارے پروپیگنڈے کا جواب ایک ہی لفظ میں دے دیا۔

اتہام والزام

جناب روحی صاحب آپ نے سید احمد بریلوی کا ذکر کرتے کرتے اور اپنے الفاظ میں ان کے ذہین ہونے، ان کی علمی ترقی کی رفتار کے تیز ہونے کا گیت

گا کر حضرت مولانا فضل رسول صاحب پر یہ تہمت لگائی کہ انھوں نے سید صاحب کو جاہل محض بتایا۔

حیات طیبہ مرزا حیرت کے ص ۲۷۱ میں ہے۔

بزرگ سید احمد بچپن میں اپنے غیر معمولی سکوت کی وجہ سے پرلے درجہ کا غبی مشہور ہو گیا تھا اور لوگوں کا خیال تھا کہ اسے تعلیم دینا بے سود ہے کبھی کچھ آئے جائے گا نہیں۔

ص ۲۷۲ میں ہے۔

”یہ ہی کیفیت بعینہٖ بزرگ سید احمد کی تھی کہ جب وہ ایک ایک جملہ کو گھنٹوں پیچے جاتا تھا، تب کہیں کسی قدر یاد ہوتا تھا اور دوسرے دن تماشا یہ ہوتا تھا کہ وہ بھی چوپٹ جب یہ کیفیت ہوئی تو والدین اور میاں جی کی تنبیہ بڑھنے لگی اور گھر کی جھڑکی آنکھیں نکالنے سے گزر کر مار پیٹ پر نوبت پہنچ گئی۔ اس سے بھی والدین کی آرزو پوری نہ ہوئی۔ جب انھوں نے یہ دیکھا کہ قدرتی طور پر اس کے دماغ میں قفل لگ گیا ہے اور یہ کسی طرح کی تنبیہ سے بھی نہیں پڑھ سکتا تو ناچار ہو کے پڑھنے سے اٹھالیا“

فرمایئے جناب روحی صاحب آپ کے ذہین یہ ہی ہیں اور یہ ہی علمی ترقی کی تیز رفتاری ہے۔ اور فرمایئے کہ حضرت مولانا بدایونی نے جو جاہل لکھا تو کیا غلط لکھا۔ آپ کو شرم آنا چاہیے اور سنئے آپ کے قتیل ثانی اسماعیل دہلوی خود اقرار کر رہے ہیں کہ سید صاحب بے پڑھے لکھے رہے، دیکھئے صراط مستقیم۔

”آپ کی لوح فطرت علوم رسمیہ کے نقش اور تحریر و تقریر کے دانشمندوں کی راہ وروش سے خالی تھی۔“

فرمایئے۔ لفظ جاہل ان پڑھ اتنی لمبی چوڑی خوبصورت عبارت کا شارٹ

ہے یا نہیں، اور جو حضرت بدایونی نے فرمایا وہی آپ کے اسماعیل دہلوی نے کہا یا نہیں۔“

دارالعلوم دیوبند

یہ نمبر ص ۸۹ سے عنوان (دارالعلوم دیوبند اور اس کی گراں بہا خدمات) کے ماتحت شروع ہوا اور ص ۱۰۳ پر ختم ہو گیا۔

زیر عنوان (دارالعلوم دیوبند کا قیام) آپ نے اس کے قیام اور اس کی تعلیمی خدمات اور اس کے طلبہ کے گوشوارہ کا ذکر کیا۔ پھر فضلائے دارالعلوم دیوبند کے زیر عنوان آپ نے لکھا:۔

”علم و عمل کی سادگی، بے تکلفی، جفاکشی، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اس جماعت کا طرہ امتیاز رہا ہے۔ غرض دارالعلوم کی آغوش تعلیم و تربیت سے چودہ ہزار سے زائد علماء و فضلا پیدا ہو چکے ہیں جو اسلام کا کلمہ بلند کرنے کے لیے دنیائے اسلام کے بیشتر ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور اسلامی تعلیمات کے قندیل روشن کیے ہوئے ہیں ان میں صاحب درس و افتا بھی ہیں اور مصنف و مبلغ بھی، امراض روحانی کے معالج بھی ہیں اور امراض جسمانی کے طبیب بھی واعظ بھی ہیں اور ادیب بھی۔“

پھر ناموں کی ایک فہرست لکھنے کے بعد لکھا:۔

علم کے ”جیسے علماء جو آفتاب و ماہتاب ہیں اسی درس کے فیض یاب اور اس مے خانہ کے جرعہ نوش ہیں۔ یہ وہ حضرات ہیں جو اپنے فضل و علم، درس و تدریس، رشد و ہدایت، دعوت، تبلیغ سیاسی، قیادت اور تصنیفی اور صحافتی کمالات کے باعث دنیائے اسلام سے خراج تحسین وصول کر چکے ہیں۔“

جناب روحی صاحب۔ یہ سب کچھ صحیح، مگر اس کو کیا کیا جائے کہ آپ کے

دار العلوم دیو بند کی تعلیم اور فضلائے دیو بند کے دلی جذبے اور اعتقادی رجحانات وہ ہی ہیں جو ابن عبد الوہاب نجدی عربی وہابی کے اور مولوی اسمٰعیل دہلوی ہندی وہابی کے۔

ثبوت ملاحظہ ہو

آپ کے فضلائے دیو بند کے مقتدائے دوم معلم ثانی مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی لکھتے ہیں۔

"محمد بن عبد الوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں اور ان کے عقائد عمدہ ہیں" (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۷)

غور فرمائیے کہ محمد بن عبد الوہاب کے عقیدہ کو عمدہ کہہ کے اپنے رجحان قلبی سے مطلع کر دیا۔ اور لوگوں کو ان عقائد کے متبع ہونے کی ترغیب دے کر اس طرف مائل کر دیا"

یہ تو ہم ثابت کر چکے ہیں کہ تقویۃ الایمان میں وہ ہی عقیدے اور خیالات ہیں۔ جو محمد ابن عبد الوہاب کے عقائد و خیالات ہیں جن کو اس نے کتاب التوحید میں جمع کر دیا ہے جن کو مولوی حسین احمد صاحب شیخ الحدیث دیو بند نے وہابیہ خبیثہ کہہ کر عقائد باطلہ خیالات فاسدہ کہا ہے۔

اور تقویۃ الایمان کے متعلق جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی تحریر فتاویٰ رشیدیہ ج اول ص ۱۱۵ میں یوں ہے:۔

"اور کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اور رد شرک و بدعت میں لاجواب ہے استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔"

یہ ہی جملے فتاویٰ میلاد ص ۲۱ پر ہیں اور اس پر حسب ذیل دستخط ہیں۔

مولوی محمد حسن، مولوی محمد علی رضا، مولوی محمد اسماعیل گنگوہی، مولوی امیر حسن مولوی عنایت الٰہی، مولوی احمد علی۔

تقویۃ الایمان کو جب عمدہ کتاب کہا اس کا رکھنا، پڑھنا، عمل کرنا عین اسلام بتایا تو صاف مطلب یہ ہوا کہ اس میں لکھے ہوئے خیالات وعقائد عمدہ اور اچھے ہیں اور عقائد وہ ہی ہیں جو ابن عبدالوہاب کے ہیں وہابیوں کے ہیں۔ پس تقویۃ الایمان کی ترغیب عقائد وہابیہ کی ترغیب ہوئی ثابت یہ ہوا کہ فضلائے دیوبند کے رجحانات بالکل ابن عبدالوہاب کے رجحانات ہیں۔

یہ تو اجمالی اور اصولی ثبوت ہے تفصیلی درکار ہو تو مسئلہ غیب، تصرفات، استمداد، ندائے یارسول، فاتحہ، عرس گیارھویں، میلاد وقیام، نذرونیاز کے متعلق جو کچھ کتاب التوحید اور تقویۃ الایمان میں ہے وہ ہی فضلائے دیوبند کے فتاوی میں ہے۔ فتاوی رشیدیہ، فتاوی میلاد، فتاوی امدادیہ، براہین قاطعہ وغیرہا تصنیفات فضلائے دیوبند ملاحظہ کرلیجئے غرضیکہ دیوبندیت وہابیت واسماعیلیت کا پورا لباس ہے۔

علاوہ بریں

دارالعلوم کے بانی مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی نے تحذیر الناس میں حضور کی خاتمیت زمانیہ پر حملہ کیا اور حضور کا باعتبار زمانہ آخری نبی ہونا عوام کا خیال ٹھہرایا، ملاحظہ ہو ص ۳۔

سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابقین کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا

ہے۔"

پھر خاتمیت زمانیہ کو عوام کا خیال بتا کر اپنی طرف سے ایک قسم خاتمیت مرتبی کی ایجاد کی جس کی طرف ان کا یہ قول اشارہ کر رہا ہے۔

"پھر ایک مراد ہو تو شایان شان محمد ﷺ خاتمیت مرتبی ہے نہ زمانی (ص ۸)"

پھر خاتمیت مرتبی پر زور دیتے ہوئے حضور کے زمانہ ہی میں وجود نبی دیگر کی تجویز پیش کر دی ملاحظہ فرمایئے ص ۱۴

"اور اسی طرح اگر فرض کیجئے آپ کے زمانہ میں بھی اس زمین یا کسی اور زمین میں یا آسمان میں کوئی اور نبی ہو تو وہ بھی اس وصف نبوت میں آپ ہی کا محتاج ہوگا اور اس کا سلسلۂ نبوت بہر طور آپ پر مختتم ہوگا۔" اور اسی پر یہ تفریع بھی کی ملاحظہ ہو ص ایضاً

"بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے"

پھر اور آگے بڑھے اور کہا ص ۲۸

"بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں پھر کچھ فرق نہ آئے گا۔"

اور مولوی رشید احمد صاحب و مولوی خلیل احمد صاحب نے تو غضب ہی ڈھا دیا اور خدا کو جھوٹ بولنے پر قادر بتا دیا اور کذب باری تعالیٰ کو ممکن ٹھہرا دیا۔ ملاحظہ ہو فتاویٰ رشیدیہ، ج ا ص ۳۵

"مگر امکان کذب بایں معنی کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اس کے خلاف پر وہ قادر ہے مگر باختیار خود اس کو وہ نہ کرے گا یہ عقیدہ بندہ کا ہے" اور

ملاحظہ ہو براہین قاطعہ ص ۲۔

''امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا۔ بلکہ قدما میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے یا نہیں۔''

پھر ص ۳ میں کہا۔ ''اور امکان کذب خلف وعید کی فرع ہے''

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے حضور کے علم محیط زمین کو شیطان کے علم سے کم ٹھہرایا۔ شیطان کے لیے نص سے ثابت اور ایمان بتایا اور حضور کے لیے غیر ثابت اور شرک کہا۔ ملاحظہ ہو براہین قاطعہ ص ۵۱

''الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔''

اور حضور کو علماء دیوبند کا اردو بولنے میں شاگرد ٹھہرایا۔ ملاحظہ ہو براہین قاطعہ ص ۲۶

ایک صالح فخر عالم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آ گئی آپ تو عربی ہیں فرمایا جب سے علماء مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آ گئی۔ سبحان اللہ اس سے رتبہ اس مدرسہ کا معلوم ہوا۔''

مولوی اشرف علی تھانوی نے تو حد ہی کر دی اور حضور کے علم غیب کو زید عمر بچے پاگل جانور چوپایوں کے علم جیسا ٹھہرایا۔ ملاحظہ ہو حفظ الایمان ص ۸

''پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو

دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس علم غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید عمرو بلکہ ہر صبی مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے حاصل ہے۔"

جناب روحی صاحب یہ تو چند نمونے ہیں ورنہ دیو بندی خیالات وعقائد میں اس سے کہیں زیادہ مسالہ موجود ہے۔

فرمایئے آپ کے فضلاء دار العلوم دیو بند کی یہ ہی تعلیم و تربیت ہے یہ ہی کلمہ اسلام کی سربلندی ہے۔ یہ ہی قندیل اسلام کا روشن کرنا ہے۔ یہ ہی امر بالمعروف نہی عن المنکر ہے یہ ہی علم و فضل ہے یہ ہی رشد و ہدایت ہے یہ ہی دعوت تبلیغ ہے۔ یہ ہی علاج امراض روحانی ہے۔ یہ ہی وعظ ہے یہ ہی ادب ہے۔ کہ کوئی حضور کے ختم زمانی کو بگاڑ کر نبی دیگر کی تجویز پیش کر دے اور مدعیان نبوت کے لیے دروازہ کھول دے۔ کوئی خدا کو جھوٹ بولنے پر قادر بتائے اور امکان کذب کو عقیدہ اسلام ٹھہرائے۔ کوئی حضور کو علماء دیو بند کا شاگرد کہے کوئی شیطان کے علم سے حضور کے علم کو کم مانے۔ کوئی بچے پاگلوں اور جانور چوپایوں ایسا حضور کا علم غیب قرار دے۔

گر ہمیں مکتب و ہمیں ملا کار طفلاں خراب خواہد شد

روحی صاحب آپ نے بھی قلم اٹھایا تو کس موضوع پر، زور تحریر دکھایا تو کس بحث میں جہاں نیکی و صلاح کا نام و نشان تک نہیں۔ پھر اس پر طرہ یہ کہ آپ فرمائیں۔

"اب ہم علمائے بریلی شریف کی تصنیفات سے چند اقتباسات پیش کریں گے جن کے ذریعہ سے انھوں نے ادارہ دیو بند کے علماء و فضلاء کو وہابی اور نہ جانے کیا کیا ٹھہرایا ہے۔" ص ۱۰۴

حضرات علماء بریلی نے کیا کیا۔ صرف یہ ہی کہ آپ کے علماء وفضلاء دیو بند کے خیالات باطلہ وعقائد فاسدہ پر گرفتیں کیں۔ آپ کے فضلا نے شان ربوبیت و درگاہ نبوت میں جو گستاخیاں کیں ان پر احکام شرعیہ سنا دیئے نہ آپ کے فضلا یہ سب کچھ کرتے نہ علماء بریلی دارو گیر فرماتے۔

عقائد باطلہ کی تردید کرنے والے علمائے اہل سنت

آپ نے زیر عنوان (بریلی علماء کی کتابوں سے کفر کے چند اقتباسات) لکھا۔ ”سب سے اول ہم مولانا فضل رسول بدایونی کی کتاب سیف الجبار سے اقتباس پیش کرتے ہیں۔ مولانا فضل رسول صاحب نے مولوی اسمٰعیل شہید کو بہت سب وشتم کیا ہے اور ان کے طریق کے ماننے والوں کو فرقہ اسماعیلیہ اور وہابیہ کے نام دیئے ہیں اور ان حضرات کے خلاف افتراؤ کذب کا ایک طومار باندھ دیا ہے۔“ (ص۱۰۴)

حضرت بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے مولوی اسماعیل کی تاریخ جو قلمبند کی ہے وہ سب وشتم نہیں، افتراؤ کذب نہیں بلکہ حقیقت ہے اور واقعیت، سنیئے۔

جناب روحی صاحب آپ توکل کی پیداوار ہیں اور مولوی اسماعیل دہلوی کی مدح وثنا میں جن تاریخوں کا آپ نے حوالہ دیا ہے وہ پرسوں، ترسوں کی پیداوار ہیں انھوں نے جو کچھ لکھا وہ سب شنیدہ جیسا کسی نے کہا لکھ دیا اور یاد رکھیئے کہ حضرت مولانا فضل رسول رحمۃ اللہ علیہ اسی زمانہ میں تھے جس زمانہ میں مولوی اسماعیل دہلوی تھے، انھوں نے مولوی اسماعیل دہلوی کی ایک ایک حرکت ایک ایک سکون، ایک ایک قدم تمام حالات، کوائف کو اپنی آنکھ سے دیکھا اور یہ چیز طے شدہ ہے کہ شنیدہ کے بود مانند دیدہ لہذا حضرت بدایونی نے جو کچھ لکھا وہ آپ کے حیرت اور مسعود عالم اور ابو الحسن ندوی وغیرہ کے لکھے ہوئے سے بہت زیادہ

قابل اعتبار ولائق وثوق ہے۔

حضرت بدایونی نے جب یہ دیکھ لیا کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی تقویۃ الایمان کے ذریعہ ابن عبدالوہاب کے عقیدہ کی اشاعت کر رہے ہیں تو وہابی کہہ دیا کیا برا کیا اور وہ تو وہ آپ کے مسلم مولانا عبدالحق مفسر تفسیر حقانی بھی تو مولوی اسمٰعیل کو وہابی قرار دے چکے ہیں۔ فرمایئے انھوں نے بھی کذب وافترا کا طومار باندھ دیا۔ آپ فرماتے ہیں۔

مولانا فضل رسول صاحب بدایونی کے بعد دیگر بزرگوں نے اپنی تمام زندگی مسلمانوں کو کافر بنانے میں صرف کر دی اور ان کو مرتد ٹھہرایا۔ اور بدعات کا ایک طوفان کھڑا کر دیا۔ ہر بدعت کو سنت ثابت کیا۔ تیجہ دسواں، بیسواں، چالیسواں، برسی، عرس، فاتحہ، علم غیب، مردوں سے مدد مانگنا۔ صلوۃ غوثیہ ادا کرنا۔ غرض اسی قسم کے مسائل پر چار چار چھ چھ صفحے کے رسالے لکھے۔

جناب روحی صاحب محمد ابن عبدالوہاب نجدی اور مولوی اسمٰعیل دہلوی اور آپ کے فضلائے دیوبند نے اپنی تمام زندگی مسلمانوں کو کافر مشرک۔ بدعتی بنانے میں صرف کر دی اور عقائد وہابیانہ کا ایک طوفان کھڑا کر دیا۔ ہر امر مباح جائز کو بدعت ثابت کیا۔ معمولات اہل سنت تیجہ۔ دسواں۔ بیسواں۔ چالیسواں۔ برسی عرس فاتحہ اولیاء اللہ سے مدد مانگنے۔ ندائے یارسول اللہ کو حرام اور ناجائز قرار دیا اور فتاویٰ رشیدیہ، براہین قاطعہ، فتاوی امدادیہ، تعلیم الاسلام، تقویۃ الایمان، رسالہ یکروزی، مایۃ مسائل وغیرہ رسالے لکھ مارے۔ علماء اہل سنت کے لکھے ہوئے رسالوں کے اگرچہ چار چار چھ چھ صفحے کے تھے جواب نہ دے سکے۔ بغلیں جھانکنے لگے۔ منہ چھپانے لگے۔ مناظروں کی نوبت آئی تو کہیں روپوش ہو گئے کہیں پولیس کی مدد سے جان بچائی۔

آپ لکھتے ہیں۔

"ان لوگوں نے مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، مولوی خلیل احمد صاحب انبٹھوی۔ مولوی اسمٰعیل شہید۔ مولانا اشرف علی تھانوی کو خاص طور سے مرتد اور کافر ٹھہرایا۔"

جناب روحی صاحب آپ کو بڑا دکھ ہوا۔ بڑا رنج پہنچا۔ مگر جب مولوی قاسم صاحب نے حضور کی ختم زمانی پر حملہ کیا تو آپ کو کچھ دکھ پہنچا یا نہیں۔ خدا کو جھوٹ بولنے پر قادر بتایا۔ شیطان کے علم سے حضور کے علم کو کم ٹھہرایا۔ جانور چوپایوں ایسا کہا تو آپ کو کچھ رنج ہوا یا نہیں۔ جناب الوہیت، جناب رسالت کا کچھ لحاظ نہیں کہ آپ کے فضلا توہین کریں اور آپ کے منہ سے آدھا کلمہ نہ نکلے۔ بلکہ مدح وستائش پر آمادہ رہیں اور ان توہین کرنے والوں کو علماء اہل سنت کچھ کہیں تو آٹھ آٹھ آنسو آپ رونے لگیں۔ ٹسوے بہانے لگیں۔ ان کا اس قدر لحاظ وپاس۔

جناب روحی صاحب خدا کا شکر ادا کیجئے کہ علماء بریلی کے ہاتھ میں صرف قلم تھا۔ صرف جہاد بالقلم سے کام لیا۔ اگر زمانہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا ہوتا یا حضرت عالمگیر کا تو جہاد بالسیف سے کام لیا جاتا کہ شریعت مطہرہ میں توہین جناب الوہیت وشان نبوت کی یہی سزا ہے۔

جناب روحی صاحب مرنا ہے۔ خدا کو منہ دکھانا ہے۔ خداوند تعالیٰ نے پوچھا کہ تم نے ہماری اور ہمارے رسول کی جناب میں گستاخی کرنے والوں کی حمایت کی، طرفداری کی، ان کی مدح کے خطبے پڑھتے رہے۔ صاحب رشد وہدایت اور معالج امراض روحانی سمجھتے رہے اور جن ہمارے بندوں نے حق بات کہی ان پر گرفتیں کیں ان کو آنکھیں دکھاتے رہے۔ برا کہتے رہے۔ کہو کیا جواب ہے روحی صاحب کیا جواب دو گے، جواب کیا دو گے۔ فبہت الذی کے مصداق ہو جاؤ گے

فضلاء دیو بند کی اس قدر پاسداری اور جناب الوہیت و درگاہ رسالت سے اس قدر بے اعتنائی۔

تقویۃ الایمان

آپ نے اس عنوان کے ماتحت حضرت مولانا امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد مبارک۔

"کتاب التوحید کا ترجمہ ہندوستان میں مولوی اسمٰعیل دہلوی نے کیا جس کا نام تقویۃ الایمان رکھا اور ہندوستان میں اسی نے وہابیت پھیلائی۔ ان وہابیہ کا ایک بڑا عقیدہ یہ ہے کہ جو ان کے مذہب پر نہ ہو وہ کافر اور مشرک ہے۔"

نقل کر کے کہا "یہ سراسر الزام ہے۔"

الزام نہیں بلکہ حقیقت ہے بالکل درست ہے بے شک تقویۃ الایمان کتاب التوحید کا ترجمہ ہے جیسا کہ ہم ثابت کر چکے تو اس کی اشاعت وہابیت کی اشاعت ہے اور بے شک ان وہابیوں کا یہی عقیدہ ہے کہ جو ان کے عقیدہ پر نہ ہو وہ کافر و مشرک ہے۔ آپ کے مولوی خلیل احمد صاحب بحوالہ علامہ شامی اور مولوی حسین احمد دونوں نے ان کے اس عقیدہ کا اقرار کر لیا ہے، کیوں صاحب جو بات آپ کے فضلاء دیوبند فرما دیں اور اسی کو دوسرے لوگ کہہ دیں تو دوسروں کا کہنا سراسر الزام۔ بہتان ہو جائے گا۔ اگر الزام و بہتان کی دفعہ لگانا ہے تو دونوں پر کہ وہ دونوں ایک مقولہ کے قائل ہیں اور اگر ایک پر نہیں تو دوسرے پر بھی نہیں۔

آپ نے یہ عبارت بھی بطور طعنہ و الزام نقل کی ہے۔

"اس مذہب کا رکن اعظم اللہ تعالیٰ کی توہین اور محبوبان خدا کی تذلیل ہے ہر امر میں وہی پہلو اختیار کریں گے جس سے منقصت نکلتی ہو۔"

کیا غلط فرمایا۔ آپ کے مولوی حسین احمد صاحب نے بھی تو یہی لکھا ہے۔

''(۴) شان نبوت و حضرت رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں۔ ''

نوٹ:

یہ عبارت گذشتہ اوراق میں بحوالہ صفحہ و کتاب نقل کی جا چکی ہے۔

جناب روحی صاحب اگر آپ برا نہ مانیں تو تقویۃ الایمان سے دو ایک عبارتیں سنا دوں دیکھئے ص ۱۰ پر لکھا۔

''ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے'' اور بڑے مخلوق کی تفسیر خود اس عبارت میں کر دی۔

''ہر بندہ بڑا ہو یا چھوٹا نبی ہو یا ولی سوا اس کے کہ اللہ سے مانگے۔'' الخ ص ۲۵

تو پہلی عبارت میں بڑا مخلوق انبیاء و اولیاء کو چمار سے بھی ذلیل کہا اور وہ بھی اس انداز سے جس سے ظاہر ہے کہ چمار کی تو کچھ عزت ہے اور یہ بالکل ذلیل۔ اور دیکھئے ص ۴۰۔

''اللہ کی شان بہت بڑی ہے سب اولیاء انبیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔''

یہاں بھی وہ ہی انداز ہے کہ ذرہ ناچیز تو کچھ ہے مگر یہ کچھ نہیں اور صاف صاف انبیاء اولیاء کا لفظ استعمال کیا۔ اور دیکھئے ص ۲۹

''اور جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں'' اور دیکھئے ص ۴۳

انبیاء، اولیاء، امام، امام زادے، پیر و شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہیں اور ہمارے بھائی بھی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے ہم ان کے چھوٹے ہیں''

اور یہ تقویۃ الایمان کی عام بولی ہے کہ وہ عاجز ہیں مجبور ہیں نادان ہیں بے خبر ہیں اور جتنی آیتیں اللہ تعالیٰ نے بتوں کے زبوں حالی میں نازل فرمائیں ان سب کو حضرات انبیاء اور اولیاء پر محمول کیا۔

اور سن لیجیے اور ملاحظہ کیجیے صراط مستقیم ص ۸۷

"اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ رسالت مآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے۔"

جناب روحی صاحب دیکھیے آپ نے اپنی تقویۃ الایمان کے گلچھرے کہ کس کس طرح توہینی کلمات استعمال کیے جا رہے ہیں ایسی ہی کتاب کے لیے آپ اپنا درد ظاہر فرما رہے ہیں افسوس صد افسوس۔

اسی طرح حضرت محمد میاں صاحب مارہروی اور حضرت مولانا احمد یار خاں صاحب اوجھیانوی اور فقیر نے "تہافت الوہابیہ" میں اور جناب مولانا محبوب علی خاں صاحب نے "الصوام الحمدیہ" میں جو کچھ لکھا ہے وہ سب حرف بہ حرف صحیح و درست ہے اور مدلل و مبرہن ہے۔ اور وہ تو فقیر کی کتاب تہافت الوہابیہ ہی کے لفظ لفظ اور اس کے استدلال کا ذرا محققانہ انداز سے جواب ہی لکھ دیجیے۔ ہے ہمت۔ جناب روحی صاحب آپ نے زیر عنوان (یہ فروعی اختلاف ہیں) یہ لکھا۔

"ہم مسلمانوں سے خدا کا واسطہ دے کر اپیل کرتے ہیں اور ان سے پوچھتے ہیں کہ اکابرین علماء کو گالیاں دینا اور ان کو کافر ٹھہرانا ان کو مرتد ظالم اور بدمذہب ٹھہرانا کہاں کا اسلام ہے۔ اگر فروعی مسائل میں اختلاف ہے تو اس کے یہ معنے یہ ہیں کہ اسلام سے خارج ہو گئے۔" ص ۱۱۴

سنیے۔ ہمارا اختلاف فروعی مسائل میں بھی ہے اور اصولی مسائل میں بھی ہم اہل سنت نے فروعی مسائل میں کسی کو کافر و مرتد نہیں کہا ہے۔ ہم مذہب و افتا کی نوک اور پلک کو جانتے ہیں یہ آپ کا محض بہتان ہے کہ ہم نے فروعی مسائل کے

سلسلہ میں کافر و مرتد کہا۔ اور اب پھر سن لیجیے کہ فاتحہ و میلاد کا انکار عرس و گیارھویں کا انکار، قیام میلاد کا انکار۔ جواز ندائے یارسول اللہ کا انکار، امداد کا انکار، ماکان و مایکون کے تمام جزئیات کے علم حضور کا انکار نہ کفر ہے نہ ارتداد۔

ہاں اصولی مسائل میں بے شک کفر کا فتویٰ دیا گیا۔ آپ ہی بتایئے کہ خدا کے لیے امکان کذب کا قائل ہونا، ختم زمانی کا انکار، حضور کے علم سے شیطان کے علم کو زیادہ بتانا۔ بچوں پاگلوں۔ جانور چوپایوں کے ایسا علم قرار دینا کیا توہین نہیں۔ استخفاف نہیں، کفر نہیں، ارتداد نہیں اور کیا یہ مسائل بھی آپ کے نزدیک فروعی مسائل ہیں۔ جناب روحی صاحب آپ کو یہ بھی خبر نہیں کہ فروعی مسائل کسے کہتے ہیں اور اصولی مسائل کسے کہتے ہیں۔ یاد رکھئے کہ ذات وصفات باری تعالیٰ اور ذات وصفات نبی سے تعلق رکھنے والے مسائل اصولی مسائل ہیں۔

شریعت مطہرہ نے جو ان کی تفصیل پیش کی ہے اس میں ذرہ برابر کمی ایمان کو نقصان دہ ہے۔

جناب مولانا محمد عمر صاحب نعیمی کی جو عبارت آپ نے اپنے مدعا کے ثبوت میں سواد اعظم سے نقل کی اس کو آپ سمجھے ہی نہیں انھوں نے صرف فروعی مسائل کے اختلاف کو ذکر نہیں کیا۔ بلکہ ان کی آخر عبارت میں یہ لفظ ہیں۔ ”لیکن بعض عقائد میں اور بعض فروعی مسائل میں ان کو ایسا تشدد ہے“ جس میں دونوں قسم کے اختلاف کو بتایا۔ عقائد میں بھی اور فروع میں بھی۔ حیرت ہے کہ آپ نے خود عبارت نقل کی اور خود نہ سمجھے اور اختلاف کو صرف فروعی مسائل پر محمول کیا اور غلط بیانی سے کام لیا۔

جس خط کا آپ نے حوالہ دیا ہے اس میں بھی مسئلہ اذان ثانی کا ذکر ہے اور وہ صرف فروعی مسائل سے ہے۔ نہ اس میں کسی کی تکفیر کا ذکر ہے نہ ارتداد کا، جناب روحی صاحب معلوم ہوتا ہے کہ آپ لکھتے لکھتے ایسے گھبرا گئے کہ عبارتوں

سے اخذ مطالب بھی نہیں کر سکتے اور الٹ پلٹ۔ نتیجہ اخذ کرنے لگے۔ خدا خیر کرے۔

آپ نے ص ۱۰۸ پر لکھا۔

ان بزرگوں کی کتابوں سے عبارات کو قطع و برید کر کے اور ان کو غلط سلط معنی پہنا کر بدنام کیا۔"

جناب روحی صاحب۔ یہ بحث ذرا ٹھنڈے دل سے ملاحظہ فرمایئے تا کہ آپ کی قطع و برید کا حال معلوم ہو جائے۔

دیکھئے جناب جب کوئی مصنف کوئی رسالہ یا کتاب لکھتا ہے تو اس میں کچھ مقدمات ہوتے ہیں کچھ تقریبات ہوتی ہیں کچھ دلائل ہوتے ہیں۔ اصلی مقاصد اور نتائج کلام۔ کتاب کی اصل چیز صرف مقاصد اور نتائج ہیں۔ باقی سب زوائد، بحث " جب کی جاتی ہے تو پہلے مقاصد و نتائج پر اگر ابتداء ہی مقاصد و نتائج غلط ہوں تو پھر مقدمات و دلائل پر گفتگو نہیں کی جاتی۔ شریعت مطہرہ کا قانون ہے کہ دعویٰ اگر اپنے شروط میں پورا نہ ہوا تو اول ہی دفعہ خارج ہو جاتا ہے نہ یہ کہ گواہیاں وغیرہ کے بعد خارج ہو۔

جب سو دو سو ہزار دو ہزار کلمات پر مشتمل کتاب میں سے اصل مقاصد و نتائج لیے جائیں گے تو چند ہی جملے ہوں گے اور آگے پیچھے سے منقطع ہوں گے یہ قطع و برید قابل الزام و اتہام نہیں۔ اس لیے کہ اس نے اصل مقصد کے الفاظ میں قطع و برید نہیں کی ہے۔ بلکہ مقاصد کو مقدمات اور تقریبات و شواہد سے الگ کر دیا ہے کہ ضرورت صرف مقاصد کی ہے۔ سمجھے روحی صاحب۔

علماء اہل سنت نے تحذیر الناس۔ براہین قاطعہ، حفظ الایمان، تقویۃ الایمان وغیرہ میں سے جو عبارتیں نقل کی ہیں وہ صرف اصل مقاصد اور نتائج کی ہیں ان میں کوئی قطع و برید نہیں۔ ہاں وہ عبارتیں مقدمات و شواہد و تقریبات سے ضرور جدا

ہیں اور ان کی ضرورت بھی نہیں۔ ہم نے تحذیر الناس سے جو عبارتیں مختلف صفحات سے نقل کی ہیں۔ وہ سب مل کر ایک ہو کر کفر نہیں بنی ہیں بلکہ ہر ایک عبارت مستقل کفر ہے۔ اسی طرح براہین قاطعہ سے جو عبارت نقل کی ہے۔ وہ ان کے کلام کا نتیجہ ہے جس پر لفظ الحاصل دلالت کرتا ہے اسی طرح حفظ الایمان سے جو عبارت نقل کی ہے وہ مستقل ایک مقصد ہے ان کی عبارتوں میں کوئی مذموم قطع و برید نہیں یہ آپ کا قطع و برید کا لفظ استعمال کرنا محض سیدھے سادے مسلمانوں کو گمراہ اور بدظن کرنے کے لیے ہے۔

رہا ان کے معنی غلط سلط۔ تو جناب وہ عربی نہیں، انگریزی نہیں، جرمنی نہیں روسی نہیں، اردو ہے اردو۔ اور اہل زبان ہونے کی حیثیت سے ہم ان کو خوب سمجھتے ہیں وہ کوئی جناتی زبان نہیں جو سمجھ میں نہ آئے۔ اور اگر واقعی اس میں کوئی اور پہلو بھی نکل سکتا ہے اور غلط سلط معنی بھی ہو سکتے ہیں تو ایسی جناتی زبان کے استعمال کی ہی کیا ضرورت تھی صاف صاف اردو بولنا چاہیے۔ اور وہ بھی جناب الوہیت و درگاہ رسالت میں۔

جناب روحی صاحب آپ سمجھے نہیں۔ جب ان عبارتوں کے مصنفین کے دلوں میں اس خبیث اور توہین آمیز مضمون کا خیال آیا تو قدرت کی طرف سے یہ تازیانہ پہلے ہی لگا کہ صاف صاف اردو میں جس میں ایک پہلو کے سوا دوسرا پہلو ہی نہ نکل سکے لکھوا دیا اور لکھنے والے کو اس وقت پتہ نہ لگا کہ میں کیا کہہ گیا۔ جب علمائے اہل حق نے گرفت کی تو آنکھیں کھلیں ہوش آیا اور بجائے اس کے کہ جلدی سے ان کلمات کو بقاعدہ شرعیہ واپس لے لیتے لگے تاویلیں اور ہیر پھیر کرنے انھوں نے سمجھا کہ اگر ہم نے واپس لیا تو ہمیشہ کے لیے عزت خاک میں مل جائے گی، اور سارے علم و فضل کا کتا ہو جائے گا۔ مسلمانوں کے نزدیک ہمیشہ کے لیے ذلیل ہو

جائیں گے اس لیے ایر پھیر پر ٹھہری کہ کچھ نہ کچھ تو ہم نوا رہیں گے اور پاکستان میں مولوی روحی صاحب ہی کچھ حمایت کر کے مسلمانوں کو بے وقوف بنالیں گے۔

مسلمانوں کی تکفیر

آپ نے اس عنوان کے ماتحت لکھا۔

"ان حضرات کو تو کفر کی گردان کے سوا اور کچھ یاد ہی نہیں۔ لیکن ان کو یہ نہیں معلوم کہ غیر کافر کو کافر کہنا خود کو کافر کہنا ہے۔"

جی ہمیں یہ بھی معلوم ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ کافر کو کافر سمجھنا اور اس کے کفر پر اطلاع پاتے ہوئے مسلمان جاننا یہ بھی کفر ہے۔ فقہ وکلام کا قاعدہ کلیہ ہے۔ من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر۔ اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ حضور نے فرمایا ہے کہ جو کوئی کسی کو کافر کہتا ہے تو یہ دونوں میں سے کسی کو ضرور گھیر لیتا ہے جس کو کافر کہا وہ اگر کافر ہے تو وہ کافر ہے ورنہ کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔ اور ہم کو یہ بھی معلوم ہے کہ اگر کسی کے قول میں ننانوے پہلو کفر کے ہوں اور ایک پہلو اسلام کا تو اس ایک پہلو ہی کا لحاظ کیا جائے گا اور مسلمان رہنے کا فتویٰ دیا جائے گا اور ان ننانوے پہلوؤں کی پروا نہ کی جائے گی۔

ان سب چیزوں کے علم ہوتے ہوئے علمائے اہل سنت نے ان پر جن پر کفر کا فتویٰ دیا جانا چاہیے فتویٰ دیا ہم دودھ پیتے بچے نہیں۔ ہم کو سبق نہ پڑھایئے کہ ان کو یہ نہیں معلوم کہ غیر کافر کو کافر کہنا خود کو کافر کہنا ہے۔

اے جناب روحی صاحب آپ اپنے فضلائے دیوبند میں سے ایک فاضل جناب مولوی مرتضیٰ حسن در بھنگی کا فتویٰ بھی سن لیجیے۔ ملاحظہ کیجیے ان کی کتاب اشد العذاب ص ۵۔

"بخلاف اس بدنصیب کے کہ جو نماز و روزہ بھی ادا کرتا ہے اور تبلیغ اسلام

میں ہندوستان ہی میں نہیں تمام یورپ کی خاک بھی چھانتا ہو بلکہ فرض کرو کہ اس کی سعی اور کوشش سے تمام یورپ کو اللہ تعالیٰ حقیقی اسلام و ایمان بھی عنایت فرما دے مگر اس دعوے اسلام و ایمان اور کوشش وسیع کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کو گالیاں دیتا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یعنی آخر الانبیاء نہ جانتا ہو، اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ جھوٹا جانتا ہو۔ جھوٹ بولنا اس کی عادت بتاتا ہو (یہاں تک کہ کہا) اور ضروریات دین سے انکار کرے وہ قطعاً یقیناً تمام مسلمانوں کے نزدیک مرتد ہے کافر ہے۔" پھر صفحہ ۹ پر لکھا۔

"جیسے کسی مسلمان کو اقرار توحید و رسالت وغیرہ عقائد اسلامیہ کی وجہ سے کافر کہنا کفر ہے کیونکہ اس نے اسلام کو کفر بتا دیا۔ اسی طرح کسی کافر کو عقائد کفریہ کے باوجود مسلمان کہنا بھی کفر ہے۔ کیونکہ اس نے کفر کو اسلام بتا دیا حالانکہ کفر کفر ہے اور اسلام اسلام ہے اس لیے اس کو خوب اچھی طرح (اے جناب روحی صاحب) سمجھ لیں اکثر لوگ اس میں احتیاط کرتے ہیں حالانکہ احتیاط یہی ہے کہ جو منکر ضروری دین ہو اسے کافر کہا جائے۔"

اے جناب روحی صاحب اپنے اس فاضل کی تحریر کی روشنی میں اپنی نصیحت کے جملوں کو ملاحظہ کیجئے اور شرمندہ ہو جائیے۔

اور اے جناب روحی صاحب۔ آپ نے غلط کہا کہ ان کو کفر کی گردان کے سوا اور کچھ یاد نہیں، ہمیں واقعی کفر کی گردان یاد نہیں اور خدا کرے کہ ہمیں یاد نہ ہو۔ ہاں ہمیں تکفیر کی گردان البتہ یاد ہے اور کفر کی گردان آپ کے دوست نجدی اور یار اسمٰعیل دہلوی اور احباب فضلاء دیوبند ہی کو یاد ہے کہ جنھوں نے فروعی مسائل میں بھی مسلمانوں کو کافر و مشرک بنایا۔

جناب روحی صاحب آپ صرف سے تو واقف ہیں نہیں جو تکفیر اور کفر میں

فرق کر سکیں اسی وجہ سے آپ تکفیر کے موقعہ پر لفظ کفر اور کفر کے موقعہ پر لفظ تکفیر بولتے ہیں۔ ہم سے سیکھیے لفظ کفر ثلاثی مجرد ہے۔ جس کے معنی ہیں کفر کرنا اور لفظ تکفیر ثلاثی مزید ہے۔ جس کے معنی ہیں کفر کرنے والے کو کافر کہنا یا سمجھنا۔ لہذا کفر تو برا ہے اور تکفیر کافر مطلوب شرع ہے۔ آپ کے فضلاء دیوبند نے کفر کیا کفر کی گردان گردانی۔ ہم نے کفر کا فتوٰی دیا تکفیر کی۔

تکفیر کا مرتبہ کفر کے بعد ہے۔ جس طرح لاثانی مزید کا درجہ ثلاثی مجرد کے بعد ہے۔ اگر کسی لفظ کا مجرد نہ ہوگا مزید بھی نہ ہوگا۔ اسی طرح آپ کے فضلاء میں کفر نہ ہوتا تو علماء اہل سنت کی جانب سے تکفیر نہ ہوتی۔ ادھر سے کفر ہوا ثلاثی مجرد پایا گیا تو ادھر سے تکفیر ہوئی ثلاثی مزید آپ کے سامنے آیا۔ حضرت شاہ نوری میاں صاحب قدس سرہ نے یہی فرمایا کہ مرا مسلم را کافر گفتن از قتل کردن او ہم بدتر است" مسلمان کو کافر کہنا قتل کرنے سے بدتر ہے۔ علمائے اہل سنت نے کسی مسلمان کو کافر نہ کہا۔ کافر کہا اس کو جس نے کفر کیا۔

دیکھئے آپ نے ص ۱۰۷ پر لکھا۔

"انھوں نے حاجی امداد اللہ مہاجر مکی وغیرہ کے لیے کچھ نہیں لکھا ہے۔"

سنیے آپ جناب حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ باوجودیکہ مولوی رشید احمد اور مولوی خلیل احمد اور مولوی اشرف علی تھانوی کے پیر ہیں۔ مگر علمائے اہلسنت نے بقول آپ کے انھیں کچھ نہیں کہا۔ علمائے اہل سنت معاذ اللہ کچھ سر پھرے تو ہیں نہیں کہ جس سے کفر نہ صادر ہو اس کو بھی کافر کہہ دیں حاجی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ پر کیوں کفر کا فتوٰی دینے لگیں جب ان سے کوئی چیز صادر نہ ہوئی۔ علمائے اہلسنت کی احتیاط دیکھیے کہ پیر کی شان میں ایک لفظ استعمال نہیں کیا مگر اس قسم کے مریدوں پر کفر کے فتوٰی لگائے کیوں اس لیے کہ انھوں نے ایسا

ہی کام کیا۔ جو جیسا تھا اس کے لیے ویسا ہی قدم اٹھایا۔

جناب روحی صاحب قاضی کے دربار میں جب کسی کا زنا یا چوری ثابت ہو جائے تو وہ اس کی سزا کا حکم دے گا، رجم یا کوڑوں کا استعمال ہوگا، ہاتھ کاٹا جائے گا تو یہ رجم اور کوڑوں کا استعمال، ہاتھ کاٹنا برا نہیں۔ برا ہے زنا کرنا۔ چوری کرنا۔ اگر ادھر زنا نہ ہوتا چوری نہ ہوتی تو ادھر یہ سزا نہیں ہوتی۔ اسی طرح اگر ادھر کفر نہ ہوتا تو ادھر تکفیر نہ ہوتی۔ تکفیر ایک قسم کی سزا ہے کفر کی اور سزا جرم پر مترتب ہوتی ہے جرم کرنے والا گرفتار ہوتا ہے سزا دینے والے پر لعن طعن نہیں کی جاتی ہے۔

جناب روحی صاحب علمائے اہل سنت کی تکفیر تو اس قدر حق اور صحیح ہے کہ جس کو آپ کے فضلاء دیوبند نے کھلے لفظوں میں تسلیم کرلیا۔ سنیے وہ ہی آپ کے مولوی مرتضیٰ حسن صاحب اسی اشد العذاب ص ۱۳ میں کہتے ہیں۔

”اگر خاں صاحب (اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خان صاحب) کے نزدیک بعض علماء دیوبند واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ انھوں نے سمجھا تو خاں صاحب پر ان علماء دیوبند کی تکفیر فرض تھی۔ اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو وہ خود کافر ہو جاتے جیسے علمائے دیوبند نے جب مرزا صاحب کے عقائد کفریہ معلوم کرلیے اور وہ قطعاً ثابت ہو گئے۔ تو اب علمائے اسلام پر مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر مرتد کہنا فرض ہو گیا۔ اگر وہ مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر نہ کہیں تو وہ خود کافر ہو جائیں گے جو کافر کو کافر نہ کہے۔ وہ خود کافر ہے۔“

جناب روحی صاحب مسائل پر کچھ کہنے کا شوق پیدا ہو گیا تھا تو شریعت اسلامیہ کے ان قوانین سے پہلے واقفیت ضروری تھی یہاں صرف پروفیسریت ہی سے کام نہیں چلتا، عقائد و فقہ کے جزئیات پر نظر رکھنا ضروری ہے۔ اسی واسطے حرام قرار دیا گیا کہ بغیر کامل علم کے گفتگو کرے آپ نے بغیر علم کے ان مسائل میں

ہاتھ ڈالا آپ نے ایک فعل حرام کا ارتکاب کیا توبہ کیجئے اور آئندہ ایسا قدم نہ اٹھایئے۔

باب ہفتم

آپ نے زیر عنوان (باب ہفتم انگریز دوستی اور بریلوی جماعت) سنی علماء پر دوسرے انداز سے نکتہ چینی کی ہے اور انگریز دوستی کا الزام لگایا ہے آپ فرماتے ہیں۔

''ان میں سے بعض علماء نے از اول تا آخر ملک وملت کے مفاد سے ہمیشہ مخالفت کی ہے ہم نے پچھلے صفحات میں ان کا رویہ تحریک ولی اللہی تحریک، جہاد سید احمد شہید۔ مولوی اسمٰعیل شہید، انقلاب ۱۸۵۷ء کے متعلق دکھایا ہے کہ ان علمائے کرام نے کس کس طرح ان مقدس تحریکات کو نقصان پہنچایا اور انگریزوں کو خوش کیا۔''

جناب رومی صاحب آپ کی کتاب آئینہ صداقت کی تو یہ عام بولی ہے کہ آپ نے علمائے اہلسنت پر بار بار یہ جملے کسے ہیں کہ انگریزوں کا ساتھ دیا اور ان انگریزوں کی دوستی میں وہابی کہہ کر بدنام کیا اور یہ غالباً اس لیے کہ انگریز سے ہر پاکستانی اور جدید ہندوستانی مسلمان متنفر ہو چکا ہے اس کے کردار سے عام بیزاری ہو چکی ہے اس لیے آپ نے اس سے فائدہ حاصل کیا کہ اس کا نام سنتے ہی اور یہ معلوم کرتے ہی کہ فلاں فلاں نے انگریز کا ساتھ دیا تھا ہر مسلمان اس سے متنفر ہو جائے گا۔ اچھا کیا آپ نے اس موضوع کو ترک نہ فرمایا حقیقت واضح ہو جائے گی سنیے جناب۔

انگریز سے دوستی کس نے کی مولوی اسمٰعیل دہلوی نے اور پیر جی سید احمد صاحب نے، دونوں نے انگریزوں پر عدم جہاد کا فتویٰ دیا اور یہاں تک کہا جوان

سے لڑے مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ ان سے لڑیں۔ ہم ان کی رعایا ہیں ان کی حکومت میں ہمیں امن ہے ان کی دعوتیں اڑائیں سات سات ہزار کی ہنڈیاں وصول کیں انگریز سے تخلیہ میں دو دو گھنٹے باتیں کیں فرمایئے یہ انگریز دوستی آپ کے شہیدین نے کی یا بریلوی جماعت نے۔ بریلوی جماعت کے مولانا فضل امام اور مولانا عبدالحق اور مولانا عنایت علی مصنف علم الصیغہ نے مخالفت کا جذبہ پیدا کیا اور انگریز سے جہاد کی تیاری کی تو آپ کے شہیدین نے عدم جہاد کا فتوی صادر کر کے مسلمانوں کو ٹھنڈا کر دیا اور ان حضرات کو انگریزوں کی طرف سے سزائیں ہوئیں۔

آپ نے اس موضوع کو چھیڑ دیا ہے تو اور سن لیجیے۔

تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۸۰ میں جناب گنگوہی صاحب کہتے ہیں۔

''جب میں حقیقت میں سرکار (برٹش کا) فرماں بردار رہا ان جھوٹے الزام سے میرا بال بھی بیکا نہ ہوگا۔ اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔''

فرمایئے جناب یہ انگریز دوستی کس کا شعار ہے یہ کس کے سامنے اطاعت کا سر جھک رہا ہے اور اپنا مالک کہا جا رہا ہے۔

اور سنیئے اسی تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۷۳ میں ہے۔

''بعض کے سروں پر موت کھیل رہی تھی انھوں نے کمپنی کے امن و عافیت کا زمانہ قدر کی نگاہ سے نہ دیکھا اور اپنی رحمدل گورنمنٹ کے سامنے بغاوت کا علم قائم کیا۔''

فرمایئے جناب یہ انگریز کی دوستی کہ اس کے خلاف قدم اٹھانے والے کو باغی ہونے کا فتویٰ دیا جائے۔

اور سنیے اور دیکھیے کتاب مکالمۃ الصدرین مرتبہ طاہر احمد قاسمی مطبوعہ رحمانی پریس محلہ گڑھیا دہلی ص ۸

''مولانا حفظ الرحمٰن (سیوہاروی ناظم اعلیٰ جمعیۃ العلماء ہند دہلوی نے) کہا ''الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی تحریک کو ابتدا حکومت کی جانب سے بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا پھر بند ہو گیا۔''

فرمایئے جناب نام تبلیغی جماعت اور کام تبلیغ کلمہ و نماز اور عالم بھر میں شور مگر انگریز کے وظیفہ خوار، فرمایئے یہ انگریز دوستی نہیں ہے تو اور کیا ہے۔

اور سنیے اور دیکھیے اسی مکالمۃ الصدرین کے ص ۱۰، ۱۱ کو۔ ''شبیر احمد دیوبندی صدر جمعیۃ العلماء اسلام کلکتہ نے حفظ الرحمٰن کے جواب میں کہا کہ دیکھیے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے اور آپ کے مسلم بزرگ اور پیشوا تھے ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ ان کو چھ سو روپیہ ماہوار حکومت کی جانب سے دیئے جاتے تھے۔''

فرمایئے جناب یہ انگریز دوستی کہ چھ سو روپیہ ماہوار وظیفہ پائیں اور فرمایئے کہ انگریز دوستی میں آپ فضلائے دیوبند کا کس قدر لمبا ہاتھ ہے۔

آپ نے اس موضوع میں دو بزرگوں کے نام لیے ہیں حضرت مولانا فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ دونوں حضرات کا کوئی فتویٰ ایسا پیش کر سکتے ہیں جس میں انگریزوں سے عدم جہاد کا ذکر ہو، ایسی تحریر دکھا سکتے ہیں جس میں دبی لچی گفتگو ہو۔ انگریز کو رحم دل بے رور یا غیر متعصب کہا ہو۔ پھر ان پر انگریز دوستی کا الزام کیونکر صحیح ہو سکتا ہے یا یہی ثابت کر دیجیے کہ ان حضرات نے انگریزوں سے وظیفہ پایا ہو۔ جناب والا یہ سب خوبیاں آپ کے فضلاء دیوبندی میں ہیں جن کی علوشان رفعت مکان کے

آپ گیت گا رہے ہیں۔

اس سلسلہ میں آپ نے حضرت مولانا فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرتے ہوئے اکمل التاریخ سے ایک طویل مضمون نقل کیا جس میں آپ کی ملازمت محکمہ افتا کا ذکر ہے جو گورنمنٹ کی طرف سے قائم تھا۔ پھر سررشتہ داری کا ذکر ہے۔ اس کے بعد آپ نے لکھا۔

"آپ ملاحظہ فرمایئے کہ ایک عالم ہوتے ہوئے دنیوی اعزاز و وقار کے لیے انگریز کی ملازمت کر کے حکام وقت کو گرویدہ لیاقت بنانا یہ تو انگریز سے تعلق کا کھلم کھلا حال ہے۔" ص ۱۳۲

مگر جناب روحی صاحب اس سے زیادہ کھلم کھلا حال تو مولوی اسمٰعیل دہلوی اور پیر جی سید احمد صاحب کا ہے کہ صاف صاف لفظوں میں انگریز سے جہاد نہ کرنے کا فتویٰ دیا اور اس کو رحم دل سرکار کہا اور انگریز کو اتنا گرویدہ بنایا کہ ہنڈی آئی اور دعوت اڑائی اور انگریز سے لڑنے والوں کے ساتھ جنگ کا حکم دیا۔

اور حضرت مولانا بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کا تو یہ ابتدائی زمانہ تھا انھوں نے یہ ہی پسند فرمایا کہ محکمہ افتا کی ملازمت کی اس وقت حکومت کی طرف سے دارالافتا اسی لیے قائم تھے کہ مسلمانوں کے مذہبی مسائل کا تصفیہ مسلمان عالم ہی کرے اس لیے مسلمانوں کے دینی مسائل کی حفاظت کے لیے ملازمت اختیار کی۔

پھر آپ نے لکھا۔

"اس کے صلہ میں انگریز نے ریاست حیدر آباد دکن سے سترہ روپیہ یومیہ مقرر کرا دیے جو بعد کو گیارہ روپیہ یومیہ ہو گئے۔"

جناب روحی صاحب کیا انگریز کا پروانہ آپ ہی حیدر آباد لے کر گئے تھے جس میں نواب حیدر آباد کو لکھا تھا کہ ان کے سترہ روپیہ مقرر کر دو۔ آپ کو اس کا علم

کس طرح ہوا یا کوئی کان میں پھونک گیا۔

جناب روحی صاحب یہ تو ریاست حیدرآباد کا عام دستور تھا کہ ہر صاحب کمال کی وہ قدر کرتی تھی اور وظیفے مقرر کرتی تھی۔ یہاں تک کہ شاعروں اور ہندوؤں کے پنڈتوں کے بھی وظیفے مقرر ہوتے تھے۔ اس کو انگریز کی سفارش سے کیا تعلق اور اگر ہے تو فرمایئے کہ دارالعلوم دیوبند کو وہاں سے وظیفہ ملتا تھا۔ اکثر فضلاء دیوبند وہاں کے وظیفہ خوار تھے اور مولوی شبیر احمد عثمانی تو آخر تک وظیفہ خوار رہے فرمایئے یہ بھی انگریز سے تعلق کا کھلا حال ہے اور انگریز نے ان کے وظیفے مقرر کرائے۔

جناب انگریز کی اعانت اسے نہیں کہتے ہیں انگریز کی اعانت اور کھلا تعلق یہ ہے کہ مولوی الیاس صاحب اور مولوی اشرف علی صاحب براہ راست حکومت سے وظیفہ پاتے رہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اور اگر ریاست حیدرآباد کا کچھ دینا انگریز کے کہنے سے تھا تو کیا فرمائیں گے آپ سید احمد صاحب کے لیے جبکہ نواب ٹونک نے انھیں دس بیس ہزار روپیہ دیئے تھے دیکھئے۔ حیات طیبہ ص ۳۰۸

"نواب ٹونک نے بھی دس بیس ہزار روپیہ شاہ اسحٰق کی معرفت بھیجے"

فرمایئے کہ یہ روپیہ انگریزی نے بھجوائے ہوں گے۔ کیونکہ وہ انگریزی کی طاقت ختم کرنے کے لیے سکھوں سے جہاد کے لیے آمادہ ہوئے تھے۔

آپ نے زیر عنوان (مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے تعلقات) لکھا۔

"رہے ہمارے مولانا احمد رضا خاں صاحب کے تعلقات وہ ہم صرف اشارۃً بیان کرتے ہیں تفصیلات کا موقع نہیں۔ مولانا کا مدرسہ بریلی کے رئیس

اعظم سرکار انگریزی کے وفادار اور اس کے خطاب یافتہ خان بہادر رحیم داد خاں صاحب بریلوی کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ الخ"

جناب روحی صاحب کو جب یہاں انگریز دوستی کی کوئی چیز نہ ملی تو فرمادیا کہ تفصیلات کا موقع نہیں۔ اشارۃً بیان کرتے ہیں۔ جناب یہاں تفصیلات میں کچھ ہی نہیں جو آپ کو موقع ملے اور اشارۃً بھی بیان کیا تو رحیم داد خاں صاحب کی اعانت مدرسہ، بس

جناب روحی صاحب ایک خان بہادر رحیم داد خاں ہی کیا بکثیر نے خان بہادر اس آستانہ کے نیازمند تھے اور صرف یہ ہی نہیں بمبئی اور کاٹھیاواڑ اور رنگون اور برما اور کلکتہ کے بڑے بڑے تاجر نیازمند تھے مدرسہ کی اعانت کرتے تھے۔

اور اس طرح ایک دو نہیں بلکہ سینکڑوں خان بہادر سرکار سے خطاب یافتہ خان بہادر اور شمس العلماء دارالعلوم دیوبند اور مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے معین و مددگار رہتے تو فرمایئے کہ یہ آپ کے مدرسہ بھی گورنمنٹ کے منت کش و بہی خواہ ہوئے واللہ کیا اشارہ ہے آپ کا اشارہ ہے یوسوس والے کا وسوسہ ہے۔ رحیم داد خاں اگر خان بہادر تھے خطاب یافتہ تھے تو اس سے پھر کیا وہ خود گھر کے رئیس اعظم تھے اپنی ذاتی جائیداد کے محاصل سے مدد کرتے تھے اور کیوں جناب آپ نے بھی تو انگریزی اسکول میں ملازمت کی ہے اور پروفیسری کا خطاب انگریزی کا دیا ہوا ہے تو آپ کے لیے بھی وہ ہی اشارہ نکلتا ہے جو دوسروں کے لیے اشارہ نکلا تھا۔

آپ نے اس کے بعد لکھا۔

"ان بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے خلافت میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ مسلم لیگ کے یہ دشمن رہے علی گڑھ تحریک کو انھوں نے بدنام کیا۔ مسلم

ایجوکیشنل کانفرنس کو انھوں نے نہ بخشا۔ پاکستان کے خلاف انھوں نے زہر اگلا۔"

جناب روحی صاحب مولانا احمد رضا خاں کے زمانہ میں کب پاکستان بنا تھا۔ مسلم لیگ اس وقت کہاں تھی یا یوں ہی اللٹپو اڑانا شروع کر دیا۔ یہ آپ کی تاریخ دانی ہے وہ اپنے اصول کے بہت پختہ تھے تھالی کے بیگن نہ تھے جس چیز کو انھوں نے حق سمجھا اس پر وہ پابند رہے۔ خلافت میں شرعی قباحتیں دیکھیں کنارہ کش رہے ایک عالم ربانی کا یہ ہی فرض ہے کہ دین کے معاملہ میں مداہنت سے کام نہ لے۔ علی گڑھ تحریک کو انھوں نے ہی صرف بدنام نہیں کیا بلکہ آپ کے تمام فضلائے دیوبند اس کے خلاف رہے چنانچہ تفصیل کے ساتھ مولانا عبدالحق حقانی نے تفسیر حقانی میں سید احمد خاں کا رد کیا اور اس کو گمراہ قرار دیا اور جناب روحی صاحب مسلم لیگ کی مخالفت کا الزام صرف اہلسنت کے سر پر ہے اور آپ کے فضلائے دیوبند نے، مولوی حسین احمد صاحب نے، مولوی حفظ الرحمن صاحب نے، مولوی کفایت اللہ صاحب نے، مولوی ابو الکلام آزاد صاحب نے جو مسلم لیگ کی مخالفت کی ہندوستان کو تقسیم کرایا۔ خون بہایا۔ جناح کو گالیوں سے یاد کیا، یہ کارنامے اپنے فضلاء دیوبند کے بھول گئے اور جب پاکستان بن گیا تو یہ ہی مسلم لیگ کے مخالف پاکستان کو برا کہنے والے سب سے پہلے یہاں سے بھاگے اور پاکستان پر قابض ہوگئے اور آپ بھی تو مسلم لیگ کے مخالف تھے اپنے فضلاء دیوبند کے ہم خیال اور کانگریس کے حامی تھے۔ جناح کو رافضی کہہ کر مخالفت کرتے تھے اور اب پاکستان پہنچ گئے تو بگلا بھگت بن گئے اور پکے مسلم لیگی ہوگئے۔ تف ہے ایسے ناپاک القاب پر کہ جیسا ماحول دیکھا ویسے ہی ہوگئے۔

رہ گئے اس دور کے وہ حضرات جنھوں نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ان کے ملفوظات گرامی سنے اور ان کے علم و فضل اور واقفیت مسائل شرعیہ سے

باخبر تھے انھوں نے وقت کی نزاکت کا بھی خیال کیا اور مذہب کی نوک پلک کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ مسلم لیگ کی مخالفت کی نہ موافقت، سکوت سے کام لیا۔

آپ نے زیر عنوان (وصایا مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی) دو وصیتوں کا ذکر کیا اور بطور طعنہ زنی ذکر کیا۔ سنیے جناب

اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مبارک زندگی بدمذہبوں۔ بدعقیدوں کے رد و ابطال میں گذاری اور مذہب اہل سنت کی بہت بڑی خدمت انجام دی۔ طبیب کا فرض ہے کہ بوقت معالجہ جس طرح استعمال کے لیے دوائیں، غذائیں بتاتا ہے اسی طرح اس کو پرہیز بھی بتانا چاہیے اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک ماہر طبیب روحانی تھے جہاں انھوں نے مذہب اہلسنت کے اتباع کی تاکید کی وہاں بد مذہبوں سے پرہیز کرنے کی بھی تلقین فرمائی۔

جناب روحی صاحب جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمادیا کہ میری امت کے تہتر فرقے ہو جائیں گے ایک جنت میں جائے گا باقی بہتر جہنم میں (مشکوٰۃ) تو جنتی اور جہنمیوں کا پہچاننا ضروری ہوا یا نہیں تاکہ جنتی کا اتباع کر کے جنت کے مستحق ہوں اور جہنمیوں سے بچ کر جہنم سے بچیں اور یہ بات طے شدہ ہے کہ وہ ایک جنتی گروہ صرف اہل سنت ہیں۔ باقی جہنمی لہذا فرق باطلہ سے بچنے کی وقت وفات وصیت فرمادی۔ اس وصیت سے آپ کے جگر میں کیوں تیر لگا جو چیں بجبیں ہو گئے۔

دوسری وصیت متعلقہ بہ فاتحہ۔ جناب روحی صاحب یہ وصیت وصیت بانفاق مال ہے۔

اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنی زندگی میں اپنے مال کے مالک تھے اور مالک کو حق حاصل ہے کہ اپنے مال میں سے کچھ مال کے لیے وصیت کر جائے اعلیٰحضرت

رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مال میں سے خرچ کرنے کی ایک وصیت فرمائی کہ میرا فاتحہ کیا جائے۔ اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ فاتحہ کے جواز و استحسان کے قائل تھے اس لیے فاتحہ کی وصیت فرمائی اور بہ ظاہر کہ بعد وفات اعلیٰحضرت ان چیزوں کو جن کا فاتحہ میں ذکر کیا گیا ہے براہ راست تو نوش فرمائیں گے نہیں بلکہ کھائیں گے حق دار اور ان کو اس کا ثواب پہنچے گا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون تم نیکی ہرنہ پاؤ گے جب تک کہ اپنی محبوب چیز خرچ نہ کرو گے۔ اس آیہ کریمہ کے نزول کے بعد حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ، اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے اور میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب باغ بیرحا ہے لہذا خدا کے لیے اسے خرچ کرتا ہوں یہ صدقہ ہے۔ معلوم ہوا کہ محبوب چیز کا خرچ مطلوب شرع ہے۔ اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنی زندگی میں ان غذاؤں کو محبوب رکھتے تھے۔ لہذا فاتحہ و انفاق کے لیے محبوب چیز کی وصیت فرمائی اور قرآن کریم کی آیت کے منشا پر عمل فرمایا۔

اے جناب روحی صاحب اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تو ان لذیذ غذاؤں پر فاتحہ کی وصیت فرمائی مگر آپ کے فضلاء میں سے تو کسی کو یہ بھی توفیق نہ ہوئی کہ باجرہ کی روٹی اور بھینس کے گوشت یا ارہر کی دال ہی پر فاتحہ کی وصیت کر جاتے وہاں تو یہ ہی حال رہا کہ مر گئے ـــــ نہ فاتحہ نہ درود۔ اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے مال میں سے خرچ کرنے کی وصیت فرمائیں اور آپ جیسے ناعاقبت اندیش دنیا طلبی پر محمول کریں۔ دنیا طلبی تو جب ہوتی جب یہ فرماتے کہ اگر کسی کو میری دعوت کرنا ہے تو یہ لذیذ غذائیں تیار کرنا۔ افسوس ہے آپ کی ذہنیت پر کہ بات سمجھنے اور کہنے کا بھی شعور نہیں پروفیسر تو ہیں مگر بات سمجھنے کے لیے بچوں کی سمجھ سے بھی کم سمجھ

ہے۔

مسلمانوں سے درخواست

آپ نے اس عنوان کے ماتحت جو درخواست کی ہے اس کا اکثر حصہ شریعت مطہرہ کے قانون کے خلاف ہے لہذا وہ درخواست قابل قبول نہیں۔ صحیح درخواست یہ ہے۔

آخر میں ہم مسلمانوں سے درخواست کرتے ہیں کہ خدا کے واسطے اللہ و رسول کا حکم قرآن شریف وحدیث کریم اور فقہ وکلام سے معلوم کیجئے اور اس پر عمل کیجیے، علمائے حق اہلسنت سے ملیے، علمائے سوء اہل مذاہب باطلہ سے دور رہیے فرض کو فرض۔ واجب کو واجب، سنت کو سنت۔ مستحب کو مستحب۔ حرام کو حرام، ناجائز کو ناجائز جانیئے۔ جائز ومباح کو بدعت نہ جانئے کہ تعدی حدود اللہ نہ ہو جائے۔ بدعات اور اہل بدعات سے دور رہیے۔ جس کو حضور نے ناجی فرمایا ہے اس کا ساتھ دیجئے جس کو ناری فرمایا ہے اس سے دور رہیے کہ کہیں اس کی وجہ سے تم ہی ناری نہ ہو جاؤ۔ سنی رہیے۔ اور دیوبندی وہابی اور آزاد خیالوں کے چکر میں نہ پڑیئے اور جو مولوی ہر بدمذہب اور بدعقیدہ کو حق اور مسلمان سمجھے اس کی ہرگز نہ سنیے وہ اسلام وکفر کو ابتک نہیں سمجھا۔ لہٰذا اس سے اسلام کا راستہ ملنا مشکل ہے وہ سب کو ایک سمجھ کر سب سے ملنا چاہتا ہے اور اپنا الو ہر کسی سے سیدھا کرنا چاہتا ہے ورنہ مسلمان کو مسلمان سمجھنا اور کافر کو کافر جاننا ضروریات دین اسلام سے ہے جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں۔ یہ دور بڑا نازک دور ہے ہر جاہل تمھارے سامنے مصلح بن کر آئے گا۔ دیکھو یاد رکھو کہ اس قسم کا مولوی جو باطل وحق کی تمیز نہ رکھے تمام بد مذہبوں کو محبوب نگاہوں سے دیکھے۔ وہ میدان قیامت میں پریشان ہوگا اور ذلیل وخوار۔

روحی صاحب نہ تو آپ کو بات کرنے کا ڈھنگ ہے نہ کلام کے ربط و سلسلہ کا شعور ہے جو بات جس وقت یوسوس والے نے ڈال دی کہہ ماری۔ اگلی پچھلی سے ملتی جلتی ہو یا نہ ہو بلکہ یوں کہیے کہ دل کے پھپھولے پھوڑتے ہو۔ بھلا بتایئے درخواست کے ساتھ مہاجرین پر حملہ کرنے اور ان کو برا کہنے سے کیا تعلق ہے یہ تو آپ کی ناپاک ذہنیت اور کمینگی پر دال ہے۔

یہ تو انقلاب زمانہ ہے۔ مہاجرین کی تقدیر میں مصیبتیں تھیں اٹھائیں مگر نہ اس لیے کہ آپ طعنہ لگائیں اور مذاق بنائیں۔ اور ہندوستان میں آستانے اور قبریں ہی کیا چھوڑ کے آئے بڑے بڑے عالیشان مکان، دوکانیں، تجارتیں چھوڑ کر آئے مگر الحمد للہ کہ مذہب ساتھ لے کر آئے وہاں سنی تھے یہاں بھی سنی ہی رہے وہاں لنگی تھے تو یہاں بھی لنگی ہی رہے۔ وہابی دیوبندی نہ ہوئے یہ نہ ہوا کہ بھارت میں کانگریسی اور پاکستان میں لیگی۔ وہابیوں دیوبندیوں نے پینچ کر تو اپنی مکاری و حیلہ سازی سے حکومت میں جگہ لے لی عہدے سنبھال لیے اونچی اونچی تنخواہیں پانے لگے ان کے پیٹ تو اس طرح پر ہو گئے تو بیچارے سنی کیا کرتے انھوں نے عرسوں اور فاتحوں سے ہی کام لیا۔ مگر یہ تو بتایئے کہ سنی مولوی تو قبریں آستانے یہاں چھوڑ گئے مگر آپ کے فضلاء نے ان پر کیوں قبضہ کیا اور کرنا چاہتے ہیں۔ کہیں خواجہ صاحب کا عرس کرا رہے ہیں۔ کہیں قطب صاحب کا عرس کرا رہے ہیں قوالی کی مجلسوں میں رونق افروز ہیں اوقاف کو ہڑپ کرنے کی فکر میں ہے۔ یہ مذہب کے خلاف حرکتیں کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ آپ سمجھے، میں بتاؤں آپ کے فضلاء کو تقسیم ہندوستان سے پہلے کانگریس کی خدمات انجام دینے کے سلسلہ میں تنخواہیں ملتی تھیں۔ وظیفے ملتے تھے مگر جب کانگریس کو ضرورت نہ رہی تو یہ سب بند ہو گئیں اب رہ گئے کھسکے ہاتھ تو کیا کریں۔ بس انھوں نے انہیں آستانوں قبروں

سے اپنا پیٹ بھرنے کی فکریں کیں۔ مگر مذہب چھوڑ کر جس کو بدعت وناجائز کہتے تھے اس پر عمل کر کر۔ خدا کا شکر ہے کہ سنیوں نے اپنا مذہب نہ بدلا جس عرس وفاتحہ سے وہاں ان کی دنیا چلتی تھی اسی سے پاکستان میں وہ وہاں بھی جائز سمجھتے تھے یہاں بھی جائز سمجھتے ہیں۔ آپ کا یہ کہنا کہ یہ لوگ ذہنی کشمکش میں مبتلا ہیں بالکل غلط صرف دنیوی کشمکش میں مبتلا ہیں۔ ذہنی حالت تو دونوں جگہ ایک ہے ذہنی کشمکش میں آپ کے فضلا مبتلا ہیں کہ جس چیز کو حرام اور ناجائز کہتے تھے اب اس کو عملاً جائز کہہ رہے ہیں۔

آرزوئے دلی

اس عنوان کے ماتحت آپ نے آرزوئے دلی ظاہر کی ہے۔ ہم بھی اس آرزوئے دلی میں آپ کے شریک ہیں مگر ذرا سی ترمیم کے ساتھ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ایک عقیدہ ومذہب اہل سنت کا پابند رکھے۔ باقی بہتروں کو یا تو سنی بنادے یا ختم کردے اس لیے کہ جب تک عقائد میں اتحاد نہ ہوگا کسی چیز میں اتحاد نہیں ہو سکتا۔ دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام بہتر فرقوں کے شر سے محفوظ رکھے اور جاہل شریعت سے ناواقف مسائل فقہ وکلام سے بے خبر لیڈروں، پروفیسروں، نام کے مولویوں سے مامون رکھے۔ آمین۔

بقایا

جناب روحی صاحب۔ آپ نے شروع کتاب میں ایک مقدمہ لکھا ہے جس میں ایک لیڈرانہ مضمون قلم بند کیا ہے۔ اس کے متعلق بھی مجھے عرض کرنا ہے۔

آپ نے اسلام کے اتحاد واتفاق اور اس کی برکتوں کا ذکر کرتے ہوئے نااتفاقی کی مذمت اور اس کے نقصانات کا ذکر کیا ہے۔

مگر آپ جانتے ہیں کہ اتفاق واتحاد اسی وقت رہتا ہے۔ جب سب ایک

مرکز سے متصل اور ایک دائرہ کے اندر ہیں نقصان وہی پہنچائے گا جو مرکز کو چھوڑے اور دائرہ سے باہر نکلے۔ اسلام کا مرکز وہ ہے جس کو حضور نے ما انا علیہ فرمایا ہے۔ اور دائرہ وہ جس کو حضور نے واصحابی فرمایا ہے۔ حضور نے اسی ما انا علیہ واصحابی کو نجات والا اور جنتی کہا ہے۔ مرکز اور دائرہ کے چھوڑنے والوں کو کلھم فی النار فرما کر ہلاک شدہ اور جہنمی بتایا۔ حضور کی اس پیشگوئی نے صاف صاف بتا دیا کہ ایک زمانہ ضرور ایسا آئے گا جس میں لوگ مرکز و دائرہ کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ پیشگوئی تو پوری ہونی ہی ہے آپ ہزار کوششیں کریں کہ افتراق و اختلاف نہ ہو وہ تو ہو کر ہی رہے گا۔ ہمارا فرض یہ نہیں ہے کہ دنیا سے افتراق و اختلاف کو مٹا دیں اور نہ یہ ہماری طاقت میں ہے۔ اس لیے کہ حضور کی پیشگوئی کے خلاف کبھی نہیں ہو سکتا کہ یہ سب بہتر ختم ہو جائیں یا ان کا اختلاف نیست و نابود ہو جائے۔ ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم بہت سوچ سمجھ کر قدم اٹھائیں اور اپنے آپ کو ان بہتروں سے محفوظ رکھیں۔

آپ کا یہ کہنا (کہ چند فروعی اختلافات کو آڑ بنا کر اختلافات کی خلیج کو وسیع سے وسیع تر کر رہے ہیں) خلاف واقعہ ہے۔ اگر اختلافات صرف فروعی ہوتے تو کبھی خلیج وسیع نہیں ہوتی۔ آپ دیکھیے حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنبلیہ میں بڑا فروعی اختلاف ہے ہزاروں مسائل میں ایک کی رائے دوسرے کے خلاف ہے۔ مگر الحمد للہ کہ ان کے آپس میں کوئی دشمنی نہیں۔ کوئی ضد نہیں۔ ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہے ایک کا دوسرے کے یہاں رشتہ ہو جاتا ہے اور ہر ایک دوسروں کے ان خیالات سے جو علم فقہ سے تعلق نہیں رکھتے متفق ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ علم عقائد و کلام میں حنفیہ، شافعیہ اور مالکیہ کی لکھی ہوئی کتابوں کو تسلیم کرتے ہیں اور اس کے مطابق اعتقاد رکھتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ آج کل کا اختلاف فروعی نہیں ہے

بلکہ اصولی اختلاف ہے جس اختلاف کی وجہ سے وہ بہتروں میں شمار ہوئے۔ شیعہ۔ معتزلہ۔ قدریہ۔ جبریہ سے اہل سنت کا اختلاف فروعی نہیں بلکہ اصولی ہے اور عقائد کا ہے چونکہ یہ لوگ اپنے اعتقاد کی وجہ سے اس مرکز اور دائرہ سے جدا ہوگئے۔ اختلاف رونما ہو گیا۔ ہم اہل سنت الحمد للہ اسی دائرہ میں رہے اختلاف ہم نے نہیں کیا۔ بلکہ انھوں نے کیا۔

رہا اس دور کا اختلاف واللہ العلی العظیم اگر صرف فاتحہ کا مسئلہ ہوتا گیارہویں اور عرس کا مسئلہ ہوتا۔ چادر اور غلاف کا مسئلہ ہوتا تو یہ اختلاف ایسا ہی ہوتا جیسا کہ شافعیہ و حنفیہ کا اختلاف کہ یہ اختلاف صرف جواز و عدم جواز، استحسان و عدم استحسان کا ہوتا مگر اختلاف صرف اس پر منحصر نہیں عقائد میں اختلاف کیا گیا علم غیب نبی کا انکار کیا گیا۔ جو اعظم معجزات و دلائل نبوت سے ہے جس کا ثبوت قرآن کی نصوص قطعیہ سے ہے ختم نبوت زمانی پر حملہ کیا گیا۔ حضور کے علم کو شیطان کے علم سے کم ٹھہرا کر بچوں اور پاگلوں، جانوروں اور چوپایوں ایسا بتا کر حضور کی توہین کی گئی اور معاذ اللہ خدا کو جھوٹ بولنے پر قادر بتایا گیا۔ یہ اختلاف ہوا اور اصولی اور اعتقادی اختلاف ہوا۔ پھر بھلا بتایئے کہ جب اسلام و کفر کا صاف و صریح اختلاف ہوا تو اتحاد تو آپ ہی غائب ہو جائے گا اور نجدی نے تو خدا کی پناہ شفاعت کا انکار کیا حضور کی حیات جسمانی کا انکار کیا۔ سفر زیارت کا انکار کیا۔ تعظیم انبیاء کا انکار کیا۔ فرمایئے یہ سب اختلاف آپ کے نزدیک فروعی اختلاف ہیں اگر آپ ان کو فروعی مسائل سمجھتے ہیں تو یقیناً آپ فروع و اصول ہی سے بے خبر ہیں۔ آپ دونوں کے فرق سے نابلد ہیں آپ کو پہلے شرح عقائد شرح مواقف سایرہ وغیرہ و علم کلام پڑھنا چاہیے تھا تب اس موضوع پر کچھ کہتے یا صرف لفظ فروع ہی یاد کیا ہے کہ ہر جگہ اسی کا استعمال۔

آپ فرماتے ہیں کہ انگریز نے اپنے اقتدار کے مضبوط کرنے کے لیے خصوصاً اٰنخ کیا میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ انگریز نے اپنے اقتدار کے مضبوط کرنے کے لیے خصوصاً اور اپنے دوران حکومت میں عموماً ایسے بعض مولویوں (سید احمد اور اسمٰعیل دہلوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی اشرف علی تھانوی اور مولوی محمد الیاس کاندھلوی) کو خرید کر ہنڈی اور وظیفے دے کر ملت اسلامیہ میں اختلافات کا ایک سلسلہ پھیلایا۔ انگریز کی پالیسی آپس میں پھوٹ ڈالنا اور حکومت کرو تھی لہذا اس نے ان پیروں اور مدرسہ کے مولویوں اور خاندانی بدعقیدوں کو خرید کر خوب ان سے کام لیا۔ بعض مولویوں نے فاتحہ اور میلاد کے نام پر بدعتی کہنے کا کارخانہ قائم کیا اور بعض نے علم غیب وشفاعت وزیارت وغیرہ کے اعتقاد پر تکفیر کی مشین چلانی شروع کی اور اہل سنت وجماعت کو بدعتی اور کافر کہنا اپنا شعار بنا لیا تقویت الایمان چھاپ کر مفت تقسیم کی گئی اور ملک میں افتراق کی آگ پھیلا دی حالانکہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ تک یہ سب کچھ نہ تھا۔ اہل سنت وجماعت کو بدعتی کے نام سے مشہور کر کے نااتفاقی اور تنفر کا بیج بویا اور فرنگی کی مدد سے ملک میں اسی قسم کا لٹریچر تقویت الایمان، مسائل اربعین تحذیر الناس فتاویٰ رشیدیہ، براہین قاطعہ، حفظ الایمان، اور ماہواری رسالے مذہبی لٹریچر کے نام سے وجود میں لائے گئے خود انگریز نے بھی اس قسم کے لٹریچر میں مدد دی جس سے ان علماء وہابیہ دیوبندیہ نے فائدہ اٹھایا۔ دیکھیے سید احمد صاحب اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کو برابر انگریزوں نے بنام جہاد رقمیں دیں۔ مولوی اشرف علی تھانوی اور محمد الیاس صاحب کو وظیفے دیے، نواب ٹونک نے رقمیں بھیجیں، حیدرآباد سے وظیفے ملے اور اب وقت قریب میں ہندو نوازی سے کام لیا کانگریس سے رقمیں وصول کیں اور مسلمانوں کے شیرازہ کو منتشر کر دیا۔ اور مسلمانوں کو جو نقصان پہنچایا وہ

اظہر من الشمس ہے مگر یہ ہی نہیں۔ پاکستان پہنچنے کے بعد بھی وہ ہی بدعت اور شرک کے فتوی جاری۔ حیرت ہے کہ انھوں نے پاکستان اور مسلم لیگ کی کھلے بندوں مخالفت کی۔ تقریریں کیں۔ تحریر، تقریر، مولوی حسین احمد صاحب اور مولوی حفظ الرحمن صاحب اور بعض وہ جو اب پاکستان میں موجود ہیں۔ خصوصاً روحی صاحب نے مسلم لیگ کو برا کہا پاکستان کے وجود کو خطرناک بتایا۔ مگر سب سے پہلے وہاں جا دھمکے کل تک کی تو بحث۔

جناب روحی صاحب آپ نے ص ۳ کے مختصر حاشیہ سے جو عبارت نقل کی وہ حضرت بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی نہیں ہے۔ بلکہ محمد صادق صاحب مارہروی نے لکھا ہے آپ کا اس عبارت کو حضرت کی طرف نسبت کرنا بالکل افترا و بہتان ہے اور جو اس سے نتیجہ اخذ کیا وہ بناء الفاسد علی الفاسد ہے۔ جب حضرت مولانا نے یہ کتاب لکھی ہے اس وقت تک تو حالات نجدیاں منضبط ہی نہیں ہوئے تھے اور وہ انگریزی تاریخ وجود میں بھی نہیں آئی تھی ہاں جب دوبارہ یہ کتاب چھپی ہے اس وقت تک یہ تاریخ مرتب ہو چکی تھی اس لیے اس وقت حاشیہ میں محشی نے ظاہر کر دیا اور انگلستان کی تاریخ میں جو کچھ لکھا گیا آپ کے پاس وحی آ گئی کہ اس کے اتباع میں یہاں کے علماء نے اس کو برا بھلا کہا۔ اگر یہی بات ہے تو آپ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اور مولوی حسین احمد شیخ الحدیث دیوبند کو کیا کہیں گے۔ کیا انھوں نے بھی اسی انگلستان کی تاریخ کی رو سے نجدیوں کو ظالم فاسق خونخوار باغی خارجی کہا اور اس کے عقائد کو خبیث قرار دیا۔ جواب دیجیے اور آپ کے فضلاء دیوبند نے بھی اس طرح انگریزی حکومت کی خدمت ادا کی جس کے صلہ میں نوابوں اور رئیسوں نے اور خود انگریز نے وظیفے دیے اور مدرسوں کی چندے دلوائے فرمایئے کیا جواب ہے۔

آپ نے مقدمہ کے آخر میں خلیل احمد بہرائچی کا ذکر کیا ہے۔ جس نے فسادی ملا رسالہ لکھا۔ آپ کو کیا معلوم کہ واقعہ کیا ہے۔ قصبہ مہراجگنج ضلع بہرائچ میں جلسہ تھا علماء اہل سنت کا اجتماع تھا کہ اتنے میں یہ خواجہ خلیل احمد پہنچے انھوں نے چاہا کہ جلسہ میں میں بھی تقریر کروں۔ اہلسنت کو اس کی بدمذہبی کا حال معلوم تھا تقریر کا موقعہ نہ دیا اور نہ کوئی خاطر تواضع کی یک بینی و دو گوش وہاں سے رفو چکر ہوا۔ اس سے جل کر اس نے رسالہ لکھ مارا اور انتہا درجہ کے افترا و بہتان سے کام لیا۔ اس رسالہ کے بعد جو ان کی اس ضلع میں گت ہوئی تو انھیں چھٹی کا دودھ یاد دلا دیا اس کے علاوہ عزیز گرامی مولانا محبوب علی صاحب لکھنوی نے تاریخ اعیان وہابیہ تصنیف فرما کے اس کے کرتوت کی مکمل سزا دے دی کہ جس کے بعد اس نے اب تک حرف نہ اٹھایا۔

وہی فسادی ملا آپ کے گھر پہنچا اور اس کو اپنا امام و پیشوا بنا کر آپ نے یہ رسالہ لکھ ڈالا جیسے امام ویسے مقتدی، وہ بھی علم دین سے کورے آپ بھی ویسے ہی ناواقف، خیر ہم نے بفضلہ تعالیٰ اس کے جواب میں یہ چند سطور پیش کر دیے ذرا نظر انصاف سے ملاحظہ فرمائے گا آپ کہتے ہیں کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ میری یہ کوشش الخ جناب آپ کی یہ کوشش حقارت کی نظر سے دیکھی جائیں گی۔ اس لیے کہ آپ نے خود اپنے کہے پر عمل نہ کیا آپ نے نصیحت فرمائی کہ ان فروعی باتوں میں زیادہ بحث و تمحیص نہ کی جائے اور اتفاق و اتحاد سے زندگی گزاریں مگر آپ نے خود ایک فساد کا دروازہ کھولا اور علمائے اہل سنت پر ناپاک الزام لگائے اور آگ بھڑکا دی ابھی جو کچھ ابتک ہو چکا تھا آپ کو خلیل احمد کے مختصر سے ناتمام تبصرہ کے بعد مکمل تبصرہ کی کیا ضرورت پیش آئی تھی۔ آخر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمیں آپ کی اس حرکت کا دندان شکن جواب لکھنا پڑا اور بات بڑھی مگر آپ بھی کیا کرتے

ہندوستان میں سب کچھ چھوڑ کے گئے وہاں خالی ہاتھ پہنچے۔ سنیوں نے تو اپنا گذارا عرس فاتحہ سے کرلیا آپ کے مردے تو اس قابل ہی نہیں کہ ان کی فاتحہ یا عرس ہو سکے۔ ذہنی کشمکش میں مبتلا ہو گئے تو یہ رسالہ میں لکھ مارا کہ اس کے سہارے کچھ دال دلیا پیٹ کو ہو جائے گا۔

جناب روحی صاحب آپ نے باب اول کے ماتحت تمہید کے عنوان سے جو مضمون قلمبند کیا ہے وہ سراسر جھوٹ اور بہتان ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ مالیخولیا والوں کی طرح کچھ سوچا اور اسی کو حقیقت سمجھ لیا۔

آپ کہتے ہیں۔

"مگر برصغیر پاک و ہند میں جیسے جیسے مسلمانوں کے سیاسی اقتدار کو دھکا لگا اور ان کی حکومت کی بنیاد میں تزلزل پیدا ہوا اس وقت سے ان میں فرقہ بندی کی ایسی ہوا چلنی شروع ہوئی کہ جس نے ان کو برباد کر کے رکھ دیا"

جناب روحی صاحب ہم تو سمجھتے تھے کہ آپ کچھ تاریخ سے واقف ہوں گے مگر ہمارا خیال غلط نکلا اور آپ کی اس عبارت سے پتہ چلا کہ اس فن سے بالکل کورے ہیں۔

فرمایئے کہ اسلام میں یہ مختلف فرقے پیدا ہونے والے شیعہ، خارجی، معتزلہ، قدریہ، جبریہ، مجسمہ، کب ظہور میں آئے کیا یہ بھی ہندوستان کی حکومت اسلامیہ کے بعد ظاہر ہوئے اجی جناب ہندوستان اور ترک میں تو اسلامی حکومت کا وجود بھی نہ تھا اور یہ فرقے موجود تھے۔ شیعہ، خارجی وغیرہ خلفائے بنی امیہ اور عباسیہ کے زمانہ ہی میں ظاہر ہو گئے تھے اس قدر غلط بیانی اور تاریخ سے ناواقفیت۔

پھر آپ کہتے ہیں۔

مسلمانوں کی حکومت ختم ہو رہی تھی اور اس کی جگہ انگریزوں کی حکومت قائم ہو رہی تھی۔ انگریز نے دیکھا کہ اس کی تمام کوششیں ہندوستان میں عیسائیت کی تبلیغ میں بیکار ہو چکی ہیں لہذا اس نے مسلمانوں میں اندرونی تفرقہ ڈالنے کی کوششیں کیں تا کہ مسلمانوں کی قوت کمزور ہو جائے اور انگریز کا سیاسی مقصد پورا ہو جائے۔ انگریز نے بہت غور و فکر کے بعد ہندوستان میں ایسے لوگوں کو اپنایا جن کا ذریعہ معاش قبر پرستی پیر پرستی اور خانقاہوں پر گزر اوقات تھی یہ گروہ عام طور سے مسلم عوام پر چھایا ہوا تھا اور مسلمانوں کی زندگی کو غیر اسلامی روایات و رسومات سے بھر دیا تھا ان لوگوں کو انگریز نے خریدا۔ دوسری طرف کچھ ایسے لوگ تھے کہ جن کی زندگی قرآن و حدیث کے تابع تھی جن کا مقصد حیات خدا کے حکم کی فرماں برداری تھا جن کو سنت رسول سے ذرہ برابر ہٹنا گوارہ نہ تھا اور جن کی نظر میں انگریز کی حکومت مسلمانوں کی بربادی کا پیش خیمہ تھی اور جو مغلیہ حکومت کی بربادی کے بعد دوبارہ ملت اسلامیہ کے تحفظ کے لیے کوشاں تھے الخ۔

جناب روحی صاحب۔ آپ نے غلط تخیل قائم کیا واقعیت سے بہت دور، دیکھئے قاعدہ یہ ہوتا ہے کہ اکثریت کی قوت توڑی جاتی ہے اور اقلیت کو مدد دے کر اکثریت کے کچلنے کے لیے آمادہ کیا جاتا ہے۔ ہندوستان میں اکثریت انہیں لوگوں کی تھی جن کو آپ قبر پرست اور پیر پرست کہہ رہے ہیں جن کی آمدنی قبروں اور عرسوں کی نذریں بتا رہے ہیں چنانچہ آپ نے اپنے اس قول میں "یہ گروہ عام طور سے مسلم عوام پر چھایا ہوا تھا" ان کی اکثریت کو تسلیم کر لیا۔ انگریز کو خطرہ انہیں سے تھا کہ اکثریت والا جتھا اگر مخالفت پر آمادہ ہو گیا تو بات بگڑ جائے گی۔ اس نے اس اکثریت کو توڑنے کے لیے اقلیت کو مدد دی اور جن کو آپ نے قرآن و حدیث کے تابع بتایا انہیں کو انگریز نے خریدا اور اس اکثریت کو ان اقلیت کی

زبانی بدعتی اور مشرک کہلوا کر ایک ہنگامہ برپا کر دیا کہ یہ آپس کے جھگڑوں میں پھنس جائیں گے۔ ہم سے غافل ہو جائیں گے۔ چنانچہ اس کی یہ کوششیں اول سے آخر تک جاری رہیں شروع شروع میں سید احمد اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کو خریدا۔ جیسا کہ ہم ثابت کر چکے ہیں۔ پھر اس نے سید احمد خاں کو مول لیا۔ چنانچہ آپ کے مسلم و معتمد جناب مولانا عبدالحق صاحب مفسر تفسیر حقانی فرماتے ہیں۔

''اسی کنبے میں سے ایک شخص سید احمد خاں صاحب بہادر بھی پیدا ہوئے یہ شخص ابتدا میں مولوی مخصوص اللہ صاحب نبیرہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کی خدمت میں حاضر ہو کر کسی قدر صرف نحو سے آشنا ہوئے اور تعویذ گنڈے بھی سیکھے لیکن جب یہ نسخہ نہ چلا تو گورنمنٹ برٹش کی طرف رجوع کی اور اپنی لیاقت خداداد سے کوئی اچھا عہدہ بھی پایا پھر تو پکے وہابی تبع مولوی اسمٰعیل صاحب ہو گئے اس عرصہ میں غدر ہو گیا اور سید صاحب اپنی خیر خواہی اور حکام رسی سے بڑی ترقی کر گئے اور اپنی خوش بیانی اور عالی دماغی سے انگریزوں میں بڑے فاضل یا فلاسفر باوقار مانے گئے۔ اور سی ایس آئی کا لقب حاصل کیا اور کچھ عجب نہیں کہ گورنمنٹ برٹش ۱۸۵۷ء کے فسادے پر غدر ہوا اور سید صاحب نے مسلمانوں کی طرف سے گورنمنٹ کو نہ صرف اطمینان دلایا بلکہ خیالات مذہبیہ کے گرانے کا بھی بیڑا اٹھایا ہو۔''

جناب روحی صاحب۔ دیکھا آپ نے اپنے فاضل کا محققانہ بیان کہ انگریز نے سید احمد خاں کو کس طرح خریدا اور یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ سید احمد خاں وہابی تھے اور وہابیت میں مولوی اسمٰعیل کے تبع تھے تو کس کو خریدا، وہابی کو اور گورنمنٹ کی مدد کس نے کی، وہابی نے، اور یہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ سید احمد خاں اور مولوی اسمٰعیل بھی پکے وہابی تھے تو انگریز نے شروع میں کس کو خریدا وہابی کو اور کس نے

انگریز کے پنجے جمائے، وہابی نے۔

پھر انگریز نے مولوی اشرف علی کو خریدا، مولوی الیاس کو خریدا، ہم ثابت کر چکے ہیں کہ یہ دونوں وہابیانہ خیال کے اور وہابیانہ عقائد کے مبلغ تھے تو کس کو خریدا، وہابی کو، کس نے مدد کی، وہابی نے۔ اب فرمایئے کہ قبر پرست پیر پرست کی قوت توڑنے کے لیے انگریز نے کس سے کام لیا۔ اول سے آخر تک وہابیوں سے، یہ ہی وہ وہابی ہیں جن کو آپ نے متبع قرآن وحدیث بتایا جن کا مقصد حیات خدا کے حکم کی فرماں برداری اور سنت رسول پر عمل کرنا بتایا۔ فرمایئے اتباع قرآن وحدیث یہ ہی ہے کہ انگریزوں کے پنجے جمائیں۔ اس کی مدد کریں اس کے خلاف عدم جہاد کے فتوے دیں اور انگریزوں سے جہاد کو حرام قرار دیں اسے رحمدل اور امن والی حکومت لکھیں۔ وظیفے لے کر مسلمانوں کو بدعتی مشرک بتائیں۔ یہ لوگ ملت اسلامیہ کے تحفظ کے کوشاں تھے یا حکومت برطانیہ کے دلال اور پٹھو تھے۔ جناب روحی صاحب ہوش سنبھالیے اور واقعات کو تاریخ کی روشنی میں دیکھیے غلط بیانی سے مسلمانوں کو دھوکہ نہ دیجیے۔

آپ فرماتے ہیں۔

"اس کے بعد نت نئے بدعت کے دروازے کھول دیئے اور اپنے مخالف گروہ کو وہابی کے لقب سے پکارنے لگے۔"

جناب روحی صاحب آپ کی ساری کتاب لفظ وہابی پر رونے اور اسی کی تعزیت سے پر ہے آپ کو بڑا دکھ ہوتا ہے۔ کلیجہ چھلنی ہوتا ہے جب سنی کسی بد مذہب کے لیے لفظ وہابی استعمال کرتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس لفظ سے آپ چڑھتے ہیں جیسے بعض لوگ کریلے اور گلاب جامن سے چڑھتے ہیں۔ مگر آپ اپنا سر پکڑ کر رو دیجئے کہ جس کو اہل سنت وہابی کہتے ہیں اسی کو آپ کے فضلائے دیوبند

بھی وہابی اور خبیث وہابی کے لفظ سے یاد کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ آپ کے مانے ہوئے مفسر تفسیر حقانی تو صاف لفظوں میں مولوی اسمٰعیل دہلوی کو لفظ وہابی کا خطاب دے چکے۔

آپ نے اعلٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متبعین کا ذکر کر کے کہا۔ ''ان لوگوں نے مسلمانوں کو فروعی مسائل میں الجھائے رکھا وہ مسائل کیا تھے۔ میلاد شریف۔ قیام میلاد۔ فاتحہ۔ تیجہ۔ دسواں۔ بیسواں۔ چالیسواں۔ برسی۔ نذر۔ فاتحہ۔ نذر غیر اللہ۔ علم غیب۔ انگوٹھوں کا چومنا۔ قبر پر بعد تدفین اذان کہنا۔ عرس کرنا۔ چادریں چڑھانا۔ آمین بالجہر، رفع یدین قبر پرستی پیر پرستی محرم کا کھچڑا اور شربت۔ شب برات کا حلوہ۔ غرضیکہ اسی قسم کے بہت سے بدعتی اور فروعی مسائل نکال کر مسلمانوں کو کافر وملعون ومردود ٹھہرایا۔''

جناب روحی صاحب آپ کے منظور نظر وہابیوں نے اہلسنت کے ان معمولات کو بدعت حرام ناجائز اور شرک بتا بتا کر مسلمانوں کو بدعتی اور مشرک ٹھہرایا اور اختلافات کا ایک طومار کھڑا کر دیا۔ یہ معمولات تو مسلمانوں کے قدیم سے رائج تھے آپ کے وہابیہ نے تو جنم بھی نہ لیا تھا اور یہ معمولات تھے آپ کے وہابیہ نے کیوں انہیں ناجائز وحرام وشرک کہا۔ اور ایک اختلاف کی بنیاد ڈالی۔ انہیں یہ سب کچھ نہ کرنا تھا نہ کرتے مگر دوسروں پر اعتراض کرنے اور ان معمولات کو بدعت قرار دینے کا کیا حق تھا۔ کیا قرآن وحدیث وہ ہی سمجھتے تھے حقیقی اجارے کے انھوں نے ٹھیکے لے لیے تھے۔ جب انھوں نے ناجائز کیا تو علمائے اہل سنت نے جواز کے دلائل وبراہین پیش کیے اور دانت کھٹے کر دیے۔ مگر پھر بھی ان مسائل کے انکار پر کسی کو کافر نہ کہا۔ آپ کا یہ کہنا کہ ان فروعی مسائل میں کافر مردود کہا، صرف بہتان وافترا ہے۔ کافر کہا اسے جس نے خدا کی طرف امکان کذب کی

نسبت کی، ختم زمانی پر حملہ کیا۔ حضور کی توہین کی۔ اور اس میں کسی بڑی سی بڑی شخصیت کی پروانہ کی۔ خواہ وہ شہید کہلاتے ہوں یا قطب وقت یا شیخ الہند یا شیخ الاسلام۔

غرض کہ جس کی بات اپنے نزدیک اور اپنی تحقیق میں خلاف مذہب اسلام و مسلک اہلسنت دیکھی مداہنت نہ کی اور بلا رورعایت شریعت مطہرہ کا قانون سنا دیا۔ ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کیا۔

آخر نہ رہا گیا آپ سے تو آپ نے پیر مغاں سرسید احمد خاں کا بھی ذکر کر دیا اور ہونا چاہیے تھا اس لیے کہ پروفیسری تو انہیں کے دم قدم سے جناب کو ملی۔ جناب روحی صاحب سید احمد خاں کے متعلق وہ پڑھیے جو مفسر تفسیر حقانی نے نیچری کے زیر عنوان تفسیر حقانی میں لکھا ہے۔ جس کا کچھ حصہ ہم نقل کر چکے ہیں اس وقت آپ کی آنکھیں کھلیں گی۔ کہ آپ کے سید احمد خاں نے مذہب کو کس قدر نقصان پہنچایا اور مسلمانوں کو کس طرح برطانیہ کے پنجہ میں پھنسایا۔ اور چونکہ وہ بھی وہابی تھا اس لیے اس کو علمائے اہلسنت نے برا کہا تو آپ چڑھ گئے۔

اس سلسلہ میں آپ نے حضرت مولانا عبد الباری لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ذکر کیا ہے، جناب روحی صاحب مولانا عبد الباری صاحب وہ ہیں جو آپ کے نزدیک قبر پرست، پیر پرست۔ گیارہویں اور عرس والے کہلاتے ہیں۔ سنی تھے اور آپ کی تحقیق کے مطابق بدعتی تھے۔ وہ قوالی بھی سنتے تھے۔ اور یکم ربیع الاول سے ۱۲ تک روزآنہ بڑے تکلف سے مجلس میلاد شریف کرتے تھے میں خود ذاتی طور سے واقف ہوں اس لیے کہ میں خود فرنگی محل مدرسہ نظامیہ کا ایک ادنیٰ طالب علم ہوں۔ حضرت مولانا عبد الباری رحمۃ اللہ علیہ سے خاص طور پر شرح چغمینی پڑھی ہے۔ مگر زمانہ خلافت میں کچھ باتیں ان سے سرزد ہو گئیں جن پر اعلیٰحضرت نے

گرفت فرمائی آخر کار وصال سے کچھ پہلے خدام الحرمین کے جلسہ میں علماء بریلی شریک ہوئے اس وقت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا عبدالباری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مصافحہ نہ کیا اور ان کے یہاں قیام سے بھی انکار کر دیا۔ اور فرمایا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے آپ پر جو اعتراضات کیے ہیں ان باتوں سے رجوع کیجئے۔ چنانچہ حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین رحمۃ اللہ علیہ کی کوشش سے تحریر دی۔ اس کے بعد حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود فرنگی محل گئے دونوں میں مصافحہ و معانقہ ہوا۔ حضرت مولانا حامد رضا خاں نے حضرت مولانا عبدالباری کے ہاتھ چومے اس لیے کہ وہ صحابی کی اولاد میں ہیں اور وہیں قیام فرمایا۔ فقیر اس موقعہ پر موجود تھا۔ اس خوشی میں دارالشفا کی برفیاں آئیں اور باقاعدہ فاتحہ ہوا اور تقسیم ہوئیں۔

جناب روحی صاحب عبرت حاصل کیجئے اس واقعہ سے اور دیکھئے حقانیت بریلوی اور بقول آپ کے رضاخانیوں کی اور ملاحظہ فرمائیے حق پرستی و بے نفسی حضرت مولانا عبدالباری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی۔ مولیٰ تعالیٰ اعلیٰحضرت کی سی حق گوئی۔ اور مولانا عبدالباری صاحب کی سی حق پرستی سب کو عطا فرمائے۔ مگر اس حق گوئی کی قدر و منزلت اسی نے کی جو سنی تھا۔ وہابی۔ دیوبندی کیا قدر کرے گا۔ اور یہ حق پرستی اسی نے کی جو سنی تھا۔ وہابی، دیوبندی کیا حق پرستی کرے گا۔ اسے لڑنا آتا ہے اور سینہ تاننا۔ میں یہاں آپ کو ایک نکتہ سمجھا دوں اگر سمجھ میں آ جائے۔

حضرت مولانا عبدالباری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خدا اور نبی اور ولی کی شان میں گستاخی نہ کی تھی توہین آمیز کلمات استعمال نہ کیے تھے صرف چند باتیں تھیں جن پر اعتراضات تھے اس لیے ان سے حق پرستی کا مادہ سلب نہ ہوا تھا اس کی

روشنی باقی تھی۔ لہذا حق کو قبول کر لیا اور خدا نے توفیق بخشی۔ وہابیہ، دیوبندیہ نے خدا اور اس کے حبیب اور اولیاء کی شان میں گستاخیاں کیں۔ اس لیے حق پرستی کا مادہ سلب ہو گیا۔ خدا کی توفیق نے دستگیری نہ کی لہذا حق کو قبول نہ کر سکے اپنے وقار دنیوی کو قائم رکھا اور یہ کہتے رہے کہ اس کا یہ مطلب ہے وہ مطلب ہے مگر توبہ نصیب نہ ہوئی وقار اخروی کھو بیٹھے ایسے لوگوں کے لیے خدا نے فرمایا ہے۔ صم بکم عمی فھم لا یرجعون۔

اہل سنت وجماعت

آپ نے اس عنوان کے ماتحت تو یہ تسلیم کر لیا کہ اہل سنت ہی اسلام کا وہ فرقہ ہے جو عموم وکثرت کے ساتھ اب بھی باقی ہے اور یہ بھی آپ نے تسلیم کر لیا کہ بہت سے فرقے پیدا ہوئے اور ختم ہو گئے۔ لیکن اس کے ساتھ ایک بات اور آپ کو کہہ دینی چاہیے تھی جو بہت ضروری تھی۔ وہ یہ کہ حضور کی پیشین گوئی کے مطابق ناجی اور جنتی اولیک علی ھدی من ربھم واولئک ھم المفلحون۔ یہ ہی فرقہ ہے اور باقی بہتر فرقے کلھم فی النار ہیں۔ حضور کے اس فرمان سے آپ نے گریز کیوں کیا۔ کیا باقیوں کو جہنمی کہنا۔ آپ کو دکھ پہنچاتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں ”اگرچہ ایک صدی سے قبل اس کے مقابل شیعہ فرقہ سمجھا جاتا تھا مگر آج سنی کے مقابل فوراً وہابی سمجھا جاتا ہے۔“ آپ نے غلط کہا ہر فرقہ باطلہ کے مقابلہ میں سنی کا لفظ تھا معتزلہ کے مقابلہ میں، قدریہ جبریہ مجسمہ کے مقابلہ میں، خارجی اور شیعہ کے مقابلہ میں غرضیکہ جو فرقہ باطلہ جس زمانہ میں تھا اس کے مقابلہ میں لفظ سنی تھا۔ اب اس کے وقت برسر ہنگامہ وہابی ہے اور اہل سنت کے عقائد سے مختلف ہے اس لیے اب زیادہ تر اس کا استعمال وہابی کے مقابلہ میں ہوتا ہے اس لیے کہ وہابی تو سنی کہلایا ہی نہیں جا سکتا۔ جیسا کہ معتزلی سنی نہیں کہلایا جاتا

تھا۔ اب رہا انشقاق وافتراق تو اس کی نحوست اسی کے سر تھپے گی جو اہل سنت کے خلاف عقائد ایجاد کر کے اہل سنت سے جدا ہو گیا اور فسادی بن کر جنگ وجدال کی آگ بھڑکائی اور اپنی اقلیت کو اکثریت میں لانے کے لیے توڑ پھوڑ شروع کی، اور مدد انگریز سے لی، وظیفے انگریز سے لیے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ بار بار عام لفظ مسلمان مسلمان بول کر تمام فرق باطلہ کو ایک میں سمیٹ سکتے ہیں۔ جبکہ صاف وصریح یہ موجود ہے کہ انھیں کلمہ گویوں میں سے بہتر ناری ہوں گے۔ ان ناریوں سے آپ کو کیوں محبت ہے ان کے غم میں آپ کیوں پگھلے جاتے ہوں۔ زبان وقلم کو ان کی تعریت میں کیوں استعمال کرتے ہیں۔

آپ نے عنوان سنت و جماعت کے ماتحت سنت و جماعت کے جو معنی سمجھائے وہ تو قریب قریب لفظ سنت اور جماعت سے خود ماخوذ ہوتے ہیں۔ بتانا آپ کو یہ چاہیے تھا کہ اس کا صحیح مصداق اسلام کے فرقوں میں سے کون سا فرقہ ہے یوں تو ہر شخص اپنے آپ کو اہلسنت و جماعت کہنے کا حقدار بنتا ہے۔ اب ہم آپ کو بتائیں کہ صحیح مصداق کون ہے سنیے۔ وہ ہے جو شیعہ اور خارجی نہ ہو۔ معتزلہ اور قدریہ نہ ہو۔ مجسمہ اور مرجیہ نہ ہو اور غیر مقلد نہ ہو، چکڑالوی نہ ہو۔ قادیانی نہ ہو۔ نیچری نہ ہو اور وہابی اور دیوبندی نہ ہو۔ آپ فرماتے ہیں کہ اسلام دنیا کے تمام تفرقوں کو مٹا کر تمام دنیا کی ایک عمومی برادری قائم کرنے آیا تھا۔” بالکل صحیح ہے۔ مگر ستیاناس ہو خارجی اور شیعہ کا، معتزلہ اور قدریہ کا، وہابی اور دیوبندی کا، جنھوں نے اس عمومی برادری کو قائم نہ رہنے دیا اور فرقہ فرقہ ہو کر اہل سنت و جماعت سے جدا ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان اپنی جگہ ہے اس نے لفظ المومنون فرما کر اخوت قائم کی ہیں جو صفت المومنون سے جدا ہو کر کلہم فی النار کا مستحق ہو گیا وہ مومنین کا بھائی کیسے ہو سکتا ہے۔ جناب روحی صاحب الفاظ کی رو

میں نہ بہیے۔ حقیقت پر نظر ڈالیے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط مستقیم اور دائیں بائیں چھوٹے چھوٹے خط کھینچ کر جو تفہیم فرمائی آپ نہ سمجھ پائے۔ حضور نے خط مستقیم اپنا راستہ بتایا۔ یہ ہی راستہ اہل سنت کا ہے۔ دائیں بائیں کے خطوں کے متعلق فرمایا کہ ہر ایک پر شیطان بیٹھا ہے جو اپنی طرف بلاتا ہے۔ یہ دائیں بائیں مختلف راستے وہ ہی ہیں جو خارجیت اور رفض اور اعتزالی اور وہابیت کے نام سے موسوم ہیں اس لیے کہ تابعین کے زمانہ سے لفظ اہل سنت مشہور ہوا اور الحمد للہ کہ اپنی اسی شان سے اب تک چلا آرہا ہے۔ مگر دائیں بائیں نام بدلتے رہے اعتزالی جب بدنام ہوا تو اصحاب التوحید داعی الی التوحید نام رکھ لیا۔ اہلحدیث کہلانے لگے۔ جب وہ بدنام ہوئے تو تبلیغی جماعت اور اسلامی جماعت نام رکھ لیے۔ حقیقت سب کی وہ ہی وہابیت، لباس بدلتا رہا۔ اب جناب روحی صاحب آپ کوئی اور نام رکھ کر جماعت بنا لیجیے۔

عقائد میں وسعت طلبی

اس عنوان کے ماتحت آپ نے لکھا کہ ”اسلام نے اصول دین کو چھ دفعات میں یکجا کر دیا ہے اور وہ ایمان باللہ، ایمان بالرسل، ایمان بالکتاب، ایمان بالملائکہ، ایمان بالیوم الآخر اور ایمان بالتقدیر۔ یہ دفعات صحابہ کے عہد میں بالکل سادہ تھے مگر جیسے جیسے مسلمانوں میں خیال آرائی بڑھتی گئی۔ ان مسائل میں نئے نئے مسائل بڑھتے گئے۔“

جناب روحی صاحب۔ ان دفعات کے ماتحت بڑی بڑی تفصیلات ہیں جن تفصیلات میں سے کسی کا انکار منافی ایمان ہوگا۔ مثلاً ایمان باللہ میں یہ ضروری ہے کہ اس کی تمام صفتوں کو قدیم ازلی، ابدی ممتنع الزوال ماننا ہوگا اور ہر صفت

عیب ونقص سے پاک اور منزہ جانتا ہوگا۔ صدق بھی اس کی ایک صفت ہے جو صفت کمال اور لازوال ہے کذب ایک عیب ونقص ہے۔ مگر جب مولوی اسمٰعیل دہلوی نے اور ان کے اتباع میں دیوبندیہ نے خدا کو جھوٹ بولنے پر قادر مانا تو خدا کی صفت صدق پر ایمان نہ ہوا تو پھر خدا پر ایمان کیسے متصور ہو سکتا ہے۔

اسی طرح ایمان بالرسل میں ان کی تعظیم وتوقیر کا بجالانا ہے۔ جس کا تعلق ان کی ذات سے بھی ہے اور صفات سے بھی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے میں ان کی خاتمیت زمانیہ پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ پس اگر کوئی حضور کے علم کو شیطان کے علم سے کم بتائے یا بچوں۔ پاگلوں۔ جانوروں۔ چوپایوں۔ ایسا کہے یا حضور کے وصف ختم زمانی پر حملہ کرے تو یہ حضور پر ایمان متصور نہ ہوگا۔ سمجھے صاحب۔

پھر یہ بھی یاد رکھئے کہ بعض مسائل ضروریات دین اسلام سے ہیں کہ جن میں سے کسی ایک کا انکار کفر قطعی اور ارتداد یقینی ہے۔ وہ وہی ہیں جو چھ دفعات اور ان کی تفصیلات ہیں۔ فرقہ ہائے اسلام میں سے بعض فرقوں نے اگرچہ بظاہر ان چھ دفعات کا اقرار تو کیا لیکن کتاب وسنت سے ثابت ہونے والے دوسرے مسائل کا انکار کیا۔ جیسے شیعہ نے خلافت شیخین سے انکار کیا معتزلہ نے رویت باری، شفاعت، پل صراط، وزن اعمال سے انکار کیا۔ اس لیے اہل سنت و جماعت نے اپنے آپ کو ان فرق باطلہ سے ممتاز رکھنے کے لیے اور صحیح صراط مستقیم بتانے کے لیے ان مسائل کی تفصیل بڑی شرح وبسط سے فرمائی۔ جو ضروریات مذہب اہل سنت سے شمار کیے گئے ان میں سے کسی کا انکار ابتداع فی الدین اور مذہب اہل سنت سے خروج شمار کیا گیا۔ آج کل وہابیہ حضور کے اور اولیاء کے علم غیب کے قائل نہیں، شفاعت کے قائل نہیں حضور کی حیات جسمانی کے قائل نہیں

استمداد کے قائل نہیں، جواز ندائے نبی وولی کے قائل نہیں۔ یہ مسائل اہلسنت کے متفقہ مسائل ہیں وہابیہ اس میں اختلاف رکھتے ہیں۔ لہذا وہ اہلسنت والجماعت سے جدا اور مبتدع شمار کیے گئے۔ جناب روحی صاحب اس کو سمجھے۔

آپ فرماتے ہیں اور آج کل ان لوگوں نے اہل سنت ہونے کا دارومدار چند خودساختہ غیر اسلامی بدعتانہ اور مشرکانہ رسموں پر رکھا ہے۔”

جناب روحی صاحب معمولات اہلسنت کو بدعتانہ اور مشرکانہ رسمیں قرار دینا یہ ہی کھلی ہوئی وہابیت ہے۔ جناب کہہ دینا اور گھر بیٹھ کر قلم چلا دینا تو بہت آسان ہے اور خصوصاً آج کل آزادی کے زمانہ میں مگر جب آپ سے مطالبہ کیا جائے کہ ثابت کیجئے کہ یہ بدعت یا شرک کی رسمیں ہیں۔ تو بغلیں جھانکنے لگیں گے۔ پسینہ آجائے گا۔ چھٹی کا دودھ یاد آجائے گا منہ چھپائے پھریں گا۔

بدعت

آپ نے اس عنوان کے ماتحت بدعت پر گلفشانی فرمائی ہے اور بدعت کی تعریف کی ہے۔ وہ بھی قابل غور ہے اور ہمارا آپ کا فیصلہ اسی پر ہے آپ فرماتے ہیں۔

”اس سے بدعت کی حقیقت ظاہر ہوتی اور وہ یہ ہے کہ بدعت دین حق کے اندر کسی ایسی چیز کا باہر سے اضافہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے اور بتائے ہوئے دین میں نہیں نہ اس کی اصل موجود ہے اور نہ اس کی نظیر موجود ہے اور نہ وہ قرآن وحدیث سے مستنبط ہے۔”

جناب روحی صاحب اگر اس کی اصل موجود ہے اور نظیر بھی پائی جاتی ہے تو وہ چیز تو بدعت نہ ہوگی۔ یہ تو آپ کو تسلیم ہے بس ہم کہتے ہیں کہ میلاد وقیام فاتحہ، عرس، اذان برقبر، چادران سب کی اصل ونظیر موجود ہے لہذا بدعت نہیں اگر آپ

کو ان کے دلائل و براہین دیکھنا ہوں تو نظر انصاف سے رسائل اہلسنت ملاحظہ فرمایئے اگر وہ میسر نہ ہوں تو فقیر کا رسالہ "تھافت الوہابیہ" کا باب دوم سنت و بدعت کا بیان دیکھیے خاطر خواہ تسلی ہو جائے گی۔

آپ فرماتے ہیں۔

"اس جماعت نے بدعت کی بھی دو قسمیں قرار دے دیں ایک بدعت حسنہ اور ایک سیہ بدعت، ان عقلمندوں سے کوئی پوچھے کہ بدعت حسنہ کیسے ہو سکتی ہے جبکہ صاف صاف حدیث میں کل بدعۃ ضلالۃ ہے۔"

جناب روحی صاحب آپ کو دین و مذہب کی کتابوں سے تو واسطہ نہیں یا دیکھنے اور سمجھنے کی توفیق نہیں۔ آپ صرف دو قسموں پر طعنہ زنی کر رہے ہیں حالانکہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔

(۱) بدعت محرمہ (۲) بدعت واجبہ (۳) بدعت مندوبہ (۴) بدعت مکروہہ (۵) بدعت مباحہ۔

ملا علی قاری کی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔ قال الشیخ عز الدین ابن عبد السلام فی آخر کتاب القواعد۔ البدعة اما واجبة کتعلم النحو لفهم كلام الله ورسوله و كتدوين اصول الفقه والكلام والجرح والتعديل واما محرمة كمذهب الجبرية والقدرية والمرجئة والمجسمة والرد على هولاء من البدع الواجبة لان حفظا الشريعة من هذه البدع فرض كفاية و اما مندوبة كاحداث الروابط والمدارس و كل احسان لم يعهد فی الصدر الاول و كالتراويح اے بالجماعة العامة والكلام فی دقائق الصوفيه و اما مكروهة كزخرفة المساجد و تزئين المصاحف يعنى عند الشافعية واما عنه الحنفية فمباح و اما مباحته كالمصافحة

عقیب الصبح و العصر ای عند الشافیعة ایضاً و عند الحنفیة مکروہ

علامہ نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں قال العلماء البدعة خمسة اقسام واجبة و مندوبة و محرمة و مکروهة و مباحة۔

حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی مجموعہ فتاوی میں فرماتے ہیں اور یہ ضروری نہیں کہ ہر بدعت بمعنی مذکور مذموم ہو بلکہ بعض واجب ہیں اور بعض حرام ہیں اور بعض مندوب اور بعض مکروہ اور بعض مباح (ملتقطاً)

فرمایئے ان حضرات نے جو بدعت کی قسمیں فرمائیں تو کیا یہ لوگ حدیث کل بدعة ضلالة سے واقف نہیں یا آپ ہی واقف ہیں اور سمجھتے ہیں۔

اور مختصر یہ سن لیجئے کہ علامہ نووی فرماتے ہیں البدعة مالم یکن فی مبد رسول الله رسول ﷺ وهی مقسمه الی حسنة و قبیحة۔

جناب روحی صاحب اب یہ بھی سن لیجئے کہ حدیث کل بدعة ضلالة کا مطلب کیا ہے اور شراح حدیث نے کیا لکھا ہے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ قال فی الازهار ای کل بدعة سئیة ضلالة لقوله علیه السلام من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها و اجر من عمل بها کل بدعة ضلالة میں بدعت سے بدعت سئیہ مراد ہے اس لیے کہ حضور نے فرمایا ہے کہ جو شخص اسلام میں طریقہ حسنہ جاری کرے تو اس کو اس فعل کا ثواب ملے گا جو اس پر عمل کرے گا۔ اس کا بھی اجر اس کو ملے گا۔

علامہ نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں فاذا عرف ذلک ماذکرته علم ان الحدیث من العام المخصوص. حدیث کل بدعة ضلالة عام لخصوص منه البعض ہے۔

مولانا عبدالحی فرماتے ہیں اور حدیث کل بدعة ضلالته عام لخصوص

منه البعض ہے۔ جیسا کہ علامہ نووی اور علامہ قاری نے تصریح فرمائی۔

آپ فرماتے ہیں کہ بدعت حسنہ کیسے ہو سکتی ہے۔ جناب جب مشکوۃ میں حدیث کل بدعۃ ضلالۃ دیکھی تھی تو اسی باب میں چند حدیثوں کے بعد یہ حدیث بھی ہے و من ابتدع بدعة ضلالة لا یرضا ها الله و رسوله الخ اس حدیث میں حضور نے بدعت کو لفظ ضلالت سے مقید فرما دیا۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ کوئی بدعت ایسی بھی ہے جو ضلالت نہیں۔ چنانچہ ملا علی قاری اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔ قیدیه لاخراج البدعة الحسنة حضور نے بدعت کے ساتھ ضلالت کی قید لگا دی اس لیے کہ اس حکم سے (جو حدیث میں بیان کیا گیا ہے عدم رضاء خدا و رسول) بدعت حسنہ مستثنیٰ ہو جائے۔ دیکھا آپ نے بدعت ایسے حسنہ ہو سکتی ہے کہ حضور نے خود تقسیم فرما دی اور بتاؤں حضرت عمر رضی اللہ عنہ قیام رمضان کے متعلق فرماتے ہیں نعمت البدعۃ ھذہ یہ بدعت حسن ہے۔ دیکھئے حسنہ ایسے ہو سکتی ہے فرمائیے یہ حضرات عقلمند ہوئے یا نہیں انہیں عقلمندوں سے پوچھنے کے لیے آپ نے فرمایا دیکھئے یہ عقلمند کیسے کیسے عالم دین ہیں اور اب بتائیے کہ ان عقلمندوں کے مقابلہ میں آپ کون ہوئے۔ میں اپنی زبان سے نہ کہوں گا آپ خود جواب سوچ لیجئے۔

آپ کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کسی صاحب نے کسی طالب علم سے (غالباً دیوبند کا ہوگا) پوچھا کہ میاں دو اور تین کے ہوتے ہیں۔ اس نے برجستہ جواب دیا پانچ روٹیاں اس کے ذہن میں روٹی ہی روٹی تھی۔ لہذا روٹی کہہ دیا آپ کے ذہن میں بھی ضلالت ہی ضلالت ہے لہذا ہر بدعت کو ضلالت کہہ دیا۔ نہ حدیث پر نظر نہ اسکے معنی سمجھنے کی توفیق، نہ شراح حدیث سے غرض مطلب۔

حقیقت بدعت

آپ نے اس عنوان کے ماتحت حقیقت بدعت بیان فرمائی ہے۔ مگر نقلی، آپ فرماتے ہیں۔ ایک ذی علم بزرگ نے کیا خوب لکھا ہے اور حاشیہ میں ان کا نام بھی حضرت مولانا حکیم عبدالغفور آنولوی بتا دیا ہے۔

جناب روحی صاحب آپ نے اس رسالہ کی سخت توہین کی کہ ایک دین سے ناواقف عربی سے نابلد کو حضرت مولانا کے خطاب بخشے پتہ چلا کہ آپ کے مروی عنہ سب ایسے ہی ہیں اور جیسے آپ کے مروی عنہ ویسے ہی آپ ان کے راوی۔

میں خود آنولہ کا رہنے والا ہوں۔ میں خوب جانتا ہوں وہ محلہ گنج کے رہنے والے ہیں۔ سوت بیچنے کی دوکان ہے کبھی کبھی پرچونی کی بھی دوکان کر لیتے ہیں معمولی سی فارسی پڑھے ہوئے ہیں۔ علم عربی سے بالکل ناواقف اتفاق یہ کہ کسی مرفہ الحال وہابی کے یہاں رشتہ داری ہو گئی۔ اس روز سے خیلات بدل گئے حضرت والد محترم رحمۃ اللہ علیہ نے اور وہاں کے اہل سنت نے بہت سمجھایا۔ تو پھر تبلیغ سے تو باز آ گئے۔ مگر ادھر ادھر تحریروں سے کام لیتے رہے۔ آخر کار ایک مرتبہ بائیکاٹ کر دیا گیا۔ تو معافی مانگی غرض کہ کسی مدرسہ کے تعلیم یافتہ نہیں سند کس کو کہتے ہیں۔ اسی طرح حکمت میں بھی کسی کے شاگرد نہیں۔ خود ہی علاج الغربا۔ میزان الطب وغیرہ سے حاصل کر لی ہے۔ وہ بھی ناکام۔ جناب روحی صاحب یہ ہیں آپ کے حضرت مولانا حکیم۔ مگر چونکہ آپ کی اور ان کی ذہنیت مل گئی۔ اس لیے حضرت مولانا حکیم ہو گئے۔ قول کے نقل کرنے سے پہلے قائل کی علمی حیثیت معلوم کر لینی چاہیے۔ آپ کو حقیقت بدعت کے لیے ملے تو یہ ملے نہ حضرت علامہ نووی ملے نہ حضرت ملا علی قاری ملے۔ نہ حضرت مولانا عبدالحی ملے۔ افسوس صد افسوس۔ آپ کو معلوم ہے کہ یہ حقیقت بدعت کا مضمون کیوں ایجاد ہوا ہم سے پوچھیے۔ محلہ گنج کی ایک مسجد ہے جو لب سڑک ہے جس کے قریب ان کی دوکان

ہے۔ وہاں کے نمازی نماز فجر و عصر کے بعد امام سے مصافحہ کر لیتے ہیں اتفاقاً ایک نماز میں یہ بھی تھے ان سے بھی مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا انھوں نے جھٹک دیا۔ لوگ بگڑ گئے اور خوب توں توں میں میں ہوئی اور ان سے کہا کہ آپ مصافحہ نہیں کرنا چاہتے ہیں نہ کریں۔ مگر مصافحہ کرنے والوں کو بدعتی وغیرہ بنانے کا آپ کو کیا حق ہے۔ آپ کوئی مولوی مفتی ہیں۔ اس کے بعد انھوں نے یہ مضمون لکھا چنانچہ اس میں اسی مصافحہ کا ذکر آیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ

آپ نے اپنی کتاب میں مسلمانوں کو خوب دھوکہ دیا ہے۔ تاریخی واقعات کو غلط لکھا۔ اور جہاں کچھ حقیقت تھی وہاں اپنا حاشیہ چڑھایا ایک ایک بات کو کئی مرتبہ اس طرح بیان کی کہ جس سے پتہ چلے کہ بڑے غصہ میں بھرے ہوئے ہیں مضمون بے ربط و سلسلہ بات کچھ شروع کی پہنچے کہاں اور ساری کتاب بد مذہبوں وہابیوں دیوبندیوں کی مدح سرائی سے پر، اہل سنت پر طعنہ زنی، کتاب کیا ہے کہ تعزیرات ہند کا مجموعہ نہ کسی چیز کا ثبوت نہ کسی مسئلہ کی تحقیق، شان علم سے کوسوں دور، آج کل جس طرح لیڈر بولتے ہیں اسی انداز پر ایک لیکچر یہ ہے جناب کی پروفیسری کی لیاقت اور وہ بھی اسلامی لٹریچر کی پروفیسری کہ جن کو نہ علم فقہ کی خبر، نہ علم کلام کی، نہ تفسیر کی، نہ شروح حدیث کی اور لطف یہ کہ جن کی حمایت کے لیے قلم اٹھایا ان کے گھر کی بھی خبر نہیں۔ انگریز سے ہر مسلم متنفر ہو چکا تھا۔ اور ہے اسی کو پیش نظر رکھ کر جذبات کو ابھارا اور بے موقعہ انگریز انگریز کا ذکر چھیڑا اور تمام اہلسنت پر انگریز دوستی کا الزام لگا کر تنفر و بیزاری کا جذبہ پیدا کرنے کی ناکام کوشش کی۔ حفظنا اللّٰہ عن شر کل طاغیہ والحمد للّٰہ رب العلمین وصلی اللّٰہ علی نبیہ محمد و علیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

فقیر عبدالحفیظ عفی عنہ
مفتی شاہی جامع مسجد آگرہ

سیّد احمد بریلوی
انگریز دوست یا انگریز دشمن؟

از جناب عنایت اللہ چشتی چکڑالوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

تاریخ کے مطالعہ میں ہمیں ایک اہم حقیقت کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے کہ جب ہم تاریخ کا مطالعہ کریں گے تو وہ لامحالہ ہمارے اسلاف سے بحث کرنے کی ہو سکتا ہے کہ ہم ان اسلاف کے متعلق بعض باتوں کو۔ جو کچھ سمجھتے چلے آرہے ہوں تاریخ کا مطالعہ ہمیں اس کے خلاف بتائے اور اس نتیجہ تک پہنچانے کہ نہیں! بات یوں نہیں بلکہ یوں تھی اس سے بعض اوقات ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اسلاف میں سے کسی ایک کے متعلق جو رائے ہم پہلے رکھتے تھے اُسے بدلنا پڑے۔ تاریخ کے صحیح مطالعہ سے مفہوم ہی یہ ہے کہ اگر واقعات اس کے متقاضی ہوں تو ہم اپنی رائے میں تبدیلی کر لیں اگر ہم اس کے لیے تیار نہ ہوں تو پھر تاریخی تحقیق و تدقیق سے کچھ حاصل نہیں۔

آج جبکہ ماضی کی ستائش ہر مورّخ کا نصب العین بن گیا ہے — رفتگان کی غلطیوں کا شمار کرنا عصرِ خویش سے جنگ کرنے کے مترادف ہے لیکن آئندگان کو ان غلطیوں سے آگاہ کرنا ناگزیر ہے جن کی وجہ سے ماضی میں مسلمانوں کو ناگفتہ بہ حالات سے گزرنا پڑا ہے تاکہ مستقبل کی تعمیر میں ان

غلطیوں سے احتراز کیا جائے زمانۂ حال ماضی کا ثمرہ ہے اور مستقبل کے لیے ایک تخم کی حیثیت رکھتا ہے ہمیں آج اپنے پیشرو حضرات کے اعمال کا محاسبہ کرنا ہے اس لیے نہیں کہ ہم ان کو مطعون کریں بلکہ اس لیے کہ ماضی کی روشنی میں مستقبل کے لیے شاہراہ عمل کی جستجو کریں۔

زیرِ نظر مقالہ میں ہم نے برطانوی ہندوستان کی مشہور تحریکِ وہابیت کے قائد جناب سیّد احمد بریلوی کے سیاسی کردار کا تاریخ کی روشنی میں جائزہ لیا ہے اگر ہمارا یہ جائزہ آپ کے جذبات کو مجروح کرتا ہے تو اس میں ہمارا قصور نہیں کیونکہ ہماری تحقیق کا مدار تاریخ پر مبنی ہے اس لیے ہم پر ناراضگی کی کوئی وجہ نہیں ہونی چاہیے۔

برطانوی دورِ حکومت میں جناب سیّد احمد بریلوی کی تحریک ایک ایسی تحریک ہے جو یگانوں اور بیگانوں میں "تحریکِ وہابیت" کے نام سے مشہور ہے یہ تحریک، وہابیت کے نام سے کیوں مشہور ہوئی؟ اس کی وجہ جناب سیّد احمد بریلوی کے ایک بہت بڑے مداح شیخ محمد اکرام صاحب سی، ایس، پی کی زبان سے سُنیئے:-

"جب وہ (سیّد احمد بریلوی) حج کے لیے مکہ معظمہ تشریف لے گئے تو وہاں انہیں وہابیوں کے عقائد سے باخبر ہونے کا موقع ملا جو اُن کے سفرِ حج سے چند سال پہلے مقاماتِ مُقدسہ پر قابض تھے۔ حضرت سید صاحب اور وہابیوں کے مقاصد میں بہت اشتراک تھا۔ اس لیے ان کے کئی ساتھی وہابی عقائد سے متاثر ہوئے۔ مثلاً وہابی عقائد میں ایک اہم عقیدہ عدم وجوب تقلید شخصی کا ہے۔

اہلِ سُنّت مسلمان، فقہ کے چار بڑے اماموں، امام ابوحنیفہ، امام

شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل میں سے کسی ایک کے پیرو اور ان کے طے کردہ مسائلِ فقہ میں سے کسی ایک کے مقلد ہوتے ہیں لیکن وہابی اسے غیر ضروری سمجھتے ہیں اور فقہی اماموں کے بجائے احادیث کی پیروی کرتے ہیں۔ اس مسئلے پر شاہ اسمٰعیل شہید نے سفرِ حج کے بعد اپنے آپ کو غیر مقلد ظاہر کیا۔"[1]

سر سید احمد خان کا انکارِ تقلید بھی شاہ اسمٰعیل کے "فیضانِ صحبت" کا نتیجہ تھا۔ چنانچہ مولانا الطاف حسین حالی، سر سید کی ابتدائی زندگی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

> "مولانا اسمٰعیل شہید نے اُن کے خیالات کی اور زیادہ اصلاح کی اور انہیں کسی قدر تقلید کی بندشوں سے آزاد کیا۔"[2]

جناب سید احمد بریلوی اور اُن کے "مریدانِ باصفا" کے دینی معتقدات کی تغلیط میں سید صاحب کے زمانہ سے لے کر آج تک اکابر اہلِ سُنّت نے کیا کچھ لکھا صرف اس کی فہرست کے لیے ایک مستقل تصنیف کی ضرورت ہے سرِ دست یہ قصہ ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ ہمارا موضوع سید صاحب کے سیاسی اعمال و نظریات پر نقد و نظر ہے۔

کچھ دنوں سے سید صاحب کے مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والے بعض حضرات یہ ثابت کرنے کی بدرجۂ غایت کوشش کر رہے ہیں کہ "سید صاحب بنیادی طور پر انگریزوں کے تسلط کے بھی ویسے ہی مخالف تھے جیسے سکھوں کی حکومت کے۔ اور ان کے منصوبہ جہاد میں انگریزوں سے

---

[1] موجِ کوثر ص۴۳ [2] حیاتِ جاوید ؛

قتال اسی طرح شامل تھا جس طرح سکھوں سے۔ "آج کل اس نقطۂ نظر کے بہت بڑے مبلغ مولانا غلام رسول مہر ہیں۔ انھوں نے تحریک وہابیت پر قریباً پونے دو ہزار صفحات پر مشتمل چار مجلدات مرتب کی ہیں جن کے نام بالترتیب حسبِ ذیل ہیں:۔

① سیّد احمد شہید حصہ اوّل ② سیّد احمد شہید حصہ دوم

④ جماعتِ مجاہدین ③ سرگذشتِ مجاہدین

مہرؔ صاحب نے اپنی مذکرہ تصانیف میں اپنے نقطۂ نظر کی حقانیت ثابت کرنے کے لیے اپنا پورا زورِ قلم و استدلال صرف کیا ہے اس کے باوجود مہرؔ صاحب کو اپنے مقصد میں کامیابی حاصل نہیں ہو سکی۔ کیونکہ جن لوگوں کے سامنے تحریک وہابیت سے متعلق ایسی کتابیں ہیں جو اس تحریک کے بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں وہ مہرؔ صاحب کے نقطۂ نظر کی تائید کرنے سے معذور ہیں کیونکہ ان کتابوں میں ایسا مواد بکثرت موجود ہے جو مہرؔ صاحب کے نقطۂ نظر کے برعکس سیّد صاحب کو انگریزوں کا حلیف ثابت کرتا ہے۔

تحریک وہابیت سے متعلق حسبِ ذیل تین دستاویزات بلند پایہ تاریخی حیثیت کی حامل ہیں:۔

① سوانحِ احمدی:۔ اس کے مصنف مولوی محمد جعفر تھانیسری ہیں۔ مولوی صاحب، سیّد احمد بریلوی کے خاص معتقدین میں سے ہیں۔ ان کی تصنیف سوانحِ احمدی کو سیّد صاحب کے سوانحِ حیات میں ایک امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ بقول غلام رسول مہرؔ:۔

"اُردو زبان میں سیّد صاحب کے متعلق

یہ پہلی کتاب ہے۔"[۱]

شروع سے لے کر آج تک اسے سید صاحب کے حالات و واقعات کے سلسلے میں مستند ماخذ تسلیم کیا گیا ہے۔ کسی نے اس کے واقعات و روایات سے اختلاف نہیں کیا۔ خود مہر صاحب مولوی محمد جعفر تھانیسری کی بلند پایہ شخصیت کے معترف ہیں۔ ثبوت کے لیے مہر صاحب کی حسب ذیل تحریر ملاحظہ فرمایئے:۔

> "مولوی جعفر تھانیسری، سید صاحب کے خاص معتقدین سے وابستہ تھے اس وابستگی کے باعث انھوں نے خوفناک تکلیفیں اٹھائیں، گھر بار لٹا یا اور کم و بیش اٹھارہ سال کالے پانیوں میں بسر کیے ان کی قربانیوں کے سامنے ہر شخص کی گردن احتراماً جھک جانی چاہیے۔"[۲]

(۲) مقالاتِ سر سید۔ سر سید احمد خان، سید صاحب کے صرف معاصرین میں سے ہی نہیں بلکہ معتقدین میں سے بھی ہیں۔ سر سید کی ثقاہت سے کسی کو بھی انکار کی جرأت نہیں ہو سکتی۔ سر سید کو سید صاحب سے جو ارادت تھی اس کا اندازہ شیخ محمد اکرام صاحب سی۔ ایس۔ پی کے حسب ذیل بیان سے ہو سکتا ہے:۔

> "حقیقت یہ ہے کہ سر سید، مولانا سید احمد بریلوی کے ہم خیال اور اُن کے نہایت عقیدت مند مداحوں میں سے تھے اس کا ثبوت اُن مضامین سے مل سکتا ہے جو انھوں نے ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب کے خلاف اور وہابی عقائد کے حق میں

---

[۱] سید احمد شہید ص ۲۳ [۲] سید احمد شہید حصہ اول ص ۳۴۹

لکھے تھے۔ اس کے علاوہ سرسید نے اپنی کتاب آثار الصنادید میں مولانا سید احمد بریلوی، مولانا اسمٰعیل شہید اور شاہ عبد العزیز کے متعلق بے حد عقیدت کا اظہار کیا ہے ان بزرگوں کے حالات زندگی بڑی تفصیل اور بڑے ادب واحترام سے لکھے ہیں اور ان کے مخالفوں پر سختی سے نکتہ چینی کی ہے سرسید اور سید احمد بریلوی کے ذاتی تعلقات کا تو کوئی سراغ نہیں ملتا لیکن آثار الصنادید سے معلوم ہوتا ہے کہ سرسید، مولانا شہید کے مسجد جامع کے وعظ میں شریک ہوا کرتے تھے اور مولانا کی تعلیمات سے خاص طور پر متاثر ہوتے تھے۔“[1]

③ **حیاتِ طیبہ:۔** اس کے مصنف مشہور اہل قلم میرزا حیرت دہلوی ہیں۔ میرزا حیرت دہلوی کو جناب سید احمد بریلوی اور شاہ اسمٰعیل دہلوی سے بے پناہ عقیدت تھی اس کا ثبوت ان کی اس تصنیف کی ایک ایک سطر سے ہوتا ہے۔ میرزا حیرت کے تعصب کی یہ حالت ہے کہ انہوں نے اپنے ممدوح (شاہ اسمٰعیل) کو جگہ جگہ ”پیارے شہید“ لکھا ہے اور اپنے ممدوح کے مخالف رئیس الاحرار حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی کو ”منطقی صاحب“ کے نام سے لکھا ہے۔ میرزا صاحب نے حضرت علامہ فضل حق کی مخالفت ایسے سوقیانہ انداز میں کی ہے کہ شرافت ومتانت سر پیٹ کے رہ جاتی ہے۔ بطور نمونہ چند سطور درج کی جاتی ہیں۔ میرزا صاحب حضرت علامہ فضل حق کے بارے میں یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں کہ:۔

”یہ بھی مسلم الثبوت ہے کہ آپ طلباء کے پڑھانے کے

---

[1] موج کوثر ص۲۹-۳۰ ؛

ایسے پابند تھے کہ ناواجب موقع پر بھی نہ چوکتے تھے یعنی جب آپ طوائف کے ہاں ہوتے تھے اس حالت میں بھی سبق پڑھانے میں دریغ نہ کرتے تھے۔"[1]

مندرجہ بالا سطور اس امر کی غمازی کرتی ہیں کہ میرزا حیرت کو اپنے ممدوح سے کتنی اندھی عقیدت تھی اور اُس نے اسی عقیدت کی رو میں بہہ کر اپنے ممدوح کے ایک مخالف کے بارے میں (جو اپنے وقت کے ایک جلیل القدر عالم دین اور جنگ آزادی (۱۸۵۷ء) کے ہیرو ہیں) نہایت بے باکی سے بہتان تراشی کی ہے۔ ایسے غالی عقیدت مند کے متعلق یہ باور نہیں کیا جا سکتا کہ اس نے اپنے ممدوحین کے بارے میں کچھ ایسے غلط واقعات منسوب کیے ہوں جن سے ان کے ممدوحین کی تعریف کی بجائے تنقیص ثابت ہوتی ہو۔ بہر حال اُسے اپنے ممدوحین کے بارے میں مخلص تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ یہ ہیں تحریکِ وہابیت کے بنیادی ماخذ۔ ان سے زیادہ مستند شائع شدہ اور کوئی ماخذ نہیں۔

ہم نے اس مقالہ میں مذکورہ بالا ماخذوں کی روشنی میں جناب سیّد احمد بریلوی کے سیاسی کردار کا جو تجزیہ کیا ہے وہ نذرِ قارئین کرام ہے۔ ہم اپنے محاکمہ میں کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں اس کا جائزہ لینے کے لیے اگلے اوراق کی شہادت ضروری ہے۔

خاکسار

عنایت اللہ چشتی۔ چکڑالہ۔ ضلع میانوالی سنہ ۱۹۹۶ء

---

[1] حیات طیبہ صہ ۱۰۰

ہندوستان کا سیاسی نقشہ

جناب سید احمد بریلوی کے سکھوں کے خلاف اعلان جنگ سے پیشتر ہندوستان کن سیاسی حالات سے دوچار تھا اس کی حقیقت غلام رسول مہر کے حسب ذیل بیان سے منکشف ہوتی ہے :-

”سید صاحب کی ولادت سے کم و بیش تیس برس پیشتر ایک اجنبی قوت نے ہندوستان میں قدم جما لیے تھے یہ انگریز تھے جو تاجروں کے بھیس میں آئے تھے ملکی حاکموں کی بدعملیوں نے ان میں حکمرانی کے ولولے پیدا کر دیئے۔ سب سے پہلے کرناٹک، بنگال، بہار اوراڑیسہ ان کے زیر اثر آئے۔ پھر انہوں نے مرہٹوں اور نظام کو ساتھ ملا کر سلطنت میسور کو ختم کیا۔ ادھر سے فارغ ہوئے تو مرہٹوں، نظام اور اودھ پر توجہ مبذول کی۔ تھوڑے ہی دنوں میں سب کو امدادی فوجی نظام کی زنجیروں میں جکڑ کر بے دست و پا بنا دیا۔ پھر دہلی پہنچے تو اس تخت گاہ کے مختار کل بن گئے جو پورے ہندوستان کی اطاعت و انقیاد کا سر چشمہ تھی۔ سید صاحب کے ہوش سنبھالنے سے پہلے یہ سب کچھ پورا ہو چکا تھا۔ یہ حقیقت محتاج بیان نہیں کہ اسلامی حکومت

> کے احیاء کا خواب دیکھنے والے ہر شخص پر واضح تھا کہ انگریزوں کی قوت سے ٹکرانے اور اسے پاش پاش کیے بغیر ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھایا جا سکتا۔“[1]

مولانا مہر کے مندرجہ بالا بیان سے پتہ چلتا ہے کہ سکھوں کے خلاف سید صاحب کے اعلانِ جنگ سے قبل انگریز، ہندوستان کے بہت بڑے علاقے پر قابض ہو چکے تھے یہ امر حیران کن ہے کہ سید صاحب نے ہندوستانی مسلمانوں کو انگریزوں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر سرحد میں جا کر سکھوں کے خلاف جنگ کرنے کی ضرورت کیوں محسوس کی؟ بعض حلقے سید صاحب کے اس اقدام کے جواز میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ سید صاحب نے سُنا تھا کہ سکھ سرحدی مسلمانوں پر ظلم کر رہے ہیں اس لیے سید صاحب نے سکھوں سے انتقام لینے کے لیے سرحد جا کر سکھوں سے جنگ شروع کر دی۔ اوّل تو یہ دلیل اتنی کمزور ہے کہ اسے کوئی سمجھدار انسان تسلیم نہیں کر سکتا۔ کیونکہ سید صاحب کے وطن میں انگریز ظلم ڈھا رہے تھے اور سید صاحب انہیں نظر انداز کر کے اپنے وطن سے سینکڑوں میل دُور سکھوں سے لڑنے چلے جاتے ہیں۔ دوم مولانا غلام رسول مہر تو سید صاحب کے اعلانِ جنگ کی اس وجہ کو تسلیم ہی نہیں کرتے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

> ”بعض سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ رام پور میں افغانوں نے آپ کو مسلمانوں پر سکھوں کے ظلم و ستم کی داستانیں سُنائی تھیں اور یہ سُن کر آپ نے سکھوں کے خلاف جہاد کا فیصلہ کر دیا۔

---

[1] سید احمد شہید صہ ۸۶

> یہ محض سوانح نگاروں کے تخیل کا کرشمہ ہے سید صاحب اس سے بہت پہلے جہاد کا پختہ فیصلہ کر چکے تھے اور اس کی غرض و غایت یہ تھی کہ ہندوستان میں اسلامی حکومت قائم کریں . . . .
> سید صاحب کے نزدیک جہاد کا پہلا ہدف انگریز تھے، جو ہندوستان کے بہت بڑے علاقے پر قابض ہو چکے تھے۔ سکھوں سے بھی جہاد ضروری تھا لیکن وہ انگریزوں سے پہلے نہ آتے تھے۔"[1]

مولانا مہر کے مندرجہ بالا بیان سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ سکھوں سے پہلے انگریزوں سے جنگ ناگزیر تھی لیکن سید صاحب نے سکھوں سے جنگ شروع کر دی۔ سید صاحب نے سکھوں سے اس لیے جنگ شروع نہیں کی کہ وہ مسلمانوں پر ظلم کر رہے تھے بلکہ سید صاحب کی اس جنگ کا مقصد ہندوستان میں اسلامی حکومت کا قیام تھا۔ یہ عجیب بات ہے کہ سید صاحب ہندوستانی مسلمانوں کو انگریزوں کی غلامی میں چھوڑ کر اسلامی حکومت قائم کرنے کے خواب کی تعبیر ڈھونڈنے سرحد چلے گئے۔ اس ضمن میں ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب انگریز عملی طور پر سارے ہندوستان کا مالک تھا تو اس نے سید صاحب کو اپنے مقبوضات اور زیر اثر علاقوں میں جہاد کی آزادانہ تبلیغ کی اجازت کیونکر دی اور ان کی تحریک اور اس کے ابلاغ کو کیوں نہ روکا؟ اس سوال کا جواب اس تحریک کے پس منظر کو سامنے رکھنے سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ سید صاحب کی تحریک جہاد کے سرپرست انگریز تھے اور سید صاحب کا انگریزوں سے کوئی پیکٹ ہو چکا تھا اس لیے انگریزوں نے سید صاحب کی

---

[1] سید احمد شہید ص ۱۳۱ ۔

تحریک جہاد میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالی۔ اس بات کی تائید نواب امیر خان آف ٹونک اور انگریزوں کی صلح کے واقعہ سے بھی ہوتی ہے نواب امیر خان، انگریزوں کا شدید مخالف تھا۔ سیّد صاحب نے نواب امیر خان کی ملازمت اختیار کر کے نواب امیر خان کو سبز باغ دکھا کر اس کی انگریزوں سے صلح کرادی۔ اس صلح کی روداد مولوی محمد جعفر کی زبان سے سُنیئے :۔

> "ایک روز کا ذکر ہے کہ لشکر نواب امیر خان مرحوم سرکار انگریزی کے لشکر سے لڑ رہا تھا۔ دونوں طرف سے توپ اور بندوق چل رہی تھیں اُس وقت سیّد صاحب اپنے خیمہ میں تشریف رکھتے تھے آپ نے اپنا گھوڑا تیار کروایا اور اس پر سوار ہو کر مثل ہوا کے دونوں لشکروں کو چیرتے ہوئے اُس مقام پر پہنچ گئے جہاں سپہ سالار فوج انگریزی کا مع اپنے مصاحبوں کے کھڑا تھا۔ پس وہاں سے اُس سپہ سالار کو ساتھ لے کر پھر دونوں لشکروں کو چیرتے ہوئے اپنے خیمہ تک چلے آئے۔ یہاں آکر تھوڑی سی بات چیت کے بعد سپہ سالار مذکور نے عہد کر لیا کہ میں اسی دم اپنے لشکر کو مقابلہ نواب امیر خان صاحب سے واپس لے جاؤں گا اور پھر مقابلہ کو نہ آؤنگا بلکہ جہاں تک ممکن ہو گا اپنی سرکار کو اس بات پر مجبور کروں گا کہ نواب امیر خان سے صلح کر لے۔ اس وقوعہ کے بعد پھر سرکار انگریزی اور نواب امیر خان میں جنگ نہیں ہوئی۔ بلکہ صلح کی بات چیت اور رسل و رسائل شروع ہو گئے اور بعہد لارڈ ہیسٹنگ صاحب بہادر وائسرائے ہند،

ٹونک کا ملک، نواب صاحب کو دے کر صلح کی گئی۔"[1]

اس صلح کے متعلق ایک اور مؤرخ (میرزا حیرت دہلوی) کی شہادت بھی سُن لیجئے:-

> "۱۲۳۱ھ تک سیّد صاحب، امیر خان کی ملازمت میں رہے مگر ایک ناموری کا کام آپ نے یہ کیا کہ انگریزوں اور امیر خان کی صلح کرادی۔ اور آپ ہی کے ذریعہ سے جو شہر بعدازاں دیئے گئے اور جن پر آج تک امیر خان کی اولاد حکمرانی کرتی ہے دیئے طے پائے تھے۔ لارڈ ہیسٹنگ، سیّد صاحب کی بے نظیر کارگذاری سے بہت خوش تھا۔ دونوں لشکروں کے بیچ میں ایک خیمہ کھڑا کیا گیا اور اس میں تین آدمیوں کا باہم معاہدہ ہوا۔ امیر خان، لارڈ ہیسٹنگ اور سیّد صاحب، سیّد صاحب نے امیر خان کو بڑی مشکل سے شیشہ میں اُتارا تھا۔ آپ نے اسے یقین دلا دیا تھا کہ انگریزوں سے مقابلہ کرنا اور لڑنا بھڑنا اگر تمہارے لیے بُرا نہیں ہے تو تمہاری اولاد کے لیے سم قاتل کا اثر رکھتا ہے یہ باتیں امیر خان کی سمجھ میں آگئی تھیں اور اب وہ اس بات پر رضامند تھا کہ گذارہ کے لیے کچھ ملک مجھے دے دیا جائے تو میں بآرام بیٹھوں۔ امیر خان نے ریاستوں اور ان کے ساتھ انگریزوں کا بھی ناک میں دم کر دیا تھا۔ آخر

---

[1] سوانح احمدی صہ ۱۴-۱۵؁

ایک بڑے مشورے کے بعد سید احمد صاحب کی کارگزاری سے ہر ریاست میں سے کچھ کچھ حصہ دے کر امیر خان سے معاہدہ کر لیا۔ جیسے جے پور سے ٹونک دلوا دیا۔ اور بھوپال سے سرونج۔ اسی طرح سے متفرق پرگنے مختلف ریاستوں سے بڑی قیل و قال کے بعد انگریزوں سے دلا کر بپھرے ہوئے شیر کو اس حکمت عملی سے پنجرہ میں بند کر دیا۔"[1]

یہ بیان مزید وضاحت کا محتاج نہیں اس بیان کے خط کشیدہ فقرات کو ایک بار پھر پڑھیے اور سید صاحب کی انگریز دوستی کا اندازہ لگائیے۔

◆

---

[1] حیات طیبہ صہ ۵۱۳-۵۱۵

انگریزوں سے جہاد کی اجازت

مندرجہ بالا واقعات و روایات سے یہ حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے کہ سید صاحب کے انگریزوں سے گہرے تعلقات تھے۔ انہوں نے انگریزوں کے ایماء پر نواب امیر خان کو انگریزوں کی اطاعت پر مجبور کر دیا۔ ان تعلقات کے پیشِ نظر سید صاحب کو انگریزوں سے تحریکِ جہاد کی اجازت کی چنداں ضرورت تو نہیں تھی کیونکہ سید صاحب سب کچھ انگریزوں کے اشارہ پر کر رہے تھے لیکن سید صاحب نے رسمی طور پر اپنے صوبہ کے گورنر سے جہاد کی اجازت طلب کی۔ چنانچہ مولوی محمد جعفر تھانیسری رقمطراز ہیں:-

> "اُس وقت ہر شہر و قصبہ و گاؤں برٹش انڈیا (انگریزی عملداری واقع ہند) میں علانیہ سکھوں پر جہاد کرنے کا وعظ ہوتا تھا مگر براہِ دُور اندیشی معرفت شیخ غلام علی صاحب رئیسِ اعظم الٰہ آباد کے نواب لفٹیننٹ گورنر بہادر اضلاع شمالی و مغربی کو بھی اس تیاری جہاد کی اطلاع دی گئی تھی جس کے جواب میں صاحب ممدوح نے یہ تحریر فرمایا کہ جب تک انگریزی عملداری میں کسی فتنہ و فساد کا اندیشہ نہ ہو ہم ایسی تیاری کے مانع نہیں۔"[لہ]

(حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

اس اجازت جہاد کی رُوداد میرزا حیرتؔ دہلوی سے بھی سُن لیجیے :-

"سید صاحب نے مولانا شہید کے مشورہ سے شیخ غلام علی رئیس الہ آباد کی معرفت لفٹیننٹ گورنر ممالک مغربی شمال کی خدمت میں اطلاع دی کہ ہم لوگ سکھوں پر جہاد کی تیاری کرتے ہیں۔ سرکار کو تو اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے — لفٹیننٹ گورنر نے صاف لکھ دیا کہ ہماری عملداری امن میں خلل نہ پڑے تو ہمیں آپ سے کچھ سروکار نہیں نہ ہم ایسی تیاری میں مانع ہیں۔"[1]

مندرجہ بالا واقعات اس امر کے سمجھنے میں ممد ہوتے ہیں کہ سید صاحب کی تحریک جہاد میں انگریزوں کا ہاتھ تھا اس لیے انہیں سید صاحب کی اس تحریک سے قطعاً خدشہ نہیں تھا اگر انہیں سید صاحب کی وفاداری پر ذرا بھی شبہ ہوتا تو وہ سید صاحب کو بغاوت کے الزام میں پابند سلاسل کر کے تختۂ دار پر چڑھا دیتے چونکہ انہیں سید صاحب کی وفاداری پر اعتماد تھا اس لیے وہ سید صاحب کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کرتے رہے۔

(حاشیہ صفحہ سابقہ) [1] سوانح احمدی ص۷۵ (حاشیہ صفحہ موجودہ) [1] حیات طیبہ ص۵۲۳ ؛

انگریزی حکومت کے متعلق سید صاحب کا فتویٰ!

انگریزی حکومت کے متعلق سید صاحب کا فتویٰ بھی پڑھ لیجئے :-

"یہ بھی ایک صحیح روایت ہے کہ جب آپ (سید صاحب) سکھوں سے جہاد کرنے کو تشریف لے جاتے تھے کسی شخص نے آپ سے پوچھا کہ آپ اتنی دُور سکھوں پر جہاد کرنے کیوں جاتے ہو؟ انگریز جو اس ملک پر حاکم ہیں۔ دین اسلام سے کیا منکر نہیں ہیں۔ گھر کے گھر میں ان سے جہاد کر کے ملک ہندوستان لے لو۔ یہاں لاکھوں آدمی آپ کا شریک اور مددگار ہو جاوے گا۔ سید صاحب نے جواب دیا کہ کسی کا ملک چھین کر ہم بادشاہت نہیں کرنا چاہتے . . . . . سرکار انگریزی گو منکرِ اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کچھ ظلم اور تعدی نہیں کرتی اور نہ ہی اُن کو فرض مذہبی اور عبادت لازمی سے روکتی ہے۔ ہم ان کے ملک میں اعلانیہ وعظ کہتے اور ترویج مذہب کرتے ہیں وہ کبھی مانع اور مزاحم نہیں ہوتی بلکہ اگر ہم پر کوئی زیادتی کرتا ہے تو اس کو سزا دینے کو تیار ہے ہمارا اصل کام اشاعت توحید الٰہی اور احیاءِ سُنن سیدالمرسلین ہے۔ سو ہم بلا روک ٹوک

اس ملک میں کرتے ہیں پھر ہم سرکارِ انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں اور خلافِ اُصولِ مذہب طرفین کا خون بلا سبب گرادیں [1] ۔"

سید صاحب کے مندرجہ بالا بیان کے ایک ایک لفظ سے انگریز دوستی کا ثبوت ملتا ہے وہ انگریز جس نے سلطان ٹیپو شہید کی سلطنتِ دولتِ خداداد کو تہس نہس کر دیا تھا اور ہندوستان میں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیل رہا تھا کے متعلق سید صاحب کا یہ فتویٰ کہ :

"سرکارِ انگریزی مسلمانوں پر کچھ ظلم اور تعدی نہیں کرتی اور نہ ہی ان کو فرض مذہبی اور عبادت لازمی سے روکتی ہے ۔"

سہ خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا لکھیے
ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

سید صاحب کی اس خود فریبی اور خوش فہمی پر ڈاکٹر اقبال کا یہ شعر صادق آتا ہے سہ

مُلا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

لگے ہاتھوں سید صاحب کے دستِ راست مولوی شاہ اسمٰعیل دہلوی کا فتویٰ بھی پڑھ لیجیے :۔

"یہ بھی صحیح روایت ہے کہ اثنائے قیام کلکتہ میں جب ایک روز مولانا محمد اسمٰعیل شہید وعظ فرما رہے تھے۔ ایک

---

[1] سوانح احمدی ص۷۱ ۔

شخص نے مولانا سے یہ فتویٰ پوچھا کہ سرکار انگریزی سے جہاد کرنا درست ہے یا نہیں اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ ایسی بے رو ریا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں ہے۔"[1]

سید صاحب اور ان کے رفقاء کار کے انگریزوں کے متعلق "یہی نیک خیالات" تھے جن کی وجہ سے انگریز اُن سے بالکل مطمئن تھے۔ انگریزوں کے اطمینان کی ایک اور شہادت بھی سُن لیجئے میرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں:

"جب مہیب تحریک چلی تو ضلع کے حکام اس سے چونکنے ہوئے اور انہیں خوف معلوم ہوا کہ کہیں ہماری سلطنت میں رخنہ نہ پڑے اور موجودہ امن میں کسی قسم کا خلل واقع نہ ہو اس تقریب سے ضلع کے حکام نے حکام اعلیٰ کو لکھا۔ وہاں سے صاف جواب آگیا۔ ان سے ہرگز مزاحمت نہ کرو۔ ان مسلمانوں کو ہم سے کوئی لڑائی نہیں ہے یہ سکھوں سے انتقام لینا چاہتے ہیں۔۔۔"[2]

چونکہ ضلع کے چھوٹے افسروں کو انگریزوں سے سید صاحب کی سازباز کا علم نہیں تھا اس لیے انہوں نے سید صاحب کے جوش و خروش کو دیکھ کر خطرہ محسوس کرتے ہوئے حکام اعلیٰ کو اُن کی سرگرمیوں کی اطلاع دی مگر حکام اعلیٰ کو سب کچھ معلوم تھا اس لیے انہوں نے سید صاحب کے بارے میں اطمینان دلا دیا۔

---

[1] سوانح احمدی ص ۵۷ ؛ [2] حیات طیبہ ص ۵۲۳ ؛

انگریزی عدالتوں کا تعاون

سید صاحب کی تحریک جہاد کے سلسلے میں انگریزی عدالتوں نے اپنے تعاون میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ چنانچہ مولوی محمد جعفر تھانیسری لکھتے ہیں:۔

"سید صاحب جہاد میں معروف تھے۔ اس وقت ایک ہنڈی سات ہزار روپے کی جو بذریعہ ساہوکاران دہلی مرسلہ محمد اسحاق صاحب روانہ ہوئی تھی۔ ملک پنجاب میں وصول نہ ہونے پر اس سات ہزار کی واپسی کا دعویٰ عدالت دیوانی میں دائر ہو کر ڈگری ہوا اور پھر بہنگام اپیل عدالت عالیہ دیوانی سے (ہائیکورٹ) انگریزوں میں بھی حکم ڈگری بحق مدعی بحال رہا۔"[1]

اس واقعہ کی تصدیق میرزا حیرت دہلوی کے قلم سے بھی پڑھ لیجئے:۔

جب سید صاحب یاغستان میں تھے تو مولانا محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی نے کچھ اوپر سات ہزار روپیہ سید احمد صاحب کو بذریعہ ہنڈی روانہ کیا تھا۔ ————

————

———— وہ کسی باعث سے نہیں پہنچا تھا اس پر نالش کی گئی تھی اور پھر روپیہ وصول کر کے دوبارہ سید صاحب کی خدمت میں روانہ کیا گیا تھا۔"[2]

اگر سید صاحب انگریزوں کے مخالف ہوتے تو وہ ان کو روپیہ کی وصولی میں کیوں مدد دیتے بلکہ ان کا روپیہ بحق سرکار ضبط کر لیتے۔

---

[1] سوانح احمدی صـ ۷۰ [2] حیات طیبہ صـ ۵۲۹ ÷

انگریز کی طرف سے سیّد صاحب کو دعوتِ طعام

مولوی محمد جعفر تھانیسری لکھتے ہیں کہ :-

"جب نمازِ عشاء کی ہو چکی اس وقت دیدبانوں نے عرض کیا کہ فاصلہ دُور دراز سے تین مشعلیں اس طرف کو آتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ آتے آتے جب وہ مشعلیں کنارہ کے نزدیک پہنچیں تو دیکھا کہ ایک انگریز گھوڑے پر سوار بہت سا کھانا قسم قسم کا بہنگیوں میں رکھوائے ہوئے چلا آتا ہے اُس نے کشتی کے نزدیک آکر پوچھا کہ پادری صاحب کہاں ہیں۔ جب حضرت نے کشتی میں سے جواب دیا تو وہ گھوڑے سے اُتر کر اور اپنی ٹوپی سر سے اُتار کر بہت ادب سے حضرت کے سامنے کشتی میں آیا۔ اور بعد سلام و مزاج پُرسی کے عرض کیا کہ تین روز سے میں نے نوکر واسطے لانے خبر تشریف آوری حضور اس طرف تعینات کر رکھے تھے۔ سو آج انھوں نے مجھ کو خبر دی۔ سو یہ ماحضر واسطے حضور اور کل قافلے کے تیار کر کے لایا ہوں۔ براہِ بندہ نوازی اس کو قبول فرمائیں۔ حضرت نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ فوراً وہ کھانا اپنے برتنوں میں لے کر قافلے میں تقسیم کر دو۔ قریب دو گھڑی تک وہ انگریز

حضور میں حاضر رہا اور پھر رخصت لے کر مع اپنے آدمیوں کے واپس چلا گیا۔"[1]

یہی واقعہ سید صاحب کے خاندان کے ایک نامور عالم اور مصنف مولانا ابوالحسن علی ندوی کی زبان سے بھی سن لیجئے:۔

"اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ انگریز گھوڑے پر سوار چند پالکیوں پر کھانا رکھے کشتی کے قریب آیا اور پوچھا کہ پادری صاحب کہاں ہیں۔ حضرت نے کشتی پر سے جواب دیا کہ میں یہاں موجود ہوں۔ انگریز گھوڑے پر سے اترا اور ٹوپی ہاتھ میں لیے کشتی پر پہنچا اور مزاج پرسی کے بعد کہا کہ تین روز سے میں نے اپنے ملازم یہاں کھڑے کر دیئے تھے کہ آپ کی اطلاع کریں۔ آج انہوں نے اطلاع دی کہ اغلب یہ ہے کہ حضرت قافلے کے ساتھ تمہارے مکان کے سامنے پہنچیں۔ یہ اطلاع پاکر غروب آفتاب تک میں کھانے کی تیاریوں میں مشغول رہا۔ سید صاحب نے حکم دیا کہ کھانا اپنے برتنوں میں منتقل کر لیا جائے۔ کھانا لے کر قافلے میں تقسیم کر دیا گیا اور انگریز دو تین گھنٹہ ٹھہر کر چلا گیا۔"[2]

کیا انگریز کی اس دعوت سے یہ حقیقت واضح نہیں ہوتی کہ انگریز، سید صاحب کو اپنا آدمی سمجھتے تھے اگر وہ سید صاحب کو دشمن سمجھتے تو انہیں سید صاحب کی اس خصوصی دعوت کے اہتمام کی کیا ضرورت تھی۔

---

[1] سوانح احمدی صـ ۴۳-۴۹ [2] سیرت سید احمد شہید حصہ اول از مولانا ابوالحسن ندوی صـ ۱۹۰

مولانا عبدالحی، سابق ملازم افرنگ

مولانا غلام رسول مہر سید صاحب کی جماعت کے ایک ممتاز رکن مولانا عبدالحی کے حالاتِ زندگی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "انگریزوں کو ابتدائے حکومت میں اس بات کی بڑی خواہش و جستجو تھی کہ خاندانی و ذی وجاہت علما افتا و صدارت کے مناصب قبول کر لیں تاکہ شمالی ہند انگریزی حکومت عوام کے نزدیک مقبول ہو سکے۔ چنانچہ میرٹھ میں مفتیٔ عدالت کا عہدہ خالی ہوا تو کوشش کی گئی کہ شاہ عبدالعزیز، مولانا عبدالحی کو یہ عہدہ قبول کرنے کی اجازت دے دیں اور انھوں نے اجازت دے دی۔ یوں کچھ مدت تک مولانا عبدالحی میرٹھ میں مفتیٔ عدالت رہے[1]"

مولانا عبدالحی کے سابق ملازم افرنگ ہونے کے واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ انگریزوں نے سید صاحب کی تحریک میں اپنے معتمد آدمی اس غرض سے داخل کر رکھے تھے تاکہ وہ انگریزوں کی ہدایات کے مطابق تحریک کو چلائیں۔

سید صاحب جاسوسِ افرنگ ہونے کا شبہ

مولانا غلام رسول مہر، سید صاحب کے سندھ میں داخلہ کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

---

[1] جماعت مجاہدین صـ ۱۱۱ ؛

①

"انگریزوں کے بارے میں عام سندھیوں کی رائے اچھی نہ تھی۔ سید صاحب کو بے سبب ان تمام شبہات کا ہدف بننا پڑا۔"[۱]

②

"یہ شہر (شکارپور) پہلے شاہ شجاع بادشاہ افغانستان کے قبضے میں تھا جو اپنے بھائی محمود شاہ کے مقابلے میں شکست کھا کر پنجاب سے ہوتا ہوا انگریزوں کے پاس پہنچ چکا تھا اور لدھیانے میں مقیم تھا۔ سید صاحب کے پہنچنے سے تین برس پیشتر امیرانِ سندھ نے اس پر قبضہ جما لیا۔ سید صاحب پہنچے تو اہل شہر میں خدا جانے کس بناء پر افواہ پھیل گئی کہ شاہ شجاع نے ایک دستہ فوج اس غرض سے بہ تبدیل لباس بھیج دیا ہے کہ خفیہ خفیہ شکارپور پر قبضہ کر لے۔ اس پر اضطراب پیدا ہوا۔ حاکم شہر کو حکم دینا پڑا کہ سید صاحب کے غازی شہر میں داخل نہ ہوں۔"[۲]

چونکہ سید صاحب کو قدم قدم پر انگریزوں کی تائید و حمایت حاصل تھی اور سید صاحب کی زبان پر بھی انگریزوں کی تعریف و توصیف تھی اس لیے سید صاحب پر انگریزوں کے ایجنٹ ہونے کا شبہ بے جا نہیں تھا۔

③

---

[۱] سید احمد شہید ص ۲۹۶ [۲] ایضاً ص ۳۰۶

سید صاحب اور ان کی جماعت کے خلاف سرحد کے علماء نے جو فتویٰ تیار کیا تھا جس پر بہت سے علماء کی مہریں ثبت تھیں اس کا مضمون یہ تھا کہ :-

"سید صاحب چند عالموں کو اپنے ساتھ ملا کر تھوڑی سی جمعیت کے ہمراہ افغانستان گئے ہیں۔ وہ بظاہر جہاد فی سبیل اللہ کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن یہ ان کا فریب ہے وہ ہمارے اور تمہارے مذہب کے مخالف ہیں ایک نیا دین انہوں نے نکالا ہے۔ کسی ولی یا بزرگ کو نہیں مانتے۔ سب کو بُرا کہتے ہیں۔ انگریزوں نے انہیں تمہارے مُلک کا حال معلوم کرنے کی غرض سے جاسوس بنا کر بھیجا ہے۔ ان کی باتوں میں نہ آنا عجب نہیں تمہارا ملک چھنوا دیں۔ جس طرح ہو سکے انکو تباہ کرو۔ اگر اس باب میں غفلت یا سستی برتو گے تو پچھتاؤ گے اور ندامت کے سوا کچھ نہ پاؤ گے[1]"

مندرجہ بالا فتویٰ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ سرحدی مسلمانوں نے سید صاحب کی انگریز دوستی کی وجہ سے ان کا ساتھ نہ دیا اور سید صاحب کی جماعت سے سرحد میں جو سیاسی اور مذہبی غلطیاں ہوئیں اُن کی تفصیل کے لیے ایک مستقل تصنیف کی ضرورت ہے چونکہ وہ ہمارے موضوع سے متعلق نہیں ہیں اس لیے ہمیں ان کے تفصیلی تذکرہ کی ضرورت نہیں ہے اور یہی غلطیاں سید صاحب کی ناکامی کا باعث

---

[1] سید احمد شہید ص ۲۸۰

ہوئیں۔ یہاں ان غلطیوں کے بارے میں مولانا عبید اللہ سندھی کا یہ ارشاد نقل کر دینا کافی ہے کہ :۔

"غلطیاں اس قدر ہوئیں کہ ان کا لازمی نتیجہ شکست تھا۔"[1]

سیّد صاحب کی انگریز دوستی کے متعلق اپنوں کی شہادتیں

①

مولوی محمد جعفر تھانیسری لکھتے ہیں کہ :۔

"اس سوانح (سوانح احمدی) اور مکتوبات منسلکہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب کا سرکار انگریزی سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہ تھا وہ اس آزاد عملداری کو اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے اور اس میں شک نہیں کہ اگر سرکار انگریزی اس وقت سید صاحب کے خلاف ہوتی تو ہندوستان سے سید صاحب کو کچھ بھی مدد نہ پہنچتی۔ مگر سرکار انگریزی اس وقت دل سے چاہتی تھی کہ سکھوں کا زور کم ہو۔"[2]

مولوی محمد جعفر کے اس بیان کی تصدیق مشہور بنگالی مورخ میجر باسو کی حسب ذیل تحریر سے ہوتی ہے :۔

• "برطانوی حکمران اس دن کا بے چینی سے انتظار کر

---

[1] شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک ص ۱۴۲ [2] سوانح احمدی ص ۱۳۹

رہے تھے کہ وہ رنجیت سنگھ کی دولت اور سلطنت پر قبضہ کر سکیں اس میں مطلق شک نہیں کہ پنجاب میں تمام فسادات، انتشار اور پراگندگی کا سبب خود انگریز تھے تاکہ اسے کمزور کر کے اپنی سلطنت سے اس کا الحاق کر لیں[۱]۔"

②

"پندرہ برس کے بعد سلطنت پنجاب، متعصب اور ظالم سکھوں کے ہاتھ سے نکل کر ایک ایسی عادل اور آزاد اور لامذہب (انگریزی) قوم کے ہاتھ آگئی کہ جس کو ہم مسلمان (مریدان سید صاحب) اپنے ہاتھ پر فتح ہونا تصور کرتے ہیں اور غالباً سید صاحب کے الہام کی صحیح تاویل یہی ہو گی جو ظہور میں آئی[۲]۔"

③

"آپ (سید صاحب) کے سوانح عمری اور مکاتیب میں بیس سے زیادہ ایسے مقام پائے گئے ہیں۔ جہاں کھلے کھلے اور اعلانیہ طور پر سید صاحب نے بدلائل شرعی اپنے پیرو لوگوں کو سرکار انگریزی کی مخالفت سے منع کیا ہے ..... سید صاحب کا جہاد صرف اس وقت کے ان ظالم سکھوں سے تھا جنہوں نے اس وقت پنجاب کے مسلمانوں پر قیامت برپا کر رکھی تھی نہ کہ

---

[۱] ہندوستان میں نصرانی اقتدار کا عروج۔

[۲] سوانح احمدی ص ۱۳۹

سرکار انگریزی سے ـــــ پس اس امر میں بھی ان (مریدین سید صاحب) کو سید صاحب کی پیروی کرنی ضرور اور لازم ہے"[1]

میرزا حیرت دہلوی کی شہادت

میرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں :-

"یہ تمام بیّن ثبوت صاف اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ جہاد صرف سکھوں سے مخصوص تھا۔ سرکار انگریزی سے مسلمانوں کو ہرگز مخاصمت نہ تھی۔"

مولوی جعفر تھانیسری پر تحریف کا بے بنیاد الزام

مولانا غلام رسول مہر نے اپنی تصانیف میں بعض مفروضات کی بنا پر جناب سید احمد بریلوی کو انگریز کا مخالف ثابت کرنے کی انتہائی کوشش کی لیکن کوئی ٹھوس ثبوت فراہم نہیں کر سکے انھوں نے اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے مولوی محمد جعفر تھانیسری پر سید صاحب کے مکاتیب میں تحریف کرنے کا بے بنیاد الزام عائد کیا ہے۔ مولانا مہر نے اپنی تصنیف "سید احمد شہید" میں "سوانح احمدی" مصنفہ مولوی محمد جعفر تھانیسری سے سید صاحب کے مکاتیب کے چار اقتباس درج کئے ہیں اور انہیں غلط ٹھہرا کر ان کے مقابلے میں سید صاحب کے چار مکتوبات کے اقتباس

---

[1] سوانح احمدی صہ ۲۳۶ [2] حیات طیبہ صہ ۵۲۲ ؛

اس مجموعے سے دیئے ہیں جو مولانا مہر کے پاس ہے۔ مولانا مہر نے اپنے مجموعہ مکاتیب کو صحیح قرار دیا ہے اور سوانح احمدی کے مکاتیب کو غلط قرار دیا ہے۔ مولانا مہر نے یہ بات واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ اصل مکاتیب میں جہاں انگریزوں کے نام کے ساتھ مخالفت ہے وہاں مولوی محمد جعفر نے سکھوں کے نام کے ساتھ مخالفت لکھ دی۔ لیکن اس سلسلے میں پہلی قابل غور بات یہ ہے کہ مولانا مہر نے مولوی محمد جعفر صاحب جیسی مسلّمہ شخصیت پر تحریف کا الزام عائد کر کے مولوی صاحب کو دوسرے لفظوں میں بددیانت ثابت کیا ہے جو سیّد صاحب کے مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والے اہل علم حضرات کے لیے ناقابل تسلیم ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ مولوی محمد جعفر صاحب کی تصنیف سوانح احمدی کو شائع ہوئے قریباً ایک صدی ہو چکی ہے اس عرصہ میں کسی مؤرخ، محقق اور عالم نے مولوی صاحب پر تحریف کا الزام عائد نہیں کیا۔ کیا اس عرصہ میں سیّد صاحب کے مکاتیب تک مولانا مہر کے سوا کسی کو دسترس حاصل نہیں ہوئی۔

تیسری بات یہ ہے کہ مولانا مہر کے پاس جو ذخیرۂ مکاتیب ہے وہ اصل نہیں بلکہ نقل ہے اور نقل بھی نقل در نقل۔ خدا معلوم یہ مجموعہ کتنے واسطوں سے نقل ہوتا ہوا مولانا مہر تک پہنچا ہے۔ یہ امر بھی فیصلہ طلب ہے کہ مہر صاحب کے پاس جو ذخیرۂ مکاتیب ہے۔ اس کی حیثیت کیا ہے کہیں یہ ذخیرہ صرف مولوی محمد جعفر کو محرّف ثابت کرنے کے لیے تو وجود میں نہیں لایا گیا؟

افادات سر سیّد احمد خان

①

ذیل میں سر سیّد احمد خان کے اس معرکۃ الآرا مقالہ سے ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے جو اُس نے بنگال کے ایک معزز سرکاری افسر ولیم ہنٹر آئی۔ سی۔ ایس کی کتاب "ہمارے ہندوستانی مسلمان" کے جواب میں سپرد قلم کیا تھا اس مقالہ میں سر سیّد احمد خان تحریک وہابیت کے متعلق ڈاکٹر ہنٹر کی غلط فہمیوں کا ازالہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"جو کام اُس زمانے کے وہابی کرتے تھے ان سے گورنمنٹ انگریزی واقف تھی اور کسی طرح ان لوگوں کی طرف گورنمنٹ کی بدخواہی کا گمان نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ اس زمانہ میں علی العموم مسلمان لوگ عوام کو سکھوں پر جہاد کرنے کی ہدایت کرتے تھے تاکہ وہ اپنے ہم وطن مسلمانوں کو اس قوم کے ظلم و تعدی سے نجات دیں اُس زمانہ میں مجاہدین کے پیشوا سیّد احمد صاحب تھے مگر وہ واعظ نہ تھے۔ واعظ قوم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب تھے جن کی نصیحتوں سے مسلمانوں کے دلوں میں ایک ایسا ولولہ اثر خیز پیدا ہوتا تھا جیسا کہ کسی بزرگ کی کرامت کا اثر ہوتا ہے مگر اس واعظ نے اپنے زمانہ میں کبھی کوئی لفظ اپنی زبان سے ایسا نہ نکالا جس سے

ان کے ہم مشربوں کی طبیعت ذرا بھی گورنمنٹ انگریزی کی طرف سے برافروختہ ہو بلکہ ایک مرتبہ وہ کلکتہ میں سکھوں پر جہاد کرنے کا وعظ فرما رہے تھے۔ اثنائے واعظ میں کسی شخص نے ان سے دریافت کیا کہ تم انگریزوں پر جہاد کرنے کا وعظ کیوں نہیں کرتے وہ بھی تو کافر ہیں۔ اس کے جواب میں مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے فرمایا کہ انگریزوں کے عہد میں مسلمانوں کو کچھ اذیت نہیں ہوتی اور چونکہ ہم انگریزوں کی رعایا ہیں اس لیے ہم پر اپنے مذہب کی رو سے یہ بات فرض ہے کہ انگریزوں پر جہاد کرنے میں ہم کبھی شریک نہ ہوں پس اس زمانہ میں ہزاروں مسلح مسلمان اور بے شمار سامان جنگ کا ذخیرہ سکھوں پر جہاد کرنے کے واسطے ہندوستان میں جمع ہو گیا۔ مگر جب صاحب کمشنر اور صاحب مجسٹریٹ کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے گورنمنٹ کو اطلاع دی۔ گورنمنٹ نے ان کو صاف لکھا کہ تم کو اس معاملہ میں ہرگز دست اندازی نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ ان کا ارادہ کچھ گورنمنٹ انگریزی کے مقاصد کے خلاف نہیں ہے غرض کہ ۱۸۲۳ء میں یہ لوگ سکھوں پر جہاد کرنے کے واسطے سرحد پر پہنچے اور اس کے بعد ہندوستان سے برابر ان کے پاس مدد پہنچتی رہی اور گورنمنٹ بھی اس امر سے بخوبی واقف تھی جس کے ثبوت میں ایک مقدمہ کی کیفیت نظیراً میں درج ذیل کرتا ہوں :-

دہلی کے ایک ہندو مہاجن نے جس کے پاس جہادی لوگوں کی امداد کے واسطے روپیہ جمع کیا گیا تھا امداد کے روپیہ میں

کچھ تغلب کیا اور مسٹر ولیم فریزر صاحب بہادر متوفی کمشنر کے روبرو اس پر نالش ہوئی اور انجام کار مولوی محمد اسحاق صاحب مدعی کے حق میں اس دعویٰ کی ڈگری ہوئی اور جو روپیہ مدعا علیہ سے ڈگری کا وصول ہوا وہ اور ذریعے سے سرحد کو بھیجا گیا۔ بعد اس کے اس مقدمہ کی اپیل صدر کورٹ الہ آباد میں ہوئی۔ وہاں بھی عدالت ماتحت کا فیصلہ بحال رہا۔

. . . . ان کے ایک نہایت مشہور و معروف مولوی محبوب علی تھے۔ (جن کا انتقال سنہ ۱۸۶۳ء میں ہوا) . . . . شاید اس مضمون کے پڑھنے والے اس عجیب بات کے سننے سے بھی خوش ہوں کہ مولوی محبوب علی صاحب وہی شخص تھے جن کو ۱۸۵۷ء میں باغیوں کے سرغنہ بخت خان نے عین ہنگامہ غدر میں طلب کیا اور ان سے یہ درخواست کی کہ آپ اس زمانہ میں انگریزوں پر جہاد کرنے کی نسبت ایک فتویٰ پر اپنے دستخط کر دیں مگر مولوی محبوب علی صاحب نے صاف انکار کیا اور بخت خان سے کہا کہ ہم مسلمان گورنمنٹ انگریزی کی رعایا ہیں۔ ہم اپنے مذہب کی رو سے اپنے حاکموں سے مقابلہ نہیں کر سکتے اور علاوہ برایں یہ ہوا کہ جو ایذا بخت خان اور اس کے رفیقوں نے انگریزوں کی میموں اور بچوں کو دی تھی اس کی بابت بخت خان کو سخت لعنت ملامت کی[1]"

(۲)

"پینتیس برس پیشتر ایک بہت بڑے مولوی محمد اسمٰعیل نے ہندوستان میں جہاد کا وعظ کیا اور سب آدمیوں کو جہاد کی

---

[1] مقالات سرسید حصہ نہم مرتبہ شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی ص ۱۳۱-۱۳۳ شائع کردہ مجلس ترقی ادب لاہور۔

ترغیب دی۔ اس وقت اس نے صاف بیان کیا کہ ہندوستان کے رہنے والے جو سرکار انگریزی کے امن میں رہتے ہیں ہندوستان میں جہاد نہیں کر سکتے اس لیے ہزاروں آدمی جہادی ہر ایک ضلع ہندوستان میں جمع ہوئے اور سرکار کی عملداری میں کسی طرح کا فساد نہیں کیا۔ اور غربی سرحد پنجاب پر جا کر لڑائی کی[1]۔"

(۳)

سر سید احمد خان، دہلی کے وہابی علماء کی فتویٰ جہاد سے برأت ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"دلی میں ایک بہت بڑا گروہ مولویوں اور اُن کے تابعین کا ایسا تھا کہ وہ مذہب کی رُو سے معزول بادشاہ دلی کو بہت برا اور بدعتی سمجھتے تھے ان کا یہ عقیدہ تھا کہ دلی کی جن مسجدوں میں بادشاہ کا قبض و دخل اور اہتمام ہے ان مسجدوں میں نماز درست نہیں۔ چنانچہ وہ لوگ جامع مسجد میں نماز نہیں پڑھتے تھے اور غدر سے بہت قبل کے چھپے ہوئے فتوے اس معاملہ میں موجود ہیں پھر کیسی عقل قبول کر سکتی ہے کہ ان لوگوں نے جہاد کے درست ہونے میں اور بادشاہ کو سردار بنانے میں فتویٰ دیا ہو[2]۔"

---

[1] اسباب بغاوت ہند ۱۸۵۷ء از سر سید احمد خان ص۸۔

[2] اسباب بغاوت ہند ص۱۰۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں وہابیوں کی عدم شمولیت

تھانیسری لکھتے ہیں کہ :۔

"حالانکہ ابتدائے عملداری سرکار سے وہابیوں سے قتل انگریز تو درکنار کبھی کوئی حرکت خلافِ تہذیب بھی سرزد نہیں ہوئی۔ عین بغاوت ۱۸۵۷ء کے عام فتنہ کے وقت بجائے بغاوت اور فساد کے وہابیوں نے انگریزوں کی میم اور بچوں کو باغیوں کے ہاتھ سے بچا کر اپنے گھروں میں چھپا رکھا۔[1]"

مقالاتِ سرسیّد کے مرتّب کا تبصرہ

①

"مقالاتِ سرسیّد" کے مرتب جناب محمد اسمٰعیل پانی پتی نے "مقالاتِ سرسید" حصہ شانزدہم میں سرسیّد کے مقالہ بعنوان "حضرت سیّد احمد صاحب قدس سرہٗ" کے فٹ نوٹ میں جناب سیّد احمد صاحب بریلوی کی انگریز دوستی کے موضوع پر پُراز حقائق و معارف تبصرہ کیا ہے چونکہ یہ تبصرہ ہمارے موضوعِ زیرِ بحث سے خاص تعلق رکھتا ہے لہٰذا اسے بہ تمام و کمال ذیل میں درج کیا جاتا ہے :۔

"اس زمانہ میں بعض حضرات یہ کہنے لگے ہیں کہ "دراصل حضرت

---

[1] کالا پانی از مولوی محمد جعفر تھانیسری شائع کردہ شعاعِ ادب لاہور ص۳۶ ؛

سیّد احمد شہید کا مقصد انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا تھا، سکھ تو
ویسے ہی درمیان میں آ گئے" یا "اگر سکھ آزادیٔ وطن کے جہاد
میں حضرت سیّد احمد کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوتے تو خود
ان سے رزم و پیکار کی کوئی وجہ نہ ہوتی۔" یا "سکھوں سے فارغ
ہونے کے بعد حضرت شہید کا پختہ ارادہ انگریزوں سے جہاد
کا تھا۔"

مگر واقعہ یہ ہے کہ ان تینوں بیانات کا کوئی حقیقی ثبوت موجود نہیں اور صاف اور سچی بات یہی ہے کہ ہرگز ہرگز حضرت کا ارادہ انگریزوں سے جہاد کا نہ تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو سرسیّد (جو حضرت شہید کے سب سے قریب العہد مورخ ہیں) ضرور اس کا ذکر کرتے۔ سرسیّد کا یہ بیان اس لحاظ سے بھی نہایت معتبر و مستند اور محکم و مضبوط ہے کہ حضرت شہید، سرسیّد کے زمانہ میں تھے اور ان کی شہادت سے صرف چودہ پندرہ برس بعد ہی سرسیّد نے ان کا یہ تذکرہ لکھا۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے اس سے پہلے کا کوئی بیان حضرت شہید کے ضمن میں موجود نہیں۔ لہٰذا کوئی وجہ نہیں کہ حضرت شہید کے متعلق اس اوّلین بیان کو جو ان کے ایک ہم عصر نے دیا ہے ہم معتبر اور مستند نہ سمجھیں۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب کے جواب میں جو مضمون سرسیّد نے سنہ ۱۸۷۱ء میں لکھ کر انگریزی میں اخبار پانیئر (PIONEER) الٰہ آباد میں اور اردو میں علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ میں شائع کرایا تھا۔ اس سے بھی نہایت واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت شہید کے جہاد کا رُخ صرف اور صرف سکھوں کے خلاف تھا۔[1]

---

[1] ملاحظہ فرمائیں مقالات سرسیّد حصہ شانزدہم ص ۱۳۱ تا ۱۳۳۔

دوسرا اہم عصر مؤرخ فرانس کا مشہور مستشرق گارسن دتاسی ہے۔ جس کی "تاریخ ادب اردو" کی تلخیص اردو میں "طبقات الشعرائے ہند" کے نام سے مولوی کریم الدین پانی پتی اور ایک انگریز الیف۔ فیلن نے ۱۸۴۸ء میں شائع کی جس میں گارسن دتاسی سید احمد کے متعلق صاف طور پر لکھتا ہے کہ

> "وہ بیس برس کا عرصہ ہوا کہ سکھوں کے خلاف جہاد کرتا ہوا مارا گیا[۱]۔"

اور اس بات کا اشارۃً بھی کوئی ذکر نہیں کرتا کہ وہ (یعنی سید احمد) انگریزوں کا بھی دشمن تھا اور ان کے خلاف جہاد کرتا یا جہاد کا ارادہ رکھتا تھا۔ نیز نواب صدیق حسن خان نے بھی "ترجمان وہابیہ" کے صفحہ ۸۸/۲۱ پر یہی بات لکھی ہے کہ:۔

> "حضرت شہید کا جہاد انگریزوں کے خلاف نہ تھا۔"

ان ہم عصر مؤرخوں کے واضح بیانات کی موجودگی میں اب ۱۱۷ برس کے بعد یہ کہنا کہ

> "نہیں حضرت شہید انگریزوں کے خلاف جہاد کا عزم بالجزم رکھتے تھے۔"

ایک ایسا دعویٰ ہے جو اپنے ساتھ کوئی عقلی یا نقلی دلیل نہیں رکھتا۔ علاوہ ازیں ایک معمولی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ اگر سید احمد انگریزوں کے دشمن ہوتے اور ان کے خلاف جہاد کا ارادہ رکھتے۔ یا اس سلسلہ میں کوئی جدوجہد کرتے یا لوگوں کو انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے کے لیے

---

[۱] طبقات الشعرائے ہند صفحہ ۲۹۵ مطبوعہ ۱۸۴۸ء ؁

آمادہ عمل کرتے یا عوام و خواص میں اس ارادہ کا اظہار کرتے تو انگریز ہرگز ایسے بے وقوف اور ناواقف نہیں تھے کہ اپنے دشمن کو کھلی چھٹی دے دیتے کہ ہمارے ملک میں بیٹھ کر ہمارے خلاف بے فکری سے جہاد کی تیاری کرو۔ وہ تو فوراً ان کا قلع قمع کر کے رکھ دیتے۔ جیسا انہوں نے اُن سب لوگوں کا کر دیا جن کو انہوں نے اپنا مد مقابل اور دشمن سمجھا برخلاف اس کے سید احمد سے انگریز شروع سے آخیر تک نہایت نرمی و ملائمت نہایت ہمدردی و اعانت، انتہائی شفقت و مروت اور بے حد تعظیم و تکریم سے پیش آتے رہے۔ چنانچہ انگریزوں نے ان کی دعوتیں کیں۔ سکھوں کے خلاف ان کے جہاد کو نہایت پسند کیا اور اس پر خوشی کا اظہار کیا۔ ان کی جہادی سرگرمیوں پر اپنے علاقہ میں ہرگز کوئی پابندی عائد نہیں کی ــ بلکہ جب ایک انگریز مجسٹریٹ نے ایسا اقدام کرنا چاہا تو انگریزی حکومت نے سختی سے اُسے روک دیا اور مجسٹریٹ کو حکم دیا کہ حضرت سید احمد اور ان کے لشکر سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔ اور ان کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالی جائے پھر جب تک مجاہدین سرحد پر سکھوں سے برسرپیکار رہے پٹنہ۔ بنگال اور دوسرے انگریزی علاقوں سے برابر اُن کے پاس روپیہ اور سامان بلا روک ٹوک پہنچتا رہا۔ جب جمع شدہ چندہ میں ایک ہندو مہاجن نے تغلب اور بد دیانتی کی تو اس کا دعویٰ بھی مہاجن پر شاہ محمد اسحاق نے انگریزی عدالت میں کیا۔ انگریزی عدالت نے مجاہدین کے حق میں فیصلہ دیا اور روپیہ مجاہدین کو دلوایا جو فوراً سرحد پر بھیج دیا گیا۔

ان متذکرہ بالا ساری باتوں کے ثبوت مستند تاریخوں اور معتبر بیانوں میں موجود ہیں جن سے انکار کی جرأت کوئی شخص نہیں کر سکتا۔ اگر ذرا سا بھی

شبہ انگریزوں کو ہوتا کہ حضرت سیّد احمد ہم پر جہاد کا مقصد رکھتے ہیں اور اس غرض کے لیے فوج، سامان اور روپیہ جمع کر رہے ہیں تو وہ آپ کو فوراً ہی گرفتار کر کے پھانسی پر لٹکا دیتے۔

اس سلسلہ میں یہ امر بھی خاص طور سے غور طلب ہے کہ جب حضرت شہید بعزم جہاد صوبہ سندھ اور سرحد کے علاقہ میں داخل ہوئے (جو اس وقت انگریزی عملداری میں نہ تھے) تو ان کے متعلق عام طور سے یہ شبہ کیا گیا کہ یہ انگریزوں کے جاسوس ہیں اور یہ شبہ محض اس بناء پر کیا گیا کہ حضرت شہید کے تعلقات انگریزوں سے نہایت درجہ خوشگوار تھے۔ اگر حضرت شہید انگریزوں کے دشمن ہوتے اور علی الاعلان اس کا اظہار کرتے اور اُن کے خلاف جہاد کی تیاری کرتے تو اُن پر انگریزوں کے جاسوس ہونے کا شبہ کبھی نہ کیا جاتا۔ اس بات کو مثالاً یوں سمجھئے کہ اگر رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر مرحوم روس جاتے تو کیا روسی یہ شبہ کرتے کہ ہندوستان سے انگریزوں کا یہ جاسوس یہاں آیا ہے۔

ایک بڑا پختہ ثبوت اس بات کا کہ حضرت سیّد احمد اور آپ کے مجاہدین کی نیّت یا ارادہ یا خیال ہرگز نہ تھا کہ انگریزوں سے جہاد کیا جائے یہ ہے کہ حضرت سیّد احمد کے شہید ہونے کے صرف ۲۶ برس بعد جب ۱۸۵۷ء میں ہر طرف انگریزوں کے خلاف بغاوت کے شعلے زور شور سے بھڑکے، ہندوستان کی سرزمین انگریزوں پر تنگ ہوگئی۔ اُن کو اپنی تباہی اور ہلاکت سامنے نظر آنے لگی اور ہر جگہ وہ بے دردی سے قتل کئے جانے لگے تو اس قیامت خیز ہنگامہ میں "حضرت سیّد احمد شہید کے گروہ کا ایک شخص بھی شریک نہ ہوا"۔[1]

(حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

علاوہ ازیں مولوی عبدالرحیم صادق پوری جو اُس زمانہ کے مصنف تھے اپنی کتاب میں لکھتے ہیں :-

> "اتباع سیّد احمد صاحب کی یہ روش رہی کہ وہ ایک طرف لوگوں کو سکھوں کے خلاف آمادۂ جہاد کرتے اور دوسری طرف صرف حکومت برطانیہ کی امن پسندی جتا کر لوگوں کو انگریزوں کے مقابلہ سے روکتے تھے" [1]

اگر حضرت سیّد احمد شہید کی جماعت انگریزوں کی دشمن ہوتی تو یہ موقع اس جماعت کے لیے انگریزوں کے خلاف کھڑے ہونے کا بہترین تھا کیونکہ اُس وقت بظاہر یہی نظر آرہا تھا کہ انگریزوں کی حکومت اب گئی اور اب گئی ــــــ ایسی حالت میں مجاہدین سیّد احمد بڑی خوشی اور بڑی آسانی سے انگریزوں کے خلاف جنگ میں شریک ہو جاتے پس معلوم ہوا کہ نہ حضرت سیّد احمد کا یہ منشاء تھا نہ انہوں نے اپنی جماعت کو اس کی تلقین کی نہ ان کی جماعت نے انگریزوں کے خلاف کبھی کسی ہنگامہ میں کسی قسم کی مدد دی۔ اس موقعہ پر بڑے تماشے کی بات یہ ہے کہ ہنگامہ ۱۸۵۷ء میں پورے جوش کے ساتھ انگریزوں کے خلاف جنگ میں حصہ لینے والے وہ سب کے سب علمائے کرام شامل تھے جو عقیدۃً حضرت سیّد احمد اور حضرت شاہ اسمٰعیل کے شدید ترین دشمن تھے اور جنہوں نے ــــــــــــــــــــ حضرت

(حاشیہ صفحہ سابقہ) [1] مقالات سرسید حصہ شانزدہم صفحہ ۱۶۳۔

(حاشیہ صفحہ موجودہ) [1] الدر المنثور صـ ۱۳۵ ؛

شاہ اسمٰعیل کے رد میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں اور اپنے شاگردوں کو لکھنے کی وصیت کی۔ اگر انہیں ذرا سا بھی شبہ ہو جاتا کہ سید احمد اور شاہ اسمٰعیل انگریزوں کے مخالف تھے اور اُن سے جنگ کرنا چاہتے تھے تو باہم دشمنی اتنی شدید تھی کہ وہ فوراً سب علماء و فضلاء سید احمد کی دشمنی میں انگریزوں سے صلح کر[1] لیتے اور ہرگز اُن کے خلاف کھڑے نہ ہوتے[2]۔"

(۲)

مقالات سرسید حصہ شانزدہم میں سرسید احمد خان کے مضمون بعنوان "محی السنۃ قاطع البدعۃ مولانا مولوی محمد اسمٰعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ" کے فٹ نوٹ میں مقالات سرسید کے مرتب جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی رقمطراز ہیں:۔

> "جناب خلیق احمد نظامی نے "۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامچہ" کے دیباچہ میں صفحہ ۱۵ پر ..... ہنٹر کے بے بنیاد الزامات کو پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی سعی فرمائی ہے کہ ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف پیدا ہونے والی تحریکوں کے بانی

---

[1] یہ تو سرسید احمد خان کی سوچ ہے کہ علمائے حق بھی سید احمد کی مخالفت کی وجہ سے انگریزوں کے ساتھ صلح کر لیتے مگر حقیقت میں ایسا کبھی نہیں ہوا علمائے حق نے احقاق حق کو کسی مصلحت کا شکار نہیں ہونے دیا بلکہ سب بے دینوں سے جو علمی لڑائی لڑتے رہے۔ سرسید چونکہ خود مصلحت پسند سیاسی ذہن کا بندہ تھا اس لیے دوسروں کو بھی اپنے پر قیاس کرتا رہا۔ (ادارہ)

[2] مقالات سرسید حصہ شانزدہم ص ۲۴۸ تا ۲۵۲ ؛

دراصل سیّد احمد شہید اور حضرت شاہ اسمٰعیل شہید ہی تھے اور ۱۸۵۷ء میں جو کچھ ہوا وہ ان دونوں حضرات کی تبلیغ ہی کا نتیجہ تھا۔ مگر اس بیان کو حقیقت سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ حضرت سید احمد بریلوی اور حضرت شاہ صاحب کی عملی زندگی سب پر روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ چنانچہ ان حضرات کے انگریزوں سے جیسے اچھے تعلقات تھے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں اور سر سیّد کی اس عبارت کا سیاق و سباق بھی بتاتا ہے کہ یہ لوگ صرف اسی خیال سے سرحد جاتے تھے کہ سکھوں کے خلاف جس تحریک کو ہمارے پیر و مرشد نے شروع کیا تھا اُسے جاری رکھا جائے۔ چنانچہ ۱۸۴۵ء میں مولوی ولایت علی صادق پوری جہاد کی غرض سے بالاکوٹ گئے اور اس وقت مجاہدین کشمیر کے راجہ گلاب سنگھ سے معروف پیکار تھے۔ اگر یہ لوگ انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے کے لیے جاتے تھے تو انگریزوں نے روکا کیوں نہیں؟ اور پھر سر سیّد نے ان انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے والوں کو کیوں سراہا؟ جبکہ وہ اس وقت انگریز کے ملازم بھی تھے۔ نیز اس وقت تک پنجاب انگریزوں کے قبضے میں بھی نہیں آیا تھا۔

یہ بات دوسری ہے کہ ۱۸۵۷ء کے چند سال بعد سید صاحب کے متبعین نے سرحد پر لڑائیاں شروع کر دیں۔ مگر اس کا ذمہ دار سیّد احمد اور شاہ صاحب کو قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ یہ دیکھا گیا ہے کہ تحریکوں کے بانیوں کے مرجانے کے

بعد پس ماندگان اپنی اپنی راہیں خود متعین کر لیا کرتے ہیں اسی طرح اگر بعد والوں نے انگریزوں کے خلاف کچھ کیا تو یہ اُن کا اپنا معاملہ ہے سید صاحب اور شاہ صاحب نے جو کام نہیں کیا اور جس کے کرنے کا نہ کبھی اظہار کیا اس کو خواہ مخواہ اُن کے ذمے لگانا تاریخ کے ساتھ ظلم کرنا ہے مگر واقعہ یہ ہے کہ ملک کے آزاد ہو جانے کے بعد ہر مذہبی جماعت اپنے اپنے اکابر کو انگریز دشمن ثابت کرنے میں معروف ہے اور یہی جذبہ شاہ صاحب اور سید صاحب کو انگریز دشمن ثابت کرنے کے لیے مجبور کر رہا ہے اور یہ جذبہ پیدا بھی ایسے مصنفوں میں ہوا ہے جن کے قلم کے حسن کی کرشمہ سازیاں خاص شہرت رکھتی ہیں۔[1]

---

[1] مقالات سرسید حصہ شانزدہم صہ ۳۱۸ تا ۳۱۹ ؛

وہابی علماء اور انگریز کی مدح وثناء

گذشتہ اوراق میں جناب سید احمد بریلوی کی انگریز دوستی کا ثبوت ناقابل تردید اسناد وشواہد کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے اب ذیل میں سید صاحب کے بعد کے چند مشہور وہابی علماء کے انگریز دوستی سے متعلق احوال واقوال پیش کیے جاتے ہیں۔

مولوی نذیر حسین دہلوی

① مقالات سرسید حصہ شانزدہم میں سرسید احمد خان کے مضمون بعنوان "جناب مولوی نذیر حسین سلمہ اللہ تعالیٰ" کے فٹ نوٹ میں مقالات سرسید کے مرتب جناب شیخ محمد اسماعیل پانی پتی لکھتے ہیں:-

> "مولوی نذیر حسین سورج گڑھہ ضلع مونگیر کے رہنے والے تھے۔ جہاں ۱۸۰۵ء میں پیدا ہوئے ۱۸۲۸ء میں دہلی آگئے اور یہیں ۱۹۰۲ء میں انتقال کیا۔ جماعت اہل حدیث کے امام اور شیخ الکل کے لقب سے مشہور تھے۔ گورنمنٹ برطانیہ کی خیر خواہی کے صلہ میں شمس العلماء کا خطاب بھی ملا..... پنجاب میں مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعت السنۃ ان کے خاص شاگردوں میں سے ہوئے ہیں....

۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں سرکار انگریزی کی خدمات بڑے خلوصِ قلب سے انجام دیں جن کے صلہ میں تیرہ سو روپے نقد انعام میں پائے اور خوشنودیٔ سرکار کا ایک پروانہ بھی کمشنر دہلی نے عطا فرمایا۔"[1]

② مولوی محمد جعفر تھانیسری لکھتے ہیں :۔

"مولوی نذیر حسین صاحب محدث دہلوی جو ایک نامی خیرخواہ دولت انگلشیہ کے ہیں۔"[2]

شمس العلماء مولوی نذیر احمد دہلوی | آغا شورش کاشمیری لکھتے ہیں :۔

"جن لوگوں نے حوادث کے اس زمانہ میں فسخ جہاد کی تاویلوں کے علاوہ "اَطِیعُوا اللّٰہ وَاَطِیعُوا الرسول و اُولِی الْاَمرِ مِنکم" میں اُولِی الْاَمر کا مصداق انگریزوں کو ٹھہرایا اُن میں مشہور انشا پرداز ڈپٹی نذیر احمد کا نام بھی ہے جو ایک شعلہ بیان مقرر ہونے کے علاوہ مایۂ ناز اور بلند پایہ مصنف بھی تھے انہوں نے قرآن مجید کے ترجمے میں انگریزوں کو پہلی دفعہ اولی الامر قرار دیا اور اُن کی اطاعت کو اللہ اور رسول کی اطاعت سے مستلزم ..... اس ترجمہ کی کاپی آپ نے سر ولیم میور کو انگلستان بھجوائی جس کی سفارش سے آپ کو شمس العلماء کا خطاب ملا۔ اسی ترجمہ پر آپ کو ایڈنبرا یونیورسٹی

---

[1] مقالاتِ سرسید حصہ شانزدہم ص۳۳۳ ؛ [2] کالا پانی ص۲۳ ؛

نے ایل ایل ڈی کی ڈگری عطا کی تھی۔ دیکھو داستان تاریخ اردو مصنفہ حامد حسن قادری ص۲۹۸"۔[1]

مولوی نذیر احمد دہلوی کے ارشادات

(۱)

شمس العلماء مولوی نذیر احمد نے اپنے لیکچر میں جو ۵ اکتوبر ۱۸۸۸ء کو ٹاؤن ہال دہلی میں دیا، فرمایا:۔

"ہندوؤں کی عملداری میں مسلمانوں پر طرح طرح کی سختیاں رہیں اور مسلمانوں کی حکومت میں بعض ظالم بادشاہوں نے ہندوؤں کو ستایا۔ الغرض یہ بات خدا کی طرف سے فیصل شدہ ہے کہ سارے ہندوستان کی عافیت اس میں ہے کہ کوئی اجنبی حاکم اس پر مسلط ہے جو نہ ہندو ہو نہ مسلمان ہی ہو کوئی سلاطین یورپ میں سے ہو مگر خدا کی بے انتہا مہربانی اس کی مقتضی ہوئی کہ انگریز بادشاہ ہوئے (چیرز) انہوں نے سوا سو برس حکومت کر کے اپنی قومی بیدار مغزی، جفاکشی، لیاقت، انصاف، رعایا پروری اور بہادری کو آشکارا طور پر ثابت کر دیا جیسے روز روشن میں آفتاب۔ تو کیا اب بھی کسی منصف مزاج دانشمند، ملکی خیر خواہ کے دل میں یہ ولولہ گذر سکتا ہے

---

[1] عطا اللہ شاہ بخاری از آغا شورش کاشمیری ص۱۳۵؛

خدانخواستہ سلطنت بدل جائے۔ سب بولو! نہیں نہیں (چیرز) لیکن مُنہ سے کہنا کافی نہیں۔ کردار سے، گفتار سے ثابت کر دو کہ تم تبدل سلطنت نہیں چاہتے۔"[1]

②

اور فرماتے ہیں:۔

"کیا گورنمنٹ جابر اور سخت گیر ہے توبہ توبہ ماں باپ سے بڑھ کر شفیق۔"[2]

③

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"جو آسائش ہم کو انگریزی عملداری میں میسر ہے کسی دوسری قوم میں اس کے مہیا کرنے کی صلاحیت نہیں بس یہی باغیانِ ناعاقبت اندیش برخود غلط جو عملداری کے تزلزل سے خوش ہیں چند روز میں عاجز آکر بمنت انگریزوں کو منا کر لائیں تو سہی۔ میں اپنی معلومات کے مطابق اس وقت کے ہندوستانی والیانِ ملک پر نظر ڈالتا تھا اور برما اور نیپال اور افغانستان بلکہ فارس اور مصر اور عرب تک خیال دوڑاتا تھا۔ اس سرے سے اُس سرے تک ایک متنفس سمجھ میں نہیں آتا تھا جس کو میں ہندوستان کا بادشاہ بناؤں۔ امیدوارانِ سلطنت میں سے اور کوئی گروہ

---

[1] مولوی نذیر احمد کے لیکچروں کا مجموعہ بار اوّل ۱۸۹۰ء ص ۴-۵۔

[2] مولوی نذیر احمد کے لیکچروں کا مجموعہ ص ۱۔

اس وقت موجود نہ تھا کہ میں اس کے استحقاق پر نظر کرتا۔ پس میرا اس وقت کا فیصلہ یہ تھا کہ انگریز ہی سلطنت ہندوستان کے اہل ہیں سلطنت انہی کا حق ہے انہی پر بحال رہنی چاہیے"

دعویٰ مدعیان معہ خرچہ ڈسمس۔"[1]

مولوی محمد حسین بٹالوی کے ارشادات

①

مولوی محمد حسین بٹالوی جو سردار اہلحدیث کہلاتے تھے اپنے رسالہ "اشاعت السنہ" میں لکھتے ہیں:-

"سلطان روم ایک اسلامی بادشاہ ہے لیکن امنِ عام اور حُسنِ انتظام کے لحاظ سے (مذہب سے قطع نظر) برٹش گورنمنٹ بھی ہم مسلمانوں کے لیے کچھ کم فخر کا موجب نہیں ہے اور خاص کر گروہ اہلحدیث کے لیے تو یہ سلطنت بلحاظ امن و آزادی اس وقت کی تمام اسلامی سلطنتوں (روم۔ ایران خراسان) سے بڑھ کر فخر کا محل ہے۔"[2]

②

---

[1] مولوی نذیر احمد کے لیکچروں کا مجموعہ صہ ۲۶ - ۲۷۔

[2] رسالہ اشاعت السنہ نمبر ۱۰ جلد ۶ صہ ۲۹۲ ؎

"اس امن و آزادیٔ عام و حسنِ انتظام برٹش گورنمنٹ کی نظر سے اہلحدیث ہند اس سلطنت کو از بس غنیمت سمجھتے ہیں اور اس سلطنت کی رعایا ہونے کو اسلامی سلطنتوں کی رعایا ہونے سے بہتر جانتے ہیں اور جہاں کہیں وہ رہیں اور جائیں (عرب میں خواہ روم میں خواہ اور کہیں) کسی اور ریاست کا محکوم رعایا ہونا نہیں چاہتے۔"[1]

حرفِ آخر

ہم اپنے اس مقالہ میں جناب سیّد احمد بریلوی اور ان کے متبعین کے سیاسی اعمال و نظریات اجمالاً خود انہی بزرگوں کے اپنے الفاظ میں پیش کر چکے ہیں ہر جگہ حوالجات ساتھ شامل ہیں تاکہ جن اصحاب کو مزید تحقیق یا تنقید و تصدیق کا اشتیاق ہو انہیں سہولت رہے اگر ہم نے اخذ مطالب میں کہیں نادانستہ ٹھوکر کھائی ہے یا کہیں کوئی مغالطہ رہ گیا ہے تو ہمیں توقع ہے کہ جو علماء و فضلاء اپنی اہلیت کے اعتبار سے اس موضوع پر قلم اُٹھانے کے زیادہ اہل ہیں ہماری غلطیوں کی تصحیح و رہنمائی سے دریغ نہ فرمائیں گے لیکن انہیں اس امر کو ملحوظ رکھنا ہوگا کہ انہیں سیّد صاحب کی انگریز دشمنی سے متعلق سیّد صاحب کے اپنے بیانات شائع شدہ مُستند کتابوں سے پیش کرنے ہوں گے۔ غیر مطبوعہ، غیر مستند اور خانہ ساز حوالوں کا سہارا نہیں لینا ہوگا۔ اگر انہوں نے ہماری اس درخواست کو درخورِ اعتناء نہ سمجھا اور حسبِ معمول سابق خانہ ساز قلمی حوالجات اور دُور دراز کار قیاسات کا سہارا لینے کی سعی کی تو ان کی یہ سعی تارِ عنکبوت سے بھی زیادہ ناپائیدار ثابت ہوگی۔

---

[1] رسالہ اشاعت السنہ نمبر ۱۰ جلد ۶ صـ ۲۹۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک تاریخی جائزہ اور عبرت انگیز مرقع

پاکستان
اور
کانگریسی علماء کا کردار

مولانا ضیاء الحامدی نقشبندی مجددی

کانگریسی علماء کا کردار

جھلکیاں

- ☆ آج کل قومیں اوطان سے بنتی ہیں۔ مذہب سے نہیں بنتیں (مدنی)
- ☆ پاکستان کا لفظ ہی میری طبیعت قبول نہیں کرتی (آزاد)
- ☆ کسی مسلم لیگی کو لڑکی دینا جائز نہیں (مفتی محمود)
- ☆ احرار کا دشمن لیگی سرمایہ دار کا دشمن نہیں (بخاری)
- ☆ جو لوگ مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے وہ سؤر ہیں (بخاری)
- ☆ دس ہزار جینا اور شوکت اور ظفر علی خاں جواہر لعل نہرو کی جوتی کی نوک پر قربان کیے جا سکتے ہیں۔ (حبیب الرحمٰن لدھیانوی)
- ☆ یہ قائداعظم ہے کہ ہے کافراعظم (مظہر علی مظہر)
- ☆ احرار پاکستان کو پلیدستان سمجھتے ہیں (چوہدری افضل حق)
- ☆ عائلی قوانین منظور کرانے میں مفتی محمود پیش پیش ہیں۔ (حمزہ)
- ☆ مفتی محمود نے وزیر تجارت سے ۵ ہزار روپیہ وصول کیے۔ (مولانا فرید احمد)

احوال واقعی

یہ حقیقت ثابتہ ہے کہ برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں نے جذبہ اسلام سے سرشار ہو کر قائد اعظم کی قیادت میں حصول پاکستان کیلئے فقید المثال قربانیاں دیں اور بفضلہ تعالیٰ انگریزوں' ہندوؤں اور کانگریسی مسلمانوں کی شدید مخالفتوں کے باوجود پاکستان دنیا کے نقشے پر ایک عظیم اسلامی ملک کی حیثیت سے اُجاگر ہوا۔ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد وہ تمام عناصر جو نظریہ پاکستان کے سخت مخالف تھے ایک سیلاب کی طرح اُمنڈ کر پاکستان میں آپہنچے اور پاکستان کے خلاف خفیہ سازشوں میں مصروف ہو گئے اور فضائے پاکستان ان کی شر انگیزیوں اور ہوس ناکیوں سے زہر آلود ہو گئی اور ابتک یہ تخریبی عناصر اس اسلامی مملکت میں اپنی مخالفانہ اور معاندانہ سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔

ہماری نئی نسل شاید اس تلخ اور المناک حقیقت کا تصور بھی نہ کر سکے کہ دار العلوم دیو بند (بھارت) کے کانگریسی علماء کا ایک مختصر سا گروہ قومی تاریخ کو مسخ کرنے کی زبردست سازشیں کر رہا ہے اور نئی نسل کو یہ باور کرانے کی کوشش کر رہا ہے کہ پاکستان کی مخالفت صرف انگریزوں اور ہندوؤں نے کی تھی حالانکہ پاکستان کی مخالف جماعتوں میں کانگریسی علماء کی ''جمعیت علمائے ہند'' پیش پیش تھی 'مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی جیسے موقع پرست اور دین فروش مولویوں نے تحریک پاکستان کو نقصان پہنچانے کی خاطر اپنے مناصب حقیقی 'اپنے فرائض خصوصی 'اپنے امتیازات مقدسہ اور حمیات اسلامی کو گاندھی 'نہرو اور سردار پٹیل کے جوتوں میں ڈال دیا تھا اور تعاون بالمشرکین کیلئے احادیث کے ذخیروں کو کھنگال ڈالا اور وہ موشگافیاں کیں کہ آیات قرآنی تلملا اٹھیں اور ہندوستان میں ہندو سیکولرازم کی نظری حیثیت کو چیلنج کرنے کے علی الرغم سیکولرازم اور اکھنڈ بھارت کی تائید پر زور صرف کر دیا۔

یہ کس قدر افسوس ناک بات ہے کہ آج مفتی محمود اور ان کے رفقاء قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی روح سے اپنی شکست کا انتقام لینے اور گاندھی و نہرو کی پلید روحوں کو خوش کرنے کے لئے اسلام دشمن سوشلسٹ عناصر کے ساتھ مل کر ملک میں انتشار و افتراق کی فضا پیدا کر رہے ہیں اور پاکستان کے بدترین

اُمید ہے کہ قارئین کرام ان نام نہاد کانگریسی مولویوں کے قیام پاکستان سے قبل کے کردار اور موجودہ انداز کا اس پمفلٹ کے ذریعے جائزہ لے سکیں گے۔

"ضیاء الحامدی نقشبندی مجددی"

* * *

محرکات پاکستان

انگریز کے ہندوستان سے چلے جانے کے بعد ہندوؤں کے عزائم کیا تھے؟ وہ ہندوستان میں کون سا راج قائم کرنا چاہتے تھے؟ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ان کے جذبات کیا تھے؟ ذیل میں دیئے گئے ہندو کانگریسی لیڈروں کے بیانات سے ہندوؤں کے عزائم اور ناپاک ارادوں کی وضاحت ہو جاتی ہے جن سے ہندوؤں کے تعصب، تنگ نظری اور مسلمانوں سے بغض و عناد کا اظہار ہوتا ہے۔

"مہاتما گاندھی اور گاؤ رکھشا":

مہاتما گاندھی نے جسے ہندو سچائی کا مجسمہ اور اہنسا (عدم تشدد) کا اوتار کہہ کر پکارتے ہیں۔ ۱۹۱۸ء میں گاؤ رکھشا کے متعلق کہا تھا کہ:

:"یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ یورپین کیلئے گاؤ رکھشا جاری رکھنے کی بابت ہندو کچھ بھی محسوس نہیں کرتے، میں جانتا ہوں کہ ان کا غصہ اُس خوف کے نیچے دب رہا ہے جو انگریزی عملداری نے پیدا کر دیا ہے مگر ایک ہندو بھی ہندوستان کے طول و عرض میں ایسا نہیں ہے جو ایک دن اپنی پیر زمین کو گاؤ کشی سے آزاد کرانے کی امید نہ رکھتا ہو۔ ہندو مت عیسائی یا مسلمان کو تلوار کے زور بھی مجبور کرنے سے تامل نہیں کرے گا کہ وہ گاؤ کشی بند کریں"۔

لالہ ہردیال اور ہندو راج:

کانگریس کے مشہور ہندو لیڈر لالہ ہردیال کہتے ہیں کہ: "بس اگر ہندوستان کو کبھی آزادی ملی تو یہاں ہندو راج قائم ہوگا۔ نہ صرف ہندو راج قائم ہوگا بلکہ مسلمانوں کی شدھی اور افغانستان کی فتح وغیرہ۔ باقی آدرش بھی پورے ہو جائیں گے۔ (روزنامہ ملاپ ۱۳ جنوری ۱۹۲۵ء)

دشمنوں اور سخت ترین مخالفوں مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ کو پاکستان کی جنگ آزادی کا ہیرو قرار دے رہے ہیں تاکہ عوام تحریک پاکستان کے متعلق غلط فہمیوں کا شکار ہو جائیں۔ چنانچہ حال ہی میں مشہور کانگریسی عالم مولانا حسین احمد مدنی کے بیٹے اور بھارتی پارلیمنٹ کے ممبر مولوی اسعد مدنی پاکستان کے دورے پر آئے۔ (عوام میں مشہور ہے کہ وہ مسز اندرا گاندھی کی خصوصی ہدایات پاکستان میں رہنے والے بھارتی ایجنٹوں اور کانگریسی نمائندوں کو پہنچانے اور کچھ لینے اور کچھ دینے آئے تھے) ۲۰ مارچ ۱۹۷۰ بروز جمعہ ابن قاسم باغ قلعہ کہنہ ملتان پر نام نہاد جمعیت العلماء اسلام ہزاروی گروپ نے اسعد مدنی کی آمد پر ایک جلسۂ عام کا اہتمام کیا۔ جس میں لائلپور کے مولوی ضیاء القاسمی نے پاکستان کے بدترین دشمن مولوی حسین احمد مدنی اور ان کے رفقاء کو زبردست خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ ”مولانا حسین احمد مدنی جنگ آزادی کے عظیم ہیرو تھے اور پاکستان کے قیام کے لئے انہوں نے ہی زمین ہموار کی کیونکہ اگر وہ اتنی بے جگری سے انگریز کے خلاف نہ لڑتے تو انگریز کبھی اس ملک سے نہ جاتا اور یوں پاکستان کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوتا اور مولانا مدنی کی کوششوں نے ملت اسلامیہ کو نشاۃ ثانیہ عطا کی“۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے مولانا حسین احمد مدنی اور ابوالکلام آزاد وغیرہ پاکستان کے سخت مخالف اور کانگریس کے ساتھی ہی نہیں بلکہ ابوالکلام آزاد آل انڈیا کانگریس کے صدر اور مولانا حسین احمد مدنی صوبہ یوپی کانگریس کے صدر تھے ان کی تمام خدمات گاندھی اور نہرو کے لادینی نظام کے قیام کے لئے وقف تھیں۔ اسلام کے لئے نہیں۔ وقت کی نزاکت کے پیش نظر میں نے محسوس کیا کہ کانگریسی علماء کی پاکستان دشمنی کو بے نقاب کرنا اور عوام کو ان کے داغدار ماضی سے آگاہ کرنا از حد ضروری ہے تاکہ عوام کو معلوم ہو جائے کہ قیام پاکستان سے قبل کانگریسی علماء کے پاکستان کے خلاف کیا جذبات تھے اور آج بھی یہ پاکستان دشمن مولوی اپنے سینوں میں کن خطرناک عزائم کو چھپائے ہوئے ہیں اور یہ ناگنیں جواب ہماری آستینوں میں آن بیٹھی ہیں ان کی افتراپردازی اور بہتان تراشی کے زہریلے ڈنگ سے بچنے کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہیے اس پمفلٹ میں ہندوؤں کے عزائم اور کانگریسی علماء کے کردار پر روشنی ڈالی گئی ہے جو مختلف اخبارات ورسائل و کتب سے مرتب کیا ہے۔

سردار پٹیل کا نعرہ:

سردار پٹیل نے اپریل ۱۹۴۳ء میں احمد آباد میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ "جو لوگ ایک جداگانہ قومیت کے حمتی ہیں ان میں سے نوّے فیصد وہ ہیں جو اس ملک کی مٹی کی پیداوار ہیں۔ اس لئے اگر یہ لوگ پھر اپنی اصل میں جذب نہیں کیے جا سکتے تو یہ اُن لوگوں کا قصور ہے جن سے نکل کر یہ لوگ الگ ہوئے ہیں"

(ہندوستان ٹائمز۔ ۱۶ اپریل ۱۹۴۳ء)

ہندو مہاسبھا کے نائب صدر ڈاکٹر رادھا مکرجی کا بیان:

ہندو مہاسبھا کے نائب صدر اور بنگال میں کانگریس پارٹی کے لیڈر ڈاکٹر رادھا مکرجی نے آل انڈیا ہندو ویدک یوتھ کانفرنس لاہور کے خطبہ صدارت میں کہا تھا کہ:

"ہندوستان کو نظریہ اور عمل دونوں لحاظ سے ایک ہندو اسٹیٹ ہونا چاہیئے جس کا کلچر ہندو، جس کا مذہب ہندو اور جس کی حکومت ہندوؤں کے ہاتھ میں ہو"۔ (طلوع اسلام دسمبر ۱۹۳۸ء)

ہندو اخبارات کی اسلام دشمنی کا مظاہرہ:

ذیل میں ہندوؤں کے مشہور اخبارات روزنامہ ملاپ اور آریہ مسافر کے اداریئے ہندوؤں کے ناپاک عزائم کی وضاحت کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے:

کیا ہندوؤں نے تاریخ سے کچھ سبق نہیں سیکھا، جس طرح نیپال میں ہندو تہذیب ہے اسی طرح افغانستان اور سرحد پر بھی ہندو سنگھٹنائیں ہونی ضروری ہیں، ورنہ سوراجیہ حاصل کرنا بے سود ہوگا" پہاڑی قومیں ہمیشہ بہادر اور بھوکی ہوتی ہیں، اگر وہ ہماری دشمن بن جائیں تو ملک بالکل بے کسی کی حالت میں رہ جائے گا اور پھر نادر شاہ اور زماں شاہ کا زمانہ شروع ہوگا۔ اب تو انگریز افسر سرحد کی حفاظت کر رہے ہیں لیکن کیا ہندوؤں کے ملک کو بچانے کیلئے سمندر پار سے افسر آتے رہیں گے، اگر ہندوؤں کو اپنی رکھشا کرنی منظور ہے تو اپنے پاؤں خود ہلانے پڑیں گے اور مہاراجہ رنجیت سنگھ اور سردار ہری سنگھ نلوہ کی یادگار میں افغانستان اور سرحد کو فتح کر کے تمام پہاڑی قبیلوں کی شدھی کرنا ہوگی اگر ہندو اس فرض سے غافل رہیں

گے تو پھر اسلامی حکومت ہندوستان میں قائم ہو جائے گی۔ (ہندو اخبار روزنامہ ملاپ ۲۳ جولائی ۱۹۲۸ء)

ملکی اور مذہبی نقطۂ نظر سے مسلمانوں کو ویدک دھرم اور ویدک تہذیب کے نزدیک لانا از حد ضروری ہے، جب تک مسلمان سرزمین حجاز کے عاشق ہیں، عرب کی سرزمین اور کھجوروں پر جان نثار کرتے ہیں اور زمزم کو گنگا پر ترجیح دیتے ہیں، وہ ہندوستان سے محبت نہیں کر سکتے، اس لئے ملک میں ایک قوم پیدا کرنے کیلئے لازمی ہے کہ ہم ویدک دھرم کا پیغام جلد از جلد ان تک پہنچا ئیں۔ (آریہ مسافر ۵ مارچ ۱۹۲۸ء)

مذکورہ بالا ہندو کانگریس لیڈروں کے بیانات اور ہندو اخبارات کے اداریوں سے ہندو قوم کے ناپاک ارادوں اور عزائم کی نشاندہی ہو جاتی ہے اور ہر شخص جسے اللہ تعالیٰ نے عقل و شعور کی دولت سے نوازا ہے وہ بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ ہندو قوم مسلمانوں کے بارے میں مخلص نہیں تھی، یہی وجہ ہے کہ مسلمان اکابرین نے محسوس کیا کہ ہندوؤں کے تیور صحیح نہیں ہیں، چنانچہ حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں تحریک پاکستان کا آغاز ہوا ایک عظیم الشان اور انقلاب آفرین جدوجہد کے بعد مسلم لیگ نے پاکستان کی جنگ جیت لی لیکن کفر اور اسلام کی جنگ میں کانگریسی مولویوں نے انتہائی شرمناک کردار ادا کیا جسے کبھی بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

* * *

قومیت اور اسلام

قرآن حکیم کی رو سے قومیت کی بنیاد وطن، نسل اور رنگ وغیرہ نہیں ہے بلکہ (آئیڈیالوجی) ہے اور جو لوگ قرآن پاک کے پیش کردہ فلسفۂ حیات پر ایمان رکھتے ہیں وہ ایک قوم کے افراد ہیں، خواہ وہ ایک ہی وطن میں رہتے ہوں اور ایک ہی نسل سے تعلق رکھتے ہوں اور جو لوگ قرآن مجید کے پیش کردہ نہ بدلنے والے نظریہ زندگی کے خلاف کسی اور نظریہ کے قائل ہوں وہ دوسری قوم کے افراد ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے اسی اسلامی قومیت کی حقانیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

بنا ہمارے حصار ملت کی اتحاد وطن نہیں ہے

اور قائداعظمؒ نے واضح طور پر اپنے دعویٰ کو پیش کر دیا کہ "چونکہ مسلمان اپنے دین کی بناء پر ہندوؤں سے الگ ایک قوم ہیں۔ اسلئے ان کے لئے ایک جداگانہ مملکت کا وجود ضروری ہے' جہاں مسلمان اپنے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کے مطابق زندگی گزار سکیں"۔ ہندوؤں کی طرف سے قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اس مطالبہ کی مخالفت ناگزیر تھی کیونکہ وہ تو ہندوستان کے مسلمانوں پر حکومت کرنے اور ان کی شدھی کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے لیکن دارالعلوم دیوبند کے بعض نام نہاد کانگریسی علماء کی "جمعیت علماء ہند" کی طرف سے اسلامی قومیت کی مخالفت باعث حیرت ہے۔

متحدہ قومیت کا فتنہ

برصغیر پاک و ہند میں سلطنت مغلیہ کے شہنشاہ اکبر نے اپنے عہد میں اپنے اقتدار کے استحکام کیلئے متحدہ قومیت کی بنیاد رکھی۔ جس کے خلاف امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے جہاد کیا اور بفضلہٖ تعالیٰ جہانگیری عہد میں متحدہ قومیت کے بُت کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا' ہندوستان کے انگریزی دور غلامی میں متحدہ قومیت کے مردہ کو گاندھی نے پھر زندہ کیا۔ جس پر ابوالفضل اور فیضی جیسے دین فروش علماء سوا ایمان لے آئے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح ابوالفضل نے شہنشاہ اکبر کے "دین الٰہی" کی حمایت میں قرآن و حدیث میں تحریفیں کی تھیں اور دنیوی مفاد کے حصول کی خاطر ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو قربان کر دیا اسی طرح گاندھی کی متحدہ قومیت کی حمایت میں مولانا حسین احمد مدنی' مولانا ابوالکلام آزاد' مولانا احمد سعید دہلوی' مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی' مفتی کفایت اللہ دہلوی' مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری اور ان کے رفقاء قرآن و حدیث کو غلط معنی پہنا کر مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی سرتوڑ کوششیں کرتے رہے ہیں اور گاندھی و نہرو کی قیادت میں لادینی نظام کے لئے کوشاں رہے لیکن بفضلہٖ تعالیٰ برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں نے قائداعظم کی قیادت میں متحدہ قومیت کے فتنہ کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور پاکستان بنانے میں کامیاب ہو گئے۔

تحریک پاکستان کا پس منظر اور اس کے حقیقی عناصر

تحریک پاکستان محض تقسیم ملک کا نام نہیں بلکہ احیائے اسلام کی ایک کوشش بھی تھی۔

برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں میں ہمیشہ یہ چبھتا ہوا احساس موجود رہا کہ ان کا نظم اجتماعی اسلامی بنیادوں پر استوار نہیں ہے' ان کی سیاسی معاشرتی زندگی اور ان کے افکار و خیالات نظریات و معتقدات و تصورات کے درمیان بعد پایا جاتا ہے۔ اس بعد کو دور کرنے کے لئے تاریخ کے ہر دور میں مسلمانوں نے مختلف طریقوں سے جدوجہد کی' کبھی یہ تحریک امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور جہانگیر کی صورت میں ظاہر ہوئی اور کبھی یہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی علمی سرگرمیوں اور تجدیدی کوششوں کا روپ دھار کر ابھری' مسلمانوں کے زوال کے بعد یہ تحریک احیائے اسلام ایک تسلسل کے ساتھ چلتی رہی اس تحریک کے زیر اثر امت کے نامور ائمہ اور صلحاء نے بے مثال قربانیاں دیں۔

تحریک خلافت کی ناکامی کے بعد مسلمانوں میں یاس و قنوطیت کی فضا پیدا ہو گئی تھی' مسلمانوں کو اشتراکیت' اشتمالیت' وطنیت' قومیت اور سیکولر جمہوریت کے نعرے سنائی دے رہے تھے' حساس اور ایثار پسند مسلم نوجوان اپنوں سے مایوس ہو کر ان غیر اسلامی نعروں کو اپنا رہے تھے' انتشار اور پراگندہ خیلی کا یہ عالم تھا کہ ہر ایک نئے نعرے کو اسلام سے منسوب کرتا اور ذہنی پستی و مغرب سے مرعوبیت اس قدر بڑھ گئی تھی کہ مغرب کی ہر چیز پر بلا سوچے سمجھے ایمان لاتے اور اسلام کی ہر چیز پر شکوک و شبہات کا اظہار کرتے' مسلمانوں کی یہ ذہنی کیفیت اور سیاسی ابتری نہایت قابل رحم تھی۔ اس سے فائدہ اٹھا کر ہندوؤں نے مسلمانوں کو کانگریس کے وطنیت اور قومیت کے پر فریب نعروں میں پھانسنے کیلئے اپنی کوششیں تیز تر کر دیں۔ ایسے نازک اور پر آشوب مرحلے پر مولانا حسین احمد مدنی' مولانا ابوالکلام آزاد اور دیگر جید علماء سے توقع کی جا سکتی تھی کہ وہ مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کریں گے' لیکن افسوس کہ۔۔۔ مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد اور مفتی کفایت اللہ دہلوی وغیرہ خود سیکولر جمہوریت اور وطنیت کے دام فریب میں مبتلا ہو گئے اور مسلمانوں کی صحیح رہنمائی نہ کر سکے' وہ دوسرے مسلمانوں کو بھی کانگریس کے دام فریب میں پھانسنے کی سعی کرتے رہے' جبکہ مسلمانوں کی حقیقی خواہش اور ذہنی رجحان یہ تھا کہ انہیں سب کچھ قبول تھا لیکن کسی قیمت پر کافرانہ اور مشرکانہ نظام حیات جس کی بنیاد الحاد پر مبنی ہو' اس کے تحت زندگی گزارنے کیلئے تیار نہ تھے' اس وقت مسلمان نہایت ہی غیر منظم' پراگندہ خیال اور انتشار کے عالم میں تھے۔ ان کی کوئی تنظیم نہیں رہ گئی تھی جو

ان کی رہنمائی کرتی مسلمانوں کی یہ بڑی بدقسمتی تھی کہ جہاں سے انہیں احیائے اسلام اور اعلائے کلمۃ الحق بلند کرنے کے لئے دعوت ملنی چاہیے تھی وہاں سے انہیں وطنیت اور قوم کے اشتراک پر قومیت کی تشکیل کیلئے پیغام مل رہا تھا۔ مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ سادہ دستاویز پر دستخط کر کے اپنی اور اپنی قوم کی ہنڈیا گاندھی کے ہاتھوں میں تھما چکے تھے۔ لیکن خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے تاریخ کے اس نازک دور میں مسلمانوں کی رہنمائی کیلئے قائداعظم جیسی عظیم شخصیت کو منتخب فرمایا اور برصغیر پاک و ہند کے مسلمان قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں انگریزوں اور کانگریسیوں کی شدید مخالفتوں کے باوجود پاکستان قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے اور پاکستان دنیا کے نقشے پر ایک عظیم اسلامی ملک بن کر اُجاگر ہوا۔

****

تصوّرِ پاکستان

قائداعظمؒ اور علامہ اقبالؒ کی نظر میں

آج کل نظریہ پاکستان کے دیرینہ مخالفین قائداعظمؒ اور علامہ اقبالؒ کی روحوں سے اپنی پیہم شکستوں کا انتقام لینے کیلئے ان پر طرح طرح کے الزامات لگا کر مسلمانوں کی نگاہ میں ان کی عظمت و وقار کو کم کرنے کیلئے ناپاک کوششیں کر رہے ہیں اور یہاں تک کہہ رہے ہیں کہ قائداعظمؒ اور علامہ اقبالؒ بھی اسلامی سوشلزم کے حامی تھے اور قائداعظمؒ پاکستان میں اسلامی سوشلزم کے قیام کے خواہاں تھے جو سراسر غلط ہے۔ ذیل میں قائداعظمؒ اور علامہ اقبالؒ کی تقاریر کے چند اقتباسات درج کئے جاتے ہیں جن سے ناظرین پر واضح ہو جائے گا کہ قائداعظمؒ اور علامہ اقبالؒ اسلام کے سوا کسی دوسرے نظام پر یقین نہیں رکھتے تھے اور وہ مسلمانوں کے تمام وسائل و مشکلات کا حل اسلام ہی کو سمجھتے تھے اور اسلام ہی ابتداء سے پاکستان کا نصب العین تھا۔

☆ اگست ۱۹۴۱ء میں قائداعظمؒ جب حیدرآباد دکن تشریف لے گئے تو ان سے اسلامی حکومت کی وضاحت چاہی گئی تو انہوں نے اس سوال کے جواب میں نوجوان طلباء کو بتلایا کہ ”اسلامی حکومت کا یہ امتیاز

پیش نظر رہنا چاہئے کہ اس میں اطاعت و وفا کیشی کا مرجع خدا کی ذات ہے جس کے لئے تعمیل کا مرکز قرآن مجید کے احکام اور اصول ہیں' اسلام میں اصلاً نہ کسی بادشاہ کی اطاعت ہے نہ کسی اور شخص اور ادارہ کی' قرآن کریم کے احکام ہی سیاست و معاشرت میں ہماری آزادی و پابندی کے حدود متعین کرتے ہیں' اسلامی حکومت دوسرے الفاظ میں قرآن کے اصول و احکام کی حکمرانی ہے اور حکمرانی کیلئے بہر حال آپ کو علاقہ اور سلطنت کی ضرورت ہے۔ مسلم لیگ کی تنظیم' اس کی جدوجہد' اس کا رُخ اور اس کی راہ سب اس سوال کے جواب ہیں۔ ("قائداعظم محمد علی جناح ص: ۳۵۴)

☆ قائداعظم قرآن حکیم اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مزید فرماتے ہیں کہ "میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات اُس اسوۂ حسنہ پر چلنے میں ہے جو ہمیں قانون عطا کرنے والے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے ہمیں چاہئے کہ ہم جمہوریت کی بنیاد صحیح معنوں میں اسلامی تصورات اور اصولوں پر رکھیں"۔ (شاہی دربار بلوچستان ۱۴ فروری ۱۹۴۷ء بحوالہ "آئین" ۲ مارچ ۱۹۴۹ء)

مفکر اسلام علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں "اسلام ایک زندہ قوت ہے جو ذہن انسانی کو نسل و وطن کی قیود سے آزاد کر سکتی ہے جس کا عقیدہ یہ ہے کہ مذہب کو فرد اور سیاست دونوں کی زندگی میں غیر معمولی حیثیت حاصل ہے۔ اسلام کی تقدیر خود اس کے ہاتھ میں ہے' اسے کسی دوسری تقدیر کے حوالے نہیں کیا جا سکتا' یہ ایک زندہ اور عملی سوال ہے جس کے صحیح حل پر اس امر کا دار و مدار ہے کہ ہم لوگ آگے چل کر ہندوستان میں ایک ممتاز اور مفتخر تہذیب کے حامل بن سکیں' کیا یہ ممکن ہے کہ ہم اسلام کو بطور تمثیل کے تو برقرار رکھیں لیکن اُس کے نظام سیاست کی بجائے ان قومی نظامات کو اختیار کریں جن میں مذہب کی مداخلت کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا"۔ (خطبات اقبالؒ)

برادران اسلام! غور فرمایئے کہ قائداعظمؒ اور علامہ اقبالؒ نے کس طرح واشگاف الفاظ میں اس حقیقت کو بے نقاب کر دیا تھا کہ پاکستان کے قیام کا مقصد صرف قرآن و سنت پر مبنی ایسے اسلامی نظام کے قیام کے لئے تھا جس میں مسلمان اور دیگر اقوام امن و سکون کی زندگی گزار سکیں اور اسی نصب العین کے پیش نظر برصغیر کے مسلمانوں نے عدیم المثال قربانیاں دیں۔

کانگریسی مولویوں کا کردار قیام پاکستان سے پہلے

ہماری قومی زندگی کی یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد ملک میں اُن حضرات نے بھی قومی قیادت اور مذہبی امارت کے تاج پہن لئے ہیں جو دن رات تحریک پاکستان کی مخالفت میں پیش پیش تھے اور جوش مخالفت میں خدا کے دین کو بطور حربہ استعمال کرتے ہوئے کوئی شرم محسوس نہ کی، پاکستان کے بدترین دشمن کانگریسی مولوی آج نئے نئے روپ دھار کر اور نئے نئے بھیس بدل کر نئے نئے شوشے چھوڑ رہے ہیں اور اسلام کے نام پر عوام کو اسی طرح گمراہ کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں جس طرح قیام پاکستان سے قبل اسلام کے نام پر مسلمانوں کو کانگریس میں شمولیت کی دعوت دیتے رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کانگریسی مولویوں نے ابھی تک پاکستان کو دل سے تسلیم نہیں کیا اور وہ اپنے سابقہ نظریات کی تبلیغ سے باز نہیں آئے، یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے قائداعظمؒ کو کافر اعظم کہا تھا اور گاندھی، نہرو اور پٹیل کے چرنوں میں بیٹھ کر اسلام اور مسلمانوں کا سودا کیا تھا۔

ہم سمجھتے تھے کہ شاید پاکستان بن جانے کے ۲۲ سال بعد ان لوگوں نے اپنی ذہنیت کو بدل لیا ہوگا اور بھارت کے مسلمانوں پر ہندوؤں کے دہشت ناک مظالم دیکھ کر اپنی سابقہ غلطی کا اعتراف کر لیا ہوگا اور یہ بات ان پر عیاں ہو گئی ہوگی کہ مولانا حسین احمد صاحب مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد کی سیاست بُری طرح ناکام ہوئی ہے۔ وہ بہرحال غلطی پر تھے لیکن رسی جل گئی بل نہیں گئے کے مصداق ان لوگوں کی ذہنیت اب بھی نہیں بدلی ہے۔ یہ لوگ آج بھی قائداعظمؒ اور علامہ اقبالؒ کے مقابلہ میں مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ کی سیاسی برتری ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں، مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد کی علمیت تسلیم لیکن سیاسی لحاظ سے بہرحال یہ لوگ گمراہی کا شکار تھے اور ان کی علمیت و قابلیت سے اسلام کو عظیم نقصان پہنچا اور کفر کو بیحد فائدہ حاصل ہوا۔ آج جمعیت علماء اسلام (ہزاروی گروپ) کے رہنما کامریڈ مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی اور ان کے دیگر ساتھی اپنی برتری اس انداز میں ثابت کرتے ہیں کہ انھوں نے انگریز کی غلامی سے مسلمانوں کو آزاد کرانے میں بڑھ چڑھ کر

حصہ لیا تھا۔ لیکن صاحب علم حضرات پر یہ حقیقت واضح ہے کہ یہ کانگریسی مولوی برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کو انگریز کی غلامی سے نکال کر ہندوؤں کی بدترین غلامی میں پھنسا دینا چاہتے تھے' گویا آگ سے بچا کر تباہی کی طوفان خیز موجوں میں دھکیل دینا چاہتے تھے ان لوگوں کے نزدیک ہندو' مسلم' سکھ' عیسائی وغیرہ سب ایک قوم تھے' قائداعظم' ان کے نزدیک ''کافر اعظم'' تھے اور گاندھی' نہرو اور پٹیل کو وہ اپنا ان داتا تسلیم کرتے تھے۔

یہ بات پوری طرح واضح ہو چکی ہے کہ یہ لوگ نظریہ پاکستان کے سخت مخالف تھے اور آج تک ان کانگریسی مولویوں نے پاکستان کو دل سے تسلیم نہیں کیا۔ بجائے اس کے یہ لوگ اپنی غلطی کو تسلیم کر کے عوام سے معافی مانگتے اور بصدق دل سے اسلام کے فروغ اور پاکستان کے استحکام کی خاطر اپنی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے' اس کے برعکس ہٹ دھرمی سے کام لے کر گرگٹ کی طرح ایک نیا رنگ بدلتے ہوئے ملت کے کروڑوں افراد کو انتہائی عیاری اور مکاری سے یہ باور کرانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ مولانا حسین احمد مدنی کی قیادت میں ہم نے ملت اسلامیہ کے مفاد کے خلاف پاکستان کی مخالفت کر کے جس غداری کا ارتکاب کیا ہے وہ سرزد ہی نہیں ہوئی۔

اگرچہ کانگریسی مولویوں کی ہندوانہ ذہنیت بدلی نہیں جا سکتی لیکن ہم اس کے باوجود ان کے سابقہ کرتوتوں کو عوام کے سامنے پیش کر کے انہیں بے نقاب کرتے رہیں گے تاکہ مسمانوں پر یہ بات اچھی طرح واضح ہو جائے کہ ان کانگریسی مولویوں نے کس طرح دنیوی مفاد کے حصول کی خاطر خدا کے خوف سے بے نیاز ہو کر پاکستان کی مخالفت کی اور اسلام کو گاندھی' نہرو اور پٹیل کے جوتوں پر قربان کر دیا اور دین و ملت کو کتنا نقصان پہنچا اور ان کی موجودہ غلط روش سے اسلام اور پاکستان کو کن خطرات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

ذیل میں ہم کانگریسی علماء کی تحریریں اور بیانات مختلف اخبارات و رسائل اور کتب سے نقل کر رہے ہیں جن سے ان کانگریسی مولویوں کے گھناؤنے کردار کا پردہ چاک ہو جاتا ہے۔

****

تحریک پاکستان اور اُس کی قیادت پر ناروا حملے

دارالعلوم دیوبند کے مہتمم اور صدر مدرس، کانگریس کی ہمنوا "جمعیت العلماء ہند" کے مولانا حسین احمد مدنی کی تقریریں اور فتوے

"ہندو مسلم بھائی بھائی":

"ایسی جمہوری حکومت جس میں ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی اور پارسی سب شامل ہوں حاصل کرنے کے لئے سب کو متفقہ کوشش کرنی چاہئے۔ ایسی مشترکہ آزادی اسلام کے عین مطابق ہے اور اسلام اس آزادی کی اجازت دیتا ہے"۔ (زمزم ۷ جولائی ۱۹۳۸ء)

متحدہ قومیت اور قرآن:

مولانا حسین احمد مدنی، گاندھی کی متحدہ قومیت کی حمایت میں آیات قرآنی کو غلط معنی پہنا کر اس کے جواز کے لئے لفظ قوم پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "جس جگہ یہ لفظ مضاف واقع ہوا ہے اور مضاف اور مضاف الیہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یا مسلمان ہے اور کلام غیر مسلم کے متعلق ہے تو یقیناً اس جگہ پر مشرکوں اور کفار کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یا مسلمانوں کے ساتھ قومیت متحدہ میں منسلک ہونا ہی مفہوم ہوتا ہے۔ کذبت قوم نوح المرسلین کذبت قبلهم قوم نوح و اصحاب الرس ... الخ۔

(متحدہ قومیت اور اسلام ص ۱۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رسالت کے چودہ برس گزر جانے کے بعد مدینہ منورہ میں وہاں کے اور اپنے ساتھ کے مہاجر و انصار مسلمانوں اور مدینہ کے یہودیوں کو ملا کر ایک متحدہ قوم اور متحدہ اُمت بنائی اور نہایت مفصل عہد نامہ اس امر کے متعلق تحریر فرمایا اور اس میں تحریر کر دیا گیا کہ مشروط اور مذکورہ امور میں دشمنوں کے مقابل مسلمان اور یہود ایک امت متحدہ ہوں گے مگر ہر ایک اپنے اپنے مذہب کا پابند ہوگا"۔ (متحدہ قومیت اور اسلام ص ۳۳)

قومیں اوطان سے بنتی ہیں:

مولانا حسین احمد مدنی نے فتویٰ صادر کیا کہ ”آج کل قومیں اوطان سے بنتی ہیں مذہب سے نہیں بنتی ہیں“۔ (تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، ص: ۲۸۰)

اس فتویٰ پر حضرت علامہ اقبالؒ نے مندرجہ ذیل اشعار فرمائے:

عجم ہنوز نداند رموز دیں ورنہ　　ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است
سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن ہست　　چہ بے خبر ز مقام محمدؐ عربی است
بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست　　اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است

حضرت مولانا ظفر علی خانؒ اس پر یوں رقمطراز ہوئے:

حسین احمد سے کہتے ہیں حذف ریزے مدینے کے
کہ لٹو آپ بھی کیا ہو گئے سنگھم کے موتی پر

حضرت اسد ملتانی بھی اس موقع پر خاموش نہ رہ سکے اور یوں بولے

ہوا ہے مولویوں کو یہ کیا مرے مولاؐ　　لگا رہے ہیں جو وہ مالوی کو سینے سے
یہ مولوی مدنی سے کوئی ذرا پوچھے　　مدن سے آپ کو نسبت ہے یا مدینے سے

مسلم لیگ بے دین ہے:

مولوی محمد میاں ناظم جمیعت العلماء ہند لکھتے ہیں کہ ”مسلم لیگ کی موجودہ حالت سے جو بے دینی پھیل رہی ہے اور جو نقصان اسلام اور مسلمانوں کو حاصل ہو رہا ہے وہ کانگریس تو درکنار ہندوستان کے تمام ہندوؤں سے نہیں پہنچ رہا ہے“۔ (مولانا ظفر احمد صاحب کے فتویٰ پر تبصرہ ص ۹)

یہی مولوی محمد میاں کانگریس کی حمایت میں کہتے ہیں کہ:

”کانگریس کے ساتھ اشتراک عمل جہاد آزادی میں اشتراک عمل ہے جس پر مذہبی حیثیت سے ہندوستانی مسلمانوں کی آئندہ موت و حیات کا مدار ہے“۔ (ایضاً)

مولانا حسین احمد مدنی ہندوستان کے باشندوں کو تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "ہندوستان کے باشندے خواہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں بحیثیت ہندوستانی اور متحد الوطن ہونے کے ایک قوم ہو جائیں"۔ (متحدہ قومیت اور اسلام ص:۵۳)

ناظرین کرام! غور فرمایئے کہ مولانا حسین احمد مدنی کس طرح قرآن و حدیث میں تحریف کر کے مسلمانوں کو کفار و مشرکین میں ضم کرنے کے لئے بے تاب نظر آتے ہیں۔

مولوی حبیب الرحمٰن عثمانی مہتمم دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ

ہندو مسلمان باوجود اختلاف مذہب کے کسی مشترک مقصد کی تحصیل کے لئے متفق ہو سکتے ہیں۔ ایسا اتفاق شریعت کے کسی قاعدے کے خلاف نہیں ہے بلکہ ایسی حالت میں کہ مسلمانوں کو ان کے دینی مقاصد کی تحصیل میں تقویت حاصل ہوتی ہو یہ اتفاق ضروری ہو جاتا ہے۔ (جواز شرکت کانگریس ص ۱۰)

مولوی احمد علی نائب مفتی دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ

"جہاں مسلمانوں کو کفار و مشرکین سے مدد لینی جائز ہے وہیں اپنے مخصوص مقاصد و اغراض صحیحہ کی بناء پر اُن کی امداد کرنی یا اُن کی حمایت کرنی یا ان کے جھنڈے کے نیچے لڑنا بھی شرعاً جائز ہے"۔

(جواز شرکت کانگریس ص ۴۴)

مفتی محمد نعیم رکن جمعیت العلماء ہند کا عزم

مفتی محمد نعیم رکن جمعیت العلماء ہند مسٹر منشی کی تقریر جو انہوں نے لدھیانہ میں اکھنڈ بھارت کانفرنس میں کی سن کر بے تابانہ پکار اٹھے لبیک یا جبل لبیک۔ گھبرایئے نہیں، پاکستان کی ہم مخالفت کریں گے یہ نظریہ اسلام کے خلاف ہے"۔ (ہندوستان ٹائمز ۳۱-۹-۸ بحوالہ تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء)

مولانا حسین احمد مدنی اور جمعیت العلماء ہند کے اکابرین نے تحریک پاکستان کی مخالفت کیوں کی؟ اس کی وضاحت قائد اعظمؒ کے معتمد اور مسلم لیگی رہنما ایم اے ایچ اصفہانی نے اپنی تصنیف

(Quaid Azam As I new him) میں مندرجہ ذیل الفاظ میں کی ہے۔

۱۹۳۶ء میں آل انڈیا مسلم لیگ پارلیمنٹری کا اجلاس لاہور میں ہوا' جس میں مسلم لیگی لیڈروں نے تقریریں کیں' اس اجلاس میں مولانا احمد حسین مدنی اور مفتی کفایت اللہ بھی تشریف لائے' انہوں نے قائداعظمؒ اور مسلم لیگ کی تحریک کو خوش آمدید کہا اور تعاون کا یقین دلایا' لیکن آخری اجلاس میں ان حضرات نے تجویز پیش کی کہ مسلم لیگ جس پروگرام کو لے کر میدان سیاست میں اتری ہے اس کے لئے وسیع پروپیگنڈہ کی ضرورت ہے اور دیوبند کا حلقہ اس کے لئے پوری طرح تیار ہے۔ بشرطیکہ مسلم لیگ ہمارے اخراجات برداشت کرے اور اس کیلئے کم از کم پچاس ہزار روپیہ درکار ہے۔ مگر اس وقت مسلم لیگ کے پاس تانبے کے چند سکے بھی نہ تھے۔ حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ فی الحال لیگ کے پاس اتنا فنڈ نہیں ہے اور نہ ہی مستقبل قریب میں اتنی رقم جمع ہونے کی امید ہے جب کبھی مسلم لیگ کے پاس مناسب فنڈ ہو گیا تو وہ ان کی امداد کر سکیں گے۔ قائداعظمؒ نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ اللہ کا نام لے کر کام شروع کر دیں اس واقعہ کے بعد یہ حضرات ہندو کانگریس کی حمایت کرنے لگے اور انہوں نے وہاں سے مالی امداد حاصل کی۔ (صفحہ ۲۳،۲۴)

مولانا ابوالکلام آزاد جمعیت علماء ہند کے سرخیل تھے' انہوں نے گاندھی ازم کی کس طریق سے حمایت کی' اور تحریک پاکستان کی کس انداز سے مخالفت کی' ان کے بیانات شہادت کیلئے کافی ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد گاندھی کی خدمات کو سراہتے ہوئے کہتے ہیں کہ ”مسٹر گاندھی نے جنگ آزادی میں اپنی جان اور مال دونوں دونوں کو لٹا دیا' پس وہ فی الحقیقت ”مجاہد فی سبیل اللہ“ اور بانفسہ و باموالھم کے ہر دو مراحل جہادِ مقدس سے گزر چکے ہیں۔ یہ (مسٹر گاندھی) حق و عدالت کا عجیب سپہ سالار ہے“۔

(مضامین مولانا آزاد نمبر ۱۹ بحوالہ الداعی شوال ۱۳۵۷ھ ص ۱۱)

پاکستان کا لفظ ناپاک ہے!

مولانا ابوالکلام آزاد پاکستان کے سلسلے میں رقمطراز ہیں کہ:

”میں اس کا اعتراف کرتا ہوں کہ پاکستان کا لفظ ہی میری طبیعت قبول نہیں کرتی' اس کا

مطلب یہ ہے کہ دنیا کا ایک حصہ تو پاک ہے۔ باقی ناپاک' پاک اور ناپاک کی بنیاد پر کسی قطعۂ ارض کی تقسیم غیر اسلامی اور روح اسلام کے بالکل منافی ہے۔ اسلام اس طرح کی کوئی تقسیم قبول نہیں کرتا"۔ الخ

(تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء ص ۷۶)

جمعیت علماء ہند کے رہنما مفتی محمود کا فتویٰ

مفتی محمود صاحب جمعیت علماء ہند کے زبردست اور سرگرم کارکن رہے ہیں۔ آج کل مولانا شبیر احمد عثمانی کی جمعیت علمائے اسلام پر بڑی ڈھٹائی اور بے شرمی سے قبضہ کئے ہوئے ہیں' سابق سرخ پوش اور کانگریسی ہیں۔ سرحدی گاندھی عبدالغفار خان کی رفاقت پر انہیں بڑا ناز ہے' انہوں نے اپنے گرو سرحدی گاندھی کے ساتھ مل کر تحریک پاکستان کی مخالفت میں پورا زور صرف کر دیا۔ سرحد ریفرنڈم میں بھی اس شخص نے پاکستان کے خلاف جدوجہد کی لیکن جب خان عبدالقیوم خاں سرحد کے وزیر اعلیٰ بنے اور انہوں نے سرخ پوشوں کے خلاف کارروائی کا پروگرام بنایا تو مفتی محمود بھاگ کر پنجاب چلے آئے اور اس وقت سے ملتان میں مقیم ہیں اور پاکستان کے خلاف خفیہ سازشیں کرتے رہتے ہیں۔ مفتی محمود نے تحریک پاکستان کی کس طرح مخالفت کی ان کے معروف فتوے سے اس کا اندازہ ہو سکتا ہے' انہوں نے ۱۹۴۴ء میں فتویٰ دیا تھا کہ "دنیا کی تمام قوموں سے رشتے ناطے جائز ہیں لیکن کسی مسلم لیگی کو لڑکی دینا ناجائز ہے"۔ (اخبار آزاد ۵ اگست ۱۹۴۴ء بحوالہ ہفت روزہ شہاب لاہور یکم اگست ۱۹۶۳ء تحریک اسلامی اور اس کے مخالفین ص ۲۸۰)

کہا جاتا ہے کہ ڈاکٹر خان مرحوم جو کہ سرحدی گاندھی کے بڑے اور حقیقی بھائی تھے انہوں نے اپنی لڑکی کی شادی فلائٹ لفٹیننٹ پنڈت جسونت سنگھ سے اسی فتویٰ کی بنا پر کی تھی۔ واللہ اعلم بالصواب

تحریک پاکستان اور مجلس احرار

آل انڈیا مجلس احرار کی ورکنگ کمیٹی کی وضاحت

"مسلمان سیاسی' مذہبی' تمدنی رہنمائی کی توقع مسلم لیگ کی غیر اسلامی قیادت سے نہیں کر سکتے اور مسلم لیگ کے کسی فیصلے کو اسلامی ہند کا فیصلہ قرار نہیں دیا جا سکتا"۔ (رئیس الاحرار ص ۲۸۳)

مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری اور کانگریس:

پنڈت موتی لعل نہرو مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی سحر بیانی کے عاشق تھے۔ انہیں کے پروگرام کے مطابق شاہ صاحب کام کر رہے تھے۔ الٰہ آباد میں جب شاہ صاحب پنڈت موتی لعل نہرو کے ہاں پہنچے تو موتی لعل جی نے خود شاہ صاحب کے کھانے کا بندوبست کیا اور اپنے ہاتھ سے دونوں وقت چائے بنا کر پلائی' پنڈت جی بار بار شاہ صاحب سے کہتے ہیں شاہ صاحب کانگریس ستیہ گرہ کی کامیابی صرف آپ ہی سے وابستہ ہے' کانگریس کی تحریک میں پنجاب کے احرار رہنماؤں کی شرکت اور شاہ صاحب کے دورہ کا یہ اثر ہوا کہ گاندھی اروِن پیکٹ کے بعد جب بھی احرار گاندھی جی سے ملنے گئے تو گاندھی جی نے اٹھ کر دروازے تک خود احرار رہنماؤں کی عزت و تکریم کی"۔ (رئیس الاحرار ص ۱۳۶۔۱۳۷)

مولانا احمد سعید دہلوی نے کہا کہ "کتوں کو بھونکتا چھوڑ دو' کاروان احرار کو اپنی منزل کی طرف چلنے دو احرار کا وطن لیگی سرمایہ دار کا وطن نہیں"۔ (خطبات احرار ص ۹۹)

مسلم لیگ کو ووٹ دینے والے سوّر ہیں' سید عطاء اللہ بخاری کا اعلان

مولانا ظفر علی خان مرحوم اپنی تصنیف چمنستان میں تحریر فرماتے ہیں کہ "مجلس احرار کے امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے امروہہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ جو لوگ مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے وہ سوّر ہیں اور سوّر کھانے والے ہیں"۔ (چمنستان ص ۱۰۱)

مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کا نہرو سے عشق!

مولانا ظفر علی خاں مرحوم فرماتے ہیں کہ مجلس احرار کے صدر مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی جی نے تحریر میں کہا کہ "دس ہزار جینا اور شوکت اور ظفر علی خاں جواہر لعل نہرو کی جوتی کی نوک پر قربان کیے جا سکتے ہیں"۔

(چمنستان ص ۱۰۱)

غلام غوث ہزاروی کی زہر افشانی

۱۹۳۶ء میں ہندو اخبار روزنامہ ملاپ میں مولوی غلام غوث ہزاروی کا ایک بیان شائع ہوا جس

میں وہ فرماتے ہیں کہ "مسلم لیگی لیڈر کافر لڑکیوں سے شادیاں رچا کر بھی مسلمان ہی رہتے ہیں در اصل ان کی مسلمانی گوشت خوری کے لئے ہے"۔ (روزنامہ ملاپ ۴۶-۲-۳ بحوالہ سواد اعظم لاہور)

مسلم لیگی انگریز کے ایجنٹ ہیں

قاضی مظہر حسین چکوال والے نے کہا "مسلم لیگ کی بنیاد انگریز نے رکھی ہے اور یہ مسلم لیگی انگریز کے ایجنٹ ہیں"۔ (ایضاً)

قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ پر کفر کا فتویٰ

مجلس احرار کے صدر اور معروف شیعہ لیڈر مولانا مظہر علی اظہر نے موچی دروازہ لاہور میں غلام غوث ہزاروی کی صدارت میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ "یہ قائداعظم ہے کہ ہے کافر اعظم"۔

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۱۱)

مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کا اعلان

مجلس احرار کے رہنما مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ "مسلم لیگ کا موجودہ رویّہ خود مسلمانوں اور تمام ملک کیلئے نقصان دہ ہے اور اگر انکا یہ رویّہ جاری رہا تو قلیل عرصہ میں اس کو جاپان و جرمنی کی طرح کچل دیا جائے گا۔ مولانا نے مزید کہا مولانا آزاد اور پنڈت جواہر لعل نہرو کی بے عزتی کا نتیجہ مسلم لیگ کو بھگتنا پڑے گا"۔ (روزنامہ ملاپ ۲۵-۸-۵)

قائد احرار چوہدری افضل حق اور پاکستان

مجلس احرار کے قائد جناب چوہدری افضل حق نے یکم دسمبر ۱۹۴۱ء میں "ڈسٹرکٹ احرار کانفرنس قصور" میں اپنے صدارتی خطبہ میں فرمایا تھا کہ "احرار اس پاکستان کو پلیدستان سمجھتے ہیں"۔

(خطبات احرار ص ۱۸۳ از شورش کاشمیری)

ماسٹر تارا سنگھ کو ہزاروی کی مبارک باد

۳۰ مارچ ۱۹۴۷ء کو پنجاب اسمبلی کے سامنے ماسٹر تارا سنگھ نے کرپان لہرا کر کہا تھا کہ پاکستان کا فیصلہ یہ تلوار کرے گی' تو غلام غوث ہزاروی نے ماسٹر تارا سنگھ کو مجاہد فی سبیل اللہ قرار دیا اور اس کی جرأت و بے باکی کی مبارکباد بھیجی' اس پر مولانا ظفر علی خاں مرحوم نے غلام غوث ہزاروی کو "جعفر ثانی" اور مفتی محمد حسن امرتسری نے ننگ انسانیت کا خطاب دیا"۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (بحوالہ مضمون سیر دسنر ۱۹ اگست ۱۹۶۳ء)

دارالعلوم دیوبند کے طلباء کا کردار

معروف مسلم لیگی عالم جو دیوبند سے تعلق رکھتے ہیں' مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی مدیر صدق لکھنؤ لکھتے ہیں کہ "دیوبند کے علماء اور طلباء کا ایک وفد جو کانگریس کا ہم خیال ہے آج کل دریاباد آیا ہوا ہے۔ ایک عجیب و غریب بات یہ ہے کہ وہ کام مسلمانوں کے اندر کرتا ہے مگر تعلقات تمام مسلمانوں سے توڑے ہوئے ہے اور قصبے کی غیر مسلم آبادی سے جوڑے ہوئے ہیں' قیام اُن کا دھرم شالہ میں ہے حالانکہ قصبہ میں ایک نہیں دو سرائیں مسلمانوں کی موجود ہیں۔ ان کا رہنا سہنا' کھانا پینا' چلنا پھرنا تمام تر ہندوؤں کے ساتھ ہے"۔ (نوائے وقت ۲۱ مارچ ۱۹۴۶ء صدق لکھنؤ ۲ فروری ۱۹۴۶ء)

علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ اور دیوبند کے طلباء

دیوبندی مکتبہ فکر کے معتقد عالم مولانا شبیر احمد عثمانی جو دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس رہ چکے تھے جب تحریک پاکستان کا آغاز ہوا تو انہوں نے کانگریس نواز جمعیت علماء ہند کے غیر اسلامی نظریہ قومیت متحدہ سے اختلاف کر کے علیحدگی اختیار کر لی اور مسلم لیگ کی حمایت میں جمعیت العلماء اسلام کے نام سے ایک جماعت کی بنیاد رکھی۔ یہ بات دارالعلوم کے اساتذہ اور طلباء کے لئے ناقابل برداشت ہوئی لہذا انہوں نے مولانا شبیر احمد عثمانی ؒ سے جو سلوک کیا اس سے دارالعلوم دیوبند کے طلباء اور اساتذہ کے کردار اخلاق اور سیرت کی ایک جھلک نمایاں ہو جاتی ہے۔ جناب علامہ شبیر احمد عثمانی تحریر فرماتے ہیں کہ "دارالعلوم دیوبند کے طلباء نے میرے قتل تک کے حلف اٹھائے اور وہ وہ فحش اور گندے مضامین میرے دروازہ میں پھینکے کہ اگر ہماری بہنوں کی نظر پڑ جائے تو ہماری آنکھیں شرم سے جھک جائیں"۔ (مکالمۃ الصدرین ص ۳۱)

دار العلوم دیوبند کے طلباء نے گندی گالیاں اور فحش اشتہارات اور کارٹون ہمارے متعلق چسپاں کئے جن میں ہم کو ابو جہل تک کہا گیا اور ہمارا جنازہ نکالا گیا"۔ (مکالمۃ الصدرین ص ۳۱)

قارئین کرام! گذشتہ اوراق میں ہندوؤں کے ناپاک عزائم اور کانگریسی و احراری مولویوں کے گھناؤنے کردار کا مختصر سا خاکہ پیش کیا گیا ہے جس سے حقیقت حال پوری طرح بے نقاب ہو جاتی ہے اور کانگریسی و احراری مولویوں کے اس پروپیگنڈے کا پردہ چاک ہو جاتا ہے کہ ہم نے نظریہ پاکستان کی مخالفت نہیں کی اور پاکستان مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا ابو الکلام آزاد وغیرہ کی قربانیوں کے نتیجہ میں معرض وجود میں آیا' یہ ہے وہ اصل فریب جو ہماری قوم کو اب دیا جا رہا ہے اور حسب سابق گرگٹ کی طرح ایک نیا روپ بدلتے ہوئے ملت کے کروڑوں افراد کو انتہائی مکاری اور عیاری کے ساتھ یہ باور کرانے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ متذ ہت کے خلاف پاکستان کے قیام کی مخالفت کر کے جس غداری کا ارتکاب کیا ہے وہ سرزد ہی نہیں ہوئی۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کانگریسی مولویوں نے تحریک حصول پاکستان کو ناکام کرنے کیلئے دجل و فریب کے صالحانہ ہتھیاروں سے لیس ہو کر پاکستانی قیادت پر ایسے ایسے جھوٹے الزام لگائے اور بہتان باندھے کہ جن پر عقل روئے اور بصیرت ماتم کرے۔ ان کانگریسی مولویوں نے گاندھی اور نہرو کے کافرانہ نظام کے قیام کی خاطر سر توڑ کوششیں کیں اور آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ کو غلط معنی پہنا کر مسلمان کو کانگریس میں شامل ہونے کی تلقین کرتے رہے۔ یہ تاریخ پاکستان کے وہ انمٹ نقوش ہیں جنہیں تحریک پاکستان سے محو نہیں کیا جا سکتا۔ گاندھی' نہرو اور سردار پٹیل وغیرہ کفار کی محبت کے جوش میں انہوں نے قائد اعظمؒ اور ان کے رفقاء پر کون سا افتراء ہے جو وضع نہیں کیا اور کون سا سنگین الزام ہے جو نہیں لگایا اور کونسا بہتان ہے جو نہیں تراشا۔ آئندہ اوراق میں قیام پاکستان کے بعد کانگریسی عیار کے کردار کا جائزہ لیا گیا ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ کانگریسی علماء نے ابھی تک پاکستان کو دل سے تسلیم نہیں کیا ہے۔ یہ لوگ قائد اعظمؒ کی روح سے اپنی سابقہ شکست کا انتقام لینے کے لئے اسلام دشمن عناصر کیساتھ مل کر پاکستان کی بنیادوں کو کمزور کر کے اکھنڈ بھارت بنانے میں سرگرم عمل ہیں۔ لیکن انشاء اللہ یہ لوگ اپنے ناپاک عزائم میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔

قیام پاکستان کے بعد کانگریسی علماء کا کردار

قیام پاکستان کے بعد کانگریس کی ہمنوا جمعیت العلماء ہند کا وجود تقریباً ختم ہو گیا۔ اگرچہ ہندوستان میں اس جماعت کا ابھی تک خاصا اثر و رسوخ موجود ہے۔ پاکستان میں اس جماعت کے جو ارکان موجود تھے وہ تمام کے تمام غیر معروف لوگ تھے جن میں مفتی محمود، گل بادشاہ، مولوی احمد علی لاہوری کے نام قابل ذکر ہیں۔ مولوی احمد علی لاہوری نے پیری مریدی کا سلسلہ شروع کر دیا اور ہفت روزہ "خدام الدین" کے ذریعے اپنے شخصیت کو روحانی بنا کر پیش کرنا شروع کر دیا۔ احراری رہنما مولوی غلام غوث ہزاروی بھی ان کے ساتھ تعویذ گنڈوں میں ہاتھ بٹانے لگے اور اصلی سلاجیت کا کاروبار بھی جاری رکھا۔ گل بادشاہ نے اکوڑہ خٹک میں عربی مدرسہ کھول لیا اور اس طرح عوام مسلمانوں سے دین کے نام پر چندے بٹورنے شروع کر دیے اور پوشیدہ طور پر پاکستان کے خلاف سرگرمیوں میں مصروف رہے۔

مفتی محمود اور سرحدی گاندھی:

مفتی محمود کانگریس کی ہمنوا جمعیت العلماء ہند کے سرگرم رُکن تھے اور تحریک پاکستان کی سخت مخالفت کرتے رہے۔ مولانا حسین احمد مدنی کی قیادت میں گاندھی اور نہرو کے (سیکولرزم) لادینی نظام کے قیام کے لئے کوشاں رہے۔ پاکستان کے قیام کے بعد پاکستان کے بدترین دشمن سرحدی گاندھی عبدالغفار خاں کی رفاقت اختیار کر لی۔

سرحد ریفرنڈم میں مفتی محمود نے پاکستان کے خلاف ووٹ ڈلوانے کی مہم شروع رکھی، جب خان عبدالقیوم خاں سرحد میں وزیر اعلیٰ بنے اور انہوں نے سرخ پوشوں کے خلاف سخت کاروائی کا پروگرام بنایا تو مفتی محمود بھاگ کر پنجاب چلے آئے اور اس وقت سے ملتان میں مقیم ہیں۔ ملتان میں مدرسہ قاسم العلوم میں مفتی محمود کو ملازمت مل گئی اور آہستہ آہستہ مدرسہ پر بہت حد تک قبضہ ہی کر لیا، چونکہ سیاست پیدائشی طور پر ان کی گھٹی میں رچی ہوئی تھی اس لئے یہاں بھی وہ خاموشی سے درس و تدریس پر اکتفا نہ کر سکے، خوش قسمتی سے انہیں ان کے سرحدی مزاج کے مطابق ایک نایاب شخصیت حکیم سید انور علی شاہ کی رفاقت مل گئی جنہوں

نے مفتی محمود کو آگے بڑھنے میں بڑی مدد دی اور مفتی محمود دنوں میں لیڈر بن گئے۔

مدرسہ قاسم العلوم کا سالانہ جلسہ اور سرحدی گاندھی

۱۹۵۵ء میں مفتی محمود نے اسلام اور پاکستان کے غدار سرحدی گاندھی عبدالغفار خاں (جس نے آج تک پاکستان کے وجود کو تسلیم نہیں کیا اور افغانستان میں بیٹھ کر بھارت کی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کی ہدایت پر پاکستان میں اپنے بیٹے عبدالولی خاں کے ذریعے انتشار و افتراق پیدا کر کے پاکستان کو ختم کرنے کے لئے کوشاں ہے) کو ملتان میں آنے کی دعوت دی اور مدرسہ قاسم العلوم کے سالانہ جلسہ" دستار فضیلت میں سرحدی گاندھی ہی کے ہاتھ سے فارغ ہونے والے طلباء کو سندات تقسیم کرائی گئیں۔ جس سے مفتی محمود کی پاکستان دشمنی بے نقاب ہو جاتی ہے۔

جمعیت علماء اسلام پر غاصبانہ قبضہ کی سازش

جمعیت العلماء اسلام کی بنیاد ۱۹۴۵ء میں کلکتہ میں مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا ظفر علی احمد عثمانی، مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا طاہر القاسمی اور مولانا آزاد سبحانی وغیرہ نے رکھی اور اس جماعت نے تحریک پاکستان میں بہترین کردار ادا کیا اور کانگریس کی ہمنوا "جمعیت العلماء ہند" جس کے صدر مولانا حسین احمد مدنی تھے کا سخت مقابلہ کیا اور پاکستان کی زبردست حمایت کی۔ پاکستان بن جانے کے بعد یہ جماعت بدستور کام کرتی رہی، ۱۹۵۵ء کے لگ بھگ جمعیت العلماء ہند اور مجلس احرار کے سرگرم کارکن مفتی محمود، مولوی احمد علی لاہوری اور غلام غوث ہزاروی وغیرہ چور دروازوں سے جمعیت العلماء اسلام میں داخل ہو گئے اور سازش کر کے پنجاب شاخ پر قابض ہو گئے۔ ۱۹۵۶ء میں انہوں نے پنجاب شاخ کی جمعیت کو مرکزی جمعیت العلماء اسلام سے علیحدہ اور خود مختار کر لیا۔ اس طرح یہ کانگریسی علماء پاکستان کی سیاست میں دخیل ہو گئے اور مختلف طریقوں سے عوام میں اپنا اثر و رسوخ بڑھانے میں سرگرم رہے۔ جمعیت علماء اسلام پر چور دروازوں سے قبضہ کرنا ان کی بددیانتی کی ایک واضح مثال ہے۔

مخلوط اور جداگانہ انتخاب کا قصہ اور مفتی محمود

جب ۱۹۵۷ء میں ملک میں مخلوط اور جداگانہ انتخاب کا قصہ اٹھا تو سرحدی گاندھی کے بڑے بھائی ڈاکٹر خان جو ریپبلکن پارٹی کے بانی تھے نے مشرقی پاکستان میں جگتو فرنٹ کی جماعتوں سے مل کر مشرقی پاکستان میں ہندو اقلیت کو خوش کرنے کے لئے مخلوط انتخاب کی حمایت کر دی تو ملتان سے واحد مفتی محمود اور ان کی نام نہاد جمعیت العلماء اسلام تھی جس نے مخلوط انتخاب کی حمایت میں ریزولیشن پاس کر کے بھیجا حالانکہ مخلوط انتخاب کی حمایت تحریک پاکستان کے دو قومی نظریہ سے انحراف کے مترادف تھا اور یہ پاکستان سے کھلی غداری تھی' مفتی محمود نے مخلوط انتخاب کا بل پاس ہو جانے پر ڈاکٹر خان اور کانگریس کے صدر بی کے داس کو مبارکباد کے پیغامات بھیجے۔ اس طرح مفتی محمود شروع دن سے اسلام دشمنی اور پاکستان دشمنی میں واضح مقام رکھتے ہیں۔

مفتی محمود حقیقت کے آئینہ میں

مارشل لاء کا نفاذ:

۱۹۵۸ء میں جب ملک میں مارشل لاء نافذ ہوا اور ایوب خان بندوق کی گولی کے زور سے برسر اقتدار آئے تو ملتان سے مفتی محمود نے سب سے پہلے خوش آمدید کہا اور مارشل لاء پر خوشی و مسرت کا اظہار کیا

عائلی قوانین کا آرڈیننس:

جب ایوب خان نے مارشل لاء میں عائلی قوانین کا آرڈیننس جاری کیا تو اس وقت بھی مفتی محمود اور ان کے حواریوں کی زبانیں خاموش رہیں اور ایک لفظ بھی اس کی مذمت میں نہ کہہ سکے جبکہ علماء حق نے اس وقت بھی عائلی قوانین کے خلاف آواز بلند کی اور اس کی پاداش میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

پاکستان جمہوری پارٹی کے ممتاز رہنما جناب حمزہ کا انکشاف

پاکستان جمہوری پارٹی کے ممتاز رہنما جناب حمزہ صاحب نے میونسپل پارک کمالیہ میں جمہوری

پارٹی کے زیر اہتمام جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے اس حقیقت کا انکشاف فرمایا کہ ”عائلی قوانین منظور کرانے میں مفتی محمود اور افضل چیمہ پیش پیش تھے لیکن اس کے نفاذ کے بعد یہی لوگ اس کے نام نہاد مخالف بن گئے۔ (جسارت ۳ اپریل ۱۹۷۰ء) ۔

برادران ملت! جناب حمزہ کے مذکورہ بالا بیان سے مفتی محمود اور ان کے حواریوں کی اسلام دوستی بے نقاب ہو جاتی ہے اور ہر شخص بخوبی جان سکتا ہے کہ مفتی محمود وغیرہ کس طرح دو رخی پالیسی پر چل کر عوام کو گمراہ کر رہے ہیں۔

جمعیت العلماء اسلام کی بحالی اور مفتی محمود

ملک میں چار سال سیاسی سرگرمیاں معطل رہنے کے بعد جب ۱۹۶۲ء میں مارشل لاء کا اختتام ہوا اور سیاسی جماعتیں بحال ہوئیں جمعیت العلماء اسلام کے رہنما بھی اس کے احیاء کے لئے سوچ ہی رہے تھے کہ مفتی محمود صاحب نے موقع غنیمت جانا اور نہایت ڈھٹائی و بے شرمی سے جمعیت کے نام کو اغوا کر کے ”جمعیت العلماء اسلام“ کی بحی کا آل پاکستان بنیادوں پر اعلان کر دیا اور اپنے آپ کو مولانا شبیر احمد عثمانی کا جانشین ظاہر کرنے لگے حالانکہ علامہ شبیر احمد عثمانی سے مفتی محمود یا غلام غوث ہزاروی کا دور کا بھی واسطہ نہ تھا یہ لوگ اصل میں کانگریس کے ہمنوا مولانا حسین مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد کے خوشہ چیں اور حاشیہ بردار تھے جو پاکستان کے بنیادی طور پر مخالف تھے۔

مولانا احتشام الحق تھانوی کا اظہار حقیقت

مرکزی جمعیت العلماء اسلام کے ممتاز رہنماؤں مفتی محمد شفیع دیوبندی اور مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا ادریس احمد کاندھلوی وغیرہ نے اس بات کی تصدیق کر دی ہے کہ یہ لوگ سابق کانگریسی اور نظریہ پاکستان کے مخالف تھے چنانچہ مولانا احتشام الحق تھانوی نے ہفت روزہ اخبار جہاں کراچی کے ۲۵ جون ۱۶۶۹ء کے شمارہ میں شائع ہونے والے اپنے انٹرویو میں کہا کہ ”آج کل جمعیت العلماء اسلام کے نام سے جو لوگ سرگرم ہیں انہیں تحریک پاکستان سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ یہ سب نظریہ پاکستان کے دشمن

تھے۔ ان ہی لوگوں سے ہم نے علامہ شبیر احمد عثمانی کی قیادت میں جنگ لڑی تھی۔ اب انہوں نے جمعیت العلماء اسلام کے نام پر ہی قبضہ کر لیا ہے۔ اس وقت تحریک پاکستان سے زیادہ فیصلہ کن مرحلہ درپیش ہے اب ہمیں نظریہ پاکستان کی بقاء کی جنگ لڑنی ہے کانگریسی علماء نے اس نظریہ کی بیخ کنی کے لئے اس وقت بھی کوشش کی تھی جب ہم پاکستان کی جنگ لڑ رہے تھے اور آج بھی وہ اپنا وزن اس نظریہ کے مخالفین کے پلڑے میں ڈال رہے ہیں"۔

قارئین کرام! مذکورہ بالا بیان پر غور فرمائیں کہ کس طرح مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی وغیرہ نے جمعیت العلماء اسلام پر قبضہ کیا اور پاکستان کے خلاف منظم طور پر سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔

جمعیت العلماء پاکستان اور کانگریسی مولوی

مارشل لاء کے اختتام کے بعد دیگر جماعتوں کی بحالی کیساتھ جمعیت العلماء پاکستان بھی بحال ہو گئی جو علماء اہلسنت بریلوی پر مشتمل ہے۔ تحریک پاکستان میں علماء اہلسنت و جماعت بریلوی اور مشائخ عظام نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ تحریک پاکستان کے مخالفین کا ڈٹ کر مقابلہ کیا تھا۔ یہ تاریخ کے وہ انمٹ نقوش ہیں جنہیں تاریخ کے صفحات سے محو نہیں کیا جا سکتا' مارشل لاء کے بعد جمعیت العلماء پاکستان نے اپنے عقائد حقہ کی تبلیغ وسیع بنیادوں پر شروع کر دی۔ نظریہ پاکستان کے بدترین دشمن کانگریسی مولوی خائف ہونے لگے چنانچہ مفتی محمود اینڈ کمپنی نے اپنے بھارتی آقاؤں کے اشارے پر ملک میں انتشار و افتراق پیدا کرنے کیلئے علماء اہلسنت بریلوی کے خلاف خطرناک منصوبہ بنایا اور مفتی محمود نے بریلوی زعماء اور اکابرین پر تکفیر بازی کا سلسلہ شروع کر دیا اور وہ اپنے شاگرد خاص مولوی ضیاء القاسمی لائل پوری کو اس ناپاک مشن کا سپہ سالار بنایا' چنانچہ مولوی ضیاء القاسمی وغیرہ نے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ' محدث پاکستان مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ لائلپوری' غزالی زماں مولانا سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی' مجاہد ملت مولانا عبدالحامد بدایوانی' صدر جمعیت العلماء پاکستان اور دیگر اکابرین پر بیہودہ الزامات اور بہتان باندھے' کھلے جلسوں میں تمسخر اڑایا' غلیظ گالیاں دی گئیں لیکن علماء اہلسنت کے صبر و تحمل کی وجہ سے یہ معاملہ زیادہ دیر تک نہ چل سکا۔

۱۹۶۵ء کا صدارتی انتخاب اور کانگریسی مولوی

ایوبی آمریت کے خلاف متحدہ حزب اختلاف نے تحریک جمہوریت کا آغاز کیا۔ ۱۹۶۵ء کے صدارتی انتخاب میں سی او پی (متحدہ حزب اختلاف) نے قائداعظمؒ کی ہمشیرہ مادر ملت محترمہ فاطمہ جناحؒ کو اپنا صدارتی امیدوار نامزد کیا۔ محترمہ فاطمہ جناحؒ کے میدان انتخاب میں آنے سے ایوب خان کو اپنا اقتدار خطرے میں نظر آیا اور اس نے مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی وغیرہ کو سبز باغ دکھا کر ان سے خفیہ معاہدہ کر لیا چنانچہ ان کانگریسی مولویوں نے ایوب خان کا حق نمک ادا کرنے کیلئے محترمہ فاطمہ جناحؒ کی مخالفت میں زبردست و شرمناک تحریک چلائی اس وجہ سے نہیں کہ شرعاً عورت کا ــــــــ سربراہ مملکت بننا ناجائز ہے بلکہ اس وجہ سے کی کہ وہ قائداعظمؒ کی بہن تھیں اور قائداعظمؒ سے انہیں ازلی دشمنی ہے یہی وجہ تھی کہ یہ لوگ صرف مادر ملت ہی کی مخالفت کرتے رہے اور ایوب خان کے بارے میں ان کا رویہ حوصلہ افزا رہا۔

نوابزادہ نصر اللہ خاں کا پیغام:

مغربی پاکستان جمہوری پارٹی کے صدر نوابزادہ نصر اللہ خان صاحب نے خان گڑھ کے قریب ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے ایک سوال کے جواب میں کہا:

"مولانا مفتی محمود نے گذشتہ صدارتی انتخاب کے دوران مادر ملت کے خلاف ایوب خان کی حمایت میں ووٹ دیا تھا"۔ (روزنامہ مشرق کراچی ۱۰ اپریل ۱۹۷۰ء)

مفتی محمود نے سابق وزیر تجارت عبدالغفور خان ہوتی سے ۵ ہزار روپے وصول کئے: مولوی فرید احمد کا انکشاف

پاکستان جمہوری پارٹی کے ممتاز رہنما مولانا فرید احمد صاحب نے پشاور کے چوک یادگار میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا "جمعیت العلماء اسلام (ہزاروی گروپ) کے ناظم اعلیٰ مفتی محمود نے گول میز کانفرنس کے دوران سابق وزیر تجارت نوابزادہ عبدالغفور ہوتی سے ۵ ہزار روپے وصول کئے تھے اور گذشتہ

صدارتی انتخابات کے موقع پر حکومت نے مفتی محمود کے مدرسہ کیلئے فنڈ جمع کر کے دیا تھا اس فنڈ کے طور پر مفتی محمود نے ہزاروں روپے حکومت سے وصول کیے۔ (روزنامہ امروز ملتان کی روایت ۵ ہزار روپے وصول کرنے کی ہے۔ روزنامہ جسارت ملتان ۲۶ مارچ۔ ۱۹۷۰ء)

قارئین کرام! پاکستان جمہوری پارٹی کے ممتاز رہنماؤں کے مذکورہ بالا بیانات سے مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی وغیرہ کانگریسی مولویوں کے گھناؤنے کردار کا اندازہ لگایئے کہ یہ لوگ کس طرح خدا کے خوف سے بے نیاز ہو کر دنیوی مفاد کے حصول کیلئے دین کو قربان کر دیتے ہیں، محترمہ فاطمہ جناحؒ کی مخالفت اور ایوب خان کی حمایت کے اسباب پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

دوسرا ترمیمی بل اور مفتی محمود:

سابق صدر ایوب خان کے اپنے بنائے ہوئے ۱۹۶۲ء کے آئین میں ایک شق یہ بھی تھی کہ انتخاب سے تین ماہ قبل صدر کو کرسی صدارت سے الگ ہو جانا پڑے گا اور قومی اسمبلی کا سپیکر صدارت کے فرائض سنبھال لے گا یہ بات ایوب خان اور ان کے حواریوں کیلئے تشویشناک تھی' چونکہ وہ جانتا تھا کہ پولیس اور فوج کی نگرانی اور حفاظت کے بغیر وہ عوام کا سامنا نہیں کر سکے گا۔ نیز کرسی صدارت سے الگ ہو کر ووٹروں پر دباؤ ڈالنا بھی آسان نہیں تھا۔ اس لئے اس نے آئین میں ترمیم کرنے کیلئے ترمیمی بل اسمبلی میں پاس کرانے کیلئے پیش کیا لیکن اسے اس ترمیم کیلئے حکومتی پارٹی کے ووٹروں کے علاوہ باہر سے بھی ایک ووٹ کی ضرورت تھی' چنانچہ ڈیرہ اسماعیل خاں کے علاقے سے تعلق رکھنے والے ایک مرکزی سیکرٹری کی خدمات حاصل کی گئیں نامعلوم ایوب خان نے مفتی محمود کو کیا سبز باغ دکھائے اور کیسے تر نوالے کھلائے کہ مفتی محمود ایوب خاں کے حق میں ووٹ استعمال کرنے پر مجبور ہوئے۔

مفتی محمود یہ جانتے ہوئے کہ ایوب خان نے عائلی قوانین اور خاندانی منصوبہ بندی جیسے غیر اسلامی قوانین' آرڈیننس کے ذریعے نافذ کر دیئے تھے جن کی مخالفت کرنا مفتی محمود پر لازم تھا لیکن اس کے برعکس مفتی محمود نے ایوب خان کے حق میں ووٹ دے کر مزید ۵ سال تک کے لئے ایوب خان کی آمریت کو برقرار رہنے کا موقع دیا' انصاف کی بات یہ ہے کہ اگر مفتی محمود ایوب خاں کے حق میں ووٹ نہ دیتے تو وہ

کبھی دوبارہ برسر اقتدار نہ آتا اور اسلام کے بنیادی اصولوں کو پامال نہ کیا جاتا۔ ایوب خان کے دور میں الحاد و بے دینی اور علاقائی عصبیتوں کو جو فروغ ہوا مفتی محمود اس میں برابر کے شریک ہیں اور روز قیامت ایوب خان کے ساتھ ہی سزا پائیں گے۔ (ایشیا ۱۴ اکتوبر ۱۹۶۳ء)

غلام غوث ہزاروی کا بہتان:

انہی دنوں صدارتی انتخابات کے بعد مفتی محمود کے دست راست غلام غوث ہزاروی نے مغربی پاکستان اسمبلی میں ایوب خان کے کارندوں کے ایماء پر سنسنی پیدا کرنے کیلئے یہ اعلان فرما کر پورے ملک کو حیرت زدہ کر دیا کہ "حزب اختلاف نے صدر ایوب خان کو قتل کرنے کا منصوبہ بنا رکھا ہے" جو سراسر بہتان تھا اور حزب اختلاف کو بدنام کرنے کے سوا کچھ نہ تھا۔

مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا اعتراف غلطی

پاکستان بن جانے کے بعد ہندوستان میں مجلس احرار کا وجود تک نہ رہا مجلس احرار کے تمام اکابرین و زعماء مشرقی پنجاب سے مغربی پاکستان منتقل ہو گئے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی شعلہ بیانی اور فن خطابت کے اپنے اور بیگانے سب ہی معترف ہیں۔ سیاسی اختلاف کے باوجود مسلم لیگ کا ایک طبقہ انہیں احرام کی نظر سے دیکھتا تھا' قیام پاکستان کے بعد انہیں اپنی سیاسی غلطیوں کا احساس ہوا اور وہ یہ محسوس کئے بغیر نہ رہ سکے کہ اُن کا نام استعمال کر کے روٹیاں بٹورنے والے مولویوں کی بڑی تعداد خلوص و ایثار سے عاری ہے چنانچہ انہوں نے پاکستان میں قدم رکھتے ہی اعلان کر دیا کہ "ہم غلطی پر تھے اور قائداعظمؒ راستی پر تھے۔ آج سے ہمارے لئے سیاست سؤر کی بوٹی ہے" اس اعلان کے ساتھ ہی مجلس احرار کو ختم کر دیا اور سیاست سے کنارہ کش ہو گئے اور آخر دم تک اس پر قائم رہے یہاں تک کہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ مجلس احرار کا بعد میں دوبارہ احیاء کیا گیا۔ (ہفت روزہ اقدام لاہور ۲۵ اگست ۱۹۶۳ء)

تحریک ختم نبوت کا پس منظر:

مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے اعلان کے بعد احرار لیڈر آزاد ہو گئے بعض تو مسلم لیگ میں

شامل ہو گئے اور بعض نے حسین شہید سہروردی کی عوامی لیگ کے ساتھ ناطہ جوڑ لیا لیکن محمد علی جالندھری مولوی غلام غوث ہزاروی اور قاضی احسان احمد شجاع آبادی وغیرہ نے پاکستان کو ذہنی طور پر قبول نہ کیا۔ اس لئے ان کا کسی موجودہ جماعت میں شامل ہونا محال تھا اور نہ اُن میں اتنی جرأت تھی کہ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی طرح بھارت سدھار جاتے مگر منہ کو لگی بھی نہ چھوٹتی تھی لہٰذا یہ تینوں حضرات اپنے طور پر ایسے مواقع تلاش کرنے لگے جہاں سے انہیں اسٹیج میسر آسکے۔

مولوی محمد علی جالندھری نے بڑا زرخیز دماغ پایا ہے۔ فوری طور پر ایسا نسخہ تیار کر لیا جس میں شہرت بھی تھی' عزت بھی' دولت بھی' وہ جانتے تھے کہ ختم نبوت کے معاملے میں مسلمانوں کے جذبات بڑے شدید اور طوفان خیز ہیں' قاضی احسان احمد شجاع آبادی جیسے خطیب کی رفاقت انہیں حاصل تھی' ظاہر ہے انہیں اپنے پراجیکٹ میں کامیابی کیوں نہ ہوتی' چوہدری ظفر اللہ خان قادیانی مرکزی وزیر تھے' خواجہ ناظم الدین مرحوم اپنی شرافت اور نرم مزاجی کے ساتھ وزارت عظمیٰ پر رونق افروز تھے۔ پنجاب میں میاں ممتاز محمد خان دولتانہ وزیر اعلیٰ تھے۔ میاں صاحب اور مولوی محمد علی جالندھری دونوں ذہین اور پیدائشی سیاسی تھے' میاں ممتاز دولتانہ کے شہر ملتان میں نہ معلوم کیا طے ہوا کہ اچانک قادیانیوں کے خلاف ملک گیر تحریک چل پڑی' گولیاں چلیں' ہزاروں کی تعداد میں مسلمان زخمی اور شہید ہوئے' جیلوں کی صعوبتیں برداشت کیں' کوڑے کھائے' مارشل لاء لگا' خواجہ ناظم الدین زیادہ دیر تک اس بدامنی کے ساتھ نہ ٹھہر سکے اور وہ مولویوں سے سمجھوتہ کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے' دولتانہ کو مولوی محمد علی جالندھری نے سیاسی شکست فاش دی اور ختم نبوت کے اسٹیج پر مستقل قبضہ کر لیا' گرفتار شدہ مولویوں کی اکثریت نے معافیاں مانگ کر رہائی حاصل کی اور میاں افتخار الدین کے دستر خوان پر مہمان نوازی کے مزے لوٹے' مولوی محمد علی جالندھری اور ان کے دیگر رفقاء نے ایک طرف لاکھوں روپیہ ختم نبوت کے نام پر عوام سے چندہ جمع کیا ہوا ہضم کیا اور دوسری طرف دولتانہ صاحب کی حکومت سے بھی ہزاروں روپے وصول کئے جس کی تفصیل "رپورٹ تحقیقاتی عدالت برائے تحقیقات فسادات پنجاب" میں دیکھی جا سکتی ہے' تحریک ختم نبوت کو مذہب کے نام پر چلایا گیا اور کانگریسی و احراری مولویوں نے دجل و فریب سے علماء اہلسنت بریلوی کو آگے لگا کر ان کے کاندھے

پر بندوق چلائی' عوام نے اس تحریک میں فقط ناموس رسالت کے تحفظ کے طور پر حصہ لیا اور شہید اور زخمی ہوئے اور قید کی صعوبتیں بھی برداشت کیں' راقم الحروف نے بھی اس تحریک میں ادنیٰ رضاکار کی حیثیت سے شرکت کی اور جیل کی سزا بھگتی لیکن فی الحقیقت یہ تحریک دولتانہ اور مولوی محمد علی جالندھری وغیرہ کی سیاست کا کرشمہ تھی اور یہی وجہ ہے کہ اس قدر ہمہ گیر تحریک چلنے کے باوجود ناکام ہوئی اگر تحریک ختم نبوت کے قائدین کے دلوں میں خلوص و ایثار اور خدمت اسلام کا جذبہ ہوتا تو یہ تحریک بھی ناکام نہ ہوتی۔

اشتراکیت اور کانگریسی علماء

۱۹۶۸ء کے آخری دنوں اور ۱۹۶۹ء کے ابتدائی ایام میں ایوب خان کی آمریت کے خلاف عوام کا ردعمل شدید طور پر ظاہر ہوا۔ حزب اختلاف کی جماعتوں' مسلم لیگ (کونسل) نظام اسلام پارٹی' قومی جمہوری محاذ' عوامی لیگ' جماعت اسلامی اور جمعیت العلماء پاکستان پر مشتمل تحریک جمہوریت تشکیل دی گئی' تحریک جمہوریت کے اکابرین دس سال سے ایوب کی آمریت کے خلاف صف آراء تھے اور آمرانہ حکومت کی صعوبتیں برداشت کر رہے تھے۔ تحریک جمہوریت آہستہ آہستہ عوامی تحریک بنتی چلی گئی' جب یہ تحریک کامیابی سے ہمکنار ہونے کے قریب تھی تو اچانک ایوب خان کے چہیتے اور سابق وزیر خارجہ جناب ذوالفقار علی بھٹو بھی منظر عام پر آ گئے اور انہوں نے منکرین حدیث کے گروہ "بزم طلوع اسلام" اور چوہدری غلام احمد پرویز کے خیالات سے متاثر ہو کر ان کے "اسلامی سوشلزم" کے نعرے کو بلند کیا اور قائد اعظمؒ و علامہ اقبالؒ پر بھی بہتان باندھ دیا کہ انہوں نے بھی اسلامی سوشلزم کا نعرہ بلند کیا تھا۔ اس نعرے نے ملک میں ایک زبردست افتراق پیدا کر دیا اور ملک ایک نظریاتی کش مکش میں مبتلا ہو گیا جس نے اب خطرناک صورت اختیار کر لی ہے جس سے ملکی سالمیت کو کسی وقت بھی خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔

علماء حق نے دور حاضر کے اس عظیم فتنہ سوشلزم کے خطرناک نتائج سے عوام کو آگاہ کیا اور انہیں بتایا کہ پاکستان اسلام کے نام پر معرض وجود میں آیا تھا اور اس کی بقاء و استحکام بھی اسلام کے ساتھ وابستہ ہے اور اسلام ایک مکمل ضابطہ اور نظام حیات ہے جو ہماری زندگی کے تمام مسائل' اقتصادی' معاشی' معاشرتی' سیاسی وغیرہ کو پر امن طور پر حل کرتا ہے' غریبوں' مزدوروں' کسانوں کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے۔ لہٰذا ہمیں

کسی غیر ملکی کافرانہ (سوشلزم یا سرمایہ دارانہ) نظام حیات کی ضرورت نہیں چنانچہ پاکستان کے تمام مکاتیب فکر کے ۱۱۳ جید اور ممتاز علماء کرام نے قرآن وحدیث کی روشنی میں سوشلزم کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا تا کہ عوام سوشلسٹوں کے فریب میں آ کر اسلام کی دولت سے محروم نہ ہو جائیں۔ "سوشلزم" کے کفر ہونے میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہے' اسلامی سوشلزم پر فریب اور منافقانہ اصطلاح ہے جو سوشلزم سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ سوشلسٹوں کی طرف سے علماء کے اس فتوے کی مخالفت ناگزیر تھی کیونکہ فتوے کی وجہ سے وہ عوام کو آسانی سے گمراہ نہیں کر سکتے لیکن افسوس اس پر ہے کہ مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی اور ان کے دیگر ساتھی جو بزعم خویش پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کے مدعی ہیں) کی طرف سے علماء حق کے اس فتوے کے خلاف ایک شرمناک تحریک چلائی جا رہی ہے اور فتویٰ دینے والے علماء کو امریکی سامراج اور سرمایہ داروں کا ایجنٹ قرار دیا جا رہا ہے اور طرفہ یہ کہ مفتی محمود اینڈ کمپنی انہی علماء کے مرتب کردہ ۲۲ نکات کو آئین کی بنیاد بنانے کا مطالبہ بھی حکومت سے کرتے ہیں' اس طرح یہ دورخی پالیسی اختیار کر کے عوام کو اپنے جال میں پھانسنے کی کوششیں کر رہے ہیں۔

جمعیت العلماء اسلام (ہزاروی گروپ) سوشلزم کی حمایت کیوں کر رہا ہے

ہر شخص جانتا ہے کہ جمعیت العلماء اسلام (ہزاروی گروپ) سابق کانگریسی اور احراری مولویوں پر مشتمل ہے جو نظریہ پاکستان کے بدترین دشمن تھے اور جنہوں نے خدا کے خوف سے بے نیاز ہو کر دنیوی اغراض کی تکمیل کیلئے گاندھی' نہرو اور سردار پٹیل کے کافرانہ نظام کی حمایت کی تھی اور قائداعظمؒ اور پاکستان کے خلاف انتہائی شرمناک سازشیں کیں اور گاندھی کے اکھنڈ بھارت کے نعرے کو عین اسلام قرار دیا حقیقت یہ ہے کہ کانگریسی علماء کی کانگریسی ذہنیت تبدیل نہیں ہوئی اور ان کے قلوب کفار و مشرکین کی محبت سے لبریز رہتے ہیں۔ آج کل ہندوستان کی مسز اندرا گاندھی نے سوشلزم کی حمایت کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے وہ اپنے اقتدار کو مضبوط کرنے کیلئے سوشلزم نظام کو رائج کرنا چاہتی ہے چنانچہ گاندھی اور نہرو کے پاکستانی ایجنٹ کانگریسی مولویوں مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی وغیرہ نے بھی سوشلزم کی حمایت کو جزو ایمان بنا لیا ہے تا کہ مسز اندرا گاندھی کی خوشنودی حاصل ہو جائے اور اپنے عمل سے گاندھی و نہرو نے اپنی

وفاداری کا ثبوت مہیا کریں۔

مولوی اسعد مدنی کا دورہ پاکستان:

مشہور کانگریسی مولوی حسین احمد مدنی کے صاحبزادے اور بھارتی پارلیمنٹ کے ممبر مولوی اسعد مدنی گذشتہ دنوں پاکستان کے دورے پر آئے (یہ ان کا ایک سال میں دوسرا دورہ تھا) پاکستان آنے کے بعد وہ دیوبند مکتب فکر کے جید علماء مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا ادریس احمد کاندھلوی، مولانا ظفر احمد عثمانی اور مولانا احتشام الحق تھانوی وغیرہ سے ملاقات نہیں کرتے بلکہ اپنے والد حسین احمد مدنی کے دیرینہ کانگریسی ساتھی مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی وغیرہ سے ملاقات کرتے ہیں اور جلسوں دوروں اور پریس کانفرنسوں کا ایک سلسلہ شروع کر دیا جاتا ہے۔ جس میں مفتی محمود اینڈ کمپنی ان کے والد حسین احمد مدنی کو خراج تحسین پیش کر کے مولوی اسعد مدنی کو یہ باور کرایا جاتا ہے کہ ہم بدستور اپنے سابقہ موقف پر ڈٹے ہوئے ہیں اور ہم نے پاکستان کو قبول نہیں کیا بلکہ اس کو اکھنڈ بھارت بنانے کیلئے کوشاں ہیں اور یہی وجہ ہے کہ کانگریسی مولوی سوشلزم کی حمایت کر کے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کیلئے اپنی تمام قوتیں بروئے کار لا رہے ہیں۔

برادران ملت! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ مولوی اسعد مدنی نہرو کے معتمد خاص رہے نہرو کی وفات کے بعد لال بہادر شاستری کے مقرب خاص بن کر مستقل رہائش دہلی میں اختیار کر لی لال بہادر شاستری کے بعد اب مسز اندرا گاندھی کے معتمد خاص ہیں اور ہر سال حکومت ہند کے نمائندہ کی حیثیت سے حج کے موقع پر سعودی عرب جانے لگے ہیں ان کا حالیہ دورہ پاکستان خطرے سے خالی نہیں ہے۔ عوام میں ان کا دورہ پاکستان موضوع بحث بنا ہوا ہے کہ یہ بھارتی پارلیمنٹ کا ممبر الیکشن کے موقع پر پاکستان کے دورہ پر کیوں آیا؟

مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی جواب دیں!

جمعیت علماء اسلام ہزاروی گروپ عام اجلاسوں میں بارہا اعلان کر چکی ہے کہ ہماری جماعت غریب ہے اور غریبوں، مزدوروں، کسانوں کی حمایت کریگی اور اپنے مخالفین پر امریکی امداد کے بے بنیاد

الزامات لگاتی ہے اور یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ مفتی محمود کی جمیعت علماء کی جمیعت ہے اور علماء کے پاس سرمایہ کہاں؟ وہ تو دوسرے لوگوں کے چندوں پر گزارہ کرتے ہیں پھر آئندہ ہونے والے الیکشن کیلئے دو سو جیپیں صرف مغربی پاکستان کیلئے خریدنے کی صدر یحییٰ کو پرمٹ کی جو درخواست دی ہے اور مشرقی پاکستان کے لئے الگ خریدی جائیں گی۔ اتنی کثیر رقم کہاں سے آئی۔ عوام مفتی محمود سے یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ اسعد مدنی کے دورہ کے چند روز بعد اتنا سرمایہ کہاں سے آیا؟ معلوم ہوتا ہے کہ اسعد مدنی کا حالیہ دورہ پاکستان درحقیقت پاکستان کے خلاف ایک سازش ہے۔ (روزنامہ ندائے ملت ۱۱ اپریل ۱۹۷۰ء)

حرف آخر:

ہم نے مختصر طور پر گذشتہ صفحات میں کانگریسی علماء کے ماضی اور حال کا جائزہ لیا ہے اور ان پاکستان دشمن کانگریسی مولویوں کے عزائم و مقاصد اور تضادات کے کافی گوشے آپ کے سامنے آگئے ہیں کہ ان لوگوں نے کس کس انداز اور کن کن طریقوں سے تحریک پاکستان اور قائد تحریک کی راہ میں مشکلات کے پہاڑ کھڑے کیئے اور اسلام کے نام پر گاندھی اور نہرو کے سیکولرزم (لادینی نظام) کی حمایت کرتے رہے اور جب ان کی سر توڑ مخالفتوں کے باوجود پاکستان بفضلہٖ تعالیٰ معرض وجود میں آگیا تو یہ کانگریسی مولوی پاکستانی قیادت کے خلاف نفرتوں اور کدورتوں کی فضا پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اس امر کے لئے کوشاں ہیں کہ کسی نہ کسی طرح مسند اقتدار پر قبضہ جما کر اپنی سابقہ شکست کا بدلہ لیں اور پاکستان کو ختم کر کے اکھنڈ بھارت بنا دیں یہی ان کا مقصود و منشاء ہے۔

تاریخ پاکستان کا سیاہ باب:

قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت کی مخاصمت اور تحریک پاکستان کی مخالفت جس شدومد سے ان کانگریسی مولویوں نے کی ہے وہ تاریخ پاکستان کا ایک سیاہ باب ہے۔ مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ نے اسلام کو گاندھی اور نہرو کے جوتوں پر قربان کر دیا تھا اور پاکستان کے خلاف ہر وہ حربہ استعمال کیا جو ان کے امکان میں تھا۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جو لوگ نظریہ پاکستان کے دشمن تھے اور جنہوں نے تحریک پاکستان کی مخالفت کی تھی وہ کبھی بھی پاکستان کے دوست اور وفادار نہیں ہو سکتے۔ تاریخ پاکستان کا ہر واقف بخوبی جانتا ہے کہ کانگریسی مولوی نظریہ پاکستان کے مخالف تھے اور انہوں نے تحریک پاکستان کو ناکام کرنے کیلئے طرح طرح کے خطرناک اقدامات کئے تھے اور آج بھی یہ کانگریسی مولوی پاکستان کی بنیادوں کو منہدم کرنے کیلئے اسلام دشمن سوشلسٹ عناصر کے ساتھ ہیں اور اسلامی نظام کی حامی جماعتوں کے خلاف ایک شرمناک تحریک جاری کر رکھی ہے۔ قیام پاکستان سے قبل سیکولرزم (لادینی نظام) کی حمایت بھی اسلام کے مقدس نام پر کرتے رہے اور آج پھر پاکستان میں اسلام کے برعکس (سوشلزم) لادینی نظام کے قیام کی حمایت بھی اسلام کے معصوم نقاب چہروں پر ڈال کر کر رہے ہیں۔ لیکن مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی اور ان کے دیگر پاکستان دشمن ساتھیوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ پاکستان اس اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا اور برصغیر کے مسلمانوں نے بے شمار قربانیاں دے کر اسے حاصل کیا۔ یہاں پر مفتی محمود اینڈ کمپنی یا کسی اور دشمن اسلام کو اس بات کی اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ پاکستان میں غیر ملکی لادینی نظام نافذ کریں جب تک علماء حق کا وجود باقی ہے وہ کانگریسی مولویوں کے ناپاک عزائم کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے اور بھارت کے ان ایجنٹوں کے گھناؤنے کردار کو بے نقاب کیا جائے گا۔ پاکستان کی بقاء واستحکام کیلئے تمام مکاتیب فکر کے علماء کرام کو متحد و متفق ہو کر اسلام دشمن سوشلسٹ عناصر اور کانگریسی مولویوں کے خلاف متحدہ محاذ بنانا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ پاکستان کو اس کے دشمنوں سے ہمیشہ محفوظ رکھے اور اسے شب و روز ترقی و فروغ حاصل ہو۔ (آمین)

ضیاء الحامدی نقشبندی مجددی

۱۲اپریل ۱۹۷۰ء

***

الحق احق ان یتبع

افادات اشرفیہ کا دوسرا رُخ

مسمّی بہ

اشرف الافادات

یعنی

حکیم الامت حضرت العلامہ الحاج مولانا شاہ اشرف علی صاحب قدس سرہ
کے نظریات وافکار کی روشنی میں

لیگ اور شرکت لیگ کا حکم

از: مولانا عبدالاحد صاحب (سورتی) زادمجدہم
(دیوبندی)

ناشر: انیس الحسن شعبہ نشر واشاعت مرکزیہ جمعیۃ علماء ہند دہلی
مطبوعہ: دلی پرنٹنگ ورکس دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً۔

سخنِ اولین .... تعارف

مرکزِ اعتماد فقط کتاب اللہ ہے پھر سنت رسول اللہ جو کتاب اللہ پر منطبق ہو۔ ان کے بعد وہ فروعی اور تفصیلی احکام (بائی لاز) جو ان دونوں سے ماخوذ ہوں، جس کو فقہ کہا جاتا ہے۔

چنانچہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار تاکید فرمائی:

"جب تک تم کتاب و سنت کو مضبوطی سے سنبھالے رہو ہرگز ہرگز گمراہ نہیں ہو سکتے"۔

لہٰذا کسی تحریک، کسی عملی یا قولی فیصلہ کی صحت و خطا کا مدار مذکورہ بالا اصول ہیں۔ لیکن عام مسلمان جو ان اصول کے علم و فہم سے قاصر ہیں۔ ان کو کسی عالم کے قول و ارشاد پر ہی اعتماد کرنا پڑتا ہے جس سے ان کو حسن عقیدت ہو۔

حضرت حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی صاحب قدس سرہ کے تفقہ اور زہد و تقویٰ میں کلام نہیں کیا جا سکتا مگر آپ عملی اور فکری طور پر ہمیشہ سیاسیات سے علیحدہ رہے حتیٰ کہ اخبار کا مطالعہ بھی آپ تضییع اوقات سمجھتے تھے۔

اتفاق سے ایک مخصوص مذاق کے حضرات آپ کے حاضر باش تھے جو واقعات کو اپنے خیالات کی عینک سے دیکھتے اور اپنے مذاق کے بموجب ان کی ترجمانی کرتے۔ اہل غرض نے حضرت کی گوشہ نشینی اور اس مخصوص ماحول سے بسا اوقات غلط فائدہ اٹھایا۔ واقعات کو غلط انداز میں پیش کر کے ان کے مطابق فتویٰ لکھوایا اور اس کی لاتعداد اشاعت سے اپنی اغراض پوری کیں۔

بہر حال جبکہ مدار فتویٰ کسی بزرگ کے ملفوظات و ارشادات نہیں ہیں تو اس بحث میں پڑنا بھی لاحاصل ہے۔ مگر گذشتہ الیکشن کے دوران میں حضرت مولانا محمد شفیع صاحب نے "افادات اشرفیہ" و "مسائل سیاسیہ" کے عنوان سے ایک رسالہ شائع کیا۔ کسی بزرگ کے ملفوظات کی ترتیب کے وقت مصنف

کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اس موضوع سے متعلق جملہ ملفوظات کو جمع کر دے تاکہ پڑھنے والا متکلم کی مراد کو صحیح طور پر سمجھ سکے۔

مگر افسوس "افادات اشرفیہ" کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعیۃ علماء ہند اور کانگریس کی مخالفت اور مسلم لیگ کی حمایت مصنف کے پیش نظر ہے اور وہ اپنی ذہنیت کے آئینہ سے متکلم کی رونمائی کرنا چاہتا ہے۔ مولانا محمد شفیع صاحب کے اس طرز عمل نے خود حضرت تھانوی قدس سرہ کے انصاف پسند متوسلین اور معتقدین کو مجبور کیا کہ وہ تصویر کا دوسرا رخ بھی پیش کریں تاکہ حکیم الامۃ کی حکمت و دانشمندی کا صحیح اندازہ ہو سکے۔

ہم شکر گزار ہیں عزیز محترم مولانا عبدالاحد صاحب سورتی کے کہ آپ نے یہ رسالہ شعبہ نشر و اشاعت جمعیۃ علماء ہند کو پیش کیا جو "اشرف الافادات" کے عنوان سے شائع کیا جا رہا ہے۔

اس رسالہ میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے حضرت حکیم الامۃ کے ان حکیمانہ ارشادات کو جمع کیا گیا ہے، جو لیگ کی حقیقت کے پیش نظر حکیم الامۃ کی شان حکمت کو نمایاں کرتے ہیں۔

ممکن ہے افادات اشرفیہ کے مصنف و ناشر ہماری مجبوریوں کو محسوس نہ کریں مگر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے انصاف پسند اور صداقت طلب متوسلین و مسترشدین سے توقع ہے کہ وہ "اشرف الافادات" کی اشاعت کو وقت کی اہم ضرورت قرار دیں گے اور اس اعلان حقیقت پر شعبہ نشر و اشاعت جمعیۃ علماء ہند کے شکر گزار ہوں گے۔

واللہ ولی التوفیق وھو یھدی السبیل

خادم علماء محمد میاں عفی عنہ

۱۸ جمادی الثانیہ ۶۵ھ ۲۱ مئی ۱۹۴۶ء

مسلم لیگ خالص اسلامی جماعت اور مسلمانوں کی شرعی و مذہبی تنظیم اور سواد اعظم قرار دی جا سکتی ہے اور اس کی شرکت اور تائید درست ہے یا نہیں؟ اس کا جواب اپنے اکابر خصوصاً حضرت حکیم الامت تھانوی کے مسلک و تعلیمات کے بموجب واضح الفاظ میں تحریر فرما کر عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور ہوں۔

الجواب: ہو الموفق للصواب!

حامداً و مصلیاً امابعد: موجودہ مسلم لیگ میں قادیانی مرتدین و کمیونسٹ ملحدین اور بددین اور باطل فرقے بھی شامل ہیں۔ اس لئے لیگ خالص اسلامی جماعت قرار نہیں دی جا سکتی بلکہ اصول شرعیہ و قواعد عقلیہ سے یہ جماعت غیر اسلامی جماعت ثابت ہوتی ہے چنانچہ حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں کہ مرکب کامل اور ناقص کا ناقص ہوتا ہے تو کفار اور مسلم سے جو سلطنت (علیٰ ہذا جو جماعت) مرکب ہوگی وہ بھی غیر اسلامی ہوگی۔ (ملفوظ نمبر ۳۲۲ ملفوظات ص ۲۶۲/۵) اور زندیق و مرتدین کو سیاسی مصلحت کی بناء پر اسلامی برادری میں شمار کر لینا بھی جائز نہیں ہے چنانچہ بوادر النوادر میں ہے۔

سوال چہارم بعض بہی خواہان قوم کا خیال ہے کہ گو تاجر مذکور (خوجہ) شرعی نقطہ نگاہ سے اسلام سے خارج ہو لیکن اس وقت ہم مسلمانوں کو اتحاد قومی اور ترقی کی ضرورت ہے۔ لہٰذا ایسے جھگڑے بکھیڑوں کو نکالنا مناسب نہیں۔ یہ وقت نازک ہے سب مدعیان اسلام کو مسلمان کہنا اور سمجھنا چاہیئے ان کو اسلام سے خارج کر کے اپنی تعداد اور مردم شماری کو گھٹانا نہیں چاہیئے بہی خواہان قوم اور ہمدردان اسلام کا یہ خیال شرعاً کس قدر وقعت رکھتا ہے۔

الجواب: ان کفریات کے ہوتے ہوئے نہ ایسے شخص کا دعویٰ اسلام کافی ہے نہ اس کی نمازی اور روزہ دار ہونا کافی ہے۔ نہ اس پر نماز جنازہ جائز ہے نہ مقابر مسلمین میں دفن کرنا جائز ہے اور نہ مصلحت کے سبب کافر کو مسلمان کہنا یا اس کیساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ کرنا جائز ہے۔ البتہ بلا ضرورت کسی سے لڑائی جھگڑا کرنا بھی نہ چاہیئے اور ایسے مصالح کی بناء پر ایسی رعایت کرنا ان مصالح سے زیادہ مفاسد کا موجب ہو جاتا ہے کیونکہ وہ مصالح تو محض دنیوی ہیں اور مفاسد دینیہ۔ ان مفاسد کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ان کفریات کے

ہوتے ہوئے کسی کو مسلمان کہا جاوے گا تو ناواقف مسلمانوں کی نظر میں ان کفریات کا قبح خفیف ہو جاوے گا اور وہ آسانی سے ایسے گمراہوں کے شکار ہو سکیں گے تو کافروں کو اسلام میں داخل کہنے کا انجام یہ ہوگا کہ بہت سے مسلمان اسلام سے خارج ہو جاویں گے۔ کیا کوئی مصلحت اس مفسدہ کی مقاومت کر سکے گی ایسے مصالح و مضار کے اجتماع کا یہ فیصلہ فرمایا گیا ہے۔ قال تعالیٰ قل فیھما اثم کبیر و منافع للناس و اثمھما اکبر من نفعھما۔ قال تعالیٰ یدعو لمن ضرہ اقرب من نفعہ (حق تعالیٰ فرماتا ہے آپ فرما دیجیے کہ ان دونوں (شراب و قمار) میں گناہ کی بڑی بڑی باتیں ہیں اور لوگوں کو فائدے بھی ہیں اور وہ گناہ کی باتیں اُن فائدوں سے زیادہ بڑھی ہوئی ہیں۔ (مختصراً ص ۷۹۸ تا ۸۰۰)

غرض موجودہ لیگ خالص اسلامی جماعت اور مذہبی و شرعی تنظیم سواد اعظم تسلیم نہیں کی جا سکتی۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سواد اعظم سے مراد بیاض اعظم ہے یعنی نور شریعت جس جماعت میں ہو (ملفوظ نمبر ۷۵۔ النور شعبان ۵۱ھ) نیز فرمایا کہ سواد اعظم کا مشہور مفہوم یہ ہے کہ ہر زمانہ میں جس طرف کثرت ہو۔ میں کہتا ہوں کہ یہ مراد نہیں بلکہ معنی یہ ہیں کہ خیر القرون میں جس عقیدہ کی طرف کثرت تھی کیونکہ اس وقت اہل باطن کم تھے اہل خیر زیادہ تھے۔ اس وقت کسی طرف کثرت ہونا علامت تھی اس کے حق ہونے کی اور اس وقت کا سواد اعظم مراد نہیں۔ الخ۔ (ملفوظ ۷۰۵ ملفوظات ص ۳۰۲/۵)

نیز ارشاد ہے یہ کوئی حق کا معیار تھوڑا ہی ہے ہاں ایک اور معیار ہے کہ جس طرف عوام الناس ایک دم چل پڑیں سمجھ لو کہ دال میں کالا ہے کیونکہ خالص حق اور دین پر چلنا نفس پر گراں ہوتا ہے۔ (ملفوظ نمبر ۱۵ ملفوظات ص ۶۰/۵) سواد اعظم کی تحقیق اتبعوا السواد الاعظم سے متمسک ہے اور اس کا حاصل بھی اجماع ہے کہ ظاہراً سواد اعظم سے متبادر کثرت عددی ہے مگر ثم یفشوا الکذب سے یہ مقید ہے خیر القرون کے ساتھ یعنی خیر القرون میں جس عقیدہ پر اکثر مسلمین متفق ہوں وہ واجب الاتباع ہے کیونکہ اس وقت زیادہ مسلمان اس عقیدہ پر تھے جو حق تھا۔ بدعت مغلوب تھی پس اس وقت مسلمانوں کا کسی عقیدہ پر متفق ہونا علامت تھی۔ اس عقیدہ کے حق ہونے کی اور اہل حق کا اتفاق بھی اجماع ہے اس سے ثابت ہوا کہ اہل باطل اجماع کے ارکان نہیں (ماخوذ از النور جمادی الاخری و رجب ۵۱ھ ص ۲۰)

فرمایا کہ آج کل جمہوریت کو شخصیت پر ترجیح دی جا رہی ہے اور کہتے ہیں کہ جس طرف کثرت ہو وہ سواد اعظم ہے۔ اس زمانہ میں میرے ایک دوست نے اس کے متعلق عجیب اور لطیف بات بیان کی تھی کہ اگر سواد اعظم کے معنی یہ بھی مان لئے جاویں کہ جس طرف زیادہ ہوں تو ہر زمانہ کا سواد اعظم مراد نہیں بلکہ خیر القرون کا زمانہ مراد ہے جو غلبۂ خیر کا وقت تھا۔ ان لوگوں میں جس طرف مجمع کثیر ہو وہ مراد ہے نہ کہ ثم یفشوا الکذب کا زمانہ کہ یہ جملہ ہی بتا رہا ہے کہ بعد خیر القرون کے کثرت شر میں ہوگی۔ مجھے یہ بات بہت ہی پسند آئی واقعی کام کی بات ہے۔ (ملفوظ نمبر ۱۲۵ النور ربیع الثانی ۵۱ھ ص ۲۱)

اور حضرت مفتی اعظم مولانا محمد کفایت اللہ صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ سواد اعظم اس جماعت کا نام ہے جو حقیقتاً خدا اور رسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور ناموس شریعت کی محافظ ہے۔

(مدینہ بجنور ۹ مارچ ۳۰ھ)

اور حضرت مولانا عبدالجبار صاحب فاضل دیوبند فرماتے ہیں کہ حدیث اتبعوا السواد الاعظم میں سواد اعظم سے مراد سواد افضل ہے نہ کہ سواد اکثر یعنی جو جماعت شرافت اور فضیلت کے اعتبار سے بڑی ہو اس کی اتباع واجب ہے یہ مطلب نہیں کہ جو جماعت تعداد کے اعتبار سے بڑی ہو اس کی اتباع ضروری ہے۔ (زمزم ۲۵ دسمبر ۳۵ء)

اور حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری خلیفہ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرمائی ہے کہ خالص اسلامی جماعت میرے ناقص خیال میں وہ ہو سکتی ہے جس کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ اور سنت نبویہ کے موافق عقائد و اعمال اخلاق و احکام کی ترویج ہو۔ اولاً جماعت کے افراد اعتقاداً و عملاً و اخلاقاً مذکورہ بالا مقصود سے موصوف ہوں اور بعدہ دوسروں کو دعوت دینے میں ساعی ہوں موجودہ لیگ جماعت بالا کا مصداق نہیں اور اس کے ارکان اوصاف حسنہ مذکورہ سے موصوف نہیں کما ہو المشاہد (ماخوذ از نقل مکتوب بنام دعوت الحق بمبئی) اور توضیح میں ہے کہ السواد الاعظم عامة المسلمين ممن هو امة مطلقة والمراد بالامة المطلقة اهل السنة والجماعة وهم الذين طريقتهم طريقة الرسول عليه السلام واصحابه رضي الله عنهم دون اهل البدع (ص ۳۵۴)

اس سے معلوم ہوا کہ سواد اعظم وہ ہیں کہ ان کا طریق اور عمل رسول اللہ صلعم اور صحابہ کا سا ہو۔ پس جس جماعت میں زندیقوں اور دہریوں کی بھرمار ہو اور جس کے ارباب بست وکشاد کی سرشت میں مغربی تہذیب اور مغربی تمدن اور مغربی معاشرت طبیعت ثانیہ بن چکی ہو وہ اسلامی جماعت اور سواد اعظم اور شرعی تنظیم کیسے قرار دی جا سکتی ہے اور اس جماعت سے اصلاح قوم اور ترقی اسلام کی توقع کس طرح کی جا سکتی ہے چنانچہ حضرت حکیم الامۃ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لیڈران قوم خود ہی محتاج اصلاح ہیں دوسروں کی اصلاح کیا کرینگے... آج یہ حالت ہے کہ اظہار ہمدردی اسلام میں بڑے بڑے جلسے ہوتے ہیں۔ انجمنیں قائم ہوتی ہیں مگر نہ نماز کی فکر ہے نہ روزہ کا خیال۔ مال کی اتنی افراط ہے کہ دس آدمیوں کو اور بھی ساتھ لے جا سکیں۔ لیکن محبت اسلام کا یہ عالم ہے کہ خود بھی حج کرنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ وضع دیکھئے تو سر سے پاؤں تک اسلام کے بالکل خلاف، گفتگو کو دیکھئے وہ مذہب سے بالکل جدا (الاشرف الجواب ص ۳/۱۵۸) نیز فرماتے ہیں کہ افسوس مسلمانوں کی نکیل اور باگ ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہے جو اسلام کے دوست نما دشمن ہیں۔ وہ علم دین، ذہنی فہم، عقل سب سے معرا ہیں اور جب وہ خود گم کردہ راہ ہیں دوسروں کو کیا راہ بتائیں گے اور آج کل ایسے ہی لوگ لیڈر ہیں جن میں اکثر ناعاقبت اندیش ہوتے ہیں انہوں نے ہی ملک اور مخلوق کو تباہ اور برباد کیا اور امن تو ان کی بدولت دنیا سے رخصت ہی ہو چکا۔ آئے دن ایک نیا فساد ملک میں کھڑا رہتا ہے ایسے ہی بد اندیش لوگوں کے متعلق کسی نے خوب کہا ہے:

گربہ میر و سگ وزیر و موش را دیوان کنند
ایں چنیں ارکان دولت ملک را ویران کنند

اگر بلی حاکم اور کتا وزیر اور چوہا دیوان کر دیا جائے تو یہ ارکان دولت ملک کو ویران کر دیں گے۔ (ملفوظ نمبر ۲۳۷ ملفوظات ص ۵/۲۷۶) فرمایا کہ یہ نامعقول قوم کے رہبر اور پیشوا بننے کو تیار ہوئے ہیں اور حالت یہ ہے کہ صورت سے بھی مسلمان کہلانے کے قابل نہیں اور داڑھی کے تو اس قدر دشمن ہیں کہ جس کا حد و حساب نہیں۔ (ملفوظ نمبر ۳۳۔ ملفوظات ص ۳/۲۷۱) فرمایا کہ آج کل کے لیڈر بیدار مغز اور روشن دماغ کہلاتے ہیں نہ معلوم ان کے دماغوں میں گیس کے ہنڈے روشن ہیں یا بجلی سما گئی ہے حالانکہ یہ باتیں سب

ظلماتی ہیں۔ الخ۔ (ص ۱۲۷/۳) فرمایا کہ نمازوں کیلئے مسجدوں میں نہ آنا گھروں پر جانمازیں بچھی ہیں یہ متکبروں کی ایک پہچان ہے کہ وہ مسجد میں آنا اور غربا کے ساتھ مل کر نماز پڑھنا کسر شان سمجھتے ہیں اور پھر بھی مسلمانوں کی باگ ان کے ہاتھ میں ہے ان کی کشتی کے ناخدا بنے ہوئے ہیں شرم نہیں آتی اگر مسجد میں آئیں گے بھی تو جمعہ کے روز وہ بھی پیدل چل کر نہیں جب دیکھو فٹن میں دھرے ہیں اور دل میں فتن بھرے ہیں۔ (ملفوظات ص ۲۲۹/۳) نیز فرمایا کہ ایک لیڈر نے جس کو تیمم کا طریقہ معلوم نہ تھا اپنی عقل سے یہ سمجھا کہ جن اعضاء پر وضو میں پانی ڈالا جاتا ہے۔ شاید تیمم میں ان سب پر مٹی ڈالی جاتی ہوگی تو آپ نے اول دونوں ہاتھوں پر اور پیچھے مٹی لی۔ پھر منہ میں کلی کیلئے بھی مٹی دی اور ایک دفعہ ان ہی صاحب نے موٹر ٹھہرا کر اس میں بیٹھے بیٹھے نماز پڑھ لی اور پھر بھی وہ قوم کے پیشوا اور لیڈر ہی رہے۔ ایسے ہی لیڈر کے متعلق کسی نے خوب کہا ہے:

اذا کان الغراب دلیل قوم سیھدیھم طریق الھالکینا

(یعنی جب کسی قوم کا قائد کوا ہو تو اُن کو ہلاکت کا راستہ بتلائے گا) (التبلیغ وعظ ۷ ص ۳۰)

پس جو لیڈر وضو کے مسائل سے بھی ناواقف ہو اور سرے سے نماز ہی نہ پڑھتا ہو اور دین سے قطعاً نابلد اور اسلامی تہذیب سے بالکل نا آشنا اور اسلام سے اتنا ہی دور ہو جتنا کہ ایک غیر مسلم دور ہو سکتا ہے۔ وہ ہمارے اکابر خصوصاً حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قائد ملت اسلامیہ کیسے بن سکتا ہے۔ ایسے ہی قائدین کے متعلق ڈاکٹر اقبال مرحوم نے فرمایا:

ایک شوریدہ خوابگاہ نبی پہ رو رو کے کہہ رہا تھا
کہ مصر و ہندوستان کے مسلم بنائے ملت مٹا رہے ہیں
یہ زائرین حریم مغرب ہزار رہبر بنے ہمارے
بھلا ہمیں ان سے واسطہ کیا جو تجھ سے نا آشنا رہے ہیں
غضب ہے یہ مرشدان خود بیں خدا تری قوم کو بچائے
بگاڑ کر تیرے مسلموں کو یہ اپنی عزت بنا رہے ہیں

سنے گا اقبال کون ان کو یہ انجمن ہی بدل گئی ہے
نئے زمانہ میں آپ ہم کو پرانی باتیں سنا رہے ہیں

اور حضرت العلامہ شاہ معین الدین احمد اجمیری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر اس کا (اسلام یا مسلم کا) مفہوم صرف اس قدر ہے کہ وہ ایک قوم یا مخصوص نسل کا نام یا عنوان ہے تو جیسا کہ عرض کیا گیا ہے ہر ایک نا آشنائے مذہب کے ہاتھ میں اسلام یا مسلم کی باگ دی جا سکتی ہے۔ بشرطیکہ وہ اس قوم کا جو مسلمان کہلاتی ہے بحیثیت قوم ہونے کے خیر خواہ اور مخلص ہو لیکن اگر اسلام کا تعلق عقائد و اعمال سے ہے اور ان کے فقدان سے اسلام پر اثر پڑ سکتا ہے تو ایسی حالت میں مسلمانوں کا قائد وہی ہونا چاہیئے جس میں یہ مذہبی روح موجود ہو اور جو غیر ضروری وسیع الخیالیوں کی آمیزش و اختلاط سے کمزور اور فنا نہ ہو گئی ہو ورنہ اس کی قیادت میں جو ترقی ہو گی وہ در حقیقت اسلام یا مسلمانوں کی ترقی نہ ہو گی بلکہ اس کا تعلق قوم یا ملک سے ہو گا۔ جس کی پرستش اس عہد میں اعلیٰ درجہ کی روشن خیالی سمجھی جا رہی ہے۔ ایسی ترقی بعض اوقات اسلام اور مسلمانوں کے حق میں سخت مضر بلکہ عذاب الٰہی کی صورت میں نمودار ہو جاتی ہے۔ اسی ترقی کی فضا میں فروعی اعمال اور جزئی عقائد بجائے خود ہے اسلام کے اصول اور ضروری شعائر تک کے متعلق غیر ضروری ہونے کا فتویٰ قابو یافتہ جماعت کی جانب سے صادر ہونے میں تامل نہیں ہوتا اور اسی طرح بتدریج تمام اسلامی بندشوں کو توڑ دینے کا سلسلہ قائم کر دیا جاتا ہے۔ (از خطبہ صدارت اجلاس جمعیۃ علماء ہند ۱۳۲۸ھ) اور حضرت شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کی کتاب السیاسۃ الشرعیہ فی اصلاح الراعی والرعیہ میں ہے کہ امت کا اتفاق ہے کہ منصب قیادت کا اہل وہ مسلمان ہے جو عالم اور متقی ہو۔ اگر امت کو ایسا جامع شخص نہ ملے تو بحالت مجبوری یہ منصب دو شخصوں میں سے کسی ایک کو تفویض کیا جائے۔ عالم فاسق یعنی عالم بے عمل یا جاہل متقی یعنی جاہل باعمل۔ (مطبوعہ مصر ص ۱۷)

بہر حال اقوال علماء و صلحاء سے قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ موجودہ لیگ اسلامی جماعت و شرعی تنظیم اور سواد اعظم کہلانے کی ہرگز مستحق نہیں اور یہ ایسی جماعت ہے کہ بقول حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ اسلام اپنے سر کو تھامے ہوئے اس پر رو رہا اور فریاد مچا رہا ہے۔ (الاسلام یبکی و یستغیث یدہ فی

وانه من هولاء الفجار من هولاء الفساق۔ من هولاء اهل البدع والضلال الخ

(الفتح الربانی ص۲۶۱)

لہذا بفرمان باری تعالیٰ فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار (یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھو اور اے مسلمانو ان ظالموں کی طرف مت جھکو کبھی تم کو دوزخ کی آگ لگ جاوے) اس بڑبونگ سے اجتناب ضروری اور تعاون ناجائز ہے کیا خوب کہا ہے کسی نے:

بے وفا کہیں تمہیں اہل حرم اس سے بچو
دیر والے کج ادا کہہ دیں یہ بدنامی بھلی

اسی قسم کی سر سید احمد خاں مرحوم کی قائم کردہ انجمن کی شرکت کے بارے میں حضرت قطب العالم مولانا رشید احمد گنگوہی سے دریافت کیا گیا تھا اس کا جو جواب آپ نے تحریر فرمایا ہے وہ ذیل میں مع سوال درج کیا جاتا ہے۔

سوال سوم ایک جماعت قومی مسمی بہ نیشنل کانگریس جو ہندو اور مسلمان وغیرہ سکنائے ہند کے واسطے رفع تکالیف وجلب منافع دنیاوی چند سال سے قائم ہوئی اور ان کا اصل اصول یہ ہے کہ بحث ان ہی امور میں ہو جو کل جماعہائے ہند پر موثر ہوں اور ایسے امر کی بحث سے گریز کی جاوے جو کسی ملت یا مذہب کو مضر ہو یا خلاف سرکار ہو تو ایسی جماعت میں شرکت درست ہے یا نہیں؟

سوال چہارم: سید احمد خاں نیچری نے جو ایک جماعت ایسوسی ایشن قائم کی ہے اور لوگوں کو بذریعہ اعلان مطبوعہ ۸ اگست ۱۸۸۸ء یوں ترغیب دے رہا ہے کہ میری جماعت میں بڑے بڑے ہندو ذی وجاہت مثل راجہ بنارس وغیرہ جو کانگریس کے برخلاف ہیں شامل ہیں۔ ہر شخص جو داخل ہو پانچ پانچ روپیہ چندہ ماہواری میرے نام علیگڑھ یا بنارس میں راجہ صاحب کے نام روانہ کیا کرے وغیرہ وغیرہ اور اس کی مدد کے واسطے جابجا ایسوسی ایشنیں انجمن اسلامیہ کے نام سے لوگوں نے شہروں میں قائم کی ہیں۔ جو شخص ان کے ساتھ اتفاق کرنے سے برخلاف معلوم ہوتا ہے اس کے ساتھ طرح طرح کا فساد اور فتنہ برپا کر کے اس

کو جڑ اکھاڑنا چاہتے ہیں آیا ایسی جماعت میں مسلمانوں کو شامل ہونا اور ان کی مدد کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں اور نیچری لوگ بدخواہ اسلام ہیں یا نہیں۔

جواب از حضرت گنگوہی قدس سرہٗ:

اگر ہندو مسلمان باہم شرکت بیع و شراء و تجارت میں کرلیویں اس طرح کہ کوئی نقصان دین میں یا خلاف شرع معاملہ کرنا اور سود اور بیع فاسد کا قصہ پیش نہ آوے جائز ہے اور مباح ہے مگر سید احمد سے تعلق رکھنا نہیں چاہیئے اگرچہ وہ خیر خواہی اسلام کا نام لیتا ہے یا واقع میں خیر خواہ ہو مگر اس کی شرکت مآل کار اسلام و مسلمانوں کو سم قاتل ہے ایسا میٹھا زہر پلاتا ہے کہ آدمی ہرگز نہیں بچتا۔ بس اس کے شریک مت ہونا اور ہنود سے شرکت معاملہ کرلینا اور اگر ہنود کی شرکت سے اور معاملہ سے بھی کوئی خلاف شرع امر لازم آتا ہو یا مسلمانوں کی ذلت و اہانت یا ترقی ہنود ہوتی ہو وہ کام بھی حرام ہے جیسا کہ اوپر لکھا گیا اسی طرح پر ہے اور بس فقط۔ (بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ نصرۃ الابرار ص ۱۳)

اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سرسید احمد خاں کے متعلق فرماتے ہیں کہ جب مدرسہ دیوبند قائم ہوا اور بنیاد پڑی تو سرسید خاں نے کہا تھا کہ کیا ہوگا اور دو چار قل اعوذیے بڑھ جائیں گے۔ یہ معلوم نہ تھا کہ تمہارے جادو کو موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہباءً منثوراً کرنیوالی جماعت یہی ہوگی۔ واقعی اگر ہندوستان میں حق تعالیٰ اس جماعت کو پیدا نہ فرماتے تو چہار طرف الحاد اور دہریت کے چشمے ہندوستان میں ابل پڑتے اور ابھی ابلنے میں کونسی کسر رہ گئی لیکن قانون قدرت کے مطابق ہر فرعونے را موسیٰ کا مصداق یہ جماعت ہوگئی جس کے متعلق مخبر صادق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما گئے ہیں کہ **لایزال طائفۃ من امتی منصورین علی الحق لا یضرھم من خذلھم** ۔ (میری امت میں سے ایک جماعت دین الٰہی پر ہمیشہ مضبوطی کے ساتھ قائم رہے گی اس کی رسوائی کرنیوالے اس کو کوئی گزند نہ پہنچا سکیں گے) ورنہ ان کا مکر اور ان کی چالاکیاں ایسی تھیں جیسے ارشاد ہے **ان کان مکرھم لتزول منہ الجبال** ۔ (اور واقعی اُن کی تدبیریں ایسی تھیں کہ ان سے پہاڑ بھی ٹل جاویں) ان کے تمام مکر اور کید اسلام کی دشمنی پر تلے ہوئے تھے لیکن حق تعالیٰ وعدہ فرماتے ہیں۔ **انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون** ۔ الخ۔ (ملفوظ نمبر ۱۸۲ ملفوظات ص ۵/۱۰۶)

اب آپ غور فرمائیں کہ مذکورہ انجمن اور اس کے قائد اور موجودہ لیگ اور اس کے قائد میں کیا فرق ہے بلکہ بعض حیثیت سے لیگ اور اس کے قائدین کو بدتر ثابت کیا جاسکتا ہے لہٰذا بقول حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرکت مآل کار اسلام و مسلمانوں کو سم قاتل ہے اگر کسی کو شبہ ہو کہ لیگ کی شرکت اور اس کی تائید ہمارے اکابر خصوصاً حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک اور تعلیمات کے خلاف ہے تو پھر مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی و مولوی شبیر علی صاحب تھانوی نے کیوں شرکت فرمائی اور آئے دن تائیدی بیانات کیوں شائع کیے جارہے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ یقیناً ان حضرات کا عمل حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک اور تعلیمات کے برخلاف ہے اور اس کے ثبوت کے لئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات منقولہ بالا کافی ہیں اور حضرت کے مشہور خلفاء مولانا سید سلیمان صاحب و مولانا خیر محمد صاحب و مولانا محمد عبدالجبار صاحب و مولانا محمد طیب صاحب و مولانا محمد کفایت اللہ صاحب صدر مدرس مدرسہ سعیدیہ وغیرہم کی عدم شمولیت اس کی روشن دلیل ہے۔ تاہم مزید اطمینان کیلئے حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا خیر محمد صاحب مدظلہ کے مکتوب گرامی و حضرت مولانا عبدالجبار صاحب مدظلہ ابوہری کے اعلان کو بطور گواہ پیش کرتا ہوں۔ ملاحظہ ہو! اول الذکر تحریر فرماتے ہیں کہ: خود قطب العالم حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے لاہوری حامیان لیگ کے ایک دعوت نامہ کے جواب میں ۱۳۵۸ھ میں مفصل اظہار خیال فرمایا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ لیگ کے تعاون کو چار امور پر معلق فرمایا ہے۔ (۱) مسلم لیگ اپنے مقاصد میں نماز کو داخل کرلے۔ (۲) مسلم لیگ وضع اسلامی کی پابندی تمام ممبروں پر لازم قرار دے دے۔ (۳) خاکساریوں سے تعلق قطع کردے۔ (۴) علماء اسلام کے خلاف زہر اگلنے کو اور علماء کی توہین کرنے کو چھوڑ دیں۔ امید کہ مذکورہ بالا خلاصہ سے آپ کے خط کا جواب ہوگیا ہوگا۔

والسلام خیر محمد عفی عنہ (بنام ناظم جمیعۃ علماء کاوی ضلع بھڑوچ)

ثانی الذکر کا اعلان: حضرت والا نے لیگ کی بداعمالیوں اور مذہب دشمنی ملاحظہ فرما کر لیگ سے کنارہ کشی اختیار کرلی تھی۔ جس مجلس مبارک میں حضرت والا نے یہ فرمایا تھا مولانا ظفر احمد صاحب بھی موجود تھے۔ اسی فرمان کو سن کر مولانا ظفر احمد صاحب نے کہا کہ حضرت والا چند ماہ اور ٹھہر جائیے۔ حضرت حکیم

الامت نے فرمایا کہ اب لیگ کی اصلاح کی امید بالکل ختم ہو گئی۔ میں ان حضرات سے خوب واقف ہوں حضرت والا بار بار یہ شعر پڑھتے تھے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

ہاں یہ صحیح ہے کہ شروع شروع میں لیگ کے حامی تھے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت حکیم الامت مسلم لیگ جیسی بد دین جماعت کی حمایت کریں۔ اب تو وہ قادیانیوں، دہریوں اور شیعوں کی مجسم جماعت ہے۔ لہذا اہتمام متوسلین کے ذمہ یہ ضروری ہے کہ حضرت والا کا اتباع کرتے ہوئے لیگ سے علیحدگی اختیار کریں۔ (مدینہ ۱۷ نومبر ۴۵ء)

جناب ناظم صاحب جمعیۃ علماء کاوی ضلع بھروچ نے اس بیان کی تصدیق چاہی تو آپ نے جواباً تحریر فرمایا کہ ہاں آخر لیگ اور خاکسار ایک نظر آنے لگے اور لیگ کے جلسوں میں بے حجاب عورتیں شامل ہونے لگیں اور احکام اسلامی سے ان لوگوں کی بے رغبتی ملاحظہ فرمائی گئی تو آپ اس جماعت کی اصلاح سے بالکل نا امید ہو گئے تھے۔ یہ بات بالکل صحیح اور درست ہے۔ جس مجلس میں حضرت والا نے مایوسی ظاہر فرمائی تھی میں خود موجود تھا۔ حضرت والا ایک اعلان بھی اپنی مایوسی کا فرمانا چاہتے تھے مگر بعض حضرات نے مشورہ دیا کہ آپ کچھ عرصہ تک مزید انتظار فرماویں۔ اس پر آپ نے یہ شعر پڑھا کہ:

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے الی آخرہ۔

اس کے علاوہ جب سکندر حیات خاں نے پنجاب کے ضمنی انتخابات میں لیگ کے امیدوار کی تصویب اور تصدیق کرنی چاہی تھی تو آپ نے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ آپ لوگ مولویوں کو اپنا آلۂ کار بنانا چاہتے ہیں اس لئے مجھے معاف فرمایا جائے۔ (فقط والسلام عبدالجبار عفی عنہ۔ مورخہ ۳۵_۱۲_۲۹)

فی الواقع حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ موجودہ لیگ کی شرکت اور تائید کسی طرح گوارہ نہیں کر سکتے آپ بے علموں کا ساتھ دینے کو بھی منع فرماتے تھے۔ چہ جائیکہ بد دینوں، قادیانیوں، کمیونسٹوں کے ساتھ جو بحکم من بدل دینہ فاقتلوہ (صحیح بخاری) (جو اپنا دین بدل دے اسے قتل کر دو) واجب القتل ہیں کالمیت فی ید الغسال (مردہ بدست زندہ) کی طرح شامل ہو جانا پسند فرماتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر علماء

بے علموں کے ساتھ ہو جاویں تو کیا نفع ہو۔ ہاں بے علم لوگ علماء کے تابع ہو جاتے تب کچھ فائدہ ہوتا۔ دیکھئے ایک موٹی بات ہے اگر کوئی طبیب مریضوں کا اتباع کرنے لگے تو کیا مریضوں کو فائدہ کی امید ہوگی اور لوگ اس کو کمال سمجھیں گے ہرگز نہیں اور نہ اس میں کچھ مریضوں کی سعادت بلکہ مریض اگر طبیب کے تابع ہوں تو اس میں مریضوں کو نفع ہوگا۔ اور یہ ان کا کمال بھی ہے اور عقلمندی بھی ہے کیونکہ اپنے آپ کو ایک حکیم اور دانشمند شخص کے سپرد کر دیا اور اس صورت میں کہ جو طبیب مریضوں کے تابع ہو جائے یہ سراسر طبیب کا جہل ہے ایسے طبیب کے بارہ میں وہی کہا جائے گا جو مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بے خبر بود نداز از حال دروں　　استعیذ اللّٰہ مما یفترون

اور یہ ناعاقبت اندیش اُسی حکم میں ہوں گے جس میں علماء بنی اسرائیل ہیں۔ چنانچہ بعض لوگ فخریہ بیان کرتے ہیں کہ علماء بھی ہمارے ساتھ ہو گئے۔ (الہادی محرم ۱۳۴۸ھ ص ۳۲)

نیز فرماتے ہیں اسی لئے میں مولویوں کو بھی مشورہ دیتا ہوں کہ ان کو چاہیے کہ ان فضولیات کو چھوڑ دیں اور ان کاموں میں لگیں کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ فتویٰ دیں، تبلیغ کریں، پڑھیں پڑھائیں، جاہلوں کے ساتھ ہو کر تضییع اوقات نہ کریں پھر وہ بھی تابع بن کر اگر جاہل اُن کو متبوع بناتے تب بھی چنداں مضائقہ نہ تھا مگر آج کل تو رزولیشن پاس کرتے ہیں جاہل اور مولوی ان کا اتباع کرتے ہیں کیا واہیات ہے۔ ایسوں ہی کی بدولت ملک اور مخلوق برباد اور خراب ہوئی۔ (ملفوظ نمبر ۳۳۲ ملفوظات ص ۲۰۷/۵)

اس وقت جو مولوی لیگ کے حامی ہیں وہ قائدین لیگ کے متبوع ہیں یا کالمیت فی ید الغسال کی مصداق و تابع محض و آلہ کار ہیں۔ ہر شخص فیصلہ کر سکتا ہے ان صاحبان کی حمایت لیگ **لا لحب علی بل لبغض معاویہ۔** کے قبیل سے ہے ورنہ یہ حضرات خود بھی لیگ کی مخالفت کر چکے ہیں اور اس کی شرکت کو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے خلاف قرار دے چکے ہیں۔ چنانچہ مولانا ظفر احمد صاحب نے زمانہ قیام ڈابھیل میں مولانا عبد الجبار صاحب استاد جامعہ سے کہا تھا کہ حضرت کانگریس اور لیگ کو نجس قرار دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ کانگریس گو ہے تو لیگ کی موت۔ اور جب دعوت الحق بمبئی کی جانب سے شرکت لیگ اور اس کی حمایت کی استدعا اور درخواست کی گئی تو علماء تھانہ بھون نے بالاتفاق لیگ کی مذمت

فرمائی اور مرحوم سکندر حیات خاں کے سیکرٹری کے خط کے جواب میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا لیگ کے آلۂ کار بننے سے انکار فرمانا نقل کیا گیا۔ ان خطوط کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین جناب الحاج محمود قاسم مدیر التبلیغ ترکیسر اور جناب عیسیٰ بھائی ابراہیم ناظم جمعیۃ العلماء کاوی ضلع بھروچ نے ۲۲ ستمبر ۴۵ء کو حمیدیہ مسجد بمبئی میں ناظم دعوت الحق کے پاس دیکھا ہے اور مولانا عبدالعزیز بہاری صدر جمعیۃ العلماء بمبئی کو بھی ان خطوط کا علم ہے لیکن اس کے بعد بمبئی سے وفد جاتا ہے۔ وفد کیا تھا گویا آسمانی وحی تھی۔ دفعۃً ان حضرات کی رائے میں حیرت انگیز تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے اور محرم ۱۳۶۵ھ کو ۱۰۲ صفحات پر مشتمل ایک سیاسی رسالہ افادات اشرفیہ در مسائل سیاسیہ معرض وجود میں آجاتا ہے۔ یہ ایک پر اسرار معمہ ہے۔ اس رسالہ میں غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے چنانچہ اس وقت صرف ایک چیز بطور مشتے نمونہ خروارے پیش کرتا ہوں۔ افادات اشرفیہ کے ص ۸۸ پر ارقام ہے کہ ۱۹۳۹ء میں جمعیۃ العلماء ہند کا جو اجلاس دہلی میں ہوا تھا۔ اس کا دعوت نامہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں بھی آیا تھا اور اسی دعوت نامہ کے ساتھ ناظم صاحب کا ایک خط بھی تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا خود جواب عنایت فرمایا تھا اور اس کی نقل رکھ لینے کو مجھے حکم دیا تھا چنانچہ ناظم صاحب جمعیۃ کا اصل خط اور حضرت کے جواب کی نقل میرے پاس محفوظ ہے جو ذیل میں درج کی جاتی ہے جس سے حضرت کا مسلک پوری طرح واضح ہو جائے گا اور وہی آج تک ہمارا مسلک ہے۔

والسلام محمد شبیر علی عفی عنہ۔ الجمعیۃ المرکزیۃ العلماء الہند بازار بلیماران دہلی

حضرت اقدس زاد اللہ مجدکم!

السلام علیکم!

دعوت نامہ ارسال خدمت ہے اگر سفر کا تحمل نہ ہو تو حضرت کسی کو بطور نمائندہ روانہ فرما دیں۔ معاملات کی اہمیت حضور کے پیش نظر ہے۔ من یدکم الاحقر الفقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

(۲۶ فروری ۱۹۳۹ء)

جواب: السلام علیکم ورحمۃ اللہ:

آپ کا دعوت نامہ آیا۔ میرا عذر سفر تو آپ کو معلوم ہی ہے اس لئے خود تو حاضری سے قاصر ہوں

اگر دعوت نامہ کچھ پہلے آتا تو ممکن تھا کہ اس کے متعلق کچھ خط و کتابت کر کے کسی کو بھیجنے کا انتظام کرتا۔ اب مین وقت پر اسکا انتظام بھی مشکل ہے۔ اس لئے شرعی حیثیت سے صرف اپنی ایک رائے کا اظہار کرتا ہوں جس کے متعلق مولانا کفایت اللہ صاحب سے زبانی گفتگو بھی ہو چکی ہے اور اب تو واقعات نے ہم کو اس رائے پر بہت ہی پختہ کر دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا خصوصاً حضرات علماء کا کانگریس میں شریک ہونا میرے نزدیک مذہباً مہلک ہے بلکہ کانگریس سے بیزاری کا اعلان کر دینا نہایت ضروری ہے۔ علماء کو خود مسلمانوں کی تنظیم کرنا چاہیئے تا کہ ان کی تنظیم خالص دینی اصول پر ہو اور مسلمانوں کو کانگریس میں داخل ہونا اور داخل کرنا میرے نزدیک ان کی دینی موت کا مترادف ہے۔ والسلام! اشرف علی

اب میں بزم جمشید ملقب بہ اسم تاریخی تحفانۂ باطن (ضبط کردہ صاحب خلق سامی جناب وصل صاحب بلگرامی) سے ایک ملفوظ پیش کرتا ہوں۔ اس کے بعد آپ خود فیصلہ کر سکے گے کہ اس جواب کی نسبت حضرت مولانا کی طرف کرنا اور یہ کہ اس کی نقل رکھ لینے کو مجھے حکم ہوا تھا کہنا کہاں تک درست ہے اور حضرت کے مسلک اور ان حضرات کے مسلک اور دعویٰ میں کس قدر تطابق و توافق ہے۔ بزم جمشید ضمیمہ نمبر ۲ ص ۳۵ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سہ شنبہ ۹ محرم الحرام ۱۳۵۸ھ مطابق ۲۸ فروری ۱۹۳۹ء بعد نماز ظہر۔

(۲) مجلس عام میں جناب مولوی منفعت علی صاحب وکیل سہارنپور، جناب مولوی عبدالرحمن صاحب وکیل پٹنہ اور بہت سے حضرات حاضر تھے۔ ایک خاص مقام سے (دہلی) ایک خاص اہم جلسے میں (جمعیۃ علماء ہند منعقدہ دہلی مورخہ ۱۱۔۱۲۔۱۳۔۱۴ محرم ۱۳۵۸ھ مطابق ۳۔۴۔۵۔۶ مارچ ۱۹۳۹ء) شرکت کی دعوت کا خط آیا تھا۔ جس میں یہ بھی لکھا تھا کہ اگر جناب والا شرکت نہ فرما سکیں تو اپنی طرف سے کسی کو بھیج دیں۔ اس سے پہلے اسی جلسہ میں اشاعت کے واسطے ایک خاص مضمون بھیجنے کیلئے جناب مولانا ظفر احمد صاحب اور جناب مولوی شبیر علی صاحب نے اجازت طلب کی تھی لیکن حضرت والا نے منظور نہیں فرمایا تھا۔ اب یہ خط آیا تو حضرت والا نے جناب مولوی شبیر علی صاحب کے پاس بھیج دیا۔ جناب ممدوح نے اس کا جواب لکھ کر ملاحظہ عالی کیلئے پیش کیا۔ حضرت والا نے مصالح بیان فرماتے ہوئے جواب بھیجنا نامناسب خیال فرمایا۔

بعد عشاء جناب مولوی منفعت علی صاحب اور جناب مولوی عبدالرحمن صاحب کی رائے ہوئی کہ جواب جانا چاہیئے اور اس کے لئے جناب مولوی شبیر علی صاحب کے ذریعہ سے حضرت اقدس کی گرامی خدمت میں عرض کیا جائے چنانچہ دونوں حضرات اس خادم (وصل بلگرامی) کو لے کر جناب مولوی شبیر علی صاحب کے پاس گئے۔ وہاں جناب ظفر علی صاحب بھی تشریف رکھتے تھے۔ ان دونوں صاحبوں نے واقعات بیان کئے۔ ضرورت ظاہر کی اور جواب بھیجنے کے لئے رائے پیش کی۔ جناب مولانا ظفر احمد صاحب نے بھی جواب بھیجنے کی تائید فرمائی۔ لیکن مولوی شبیر علی صاحب نے فرمایا کہ جب مضمون بھیجنا حضرت والا کے خلاف مزاج ہو اور جواب بھیجنے کی اجازت نہیں دی تو پھر اصرار کرنا یا مکرر عرض کرنا مناسب نہیں ہے۔ دوسرے دن صبح کے وقت جب یہ خادم (وصل بلگرامی) کسی ضرورت سے خدمت اقدس میں حاضر تھا تو کسی سلسلہ میں رات کے واقعہ کا ذکر آ گیا۔ اس ذکر سے حضرت والا پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی۔ ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ کچھ نہیں سمجھتے۔ جو کچھ میں کہتا ہوں سمجھ کے کہتا ہوں۔ غور کرنے کے بعد کہتا ہوں متعدد بار تجربہ ہو چکا ہے وہی ہوا جو میں نے کہا تھا۔ پھر بھی نہیں سمجھتے (الی قولہ) اب لہجہ میں تیزی ہو گئی تھی۔ بیان میں کوئی دوسری قوت کارفرما تھی۔ آواز بلند تھی۔ چہرہ مبارک اور سر اقدس پسینہ سے تر تھا۔ یہاں تک کہ عمامہ عالی اتار کر رکھ دیا گیا تھا۔ اسی مضمون کے تحت میں عجیب جوش، عجیب کیفیت اور عجیب جذبہ کی حالت میں ایک ایسی تقریر فرما رہے تھے جو کسی طرح تحریر میں نہیں آ سکتی۔ جناب مولانا ظفر احمد صاحب بھی بیتاب ہو کر اپنی جگہ سے اٹھ کر آ گئے تھے۔ عجب سماں تھا، عجیب کیفیت تھی، تمام فضا جوش سے بھری ہوئی تھی، معلوم ہوتا تھا در و دیوار کیا کل کائنات لرزاں ہے۔ (الی قولہ)۔

(نوٹ) پھر اس جلسہ مذکورہ کے بعد جس میں حضرت والا کو دعوت شرکت دی گئی قریب ہی ایک سخت ناگوار واقعہ (مالک اخبار الامان مولوی مظہر الدین کا قتل) پیش آیا۔ جس کا عام نظروں میں اسی جلسہ کی تقریروں کا اثر سمجھا گیا۔ اس وقت عین الیقین کے درجہ میں سب کی سمجھ میں آیا کہ جواب کا نہ جانا اور مضمون نہ بھیجنا عین مصلحت تھا ورنہ بعض نگاہوں میں ان تقریروں کو اس مضمون کا اثر سمجھا جاتا کہ اسی مضمون کی مخالفت ان تقریروں کا سبب ہوئی۔ (صفحہ ۳۷) (رسالہ بزم جمشید کے مرتب جناب وصل بلگرامی ہیں اور

قالب) کو مٹی سے بنایا پھر ان کو حکم دیا کہ (جاندار) ہو پس وہ (جاندار) ہو گئے۔ یہ امر واقعی آپ کے پروردگار کی طرف سے (بتلایا) ہے۔ سو آپ شبہ کرنے والوں میں سے نہ ہوجیئے۔ پس جو شخص آپ سے عیسیٰ کے باب میں (اب بھی) حجت کرے۔ آپ کے پاس علم (قطعی) آئے پیچھے تو آپ فرما دیجیے کہ آجاؤ ہم (اور تم) بلالیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور خود اپنے تنوں کو اور تمہارے تنوں کو پھر ہم (سب مل کر) خوب دل سے دعا کریں اس طور پر کہ اللہ کی لعنت بھیجیں ان پر جو (اس بحث میں) ناحق پر ہوں۔"

• ترجمہ (مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی)

آیات کا پس منظر: نجران کے عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق حضور نبی کریم علیہ السلام سے بحث کر رہے تھے کہ وہ اللہ اور ابن اللہ ہیں اور دلیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اعجازی پیدائش کے واقعہ کو پیش کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر محض اعجازی شان کے ساتھ پیدا ہونا خدا یا خدا کا بیٹا ہونے کی دلیل بن سکتا ہے تو حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش میں اس سے بڑھ کر شان اعجازی موجود ہے۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بے باپ ہونے کی بنا پر خدا یا خدا کا بیٹا قرار دیا جا سکتا ہے تو حضرت آدم علیہ السلام کو بدرجہ اولیٰ خدا یا خدا کا بیٹا کہنا چاہیے کہ ان کے ماں باپ کوئی بھی نہیں۔ حالانکہ تم بھی اس بات کے قائل نہیں ہو۔

علماء و مفسرین کی رائے: ابتدائی دو آیات کی تفسیر میں مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی تحریر فرماتے ہیں کہ: نصاریٰ اس بات پر حضرت سے بہت جھگڑے کہ عیسیٰ بندہ نہیں۔ اللہ کا بیٹا ہے۔ آخر کہنے لگے کہ وہ اللہ کا بیٹا نہیں تو تم بتاؤ کس کا بیٹا ہے؟ اس کے جواب میں یہ آیت اتری کہ آدم کے تو نہ باپ تھے نہ ماں۔ عیسیٰ کے باپ نہ ہوا کیا عجب ہے؟ اس حساب سے تو آدم کو خدا کا بیٹا ثابت کرنے پر زیادہ زور دینا چاہیے۔ حالانکہ کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔" پھر فرماتے ہیں "یعنی مسیح علیہ السلام کے متعلق جو کچھ حق تعالیٰ نے فرمایا وہی حق ہے جس میں شک و شبہ کی قطعاً گنجائش نہیں۔ جو بات تھی بلا کم و کاست سمجھا دی گئی" پھر آیت مباہلہ کے تحت مولانا محمود الحسن صاحب فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ نصاریٰ نجران اس قدر سمجھانے پر بھی اگر قائل نہ ہوں تو ان کے ساتھ مباہلہ کرو۔ جس کی زیادہ موثر اور مکمل صورت یہ تجویز کی گئی کہ دونوں فریق اپنی جان سے اور اولاد سے حاضر ہوں۔ اور خوب گڑگڑا کر دعا کریں کہ جو کوئی ہم میں جھوٹا ہے اس پر خدا کی لعنت اور عذاب پڑے" پھر فرماتے ہیں

"بعض سلف کے طریق عمل اور بعض فقہائے حنفیہ کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ مباہلہ کی مشروعیت اب بھی باقی ہے۔ مگر ان چیزوں میں جن کا ثبوت بالکل قطعی ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ مباہلہ میں بچوں عورتوں کو بھی شریک کیا جائے۔ میرے خیال میں مباہلہ ہر ایک کاذب کے ساتھ نہیں صرف کاذب معاند کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ ابن کثیر کہتے ہیں ثم قال تعالیٰ آمراً رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یباھل من عاند الحق فی امر عیسیٰ بعد ظھور البیان واللہ اعلم۔ (ماخوذ از تفسیر مولانا محمود الحسن دیوبندی) ۲۔ تفسیر مواہب الرحمٰن میں بحر العلوم علامہ سید امیر علی ملیح آبادی نے حاشیہ جمل کے حوالے سے علامہ دوانی و شیخ شیرازی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: اب مباہلہ نہیں جائز ہے مگر کسی ایسے ہی امر میں جو شرعی ہو اور اس میں اشتباہ و عناد کیا گیا ہو۔ اور وہ بدوں مباہلہ کے دفع نہ ہوتا ہو تو روا ہے بشرطیکہ مباہلہ سے پہلے حجت پوری پوری قائم کر دے۔ اور شبہ دور کرنے میں کوشش کرے۔ اور پہلے نصیحت اور ڈراوا دے پھر اگر وہ نفع نہ کرے اور یہی ضرورت پیش آوے کہ مباہلہ کیا جاوے تو روا ہے" (تفسیر مواہب الرحمٰن جلد اول پارہ سوم) ۳۔ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی تفسیر بیان القرآن میں لکھتے ہیں کہ "آیت (مباہلہ) میں اپنے تن سے مراد خود اہل مباحثہ ہیں" ۴۔ تیسیر الباری ترجمہ و شرح بخاری شریف میں "حدیث مباہلہ" کی تشریح میں علامہ وحید الزمان صاحب فرماتے ہیں کہ: "آنحضرت نے ان کو سمجھایا اسلام کی دعوت دی۔ قرآن سنایا۔ پر انہوں نے نہ مانا۔ آخر آپ نے فرمایا کہ اچھا آؤ ہم تم مباہلہ کریں۔ یعنی دو فریق جن میں باہمی اختلاف ہو جب تقریر اور بحث میں قائل نہ ہوں تو دونوں مل کر اللہ سے دعا کریں "یا اللہ جو کوئی ہم سے غلطی اور ناحق پر اصرار کر رہا ہو اس پر اپنا عذاب اتار" (ماخوذ تیسیر الباری شرح صحیح بخاری کتاب المغازی باب قصہ اہل نجران) مندرجہ بالا آیات قرآنیہ اور تفاسیر و کلام علماء و ائمہ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

(ماخوذ از ترجمہ و تفسیر اختصار شدہ بیان القرآن)

(الف) مباہلہ کے لیے ضروری ہے کہ اس سے پیشتر بحث و مباحثہ (مناظرہ) بین فریقین اپنے دلائل پیش کر کے اپنے نظریہ کو ثابت کریں۔ یعنی مباہلہ سے پہلے مناظرہ کر کے اتمام حجت کرنا ضروری ہے۔ بغیر اس کے مباہلہ مشروع نہیں۔ چنانچہ تفسیر کبیر سے بھی اس مضمون کی تائید ہوتی ہے۔ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں: ومن انصف و طلب الحق علم ان البیان قد بلغ الی الغایۃ القصویٰ فعند ذالک

۶ ستمبر ۱۹۳۹ء کو آپ اس کی ترتیب سے فارغ ہوئے ہیں)

رسالہ بزم جمشید حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی حیات سے شائع ہوا ہے اور افادات اشرفیہ حضرت کی وفات کے بعد۔ اور وفات کے بعد کی تصنیفات قابل اعتماد نہیں معلوم ہوتیں چنانچہ تتمہ اشرف السوانح کے متعلق جناب مولوی عمر احمد صاحب ابن مولانا ظفر احمد صاحب لکھتے ہیں کہ تتمہ اشرف السوانح حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی وفات کے بعد جناب خواجہ عزیز الحسن مرحوم نے تصنیف فرمایا اور موصوف کے بھی انتقال کے بعد بعد تحریف و تنسیخ (جس کی داستان طویل ہے) شائع کیا گیا۔ الخ۔ (منشور ۶ مارچ ۴۶ء)

چوں کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی   فقط واللہ اعلم

اللھم ارنا الحق حقا و ارزقنا اتباعہ و الباطل باطلا و ارزقنا اجتنابہ آمین.

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و الہ و اصحابہ اجمعین

عبدالاحد غفرلہٗ الصمد (سورتی)

(۲۶ ربیع الثانی ۶۵ھ مطابق یکم اپریل ۱۹۴۶ء)

* * *

کافر ہوئے جو آپ تو میرا قصور کیا
جو کچھ کیا وہ تم نے کیا بے خطا ہوں میں

اکابر دیوبند اپنے آئینہ میں

دیوبندی شاطر
اپنے منہ کافر

مؤلفہ

صمصام المناظرین مولٰینا محمد حسن علی قادری رضوی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

افتتاحیہ

مخالفین اہل سنت عامۃ المسلمین کو دھوکہ دینے کے لیے علماء اہل سنت پر مسلمانوں کی بلا وجہ تکفیر کا الزام عاید کرتے ہیں۔ حالانکہ علمائے اہل سنت میں سے کسی نے بھی نہ مسلمانوں کی تکفیر کی۔ نہ کسی کی بلا وجہ تفسیق کی۔ "مسلمانوں کی بلا وجہ تکفیر" کے اس جملہ کا ایک ایک لفظ مخالفین اہل سنت کے مغالطہ و فریب کی عکاسی کرتا ہے۔

سیدنا اعلیٰحضرت امام اہل سنت مجدد دین و ملت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حیات طیبہ سے لے کر آج تک اس الزام کو دہرایا جا رہا ہے۔ کہ جی! یہ ہر کسی کو کافر کہہ دیا کرتے ہیں۔ "مسلمانوں کی بلا وجہ تکفیر" کے اس الزام کا طلسم چاک کرتے ہوئے اعلیٰحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

> " ناچار عوام المسلمین کو بھڑکانے اور دن دہاڑے ان پر اندھیری ڈالنے کو یہ چال چلتے ہیں کہ علمائے اہل سنت کے فتوی تکفیر کا کیا اعتبار، یہ لوگ تو ذرا ذرا سی بات پر کافر کہہ دیتے ہیں۔ ان کی مشین میں ہمیشہ کفر ہی کے فتوے چھپا کرتے ہیں۔ اسماعیل دہلوی کو کافر کہہ دیا۔ مولوی اسحاق صاحب کو کہہ دیا۔ مولوی عبد الحی صاحب کو کہہ دیا۔ پھر جن کی حیا اور بڑھی ہوئی ہے۔ وہ اتنا اور ملاتے ہیں۔ کہ معاذ اللہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب کو کہہ دیا۔ شاہ ولی اللہ صاحب کو کہہ دیا۔ حاجی امداد اللہ صاحب کو کہہ دیا۔ مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب کو کہہ دیا۔ پھر جو پورے ہی حد حیا سے اونچے گزر گئے۔ وہ یہاں تک بڑھتے ہیں کہ عیاذاً باللہ، عیاذاً باللہ حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو کہہ دیا۔ غرض جسے جس کا زیادہ معتقد پایا اس کے سامنے اسی کا نام لے دیا کہ انہوں نے اسے کافر کہہ دیا۔ یہاں تک کہ ان میں کے بعض بزرگوار نے

مولانا مولوی شاہ محمد حسین صاحب الٰہ آبادی مرحوم و مغفور سے جا کر جڑ دی کہ اعلیٰحضرت معاذ اللہ معاذ اللہ حضرت سیدنا شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ کو کافر کہدیا۔ مولانا کو اللہ تعالےٰ جنت عالیہ عطا فرمائے۔ انہوں نے آیہ کریمہ إِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوٓا پر عمل فرمایا خط لکھ کر دریافت کیا۔ جس پر یہاں سے رسالہ انجاء البری عن وسواس المفتری لکھ کر ارسال ہوا۔ اور مولانا نے مفتری کذاب پہ لاحول شریف کا تحفہ بھیجا۔ غرض ہمیشہ ایسے ہی افترا اٹھایا کرتے ہیں۔

تمہید ایمان صفحہ ۴۶/۴۷ مطبوعہ رضا پبلیکیشنز لاہور

ماننا پڑے گا امام اہل سنت سیدنا اعلیحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جن لوگوں کی تکفیر فرمائی کمال احتیاط کو مدنظر رکھا۔

ثابت ہوا کہ امام اہل سنت سیدنا اعلیحضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ یا دیگر علمائے اہل سنت نے ہر کسی کی تکفیر نہیں فرمائی۔ اور کسی مسلمان کو بلا وجہ کافر نہیں کہا۔ نہ ہی کسی کو ذرا ذرا سی بات پر کافر قرار دیا۔ مخالفین کا یہ الزام محض افترا و بہتان ہے۔

ہاں البتہ علمائے اہل سنت اور امام اہل سنت اعلیحضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے ان لوگوں کو یقیناً کافر و مرتد قرار دیا جنہوں نے تنقیص حضرت باری تعالےٰ و توہین شان رسالت و نبوت کا ارتکاب کیا جنہوں نے

(۱) اللہ عزوجل (سبوح و قدوس) پر امکان و وقوع کذب کا افترا کیا۔

(۲) سرکار رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاتم النبیین ہونے کو عوام کا خیال جاکر بالکل غلط اور جدید معنی پہنائے۔ مرزا قادیانی اور دیگر دجالوں کے لیئے نبوت کا دروازہ کھولنے کی ناپاک سعی کی۔

(۳) حبیب خدا نائب اعظم خالق ارض و سما خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب شریف کو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے علم غیب سے تشبیہ دی۔

(۴) شیطان مردود کے وسعتِ علم محیطِ ارض کو نص سے ثابت مانا اور سرکار رسالت صلے اللہ علیہ وسلم کی وسعتِ علم محیطِ ارض کو خلافِ نصوص اور شرک قرار دیا۔ وغیرہ وغیرہ من الخرافات

ایسے عقائدِ باطلہ و نظریاتِ فاسدہ کے حامل افراد بلاشبہ کافر و مرتد اور دائرہ اسلام و ایمان سے خارج ہیں۔ متذکرہ بالا جملہ عقاید اکابر دیوبند میں سے مولوی رشید احمد گنگوہی کے دستخطی و مہر شدہ فتوے نیز تحذیر الناس، حفظ الایمان، براہین قاطعہ وغیرہ سے ثابت ہیں۔ اور یہ کتابیں عام مل جاتی ہیں۔

اعلیحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ یا دیگر علمائے اہل سنت نے بلا وجہ کسی مسلمان کو کافر نہیں کہا۔ بلکہ مذکورہ بالا عقائد کے حامل افراد کو بذریعہ رجسٹرڈ خطوط ان کے اقوالِ کفریہ سے خبردار کیا۔ احکامِ شریعت بیان کیے۔ لیکن وہ اپنے اقوالِ کفریہ پر مصر رہے۔ توبہ و رجوع کی توفیق میسر نہ آئی۔ تو پھر شانِ الوہیت و منصبِ رسالت کے تحفظ و دفاع کے لیے امام اہلسنت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اکابر و مشاہیر علماء و مشائخ عرب و عجم کی خدمت میں ان اقوالِ کفریہ کو پیش کر کے علمائے حرمین شریفین (مدینہ طیبہ و مکہ معظمہ) سے حکم شرعی حاصل کیا۔ جو کتاب مستطاب

"حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین۔"

میں مذکور ہے۔ پھر برصغیر ہند و پاک کے ہر ضلع، ہر صوبہ، ہر ریاست کے علماء و مشائخ اہل سنت و مفتیانِ شریعت نے فتاوے حسام الحرمین شریف کی تائید و توثیق فرمائی۔ دیکھو "الصوارم الہندیہ" وغیرہ

ان لوگوں کی ذہنیت پر تعجب و افسوس ہے جو اپنوں کی تکفیر کا رونا تو روتے ہیں۔ لیکن تنقیصِ حضرت الوہیت اور توہینِ شانِ رسالت کا انہیں کوئی غم نہیں۔ انہیں رنج و ملال ہے تو صرف تکفیر کا ہے۔ اپنے اکابر کے اقوالِ کفریہ کا نہیں۔

اگر بالفرض کوئی عالم کسی کے اقوالِ کفریہ پر شرعی احکام نہ بھی جاری کرے۔ تو کیا وہ کفر عین اسلام ہو جائے گا؟ نہیں۔ بلکہ وہ عند اللہ کفر ہی رہے گا۔

جن عقاید باطلہ وعبارات کفریہ پر علمائے اہل سنت وامام اہل سنت اعلیٰحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمتہ نے فتویٰ کفر جاری فرمایا۔ وہ یقیناً کفر ہیں۔ اگر اکابر دیوبند کی مختلف کتب کو کھنگالا جائے۔ اور ان کے مختلف مصنفین کی جگہ تاویلات کا جائزہ لیا جائے یا ان کے اکابر کا نام ظاہر کیئے بغیر ان عبارات پر ان کے موجودہ علماء سے فتوے لیا جائے تو وہ بھی ان عقائد ونظریات وعبارات پر فتوائے کفر دیتے ہیں۔ جن کو امام اہل سنت مجدد دین وملت اعلیٰحضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ودیگر علمائے اہل سنت ومفتیان شریعت نے کفر قرار دیا۔

ہمارا یہ مختصر کتابچہ اس قسم کے حوالہ جات پر مشتمل ہے۔ انشاء اللہ اس سے مخالفین کے اس الزام کا کہ "یہ لوگ بلا وجہ مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں" دفعیہ ہو جائے گا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

یہ مختصر پمفلٹ شاید اس قدر جلد مرتب نہ ہو پاتا۔ لیکن اس باب میں ایک محب اہلسنت نے یکے بعد دیگرے اپنے پُر اصرار خصوصی مکاتیب کے ذریعہ میری ہمت بندھائی اور اس اہم فوری ضرورت کا احساس دلایا۔ لہٰذا وقت کی ضرورت اور اس موضوع کی اہمیت کے پیش نظر فقیر نے اپنی دیگر تالیفی مصروفیات چھوڑتے ہوئے اس کتابچہ کی ترتیب وتدوین کو اولیت دی۔ مولےٰ تعالےٰ مقبول خاص وعام فرمائے آمین

فقیر قادری، گدائے رضوی
محمد حسن علی غفرلہ الولی میلسی

سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ ﷺ کی

بعلمِ خود کافر؟ دنیا میں ایک بھی اہل ایمان موجود نہیں

بانئے وہابیت مولوی اسماعیل دہلوی اپنی تقویت الایمان ص۴۴ پر بحوالہ مشکوٰۃ نقل کرتے ہیں۔

"پھر بھیجے گا اللہ ایک باؤ اچھی۔ سو جان نکال لے گی جس کے دل میں ہوگا رائی کے دانہ بھر ایمان۔ سو رہ جائیں گے وہی لوگ کہ جن میں کچھ بھلائی نہیں سو پھر جائیں گے اپنے باپ دادوں کے دین پر۔"

ایک حدیث شریف کے الفاظ بھی خود ہی نقل کیئے۔ اور ص۴۵ پر اس کا ترجمہ یہ کیا۔

"نکلے گا دجال سو بھیجے گا اللہ بیٹے مریم کو۔ سو وہ ڈھونڈھے گا اس کو تباہ کر دے گا اس کو پھر بھیجے گا اللہ ایک باؤ ٹھنڈی (سرد ہوا) شام کی طرف سے سو نہ باقی رہے گا زمین پر کوئی کہ اس کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہو مگر کہ مار ڈالے گی۔"

حدیث مذکور لکھ کر مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان کے اسی صفحہ ۴۵ پر صاف صاف لکھ دیا کہ

"سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا۔"

اب نہ خروج دجال کی حاجت، نہ نزول مسیح کی ضرورت۔ ان کی قسمت کی وہ سرد ہوا (ٹھنڈی باد) چل گئی۔

تمام دنیا کو کافر و مشرک اور بے ایمان بنانے کے لئے بانئے وہابیت نے ختم دنیا کی حدیث اپنے زمانہ موجودہ پر جما دی۔ اور صاف لکھ مارا کہ

"سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا۔"

گویا وہ ہوا چل گئی اور دنیا میں معاذ اللہ نرے کافر ہی کافر ہیں جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان تھا۔ فنا ہو گیا۔

بتایا جائے کہ مولوی اسماعیل صاحب اور اس کے پیرو کیا اس دنیا سے کہیں الگ بستے ہیں؟ وہ بھی اسی دنیا میں ہیں۔ اپنے اس قول و قرار سے یہ خود ٹھیٹ کافر ثابت ہوئے۔

اکابرِ دیوبند اپنے آئینہ میں

دیوبندی شاطر —— اپنے مُنہ کافر

ع زبان میری ہے بات ان کی

فتویٰ کفر از علماءِ دیوبند	کلماتِ کفر از علماءِ دیوبند
(۱) "جو الفاظ موہم تحقیر حضور سرورِ کائنات علیہ السلام ہوں۔ اگرچہ کہنے والے نے نیت حقارت نہ کی ہو۔ مگر ان سے بھی کہنے والا کافر ہو جاتا ہے" (لطائف رشیدیہ، ص ۲۲ از مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی)	"صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتداء تیرہویں صدی نجد عرب سے ظاہر ہوا۔ اور چونکہ عقائد خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا۔ اس لیے اس نے اہل سنت و جماعت سے قتل و قتال کیا..... سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کیے شارع نبوت و حضرت رسالت علی صاحبہا

فتویٰ کفر از علماء دیوبند	کلماتِ کفر از علماءِ دیوبند
	الصلوٰۃ والسلام میں نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مماثل ذات سرورِ کائنات خیال کرتے ہیں: (الشہاب الثاقب ص ۴۳ و ص ۴۷) از مولوی حسین احمد صاحب "مدنی" صدر مدرسہ دیوبند)
(۲) "جن الفاظ میں ایہام گستاخی و بے ادبی کا ہوتا تھا ان کو بھی باعث ایذاء جناب رسالت مآب علیہ السلام ذکر کیا اور آخر میں فرمایا کہ بس ان کلمات کفر کے بکنے والے کو منع کرنا شدید چاہیے اگر مقدور ہو۔ اور اگر باز نہ آوے قتل کرنا چاہیے کہ موذی و گستاخ شان جناب کبریا تعالےٰ شانہٗ اور اس کے رسول امین صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے" (الشہاب الثاقب از مولوی حسین احمد صاحب "مدنی" صدر مدرسہ دیوبند ص ۵)	"تقویۃ الایمان میں بعض الفاظ جو سخت واقع ہو گئے ہیں اس زمانہ کی جہالت کا علاج تھا ... یہ بے شک بے ادبی اور گستاخی ہے ... ان الفاظ کو استعمال بھی نہ کیا جاوے گا" (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۱۱۵) از مولوی اشرف علی صاحب تھانوی دیوبندی

فتوے کفر از علماء دیوبند	کلمات کفر از علماء دیوبند
(۳) "جو شخص نبی علیہ السلام کے علم کو زید و بکر و بہائم و مجانین کے علم کے برابر سمجھے یا کہے وہ قطعاً کافر ہے۔" (المہند صـ۳۶ از مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی دیوبندی) یاد رہے کہ المہند نامی کتاب مولوی محمود الحسن دیوبندی، مولوی احمد حسن امروہوی مولوی کفایت اللہ دہلوی مولوی عاشق الٰہی میرٹھی اور خود مولوی اشرف علی تھانوی کی مصدقہ ہے۔	"پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں۔ تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔" (حفظ الایمان صـ۸ از مولوی اشرف علی تھانوی صاحب)
(۴) بانئ وہابیت دیوبندیت مولوی اسماعیل صاحب دہلوی غیروں سے مدد مانگنے والوں کو اشد مشرک قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں ؎ تجھ سوا مانگے جو غیروں سے مدد فی الحقیقت ہے وہی مشرک اشد دوسرا اس سا نہیں دنیا میں بد ہے گلے میں اس کے حبل من مسد سب سے اس پہ لعنت و پھٹکار ہے۔ مُردوں سے حاجتیں مانگنا او	جناب حاجی امداد اللہ صاحب اکابر علماء دیوبند کے پیر و مرشد ہیں۔ وہ تحذیر الناس، حفظ الایمان، براہین قاطعہ کے کفریات کی تائید نہیں فرماتے۔ وہ اہل سنت کے مطابق عقیدہ رکھتے تھے۔ وہ بعد از وصال اپنے پیر و مرشد مولانا نور محمد صاحب کو امداد کے لئے پکارتے ہوئے لکھتے ہیں ؎ تم ہو اے نور محمد خاص محبوب خدا ہند میں ہو نائب حضرت محمد مصطفےٰ

فتوے کفر از علمائے دیوبند	کلمات کفر از علماء دیوبند
ان کی منت ماننا کفار کی راہ ہے۔" (تذکیر الاخوان ص ۲۴۳ و ص ۸۳)	" تم مددگار مدد امداد کو پھر خوف کیا عشق کی پرسش کے باتیں کانپتے ہیں دو دیا اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا آسرا دنیا میں ہے از بس تمہاری ذات کا۔ (شمائم امدادیہ ص ۸۳ و امداد المشتاق ص ۱۱۶)
"(۵) اکثر لوگ پیروں کو پیغمبروں کو اماموں کو اور شہیدوں کو اور پریوں کو مشکل کے وقت پکارتے ہیں۔ ان سے مرادیں مانگتے ہیں۔ وہ شرک میں گرفتار ہیں!" (تقویۃ الایمان ص ۱۵ از مولوی اسمٰعیل دہلوی)	مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند قصائد قاسمی ص ۷ و ص ۸ پر لکھتے ہیں مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار مگر کرے روح القدس میری مددگاری تو اس کی مدح میں کروں میں رقم اشعار جو جبرئیل مدد پر ہو فکر کی میرے تو آگے بڑھ کے کہوں اے جہاں کے سردار
"(۶) کوئی ضعیف الایمان بھی ایسی خرافات زبان سے نہیں نکال سکتا اور جو اس کا قائل ہو کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ہم پر اتنی ہی فضیلت ہے۔ جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے۔	" انسان آپس میں سب بھائی ہیں۔ جو بڑا بزرگ ہے۔ سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجیے!" " انبیاء اولیاء امام زادے پیر شہید جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں۔ وہ

فتویٰ کفر از علماءِ دیوبند	کلماتِ کفر از علماءِ دیوبند
"تو اس کے متعلق ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ دائرہ ایمان سے خارج ہے۔" (المہند ص۲۸ از مولوی خلیل احمد انبیٹھوی)	"سب انسان بھائی ہیں۔ اور بندے عاجز ہمارے بھائی۔ (تقویۃ الایمان ص۲۸ از مولوی محمد اسماعیل دہلوی)
(۷) "کوئی کسی کے لیے حاجت روا مشکل کشا و دستگیر کس طرح ہو سکتا ہے۔ ایسے عقائد والے لوگ بالکل پکے کافر ہیں۔ ان کا کوئی نکاح نہیں۔ ایسے عقائد باطلہ پر مطلع ہو کر جو انہیں کافر مشرک نہ سمجھے وہ بھی ویسا ہی کافر ہے۔" (جواہر القرآن ص۱۴۰ ملخصاً از مولوی غلام خان)	"کھول دے دل میں در علم حقیقت میرے رب ہادیٔ عالم علی مشکل کشا کے واسطے (تعلیم الدین ص۱۲۳ از مولوی اشرف علی تھانوی۔ سلاسل طیبہ ص۲۴ از مولوی حسین احمد مدنی۔ امداد السلوک ص۱۶۵ از مولوی رشید احمد گنگوہی)
(۸) "ہمارا پختہ عقیدہ ہے کہ جو شخص اس کا قائل ہو کہ فلاں کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے وہ کافر ہے۔" (المہند ص۱۳ از مولوی خلیل احمد انبیٹھوی) اس کتاب پر مولوی محمود الحسن دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی مفتی کفایت اللہ دہلوی مولوی عاشق الٰہی میرٹھی کی تصدیق وتائید موجود ہے۔	"شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت (علم محیط الارض) نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے۔ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔" (براہین قاطعہ ص۵۱ از مولوی خلیل احمد انبیٹھوی ورشید احمد گنگوہی دیوبندی)

فتویٰ کفر از علماءِ دیوبند	کلماتِ کفر از علماءِ دیوبند
(۹) "جو شخص اس کا قائل ہو کہ فلاں کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے۔ وہ کافر ہے۔ (المہند صـ۱۳)	ایک خاص علم کی وسعت آپ (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو نہیں دی گئی۔ اور ابلیس لعین کو دی گئی ہے۔ (الشہاب الثاقب صـ۹۱ از مولوی حسین احمد مدنی)
(۱۰) "ہمارا یقین ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں نبی کریم علیہ السلام سے اعلیٰ ہے۔ وہ کافر ہے۔ ہمارے حضرات اس کے کافر ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں۔" (المہند صـ۳۱ از مولوی خلیل احمد انبیٹھوی مطبوعہ مکتبہ تھانوی کراچی ۱۴)	انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں۔ تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔ باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات امتی بظاہر مساوی ہو جاتے بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔ (تحذیر الناس صـ۵ از مولوی قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند)
(۱۱) "انبیاء علیہم السلام معاصی سے معصوم ہیں۔ ان کو مرتکب معاصی سمجھنا العیاذ باللہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ نہیں۔ اس کی وہ تحریر خطرناک بھی ہے اور عام مسلمانوں کو ایسی تحریر کا پڑھنا جائز بھی نہیں۔ فقط واللہ اعلم" احمد سعید نائب مفتی دار العلوم دیوبند	"دروغ صریح بھی کئی طرح کا ہوتا ہے۔ ہر قسم کا حکم یکساں نہیں ہر قسم سے نبی کو معصوم ہونا ضروری نہیں۔ بالجملہ علی العموم کذب کو منافی شانِ نبوت بایں معنی سمجھنا کہ یہ معصیت ہے اور انبیاء علیہم السلام معاصی سے معصوم ہیں۔ خالی غلطی سے نہیں۔"

فتوی کفر از علماء دیوبند	کلمات کفر از علماء دیوبند
جواب صحیح ایسے عقیدے والا کافر ہے جب تک تجدید ایمان و تجدید نکاح نہ کرے اس سے قطع تعلق کریں۔" مسعود احمد عفی اللہ عنہ مہر دار الافتاء دیوبند الہند فتوی ۹۷۱/۴۱ ماخوذ از اشتہار مولوی محمد عیسیٰ ناظم مکتبہ عجائب اسلامی لودھراں ضلع ملتان و ماہنامہ "تجلی" دیوبند مطابق اپریل ۱۹۵۶ء)	(تصفیۃ العقائد ص ۲۵/۲۸ از مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند)
(۱۲) "حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز نے متعدد فتاوے میں یہ تصریح فرمائی کہ جو شخص ابلیس لعین کو رسول مقبول علیہ السلام سے اعلم اور اوسع علماً کہے وہ کافر ہے۔" (الشہاب الثاقب ص ۸۸)	"ایک خاص علم کی وسعت آپ حضور علیہ السلام کو نہیں دی گئی۔ اور ابلیس لعین کو دی گئی ہے۔" (الشہاب الثاقب ص ۹۱ از مولوی حسین احمد صدر مدرسہ دیوبند مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند)
(۱۳) "حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز نے متعدد فتاوے میں تصریح فرمائی ہے کہ جو شخص ابلیس لعین کو رسول مقبول علیہ السلام سے اعلم اور اوسع علماً کہے وہ کافر ہے۔"	"الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے شیطان

فتویٰ کفر از علماءِ دیوبند	کلماتِ کفر از علماءِ دیوبند
(الشہاب الثاقب از مولوی حسین احمد" مدنی" ص۸۵)	وملک الموت کو یہ وسعت نص قرآن حدیث سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم (علیہ السلام) کی وسعتِ علم کی کونسی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کرکے ایک شرک ثابت کرتا ہے" (براہین قاطعہ ص۵۱ از مولوی خلیل احمد انبیٹھوی)
(۳) ان اللغة العربية حاكمة بان معنے خاتم النبيين في الاية هو اخر النبيين لا غير "بے شک زبان عربی کا اٹل فیصلہ ہے کہ آیت کریمہ کے اندر خاتم النبیین کا معنی صرف آخر الانبیاء ہے۔ دوسرا کوئی معنی نہیں۔ (ہدایۃ المہدیین ص۴۱) اجمعت علیہ الامۃ فیکفر مدعی خلافہ ویقتل ان اصر "امت محمدیہ کا خاتم النبیین کے اس معنے پر اجماع و اتفاق ہے۔ لہذا	عوام کے خیال میں رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہلِ فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخیر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ فرمانا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔" (تحذیر الناس ص۳ از مولوی محمد قاسم نانوتوی مطبوعہ راشد کمپنی دیوبند)

فتوی کفر از علماء دیوبند	کلمات کفر از علماء دیوبند
خاتم الانبیاء کا دوسرا معنی گھڑنے والا کافر ہے۔ اور اصرار کرے تو قتل کیا جائے۔ ھدایۃ المھدیین ص۳۵ از مفتی محمد شفیع دیوبندی سابق مفتی مدرسہ دیوبند	
(۵) "جب انبیاء علیہم السلام کو علم غیب نہیں تو یا رسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا۔ اگر یہ عقیدہ کر کے کہے کہ وہ دور سے سنتے ہیں بسبب علم غیب کے تو خود کفر ہے۔" (فتاوی رشیدیہ حصہ سوم ص۹۰ از مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی) "یہ عقیدہ کہ آپ (حضور علیہ السلام) کو علم غیب تھا صریح شرک ہے۔" فتاوی رشیدیہ دوم ص۱۰	جناب حاجی امداد اللہ صاحب اکابر دیوبند کے پیر و مرشد ہیں۔ وہ کفریہ عبارات مثل حفظ الایمان و براہین قاطعہ کی تائید نہیں کرتے۔ وہ فرماتے ہیں: "لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء و اولیاء کو نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں۔ دریافت و ادراک غیبیات کا ان کو ہوتا ہے۔ اصل میں یہ علم حق ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حدیبیہ (حضرت عائشہ کے معاملات) سے خبر نہ تھی اس کو دلیل اپنے دعوی کی سمجھتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ کیونکہ علم کے واسطے توجہ ضروری ہے (شمائم امدادیہ دوم ص۶۱)

نوٹ:- صلح حدیبیہ کے متعلق گستاخان رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) کی بے خبری حشمتی اور شورہ

فتوٰی کفر از علماءِ دیوبند	کلماتِ کفر از علماءِ دیوبند
(۱۳) نبی کو جو حاضر و ناظر کہے۔ بلا شک شرع اس کو کافر کہے۔ جواہر القرآن صـ از مولوی غلام خان راولپنڈی	رسول اللہ اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے ساتھ وہ قرب حاصل ہے کہ ان کی جانوں کو بھی ان کے ساتھ

فتنی ہے کہ معاذ اللہ حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں اپنے سفیر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے انجام سے بے خبر تھے۔ اس لیئے بے بنیاد اور لغو ہے کہ بیعت رضوان کے موقع پر سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر مار کر فرمایا تھا کہ یہ بیعت حضرت عثمان کی طرف سے ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ قتل کی خبر کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم غلط سمجھتے تھے۔ اور واقفان اسرار نبوت کو بتا رہے تھے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ زندہ ہیں۔

علٰے ہذا القیاس "واقعہ افک" میں آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی کہ "میں اپنے اہل کے متعلق سوائے خیر کے اور کچھ نہیں جانتا"۔ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ "افک" منافقین کی جانب سے ایک گھناؤنی، گہری سازش تھی۔ بہتان عظیم اور افترا پردازی تھی۔ سکوت میں یہ راز پنہاں تھا کہ الزام کی تحقیق و تبیین سے قبل اسے کلیتہً مسترد کر دینا تحکم اور آمریت کے مترادف تھا۔ دوسرے نبی پاک صاحب لولاک صلے اللہ علیہ وسلم عدلیہ کے تمام تقاضے پورے کرنا چاہتے تھے۔ اور واقعہ کی پوری طرح تفتیش اور چھان بین کو آزاد عدلیہ کے لیئے لازم و ملزوم سمجھتے تھے۔ چنانچہ اس واقعہ کی باضابطہ تحقیق و تفتیش ہوئی۔ اور تہمت تراشنے والوں پر حد قذف (۸۰ درّے) جاری کی گئی۔ اور یوں کسی پاکباز اور باعصمت خاتون پر ناپاک الزام لگانے والوں کے خلاف سزا کا اعلان قانون کی شکل اختیار کر گیا۔

(ادارہ)

فتویٰ کفر از علماءِ دیوبند	کلماتِ کفر از علماءِ دیوبند
	حاصل نہیں۔" (تحذیر الناس ص۱۷ از مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند)
(۱۷) ہم اور ہمارے اکابر حضور سیدنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پاپوش مبارک کی اہانت موجب کفر سمجھتے ہیں، چہ جائیکہ ولادت باسعادت کے متعلق کلمات مستہجن و مستقبح استعمال کرنا۔ (المہند ص۱۷ از مولوی خلیل احمد انبیٹھوی)	"یہ ہر روز اعادہ ولادت (حضور صلے اللہ علیہ وسلم) کا مثل ہنود کے سانگ کنہیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں۔" (براہین قاطعہ ص۱۴۸ از مولوی خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی)
(۱۸) کہتے ہیں کہ ان (دیوبندی) لوگوں کے نزدیک معاذ اللہ خداوند اکرم جل و علا شانہ کاذب اور جھوٹا ہو سکتا ہے ..... یہ سب غلط ہے اور افترائے محض ہے، ہرگز ہمارے اکابر اس کے قائل نہیں۔ بلکہ اس کے معتقد کو کافر زندیق کہتے ہیں۔ (الشہاب الثاقب ص۸۵ از مولوی حسین احمد صدر دیوبند)	"لا نسلم کہ کذب مذکور محال بمعنے مسطور باشد" ترجمہ: ہم نہیں مانتے کہ اللہ کا جھوٹ بولنا محال ہے" یکروزی ص۱۴۵ والّا لازم آید کہ قدرت انسانی زید از قدرت ربانی باشد ترجمہ: اگر خدا جھوٹ نہ بول سکے تو لازم آئے گا کہ آدمی کی قدرت اس سے بڑھ جائے گی۔ یکروزی ص۱۴۵

فتویٰ کفر از علماءِ دیوبند	کلماتِ کفر از علماءِ دیوبند
(۹) "جو شخص ایسا اعتقاد رکھے (علم غیب رسول) یا بلا اعتقاد صراحتہً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں۔ وہ تکذیب کرتا ہے۔ نصوصِ قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرورِ عالم فخرِ بنی آدم صلے اللہ علیہ وسلم کی۔" (بسط البنان ص ۱۲ از مولوی اشرف علی صاحب تھانوی دیوبندی)	"تیسرے یہ کہ آپ (حضور صلے اللہ علیہ وسلم) کی ذاتِ مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا اگر بقولِ زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے۔ یا کل غیب، اگر بعض علومِ غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علمِ غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔" (حفظ الایمان از مولوی اشرف علی تھانوی ص ۸)
(۲) "علمِ غیب خاصہ حق تعالیٰ کا ہے۔ اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایہامِ شرک سے خالی نہیں۔" (فتاویٰ رشیدیہ جلد سوم ص ۳۷ از مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی)	"بیانِ بالا سے ثابت ہوا کہ سرورِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو جو علمِ غیب حاصل ہے نہ اس میں گفتگو ہے۔ نہ یہاں ہو سکتی ہے۔" (توضیح البیان علی حفظ الایمان ص ۱۳ از مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی چاندپوری) "حفظ الایمان میں بھی اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو علمِ غیب بعطاءِ الٰہی حاصل ہے۔" (توضیح البیان علی حفظ الایمان ص ۱۲)

فتویٰ کفر از علماءِ دیوبند	کلماتِ کفر از علماءِ دیوبند
(۲۱) یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ (حضور صلے اللہ علیہ وسلم) کو علم غیب تھا۔ صریح شرک ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ جلد دوم ص۱۰) علم غیب خاصہ حق تعالےٰ کا ہے اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایہام شرک سے خالی نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ جلد سوم ص۳۷)	غرض کہ لفظ عالم الغیب کے معنی میں مولانا (تھانوی) نے دو شقیں فرمائی ہیں۔ ایک شق کو سب میں موجود مانتے ہیں۔ نہیں کہتے ہیں کہ جو علم غیب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو تھا۔ وہ سب میں موجود ہے۔ بلکہ اس معنی کو سب میں موجود مانتے ہیں۔" (الشہاب الثاقب ص۱۰ از مولوی حسین احمد)
(۲۲) کہتے ہیں کہ ان لوگوں کے نزدیک معاذ اللہ خداوند اکرم جل وعلا شانہٗ کاذب اور جھوٹا ہو سکتا ہے۔ اور ہو چکا ہے کہ خدا کے کلام میں جھوٹ ہو۔ یہ سب غلط اور افترائے محض ہے۔ ہرگز ہمارے اکابر اس کے قائل نہیں۔ بلکہ اس کے معتقد کو کافر و زندیق کہتے ہیں۔	مسئلہ امکان کذب کے البتہ حضرت مولانا گنگوہی اور ان کے متبعین حسب رائے اکابر سلف صالحین قائل تھے اور ہیں۔ (الشہاب الثاقب ص۸۳) مولانا گنگوہی بحیثیت اتباع مولانا اسماعیل شہید مسئلہ امکان کذب کے قائل ہوئے

نوٹ :۔ مذکورہ بالا ہر دو عبارات میں مولوی مرتضےٰ حسن اور مولوی حسین احمد نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے علم غیب تسلیم کیا ہے۔

فتویٰ کفر از علماءِ دیوبند	کلماتِ کفر از علماءِ دیوبند
(شہاب ثاقب صـ ۸۵)	ہیں۔ یہ قول محض افترا و جہالت ہے مولانا گنگوہی نے سلف صالحین امت مرحومہ کا اتباع کیا ہے۔ (شہاب ثاقب صـ ۸۳ از مولوی حسین احمد صدر دیوبند)
(۲۳) اس (اللہ تعالےٰ) کے کسی کلام میں کذب کا شائبہ اور خلاف کا وہمہ بھی بالکل نہیں۔ جو اس کے خلاف عقیدہ رکھے یا اس کے کلام میں کذب کا وہم بھی کرے، وہ کافر، ملحد زندیق ہے اس میں ایمان کا شائبہ بھی نہیں۔ (المہند صـ ۱۹ از مولوی خلیل انبیٹھوی دیوبندی)	لانسلم کہ کذب مذکور محال بمعنے مسطور باشد (یکروزی صـ ۱۴۵) یعنی ہم نہیں مانتے کہ اللہ کا جھوٹ بولنا محال ہو۔
(۲۴) جو شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا منکر ہو اور یہ کہے کہ آپ کا زمانہ سب انبیاء کے زمانہ کے بعد نہیں، بلکہ آپ کے بعد اور کوئی نبی آسکتا ہے تو وہ کافر ہے۔ (الشہاب الثاقب صـ ۴۲ از مولوی حسین احمد صدر دیوبند)	اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ (تحذیر الناس از مولوی محمد قاسم نانوتوی صـ ۳۴)

فتویٰ علماءِ دیوبند	کلماتِ کفر از علماءِ دیوبند
(۲۵) "اس عبارت میں کس طرح تصریح حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے نبی آخر الزماں ہونے کی فرما رہے ہیں۔ اور آپ کے خاتم زمانی ہونے کے منکر کو کافر کہہ رہے ہیں:" (الشہاب الثاقب ص۴۳ از مولوی حسین احمد صدر مدرسہ دیوبند)	"عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنیٰ ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدیم یا تاخیر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔" (تحذیر الناس ص۳ مولوی قاسم بانی مدرسہ دیوبند)
(۲۶) "ہمارا یقین ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں نبی کریم علیہ السلام سے اعلیٰ ہے وہ کافر ہے۔ اور ہمارے حضرت اس کے کافر ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں جو یوں کہے کہ شیطان ملعون کا علم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہے۔ پھر بھلا ہماری کسی تصنیف میں یہ مسئلہ کہاں پایا جا سکتا ہے۔" (المہند ص۱۳ از مولوی خلیل انبیٹھوی)	"شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت (علم) نص (قرآن وحدیث) سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے۔ جس سے تمام نصوص کو رد کرکے ایک شرک ثابت کرتا ہے" (براہین قاطعہ ص۵۱ از مولوی خلیل احمد انبیٹھوی)

کفریہ عبارات کی تاویلات کے تضاد میں

اقرارِ کفر

علمائے دیوبند نے اپنے اکابر کی کفریہ عبارات کی آج تک جو مختلف النوع و متضاد تاویلات کی ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے یکسر مختلف و متصادم ہیں۔ بلکہ ایک کی تاویل سے دوسرے پر حکم تکفیر عائد ہوتا ہے۔ اور دوسرے کی تاویل سے تیسرا کافر قرار پاتا ہے۔ سردست ہم بطور نمونہ صرف حفظ الایمان اور تحذیر الناس کی عبارات پر مبنی مخالفین کے ذہنی خلفشار کا نقشہ قارئین کرام کی ضیافتِ طبع کے لیئے پیش کرتے ہیں۔

عبارت حفظ الایمان

"حفظ الایمان" دیوبندی حکیم الامت جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی تصنیف ہے۔ جس کے صفحہ ۸ پر یہ عبارت موجود ہے۔

> "پھر یہ کہ آپ (حضور صلے اللہ علیہ وسلم) کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیئے بھی حاصل ہے۔"

علمائے اہل سنت کا مواخذہ

جب اس گستاخانہ عبارت پر علماء اہل سنت خصوصاً امام اہل سنت اعلیحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے مواخذہ فرمایا اور حسام الحرمین میں اکابر و مشاہیر علماء عرب و عجم اور الصوارم الہندیہ میں برصغیر پاک و ہند کے مشہور و ممتاز علماء و فقہاء نے فتویٰ کفر دیا تو مصنف حفظ الایمان اور اس کی ذریت کے پاؤں اکھڑ گئے۔ صاف اور سیدھے انداز میں توبہ کرنا مقدر میں نہ تھا لہٰذا بے تکی تاویلات ہونے لگیں عبارت کا حلیہ بگاڑ دیا گیا۔ اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

سب سے پہلے

تو قارئین کرام حفظ الایمان کی محولہ بالا عبارت پر غور فرمالیں۔ اور اچھی طرح ذہن نشین فرمالیں اور ہو سکے تو کسی پرانے چھاپے سے عبارت کی مطابقت کرلیں۔ ہمارے پاس لاہور۔ دہلی۔ دیوبند سے چھپنے والے ایڈیشنوں میں بعینہٖ و بلفظہٖ اسی طرح مرقوم ہے۔ جس طرح اوپر مذکور ہے۔

کتر بیونت

جب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کو اپنی اس گستاخی پر سخت مواخذہ اور فتاوے کفر کا سامنا کرنا پڑا۔ تو سیدھی بات یہ تھی کہ علماء و فقہاء عرب و عجم کی تصریحات کے مطابق عبارت سے توبہ کرلی جاتی۔ اور توبہ کی اشاعت فرما دیتے۔ لیکن انہوں نے حفظ الایمان کی اس عبارت میں کتر بیونت شروع کردی۔ اور عبارت کا حلیہ بگاڑ کر یوں پیش کی گئی۔

٭ پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کیا

رہا اگر بقول زید صحیح ہو تو الخ

(حفظ الایمان ص۱ مطبوعہ مکتبہ نعمانیہ دیوبند یو۔ پی۔ شائع شدہ نیشنل پرنٹنگ پریس دیوبند)

مذکورہ جدید عبارت میں علمِ غیب کی جگہ "عالم الغیب" کردیا گیا۔ اور مولوی منظور سنبھلی کے رسالہ ماہنامہ الفرقان بریلی مطابق رجب ۱۳۵۴ھ میں اس ترمیم کا اعلان بھی کردیا گیا۔ مگر اس سے ہی کونسے اچھے معنی پیدا ہوتے تھے۔ زید، عمرو، صبی و مجنون، حیوانات و بہائم کے الفاظ تو بدستور موجود تھے۔ لہٰذا عوام و خواص مطمئن نہ ہوسکے۔ نہ ہی کفری معنی بدلے۔ لہٰذا بعد میں کسی مولوی معین صاحب کی وساطت سے اپنے حیدرآباد دکن کے عام مخلصین کی اپیل پر رسالہ "تغییر العنوان فی بعض عبارات حفظ الایمان" میں مؤخر الذکر جملہ کی یوں گت بنائی۔

> "لہٰذا قبولاً للمشورہ اس کو لفظ اگر کے بعد سے عالم الغیب کہا جاوے تک اس طرح بدلتا ہوں۔ اب حفظ الایمان کی اس عبارت کو اس طرح پڑھا جاوے ...... اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں۔ تو اس میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے۔ مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں۔ الخ
>
> (اشرف علی تھانوی ۱۸ صفر ۱۳۴۲ھ وقت الضحیٰ فقط)

قارئین کرام سے انصاف کے نام پر اپیل ہے۔ اگر حفظ الایمان کی عبارت فی الواقع کفریہ نہیں تھی۔ اور اس میں کوئی گستاخی نہ تھی۔ تو ترمیم در ترمیم اور کتر بیونت کی کیا ضرورت تھی؟

ثابت ہوا کہ عبارت فی الواقعہ گستاخانہ اور کفریہ تھی جس سے غیر مشروط توبہ لازمی تھی۔ مگر توبہ مقدر میں نہ تھی۔ لہٰذا کتر بیونت کی نوبت آئی۔ لیکن کتر بیونت سے کفر زائل نہیں ہوتا۔ کھلم کھلا توبہ چاہیے تھی۔

عبارت "حفظ الایمان" پر

علمائے دیوبند کی خانہ جنگی

عبارت "حفظ الایمان" کی علماء و مناظرین دیوبند نے مختلف النوع و متضاد تاویلات کی ہیں۔ چند تاویلات کا تضاد ملاحظہ ہو۔"

مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی چاندپوری

لکھتے ہیں۔

"واضح ہو کہ (حفظ الایمان میں) ایسا کا لفظ فقط مانند اور مثل ہی کے معنیٰ میں مستعمل نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے معنیٰ اس قدر اور اتنے کے بھی آتے ہیں۔ جو اس جگہ متعین ہیں۔"

(توضیح البیان فی حفظ الایمان ص۸ مطبع قاسمی دیوبند)

"عبارت متنازعہ فیہا میں لفظ ایسا بمعنیٰ اس قدر اور اتنا ہے۔ پھر تشبیہ کیسی؟ (توضیح البیان)

گویا ایسا اگر تشبیہ کے معنیٰ میں ہوتا تو قابل اعتراض اور کفر تھا۔ لیکن اتنا اور اس قدر میں کوئی اعتراض کی بات نہیں۔

مولوی حسین احمد صدر دیوبند

اب مولوی حسین احمد صاحب صدر المدرسین مدرسہ دیوبند کی سنیئے۔ وہ لکھتے ہیں۔

حضرت مولانا (تھانوی) عبارت میں ایسا فرما رہے ہیں۔ لفظ اتنا تو نہیں

فرمایاہے۔ اگر لفظ اتنا ہوتا تو اس وقت البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے علم کو اور چیزوں کے برابر کر دیا.....، ...اس سے بھی اگر قطع نظر کریں۔ تو لفظ ایسا تو کلمہ تشبیہ کا ہے۔

(الشہاب الثاقب ص ۱۰۲)

صدر مدرسہ دیوبند کے اس قول سے ثابت ہوا کہ عبارت حفظ الایمان میں لفظ ایسا تشبیہ کے لیئے ہے۔ اور اگر ایسا، اتنا یا اس قدر کے معنی میں ہوتا تو قباحت تھی۔ اور اس کو توہین رسالت اور کفر قرار دیا جاسکتا تھا۔

ماحصل

مولوی مرتضی حسن دربھنگی چاندپوری اور مولوی حسین احمد ٹانڈوی کی تاویلات کا خلاصہ اور ماحصل یہ ہے کہ دربھنگی صاحب کے بقول اگر ایسا تشبیہ کے معنی میں ہوتا تو کفر تھا جس سے تشبیہ کا اقرار کرنے والے مولوی حسین احمد صاحب کافر قرار پائے۔ اور بقول صدر دیوبند لفظ ایسا اتنا اور اس قدر کے معنی میں ہوتا تو کفر ہوتا۔ اس تاویل سے بقول مولوی حسین احمد صاحب مولوی مرتضی احسن دربھنگی ایسا کا اتنا اور اس قدر معنے کر کے کافر قرار پائے۔

مولوی منظور سنبھلی اور حسین احمد ٹانڈوی کا معرکہ

آپ ابھی الشہاب الثاقب کے حوالے سے پڑھ چکے ہیں کہ مولوی حسین احمد صدر دیوبند کے نزدیک لفظ ایسا تشبیہ کے لیئے ہے۔ لیکن اس کے برعکس سلطان المناظرین دیوبند یہ مولوی منظور سنبھلی مدیر الفرقان لکھنؤ اس کے برعکس کچھ اور ہی کہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

"حفظ الایمان کی عبارت میں بھی ایسا تشبیہ کے لیئے نہیں ہے

بلکہ وہ یہاں بدون تشبیہ کے اتنا کے معنیٰ میں ہے۔"

(فتح بریلی کا دلکش نظارہ ص۳۴)

حفظ الایمان کی اس عبارت میں بھی ایسا تشبیہ کے لئے نہیں ہے،

(ص۳۴)

اگر بالفرض اس عبارت کا وہ مطلب ہو جو مولوی سردار احمد صاحب بیان کر رہے ہیں۔ جب تو ہمارے نزدیک بھی موجب کفر ہے۔"

(ص۳۵)

نوٹ:- یہ کتابچہ بریلی شریف کے اس عظیم الشان تاریخی مناظرہ کی دیوبندی روئداد ہے۔ جو سلطان العلوم، امام المناظرین، محدث اعظم، استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد سردار احمد صاحب بانی جامعہ رضویہ مظہر اسلام بریلی شریف، و فیصل آباد اور مولوی منظور سنبھلی مدیر الفرقان لکھنؤ کے درمیان حفظ الایمان کی عبارت پر ہوا تھا۔ سیدی محدث اعظم حضرت علامہ محمد سردار احمد صاحب قبلہ قدس سرہٗ کا فرمانا تھا کہ لفظ ایسا تشبیہ کے لئے ہے۔ مولوی منظور نے کہا جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کہ لفظ ایسا اتنا کے معنیٰ میں ہے۔ اور یہ کہ اگر بالفرض اس عبارت کا وہ مطلب ہو جو مولوی سردار احمد صاحب بیان کر رہے ہیں۔ تو ہمارے نزدیک بھی کفر ہے۔ گویا کہ ایسا کو تشبیہ کے طور پر استعمال کرنا مولوی منظور سنبھلی کے نزدیک کفر ہے اور مولوی حسین احمد صاحب صدر دیوبند برملا کہہ رہے ہیں کہ لفظ ایسا تو کلمہ تشبیہ کا ہے۔ (الشہاب الثاقب ص۱۰۲) ثابت ہوا کہ دیوبندی سلطان المناظرین مولوی منظور سنبھلی کے فتوے کے مطابق مولوی حسین احمد صدر دیوبند کافر ہیں۔ ؎

کافر ہوئے جو آپ تو میرا قصور کیا
جو کچھ کیا وہ تم نے کیا بے خطا ہوں میں

عبارت تحذیر الناس

تحذیر الناس بانیٔ مدرسہ دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی کی کتاب ہے اس کے دیوبند اور انار کلی لاہور سے چھپنے والے دو پرانے ایڈیشنوں میں ص۳ پر یوں ہے۔

"عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد ہے۔ اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدیم یا تاخیر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔"

اور ص۲۵ پر یوں ہے۔

"اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔"

تحذیر الناس کی یہ وہ عبارات ہیں جن کے رد میں علماء برصغیر نے بکثرت کتب تحریر فرمائیں۔ ان عبارات پر بھی علماء عرب و عجم نے حکم کفر صادر فرمایا۔ دیکھو حسام الحرمین والصوارم الہندیہ وغیرہ

اعترافِ حقیقت

دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی لکھتے ہیں:

"جس وقت سے مولانا (قاسم نانوتوی) نے تحذیر الناس لکھی ہے کسی نے ہندوستان بھر میں مولانا (نانوتوی) کے ساتھ موافقت نہیں کی بجز

مولانا عبدالحئی صاحب کے:-

(الافاضات الیومیہ جلد چہارم ص۵۸ زیر ملفوظ ۹۲۷)

ہندوستان بھر کے علما کی عدم موافقت کے بعد چاہیئے تو یہ تھا کہ نانوتوی صاحب اپنی زندگی میں اپنا توبہ نامہ چھاپ دیتے۔ یا پھر اکابر و مشاہیر علماء عرب و عجم کا فتوی بصورت "حسام الحرمین" سامنے آنے کے بعد عبارات تحذیر الناس کی تاویلات نہ کی جاتیں مگر اب تک ایک طرف تو مذموم تاویل کی جارہی ہے۔ اور دوسری طرف اب مکتبہ راشد کمپنی دیوبند کی طرف سے شائع ہونے والے تحذیر الناس کے نئے ایڈیشن میں مؤخر الذکر ص۲۸ کی عبارت کو بدل کر کھلم کھلا تحریف کا ارتکاب کیا گیا ہے ملاحظہ ہو۔"

تحذیر الناس میں تحریف

تحذیر الناس ص۲۸ کی پرانی اصل عبارت قدیم ایڈیشنوں میں یوں ہے:-

"اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔" (تحذیر الناس ص۲۸)

لیکن اس عبارت سے توبہ و رجوع کی بجائے دیوبندیوں نے یہ نیا چکر چلایا کہ اصل عبارت کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا۔ ملاحظہ ہو نئی عبارت یہ ہے:-

"اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں یا بالفرض آپ کے بعد بھی کوئی نبی فرض کیا جائے تو بھی خاتمیت محمدی میں فرق نہ آئے گا۔"

(تحذیر الناس ص۲۲ شائع کردہ مکتبہ راشد کمپنی دیوبند یو۔ پی)

عبارت میں نبی پیدا ہو کی جگہ نبی فرض کیا جائے کر دیا۔

اس کارستانی سے ثابت ہوا کہ یہ عبارت خود علمائے دیوبند کے نزدیک بھی کفر ہے لیکن وہ اپنے بانی مذہب کی تکفیر نہیں کرنا چاہتے۔ اس لیئے عبارت میں تحریف کر ڈالی۔ اور ممکن ہے ابھی آئندہ ایڈیشنوں میں مزید تحریف ہو۔ حفظ الایمان و تحذیر الناس کی ان تحریفات سے ثابت ہوا کہ ان کتب کی اصل عبارات خود اہل دیوبند کے نزدیک بھی

قابل اعتراض اور تنقیص شان رسالت وانکار ختم نبوت پر مبنی ہیں۔ مگر چونکہ اپنے ہیں۔ اس لئے تکفیر کے حکم شرعی سے احتراز کیا جاتا ہے۔ مگر بغیر توبہ و تجدید ایمان محض تحریف سے تو عند اللہ ان کی ذات بری الذمہ نہیں ہو سکتی۔

تضادات

ہمیں اختصار مانع ہے۔ ورنہ "حفظ الایمان" کی عبارت کی طرح "تحذیر الناس" کی اس عبارت کی بھی مختلف النوع و متضاد تاویلات کو مفصل بیان کیا جاتا۔ قارئین کرام و منصف مزاج اہل علم چاہیں تو "سیف یمانی" "مناظرہ اودری کی دیوبندی داستان" "چراغ سنت" "عبارات اکابر" "الشہاب الثاقب" "المہند" سے اس عبارت پر دیوبندی تضادات ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

لرزہ خیز انکشاف سنسنی خیز دھماکہ

ایک طرف تو آج کل بعض علماء دیوبند عبارات تحذیر الناس کی لایعنی و بے معنی تاویلات کر کے اس کو عین اسلام و عین ایمان قرار دینے کی جدوجہد کر رہے ہیں۔ دوسری طرف دیوبندی حکیم الامت تھانوی صاحب نے یہ انکشاف کیا ہے کہ تحذیر الناس کے کفر سے مولانا نانوتوی کلمہ پڑھ کر دوبارہ مسلمان ہو گئے تھے۔ تھانوی صاحب ہی کی زبانی سنیئے لکھتے ہیں

> تحذیر الناس کی وجہ سے جب مولانا (نانوتوی) پر فتوے لگے تو جواب نہیں دیا۔ بلکہ یہ فرمایا کہ کافر سے مسلمان ہونے کا طریقہ بڑوں سے یہ سنا ہے کہ کلمہ پڑھنے سے کوئی مسلمان ہو جاتا ہے۔ تو میں کلمہ پڑھتا ہوں۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔
>
> (الافاضات الیومیہ جلد ۴ ص۲۹۳ زیر ملفوظ نمبر ۴۵۰)

اب جو لوگ اس عبارت کی تاویل میں دن رات ایک کئے ہوئے ہیں۔ وہ گویا کفر کی حمایت و تاویل کر رہے ہیں۔

مولوی محمد احسن نانوتوی کی توبہ

یہ صاحب بھی اکابر دیوبند میں ایک اہم مقام رکھتے ہیں۔ یہ صاحب بھی تحذیر الناس کی عبارت سے تحریری توبہ کر چکے ہیں۔ ان کی کہانی ان کی اپنی زبانی سنیئے۔ فرماتے ہیں۔

" مولوی نقی علی خاں (والد ماجد اعلیٰحضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ) نے اثر ابن عباس کی صحت تسلیم کرنے کی وجہ سے مولانا محمد احسن نانوتوی کی تکفیر کی۔۔ مولانا محمد احسن نے آخر میں مولوی نقی علی خاں کے ایک ساتھی رحمت حسین کو یہ لکھا بجناب مخدوم و مکرم بندہ دام مجدہم پس از سلام مسنون التماس ہے۔۔ اگر مولوی (نقی علی خاں) صاحب نے براہ مسافر نوازی غلطی تو ثابت نہ کی۔ اور نہ مجھ کو اس کی اطلاع دی۔ بلکہ اول ہی کفر کا حکم شائع فرما دیا۔ اور تمام بریلی میں لوگ اس طرح کہتے پھرے خیر میں نے خدا کے حوالے کیا۔ اگر اس تحریر سے میں عند اللہ کافر ہوں تو توبہ کرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ قبول کرے۔ زیادہ و نیاز (عاصی محمد احسن عفی عنہ) کتاب مولانا محمد احسن نانوتوی ص۸۵ بحوالہ تنبیہ الجہال ص۱۶)

نوٹ:۔ اس کتاب کا تعارف مفتی محمد شفیع دیوبندی نے ص۸ پر تحریر کیا ہے۔ جو کتاب کی صحت اور اسکے معتبر ہونے کی دلیل ہے۔

دربارۂ تکفیر فیصلہ کن بیان

اگر مولانا احمد رضا خانصاحب کے نزدیک بعض علماء دیوبند (مولوی قاسم نانوتوی مولوی رشید گنگوہی مولوی خلیل احمد انبیٹھوی مولوی اشرف علی تھانوی) واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ انہوں نے انہیں سمجھا تو خانصاحب پر ان علمائے دیوبند کی تکفیر فرض تھی۔ وہ ان کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے۔

(اشد العذاب ص۱۳ از مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی چاندپوری ناظم تعلیمات مدرسہ دیوبند)

اس واضح اعتراف کے بعد تکفیر کا شرعی حکم واضح کرنے والے خدا ترس علماء کے خلاف معاندانہ پراپیگنڈا ختم ہو جانا چاہیے۔ کیونکہ جن توہین آمیز گستاخانہ عبارات کو علماء اہل سنت کفر قرار دیتے ہیں۔ ان کو متضاد تاویلات کے نتیجہ میں، عدم واقفیت و بے خبری کے عالم میں الغرض کسی نہ کسی طرح ان عبارات کو وہ خود بھی کفر سمجھتے ہیں جیسا کہ ہم نے مفصل بحوالہ کتب اکابر دیوبند ثابت کیا ہے۔ اور تمام حوالہ جات اکابر دیوبند کی اپنی معتبر و مستند کتب سے نقل کیے ہیں۔ مولا عزوجل ضد و عناد سے بچائے اور قبول حق کی توفیق رفیق فرمائے آمین۔

مرثیہ گنگوہی

علمائے دیوبند کی نظر میں

ترتیب

حکیم اللہ بخش انصاری اسد ملتانی

پیشِ لفظ

ع الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

دیوبندی حضرات کی یہ زیادتی ہے کہ وہ دوسروں کے خلاف تو شرک و بدعت کا لٹھ لیے پھرتے ہیں لیکن انہیں اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا، اگر کوئی ان کی غلطیوں کی نشاندہی بھی کرے تو وہ اپنی کبھی غلطی تسلیم کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہوتے اور الٹا اپنے مخلص ناصح کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔

لطف بالائے لطف یہ ہے کہ جس غلطی و بے ادبی کو یہ دانستہ کبھی ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے اگر وہی چیز ان کی کتابوں اور پیشواؤں کے نام و اظہار کے بغیر ان کے مفتیوں سے دریافت کی جائے تو پھر وہی تحریر مخالف تصور کر کے جھٹ فتوے رسید کرتے ہیں۔ ایسا تماشہ اگرچہ ان کے ہاں بارہا ہو چکا ہے مگر ہم ان کے ایک تازہ تماشہ سے آپکو روشناس کرانا چاہتے ہیں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔

دیوبندی مکتبہ فکر کے پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی کے فوت ہو جانے کے بعد دیوبند کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن نے ان کا مرثیہ لکھا جو بارہا شائع ہو چکا ہے اس مرثیہ میں مولوی محمود الحسن نے ایک طرف تو جی بھر کر شانِ رسالت و مقامِ نبوت کی توہین و تنقیص کی اور دوسری طرف مولوی رشید احمد گنگوہی کی منقبت میں ایسی ایسی باتیں لکھیں جسے دیوبندی حضرات ...... شرک و بدعت اور حرام ناجائز وغیرہ گردانتے ہیں۔

چنانچہ مرثیہ گنگوہی کے بعض ایسے اشعار کے متعلق جب دیوبندی مفتیوں سے بغیر اظہار نام کے

استفسار کیا گیا تو انہوں نے اشعار پر سخت گرفت کی۔ حالاں کہ اگر رشید و محمود کا نام لے کر ان سے دریافت کیا جاتا تو ان کا قلم کبھی حرکت میں نہ آتا اور اب بھی ہم لکھے دیتے ہیں کہ دیوبندی معتقدین کے فتوے کے باوجود اب بھی دیوبندی اپنے اکابر کی غلطی و بے ادبی کبھی تسلیم نہیں کریں گے اور ناواقفیت میں جن معتقدوں نے فتوے لکھ دیا ہے۔ وہ بھی کبھی اس غلطی کو غلطی ماننے کے لیے آمادہ نہیں ہوں گے۔

مرثیہ کا حکم : قبل اس کے کہ ہم مرثیہ دیوبند کے متعلق علماء دیوبند کے تناقضے کا انکشاف کریں ہم پہلی منزل میں خود مرثیہ کے متعلق دیوبندی تضاد بیان کرنا چاہتے ہیں۔ مرثیہ کے متعلق خود مولوی رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ ہے۔ نمبر۱ مرثیہ خواں فاسق ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ جلد دوم صفحہ ۳۹)

نمبر۲ شہیدان کربلا کا مرثیہ جلا دینا یا زمین میں دفن کرنا ضروری ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۲۶۹ مطبوعہ کراچی)

رسالہ عاشق الاشرار جو کہ تقویۃ الایمان کے ساتھ کتب خانہ فاروقی بیرون لاہور گیٹ ملتان سے شائع ہو چکا اس کے صفحہ نمبر ۱۲ پر لکھا ہے کہ مرثیہ کہنا مجوسیوں کا شعار ہے۔

یہ ہے دیوبندی تحقیق و دیانت کہ دوسروں کے لیے شہیدان کربلا رضی اللہ عنہم کا مرثیہ بھی جلا دینا یا دفن کرنا ضروری اور مجوسیوں کا شعار اور اپنے مولانا اس دنیا سے رخصت ہوں تو ان کے مرثیہ کی باقاعدہ تصنیف و اشاعت سب روا۔

اسد نظامی

اب آئیے مرثیہ گنگوہی کے متعلق علمائے دیوبند کے فتاوے کی طرف۔ مرثیہ گنگوہی کے ایک شعر میں مولوی محمود الحسن نے رشید احمد گنگوہی کے متعلق کہا ہے:

① ؎ حوائج دین و دنیا کے کہاں لے جائیں ہم یارب
گیا وہ قبلۂ حاجات روحانی و جسمانی

(مرثیہ گنگوہی ص ۶ مطبوعہ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

اس شعر میں رشید احمد گنگوہی کو روحانی و جسمانی حاجت روا قرار دیا گیا ہے چنانچہ جب اس شعر کے متعلق مفتیان دیوبند سے استفسار کیا گیا تو انہوں نے حسب ذیل جواب دیا۔

جامعہ اشرفیہ لاہور کے مفتی جمیل احمد تھانوی لکھتے ہیں:-

قبلہ حاجات روحانی و جسمانی کے یہ معنی ہوں کہ وہ خود بخود بلا حق تعالیٰ کی منظوری و اجازت کے حاجات پوری کرنے والے ہیں تو یہ شرک ہے کفر ہے اس سے توبہ فرض ہے اور اگر یہ معنی ہوں کہ وہ دعا کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ سب حوائج پوری کر دیں گے یہ درجہ حاصل ہے تو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے یہاں ثابت اوروں کے یہاں نہیں۔ شعر یوں پڑھیے:

حوائج دین و دنیا کے فقط اللہ سے لیں گے
وہی ہے قبلہ حاجات روحانی و جسمانی

فقط جمیل احمد تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور ۱۱ شوال ۱۳۹۳ھ

مدرسہ تعلیم القرآن راولپنڈی

کے مفتی عبدالرشید صاحب لکھتے ہیں :-

حاجت روا خواہ حاجات دنیوی ہوں یا اُخروی ہوں صرف اللہ تعالےٰ ہے اور کوئی نہیں ہے جو کوئی اللہ تعالےٰ کے سوا اور کسی کو حقیقتاً حاجت روا سمجھے وہ بحکم قرآن حکیم مشرک ہے چنانچہ ارشاد ہے: ومن الناس من یتخذ من دون اللہ انداداً یحبونھم کحب اللہ الی اخر الایات ھٰذا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی ۵ شعبان ۱۳۹۳ھ

مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی (بہاول نگر)

کے مفتی عبداللطیف صاحب لکھتے ہیں :

کہ اس قسم کے موہم شرک اشعار سے احتراز کرنا چاہیئے تاکہ عوام الناس کے عقائد خراب نہ ہوں لیکن چونکہ اس میں ایسی توجیہات ہو سکتی ہیں جو کفریہ نہیں ہیں اس واسطے اس کے پڑھنے یا نظم کرنے والے پر فتوےٰ کفر نہیں لگایا جا سکتا۔ احقر عبداللطیف مفتی مدرسہ عربیہ قاسم العلوم فقیر والی ۲۳ شوال ۱۳۹۳ھ

مدرسہ نعمانیہ پشاور

کے مفتی روح اللہ لکھتے ہیں کہ: اگر شاعر کا یہی عقیدہ ہو کہ بالذات روحانی و جسمانی حاجات پورا کرنے والا ہے اعاذنا اللہ تو شرک کا خوف ہے اور اگر مجازاً بھی کہے تو بھی احتیاط کے خلاف ہے[؎] وہ الفاظ جو موہمات شرک ہوتے ہیں اس سے اجتناب ضروری ہے ہمارے علمائے دیوبند لفظ

[؎] چنانچہ علم کلام کے مسلّم اصول ہیں۔

قبلہ بھی محاسن خطاب سے نہیں ٹھہراتے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

روح اللہ دارالعلوم نعمانیہ اتمان زئی تحصیل چارسدہ پشاور ۲۴؍۱۱؍۱۳۹۳ھ

مدرسہ اشرف العلوم گوجرانوالہ : کے مفتی محمد خلیل لکھتے ہیں:۔

بظاہر اس شعر کا مطلب غلط ہے اس کو نہیں پڑھنا چاہیے۔

محمد خلیل مدرسہ اشرف العلوم گوجرانوالہ ۱۲؍ ذی قعدہ ۱۳۹۳ھ

مدرسہ قاسم العلوم ملتان : کے مفتی محمد انور لکھتے ہیں:۔

اس قسم کی مبالغہ آمیزی کرنا جو بظاہر حدود شرعیہ سے تجاوز ہے درست نہیں بدلیل لا تطروا فی الحدیث بتاویل ایسے کلمات کا مطلب اگرچہ درست بیان کیا جاسکتا ہے لیکن عام مجلسوں میں اس قسم کے اشعار کہنا درست نہیں احتراز لازم ہے۔

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۹۳ھ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۱۶؍ ذیقعدہ ۱۳۹۳ھ

مرثیہ گنگوہی کے ایک شعر کے جواب میں چھ دیوبندی مفتیوں کا فتوے قارئین کے پیش نظر ہے جن کے مطابق مرثیہ گنگوہی کا مذکورہ شعر تبدیلی کا مستحق ہے شرک ہے کفر ہے موہم شرک ہے اور عوام الناس کے عقائد کی خرابی کا ذریعہ ہے حدود شرعیہ سے متجاوز ہے اور پڑھنے کے قابل نہیں، مفتیانِ دیوبند کے بقول یہ شعر کسی طرح بھی قابل قبول نہیں۔ مفتی جمیل احمد تھانوی نے شعر میں علانا ترمیم کرکے صاف لکھ دیا ہے کہ فقط اللہ ہی قبلہ حاجات روحانی و جسمانی ہے مگر اس کے باوجود یہ شعر ابھی تک مرثیہ گنگوہی میں چھپ رہا ہے۔

(۲)

زباں پر اہلِ ہوا کی ہے کیوں اُعل و ہبل شاید
اُٹھا عالم سے کوئی بانیٔ اسلام کا ثانی!

(مرثیہ گنگوہی ص۲ مصنفہ مولانا محمود الحسن دیوبندی)

اس شعر میں مولوی رشید احمد گنگوہی کو بانیٔ اسلام کا ثانی کہا گیا ہے بانیٔ اسلام سے مراد اللہ تعالےٰ ہوگا یا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ لہذا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی (معاذ اللہ) اللہ تعالےٰ کے ثانی ہوئے یا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ ظاہر ہے کہ یہ گنتی اور شمار کا موقع نہیں اس لیے تسلیم کرنا پڑے گا کہ مولوی محمود الحسن صاحب نے مولوی رشید احمد گنگوہی کو اللہ تعالےٰ یا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل قرار دے کر خدا و رسول کی شان میں توہین کی۔ جب دیوبندی مکتبۂ فکر کے مفتی صاحبان سے اس شعر کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے حسب ذیل جواب دیا:-

دارالعلوم حنفیہ عثمانیہ راولپنڈی، کے مفتی محمد امین صاحب لکھتے ہیں:-

شعراء کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں والشعراء یتبعھم الغاؤن الآیۃ شعراء اس قسم کی بے تکی باتیں کرتے ہیں جس سے مراتب کا لحاظ کھو بیٹھتے ہیں۔ بانیٔ اسلام صرف حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں کسی اور کے متعلق اس قسم کی بات کہنا سراسر شریعت کے خلاف ہے۔

احقر قاری محمد امین عفا اللہ عنہ، مدرس دارالعلوم حنفیہ عثمانیہ محلہ ورکشاپی راولپنڈی یکم ذیقعدہ ۱۳۹۳ھ

دارالعلوم اسلامیہ سوات کے مفتی محمد ادریس لکھتے ہیں:- کہ

اس شعر سے صاحب مزار کو صفات نبوی ثابت کرنا ہو حتّٰی کہ صفت رسالت بھی، تو یہ قول کفر

ہے کیوں کہ قرآن میں خاتم النبیین آپ کی صفت موجود ہے پس دوسرے نبی کا دعوٰی کرنا نص قطعی سے مخالف ہے۔ ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور اگر مراد جمیع صفات کمالیہ محمدیہ میں سوائے نبوت کے ہے تو یہ قول فسق اور مخالف اہل سنت والجماعت ہے۔ اور اگر مماثلت صورت ظاہری میں یا اور ایک صفت خاصہ غیر النبوۃ ولوازمہا سے ہے تو یہ امر شرعاً مستبعد نہیں مگر یہ امر محتاج اثبات طلب ہے بغیر تحقیق کے یہ دعوے بھی جائز نہیں، ہاں صورتِ ثانی وثالث میں اگر مقام مدح ہو تو کوئی حرج نہیں مگر خلافِ اولیٰ ہے بے ادبی ہے، فسق وفجور کی وجہ سے۔ الجواب صحیح محمد ادریس صدر دارالعلوم اسلامیہ چارباغ

الجواب صحیح محمد سرفراز خان عفی عنہ مدرسہ اسلامیہ چارباغ صوات ۲۳-۱۲-۶

ہذا الجواب صحیح نور گل نائب صدر

(۳)

قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں
عبید سود کا ان کے لقب ہے یوسف ثانی

(مرثیہ گنگوہی مث)

اس شعر کے متعلق علمائے دیوبند کا فتوےٰ ملاحظہ ہو۔

مدرسہ عربیہ مظہر العلوم کراچی کے مفتی محمد اسماعیل صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

اس قسم کے اشعار کو شریعت ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتی ہے اور اس قسم کے اشعار کی وجہ سے ہی شریعت نے شعراء کو گمراہ کہا ہے کہ وہ خیالات کی وادیوں میں بھٹکتے پھرتے ہیں اور گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ دیکھئے سورۃ شعراء کا آخری رکوع پارہ ۱۹ شریعت کے نظر میں شعر وہی درست

ہے جس سے دین کی مذمت ہو اور موافقت ہو اور باقی جو واہی تباہی اشعار میں ان کی شریعت میں سخت مذمت ہے یہ شعر بھی انہیں اشعار میں شامل کر لیں جو شریعت کو ناپسند ہیں۔

واللہ اعلم بالصواب محمد اسماعیل غفرلہٗ مدرسہ عربیہ مظہر العلوم محلہ کھڈہ کراچی پاکستان ۱۴ ذیقعدہ ۹۳ھ

ناظرین ہی انصاف فرمائیں کہ بقول حضرات دیوبند ہم سنیوں نے انہیں بدنام کیا یا کہ خود ان کے آوارگیٔ قلم نے انہیں تباہ کیا۔ کہنے والے نے کتنے پتے کی بات کہی ہے

آپ کہتے ہیں کیا ہم کو غیروں نے تباہ
بندہ پرور یہ کہیں اپنوں کا ہی کام نہ ہو

④

ع خدا ان کا مربی وہ مربی تھے خلائق کے
مرے مولا مرے ہادی تھے بے شک شیخ ربانی

(مرثیہ گنگوہی ص)

مدرسہ تعلیم القرآن راولپنڈی کے مفتی عبد الرشید صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

یہاں اس بزرگ پر مربی کا اطلاق بمعنی تعلیم ظاہر یا باطن ہو رہا ہے لہٰذا بصورت مراد اس کے کوئی خاص بڑی حرج نہیں ہے البتہ ایہام کے کروہ تنزیہ کے درجہ میں ہے۔ برملا عوام میں ایسے موہم الفاظ سے احتراز مناسب ہوتا ہے اھ اگر عقیدہ فاسد ہو اور غلط معنی میں اس کو استعمال کیا جائے تو جائز نہ ہوگا۔ ہذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

عبد الرشید مفتی دار العلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی ۲۴ جمادی الثانی ۱۳۹۴ھ

(۵)

؎ جدھر کو آپ مائل تھے اُدھر ہی حق بھی دائر تھا
میرے قبلہ میرے کعبے تھے حقانی ہے حقانی

(مرثیہ گنگوہی ص۵)

دارالعلوم سرحد پشاور کے مفتی عبداللطیف صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

ازروئے شریعت جائز نہیں کیوں کہ جو تاویل ممکن ہے وہ مراد شاعر نہیں اور جو مراد شاعر ہے وہ جائز نہیں، زیادہ سے زیادہ جو تاویل ممکن ہو سکتی ہے وہ یہ ہے جو کہ شرح عقائد ص۵۴ پر لکھا ہے وتحقیقہ ان صرف العبد قدرتہ وارادتہ الی الفعل کسب وایجاد اللہ تعالیٰ الفعل عقیب ذلک خلق یعنی کسب عبد مقدم ہے ایجاد رب پر یا ایجاد رب بعد کسب عبد ہے لیکن یہ معنی مراد شاعر نہیں کیوں کہ اس معنی کے لحاظ سے صاحب قبر کی عظمت ثابت نہیں ہوتی یہ معاملہ تو ہر عبد کے ساتھ ہے شاعر کا مطلب صاحب قبر کی عظمت ہے۔ جیسا نصف آخیر (میرے قبلہ میرے کعبہ) اس دال ہے تو عظمت تو یہ ہے کہ العیاذ باللہ حضرت حق تابع ہے اور صاحب قبر متبوع اعاذنا اللہ منہ اور اللہ بچائے۔ آخر صاحب قبر پیغمبر تو نہیں کہ معصوم ہو آخر کبھی تو کوئی گناہ کر لیا ہوگا تو گناہ کی صورت میں یہ کیا حکم ہوگا۔ ؎ جدھر کو آپ مائل تھے ادھر ہی حق بھی دائر تھا

اور قطع نظر معیار شرعیہ سے ویسا بھی یہ کلام ردی اور ساقط الاعتبار ہے کیوں کہ آخر الکلام معارض ہے اول کلام سے۔ نصف اول سے معلوم ہوتا ہے کہ العیاذ باللہ صاحب قبر متبوع ہے اور حق تابع، اور نصف اخیر سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب قبر تابع حق ہے کیوں کہ کہتا ہے

میرے قبلہ میرے کعبے تھے حقانی ہے حقانی

کہا جاتا ہے رجل حقانی یا رجل ربانی یعنی تابع حق یا تابع رب، خلاصہ یہ ہے کہ شعر مذکور کا کہنا از روئے شرع ممنوع ہے اس سے تائب ہونا چاہیئے۔ فقط

مفتی دارالعلوم عبداللطیف عفا اللہ عنہ ۲۳ ذوالقعدہ ۱۳۹۳ھ محمد ایوب بنوری غفرلہٗ

ہمارا جہاں تک خیال ہے کہ مولوی محمود الحسن صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند اس شعر کے متعلق توبہ کیے بغیر ہی اس دنیا سے رخصت ہو گئے کیوں کہ ابھی تک توبہ نامہ شائع نہیں ہوا اور نہ ہی اس شعر کو مرثیہ سے نکالا گیا ہے ؎

کچھ نہ صیاد کا شکوہ نہ گلچیں کا گلہ
اپنے ہاتھوں سے جلایا ہے نشیمن اپنا

(۶)

چھپائے جامۂ فانوس کیوں کر شمع روشن کو
تھی اس نور مجسم کے کفن میں وہی عریانی

(مرثیہ گنگوہی صہ)

مدرسہ احیاء العلوم مظفر گڑھ کے مفتی محمد حسن صاحب اس شعر کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

یہ شعراء کا تخیل ہوتا ہے درست یا نادرست کی پرواہ نہیں کرتے و الشعراء یتبعہم الغاوٗن اگر شاعر کا خیال عریانی سے ننگاپن ہے کہ باوجود کفن کے بھی وہ ننگا ہے تو یہ بھی ولی کی توہین ہے حالاں کہ کفن ستر کے لیے شریعت نے مقرر کیا ہے اگر اس کا تخیل یہ ہے کہ صاحب قبر ایسے نور مجسم تھے کہ باوجود کفن کے بھی اس میں عریانی تھی تب بھی توہین ہے اگر سرے سے صاحب قبر کو نوع انسان سے نکال کر کوئی اور مخلوق میں شامل کرتا ہے مثلاً ملک جن وغیرہ تو یہ بھی سراسر

جھوٹ ہے اور یہ بھی ولی کی توہین ہے کیوں کہ ساری مخلوق سے انسان برتر ہے ولقد کرمنا بنی آدم یہ تو انسان بھی نہیں مانتا۔ بہر حال جو تخیل بھی لیا جائے بندہ کی سمجھ میں تو صاحبِ قبر کی توہین ہے اور بے ادبی ہے باقی یہاں نور سے مراد نورِ ولایت لیا جائے تو پھر عریانی کا مطلب نہیں بنتا یا کہ نور سے مراد ولی خود لیا جائے تو پھر شاعر کا یہ تخیل نہیں ہے کیوں کہ وہ مصرع کی صراحت میں نورِ جسم کا لفظ استعمال اس کا جسم مراد لیا ہے۔ کہ جسم اس کا نور ہے بہر حال شرعِ شریف میں ایسا شعر جو کہ اصل کے خلاف ہو کہنا گناہ ہے اور بے ادبی ہے۔ کتبہٗ محمد حسن غفرلہ مدرس مدرسہ عربیہ احیاء العلوم عیدگاہ مظفر گڑھ

مفتی سعید احمد بخاری ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۹۳ھ

مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ کے مفتی محمد عیسیٰ صاحب لکھتے ہیں کہ علامہ محمود آلوسیؒ نے سورۂ نساء کی آیت لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم" کی تفسیر کرتے ہوئے روح المعانی میں لکھا ہے کہ شیخ ولی الدینؒ سے پوچھا گیا کہ آپ کے بشر ہونے کا عقیدہ اور آپ کے عربی ہونے کا علم ایمان کے لیے شرط ہے۔ اگر ایک شخص کہتا ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتا ہوں لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ آپ بشر ہیں یا فرشتے عربی ہیں تو ایسے شخص کے کفر میں شک نہیں اس نے قرآن کو جھٹلایا اور اجماعی قطعی عقیدہ کا انکار کیا اس میں کسی کا اختلاف نہیں اگر ایک غبی ان پڑھ اس بات کو نہیں جانتا ہو تو اس کو سمجھانا واجب ہے اگر اس کے بعد بھی نہ مانے تو پھر اس پر کفر کا حکم صادر کریں گے۔ اس شعر میں اگر بشریت کا انکار ہے جیسے کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے تو آپ کی شان میں گستاخی کے مترادف ہے اور بشریت کے انکار سے کفر صریح لازم آتا ہے۔

اور اگر صفاتِ نورانی مراد ہیں تو بھی شبہ کفر کی وجہ سے ایسا شعر کہنا حرام

ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم محمد عیسیٰ عفی عنہ مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ ۲۱ ذیقعدہ ۱۳۹۳ھ

⑦

ے شبیہ وصالح وصدیق ہیں حضرت باذن اللہ
حیات شیخ کا منکر ہو جو ہے اسکی نادانی

(مرثیہ گنگوہی ص۱۱)

مدرسہ تعلیم القرآن راولپنڈی کے مفتی عبدالرشید صاحب اس شعر کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ

الفاظ مذکورہ ظاہر اپنے لحاظ سے قابل اعتراض ہیں کیونکہ الفاظ مذکورہ میں سے زیادہ الفاظ بدون تاویل صادق نہیں ہیں اور ایہام خلاف مقصود کا ان میں موجود ہے نیز اطراء فی المدح ہے۔ لہٰذا یہ ٹھیک نہیں ہے۔ ہٰذا واللہ اعلم بالصواب

عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۹۳ھ

⑧

ے وفات سرور عالم کا نقشہ آپ کی رحلت
تھی ہستی گر نظیر ہستی محبوب سبحانی

---

[1] ہم نے صرف یہ شعر لکھ کر بھیجا تھا کہ یہ شعر از روئے شریعت کیسا ہے تو مفتی صاحب نے سمجھا کہ یہ شعر حضور علیہ السلام کے متعلق ہے۔ تب انہوں نے یہ فتوے دیا۔ لیکن مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ شعر تو مولوی محمود الحسن نے رشید احمد گنگوہی کی شان میں کہا ہے۔ اب مفتی صاحب کا فتوے کے متعلق کیا خیال ہے۔

مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی کے مفتی ولی حسن صاحب کہتے ہیں کہ۔۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کسی بھی شخص کی وفات کے مشابہ نہیں ہو سکتی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" لن یصاب بمثلی" یعنی امت کو میری کی طرح کسی کی وفات کا صدمہ نہیں ہو سکتا اس لیے پہلا مصرعہ قطعاً غلط اور کذب ہے۔ دوسرا مصرعہ مبالغہ سے خالی نہیں

فقط واللہ اعلم   ولی حسن دارالافتاء مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیو ٹاؤن کراچی

(۹)

ے رہے منہ آپ کی جانب تو قبلہ ظاہری کیا ہے
بجائے قبلہ و کعبہ ہو تم دینی و ایمانی

(مرثیہ گنگوہی ص۱)

دارالعلوم محمدیہ (رجسٹرڈ) ڈیرہ غازیخاں کے مفتی عبدالرحیم صاحب نظامی اس شعر کے

متعلق کہتے ہیں کہ ایسا کہنا بالکل حرام ہے بلکہ اگر اس شاعر کا عقیدہ بھی یہی ہے تو اس کو ایسے کلمات دوبارہ کہنے سے توبہ کرنی ضروری ہے۔ کیوں کہ یہ کلمات قریب الی الکفر ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

فقط والسلام   ابوالقاسم عبدالرحیم نظامی بقلم خود مفتی دارالعلوم محمدیہ شوری اللہ ضلع ڈیرہ غازیخان

جامعہ حنفیہ گوجرانوالہ کے مفتی نذیر احمد صاحب اسی شعر کے بارے میں کہتے کہ مذکورہ

بالا شعر میں صاحبِ قبر کو دینی اور ایمانی قبلہ و کعبہ کہا گیا ہے اگر اس سے شاعر کی مراد یہ ہے کہ صاحبِ قبر دینی اور ایمانی امور میں آخری سند ہیں تو یہ بالکل غلط اور ناجائز ہے کیوں کہ یہ حیثیت صرف خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ہے اور اگر صرف عزت و احترام مراد ہے تو پھر بھی

ایسے اشعار ناپسندیدہ ہیں کیوں کہ اس میں صاحب قبر کو ایسے القاب دیئے گئے ہیں جو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص ہونے چاہئیں۔ واللہ اعلم

نذیر احمد غفرلہٗ جامعہ عربیہ گوجرانوالہ ۱۲ ۱۲/۲۰ھ ۱۰ ۱۱/۹۳ء

(۱۰)

؎ تمہاری تربت انور کو دے کر طور سے تشبیہ
کہوں ہوں بار بار ارنی میری دیکھی بھی نادانی

(مرثیہ گنگوہی ص۱۲)

جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور کے مفتی جمیل احمد تھانوی صاحب اس شعر کے بارے میں لکھتے ہیں کہ چونکہ لفظ ارنی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا اللہ تعالیٰ سے اپنے دکھلانے کی درخواست تھی جس کا جواب نفی میں ملا تھا طور سے تشبیہ دینا اللہ تعالیٰ کی تجلی گاہ سے تشبیہ دینا ہے ، یہ حق تعالیٰ کے جلوہ کی بے حرمتی ہے دوسرے ارنی کا سوال صاحب قبر سے نہیں خود اللہ تعالیٰ سے بھی ہو تو درست نہیں جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نفی میں جواب ملا ہے اس لیے یہ گناہ ہے اس سے بچنا چاہیئے۔

جمیل احمد تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن ۱۰ شوال ۹۳ھ

مدرسہ مخزن العلوم خانپور

کے مفتی محمد ابراہیم صاحب لکھتے ہیں کہ :

اس قسم کے اشعار قبر پر پڑھنا خلاف ادب ہے اور خلاف طریقہ سنت زیارت قبور ہے

عام طور پر اس قسم کے اشعار ریاکاری اور بغیر خلوص کے دنیاوی اغراض کی وجہ سے پڑھے جاتے ہیں محض صعد و خوشامد کی بنا پر۔ اس لیے منع و ناجائز ہیں ان امور کی وجہ سے اور مزید وجہ منع یہ بھی ہے جو اوصاف کسی میں نہ ہوں ان سے تعریف ممنوع ہے اور اہل قبر سے خطاب کرنا بغیر السلام علیکم یا اہل القبور اُ ٹھیک نہیں بلکہ مزید اس میں تشبیہ قبر کو طور سے اور صاحب قبر کی دیدار کو اللہ تعالیٰ کی دیدار سے تشبیہ لازم ہے۔ اور صاحب کو اللہ سے تشبیہ آتا ہے یہ قطعاً جائز نہیں کیونکہ آیت قرآنی ہے "لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ" بلکہ شبہ کفر ہے۔ العیاذ باللہ بلکہ قائل کو اس سے توبہ کرنا چاہیے۔ تحریر کنندہ محمد ابراہیم عفی عنہ از مخزن العلوم خانپور عیدگاہ ضلع رحیم یار خان یکم ذیقعدہ سنہ ۹۳ھ

ے زر کا پر نہ ور کا پر نہ زر کا پر زر کا
ان کا جو حکم تھا سیف قضائے مبرم
(مرثیہ گنگوہی ص ۳)

جامعہ مدنیہ کیمبل پور سے قاضی محمد زاہد الحسینی لکھتے ہیں:۔

کہ ایسا عقیدہ نص قرآن مجید کے سراسر خلاف ہے۔ ان الحکم الا للہ، ولہ الحکم، الا لہ الخلق والامر، وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ کی آیت قرآنیہ سے بالکل واضح ہے کہ حکم، صرف اللہ تعالیٰ کا ہی چلتا ہے۔ اس عقیدے سے توبہ کرنی چاہیے۔ واللہ الموفق

قاضی محمد زاہد الحسینی جامعہ مدنیہ کیمبل پور ۳ ذیقعدہ سنہ ۹۳ھ ۲۹ نومبر سنہ ۷۳ء

دار العلوم کراچی کے مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

حکم کی صفت اس شعر میں بیان کی گئی ہے وہ صرف خداتعالیٰ کے حکم پر صادق آتی ہے کسی اور کے حکم کی یہ صفت بیان کرنا صحیح نہیں۔ واللہ اعلم

کتبہ محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ نائب مفتی دارالعلوم کراچی ۱۲/۱۲/۹۳ھ

(۱۲)

؎ مُردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذرا ابن مریم (درشہ [illegible])

دارالعلوم تعلیم القرآن کوہاٹ سے مفتی محمد یوسف صاحب لکھتے ہیں کہ صاحبِ قبر کے حق میں ایسا کہنا ناجائز ہے کیوں کہ یہ شعر موہم غلطی ہے موت اور حیات خداوند تعالیٰ کا فعل ہے خلق الموت والحیاۃ لیبلوکم الآیۃ سورۂ تبارک الذی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزہ خداوند تعالیٰ نے عطیہ کیا تھا کسی بزرگ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ثابت کرنا درست نہیں، خداوند تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر احیاء موتیٰ کے فعل کو ظاہر کیا تھا واذ تحی الموتی باذنی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ و السلام کا فعل نہیں تھا۔ دوسرے شعر میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب بنایا ہے حاضر ناظر صرف خداوند تعالیٰ ہے شرک کی دو قسمیں ہیں ایک شرک فی الذات جیسے عیسائی تین خدا مانتے ہیں۔ اور ایک شرک فی الصفت کہ کسی بندے کو خدا کی طرح صفت مانتے ہیں یا سمجھتے ہیں یا جانتے ہیں۔ یعنی جس طرح خدا ہر چیز پر قادر ہے اسی طرح یہ بزرگ ہر چیز پر قادر ہے یا جیسا خدا دور نزدیک سنتا، دیکھتا ہے ویسا بزرگ بھی ہے یہ شرک فی الصفت ہے اگرچہ اس شعر کا معنی تاویل سے صحیح ہو سکتا ہے مگر ظاہری فاسد اور باطل ہیں۔ فقط مفتی محمد یوسف دارالعلوم انجمن تعلیم القرآن کوہاٹ شہر ۲۴ھ

دارالعلوم شبیریہ ضلع سرگودھا

کے مولوی محمد سعید اس شعر کے بارے میں لکھتے ہیں، کہ احیاء موتیٰ کا معجزہ برحق ہے مگر باذن اللہ کے ساتھ مشروط ہے مردوں کو زندہ کرنا اور زندوں کو مرنے نہ دینا یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے کسی دوسرے کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا خصوصاً اس شعر میں ابن مریم عیسیٰ علیہ السلام جو اولوالعزم پیغمبر ہیں ان سے برتری کا ایہام ہے اس واسطے یہ شعر کسی مُردے کی طرف نسبت کرنا ناجائز اور موہم شرک ہے۔ اس سے بچنا چاہیے۔ واللہ اعلم بالصواب ۲۹

محمد سعید مہتمم مدرسہ شبیریہ میانی تحصیل بھیرہ ضلع سرگودھا۔

دارالعلوم عرفانیہ ریاست دیر

سے مولوی محمد عرفان صاحب لکھتے ہیں کہ یہ کہنا صاحب قبر کے لیے جائز نہیں ہے کیوں کہ زندوں کو مرنے تک رسائی اور مردوں کو زندہ کرنا یہ دونوں خدا کے فعل خاص ہیں اس میں کسی اور کی شرکت نہیں ہے۔ اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جزوی طور پر خدا تعالیٰ نے معجزہ دیا تھا یعنی خدا تعالیٰ نے اس کے ہاتھ پر معجزے کے طور پر اپنا فعل جاری کیا ہے یہ عیسیٰ علیہ السلام کے فعل بھی نہیں اس لیے یہ کہنا بغیر تاویل شرک اور کفر ہے۔ فقط

(مولوی) محمد عرفان بانی و مہتمم دارالعلوم عرفانیہ دیر ضلع دیر ۔

دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی

کے مفتی عبدالرشید صاحب کہتے ہیں کہ یہ شعر اپنے ظاہری مضمون کے لحاظ سے صحیح نہیں ہے۔

کیوں کہ اس میں معروف اور ظاہر کے اعتبار سے احیاء کی نسبت غیر اللہ کی طرف پائی گئی ہے اور بدون تاویل یہ شرک ہے نیز اس میں رسول کا تقابل ساتھ نبی کے کیا گیا ہے اور یہ بھی درست نہیں اور اس میں توہین نبوت ہے۔ اشتراک سے بچنے کے لیے احیاء کو اپنے ظاہری اور معروف معنی سے پھیر بھی لیا جائے تو بھی ایہام اشتراک اور توہین باقی رہتے ہیں لہٰذا ایسا کہنا درست نہیں قرآن حکیم میں ہے ” لا تقولوا راعنا الخ“ اور حدیث شریف میں ہے کہ مشتبہ امور سے بچنا چاہیے فقہاء کرام نے بھی موہمات سے بچنے کا امر فرمایا ہے لہٰذا ایسا شعر مجالس میں پڑھنا درست نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی ۲۹ شوال ۱۳۹۲ھ

مدرسہ عربیہ خیر المدارس ملتان

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند دن ہوئے یہاں ایک عرس ہوا اس میں ایک نعت خواں نے یہ شعر کہا ؎

پھرتے تھے کعبہ میں بھی پوچھتے اجمیر[1] کا رستہ
جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق و شوق عرفانی

کیا ایسا کہنا درست ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اگرچہ یہ شعر تاویل کا محتمل ہے اور اس کے قائل پر تکفیر کا فتوے نہیں لگایا جاسکتا

---

[1] اگر شعر میں اجمیر کی جگہ گنگوہ لکھا ہوتا تو فتوے کا جواب تک نہ آتا۔ مرتب کے اصل شعر میں اجمیر کی جگہ گنگوہ ہے۔

تاہم اس غلط فہمی اور سوء ادبی مزید مفہوم ہوتی ہے لہٰذا اس قسم کے اشعار سے احتراز ضروری ہے۔

فقط واللہ اعلم فقط محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۱۲ ذیقعدہ ۹۳ھ مدرسہ خیر المدارس ملتان

مدرسہ مظہر العلوم سکھر سندھ

کے مفتی صاحب کہتے ہیں ایسا کہنا درست نہیں ہے کیوں کہ اس شعر میں کعبہ پر اجمیر کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے جو صریح کفر ہے لیکن فتوے کفر میں احتیاط ہے اس لیے قائل کی نیت معلوم کیے بغیر کفر کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا ہے۔

محمد مراد ہالیجوی مدرسہ مظہر العلوم منزل گاہ سکھر

پھرے تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا رستہ
جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق و شوق عرفانی

(مرثیہ گنگوہی ص ۹ از مولوی محمود الحسن دیوبندی)۔

ناظرین کرام!

بھانت بھانت کی بولیاں ملاحظہ فرمالیں، یہ وہ اونٹ ہے جس کا کوئی کل سیدھا نہیں کوئی تو مولوی محمود الحسن سابق صدر مدرس دار العلوم دیوبند کو جاہل کہہ رہا ہے کوئی کافر و مشرک کوئی گنہگار کہہ رہا ہے غرضیکہ ان کے یہاں فتوے نویسی کا معیار ہی نہیں اور یہ سارے فتوے اس بنیاد پر ہیں کہ کسی کو بھی اس کی خبر نہیں کہ تیر کے نشانے پر کون ہے اگر یہ معلوم ہوتا کہ جناب شیخ الہند صاحب کا شعر ہے تو پھر ان شعروں میں وہ وہ گوشے نکالے جاتے کہ عالمگیری و شامی کے بجائے دیوان غالب و دیوان ذوق کے صفحات الٹے جاتے اور اردو شاعری میں

ان شعروں کو ایک نئے مفہوم کا اضافہ کیا جاتا علاوہ عجیب بات ہے کہ کفر و شرک کے فتاوے خود اس مسلک دیوبند سے دیئے جائیں اور بدنام اہل سنت کو کیا جائے آج بلند بانگ نعروں سے یہ کہا جاتا ہے، کہ کافر کو کافر نہ کہو حالانکہ یہ کہہ کر خود آں بدولت نے کافر کہہ دیا یعنی کافر تو ہے مگر کافر مت کہو۔

؎ اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

آخر میں مرثیے کے متعلق ایک فتوے ملاحظہ فرمائیے۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی بزرگ کے متعلق مرثیہ کہنا اور پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: خلاف شرع اشعار پڑھنا تو جائز نہیں خواہ مرثیہ کے ہوں یا غیر مرثیہ کے، اور خلاف شرع نہ ہوں تو جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۲/۱۱/۹۰ھ

اب ناظرین انصاف کریں کہ مفتیان دیوبند نے مرثیہ گنگوہی کے شعروں کو خلاف شرع قرار دیا ہے یا نہیں، تمام فتووں میں لکھا ہے کہ ایسے کلمات نہیں کہنے چاہئیں یہ حدود شرعیہ سے متجاوز ہیں ان سے توبہ کرنی چاہیئے۔

نوٹ

جن مفتیوں نے یہ فتوے دیئے ہیں ہم ان کی زندگی میں شائع کرا رہے ہیں تاکہ وہ ان کو پڑھ لیں اور انکار نہ کر سکیں۔ جس شخص کا دل چاہے جس وقت چاہے آکر فتوے ملاحظہ کر سکتا ہے۔ قلمی فتوے ہمارے پاس موجود محفوظ ہیں۔ فقط

اسعد نظامی غفرلہ

۸۹۰

کیونکہ یہ بعض علمائے کرام اس مسئلہ پر [illegible] ۔

ہمارے گاؤں میں آپ کا وعظ تقریر کر کے چلے گئے ہیں مگر گاؤں میں فتنہ پھیلا گئے ہیں

قرآن و حدیث کی روشنی میں مسئلہ واضح فرمائیں تاکہ فتنہ پر قابو پایا جا سکے۔ مولوی صاحب دربار [illegible]

کے متعلق یہ اشعار پڑھ کر گئے ہیں۔

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذرا ابن مریم

چہرہ تیرا کعبہ ہے ہم احرام سے [illegible]
~~[illegible]~~ [illegible] سجدہ میں ہے زمین و شرق و غرباں

[illegible] دنیا کی انساں کے [illegible]
[illegible] قبلہ حاجات [illegible]

[illegible] کا پردہ کا [illegible]
[illegible] سب خدا نے [illegible]

[illegible] تقریر میں کہا کہ بابا جی کا مزار میں اس جہاں کا قبلہ [illegible] ہے۔

[illegible] نے ان [illegible] فتنہ کا [illegible]

قرآن کے مطابق فیصلہ کرنے پر [illegible] ہے ۔

الجواب مولوی کا [illegible] اشعار پڑھنا [illegible]
یہ تمام [illegible] مشرکانہ ہیں [illegible] یہ تمام
صفات حق تعالیٰ کی ہیں [illegible]
[illegible] منسوب کی ہیں [illegible]
[illegible] سے [illegible]
الفاظ کہنے سے بچنا چاہیے [illegible] ہے
ایسا شخص اس قابل نہیں کہ وہ تقریر کرے ایسے شخصوں کی تقریر سننے سے بچنا چاہیے :

عبدالرحمان [illegible]

15
EB

4/1/19

واللہ اعلم بالصواب [illegible]

۶-۶-۹۶

دار الافتاء
جامعہ محمدیہ فاروقیہ
شہر عارف والا
ضلع ساہیوال فون 2870

خدام الدین فروش امیر علی کے دعوت

مباہلہ کا جواب

محمد شمیم الحسن قادری رضوی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نحمدہٗ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم و علی
آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین

برادرانِ اسلام! افغانستان میں روسی مداخلت کے بعد وطن عزیز پاکستان کو جس قسم کے خطرات درپیش ہیں وہ اہل نظر سے مخفی نہیں۔ ملتِ اسلامیہ کے داخلی اور خارجی دشمن اپنے پورے وسائل سے مسلح ہو کر اس ملک اور مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لیے ہمہ تن معروف ہیں۔ ان حالات میں ہر محب وطن یہ سوچنے پر مجبور ہے کہ عوام میں اتحاد و اتفاق کی جتنی ضرورت آج ہے پہلے کبھی نہ تھی۔ ہماری بدقسمتی اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہماری صفوں میں کانگریسی ذہنیت کے لوگ آج بھی موجود ہیں جو ملتِ اسلامیہ کا شیرازہ بکھیرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اس کی تازہ ترین مثال وہ پمفلٹ ہے جسے امیر علی قریشی کی **دعوت مباہلہ اور شاہ احمد نورانی کا فرار**" کے عنوان سے لاکھوں کی تعداد میں چھپوا کر ملک کے گوشہ گوشہ میں مسلسل اور مفت تقسیم کرایا جا رہا ہے۔

اور ستم ظریفی کی انتہا یہ کہ اس کی اشاعت پر عمرہ کا لالچ بھی دیا جا رہا ہے۔ اندریں حالات حکومت اور عوام کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ ملک دشمنوں کی یہ حرکت کسی سازش کا پیش خیمہ ہو؟ ذیل میں ہم نے محض ملی سالمیت اور حب الوطنی کا تقاضا سمجھتے ہوئے اس پمفلٹ کا تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے تاکہ پاکستان بلکہ عالم اسلام کی عظیم اکثریت "سواد اعظم اہلسنت و جماعت" کے عظیم و معروف مذہبی و سیاسی رہنما حضرت مبلغ اسلام مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی دامت برکاتہم کے متعلق عوام کے ذہنوں کو انتہائی عیاری کے ساتھ جو گمراہ کیا جا رہا ہے اس کا ازالہ کر کے حقیقت حال کو واضح کیا جائے۔

اس پمفلٹ میں امیر علی نے اپنے آپ کو خواجہ غوث بہاؤ الحق ذکریا ملتانی قدس سرہ العزیز کی اولاد میں بتا کر اپنا مذہبی رشتہ ان لوگوں کے ساتھ بتایا ہے جو لوگ جو لوگ انبیاء کرام، اولیاء عظام کے گستاخ و بے ادب سمجھے جاتے ہیں۔ جو لوگ مزاراتِ انبیاء و اولیاء کو صنم خانہ اور بت خانہ جیسے الفاظ سے یاد کرتے ہوں اور بقدرت (حکومت) میسر آجانے پر ان مزارات اور قبوں کو مسمار (گرانے) کر دینے کا عزم رکھتے ہوں، ایسے لوگوں سے اپنا مذہبی رشتہ جوڑنا آگ اور پانی کے یکجا ہونے کی طرح عجائبات زمانہ میں سے ایک ہے۔ لہٰذا ہماری سوچی سمجھی رائے یہ ہے کہ امیر علی ان بزرگ کی اولاد میں سے نہیں۔ اور اگر ہے تو

پھر اُسے ناخلف ہی کہا جا سکتا ہے۔ بہرحال کہنا یہ ہے کہ امیر علی نے اپنے آپ کو اکابر علماء دیوبند کا ادنیٰ خادم، اکابر دیوبند کو سچا پکا اہل سنت وجماعت کے عقیدہ کا حامل مسلمان، اور اُن اکابر دیوبند کو اولیاء اللہ، اور دیوبندی مسلک کے لوگوں کو اصلی اہلسنت کہا ہے جبکہ مولانا نورانی صاحب اور ان کے ہم مسلک سُنّی حضرات کو نقلی اہلسنت، باطل پر بھی کہا ہے اور پمفلٹ کے آخر میں مسلمان بھی کہا ہے۔ کیا امیر علی صاحب اور اُن کے ہم مسلک دیوبندی حضرات میری اس حیرت کو دُور کریں گے کہ نورانی صاحب اور ان کے ہم مسلک اگر باطل پر ہیں تو انھیں مسلمان کیوں لکھا؟ اور اگر مسلمان ہیں تو "دعوت مباہلہ" اور اس پر اصرار کا کیا مطلب ہے؟ ہمیں اس بات سے غرض نہیں کہ امیر علی نے اپنے ہم مسلک لوگوں کو سچا مسلماں اہل حق، اصلی اہلسنت کیوں لکھا اور کہا؟ بات صرف اتنی ہی ہوتی تو ہمیں ان سے تعرض کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی مگر جب وہ ایک معروف مذہبی رہنما پر بے بنیاد الزام لگا کر، اور جھوٹے بہتان باندھ کر سواد اعظم کی تحقیر و تذلیل کرنے پر تلا ہوا ہے اور سواد اعظم اہلسنت وجماعت کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچا رہا ہے تو اب ہمارے لیے خاموش تماشائی بن کر اپنے مسلک کی تحقیر و تذلیل کو گوارا کر لینا ناممکن ہے۔

رسم و راہ حُسن سے ناآشنا تھا میں لیکن کہہ اُٹھا جب پکارا خود آپ نے

مضمون کی طوالت سے بچنے کے لیے "دعوت مباہلہ" نامی پمفلٹ سے صرف اسی قدر اقتباس نقل کروں گا جس کا جواب دینا کسی حد تک بھی ضروری ہے۔ لایعنی باتوں سے مجھے کوئی سروکار نہ ہوگا۔ امیر علی نے جو دعوت مباہلہ مولانا نورانی صاحب کو دی ہے۔ اس میں حق و باطل کے اظہار کے لیے چند خود ساختہ اور من گھڑت طریقے اور تجاویز پیش کی ہیں جو حسب ذیل ہیں:

۱۔ مولانا نورانی اور ہم (امیر علی) دونوں حضور کے روضۂ پاک پر حاضر ہو کر سلام عرض کرتے ہیں جس کے سلام کا جواب آئے وہ اور اس کی جماعت برحق۔ ۲۔ نماز فجر کے بعد ذکر و مراقبہ کے بعد ایک دوسرے کے لیے بددعا کریں۔ پانچ منٹ بعد جس کی شکل مسخ ہو جائے وہ باطل پر ہوگا۔

۳۔ مولوی حسین احمد مدنی کی قبر پر ہم دونوں چلیں میرے ذکر کے بعد اگر قبر سے ذکر کی آواز اور خوشبو آئے تو دیوبندی مسلک حق اور سچا۔ ۴۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی قبر پر ہم دونوں چلیں میرے ذکر کے بعد اگر قبر سے گدھے کی آواز اور بدبو آئے تو بریلوی مسلک باطل اور جھوٹا۔

۵۔ مولوی خلیل احمد سہارنپوری کی قبر پر ہم لوگ چلیں میرے ذکر کے بعد قبر سے اگر قرآن پاک پڑھنے کی آواز اور خوشبو آئے تو دیوبندی مسلک برحق اور سچا۔ ۶۔ مولانا نورانی کے والد صاحب

کے قبر پر چلیں میرے ذکر کے بعد قبر سے حق کی آواز اور یہ آئے گی کہ بریلوی مسلک جھوٹا اور باطل۔

امیر علی نے مندرجہ بالا تجاویز پر عمل درآمد کے سلسلہ میں اپنی کوشش کا ذکر کرتے ہوئے دعویٰ کیا ہے کہ میں نے مدینہ طیبہ میں مولانا نورانی کا بازو پکڑ کر کہا کہ میں نے آپ کو مباہلہ کا چیلنج دیا تھا۔ اب آپ چونکہ اتفاق سے یہاں موجود ہیں لہٰذا آپ میرے ساتھ مباہلہ کریں مگر نورانی صاحب طرح دے گئے" راقم الحروف نے مولانا نورانی سے امیر علی کے دعویٰ کے بارے میں جب استفسار کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ "یہ بالکل سفید جھوٹ اور خالص بہتان ہے" جہاں تک امیر علی کی دعوت مباہلہ کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں گزارش یہ ہے کہ امیر علی نہ معروف شخصیت ہے اور نہ اس کی علمیت کا کسی کو پتہ ہے لیکن جس جماعت کی حمایت میں وہ اپنی سرگرمیاں دکھا رہا ہے بحمد اللہ اس جماعت میں تو اہل علم حضرات کی کمی نہیں ہے۔ آخر علماء دیوبند اس مسئلہ پر کیوں خاموشی اختیار کیے بیٹھے ہیں۔ وہ امیر علی کی تجاویز پر اپنا تبصرہ کیوں نہیں ظاہر کرتے کہ مباہلہ کا صحیح طریقہ آیا وہی ہے جو امیر علی نے پیش کیا ہے یا کچھ اور؟ اگر واقعی مباہلہ کرنا ہی مقصود ہے تو خود ساختہ اور من گھڑت طریقہ اپنانے کے بجائے اس طریقہ کو کیوں نہیں اختیار کرتے ہیں جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ کیا آپ کو پتہ نہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں نجران کے عیسائیوں کے ساتھ مباہلہ کرنے کا ایک موقعہ پیش آیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے بذریعہ قرآن مجید میں مباہلہ کرنے کا کیا طریقہ ارشاد فرمایا؟ اور کیا حدیث بخاری بھی آپ کی نظر سے نہیں گزری؟ اور کیا علماء و مفسرین امت کے ارشادات سے آپ بالکل بے خبر ہیں اور آپ کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ مباہلہ کن حالات میں اور کن امور میں مشروع اور جائز ہے؟ اللہ تبارک و تعالیٰ نے خاص اس کا کیا طریقہ ارشاد فرمایا ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مباہلہ کے لیے کیا طریقہ اختیار فرمایا؟ اور ائمہ دین نے کن شرائط کے ساتھ اس کا مشروع ہونا بتایا ہے؟ اگر آپ نہیں جانتے تو لیجیے میں بتائے دیتا ہوں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ○ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُن مِّنَ الْمُمْتَرِينَ ○ فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ○ ترجمہ: بیشک حالت [illegible] کے مشابہ حالت عجیبہ حضرت آدم کی ہے کہ ان کے

قال تعالیٰ فمن حاجّك بعد هٰذه الدلائل الواضحة والجوابات الائحة فاقطع الكلام معهم وعاملهم بما يعامل به المعاندون وهو ان تدعوهم الی الملاعنة ۔ (ترجمہ) جو بنظر انصاف طالب حق ہوگا وہ یقیناً سمجھے گا کہ بیان اپنے انتہائی کمال کو پہنچ چکا ہے۔ ایسے ہی مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ (اے محبوب) ان واضح دلائل اور صاف شرح جوابات کے بعد بھی تم سے حجت بازی کریں تو آپ ان سے مباحثہ ختم کر دیں اور ان کے ساتھ وہ برتاؤ کریں جو جھگڑالو قسم کے لوگوں سے کیا جاتا ہے یعنی دعوت مباہلہ دیں۔" معلوم ہوا کہ مناظرہ کے بعد ہی مباہلہ ہو سکتا ہے اور یہی صحیح طریقہ ہے جو قرآن و سنت و کلام ائمہ سے ظاہر ہے۔ اور دینی معاملات میں حق واضح کرنے کے لیے مناظرہ کرنا سنت انبیاء رہی ہے۔ چنانچہ امام رازی تفسیر کبیر میں ارشاد فرماتے ہیں: واعلم ان هٰذه الرواية دالة علی ان المناظرة فی تقرير الدين وازالة الشبهات حرفة الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام یعنی جان لو کہ یہ روایت دلالت کر رہی ہے کہ احقاق دین اور ازالۂ شبہات کے لیے مناظرہ کرنا طریقۂ انبیاء ہے۔

(ب) مباہلہ قطعی امور پر ہو سکتا ہے نہ کہ ظنیات پر۔ قطعی امور مدار کفر و ایمان ہوا کرتے ہیں۔ ظنیات پر کفر و ایمان کا دار و مدار نہیں ہوتا۔ لہٰذا اگر مباہلہ ہوگا تو کفریات دیوبندیہ وہابیہ پر ہی ہوگا کہ دیوبندیوں نے جو شان رسالت میں گستاخیاں کی ہیں وہ ہمارے نزدیک قطعاً کفر ہیں۔

خط لکھتے لکھتے شوق نے دفتر کیے رواں + افراط اشتیاق نے آخر بڑھائی بات

یہاں یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ امیر علی نے جو خود ساختہ تجاویز پیش کی ہیں چونکہ دیوبندی مسلک کے لوگ انہیں خوب اچھال رہے ہیں اور شائع کر کے خوب تقسیم کر رہے ہیں اسلیے میں مسلک دیوبند کے ارباب علم و دانش سے یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہوں کہ کسی قبر سے اچھی یا بری آواز کا آنا۔ اور کسی قبر سے خوشبو یا بدبو کا پھیلنا کیا حق و باطل کو پہچاننے کا معیار ہے؟ (حالانکہ مباہلہ کے وقت آپ لوگوں کو پتہ چل جائے گا کہ کس کی قبر سے خوشبو پھیلتی ہے اور کہاں سے بدبو۔ اسی طرح اچھی اور بری آوازوں کا بھی پتہ چل جائے گا اس وقت انشاء اللہ یہ ساری خوش خیالیاں آپ لوگ بھول جائیں گے) اور امیر علی صاحب! آپ بھی جواب دیں ساتھ ہی اس سوال کا جواب بھی مرحمت فرمائیں۔ اور اگر آپ سے جواب ممکن نہ ہو تو ہم

اپنے اکابر دیوبند سے پوچھ لیں کہ یہ کس طرح آپ کو معلوم ہوا کہ قبروں پر حق و باطل کا اظہار ایسی ہی اوپری آوازوں اور خوشبو و بدبو کے ذریعہ ہی ہوگا؟ کیا اللہ تعالیٰ آپ کی بات کو پورا کرنے کا پابند ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کسی اور طریقے سے اظہار حق و باطل نہیں کر سکتا؟ آخر یہ کیوں ضروری ہے کہ حق و باطل کا اظہار اسی طرح ہو جیسے آپ چاہتے ہیں؟ کیا غیبی امور آئندہ کے پیش آنے والے واقعات کا پیشگی علم آپ کے پاس ہے؟ آخر آپ کا ذریعہ علم کیا ہے؟ آخر اسے ہم آپ کا دعویٰ غیب دانی سمجھیں یا خاموش ادعائے نبوت سمجھیں یا کیا سمجھیں؟ "مری تقریر طبع یار کو بے چین کرتی ہے" بسبب کیا ہے جبھی کہتا ہوں جو دل پر گزرتی ہے۔ حق و باطل کے اظہار کے لیے جو معیار آپ نے مقرر کیا ہے اسی معیار کو پیش نظر رکھتے ہوئے اگر کوئی آپ سے یہ کہے کہ امیر علی صاحب! آپ کے پیشوا اور مسلک دیوبند کے عظیم مبلغ مولوی غلام اللہ خاں صاحب راولپنڈی والے کے انتقال پر ان کے چہرے کا دیدار کیوں نہیں کرایا گیا جبکہ ہزاروں افراد دیدار کی تمنا لے کر آئے تھے لیکن انہیں مایوس ہونا پڑا اور یہ عذر کیا گیا کہ "طبی وجوہ کی بنا پر حضرت کا چہرہ نہیں دکھلایا جا سکتا ہے" اور آپ یہ نہ سمجھیں کہ کوئی ڈھکی چھپی بات ہے، یہ بات تو ملک کے قومی اخبارات میں شائع ہو چکی ہے ورنہ تو کسی کو اس کی ہوا بھی نہیں لگتی۔ اب کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مولوی غلام اللہ صاحب جب طبعی موت مرے ہیں اور کسی جلنے دینے جیسا کوئی حادثہ پیش نہیں آیا، تو پھر دیدار نہ کرانے کی وجہ صرف یہی سمجھ میں آتی ہے کہ معاذ اللہ ان کا چہرہ بوقت موت مسخ ہو گیا تھا اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ وہ اپنی تقریروں میں توحید کی آڑ میں انبیاء کرام و اولیاء عظام کی شان میں علی الاعلان گستاخیاں کرنے کے عادی تھے۔ اسی لیے ان کا چہرہ مسخ ہو گیا ہوگا تو بتائیے اس موقع پر آپ کیا کہیں گے؟ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا مسلک باطل تھا۔ بڑے بڑے فاسق و فاجر دنیا سے جاتے ہیں لوگ ان کا چہرہ دیکھتے ہیں۔ وہ تو عالم تھے ان کے چہرے پر تو نورانیت اور شگفتگی ہونی چاہیے تھی۔ ڈاکٹر اقبال ایک مومن کی موت کا نقشہ اس طرح کھینچتے ہیں:

نشانِ مردِ مومن با تو گویم　　چوں مرگ آید تبسم بر لب اوست

اس موقع پر سوچیں اس کے سوا اور کچھ نہیں کہتا ہے کہ ـــ چھپا رکھا تھا جس کو مدتوں

سے دل میں اسے اُتر ۔ بہرحال افسوس وہ شرح و بیان تک بات جا پہنچی۔ میں عرض یہ کر رہا تھا کہ اظہار حق و باطل کے بارے میں جو معیار امیر علی نے مقرر کیا ہے اس کے پیش نظر تو کوئی یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ قرب قیامت میں جب دجّال ظاہر ہوگا اور اس سے عجیب اور خارق عادت امور کا ظہور ہوگا۔ مثلاً بارش برسانا، مردے زندہ کرنا، قحط سالی لانا، جنت و نار دکھلانا، زمین کے خزانوں کا اس کی آواز پر ظاہر ہونا، پھر ان خزانوں کا اس کے پیچھے چلنا۔ تو کیا ان اُمور کو دیکھ کر یہ کہنا صحیح ہوگا کہ دجال اور اس کے ماننے والے اہل حق اور سچے ہیں اور اس کو نہ ماننے والے جھوٹے اور باطل پر ہیں؟

امیر علی قریشی کو میرا مشورہ: میں امیر علی قریشی کی توجہ اس اہم نکتے کی طرف بھی مبذول کرانا چاہوں گا کہ مولانا شاہ احمد نورانی اور اُن کے ہم مسلک لوگوں کو کسی کی قبر پر لے جانے سے پہلے اپنے مسلکِ دیوبند کے مفتیان و اکابر علماء سے مندرجہ ذیل مسائل میں فتویٰ بھی اُنھوں نے حاصل کر لیا ہے؟ اگر فتویٰ حاصل نہیں کیا ہے تو میں انھیں مخلصانہ مشورہ دوں گا کہ پہلے اُن سے فتویٰ ضرور حاصل کر لیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے ہم مسلک و اکابر دیوبند آپ کو عین موقع پر دغا دے جائیں، آپ کا ساتھ چھوڑ دیں، آپ ہی پر کفر و شرک و حرام کا فتویٰ لگا دیں۔ وہ مسائل یہ ہیں:

الف: بزرگوں یا کسی کی قبر پر خاص ارادہ کر کے سفر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

ب: بزرگانِ دین و صاحب قبور اپنی قبروں میں زندہ ہیں یا مردہ؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ مر کے مٹی میں مل گئے ہوں؟

ج: اہل قبور حق و باطل کے اظہار کے سلسلہ میں کسی قسم کا تصرف کر سکتے ہیں اور قادر ہیں؟

د: حق و باطل کا اظہار جب اہل قبور تلاوت قرآن و ذکر سے کریں گے تو یہ ان کی طرف سے مدد ہوگی تو کیا اہل قبور سے امداد برحق ہے؟

ھ: جو حق پر ثابت ہوگا گویا اُسے قبر والوں سے نفع پہنچیگا اور جو جھوٹے ثابت ہونگے گویا انھیں اہل قبور سے ضرور نقصان پہنچے گا۔ تو کیا اہل قبور کسی کو نفع و نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ یا اُن سے کوئی نفع و نقصان ملتا ہے؟

و: اور پھر اہل قبور کو کیا علم بھی ہوگا کہ کچھ لوگ ہماری قبر پر حق و باطل کا اظہار کرانے (مدد چاہنے) کے لیے آئے ہیں۔

مجھے یقین ہے کہ جب مندرجہ بالا سوالات علماء دیوبند سے پوچھیں گے تو ان کا جواب سن کر آپ کا سارا نشہ ہرن ہو جائے گا۔ اور اس وقت آپ یہ کہتے ہوئے وہاں سے چلے جائیں گے۔ دل کے پھپھولے جل گئے سینے کے داغ سے + اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے — میں آپ کو فتویٰ حاصل کرنے کا مشورہ اس لیے دے رہا ہوں کہ آپ تو اُن کو علماء دیوبند کی حمایت و وکالت میں اُچھل کود رہے ہیں اور اس بات سے بے خبر ہیں کہ "علماء دیوبند کا پورا مسلک تضادات کا مجموعہ ہے" شاید آپ نے کوئی کتاب اُن کی ایسی دیکھ لی ہوگی جس سے آپ یہ سمجھ بیٹھے ہوں کہ عرس و فاتحہ میلاد، بزرگوں سے توسل و استمداد، قبروں پر حاضری، عرس میں شرکت، بزرگوں کے تصرف و اختیارات، ان کے علوم غیبیہ و انکشافات باطنی، دلوں کے وساوس پر مطلع ہو جانا۔ وغیرہ وغیرہ عقائد و نظریات کے علماء دیوبند قائل ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ آپ کو ان کی کتابوں سے ایسا دھوکہ لگا ہو۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی مجھ سے سن لیجیے کہ علماء دیوبند مذکورہ بالا مسائل میں بالکل ان مسائل کے برعکس بھی ایک نظریہ رکھتے ہیں۔ گویا ہر مسئلہ اختلافی میں وہ لوگ دو رُخے، دو عقیدہ (شرک و کفر کا بھی اور ایمان کا بھی۔ حلال و نا جائز بھی اور حرام و نا جائز بھی) کے پابند ملیں گے۔ اور یہی ان کے مسلک کا سب سے بڑا تضاد ہے۔ اگر آپ کو میری باتوں پر یقین نہ آئے تو میں آپ کی رہنمائی علماء دیوبند کی مندرجہ ذیل کتابوں کی طرف کرتا ہوں آپ ان کا بغور مطالعہ فرمائیں انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو میرے اس دعویٰ کی صداقت کا یقین ہو جائے گا۔ مندرجہ بالا مسائل کے بارے میں علماء دیوبند کی حمایت و وکالت دیکھنا چاہتے ہیں تو آپ "تذکرۃ الرشید۔ ارواح ثلٰثہ۔ نشر الطیب اشرف السوانح۔ الامداد۔ شیخ الاسلام نمبر۔ امداد المشتاق۔ مرثیہ گنگوہی۔ صراط مستقیم۔ قصائد قاسمی کا مطالعہ فرمائیں۔ اور ان مسائل میں علماء دیوبند کا مخالفانہ طرز عمل دیکھنا چاہتے ہوں۔ تو پھر حفظ الایمان، تحذیر الناس۔ براہین قاطعہ، صراط مستقیم۔ فتاویٰ رشیدیہ۔ تقویت الایمان۔ بلغۃ الحیران۔ جواہر القرآن وغیرہ کتب کا مطالعہ میرے دعویٰ کی صداقت کے لیے بہت کافی ہوگا۔ اور اگر اتنی کتابوں کا مطالعہ دشوار ہو تو ایک طرف تقویت الایمان یا فتاویٰ رشیدیہ کا مطالعہ کریں۔ دوسری طرف المہند یعنی عقائد علمائے دیوبند کا مطالعہ کریں تو بھی بہت کافی ہوگا۔ آپ حیران ہوں گے کہ ایک مسئلہ میں بیک وقت

دو رائے کس طرح رکھی جا سکتی ہیں تو میں کہوں گا کہ علمائے دیوبند کا یہی وہ خاص فن ہے جس کی گہرائی تک پہنچنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں۔ علماء دیوبند کے مسلک کا تضاد اس شعر کا مصداق ہے ؎

جیسا موسم ہے مطابق اس کے میں دیوانہ ہوں   مارچ میں بلبل ہوں میں جولائی میں پروانہ ہوں

ہاں تو امیر علی صاحب! فتویٰ حاصل کرنے کا مشورہ میں اس لیے دے رہا ہوں کہ آپ تو نورانی صاحب اور ان کے ہم مسلک لوگوں کو لے کر قبر پہ جائیں اُدھر علمائے دیوبند اپنی کتابیں تقویت الایمان۔ فتاویٰ رشیدیہ۔ بہشتی زیور لے کر آجائیں اور الٹا کفر و شرک کا گولہ کہیں آپ ہی پر داغ نہ دیں کہ امیر علی صاحب! تم قبروں پر کیا لینے آئے ہو؟ غیر اللہ سے تمھیں کیا ملے گا؟ کیا تمھیں پتہ نہیں کہ یہ اہل قبور مر کے مٹی میں مل چکے ہیں؟ کیا تم نہیں جانتے کہ یہ غیب داں نہیں کہ منوں مٹی کے نیچے سے تمھیں دیکھ لیں گے اور تمھارے دلی مقاصد پر مطلع ہو جائیں؟ تمھیں پتہ نہیں کہ خدا نے انھیں کیا عاجز و بے اختیار بنایا ہے۔ انھیں تصرف کرنے مدد کرنے کی قدرت نہیں دی بلکہ یہ اہل قبور تو اپنی جان کے نفع و نقصان کے مالک نہیں تمھیں کیا نفع و نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ اور پھر جب تک یہ زندہ رہے انھیں اپنے انجام اور دوسروں کے انجام تک کا تو پتہ نہیں تھا تو اب مرنے کے بعد تمھارے حق و باطل کا فیصلہ یہ کس طرح کر سکتے ہیں؟ کیا تمھیں پتہ نہیں کہ علمائے دیوبند نے رسول خدا کے لیے دیوار کے پیچھے کا علم نہیں مانا تو یہ مٹی کے ڈھیر کے نیچے سے تمھارے بارے میں کچھ کیونکر جان سکیں گے؟ اور امیر علی! تم تو بالکل ہی اپنے دیوبندی عقیدے سے غافل ہو بھلا بتاؤ تو! تم لوگوں کو بارگاہ رسالت مآب میں لا کر حضور کے سامنے یہ کفر و شرک کیوں پھیلا رہے ہو۔ جب ہمارے علماء دیوبند نے حضور کی زندگی دنیوی میں ان کا علم غیب نہیں مانا بلکہ ان کے لیے دیوار کے پیچھے کا علم تک نہ مانا تو اب بھلا حضور اتنے حجاب میں رہتے ہوئے تمھیں کس طرح دیکھیں گے؟ تمھارے سلام کا جواب کس طرح دیں گے؟ جبکہ ہمارے علمائے دیوبند اپنی کتاب میں حضور علیہ السلام صاحب کے لیے "مر کے مٹی میں ملنے والا" پہلے ہی لکھ چکے ہیں ہاں اگر تم ہمارا دیوبندیو کا مشورہ مانو تو ابلیس یعنی شیطان کے پاس یہ مقدمہ لے کر جاؤ کیونکہ اس کا علم حضور علیہ السلام کے علم سے زیادہ ہے اس کی وسعت علمی پر نصوص قطعیہ و قرآن و حدیث کے

دلائل موجود ہیں جبکہ حضور کی وسعت علمی پر کوئی نص قطعی نہیں بلکہ شرک ہے شیطان کو تو تمام روئے زمین کا علم ہے حضور علیہ السلام کو کب روئے زمین کا علم حاصل ہے؟ بلکہ ان کے لیے روئے زمین کا علم ماننا بھی شرک ہے تو شیطان ہی فیصلہ کرے گا۔ اور تم ڈرو نہیں امیر علی صاحب چونکہ ہمارے اور تمہارے اکابرین علمائے دیوبند نے شیطان کے لیے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ علم مانا ہے اور اس کی تعریف کی ہے لہٰذا گمان اغلب یہی ہے کہ شیطان کا فیصلہ ہم علماء دیوبند کے حق میں ہی ہوگا کیونکہ وہ ہم لوگوں سے بہت خوش ہے ہم نے اور ہمارے (وہابی دیوبندی) اکابر نے انبیاء اولیاء کی بہت توہین کی ہے جس کے سبب شیطان کے مشن کو بہت تقویت ملی ہے پھر ہمارا تمہارا ساتھ کیوں نہیں دے گا؟ جاؤ تو سہی؟

کہیے امیر علی صاحب! کیسی رہی؟ میرا کہنا مانیں تو علمائے دیوبند کی حمایت و وکالت چھوڑیں اور خادم ہی بننا ہے تو اپنے جد امجد حضرت خواجہ غوث بہاؤالحق ذکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک حقہ کے خادم بن جائیں اور ان کے غلاموں کے خادم بنیں۔ کوئی اپنے دشمنوں کا بھی خادم بنتا ہے؟

فیصلہ تو ہو گیا: امیر علی صاحب! خواہ مخواہ آپ نے اتنا بڑا ہنگامہ کھڑا کیا ہوا ہے۔ اور دعوت مباہلہ کی کاپیاں چھپوا کر اپنے دیوبندی بھائیوں کا پیسہ آپ ضائع کرا رہے ہیں۔ فیصلہ تو خود آپ نے کر دیا ہے۔ اور آپ نے تسلیم کر لیا ہے کہ بریلوی حق پر ہیں۔ دیکھیے آپ نے "دعوت مباہلہ" نامی کتابچہ کے آخری صفحہ پر لکھا ہے کہ:

اب فقیر مندرجہ ذیل باتیں چاہتا ہے:

۱۔ ہم ان کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ یہ بھی مسلک دیوبند کو کافر کہنا بند کر دے اور توبہ نامہ شائع کرے ۲۔ وہ مباہلہ کرے"

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

سوال یہ ہے کہ بریلوی تو ہمیشہ سے اپنے آپ کو مسلمان ہی سمجھتے ہیں۔ اصل میں تو آپ کو سمجھنا تھا اور وہ آپ نے سمجھ لیا۔ اب اس صورت میں دعوت مباہلہ دینا اور اس پر اصرار کرنا کیا بالکل بے معنی اور لغو نہیں ہے؟ **والفضل ما شهدت به الاعداء**

باقی رہا آپ کا یہ مطالبہ کہ بریلوی مسلک والے دیوبندی مسلک والوں کو کافر نہ کہیں۔

اس سلسلے میں آپ غالباً کچھ مغالطے میں ہیں۔ بریلوی حضرات کسی مسلمان کو ہرگز کافر نہیں کہتے جو کچھ بریلوی کہتے ہیں وہ یہ ہے:

جن اکابر دیوبند نے حضور نبی کریم علیہ السلام کی شان رفیع میں بے ادبیاں کی ہیں اور شدید گستاخانہ کلمات کہے ہیں اور توبہ تک کی زحمت گوارا نہیں کی بلکہ توہین رسالت کے ارتکاب پر آخر تک قائم رہے ان کے متعلق حکم قرآنی (لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيْمَانِكُمْ۔ تم بہانے نہ بناؤ تم ایمان لانے کے بعد رسول کی گستاخی کرکے) کافر ہوگئے۔ لَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ یعنی بے شک انھوں نے کفر کا کلمہ کہا اور اسلام لانے کے بعد کلمہ کفر یہ کہہ کر) کافر ہوگئے) بہت واضح ہے۔ بریلویوں کا اگر کوئی جرم (آپ کے گمان کے مطابق) ہے تو صرف یہ کہ وہ اس قرآنی فیصلے کو مانتے ہیں۔ اسی طرح جو لوگ یہ جانتے ہوئے کہ فلاں فلاں حضرات نے رسول کی توہین کی ہے) بھی انھیں اپنا مقتدا اور پیشوا سمجھتے ہیں اور گستاخوں سے نیز گستاخانہ عبارتوں سے بیزاری ظاہر نہیں کرتے ان کے لیے بھی وہی حکم قرآنی ہے۔ رہے وہ لوگ جو انھیں کسی حسن ظن کی بناء پر اپنا پیشوا اور عالم دین سمجھتے ہیں اور ان بے چاروں کو یہ پتہ تک نہیں کہ یہ رسول کے گستاخ ہیں وہ بریلویوں کے نزدیک مسلمان ہیں ان بے چاروں کو کوئی کافر نہیں کہتا۔ اس مقام پر پہنچ کر یہ سوال پیدا ہونا فطری بات ہے کہ اکابر دیوبند نے وہ کون سی گستاخیاں کی ہیں جن کی بناء پر ان پر توہین رسالت کا الزام عائد کیا جاتا ہے۔ تو لیجیے بارگاہ رسالت میں ان کی گستاخیوں کے چند نمونے حوالوں کے ساتھ پیش کیے دیتا ہوں۔ اگرچہ میرا قلم ان عبارتوں کو نقل کرتے ہوئے کانپ رہا ہے مگر حجت تمام کرنا ضروری ہے۔ ان گستاخانہ عبارتوں اور ملعون کلمات کو پڑھ کر آپ کی ایمانی آگ جو سرد پڑ چکی ہے۔ شاید ان میں کوئی چنگاری موجود ہو اور رحمت خداوندی سے وہی چنگاری پھر سے حرارت ایمانی بخش دے۔ خدا کی رحمت سے کچھ بعید نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے آمین۔

دیوبندی عقائد کے چند نمونے

عقیدہ ۱ غیب کی باتوں کا ایسا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے

ایسا علم زید عمرو، بچوں اور پاگلوں کو بلکہ تمام جانوروں کو حاصل ہے حضور کی کوئی تخصیص نہیں۔"
حوالہ کے لیے دیکھیے کتاب (حفظ الایمان مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی ص۸ شائع کتب خانہ اشرفیہ کمپنی
دیوبند) عقیدہ ۲ "حضور نبی کریم علیہ السلام کو آخری نبی سمجھنا عوام کا خیال ہے اہل علم کا نہیں۔" (تحذیر الناس
ص۳ مصنفہ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی شائع کردہ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند) عقیدہ ۳ "حضور
نبی کریم علیہ السلام کے بعد کوئی نبی پیدا ہو جائے تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔"
(تحذیر الناس ص۲۵) عقیدہ ۴ "شیطان و ملک الموت کو تمام روئے زمین کا علم ہے اور حضور علیہ السلام
کے علم سے زیادہ ہے" (براہین قاطعہ ص۵۱ مصنفہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی شائع کردہ کتب خانہ امدادیہ
دیوبند) عقیدہ ۵ "نماز میں حضور علیہ السلام کا خیال گدھے اور بیل کے خیال میں ڈوبنے سے برا
ہے۔" (صراط مستقیم ص۸۶ مصنفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی شائع کردہ کتب خانہ اشرفیہ راشد کمپنی دیوبند)
عقیدہ ۶ "ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔" (تقویت الایمان
ص۱۳ مصنفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی شائع کردہ کتب خانہ اشرفیہ راشد کمپنی دیوبند) عقیدہ ۷
"حضور علیہ السلام کو نہ کچھ قدرت ہے نہ کچھ غیب دانی ان کی قدرت کا حال تو یہ ہے کہ وہ اپنی
جان تک کے نفع و نقصان کے مالک نہیں۔" (تقویۃ الایمان ص۱۱) عقیدہ ۸ "اللہ تعالیٰ
جو کچھ معاملہ اپنے بندوں سے کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر خواہ آخرت میں اس کی حقیقت کسی
کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسروں کا" (تقویت الایمان ص۲۲) عقیدہ ۹
"جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔" (تقویت الایمان ص۴۱) عقیدہ ۱۰ "سب
انبیاء و اولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں" (تقویت الایمان ص۴۶)
عقیدہ ۱۱ "حضور علیہ السلام کی تعظیم بڑے بھائی کی سی کیجیے" (تقویت الایمان ص۵۲)
عقیدہ ۱۲ "حضور علیہ السلام پر افترا لگایا گیا کہ گویا آپ نے فرمایا میں بھی ایک دن مر کر
مٹی میں ملنے والا ہوں" (تقویت الایمان ص۵۲) عقیدہ ۱۳ "حضور علیہ السلام کا یوم میلاد
منانا کنھیا کے جنم دن منانے کی طرح ہے" (براہین قاطعہ ص۱۵۲)

امیر علی صاحب! دیوبندی حضور علیہ السلام کے لیے اردو زبان کا علم دیوبند کے علماء
سے آنا بتاتے ہیں (براہین قاطعہ ص۲۶) بلغۃ الحیران نامی کتاب میں حضور علیہ السلام کا گرنا لکھا
اور اپنے لیے لکھا کہ میں نے انہیں گرنے سے روکا۔ "رسول کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں"
(براہین قاطعہ ص۵۵) "رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا" (تقویت الایمان ص۵۱)

کہاں تک میں ان علمائے دیوبند کی کفریات نقل کروں؟ آپ خود ہی فیصلہ کرلیں کہ کیا ان عقائد کے حامل افراد مسلمان کہلانے کے حقدار ہیں؟

ضروری وضاحت میں نے طوالت سے بچنے کے لیے ان کفری عبارتوں کے اقتباسات درج کیے ہیں مکمل مضمون ان کتابوں میں دیکھا جاسکتا ہے۔

مولوی مرتضیٰ الحسن دیوبندی کا فیصلہ: "اگر خاں صاحب (مولانا احمد رضا خانصاحب) کے نزدیک بعض علمائے دیوبند واقعی ایسے ہی تھے، جیسا کہ انھوں نے انھیں سمجھا تو خانصاحب (مولانا احمد رضا خانصاحب) پر ان (علماء دیوبند) کی تکفیر فرض تھی۔ اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو وہ خود کافر ہو جاتے۔ . . . کیونکہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے"

(اشد العذاب ص۱۳، ص۱۲ شائع کردہ دار العلوم دیوبند مطبع مجتبائی دہلی)

آخری اور فیصلہ کن بات

میں ملک اور ملت اسلامیہ کے عظیم تر مفاد میں اور امیر علی اور ان کی پشت پناہی کرنے والے دیوبندی وہابی حضرات کو مشورہ دوں گا وہ کسی پر کیچڑ نہ اچھالیں، فرقہ واریت کی آگ کو نہ بھڑکائیں، ملک کے حالات اس بات کی اجازت نہیں دیتے نہ ہی ملک اس کا متحمل ہو سکتا ہے۔ میں نے یہ چند سطور بھی عوام کے ذہن کو صاف کرنے کے لیے لکھے ہیں ورنہ مجھے اس بات کی خوشی نہیں کہ زبان بازیوں میں بھی حصہ لوں یہ میرا مشورہ ہے لیکن آپ لوگ اگر میرے اس مخلصانہ مشورہ کی قدر نہیں کرتے اور مباہلہ کرنے پر ہی آپ کا اصرار ہے تو سنیے ہم مباہلہ کے لیے تیار ہیں" لیکن

۱۔ مباہلہ سے پہلے مناظرہ ضرور ہوگا جس میں فریقین دلائل شریعت سے اپنا اپنا نقطۂ نظر پیش کریں گے۔ ۲۔ فریقین کے درمیان مناظرہ علانیہ ہوگا۔ موضوع مناظرہ "کفریات علمائے دیوبند" ترتیب وار ہوں گے جن کا بیان اوپر گزر گیا ہے۔ بریلوی لوگ ان عبارتوں کو کفریہ اور دیوبندی لوگ انھیں غیر کفری ثابت کریں گے اور علماء دیوبند کو ثابت کرنا ہوگا کہ ان پر توہین رسالت کا الزام غلط ہے اور وہ عبارات گستاخانہ نہیں۔ ۳: مناظرہ تحریری و تقریری دونوں ہوگا یعنی ہر مناظر اپنا اپنا تحریری بیان اپنے اور گواہوں کے دستخط و مہر سے مزین کرے گا پھر اسے بآواز بلند پڑھ کر فریق ثانی کے حوالے کرے گا۔ ہر مناظرہ کے تقریری بیانات مکمل ٹیپ

کیے جائیں گے۔ ۴۔ مناظرہ میں غیر جانبدار اہل علم و دانش حضرات بطور منصف اور جج
اپنے فرائض انجام دیں گے اور مناظرہ کے اختتام پر کسی قسم کا اعلان ہار اور جیت سے متعلق
کرنے کے مجاز صرف وہی ہوں گے ۵۔ ہر فریق کے منتظمین اپنی جماعت اور اپنے عوام کی
جانب سے امن و امان برقرار رکھیں گے یہ ان کی ذمہ داری ہوگی۔ ۶۔ مناظرہ کے باقی
شرائط اس وقت طے ہوں گے جب آپ لوگ مناظرہ کرنے کے لیے باقاعدہ اعلان کریں گے
کہ ہم تیار ہیں۔ **بالفرض** اگر کسی وجہ سے مناظرہ سے بھی بات نہیں بنتی ہے اور فیصلہ کے
لیے مباہلہ ہی ضروری ہوتا ہے تو پھر ہم آپ سے مباہلہ بھی کریں گے لیکن مباہلہ **الف** پاکستان
میں کیجیے تاکہ یہاں کے سنی دیوبندی عوام بھی دیکھیں۔ **ب**۔ مباہلہ کا موضوع بھی یہی ہوگا
کہ "اے اللہ ہم دیوبندیوں اور ان کے فلاں فلاں اکابر پر توہین رسالت کا الزام لگانے
میں اگر بریلوی سچے ہیں تو ان کی حقانیت کو ظاہر فرما اور اگر ہم لوگ سچے ہیں یعنی نہ ہم نے
نہ ہمارے فلاں فلاں اکابر نے توہین رسالت کیا ہے بلکہ اس معاملے میں بے قصور ہیں
تو ہماری حقانیت ظاہر فرما۔ اے اللہ توہین رسالت کے مجرموں اور ان کے متبعین پر اپنا
عذاب نازل فرما۔ ان پر اپنی لعنت بھیج" ج۔ مباہلہ کرنے کے لیے دو جماعتوں میں
سے جو حضرات بھی منتخب ہوں گے ان کے متعلق ان کی جماعت کے اکابر علماء اور مفتیوں
کو اپنا تحریری وکالت نامہ فریق ثانی کے حوالے کرنا ہوگا کہ فلاں شخص ہماری جماعت کا نمائندہ
ہے اس کی ہار و جیت ہماری ہار و جیت ہوگی۔

مولانا شاہ احمد نورانی کا اعلان

امیر علی جس مکتبۂ فکر یعنی دیوبندی مسلک
کی نمائندگی کر رہا ہے اس مسلک کے
اکابر علماء و مفتیان لکھ کر دیں کہ امیر علی ہمارا نمائندہ ہے اس کی ہار ہماری ہار، اس کی جیت ہماری
جیت ہوگی تو میں مقابلے کے لیے تیار ہوں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہٖ
وصحبہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

خاکپائے
محمد شمیم الحسن قادری رضوی غفرلہ خطیب جامع مسجد سنی
مورخہ ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ بروز جان افروز جمعہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینہ حق و باطل

سبب تالیف

کانگریس کے گڑھ وہابیت کے مرکز مدرسہ دیوبند کے احراری۔ کانگریسی تنظیمی۔ جماعتی۔ مودودی وغیرہ وہابی مولوی نہ صرف یہ کہ نظریۂ پاکستان کے بدترین دشمن ہیں بلکہ جمہور مسلمانان اہل سنت و جماعت کے پاکیزہ عقائد و معمولات کو شرک و بدعت اور مسلمانان اہل سنت و جماعت کو مشرک و بدعتی قرار دیتے ہیں چنانچہ حال ہی میں کسی مولوی ایمان الدین قاسمی دیوبندی وہابی کی طرف سے "بریلی کا نیا دین" نامی کتاب منظر عام پر آئی ہے۔ جس میں اہل سنت و جماعت کے عقائد و معمولات کو نہایت غلط انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ بلکہ حضور اقدس نبی اکرم رسول محترم نور مجسم واقف اسرار لوح و قلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عالم غیب، حاضر و ناظر، نور مجسم مختار کل ماننے والوں، صلوٰۃ و سلام پڑھنے والوں، عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منانے والوں، گیارہویں شریف، تیجہ، دسواں، بیسواں، چہلم و عرس شریف کرنے والوں کو مشرک و بدعتی قرار دیا گیا ہے۔ ہم کسی دوسری فرصت میں جامعیت کے ساتھ بریلی کا نیا دین کے الزامات و افترات کے مدلل و مفصل جوابات کی طرف متوجہ ہوں گے اور جملہ اعتراضات کا تسلی بخش جواب عرض کریں گے۔ بسردست ہم مخالفین اہل سنت کے ذمہ دار اکابر علماء کی مستند کتب و رسائل سے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ یہ حضرات جن عقائد و معمولات کا باعث اہل سنت و جماعت کو مشرک و بدعتی

قرار دیتے ہیں وہ تمام باتیں اپنے بزرگوں اور پیشواؤں میں مانتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اہل سنت وجماعت تو اپنے پیارے انبیاء ومرسلین علیہم السلام بزرگان دین اولیائے کاملین قدست اسرارہم کے فضائل و کمالات پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ حضرات اپنے مولویوں میں وہ سب فضائل و کمالات مانتے ہیں جن کے باعث ایک سنی مسلمان معاذ اللہ شرک وبدعتی قرار پاتا ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ ؎

یوں نظر دوڑے برچھی تان کر
اپنے بیگانے ذرا پہچان کر

یہ حضرات اپنے زعم باطل میں جو عیب اہل سنت وجماعت میں تلاش کرتے ہیں اور مشرک وبدعتی قرار دینے کی راہ نکالتے ہیں وہی عیب ان کے اپنے ذمہ دار اکابر علماء میں ہے۔ لہذا ہمارا پر خلوص مشورہ یہی ہے کہ ؎

دوسروں کے عیب بیشک ڈھونڈتا ہے رات دن
چشم عبرت سے کبھی اپنی سیہ کاری بھی دیکھ

اہل باطل سے رہیں سنی مسلماں ہوشیار

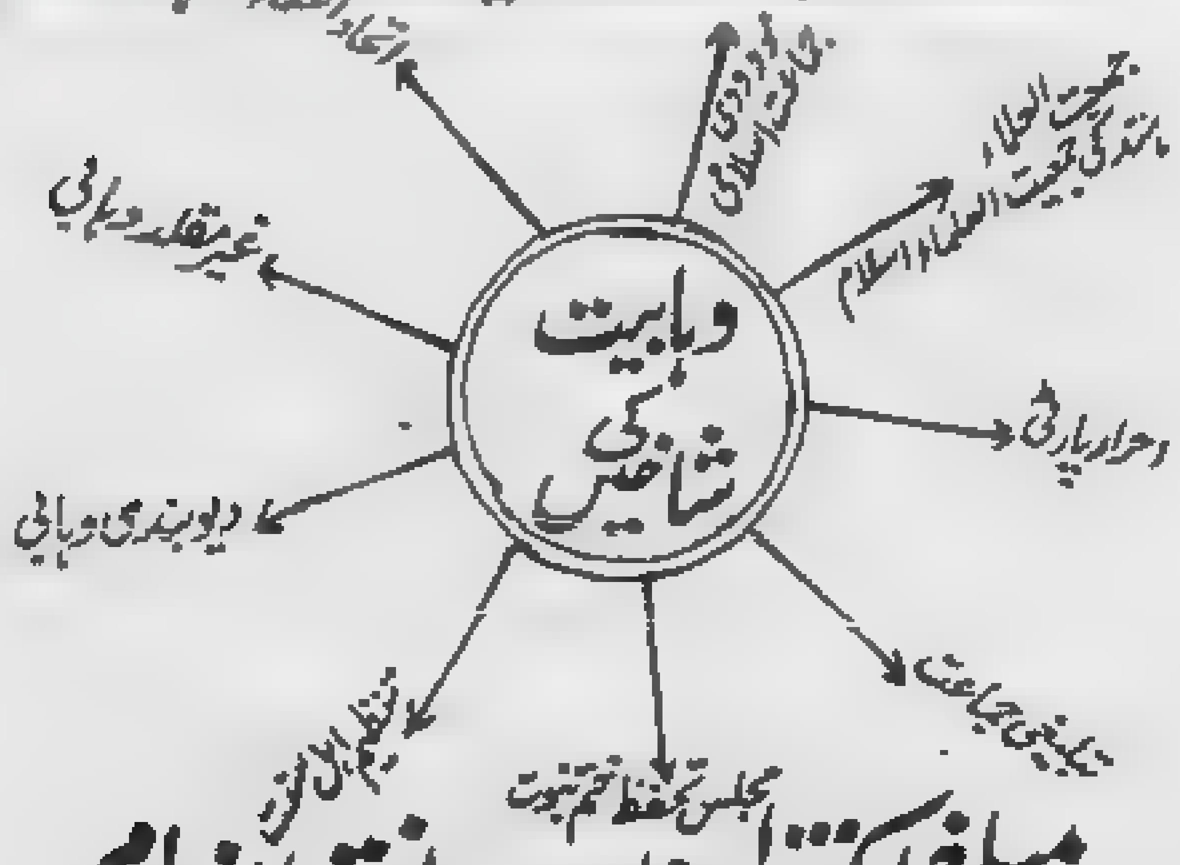
وہابیت کی شاخیں
اتحاد العلماء
مودودی جماعت اسلامی
جمعیت العلماء ہند کی جمعیت العلماء اسلام
احرار پارٹی
تبلیغی جماعت
مجلس تحفظ ختم نبوت
تنظیم اہل سنت
دیوبندی وہابی
غیر مقلد وہابی

مبلغ ایک ہزار روپیہ نقد انعام

ہر اس شخص کو دیا جائے گا جو مندرجہ ذیل حوالجات غلط ثابت کرے۔

رحمۃ للعالمین صفت خاصہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نہیں

لفظ رحمۃ للعالمین صفت خاصہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نہیں ہے۔ (فتاوی رشیدیہ ص۹۶ از مولوی رشید احمد گنگوہی۔)

مفتی محمد حسن دیوبندی رحمۃ للعالمین ہیں

مفتی محمد حسن اشرفی مشہور دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی کے خلیفہ اعظم تھے ان کے انتقال پر ایبٹ آباد کے دیوبندی، مہتمم مدرسہ مرثیہ خواں ہیں۔

”آج نماز جمعہ پر یہ خبر جانکاہ سن کر دل حزیں پر بیحد چوٹ لگی کہ رحمۃ للعالمین (مفتی محمد حسن اشرفی) دنیا سے سفر آخرت فرما گئے ہیں۔“ (تذکرۂ حسن بحوالہ ”تجلی دیوبند و نوری کرن“ فروری ۱۹۶۲ء)

ختم نبوت کا انکار

عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے۔ کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخیر زمانی میں کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں وَلٰكِن رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے.... اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ (تحذیر الناس ص۳، ۲۵۔ از مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند۔)

نبوت کے لئے دیوبندیوں اور مرزائیوں میں خانہ جنگی

دیوبندیوں کے شیخ التفسیر مولوی احمد علی صاحب لاہوری رقم طراز ہیں "مرزا غلام احمد قادیانی اصل میں تو نبی ہی تھے لیکن میں نے ان کی نبوت کشید کر لی اور یہ نبوت اب مجھے وحی کی منفعتوں سے نواز رہی ہے۔ (تجلی دیوبند جنوری ۱۹۵۷ء)

پیغمبرانہ صحبت

کاش ہم حرماں نصیب حضرت قطب الاقطاب (مولوی احمد علی لاہوری) کی پیغمبرانہ صحبت سے مستفید ہوتے۔ (خدام الدین لاہور ۲۰ اپریل ۱۹۶۲ء ص۵)

رخ علامہ احمد علی کی ہر تجلی میں   نبوت کے سراج علم تنویر دیکھی تھی

(خدام الدین لاہور ۲۴ مئی ۱۹۶۲ء)

دیوبندیوں کا کلمہ و درود اور تھانوی صاحب کا اعلان نبوت و رسالت

دیوبندیوں وہابیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کے ایک مرید نے پہلے خواب پھر بیداری میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اشرف علی رَّسُوْلُ اللّٰہ پڑھا اور پھر عین بیداری و ہوشیاری کی حالت میں درود شریف یوں پڑھا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَمَوْلَانَا اشرف علی اس پر بجائے توبہ کی تلقین کے تھانوی صاحب نے تسلی دی کہ تم جس کی طرف رجوع کرتے ہو وہ متبع سنت ہے۔ (رسالہ الامداد صفر المظفر ۱۳۳۶ھ ص۳۵ از مولوی اشرف علی تھانوی)

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور ہونے کا انکار

اگر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کا نور ہیں تو خدا کا نور ٹکڑے ہو گیا اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدا کا جزو بن گئے اور حضور میں خدائی آ گئی۔ یہ عقیدہ عیسائیوں کے عقیدہ کے مشابہ ہے (عامہ کتب دیوبندیہ و فتویٰ تعلیم القرآن راولپنڈی)

- نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نور خدا اور شفاعت کا عقیدہ رکھنے والے مسلمان مشرک ہیں۔ (غیر مقلد اخبار الاعتصام ۳۰ اگست، ۶ ستمبر ۱۹۵۶ء)

دیوبند میں چار نوری وجود

دیوبندیوں وہابیوں کا ماڈرن مبلغ شورش کاشمیری حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری کی طرف منسوب کر کے لکھتا ہے کہ میاں صاحب نے فرمایا دیوبند میں چار نوری وجود ہیں ان میں ایک (مولوی انور) شاہ کاشمیری ہیں۔ (چٹان لاہور صہ۱۹ ۱۲/۴۲ ۳)

مس فاطمہ جناح اور مولوی احمد علی نور خدا

مودودی جماعت کے سابق ممتاز و ذمہ دار رکن وہابیوں کے مایۂ ناز عالم مولوی امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں کہ جماعت اسلامی سب سے زیادہ مفر جماعت ہے . . . . دوسری طرف یہ حال ہے کہ ملتان میں اس جماعت کے قیم نے مس فاطمہ جناح کو نور خدا سے تشبیہ دی (اخبار روزنامہ مشرق لاہور ۲۳ دسمبر ۱۹۶۴ء)

- یہ مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ قطب الاقطاب جامع شریعت و طریقت حضرت مولانا احمد علی صاحب اللہ تعالیٰ کے انوار میں سے ایک نور تھے ۔

مرد حقانی کی پیشانی کا نور　　　کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور

- عارف رومی فرماتے ہیں ؎

نور حق ظاہر بود اندر ولی　　　نیک بیں باشی اگر اہل دلی

اگر تو صاحب بصیرت ہے تو اچھی طرح دیکھ کہ اللہ کا نور ولی اللہ (مولوی احمد علی) میں چمکتا ہے۔ (خدام الدین ۲۴ مئی ۱۹۶۲ء)

- مولوی احمد علی لاہوری مرنے کے بعد اُن کا ایک مرید لکھتا ہے "اس گنہ گار آنکھ نے دو مرتبہ شرف زیارت حاصل کیا۔ کیا عرض کروں۔ چہرے پر نور برس رہا تھا۔ پنجابی شعر ؎

چہرۂ انور پیشانی وچ چمکدا سی　　　اوسی نور دے وچ سما گئے تے

(خدام الدین شیخ التفسیر نمبر ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء)

پیغمبر کے لئے معجزہ ضروری نہیں

جس شخص سے کوئی معجزہ نہ ہو اس کو پیغمبر نہ سمجھنا یہ عادتیں یہود اور نصاریٰ اور مجوس اور منافقوں اور اگلے مشرکوں کی ہے۔

(تقویت الایمان صد ۱۶-۱۷ از مولوی اسماعیل دہلوی)

عطاء اللہ بخاری کا معجزہ

امیر شریعت (عطاء اللہ بخاری) کی معجزانہ خطابت کی تاثیر حلاوت جرأت، و بے باکی، حق گوئی و سحر بیانی ضرب المثل تھی (خدام الدین لاہور ۲۴ مئی ۱۹۶۲ء صد ۱)

صحابہ کی توہین کرنے والا اہل سنت سے خارج نہیں

جو شخص صحابہ کرام میں سے کسی کی تکفیر کرے وہ ملعون ہے......

وہ اپنے اس کبیرہ کی وجہ سے سنت جماعت سے خارج نہ ہوگا۔ (فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم ص۱۱ از مولوی رشید احمد گنگوہی)

علماء کی توہین کرنے والا کافر

علماء کی توہین کو چونکہ علماء نے کفر لکھا ہے جو بوجہ امر علم اور دین کے ہو۔ (فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم ص۱۶)

محرم میں سبیل لگانا شربت دودھ پلانا حرام

محرم میں ذکر شہادت حسین کرنا اگرچہ بروایت صحیحہ ہو یا سبیل لگانا شربت پلانا دودھ وغیرہ پلانا سب نادرست اور تشبہ روافض کی وجہ سے حرام ہے (فتاویٰ رشیدیہ جلد سوم ص۱۱۳ از مولوی رشید احمد گنگوہی)

ہندوؤں کی پوری کھانا حلال

ہندوؤں کی ہولی دیوالی کی کھیلیں اور پوری کھانا درست ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم ص۱۰۰)

مرثیہ شہداء کربلا کا جلا دینا ضروری ہے

مرثیہ شہداء کربلا کا جلا دینا یا دفن کر دینا ضروری ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم ص۱۰۳)

مولوی رشید احمد گنگوہی کا مرثیہ جائز

دیوبندیوں کے شیخ الہند محمود الحسن دیوبندی نے اپنے آقائے نعمت مولوی رشید احمد گنگوہی کے انتقال پر ایک کتابچہ بنام مرثیہ گنگوہی شائع کیا

ہوا ہے جو پاک و ہند کے ہر دیوبندی وہابی کتب خانے سے مل سکتا ہے جس میں نوحہ ماتم کا ایک مصرعہ یہ ہے ؟

جہاں تھا خندہ و شادی وہاں ہے نوحہ و ماتم

زندہ پیر کے ہاتھوں کو بوسہ دینے والا کافر

زندہ پیر کے ہاتھوں کو بوسہ دے دیا اس کے سامنے دو زانو بیٹھ گئے تو یہ سب افعال اس پیر کی عبادت ہوں گے جو اللہ کے نزدیک موجب لعنت ہوں گے (جواہر القرآن ص۱۴۲) جو ان کو کافر نہ کہے خود کافر ہے۔ جواہر القرآن ص۲۲۔

مولوی احمد علی لاہوری کے ہاتھ چومنا جائز

شاہ جی عطاء اللہ بخاری کا اپنا یہ حال تھا کہ حضرت (احمد علی لاہوری) کو گھنٹوں ہنساتے رہتے۔ طرح طرح کی باتوں سے حضرت علیہ الرحمۃ کا دل بہلاتے اور اکثر ایسا ہوتا کہ فرط عقیدت سے کبھی حضرت (مولوی احمد علی لاہوری) کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے۔ کبھی حضرت کی داڑھی چومنے لگتے۔

(خدام الدین لاہور ص۱، ۷ ستمبر ۱۹۶۲ء)

تعظیم دین دار (دیوبندی مولویوں) کے لئے کھڑا ہونا درست ہے

ہاتھ پاؤں چومنا ایسے ہی شخص کا بھی درست ہے اور احادیث سے ثابت ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص۴۵۹، از مولوی رشید احمد گنگوہی)

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر ماننے والے کافر و مشرک

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو حاضر ناظر کہے بلاشک شرع اس کو

کافر کہے۔ (جواہر القرآن ص۲) جو انھیں کافر و مشرک نہ کہے وہ بھی ویسا ہی کافر ہے۔ (جواہر القرآن ص۶۶)

دیوبندی وہابی شیخ اور مولوی حاضر ناظر

ترجمہ فارسی۔ یعنی مرید اس بات کو یقین جانے کہ شیخ (دیوبندی پیر) کی روح ایک جگہ میں مقید نہیں ہے۔ پس مرید جہاں بھی ہو قریب ہو۔ خواہ دور اگرچہ پیر کے جسم سے دور ہے لیکن پیر کی روحانیت سے دور نہیں تو جب اس بات کو محکم جانے اور ہر وقت شیخ کو یاد رکھے اور رابطہ قلب پیدا ہو جائے اور ہر دم فائدہ حاصل کرتا رہے اور جب مرید کسی مشکل کشائی میں پیر کا محتاج ہو تو شیخ کو دل میں حاضر جان کر زبان حال سے سوال کرے تو خدا کے حکم سے یقیناً پیر کی روح اسے القا کرے گی۔ (امداد السلوک ص۱۰ از مولوی رشید احمد گنگوہی رسالہ الشہاب الثاقب صفحہ ۶۱ از مولوی حسین احمد کانگریسی صدر مدرسہ دیوبند)

رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر ماننا مشرکانہ عقیدہ ہے

رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ بالکل بے اصل بلکہ نصوص صریحہ شرعیہ کے خلاف اور مشرکانہ عقیدہ ہے .... اس گمراہانہ عقیدہ کو اسلامی تعلیمات سے اسی قدر بُعد ہے جس قدر بت پرستی اور عقیدہ تثلیث کو اسلام اور عقیدہ توحید سے؟ (رسالہ حاضر و ناظر ص۷ از مولوی منظور احمد نعمانی سنبھلی مدیر الفرقان لکھنؤ)

ابلیس لعین اور مولوی سید احمد رائے بریلی حاضر ناظر ہیں

ابو یزید سے پوچھا گیا طے زمین کی نسبت آپ نے فرمایا یہ کوئی کمال

کی چیز نہیں دیکھو ابلیس مشرق سے مغرب تک ایک لحظہ میں قطع کر جاتا ہے۔
(حفظ الایمان صـ ۹ از۔ مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی وہابی)

● یہ ہیں مولوی سید احمد رائے بریلوی مولوی اسماعیل دہلوی صاحب تقویت الایمان کے پیرو مرشد و آقائے نعمت چنانچہ ان کا ایک واقعہ اکابر دیوبند کی مستند کتب میں مذکور ہے۔ ایک مال دار مسلمان (دیوبندی وہابی)، دائم الخمر (شرابی) نے آپ (سید احمد) کی خدمت میں عرض کیا۔ حضرت میں شراب نوشی کا ایسا عادی ہوں کہ اس کے بغیر ایک لحظہ بھی جی نہیں سکتا اور تمام منہیات شرعی سے آپ کے ہاتھ پر توبہ کرتا ہوں، مگر شراب نہیں چھوڑ سکتا۔ آپ نے فرمایا اچھا ہمارے سامنے شراب نہ پیا کرو۔ اس کے بعد وہ بیعت ہو گیا۔ ایک روز شراب کے نشہ نے زور کیا۔ نوکر سے شراب مانگی۔ وہ پیالہ میں ڈال کر شراب لے آیا جوں ہی پیالہ منہ کے نزدیک لے گیا۔ دیکھا کہ دانتوں میں انگلی دبائے ہوئے (مولوی سید احمد وہابی) سامنے کھڑے ہیں۔ فوراً پیالہ ہاتھ سے پھینک کر توبہ توبہ کر کے کھڑا ہو گیا۔ مگر پھر دیکھا تو سید صاحب وہاں نہیں ہیں سمجھا کہ شاید مجھ کو وہم ہو گیا تھا۔ پھر نوکر کو حکم دیا وہ شراب کا پیالہ بھر کر لایا اور اس نے پینے کے لئے منہ کے قریب کیا۔ مگر پھر سید صاحب کو حاضر اور موجود پایا پھر پیالہ پھینک کر حضرت حضرت کر کے آپ کی طرف دوڑا پھر دیکھا وہاں کوئی بھی نہیں ہے پھر کوٹھری میں گھس کر کل دروازوں کو مقفل کروا کر شراب طلب کی۔ منہ کے قریب پیالہ جانے کے ساتھ ہی (مولوی سید احمد وہابی) کو سامنے کھڑا دیکھا۔ تب پیالہ پھینک دیا۔ سید صاحب کو ڈھونڈا تو کچھ پتہ نہ چلا۔ آخر لاچار ہو کر بیت الخلا یا پاخانہ گاہ میں شراب طلب کی تو وہاں بھی حضرت (مولوی سید احمد کو (حاضر) سامنے کھڑا دیکھا۔ اس وقت اس نے شراب سے بھی توبہ کی۔ (سوانح احمدی صـ ۵۲ مولفہ محمد جعفر تھانیسری وہابی)

حضور علیہ السلام کا علم زمین کو محیط نہیں یہ شرک ہے،

الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ (براہین قاطعہ ازمولوی خلیل احمد انبیٹھوی و مولوی رشید احمد گنگوہی ص۵۲)

شیطان اور ملک الموت کا علم زمین کو محیط ہے یہ شرک نہیں

شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے شرک ثابت کرتا ہے (براہین قاطعہ ص۵۲ از مولوی خلیل احمد انبیٹھوی و مولوی رشید احمد گنگوہی۔)

حضور علیہ السلام کو قبلہ و کعبہ لکھنا مکروہ تحریمی اور منع ہے

سوال: قبلہ و کعبہ یا قبلہ دارین کعبہ کونین یا قبلہ دینی و کعبہ دنیوی ۔۔۔۔ یا مثل ان الفاظ کے القاب و آداب ۔۔۔۔ کسی کو تحریر کرنے جائز ہیں یا نہیں۔ حرام ہے یا غیر حرام۔ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی۔

الجواب: ایسے کلمات مدح کے کسی کی نسبت کہنے اور لکھنے مکروہ تحریمی ہیں۔ لقولہ علیہ السلام ﷺ لا تطرونی الحدیث۔ رواہ البخاری والمسلم۔ جب زیادہ حد شان نبوی سے کلمات آپ کے واسطے ممنوع ہوئے تو کسی دوسرے کے واسطے کس طرح درست ہو سکتے ہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم رشید احمد گنگوہی (فتاوی رشیدیہ ص۴۱)۔

مولوی رشید احمد گنگوہی کو قبلہ و کعبہ لکھنا جائز ہے

جدھر کو آپ مائل تھے ادھر ہی حق بھی اکثر تھا   میرے قبلہ میرے کعبہ تھے حقانی سے حقانی

مرثیہ گنگوہی ص۱۲ از مولوی محمود الحسن دیوبندی وہابی

ہمارے قبلہ و کعبہ ہو تم دینی و ایمانی   صفحہ ۶ از مرثیہ گنگوہی

انبیأ اولیاء کو مشکل کشا کہنے والے کافر و مشرک ہیں

مشکل میں دستگیری کرنی یہ سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی انبیاء اولیاء بھوت پری کی یہ شان نہیں ہے جو کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے۔ سو وہ مشرک ہو جاتا ہے خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے۔ خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو قدرت بخشی ہے۔ ہر طرح شرک ہے۔ (تقویۃ الایمان ص۱۱ از مولوی اسماعیل دہلوی)

● کوئی (نبی ولی) کسی کے لئے حاجت روا اور مشکل کشا و دستگیر کس طرح ہو سکتا ہے۔ ایسے عقائد والے لوگ پکے کافر ہیں۔ ان کا کوئی نکاح نہیں۔۔۔۔ جو انہیں کافر و مشرک نہ کہے وہ بھی ویسا ہی کافر ہے۔

(جواہر القرآن ص۱۴۷)

مولوی رشید احمد گنگوہی مولوی احمد علی لاہوری مولوی عطاء اللہ بخاری

حاجت روا اور مشکل کشا ہیں

حوائج دین و دنیا کے کہاں لے جائیں ہم یارب
گیا وہ قبلہ حاجات روحانی و جسمانی
(مرثیہ گنگوہی)

حضرت احمد علی لاہوری کا وجود اس شعر کا واضح مصداق ہے ؎

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل وقال

آپ (مولوی احمد علی لاہوری) کا دیدار ہر سوال کا جواب ہے اور آپ سے مشکل فوراً حل ہو جاتی ہے (خدام الدین لاہور ص۱۹ ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء وخدام الدین ۲۴ مئی ۱۹۶۳ء)

- مشہور احراری لیڈر عطاء اللہ بخاری کے انتقال کے بعد لائل پور سے ایک غیر مقلد اہل حدیث اخبار المنبر کی ایک نظم کا مرثیہ ملاحظہ فرمائیے۔

روح ابو الکلام کا آئینہ دار فکر
چشم چراغ محفل مشکل کشا گیا

(اخبار المنبر لائل پور ۶ ستمبر مطابق ۲۵ ربیع الاول شریف)

حضور علیہ السلام مر کر مٹی میں مل گئے (معاذ اللہ)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب کر کے لکھا کہ میں بھی ایک روز مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں (تقویت الایمان ص ۹۶ از مولوی اسماعیل دہلوی)

دیوبندی وہابی مولوی مرنے کے بعد بھی زندہ ہیں

کیا ایسے لوگ حقیقت میں مر جاتے ہیں؟ نہیں اور ہرگز نہیں سید احمد بریلوی۔ شاہ اسماعیل شہید۔ حجۃ الاسلام محمد قاسم نانوتوی مولانا رشید احمد گنگوہی۔ شیخ الہند محمود الحسن۔ شیخ الاسلام حسین احمد مدنی اور امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری جیسی شخصیتیں مر چکی ہیں؟ فنا ہو گئی ہیں؟ مٹ چکی ہیں؟ نہیں ایسا نہیں ہے۔ جس طرح یہ لوگ زندہ ہیں اور یقیناً زندہ ہیں اس طرح اس قافلے کے آخری سالار شیخ التفسیر مولانا احمد علی بھی زندہ جاوید ہیں۔

(خدام الدین لاہور۔ ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء)

"نبی و ولی کو علم نہیں قبر و حشر میں کیا ہو گا"

جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے کرے گا دنیا خواہ قبر خواہ آخرت وحشر اس کی حقیقت کسی کو نہیں معلوم نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال معلوم نہ دوسروں کا

(تقویۃ الایمان ص۳۲ از مولوی محمد اسماعیل دہلوی)

- میں (حضور علیہ السلام) نہیں جانتا میرے اور آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا (براہین قاطعہ ص۵۲ از خلیل انبیٹھوی)
- خود فخر عالم علیہ السلام فرماتے ہیں واللہ لا ادری ما یفعل بی ولا بکم

مولوی احمد علی لاہوری کو قبر و حشر اور آخرت کا حال معلوم ہے

میں (مولوی احمد علی) نے اللہ والوں (علماء دیوبند) کی صحبت میں چالیس سال رہ کر باطن کی آنکھیں حاصل کی ہیں (خدام الدین، جولائی ۱۹۶۱ء ص۶)

- بزرگوں (دیوبندی وہابی مولویوں) کی صحبت میں بیٹھنے سے اور ان کی نگاہِ فیض کے اثر سے بحمد اللہ اتنی توفیق میسر آگئی ہے کہ اب یہ بھی منکشف ہو جاتا ہے کہ کون اپنی قبر میں کس حال میں ہے۔

(خدام الدین لاہور ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء ص۱۰)

قبر سے گفتگو

حضرت والا جاہ (مولوی احمد علی) اپنے مغموم دل سے (اپنے) بچوں میں سے بعض کو قبور پر تشریف لے گئے اور حالت کشف میں جو گفتگو ہوئی اس کو اماں جان (اپنی بیوی) سے آ کر بیان کرتے رہے (خدام الدین لاہور ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء)

خالی قبر

ایک دفعہ حضرت لاہوری نے ایک روضہ کو دیکھ کر فرمایا قبر کے اندر تو کچھ بھی نہیں چنانچہ بزرگوں سے معلوم ہوا کہ اس قبر کی لاش کو عقیدت مند نکال کر لائل پور لے گئے تھے۔ (خدام الدین ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء،

ولی اللہ کی خوشبو

کشف القبور کا آپ کو علم تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں شاہی قلعہ (لاہور) کی غربی دیوار کے پاس کسی ولی اللہ کو مدفون پاتا ہوں اور مجھے اس کی خوشبو آرہی ہے۔ (خدام الدین لاہور۔ ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء)

سید احمد کی قبر

علامہ افغانی نے دریافت فرمایا۔ حضرت کیا وجہ ہے کہ سید صاحب (جو شیخ اور مرشد ہیں) کی قبر پر انوار مولانا (اسماعیل شہید) کی نسبت کم معلوم ہوتے ہیں۔ حضرت (احمد علی) نے فرمایا۔ ہاں یہ واقعہ ہے کہ میں نے صاحب قبر سے دریافت کیا تو اس نے کہا میں سید احمد شہید نہیں ہوں میرا نام سید احمد ہے۔ میں مولانا (اسماعیل) شہید کا مرشد نہیں۔ لوگوں نے مولانا شہید کی قبر کے قریب ہونے کی وجہ سے غلط فہمی میں مجھے سید صاحب سمجھ لیا ہے۔ (خدام الدین لاہور ۲۲، فروری ۱۹۶۳ء ص ۲۲)

بیداری میں زیارت

واقعی حضرت شیخ التفسیر (مولوی احمد علی وہابی دیوبندی) کا علم

کشف القبور پر اکمل تھا۔ حضرت کا کمال تھا کہ بیداری میں ہی احقر کو ان قلعہ لاہور والے مرحوم بزرگوں کی زیارت کرادی اور دو منٹ میں ہی حضرت کی کرامت سے مجھے بہت کچھ حاصل ہو گیا۔ جو جادۂ صد سالہ سے بھی نہیں ملتا

(خدام الدین ۱۵ مارچ ۱۹۶۲ء)

آخرت کا حال

ایک محترمہ جس کے دو بیٹے فوت ہو گئے تھے کے حوالے سے فرمایا ایک اچھی حالت میں ہے اور دوسرے کی حالت دگرگوں ہے۔ (خدام الدین ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء)

سیدھا جہنم میں

ایک شخص نے عرض کیا حضرت میرا بیٹا لاہور سے بی اے کر کے لندن گیا وہاں سے واپس آیا تو بیمار ہو گیا۔ حضرت اس کا خاتمہ کیسا ہوا؟ مولانا احمد علی (دیوبندی وہابی) نے آنکھیں بند کیں ... اور کھول کر فرمایا سیدھا جہنم میں۔ (خدام الدین لاہور ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء ص۳۰)

عید میلاد النبی اور گیارہویں شریف کا تبرک حرام اور کفر

یہ تعینات ربیع الاول میں اور عشرہ محرم میں کھچڑا اور صحنک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور گیارہویں اور توشہ اور سہ منی بو علی قلندر اور خضر علیہ السلام کے نام کا چاہ پر لے جانا بدعت ضالہ ہے اگر نیت ایصال ثواب کی ہے تو طعام مباح اور صدقہ ہے تو داخل مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہ میں ہے اور حرام ہے اور ایسے عقائد فاسدہ موجب کفر کے ہیں اور ان الفاظ کو کفر ہی کہنا چاہیے۔ (فتاوی رشیدیہ ص۱۰۱ از مولوی رشید احمد گنگوہی)

ہولی دیوالی کی کھیلیں پوری اور بجرے کے کچوڑے اور کھانا ثواب

ہندو تہوار ہولی دیوالی کی کھیلیں یا پوری یا کچھ اور کھانا بطور تحفہ بھیجے

ہیں ان کا لینا اور کھانا درست ہے۔ (فتاوی رشیدیہ ص۲۰۴
(از مولوی رشید احمد گنگوہی)

- گاؤ کی اوجھری اور بکرے کے کپورے کھانا درست ہیں۔
(فتاوی رشیدیہ حصہ سوم ص۱۵۱ مطبوعہ افضل المطابع مراد آباد)
- جس جگہ زاغ معروفہ کو اکثر حرام جانتے ہوں اور کھانے والے کو برا کہتے ہوں تو ایسی جگہ اس کوا کو کھانے والے کو ثواب ہوگا۔
(فتاوی رشیدیہ ص۲۹۳ از مولوی گنگوہی)

رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا (تقویۃ الایمان ص۶۵)

- جس کا نام محمد یا علی ہے کسی چیز کا مختار نہیں۔ (تقویۃ الایمان ص۴۷)
- یوں کہنا کہ نبی یا رسول اگر چاہے تو فلاں کام ہو جاوے گا۔ شرک ہے۔ (بہشتی زیور اول ص۴۵ از مولوی اشرف علی تھانوی)
- مولوی رشید احمد گنگوہی نے مردوں کو زندہ کیا اور زندوں کو مرنے نہ دیا۔ مولوی محمود الحسن دیوبندی لکھتے ہیں اور عیسی علیہ السلام کو چیلنج کرتے ہیں۔

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم

مولوی حسین احمد کانگرسی روحانی طاقت اور اختیارات

مولوی محمد الیاس کاندھلوی دیوبندی نے ایک مرتبہ عالم جذب میں فرمایا۔ میاں ظہیر لوگوں نے حسین احمد کو پہچانا نہیں۔ خدا کی قسم ان کی روحانی طاقت اتنی بڑھی ہوئی ہے اگر وہ اس طاقت سے کام لے کر انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنا چاہتے تو نکال سکتے تھے۔

(رسالہ الصدیق جمادی الثانی و رجب المرجب ۱۳۷۷ھ ص ۲۶)

رسول پاک امام حسین مجدد الف ثانی کی قبور پر گنبد حرام ہیں

(انبیاء اور اولیاء کی) قبور پر گنبد اور فرش پختہ بنانا ناجائز اور حرام ہے اور جو اس فعل سے راضی ہوں گنہگار ہیں۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص۱۲۲ جلد اول از مولوی عزیز الرحمٰن دیوبندی)

قبر پر مقبرہ حرام ہے

قبر پر مقبرہ بنانا حرام ہے۔ کسی ہی کی قبر ہو (تقویت الایمان مع تذکیر الاخوان)

مندر بنوانا اور اس میں سنگ مرمر کی مورتی مہیا کرنا جائز ہے

ہندوستان کے ایک نام نہاد مسلمان (دیوبندی) فضل الرحمٰن سیٹھ بیڑی والے نے لکشمی نرائن مندر کی تعمیر میں بیس ہزار روپیہ (۲۰۰۰۰) دیا۔ اس کا سنگِ بنیاد رکھتے ہوئے گیارہ سو روپے بطور ہدیۂ مسرت اور دیئے۔ مندر کے موجودہ کرتن ہال میں بجلی بھی (دیوبندی) سیٹھ صاحب نے اپنے خرچ سے لگوائی اور مندر کا سنگ بنیاد رکھتے وقت یہ اعلان کیا گیا کہ مندر کے لیے شری لکشمی نرائن کی سنگ مرمر کی مورتی (بت) بھی میں ڈھائی ہزار کی رقم سے اپنے خرچ پر مہیا کردوں گا۔

(ماہنامہ تجلی دیوبند اکتوبر ۱۹۵۷ء) (نوائے وقت ۱۱ ستمبر ۱۹۵۷ء)

دیوبندی جمعیۃ العلماء ہند کی خالص شرک نوازی

ماہنامہ تجلی دیوبند رقمطراز ہے کہ (فضل الرحمٰن) کی بات اگر یہیں تک رہ جاتی تو ملا کو کوئی دلچسپی نہیں تھی ... لیکن دلچسپی کا باعث وہ مختصر تبصرہ ہے

جو علمائے حقہ (دیوبند) کے واحد سرکاری آرگن اور ترجمان الجمعیۃ (ہند) نے اس پر فرمایا ہے کہ ہمیں اس خبر سے یہ دکھانا ہے کہ ۳۶ کروڑ کی آبادی میں مذہبی رواداری کی مثال قائم کرنے کی توفیق بھی صرف مسلمان ہی کو حاصل ہے۔ یہ سیر چشمی ..... یہ وسیع النظری اور یہ رواداری سوائے مسلمان کے آپ کو کہاں نظر آسکتی ہے (الجمعیۃ ۱۲ ستمبر ۱۹۵۷ء)

نعرۂ رسالت یارسول اللہ عقیدۂ غیب کے ساتھ پکارنا کفر ہے

..... یارسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا اور یہ عقیدہ کرکے کہے کہ وہ دور سے سنتے ہیں بسبب علم غیب کے تو خود کفر ہے (فتاوی رشیدیہ ص۴۶)

نعرۂ گاندھی جی کی جے محمود الحسن کی جے جائز

جس وقت حضرت مولانا محمود الحسن (دیوبندی) کا موٹر چلا تو ایک دم اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوا اور اس کے بعد (نعرۂ رسالت نہیں) گاندھی جی کی جے مولوی محمود الحسن کی جے کے نعرے بلند ہوئے۔ (افاضات یومیہ از اشرف علی تھانوی)

بزرگانِ دین کا عرس جس میں کوئی خلاف شرع نہ ہو تو بھی بدعت ہے

یہ (عرس وغیرہ) امر بھی بدعت وضلال وگناہ سے خارج نہیں۔ (فتاوی رشیدیہ ص ۱۰۹ از مولوی رشید احمد گنگوہی)

- مولود شریف اور عرس جس میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہو..... اس زمانہ میں درست نہیں۔ (فتاوی رشیدیہ صفحہ ۱۰۵)
- جس عرس میں صرف قرآن پڑھا جائے اس میں شریک ہونا بھی نادرست ہے (فتاوی رشیدیہ ص ۱۴۷)

امیر شریعت (عطاء اللہ بخاری) کی یاد میں میلہ (عرس) جائز

اوکاڑہ کے اس میلہ (عرس) میں مشہور احراری لیڈر ماسٹر تاج الدین انصاری، شیخ حسام الدین اور شورش کاشمیری شرکت فرما رہے ہیں۔

(نوائے وقت لاہور ۹ اکتوبر ۱۹۶۱ ص۴)

نوٹ: عطاء اللہ بخاری صاحب کا عرس ہر سال لاہور و ملتان اور لائل پور میں بیادگار امیر شریعت کے لیبل سے احراری دیوبندی کرتے ہیں۔

حضور علیہ السلام کا مثل اور نظیر ممکن ہے۔ آپ ہم جیسے بشر ہیں

اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں چاہے تو کروڑوں نبی ولی جن اور فرشتے جبرائیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے۔ (تقویۃ الایمان ص۱۶ از مولوی اسماعیل دہلوی)

- حضور علیہ السلام کا نظیر ممکن ہے۔ (براہین قاطعہ ص۳ از مولوی خلیل احمد دیوبندی)
- جو شخص حضور علیہ السلام کو ایک مرتبہ اپنے جیسا بشر کہتا ہے اس کو دس نیکیاں ملتی ہیں۔ (اخبار پاکستان لائل پور)

مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی حسین احمد کانگرسی بے مثل ہیں

مولوی رشید گنگوہی کے انتقال پر مولوی محمود الحسن دیوبندی نے لکھا:

دلوں کو جھانکتے ہیں اپنے اور سب سکراتے ہیں
کہا جب میں نے مولانا رشید احمد تھے لاثانی (مرثیہ گنگوہی ص۶)

- حضرت مولوی احمد علی لاہوری نے فرمایا۔ میں ایسا ہی نہیں بلکہ وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ روئے زمین پر حضرت حسین احمد) مدنی قدس سرہ جیسا کوئی جامع و بلند پایہ شخصیت موجود نہیں۔

(خدام الدین ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء ص۱۳)

عبد النبی عبد الرسول علی بخش حسین بخش نام رکھنا شرک

(بہشتی زیور ص۴۵ اول از مولوی اشرف علی تھانوی
(تقویت الایمان ص۶۷ از مولوی اسماعیل دہلوی)

پنڈت کرپارام برہمچاری مادھو سنگھ گنگا رام نام رکھنا جائز

مولوی عطاء اللہ بخاری نے دیناج پور جیل میں اپنا نام پنڈت کرپارام برہمچاری ظاہر کیا اور اس نام سے اپنے احباب کو خط لکھے۔ (کتاب عطاء اللہ بخاری ص۴۲)

● سنو میں (احمد علی) کہتا ہوں کہ اگر تم اپنا نام مادھو سنگھ گنگا رام رکھو اور نماز پنجگانہ ادا کرو۔ زکوٰۃ پائی پائی گن کر دو۔ حج فرض ہے تو کر کے آؤ اور پورے رمضان کے تیسوں روزے رکھو تو میں فتویٰ دیتا ہوں کہ تم پکے مسلمان ہو۔ (خدام الدین ۲۲/ فروری ۱۹۶۲ء)

پیران کلیر وغیرہ سوداگری یا خریداری کے لئے جانا درست نہیں۔

مسلمانوں کے میلوں (عرس) میں جیسے پیران کلیر وغیرہ واسطے سوداگری، خریداری جانا درست نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص۳۸۹)

مندر کا چڑھاوا کافر و مشرک سے خریدنا جائز

"جو مرغ و بکرا کھانا کفار اپنے معابد پر چڑھاتے ہیں اور کافر مجاور لیتا ہے تو اس کا خریدنا درست ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص۲۱۵)

تندرست کو بیمار کرنا حاجتیں بر لانی بلائیں ٹالنی انبیاؑ اولیاؑ کو ماننا شرک ہے

مردوں (انبیاء اولیاء) سے حاجتیں مانگنا اور ان کی منتیں ماننا

کفار کی راہ ہے۔ (تذکرۃ الاخوان ص۳)

● .... تندرست و بیمار کر دینا، اقبال و ادبار دینا، حاجتیں بر لانی، بلائیں ٹالنی، مشکل میں دستگیری کرنی یہ سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی انبیاء، اولیاء، بھوت پری کی یہ شان نہیں جو کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے اور اس سے مرادیں مانگے اور مصیبت کے وقت اس کو پکارے۔ سو وہ مشرک ہو جاتا ہے۔ پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے۔ خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ہے۔ (تقویت الایمان ص۱۰ از مولوی محمد اسماعیل دہلوی)

دیوبندی مولوی مرنے کے بعد بھی حاجت روا دافع البلا ہیں

مولوی معین الدین صاحب (دیوبندی) حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی صدر مدرس دیوبند کے بڑے صاحبزادے تھے وہ حضرت مولانا کی ایک کرامت جو بعد وفات واقع ہوئی۔ بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ ہمارے نانوتہ میں جاڑے بخار کی بہت کثرت ہوئی سو جو شخص مولانا یعقوب (دیوبندی) کی قبر کی مٹی لے جا کر باندھ لیتا اسے ہی آرام ہو جاتا، بس اس کثرت سے مٹی لے گئے کہ جب بھی قبر پر مٹی ڈلواؤں تب ہی ختم۔ کئی بار مٹی ڈال چکا تھا۔ پریشان ہو کر ایک دفعہ میں نے مولانا کی قبر پر جا کر کہا کہ آپ کی تو کرامت ہوئی ہماری مصیبت ہو گئی۔ یاد رکھو اگر اب کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈالیں گے۔ ایسے ہی پڑے رہو گے لوگ جوتے پہنے تمہارے اوپر سے چلیں گے۔ بس اس دن سے کسی کو آرام نہ ہوا۔ (ارواح ثلاثہ ص۳۲۲، حکایت نمبر ۳۶۶)

ملاحظہ ہو دیوبندی اپنے مولویوں کو مشکل کشا، حاجت روا، دافع البلا سمجھتے اور قبروں میں زندہ مانتے اور ان کی قبروں کی مٹی سے شفا پاتے ہیں۔

وہ اپنے اس کبیرہ کی وجہ سے سنت جماعت سے خارج نہ ہوگا۔
(فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم ص۱۱ از مولوی رشید احمد گنگوہی)

علماء کی توہین کرنے والا کافر

علماء کی توہین کو چونکہ علماء نے کفر لکھا ہے جو بوجہ امر علم اور دین کے ہو۔ (فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم ص۱۷)

محرم میں سبیل لگانا شربت دودھ پلانا حرام

محرم میں ذکر شہادت حسین کرنا اگرچہ بروایت صحیحہ ہو یا سبیل لگانا شربت پلانا دودھ وغیرہ پلانا سب نادرست اور تشبہ روافض کی وجہ سے حرام ہے (فتاویٰ رشیدیہ جلد سوم ص۱۱۴ از مولوی رشید احمد گنگوہی)

ہندؤوں کی پوری کھانا حلال

ہندؤوں کی ہولی دیوالی کی کھیلیں اور پوری کھانا درست ہیں۔
(فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم ص۱۰)

مرثیہ شہداء کربلا کا جلا دینا ضروری ہے

مرثیہ شہداء کربلا کا جلا دینا یا دفن کر دینا ضروری ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم ص۱۰۳)

مولوی رشید احمد گنگوہی کا مرثیہ جائز

دیوبندیوں کے شیخ الہند محمود الحسن دیوبندی نے اپنے آقائے نعمت مولوی رشید احمد گنگوہی کے انتقال پر ایک کتابچہ بنام مرثیہ گنگوہی شائع کیا

ہوا ہے جو پاک و ہند کے ہر دیوبندی وہابی کتب خانہ سے مل سکتا ہے جس میں نوحہ ماتم کا ایک مصرعہ یہ ہے ؎

جہاں تھا خندہ و شادی وہاں ہے نوحہ و ماتم

زندہ پیر کے ہاتھوں کو بوسہ دینے والا کافر

زندہ پیر کے ہاتھوں کو بوسہ دے دیا اس کے سامنے دوزانو بیٹھ گئے تو یہ سب افعال اس پیر کی عبادت ہوں گے جو اللہ کے نزدیک موجب لعنت ہوں گے (جواہر القرآن ص۱۴) جو ان کو کافر نہ کہے خود کافر ہے۔ جواہر القرآن ص۴۴۔

مولوی احمد علی لاہوری کے ہاتھ چومنا جائز

شاہ جی عطاء اللہ بخاری کا اپنا یہ حال تھا کہ حضرت (احمد علی لاہوری) کو گھنٹوں ہنساتے رہتے۔ طرح طرح کی باتوں سے حضرت علیہ الرحمۃ کا دل بہلاتے اور اکثر ایسا ہوتا کہ فرط عقیدت سے کبھی حضرت (مولوی احمد علی لاہوری) کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے۔ کبھی حضرت کی داڑھی چومنے لگتے۔

(خدام الدین لاہور ص۱، ستمبر ۱۹۶۲ء)

تعظیم دین دار (دیوبندی مولویوں) کے لئے کھڑا ہونا درست ہے

ہاتھ پاؤں چومنا ایسے ہی شخص کا بھی درست ہے اور احادیث سے ثابت ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص۴۵۹۔ از مولوی رشید احمد گنگوہی)

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر ماننے والے کافر و مشرک

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو حاضر ناظر کہے بلا شک شرع اس کو

کافر کہے۔ (جواہر القرآن ص۲) جو انھیں کافر و مشرک نہ کہے وہ بھی ویسا ہی کافر ہے۔ (جواہر القرآن ص۴۴)

دیوبندی وہابی شیخ اور مولوی حاضر ناظر

ترجمہ فارسی۔ یعنی مرید اس بات کو یقین جانے کہ شیخ (دیوبندی پیر) کی روح ایک جگہ میں مقید نہیں ہے۔ پس مرید جہاں بھی ہو قریب ہو۔ خواہ دور اگرچہ پیر کے جسم سے دور ہے لیکن پیر کی روحانیت سے دور نہیں تو جب اس بات کو محکم جانے اور ہر وقت شیخ کو یاد رکھے اور رابطہ قلب پیدا ہو جائے اور ہر دم فائدہ حاصل کرتا رہے اور جب مرید کسی مشکل تشانی میں پیر کا محتاج ہو تو شیخ کو دل میں حاضر جان کر زبان حال سے سوال کرے تو خدا کے حکم سے یقیناً پیر کی روح اسے القا کرے گی۔ (امداد السلوک ص۱۰ از مولوی رشید احمد گنگوہی رسالہ الشہاب الثاقب صفحہ ۶۱ از مولوی حسین احمد کانگرسی صدر مدرسہ دیوبند)

رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر ماننا مشرکانہ عقیدہ ہے

رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ بالکل بے اصل بلکہ نصوص صریحہ شرعیہ کے خلاف اور مشرکانہ عقیدہ ہے.... اس گمراہانہ عقیدہ کو اسلامی تعلیمات سے اسی قدر بُعد ہے جس قدر بت پرستی اور عقیدہ تثلیث کو اسلام اور عقیدہ توحید سے؟ (رسالہ حاضر و ناظر ص۲ از مولوی منظور احمد نعمانی سنبھلی سید الفرقان لکھنؤ)

ابلیس لعین اور مولوی سید احمد رائے بریلی حاضر ناظر ہیں

ابو یزید سے پوچھا گیا طے زمین کی نسبت آپ نے فرمایا یہ کوئی کمال

کی چیز نہیں دیکھو ابلیس مشرق سے مغرب تک ایک لحظہ میں قطع کر جاتا ہے۔ (حفظ الایمان ص۹۔ از۔ مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی وہابی)

● یہ ہیں مولوی سید احمد رائے بریلوی مولوی اسماعیل دہلوی صاحب تقویت الایمان کے پیر و مرشد و آقائے نعمت چنانچہ ان کا ایک واقعہ اکابر دیوبند کی مستند کتب میں مذکور ہے۔ ایک مال دار مسلمان (دیوبندی وہابی) دائم الخمر (شرابی) نے آپ (سید احمد) کی خدمت میں عرض کیا حضرت میں شراب نوشی کا ایسا عادی ہوں کہ اس کے بغیر ایک لحظہ بھی جی نہیں سکتا اور تمام منہیات شرعی سے آپ کے ہاتھ پر توبہ کرتا ہوں، مگر شراب نہیں چھوڑ سکتا۔ آپ نے فرمایا اچھا ہمارے سامنے شراب نہ پیا کرو۔ اس کے بعد وہ بیعت ہو گیا۔ ایک روز شراب کے نشہ نے زور کیا۔ نوکر سے شراب مانگی۔ وہ پیالہ میں ڈال کر شراب لے آیا جوں ہی پیالہ منہ کے نزدیک لے گیا۔ دیکھا کہ دانتوں میں انگلی دبائے ہوئے (مولوی سید احمد وہابی) سامنے کھڑے ہیں۔ فوراً پیالہ ہاتھ سے پھینک کر توبہ توبہ کر کے کھڑا ہو گیا۔ مگر پھر دیکھا تو سید صاحب وہاں نہیں ہیں سمجھا کہ شاید مجھ کو وہم ہو گیا تھا۔ پھر نوکر کو حکم دیا وہ شراب کا پیالہ بھر کر لایا اور اس نے پینے کے لئے منہ کے قریب کیا۔ مگر پھر سید صاحب کو حاضر اور موجود پایا پھر پیالہ پھینک کر حضرت حضرت کر کے آپ کی طرف دوڑا پھر دیکھا وہاں کوئی بھی نہیں ہے پھر کوٹھری میں گھس کر کل دروازوں کو مقفل کروا کر شراب طلب کی۔ منہ کے قریب پیالہ جانے کے ساتھ ہی (مولوی سید احمد وہابی) کو سامنے کھڑا دیکھا۔ تب پیالہ پھینک دیا۔ سید صاحب کو ڈھونڈا تو کچھ پتہ نہ چلا۔ آخر لاچار ہو کر بیت الخلا پاخانہ گاہ میں شراب طلب کی تو وہاں بھی حضرت (مولوی سید احمد کو (حاضر) سامنے کھڑا دیکھا۔ اس وقت اس نے شراب سے بھی توبہ کی۔ (سوانح احمدی ص۵۵ مولفہ محمد جعفر تھانیسری وہابی)

حضور علیہ السلام کا علم زمین کو محیط نہیں یہ شرک ہے،

الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے (براہین قاطعہ از مولوی خلیل احمد انبیٹھوی و مولوی رشید احمد گنگوہی ص۵۲)

شیطان اور ملک الموت کا علم زمین کو محیط ہے یہ شرک نہیں

شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے شرک ثابت کرتا ہے (براہین قاطعہ ص۵۲ از مولوی خلیل احمد انبیٹھی و مولوی رشید احمد گنگوہی۔)

حضور علیہ السلام کو قبلہ و کعبہ لکھنا مکروہ تحریمی اور منع ہے

سوال: قبلہ و کعبہ یا قبلہ دارین کعبہ کونین یا قبلہ دینی و کعبہ دنیوی .... یا مثل ان الفاظ کے القاب و آداب .... کسی کو تحریر کرنے جائز ہیں یا نہیں۔ حرام ہے یا غیر حرام۔ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی۔

الجواب: ایسے کلمات مدح کے کسی کی نسبت کہنے اور لکھنے مکروہ تحریمی ہیں۔ لقولہ علیہ السلام لا تطرونی الحدیث۔ رواہ البخاری والمسلم۔ جب زیادہ حد شان نبوی سے کلمات آپ کے واسطے ممنوع ہوئے تو کسی دوسرے کے واسطے کس طرح درست ہو سکتے ہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم رشید احمد گنگوہی (فتاویٰ رشیدیہ ص۲۴)۔

مولوی رشید احمد گنگوہی کو قبلہ و کعبہ لکھنا جائز ہے

جدھر کو آپ مائل تھے ادھر ہی حق بھی اترتا میرے قبلہ میرے کعبہ تھے حقانی بے حقانی

مرثیہ گنگوہی صـ۱۲ از مولوی محمود الحسن دیوبندی وہابی

ہمارے قبلہ و کعبہ ہو تم دینی و ایمانی صفحہ ۶ از مرثیہ گنگوہی

انبیاء اولیاء کو مشکل کشا کہنے والے کافر و مشرک ہیں

مشکل میں دستگیری کرنی یہ سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی انبیاء اولیاء بھوت پری کی یہ شان نہیں ہے جو کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے۔ سو وہ مشرک ہو جاتا ہے. خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے۔ خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو قدرت بخشی ہے۔ ہر طرح شرک ہے۔ (تقویت الایمان صـ۱ از مولوی اسماعیل دہلوی)

کوئی (نبی ولی) کسی کے لئے حاجت روا اور مشکل کشا و دستگیر کس طرح ہو سکتا ہے۔ ایسے عقائد والے لوگ پکے کافر ہیں. ان کا کوئی نکاح نہیں.... جو انہیں کافر و مشرک نہ کہے وہ بھی ویسا ہی کافر ہے۔

(جواہر القرآن صـ۱۴۲)

مولوی رشید احمد گنگوہی مولوی احمد علی لاہوری مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری

حاجت روا اور مشکل کشا ہیں

حوائج دین و دنیا کے کہاں لے جائیں ہم یارب
گیا وہ قبلہ حاجات روحانی و جسمانی
(مرثیہ گنگوہی)

حضرت احمد علی لاہوری کا وجود اس شعر کا واضح مصداق ہے ؎

اے لقائے تو جواب ہر سوال مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

آپ (مولوی احمد علی لاہوری) کا دیدار ہر سوال کا جواب ہے اور آپ سے مشکل فوراً حل ہو جاتی ہے۔ (خدام الدین لاہور ص۱۹ ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء و خدام الدین ۲۴ مئی ۱۹۶۳ء)

- مشہور احراری لیڈر عطاء اللہ بخاری کے انتقال کے بعد لائل پور سے ایک غیر مقلد اہل حدیث اخبار المنبر کی ایک نظم کا مرثیہ ملاحظہ فرمائیے۔

روح ابو الکلام کا آئینہ دار فکر چشم چراغ محفل مشکل کشا گیا

(اخبار المنبر لائل پور ۶ ستمبر مطابق ۲۵ ربیع الاول شریف)

حضور علیہ السلام مر کر مٹی میں مل گئے (معاذ اللہ)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب کر کے لکھا کہ میں بھی ایک روز مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں (تقویت الایمان ص ۹۶ از مولوی اسماعیل دہلوی)

دیوبندی وہابی مولوی مرنے کے بعد بھی زندہ ہیں

کیا ایسے لوگ حقیقت میں مر جاتے ہیں؟ نہیں اور ہرگز نہیں سید احمد بریلوی۔ شاہ اسماعیل شہید۔ حجۃ الاسلام محمد قاسم نانوتوی مولانا رشید احمد گنگوہی۔ شیخ الہند محمود الحسن۔ شیخ الاسلام حسین احمد مدنی اور امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری جیسی شخصیتیں مر چکی ہیں؟ فنا ہو گئی ہیں؟ مٹ چکی ہیں؟ نہیں ایسا نہیں ہے۔ جس طرح یہ لوگ زندہ ہیں اور یقیناً زندہ ہیں اس طرح اس قافلے کے آخری سالار شیخ التفسیر مولانا احمد علی بھی زندہ جاوید ہیں۔

(خدام الدین لاہور۔ ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء)

"نبی ولی کو علم نہیں قبر و حشر میں کیا ہوگا"

جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے کرے گا دنیا خواہ قبر خواہ آخرت و حشر اس کی حقیقت کسی کو نہیں معلوم نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال معلوم نہ دوسروں کا

(تقویت الایمان صفحہ ۴۲ از مولوی محمد اسماعیل دہلوی)

- میں (حضور علیہ السلام) نہیں جانتا میرے اور آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ (براہین قاطعہ ص ۵۲ از خلیل انبیٹھوی)
- خود فخر عالم علیہ السلام فرماتے ہیں واللہ لا ادری ما یفعل بی ولا بکم

مولوی احمد علی لاہوری کو قبر و حشر اور آخرت کا حال معلوم ہے

میں (مولوی احمد علی) نے اللہ والوں (علماء دیوبند) کی صحبت میں چالیس سال رہ کر باطن کی آنکھیں حاصل کی ہیں (خدام الدین، جولائی ۱۹۶۱ء ص ۶)

- بزرگوں (دیوبندی وہابی مولویوں) کی صحبت میں بیٹھنے سے اور ان کی نگاہ فیض کے اثر سے بحمد اللہ اتنی توفیق میسر آگئی ہے کہ اب یہ مجھ پر بھی منکشف ہو جاتا ہے کہ کون اپنی قبر میں کس حال میں ہے۔

(خدام الدین لاہور ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء ص ۴)

قبر سے گفتگو

حضرت والا جاہ (مولوی احمد علی) اپنے مغموم دل سے (اپنے) بچوں میں سے بعض کو قبور پر تشریف لے گئے اور حالت کشف میں جو گفتگو مو اس کو اماں جان (اپنی بیوی) سے آکر بیان کرتے رہے (خدام الدین لاہور ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء)

خالی قبر

ایک دفعہ حضرت لاہوری نے ایک روضہ کو دیکھ کر فرمایا قبر کے اندر تو کچھ بھی نہیں چنانچہ بزرگوں سے معلوم ہوا کہ اس قبر کی لاش کو عقیدت مند نکال کر لائل پور لے گئے تھے۔ (خدام الدین ٢٢ فروری ١٩٦٣ء)

ولی اللہ کی خوشبو

کشف القبور کا آپ کو علم تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں شاہی قلعہ (لاہور) کی غربی دیوار کے پاس کسی ولی اللہ کو مدفون پاتا ہوں اور مجھے اس کی خوشبو آرہی ہے۔ (خدام الدین لاہور۔ ٢٢ فروری ١٩٦٣ء)

سید احمد کی قبر

علامہ افغانی نے دریافت فرمایا۔ حضرت کیا وجہ ہے کہ سید صاحب (جو شیخ اور مرشد ہیں) کی قبر پر انوار مولانا (اسماعیل شہید) کی نسبت کم معلوم ہوتے ہیں۔ حضرت (احمد علی) نے فرمایا۔ ہاں یہ واقعہ ہے کہ میں نے صاحب قبر سے دریافت کیا تو اس نے کہا میں سید احمد شہید نہیں ہوں میرا نام سید احمد ہے۔ میں مولانا (اسماعیل) شہید کا مرشد نہیں۔ لوگوں نے مولانا شہید کی قبر کے قریب ہونے کی وجہ سے غلط فہمی میں مجھے سید صاحب سمجھ لیا ہے۔ (خدام الدین لاہور ٢٢ فروری ١٩٦٣ء ص٢٢)

بیداری میں زیارت

واقعی حضرت شیخ التفسیر (مولوی احمد علی وہابی دیوبندی) کا علم

کشف القبور پر اکمل تھا۔ حضرت کا کمال تھا کہ بیداری میں ہی احقر کو ان قلعہ لاہور والے مرحوم بزرگوں کی زیارت کرادی اور دو منٹ میں ہی حضرت کی کرامت سے مجھے بہت کچھ حاصل ہو گیا۔ جو جادۂ صد سالہ سے بھی نہیں ملتا

(خدام الدین ۱۵ مارچ ۱۹۶۲ء)

آخرت کا حال

ایک محترمہ جس کے دو بیٹے فوت ہو گئے تھے کے حوالے سے فرمایا ایک اچھی حالت میں ہے اور دوسرے کی حالت دگرگوں ہے۔ (خدام الدین ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء)

سیدھا جہنّم میں

ایک شخص نے عرض کیا حضرت میرا بیٹا لاہور سے بی اے کر کے لندن گیا وہاں سے واپس آیا تو بیمار ہو گیا۔ حضرت اس کا خاتمہ کیسا ہوا؟ مولانا احمد علی (دیوبندی وہابی) نے آنکھیں بند کیں .... اور کھول کر فرمایا سیدھا جہنم میں۔ (خدام الدین لاہور ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء ص ۳۸)

عید میلاد النبی اور گیارہویں شریف کا تبرک حرام اور کفر

یہ تعینات ربیع الاول میں اور عشرہ محرم میں کھچڑا اور صحنک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور گیارہویں اور توشہ اور سہ منی بو علی قلندر اور خضر علیہ السلام کے نام کا چاہ پر لے جانا بدعت ضالہ ہیں اگر نیت ایصال ثواب کی ہے تو طعام مباح اور صدقہ ہے تو داخل مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ میں ہے اور حرام ہے اور ایسے عقائد فاسدہ موجب کفر کے ہیں اور ان الفاظ کو کفر ہی کہنا چاہیے۔ (فتاوی رشیدیہ ص ۱۰۲ ازمولوی رشید احمد گنگوہی)

ہولی دیوالی کی کھیلیں پوری اور بکرے کے کپورے اور گوشت کھانا ثواب

ہندو تہوار ہولی دیوالی کی کھیلیں یا پوری یا کچھ اور کھانا بطور تحفہ بھیجے

اہل ان کا لینا اور کھانا درست ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ صـ۴۴
از مولوی رشید احمد گنگوہی)

- گاؤ کی اوجھری اور بکرے کے کپورے کھانا درست ہیں۔
(فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم صـ۱۵۱ مطبوعہ افضل المطابع مراد آباد)
- جس جگہ زاغ معروفہ کو اکثر حرام جانتے ہوں اور کھانے والے کو برا کہتے ہوں تو ایسی جگہ اس کوا کو کھانے والے کو ثواب ہوگا۔
(فتاویٰ رشیدیہ صـ۴۹۳ از مولوی گنگوہی)

رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا (تقویت الایمان صـ۶۵)

- جس کا نام محمد یا علی ہے کسی چیز کا مختار نہیں۔ (تقویت الایمان صـ۴۷)
- یوں کہنا کہ نبی یا رسول اگر چاہے تو فلاں کام ہو جاوے گا۔
شرک ہے۔ (بہشتی زیور اول صـ۴۵ از مولوی اشرف علی تھانوی)
- مولوی رشید احمد گنگوہی نے مردوں کو زندہ کیا اور زندوں کو مرنے نہ دیا۔ مولوی محمود الحسن دیوبندی لکھتے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کو چیلنج کرتے ہیں۔

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم

مولوی حسین احمد کانگرسی کی روحانی طاقت اور اختیارات

مولوی محمد الیاس کاندھلوی دیوبندی نے ایک مرتبہ عالم جذب میں فرمایا۔ میاں ظہیر لوگوں نے حسین احمد کو پہچانا نہیں۔ خدا کی قسم ان کی روحانی طاقت اتنی بڑھی ہوئی ہے اگر وہ اس طاقت سے کام لے کر انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنا چاہتے تو نکال سکتے تھے۔

(رسالہ الصدیق جمادی الثانی و رجب المرجب ۱۳۷۷ھ ص)

رسول پاک امام حسین مجدد الف ثانی کی قبور پر گنبد حرام ہیں

(انبیاء اور اولیاء کی) قبور پر گنبد اور فرش پختہ بنانا ناجائز اور حرام ہے اور جو اس فعل سے راضی ہوں گنہگار ہیں۔

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص۱۲۱ جلد اول از مولوی عزیز الرحمن دیوبندی)

قبر پر مقبرہ حرام ہے

قبر پر مقبرہ بنانا حرام ہے۔ کسی ہی کی قبر ہو (تقویت الایمان مع تذکرۃ الاخوان)

مندر بنوانا اور اس میں سنگ مرمر کی مورتی مہیا کرنا جائز ہے

ہندوستان کے ایک نام نہاد مسلمان (دیوبندی) فضل الرحمن سیٹھ بیڑی والے نے لکشمی نرائن مندر کی تعمیر میں بیس ہزار روپیہ (۲۰۰۰۰) دیا۔ اس کا سنگِ بنیاد رکھتے ہوئے گیارہ سو روپے بطور ہدیۂ مسرت اور دیئے۔ مندر کے موجودہ کرتن ہال میں بجلی بھی (دیوبندی) سیٹھ صاحب نے اپنے خرچ سے لگوائی اور مندر کا سنگ بنیاد رکھتے وقت یہ اعلان کیا گیا کہ مندر کے لیے شری لکشمی نرائن کی سنگ مرمر کی مورتی (بت) بھی میں ڈھائی ہزار کی رقم سے اپنے خرچ پر مہیا کروں گا۔

(ماہنامہ تجلی دیوبند اکتوبر ۱۹۵۰ء) (نوائے وقت ۱۱ ستمبر ۱۹۵۰ء)

دیوبندی جمعیۃ العلماء ہند کی خالص شرک نوازی

ماہنامہ تجلی دیوبند رقمطراز ہے کہ (فضل الرحمن) کی بات اگر یہیں تک رہ جاتی تو ملا کو کوئی دلچسپی نہیں تھی ..... لیکن دلچسپی کا باعث وہ مختصر تبصرہ ہے

جو علمائے حقہ (دیوبند) نے واحد سرکاری آرگن اور ترجمان الجمعۃ رہنما نے اس پر فرمایا ہے کہ ہمیں اس خبر سے یہ دکھانا ہے کہ ۳۶ کروڑ کی آبادی میں مذہبی رواداری کی مثال قائم کرنے کی توفیق بھی صرف مسلمان ہی کو حاصل ہے۔ یہ سیر چشمی.... یہ وسیع النظری اور یہ رواداری سوائے مسلمان کے آپ کو کہاں نظر آسکتی ہے (الجمعیۃ ۱۲ ستمبر ۱۹۵۷ء)

نعرۂ رسالت یارسول اللہ عقیدۂ غیب کے ساتھ پکارنا کفر ہے

.... یارسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا اور یہ عقیدہ کرکے کہے کہ وہ دور سے سنتے ہیں بسبب علم غیب کے تو خود کفر ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص ۶۶)

نعرۂ گاندھی جی کی جے محمود الحسن کی جے جائز

جس وقت حضرت مولانا محمود الحسن (دیوبندی) کا موٹر چلا تو ایک دم اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوا اور اس کے بعد (نعرۂ رسالت نہیں) گاندھی جی کی جے مولوی محمود الحسن کی جے کے نعرے بلند ہوئے۔ (افاضات یومیہ از اشرف علی تھانوی)

بزرگانِ دین کا عرس جسمیں کوئی خلاف شرع نہ ہو تو بھی بدعت ہے

یہ (عرس وغیرہ) امر بھی بدعت وضلال وگناہ سے خارج نہیں۔
(فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۰۹ از مولوی رشید احمد گنگوہی)

- مولود شریف اور عرس جس میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہو.... اس زمانہ میں درست نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۱۰۵)
- جس عرس میں صرف قرآن پڑھا جائے اس میں شریک ہونا بھی نادرست ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۴۷)

امیر شریعت (عطاء اللہ بخاری) کی یاد میں میلہ (عرس) جائز

اوکاڑہ کے اس میلہ (عرس) میں مشہور احراری لیڈر ماسٹر تاج الدین انصاری، شیخ حسام الدین اور شورش کاشمیری شرکت فرما رہے ہیں۔

(نوائے وقت لاہور ۹ اکتوبر ۱۹۶۱ ص۸)

نوٹ: عطاء اللہ بخاری صاحب کا عرس ہر سال لاہور و ملتان اور لائل پور میں بیادگار امیر شریعت کے لیبل سے احراری دیوبندی کرتے ہیں۔

حضور علیہ السلام کا مثل اور نظیر ممکن ہے۔ آپ ہم جیسے بشر ہیں

اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں چاہے تو کروڑوں نبی ولی جن اور فرشتے جبرائیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے۔ (تقویت الایمان ص۱۱ از مولوی اسماعیل دہلوی)

- حضور علیہ السلام کا نظیر ممکن ہے۔ (براہین قاطعہ ص۳ از مولوی خلیل احمد دیوبندی)
- جو شخص حضور علیہ السلام کو ایک مرتبہ اپنے جیسا بشر کہتا ہے اس کو دس نیکیاں ملتی ہیں۔ (اخبار پاکستان لائل پور)

مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی حسین احمد کانگرسی بے مثل ہیں

مولوی رشید گنگوہی کے انتقال پر مولوی محمود الحسن دیوبندی نے لکھا:

دلوں کو جھانکتے ہیں اپنے اور سب مسکراتے ہیں
کہا جب میں نے مولانا رشید احمد تھے لاثانی (مرثیہ گنگوہی ص۶)

- حضرت مولوی احمد علی لاہوری نے فرمایا۔ میں ایسا ہی نہیں بلکہ وجہہ البصیرت کہتا ہوں کہ روئے زمین پر حضرت (حسین احمد) مدنی قدس سرہٗ جیسا کوئی جامع و بلند پایہ شخصیت موجود نہیں۔

(خدام الدین ۲۲ فروری ۱۹۶۳ء ص۱۳)

عبد النبی عبد الرسول علی بخش حسین بخش نام رکھنا شرک

(بہشتی زیور ص۴۵ اول از مولوی اشرف علی تھانوی
و تقویت الایمان ص۲۷ از مولوی اسماعیل دہلوی)

پنڈت کرپارام برہمچاری مادھو سنگھ گنگا رام نام رکھنا جائز

مولوی عطاء اللہ بخاری نے دیناج پور جیل میں اپنا نام پنڈت کرپارام برہمچاری ظاہر کیا اور اس نام سے اپنے احباب کو خط لکھے۔ (کتاب عطاء اللہ بخاری ص۴۳)

● سنو میں (احمد علی) کہتا ہوں کہ اگر تم اپنا نام مادھو سنگھ گنگا رام رکھواؤ۔ نماز پنجگانہ ادا کرو۔ زکوٰۃ پائی پائی گن کر دو۔ حج فرض ہے تو کر کے آؤ اور پورے رمضان کے تیسوں روزے رکھو تو میں فتویٰ دیتا ہوں کہ تم پکے مسلمان ہو۔ (خدام الدین ۲۲ر فروری ۱۹۶۲ء)

پیران کلیر وغیرہ سوداگری یا خریداری کے لئے جانا درست نہیں۔

مسلمانوں کے میلوں (عرس) میں۔ جیسے پیران کلیر وغیرہ واسطے سوداگری، خریداری جانا درست نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص۴۸۹)

مندر کا چڑھاوا کافر و مشرک سے خریدنا جائز

"جو مرغ و بکرا کھانا کفار اپنے معابد پر چڑھاتے ہیں اور کافر مجاور لیتا ہے تو اس کا خریدنا درست ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص۱۸۱)

تندرست کو بیمار کرنا حاجتیں بر لانی بلائیں ٹالنی انبیاء اولیاء کو ماننا شرک ہے

مردوں (انبیاء اولیاء) سے حاجتیں مانگنا اور ان کی منتیں ماننا

کفار کی راہ ہے۔ (تذکرۃ الاخوان صـ۳)

● .... تندرست و بیمار کر دینا، اقبال و ادبار دینا، حاجتیں بر لانی، بلائیں ٹالنی، مشکل میں دستگیری کرنی یہ سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی انبیاء، اولیاء، بھوت پری کی یہ شان نہیں جو کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے اور اس سے مرادیں مانگے اور مصیبت کے وقت اس کو پکارے۔ سو وہ مشرک ہو جاتا ہے۔ پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے۔ خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ہے۔ (تقویۃ الایمان صـ۱ از مولوی محمد اسماعیل دہلوی)

دیوبندی مولوی مرنے کے بعد بھی حاجت روا دافع البلا ہیں

"مولوی معین الدین صاحب (دیوبندی) حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی صدر مدرس دیوبند کے بڑے صاحبزادے تھے وہ حضرت مولانا کی ایک کرامت جو بعد وفات واقع ہوئی۔ بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ ہمارے نانوتہ میں جاڑے بخار کی بہت کثرت ہوئی سو جو شخص مولانا یعقوب (دیوبندی) کی قبر کی مٹی لے جا کر باندھ لیتا اسے ہی آرام ہو جاتا۔ بس اس کثرت سے مٹی لے گئے کہ جب بھی قبر پر مٹی ڈلواؤں تب ہی ختم۔ کئی بار مٹی ڈال چکا تھا۔ پریشان ہو کر ایک دفعہ میں نے مولانا کی قبر پر جا کر کہا کہ آپ کی تو کرامت ہوئی ہماری مصیبت ہو گئی۔ یاد رکھو اگر اب کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈالیں گے۔ ایسے ہی پڑے رہو گے لوگ جوتے پہنے تمہارے اوپر سے چلیں گے۔ بس اس دن سے کسی کو آرام نہ ہوا۔ (ارواح ثلثہ صـ۲۲۴، حکایت نمبر ۳۶۶)

ملاحظہ ہو دیوبندی اپنے مولویوں کو مشکل کشا، حاجت روا، دافع البلا سمجھتے اور قبروں میں زندہ مانتے اور ان کی قبروں کی مٹی سے شفا پاتے ہیں۔

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے معزز علماء ہیں۔ آپ اس شخص یعنی احمد رضا کو یہاں بلائیں، ہمارے سامنے کریں اور پھر اس سے پوچھیں کہ جن عبارات پر کفریہ فتوے عائد کر دیئے گئے ہیں وہ عبارات ہماری کون سی کتاب میں درج ہیں۔

مگر یہ تو اس وقت ممکن تھا جب ان کی کتب ایسی کفریہ عبارات سے پاک ہوتیں۔ پھر "المہند" وجود میں نہ آتی بلکہ علمائے حجاز کی رجوع والی تحریریں سامنے آتیں۔ یہاں میں ایک بات کہنا ضروری سمجھتا ہوں۔ وہ یہ کہ کچھ عرصہ قبل یہ بات عام اخبارات کی زینت بنی رہی کہ ٹیلی وژن کے فلاں اداکار اور اس کی اداکارہ بیوی نے ایک ڈرامے میں اکٹھے کام کیا۔ تو ایک مقام پر وہ اداکار اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا ہے۔ مسئلہ یہ کھڑا ہو گیا کہ ڈرامے سے ہٹ کر یہ عام زندگی میں بھی حقیقی میاں بیوی ہیں تو آیا ان کا نکاح ٹوٹ گیا یا باقی رہا۔ بات پھیلی تو خاوند صاحب بھی فکرمند ہوئے۔ چنانچہ پھر اخبارات کے ذریعے ہی پڑھا گیا کہ اُن صاحب نے فلاں عالم سے رجوع کیا اور اُن سے اس مسئلہ کے بارے میں دریافت کیا۔ پھر اپنی بات کی وضاحت کی۔ اسی طرح وہ مختلف جید علماء سے ملے اور مسئلے کی نوعیت سے آگاہی حاصل کی مگر باوجود اداکار ہونے کے مسلمان ہونے کے ناطے سے وہ شدید پریشانی کا شکار ہو گئے اور جب تک تسلی نہ کر لی آرام اور چین سے نہیں بیٹھے۔

ایک اداکار پر اس قسم کا ناگوار فتویٰ عائد ہو تو اس کی راتوں کی نیند حرام ہو جائے مگر دیوبند کے قاسم العلوم، قطب عالم، فخر المحدثین اور حکیم الامت وغیرہ پر حجاز سے کفر کا فتویٰ آئے تو کانوں پہ جوں تک نہ رینگے۔ ان سے تو بہتر یہ اداکار صاحب ہوئے کہ ایک ادنیٰ سے مسلمان ہونے کی حیثیت سے انہیں جان کے لالے پڑ گئے مگر یہ علمائے دیوبند ایسی

انانیّت، کبر و غرور اور ہٹ دھرمی کا شکار ہوئے کہ اپنی لٹیا ہی ڈبو کر رکھ دی۔ انہوں نے اللہ و رسول کے مقابلے میں اپنی مولویت کو ترجیح دی۔ علمائے حق کبھی بھی اپنے علم یا ذات کو شانِ خداوندی یا شانِ رسالت کے مقابلے میں نہیں لایا کرتے بلکہ وہ تو عجز و انکسار کا مجسمہ بن جاتے ہیں۔ اور اگر کوئی غلط کلمہ زبان و قلم سے نکل ہی جائے تو مطلع ہونے پر فوراً توبہ کر لیتے ہیں مگر گستاخ حیلے بہانوں پر اُتر آتے ہیں۔ علامہ ارشد القادری مدظلہٗ فرماتے ہیں:۔

”رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ محترم میں گستاخی کرنے والوں کی تاریخ کا جب آپ مطالعہ کریں گے تو ہر گستاخ کی یہ سرشت قدرِ مشترک کے طور پر آپ کو ہر جگہ نظر آئے گی کہ دل کے جذبۂ نفاق کے زیرِ اثر جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا کوئی کلمہ ان کی زبان یا قلم سے نکل جاتا ہے تو باز پرس کرنے پر ایک شرمسار مجرم کی طرح وہ اپنے کلمۂ کفر سے توبہ کرنے کے بجائے اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کرنے کے لیے غلط سلط تاویل اور سخن پروری کے جذبے کا مظاہرہ کرنے لگتے ہیں۔ عہدِ رسالت میں بھی منافقین مدینہ کا یہی رویہ تھا۔ چنانچہ ایک سفر سے واپسی کے موقع پر جب منافقین نے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا کوئی کلمہ استعمال کیا۔ جب صحابہ کرام کے ذریعہ حضور تک یہ بات پہنچی اور حضور نے منافقین سے اس کے متعلق باز پرس فرمائی تو انہوں نے اعترافِ جرم اور توبہ معافی کے بجائے بات بنانے، تاویل کرنے اور حیلے بہانے تراشنے کا رویہ اختیار کیا۔ چونکہ اس وقت نزولِ وحی کا سلسلہ جاری تھا اس لیے فوراً ان کے خلاف یہ آیت نازل ہوئی کہ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ حیلے بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے۔ اگر

نزولِ وحی کا سلسلہ جاری نہ رہتا تو ان کے جھوٹ کا پردہ فاش نہ ہوتا اور وہ کلمہ پڑھ کر مسلم معاشرے میں اپنے کفر کو چھپائے رکھتے۔"[1]

سلسلۂ کلام میں دور نکل آیا اب ذرا اپنے ذہن کو وہیں سے جوڑ لیجئے جہاں میں کہہ رہا تھا کہ علمائے حجاز نے امام احمد رضا کو صرف القاب عزت سے ہی نہیں نوازا بلکہ عین دوسری جانب عباراتِ کتب دیوبند پر کفر کے فتوے بھی عائد کیے۔ تو علمائے دیوبند کو القاب سے نہ ہی کم از کم اپنے اوپر لگائے گئے فتووں ہی سے کچھ غرض ہوتی۔

ڈاکٹر صاحب! آپ کی ذہنی شکست کی حالت قابلِ رحم ہے۔ جب کوئی دلیل نہیں بن پڑتی تو عجیب عجیب مفروضوں کا سہارا لیا جاتا ہے۔ تصدیق کرانے کی جو آپ کو سوجھی ہے۔ یہ آپ کے بزرگوں کو بہت پہلے سوجھی تھی مگر تصدیق و تحقیق کرتے تو کس برتے پہ کرتے، لینے کے دینے پڑتے تھے۔ سیر چھڑانے جاتے ایک من گلے میں ڈال کر لانا پڑتا۔ اجی! اس پر سوچنا چھوڑئیے اور اپنی جان مت کھائیے کہ یہ القاب عزت اصلی ہیں یا نقلی، آپ کے لیے غور طلب مسئلہ تو یہ ہے کہ عبارات پر جو کفریہ فتوے عائد ہوئے اس کے ردِ عمل کے طور پر علمائے دیوبند کی کارکردگی کیا ہے۔ آپ صرف یہ ثبوت پیش فرمائیے کہ ہمارے بزرگوں نے فوراً متنازعہ کتب اٹھائیں اور سیدھے حجاز سدھارے۔ وہاں انہیں احمد رضا کے مکر و فریب سے آگاہ کیا گیا اور تمام علماء نے اپنے دیئے گئے فتووں سے رجوع کر لیا۔ اور دیکھئے یہ ہیں ان کی تحریریں۔

ہے کوئی ثبوت آپ کے پاس اس قسم کا؟ میں آپ کو بتاتا چلوں کہ

---

[1] دعوتِ انصاف صفحہ ۵

امام احمد رضا نے صرف فتویٰ لکھ کر ہی پیش نہیں کیا تھا بلکہ ساتھ دیوبندی علماء کی کتابیں بھی پیش کی تھیں۔ یہ کتابیں اُن علمائے حجاز کے پاس موجود ہی تو تھیں تبھی یہ علمائے دیوبند ادھر کو منہ نہیں کرتے تھے۔ ہندوستان میں بیٹھ کر باتیں بنانا کتنا آسان ہے۔ آپ کے رئیس المناظرین سید مرتضیٰ حسن کے مجموعۂ رسائل بعنوان ’’رسائل چاندپوری‘‘ میں ایک رسالہ ’’غلبۃ الحق‘‘ بھی شامل ہے۔ جس کے مؤلف علی حسین شاہجہان پوری ہیں لکھتے ہیں :-

’’میں کہتا ہوں کہ علمائے عرب اردو زبان کے نکات اور اس کی سلاست و بلاغت سے بے بہرہ اور علمائے ہند کی اردو تصانیف سے بے خبر، انہیں کیا علم کہ کس نے کیا لکھا ہے؟ جیسا سوال خواہ زبانی یا تحریری عربی میں ترجمہ کرکے ان کے سامنے پیش کیا گیا ویسا ہی انہوں نے فتویٰ دے دیا۔ اس میں علمائے عرب کا کیا قصور؟ اگر وہ سوالات انہیں متہم حضرات کے روبرو پیش کیے جاویں تو یہ حضرات بھی اس کے قائل پر بلا تکلف کفر کا فتویٰ تحریر فرمائیں۔ ہاں اگر علمائے حرمین شریفین کے سامنے علمائے دیوبند کی تصنیف کردہ کتابیں پیش کرکے اس پر کفر کا فتویٰ لیتے تو تب البتہ فاضل بریلوی کو ہم بھی سچا کہتے‘‘[1]

اب جب جناب فاضل بریلوی کو سچا مان لیجئے اس لیے کہ انہوں نے فتویٰ لینے سے قبل علمائے دیوبند کی کتب بھی پیش فرمائیں۔ لیجئے ثبوت ملاحظہ فرمائیے۔ فتوے کے اندر ہی امام احمد رضا بریلوی لکھتے ہیں :—

---

[1] غلبۃ الحق صفحہ ۶۴، ۶۵، رسائل چاندپوری صفحہ ۷۵۷، ۷۵۸ ؛

(الف) "وھاھوذا نبذ من کتبھم ...... الخ

اور ہاں یہ ہیں کچھ ان کی کتابیں۔"[1]

(ب) المہند میں علمائے عرب کی جانب سے جو سوال پوچھے گئے ہیں ان کے شروع میں انہوں نے لکھا: "اے علمائے کرام ...... (دیوبند) تمہاری جانب چند لوگوں نے وہابی عقائد کی نسبت کی ہے اور چند اوراق اور رسالے ایسے لائے جن کا مطلب غیر زبان ہونے کے سبب ہم نہیں سمجھ سکے۔"[2]

رہی بات علمائے عرب کی کہ وہ اردو سے نابلد تھے تو یہ کون سی بڑی بات ہے۔ آج بھی وہ تمام کتابیں موجود ہیں۔ "حسام الحرمین" کی عبارات اور اپنی کتابوں کی عبارات کو لکھ کر دیکھ لیجئے مطلب و مفہوم میں ہرگز فرق نہیں آئے گا۔ "حسام الحرمین" میں تحذیر الناس کے جو تین جملے درج کیے گئے ہیں، علمائے دیوبند نے سارا زور اس پر صرف کر دیا ہے کہ مختلف صفحات سے مختلف جملے لے کر انہیں بے ترتیب لکھ کر کفریہ معنیٰ پیدا کر لیے گئے جیسے قرآن کریم کی مختلف آیات کے ٹکڑے جوڑ لیے جائیں تو معنیٰ کچھ کا کچھ ہو سکتا ہے مثلاً اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ۝ تو اسی طرح بے شک عبارتِ تحذیر الناس بھی ہے ورنہ نہیں۔[3]

جواباً گذارش ہے کہ نہ تو تحذیر الناس کے ان جملوں میں مذکورہ مختلف جگہوں سے آیاتِ کریمہ جوڑنے والا معاملہ ہے اور نہ یہاں

---

[1] حسام الحرمین صفحہ ۱۱ [2] المہند صفحہ ۲۸ [3] السحاب المدرار صفحہ ۱۲ رسائل چاندپوری صفحہ ۳۴۹۔

لا تقربوا الصلوٰۃ لینا اور وانتم سکاریٰ چھوڑنے والا مسئلہ ہے بلکہ تحذیر الناس کے یہ تینوں جملے مستقل اور مکمل جملے ہیں، الگ الگ رکھے جائیں یا ایک جگہ، ان کی کوئی بھی ترتیب قائم کر لی جائے یا پوری تحذیر الناس میں سیاق و سباق کے حوالے سے دیکھے جائیں۔ یہ ہر صورت میں کفریہ مضمون کے حامل ہیں۔ ڈاکٹر صاحب یا کسی اور کو تحقیق کا شوق ہو تو بسم اللہ کیجیے، دیر کاہے کی۔ سوال کیجیے جواب بفضل ربّ قدوس ہم دیں گے۔

المہنّد ـــ اصل نزاع سے دُور

امام احمد رضا نے دینی فریضہ ادا کرتے ہوئے علمائے دیوبند پر فتویٰ عائد کرایا تو علمائے دیوبند میں کھلبلی مچ گئی۔ ماننے والے ہوتے تو بار بار وضاحت طلبی پر ہی مان جاتے اور اگر خود کو سچا سمجھتے تو دُور دُور سے گیدڑ بھبکیوں کی کیا ضرورت تھی۔ سیدھا بریلی شریف پہنچتے اور امام احمد رضا کا دروازہ جا کھٹکھٹاتے کہ جناب! آپ نے ہم پر جو فتویٰ دیا ہے وہ غلط ہے آپ مطلب و مفہوم غلط لے رہے ہیں، ہماری عبارات میں یہ معنیٰ و مضمون سرے سے نہیں اور نہ ہمارے حاشیۂ خیال میں ہے۔ ہوا کیا۔ "المہنّد" لکھ ماری (آج کل بازار میں یہ کتاب "عقائد علمائے اہل سُنّت دیوبند" کے نام سے مل رہی ہے) اس کتاب کے مؤلف مولوی خلیل احمد انبیٹھوی سہانپوری ہیں جو خود بھی فتوے کی زد میں ہیں۔ ان صاحب نے چھبیس سوال ترتیب دیئے اور کہا کہ یہ علمائے حجاز کی جانب سے پوچھے گئے ہیں پھر ان کے ترتیب وار جوابات لکھے اور ان جوابات پر چند علماء کے نام کی تصدیقات جعلی گھڑ لیں۔ جناب انبیٹھوی صاحب رسالے کے

شروع میں فرماتے ہیں :۔

"اس رسالہ کے دیکھنے سے واضح ہو جائے گا کہ علماء حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و تکریماً حضرات دیوبند کے عقائد کی تصحیح فرما رہے ہیں، پس اب دیکھنا چاہیے کہ خان صاحب (امام احمد رضا) اپنے قول سے رجوع کرتے ہیں یا علمائے دیوبند کے ساتھ علماء حرمین شریفین و مصر و حلب و شام و دمشق سب کی تکفیر کرتے ہیں[لہ]"

سر پیٹ لینے ہی کا تو مقام ہے کفریہ فتوے کن عبارات پر ہیں اور یہ تصدیقیں کون سے جوابات پر ہیں۔ تحذیر الناس کی عبارات پر فتویٰ کفر ہے۔ بتائیے المہند میں جو سولھواں جواب دیا گیا ہے کیا اُس میں تحذیر الناس کی عبارات نقل کی گئی ہیں؟ براہین قاطعہ پر فتویٰ کفر ہے۔ المہند میں اُنیسویں جواب میں اس سے متعلق فریب کاری تو کر دی گئی لیکن یہ تو بتائیے کہ براہین قاطعہ کی جس عبارت پر فتویٰ کفر ہے کیا وہ عبارت بعینہٖ نقل کی گئی ہے؟

حفظ الایمان پر فتویٰ کفر ہے۔ المہند میں بیسویں جواب میں اس سے متعلق جو تلبیس کی گئی ہے بتلائیے تھانوی صاحب کی بعینہٖ وہی عبارت کہیں موجود ہے؟ تھانوی صاحب نے تو کہا تھا کہ "اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو ...... الخ"

اور یہی تشبیہ کفر کے درجے میں داخل کرتی ہے۔ بتلائیے لفظ "ایسا" کہیں بھی المہند میں درج ہے؟ ان تمام کتب کی متنازعہ عبارات کی ہر جگہ محض تشریح کی ہے اور وہ بھی اصلاحی طرز و طریقے سے اگرچہ

[لہ] المہند صفحہ ۲۵، ۲۶ ؛

قابلِ گرفت پھر بھی ہیں اور چھان بین کرنے سے یہ بے چارے پھر سے پکڑے جائیں۔ اسی لیے تو ہر کوئی کہتا ہے کہ یہ سوال نہ وہاں سے بھیجے گئے اور نہ جوابات کی تصدیق کرائی گئی۔ محض پروپیگنڈا ہے اور سراسر فریب اور دھوکہ دیا گیا ہے اور پھر سوچنے کی بات ہے کہ ان چھبیس سوالات و جوابات گھڑنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ بات تو محض چار عبارتوں کی تھی۔ امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ پر الزام آپ اس وقت رکھتے جب علمائے عرب نے امام احمد رضا کے اسی فتوے کو رد کر دیا ہوتا جو انہوں نے آپ کی کتب کے ساتھ اُن کی خدمت میں پیش فرمایا تھا۔ یا علمائے حرمین شریفین نے آپ کی طبع شدہ کتب کی متنازعہ عبارات پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہوتی۔ دراصل مکہ مکرمہ میں شیخ عبدالحق الٰہ آبادی علیہ الرحمۃ کی موجودگی ہی "المہند" کی کارروائی کو جعلی ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔ کیونکہ ایک تو وہ اُردو ہندی زبان سے واقف تھے بلکہ اہلِ زبان تھے دوسرے تذکرۃ الرشید جلد اول میں بھی علمائے دیوبند نے انہیں "وسیع النظر محدث" تسلیم کیا ہے۔ جب اُن کا فتویٰ بھی "حسام الحرمین" میں موجود ہے تو خلیل احمد انبیٹھوی وغیرہ نے ان سے رجوع کیونکر نہ کیا۔ ثابت ہوا کہ یہ سوال و جواب سب فرضی کارستانی ہے۔ جیسا کہ پچھلی سطور میں عرض کیا جا چکا ہے کہ مولوی رشید احمد گنگوہی مرزا غلام احمد قادیانی کو مردِ صالح کہتے رہے۔ گو اس میں بھی آپ یہ تھا، وہ تھا، یوں تھا، ووں تھا کہہ کر تاویلوں سے کام لیں گے مگر یہاں بات چونکہ علمائے عرب کی ہو رہی ہے کہ انہوں نے دیوبندی عقائد کی تصدیق فرما دی۔ تو اس سلسلے میں قارئین کرام یہ بات ذہن میں بٹھا لیں کہ "المہند" میں سوال و جواب اور تصدیقوں کی کارروائی فرضی و من گھڑت ہے۔ دوسرا نکتہ یہ یاد رکھیں کہ یہ جعلی تصدیقیں بھی

اُن عبارتوں پر نہیں جن پر فتویٰ کفر ہے۔

دعویٰ کچھ دلیل کچھ

آپ لوگ اپنی تحریروں میں ان فتووں سے متعلق بڑی ڈینگیں مارتے ہیں اور بڑی شیخی بگھارتے ہیں کہ فلاں عربی عالم نے رجوع کر لیا تھا مگر محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے دلائل کی دنیا میں یتیم نظر آتے ہیں۔ دعویٰ سِدْرَۃُ الْمُنْتَہَائُ اور دلیل نری جگ ہنسائی۔ ڈاکٹر خالد محمود صاحب نے بھی ایسے ہی جوڑ توڑ کا مظاہرہ فرمایا ہے:
"حضرت مولانا سیّدنا احمد برزنجی کا رجوع" کے عنوان سے لکھتے ہیں:-

"ان علماء میں سے جنہوں نے مولانا احمد رضا خاں کی تحسین کی بھی حضرت مولانا سیّد احمد آفندی برزنجی مفتی مدینہ بھی تھے جب آپ کو علم ہوا کہ مولانا احمد رضا خاں نے بات پیش کرنے میں زیادتی سے کام لیا ہے تو [عہ] انہوں نے پھر مولانا کے ردّ اور مشرکیہ عقیدے کی تردید میں غایۃ المامول تصنیف فرمائی اور اس میں مولانا احمد رضا خاں کو ایسے ذکر کیا جیسے کسی عامی کو ذکر کیا جاتا ہے"۔[۱]

ڈاکٹر صاحب نے جھوٹ بھی اس مہارت اور خوبصورتی سے بولا ہے کہ ہم لوگ سچ بھی اس طریقے سے نہ کہہ سکیں۔ عنوان دیکھیے کتنا خوبصورت! "سیّد احمد برزنجی کا رجوع" یعنی مفتی صاحب نے جو ہم دیوبندیوں پر کفر کا فتویٰ دیا تھا وہ انہوں نے واپس لے لیا ہے۔ دیوبند کے معتقد اب ہر کسی کو دلیل دیتے پھر رہے ہیں۔ جناب اُن علمائے عرب نے تو اپنے فتوے واپس لے لیے تھے۔ دیکھا ڈاکٹر صاحب

---

[۱] مطالعہ بریلویت جلد دوم صفحہ ۱۴۳۔ عہ "غایۃ المامول" بھی (بقیہ حاشیہ برصفحہ آئندہ)

نے "ایک مفتی" کا لکھا اور وہ بھی بڑا جھوٹ مگر معتقدین کے نزدیک ایک سے "پوری جماعت" وجود میں آگئی۔ "رجوع" کا لفظ دیکھ کر ایک بار تو دل پھڑک گیا کہ جب سہارنپوری صاحب بہ نفس نفیس مفتی سید احمد برزنجی سے مل آئے ہیں اور مفتی صاحب نے "رجوع" کے بارے میں ایک لفظ تک نہیں کہا تو ڈاکٹر صاحب کس سوراخ سے "رجوع" کا مسودہ نکال لائے ہیں۔ مگر عنوان کے نیچے متن پڑھا تو عنوان اپنی موت آپ مرگیا۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنا اور اپنی قوم کا دل خوش کرنے کو "سید احمد برزنجی کا رجوع" کے الفاظ لکھ کر ہوائی قلعہ تو تعمیر کر دیا مگر اس کو قائم رکھنے کے لیے آپ کے پاس بد قسمتی سے ہمیشہ کی طرح میٹریل (MATERIAL) نہیں تھا اس لیے اگلے لمحے زمین پر آ رہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پی ایچ ڈی کی ڈگری لیے بیٹھے ہیں اور معلوم اتنا نہیں کہ دعویٰ کیا کیا اور دلیل کیا دی۔

دعویٰ یہ ہے کہ سید احمد برزنجی نے دیوبندی عبارات پر دیا گیا کفر کا فتویٰ واپس لے لیا اور دلیل یہ دی کہ انہوں نے مولانا احمد رضا خاں کے رد اور شرکیہ عقیدے کی تردید میں "غایۃ المامول" تصنیف فرمائی۔ ہے کوئی دیوبندی دنیا میں صاحبِ انصاف جو جناب علامہ ڈاکٹر صاحب کی اس دلیل کو دعوے کے مطابق کر سکے۔ ڈاکٹر صاحب نے کتاب "غایۃ المامول" کا نام لکھ کر اور رد اور تردید وغیرہ کے الفاظ لکھ کر یہ تاثر دینا چاہا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے جو فتویٰ پیش کر کے مفتی صاحب سے تصدیق کروائی تھی وہ جب مفتی صاحب کو پتہ چلا کہ یہ تو دھوکے سے تصدیق

جعلی و من گھڑت ہے۔ مفتی سید برزنجی علیہ الرحمۃ کی ہرگز نہیں ہے بلکہ یہ مولوی منظور علی رامپوری کی تخریب کاری ہے اور یہ صاحب وہی ہیں جنہوں نے اس سے قبل "سیف النقی" کا کارنامہ انجام دیا ہے اور اسی فرضی "سیف النقی" کے ایک صفحے کا عکس جون ۹۳ء میں "القول السدید" میں شائع بھی ہو چکا ہے۔

لی گئی ہے۔ لہٰذا انہوں نے رجوع کر لیا اور علمائے دیوبند کو دوبارہ مسلمان ہونے کی سند جاری کر دی۔ لعنۃ اللہ علی الکذبین۔ اصل بات یہ ہے کہ "غایۃ المامول" علم غیب کے مسئلے پر لکھی گئی ہے اور ہر آنکھ والا دیکھ سکتا ہے کہ اس رسالہ میں چند چیزیں مولانا احمد رضا خان کے عقیدے کے عین مطابق ہیں (گو غایۃ المامول فرضی ہے اگر علمائے دیوبند اسے فرضی نہ بھی تسلیم کریں پھر بھی مفتی صاحب کے پہلے فتوے پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑتا) بے شمار ایسے مسائل ہیں کہ علماء اپنے اپنے استدلال سے ایک دوسرے کا رد کرتے چلے آئے ہیں مگر یہ اختلاف فریقین کو دائرۂ اسلام سے خارج نہیں کرتا۔ بتائیے علم غیب کے مسئلے کے اختلاف کا اثر سید برزنجی کے اُس فتوے پر کس طرح پڑ گیا جو چند دیوبندی عبارات پر عائد ہے۔ کیا آپ ایک لفظ بھی غایۃ المامول میں ایسا دکھا سکتے ہیں جہاں مولانا سید احمد برزنجی نے فرمایا ہو کہ میں دیوبندی عبارات پر دیئے گئے "کفریہ فتوے سے رجوع کرتا ہوں؟ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو گویا آپ نے ایک بار پھر اقرار کر لیا ہے کہ مولانا سید احمد برزنجی کا فتویٰ "کفر ہماری عبارتوں پر درست ہے ؎

سچ کہا تو نے تبسم، جسے گستاخ نبی کے
اُسے کہ تقدیر میسر توبہ کی بھی توفیق نہیں

آپ نے جو بڑے طنطنے سے لکھا ہے "انہوں نے پھر مولانا (احمد رضا خان) کے رد اور شرکیہ عقیدے کی تردید میں غایۃ المامول تصنیف فرمائی" اگر یہ بات مان بھی لی جائے کہ مفتی سید احمد برزنجی مولانا احمد رضا خان سے علم غیب کے مسئلے پر اختلاف رکھتے تھے اور ان کے عقیدہ کو صحیح نہیں سمجھتے تھے تو آپ یہ بتائیں کہ اُن کے اس اختلاف سے "حسام الحرمین" میں جو فتویٰ آپ کی کتب پر

عائد ہے اُس کی حیثیت کیونکر تبدیل ہو جائے گی۔ آپ اپنے اوپر لگائے گئے فتوے کی بات کریں کہ کسی اور مسئلے میں امام احمد رضا اور مفتی سید برزنجی کے اختلاف سے آپ کی کتب پر سے یہ فتویٰ کفر کس طرح اُٹھ جائے گا۔

اور اپنے دعوے کی دلیل کے لیے یہ سند اور ثبوت بھی آپ کی گردن پر ہے کہ مفتی سید احمد برزنجی نے کس کتاب کے کس صفحے پر کون سی عبارت لکھی ہے کہ مولانا احمد رضا خان نے بات پیش کرنے میں زیادتی کی ہے۔ اگر کہیں ایسی عبارت ہوتی بلکہ ہلکا سا بھی تاثر ملتا تو آپ کھینچ تان کر کیا سے کیا نہ بنا لیتے مگر آپ نے دعویٰ ہی کیا ہے سند پیش نہیں کی۔ جب ثبوت نہیں تو آپ ایک ہزار بار لکھتے پھریں ہمیں کیا پتہ چلا کہ آپ نے زبردست دھوکے، جوڑ توڑ اور فریب کاری سے کام لے کر "رجوع" کا لفظ لکھا ہے وگرنہ تو سید احمد برزنجی کا فتویٰ چمک دمک کے ساتھ آج بھی قائم و دائم ہے۔ فللّٰہ الحمد۔

قارئین کرام! مزے کی بات یہ بھی ہے کہ رسالہ "غایۃ المامول" جو علم غیب کے مسئلے پر ہے اور جس کے بہت سارے اقتباسات مولوی حسین احمد مدنی صاحب نے اپنی کتاب "شہاب ثاقب" کے شروع میں نقل کئے ہیں، اس میں بھی مفتی صاحب نے دوبارہ فتویٰ کفر عائد کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

"پھر اس کے بعد علماءِ ہند میں سے ایک شخص جسے احمد رضا خاں کہا جاتا ہے مدینہ منورہ آیا جب وہ مجھ سے ملا تو اولاً اُس نے مجھے یہ بتایا کہ ہند میں اہل کفر و ضلال میں سے کچھ لوگ ہیں ......

(مرزا غلام احمد قادیانی، فرقہ امیریہ، نذیریہ اور قاسم نانوتوی و گنگوہی

وغیرہ کا ذکر ہے) ......

اور (اس نے مجھے بتایا کہ) اس نے ان فرقوں کے رد اور ان کے اقوال کے باطل کرنے کے لیے ایک رسالہ موسومہ "المعتمد المستند" لکھا ہے۔ پھر اس نے مجھے اس رسالہ کے خلاصہ (حسام الحرمین) پر مطلع کیا اس میں صرف ان فرقوں کے اقوال مذکورہ کا بیان اور ان کا مختصر سا رد تھا اور اس رسالہ (حسام الحرمین) پر تصدیق و تقریظ طلب کی۔ ہم نے اس پر تقریظ و تصدیق لکھ دی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ان لوگوں سے یہ مقالاتِ شنیعہ ثابت ہو جائیں تو یہ لوگ کافر و گمراہ ہیں کیونکہ یہ سب باتیں اجماعِ امت کے خلاف ہیں "۔[1]

(جاری ہے)

---

[1] غایۃ المامول صفحہ ۲۹۷ تا ۲۹۹ ناشر انجمن ارشاد المسلمین لاہور۔ مترجم مولانا نعیم الدین دیوبندی ۔

فیضان مدینہ پبلیکیشنز کی عنقریب شائع ہونے والی مطبوعات

- سیرت رحمۃ للعالمین ﷺ
- غیر مقلدین کو دعوت انصاف (جلد چہارم)
- قادیانی دھرم کا علمی محاسبہ (جلد اول)

ناشر: فیضان مدینہ پبلیکیشنز جامع مسجد عمر روڈ کاموکے

ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی کی ایمان سوز فریب کاریاں (۲)

از جناب سید بادشاہ تبسم بخاری صاحب مدظلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

کتاب "غایۃ المامول" پر مزید ۱۲ علماء مدینہ منورہ کے جعلی تصدیقی دستخط نقل کر کے علماء دیوبند نے اپنی گستاخانہ عبارات پر فتوئ کفر کی تقریظ و تصدیق کرنے والے علماء حجاز کی تعداد میں اور اضافہ کر دیا جس کو تمام علمائے دیوبند نے خود بھی تسلیم کر لیا تبھی تو وہ اسے خود چھاپ رہے ہیں اور خود ہی عربی عبارات کا ترجمہ بھی کر رہے ہیں۔ دیوبندیوں نے اپنے اوپر یہ فتویٰ یوں تسلیم کر لیا کہ "غایۃ المامول" کے مشمولات میں علماء دیوبند کی گستاخانہ عبارات اور ان کے مصنفین کے نام اور پھر ان پر ایک بار علامہ برزنجی کا فتوئ کفر بھی موجود ہے۔ امام احمد رضا بریلوی سے مسئلہ علم غیب میں اختلاف کے باوجود علامہ برزنجی کا علماء دیوبند کی گستاخانہ عبارات پر فتوئ کفر میں مولانا احمد رضا خاں کی تائید و توثیق کرنا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ علماء حرمین نے علی وجہ البصیرت خوب تحقیق کر کے اور بڑے غور و فکر کے ساتھ علماء دیوبند پر کفر کا فتویٰ دیا ہے۔

اس طرح دیوبندیوں کا یہ الزام بھی بے بنیاد ثابت ہو گیا کہ علمائے عرب نے عاجزی و انکساری سے متاثر ہو کر یا سادہ لوحی کے باعث دھوکے میں آکر فتوے دیئے جیسا کہ ڈاکٹر صاحب مدنی صاحب کی سنّت ادا کرتے ہوئے ہوا میں تیر چلا رہے ہیں۔ جاتے جاتے "مقدمہ شہاب ثاقب" کے یہ الفاظ بھی ملاحظہ فرماتے جایئے:۔

"علماء دیوبند کی تکفیر کے مسئلہ میں علماءِ حرمین شریفین میں سے صرف ۲۶ علماء کرام نے احمد رضا خاں صاحب کی بظاہر غیر مشروط تائید و تصدیق کی ہے"[1]

ڈاکٹر صاحب ابھی بتا دیجئے کہ جب غایۃ المامول آپ کے بزرگوں کے ہاتھ لگی تھی اور اس میں آپ کے علمائے دیوبند پر مفتی صاحب نے نام لے کر فتوئ کفر دیا تھا تو کیا آپ کے بزرگوں میں سے کوئی ایسا شخص بھی تھا جو فوراً عرب شریف جا نکلا ہو اور تحذیر الناس وغیرہ ساتھ لے کر گیا ہو تاکہ مفتی سید برزنجی کو آگاہ کیا جا سکے کہ جناب! آپ نے ایک بار پھر ہمیں اپنے فتوے میں دھر لیا ہے۔ دیکھیے یہ ہیں وہ کتابیں، ان میں کہیں بھی وہ عبارات درج نہیں جن پہ فتوئ کفر ہے۔ کیا ایسا ہوا؟ اگر نہیں تو کیوں؟

بہر حال "مطالعہ بریلویت" جلد دوم کے شروع کے ایک صد صفحات امام احمد رضا بریلوی کی پُر وقار شخصیت کو داغدار کرنے کی کوشش میں ضائع کئے گئے۔ امام احمد رضا کی کسی عبارت کا کوئی ایک آدھ ٹکڑا لے کر خوب پھبتیاں اڑائی گئیں، فحش کلامی کا مظاہرہ کیا گیا اور اپنی بات کی تائید میں خود اپنی دیوبندی کتب یا کسی اور مخالفِ امام

---

[1] مقدمہ شہاب ثاقب صفحہ ۲، ناشر انجمن ارشاد المسلمین

احمد رضا کے حوالوں کو بنیاد بنا کر بے شمار طنز کے تیر برسائے گئے۔ یہ کتاب ایک خصوصی پلان کے تحت لکھی گئی ہے اور اس میں فقط ڈاکٹر صاحب نہیں بلکہ کئی ہاتھ کارفرما نظر آتے ہیں۔ اس پلان کا مرکزی خیال ہی یہ ہے کہ عوام الناس کو جس قدر بھی دھوکے اور فریب سے گمراہ کیا جا سکتا ہے، امام احمد رضا کو بدنام کر کے عوام کو گمراہی کے تاریک گڑھوں میں دھکیل دیا جائے اور اس پلان میں کام آنے والے دیوبندی ذہن خوب جانتے ہیں کہ عوام الناس میں سے کس نے امام احمد رضا کی کتب خریدی ہیں اور کس نے بیسیوں کتب کے حوالے ایک ایک کر کے دیکھے ہیں لہٰذا جتنی منافقت سے کام لیا جا سکتا ہے لے لو۔ خیر! آفتاب و ماہتاب کا تھوکا منہ پہ آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم، رحمتِ عالم محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طفیل مسلمانانِ عالم کو ان کے دھوکے اور فریب سے محفوظ و مامون رکھے اور بقول بندۂ ناچیز

؎ ہاتھ اُٹھا کر رات دن مانگا کریں یہ بھی دُعا
اے خدا دیوبندیوں کے شر سے تو ہم کو بچا

ڈاکٹر خالد محمود صاحب چونکہ ہر صفحے کے اندر جوڑ توڑ اور فریب کاری کے من بھاتے کھیل میں مصروف رہے اس لیے جی تو چاہتا ہے کہ کوئی صفحہ بغیر جواب کے نہ رہنے دیا جائے مگر یہ مضمون اتنی تفصیل کا متحمل نہیں ہو سکتا لہٰذا فریب کاریوں اور جوڑ توڑ کی چند مثالوں پہ ہی اکتفا کیا جا رہا ہے۔

① ترجمۂ کنزالایمان

ڈاکٹر صاحب "کنزالایمان ترجمہ قرآن نہیں" کا عنوان دے کر مقدمہ کنزالایمان کے حوالے سے رقمطراز ہیں:۔

"لفظ بلفظ ترجمہ کرنے کے سبب حرمتِ قرآن، عصمتِ انبیاء،

اور وقارِ انسانیت کو بھی ٹھیس پہنچی ہے اور . . . . انہی تراجم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ معاذ اللہ بعض امور کا علم اللہ رب العزت کو بھی نہیں ہوتا؟" (مقدمہ کنز الایمان صفحہ ۱)

غور کیجئے یہ جرح کیا بعینہٖ وہی نہیں جو پادری عبد الحق نے عربی دان ہونے کی حیثیت سے قرآن پر کی تھی اور ان بریلوی علماء نے اردو دان ہونے کی حیثیت سے ان اردو تراجم کے ذمہ لگا دی؟"[1]

دیکھنا یہ ہے کہ پادری عبد الحق عربی دان نے کیا جرح کی تھی وہ بھی خود ڈاکٹر صاحب ہی نے نقل کر دی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ پادری عبد الحق کہتا ہے:۔

"قرآن کا مطالعہ کریں تو کوئی نقص نہیں جو خدا میں نہ ہو اور کوئی عیب نہیں جو اس کے انبیاء میں نہ ہو، محمدی علماء تفسیروں میں ان تمام آیتوں کی تاویلیں کرتے ہیں لیکن قرآن کے الفاظ جوں کے توں ہیں اور وہ ہمارے دعوے کی تائید کرتے ہیں، مسلمانوں کا قرآن کچھ کہتا ہے اور ان کی تفسیریں کچھ، سو نجات کی راہ صحفِ مقدسہ میں ہے۔ (صحفِ مقدسہ صفحہ ۱۷)"[2]

قرآن کریم کسی بندے کا کلام نہیں بلکہ اللہ کا کلام ہے۔ اس کے الفاظ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ ان کی فصاحت و بلاغت، ان کے حقیقی معنیٰ اور ان کی اصل مراد اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں، جتنا کچھ امّت کو بتانے کی ضرورت محسوس کی گئی وہ بواسطۂ پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بتا دیا گیا۔ بہت سے الفاظ

---

[1] مطالعۂ بریلویت جلد دوم صفحہ ۹۸۔

[2] ایضاً صفحہ ۹۶، ۹۷ ÷

ایسے ہیں جو لغتِ عرب سے لیے گئے مگر اُن کے معنیٰ وہ نہیں جو لغت میں ہیں بلکہ قرآن کے اپنے معنیٰ ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے جو مقدمۂ کنزالایمان کی عبارت دی ہے اس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ترجمہ؛ ایسا ہو جس سے حرمتِ قرآن بھی باقی رہے اور عصمتِ انبیاء بھی، یعنی ترجمے میں کوئی ایسا لفظ نہ آنے پائے جس میں اللہ و رسول (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی گستاخی ثابت ہو۔ اللہ رب العزت نے جو کلام پاک اُتارا ہے وہ اُس کے الفاظ و معانی کی تفصیل مخلوق سے زیادہ جانتا ہے۔ مگر مخلوق خصوصاً اُمتِ محمدیہ کو زیبا نہیں کہ وہ ترجمہ کرتے وقت آدابِ توحید و رسالت کو بھول جائے کہ یہی تعظیم و ادب ہی اس کا طرۂ امتیاز ہے۔ ایسے الفاظ ترجمہ میں شامل ہی کیوں کیے جائیں جو ہماری زبان میں اچھے معنوں میں مستعمل نہیں۔ یہ تو مطلب ہوا مقدمۂ کنزالایمان کی عبارت کا، جب کہ دوسری طرف پادری عبدالحق صاحب براہِ راست قرآن مجید کے عربی الفاظ پر ہی معترض ہیں کہ قرآن کچھ کہتا ہے اور تفسیر کچھ۔ یعنی وہ بے چارہ اپنی عقل پر ہی بھروسہ کر کے بیٹھ گیا ہے کہ جو سامنے نظر آرہا ہے اس کی اصلیت بھی وہی ظاہر کی طرح ہے۔ گویا پادری صاحب نے جان لیا کہ بس اس کے علاوہ کوئی دوسرے معنیٰ تو متعین ہو ہی نہیں سکتے۔ انہوں نے اپنی کم علمی و کم فہمی سے اللہ کے کلام کے الفاظ کو اپنی عقل کی روشنی میں پرکھا اور اپنی عقل کے زور پر ہی اُن کے معنیٰ محدود و مخصوص کر لیے۔ لہٰذا مقدمۂ کنزالایمان کی عبارت پادری صاحب کی عبارت میں مشرق و مغرب کا فرق ہے۔ اور اگر ڈاکٹر صاحب برنائے تعصب پھر بھی بضد ہیں تو بتائیں کہ اگر تفاسیر کے اندر تاویلوں کے ذریعے حرمتِ قرآن اور عصمتِ انبیاء کو بچایا جا سکتا ہے تو ترجمہ کے اندر ہی اس

کلیے کو قائم کرلینا کیونکر درست اور جائز نہ ٹھہرے گا؟ قرآن مجید کے عربی لفظ کی جو مراد آپ دوسرے قدم پر جا کر لیتے ہیں وہی مراد اگر پہلے قدم یعنی ترجمہ ہی میں لے لی جائے تو کون سی تحریف ہو جائے گی؟ جو معنیٰ تفاسیر کے مطابق ہو کیا وہ معنیٰ غلط ہو جائے گا؟ چونکہ آپ کے علماء دیوبند نے اپنے تراجم میں قرآنی الفاظ "مکر" کا معنیٰ فریب کیا — "ضالا" کا معنیٰ "بھٹکتا ہوا" کیا، "ذنب" کے معنیٰ گناہ کیا اور ان سب کی نسبت اللہ و رسول کی طرف کر دی۔ اس لیے اب آپ اس بات پر بہت زور دے رہے ہیں کہ جب ان کے لفظی معنیٰ یہی بنتے ہیں اور لفظی ترجمہ یہی نکلتا ہے تو وہ کیا کرتے۔ تو عرض ہے کہ وہ وہی کچھ کرتے جو انہوں نے صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم، حج اور جہاد کے معنوں میں کیا ہے۔ اگر آپ کے نزدیک لفظی ترجمۂ قرآن ہی درست ہے تو پھر صلوٰۃ کے معنی نماز نہیں بلکہ مطلق "دعا" ہے، زکوٰۃ کا مطلب مطلق "زیادتی" ہے، صوم کا مطلب مطلق "بندش" ہے۔ حج کا ترجمہ مطلق "قصد" ہے اور جہاد کا ترجمہ مطلق "مشقت" ہے۔ بتلائیے اس کے لفظی ترجمے کیوں نہیں کئے گئے۔ آپ کے قول کے مطابق تو اگر صلوٰۃ سے مراد نماز لینا تھی تو تفسیر کے اندر لی جاتی نہ کہ ترجمہ میں۔ علیٰ ہذا القیاس دیگر الفاظ کا ترجمہ لفظی کر دیا جاتا اور جو مراد تھی وہ تفاسیر میں پیش کی جاتی۔ آپ کے علمائے دیوبند نے ایسا کیونکر نہیں کیا؟ اور سوچنے کی بات یہ بھی ہے کہ جس بیچارے کے پاس کوئی تفسیر ہی نہ ہو وہ کیا کرے، کیا وہ لفظی ترجمے پر ہی عمل کرے اور اُن کے معنی وہی سمجھے جو آپ کے علماء نے ترجمے میں پیش فرما دیئے ہیں؟ سیدھے ہاتھ کیوں نہیں مان لیتے کہ ترجمہ لغوی شرعاً معتبر نہیں ہوتا بلکہ ترجمہ اصطلاحی شرعاً معتبر ہوا کرتا ہے۔ دیکھئے آپ کے حکیم الاسلام قاری محمد طیب قاسمی لکھتے ہیں: -

”روایت میں آیا ہے کہ جب روزہ کے بارے میں آیت نازل ہوئی ابتداء میں یہ حکم تھا کہ رات کو سو کر جب بھی آنکھ کھلے، اس وقت سے اگلے افطار تک بیچ میں کھانا پینا منع ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس میں تخفیف فرمائی اور ارشاد فرمایا۔ ۔ حتی کلوا واشربوا یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر یعنی صبح کاذب کے بعد جب صبح صادق کا اُجالا ظاہر ہو تو اب کھانے پینے سے رُک جاؤ، اور روزہ کی نیت کرو۔

اس آیت کے نزول کے بعد لوگوں نے دو قسم کے دھاگے کالے اور سفید تیار کرائے اور سرہانے رکھ لیے۔ جب سفید دھاگا کالے دھاگے سے تمیز ہو جاتا تب کھانا پینا بند کرتے۔ حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کے دھاگے تیار کرائے اور تکیے کے نیچے رکھ دیئے، ان کو دیکھتے رہتے جب کالا دھاگہ سفید دھاگہ سے بالکل ممتاز نظر آتا، تو روزہ کی نیت کرتے حالانکہ اس وقت صبح صادق ہوئے خاصا وقت پندرہ ۱۵ بیس ۲۰ منٹ گزر چکے ہوتے۔

ان حضرات نے باعتبارِ لغت یہ صورت اختیار کی تھی تو لغوی اعتبار سے غلط بھی نہ تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ کی چونکہ یہ مراد نہ تھی اس لیے سب کی دلجمعی نہ ہوئی اور معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا۔ آپ نے حضرت عدی رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا۔ اے عدیؓ تم کیا صورت کرتے رہے؟

انہوں نے عرض کیا میں نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد كُلُوْا وَاشْرَبُوْا کے نازل ہونے کے بعد دو ڈورے اپنے تکیے کے نیچے رکھ لیے ہیں اور انہیں دیکھتا رہتا ہوں۔ جب تک کالا ڈورا سفید ڈورے سے ممتاز نہ ہو جائے کھاتا پیتا رہتا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے عدی! تمہارا تکیہ بڑا وسیع ہے کہ اس میں دن رات چھپ گئے۔ کیونکہ کالے ڈورے سے رات مراد ہے اور سفید ڈورے سے مراد دن ہے۔ دھاگوں کے ڈورے مراد نہیں۔ اس وقت لوگوں کو معلوم ہوا کہ یہاں لغوی معنی مراد نہیں ہے[1]

اس کے بعد متصل ہی قاری محمد طیّب صاحب فرماتے ہیں:-

"یہیں سے معلوم ہوا کہ لفظ کے ایک لغوی معنی ہوتے ہیں اور ایک مرادی۔ قرآن مجید اُترا تو لغتِ عربی میں ہے۔ لیکن ہر جگہ لغت مراد نہیں۔ بعض جگہ قرآن کریم نے لغت تو زبان عرب سے لیا مگر معنیٰ اس کے اندر اپنے ڈالے اور وہی مرادی معنیٰ کہلاتے ہیں۔"[2]

قاری صاحب کا یہ پیرا بھی پڑھنے کے قابل ہے، فرماتے ہیں:-

"اگر مرادی معنیٰ ضروری نہ ہوتے، لغوی معنیٰ ہی کافی ہوتے، تو اتنا کافی ہوتا کہ حضرت جبریل علیہ السلام قرآن مجید کا نسخہ لاتے، بیت اللہ کے چھت پر رکھ دیتے اور اعلان کر دیتے۔ اے لوگو! تم روحانی مریض ہو۔ یہ تمہارے لیے نسخۂ شفا ہے۔ تم زبان داں ہو، عربی سمجھتے ہو، اس کتاب کو دیکھ کر اپنا علاج کر لیا کرو۔ پیغمبر مبعوث کرنے کی ضرورت بھی نہ تھی، مگر مسائل کہیں بھی لغت سے حل نہیں ہوا کرتے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ وہ لغت سے اللہ کی مراد متعین کر کے لوگوں کو بتائیں کہ اللہ تعالیٰ کی مراد کیا ہے اور اللہ کے نزدیک اس آیت کا کیا مطلب ہے؟"[3]

---

[1] خطبات حکیم الاسلام جلد دوم صفحہ ۲۷/۲۸ کتب خانہ مجیدیہ ملتان

[2] ایضاً صفحہ ۲۸ -

[3] ایضاً صفحہ ۲۹ -

ڈاکٹر صاحب! اپنے حکیم الاسلام کی عبارت کا ایک ایک لفظ غور سے پڑھیے اور پھر بتلایئے کہ کیا لفظی ولغوی ترجمہ شرعاً معتبر اور درست سمجھا جا سکتا ہے؟ اگر نہیں تو جہاں امام احمد رضا نے مرادی معنیٰ لے کر ترجمہ کیا ہے وہ کیونکر درست نہ سمجھا جائے گا۔ تو کیا اب پادری عبدالحق کی عبارت کو بھی آپ کے حکیم الاسلام صاحب کی عبارت کے ساتھ یہ کہہ کر منطبق کر دیا جائے کہ عبدالحق پادری کو بھی لفظوں پر اعتراض ہے کہ ان کے معنیٰ صحیح نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور انبیاء میں عیب و نقص پائے جاتے ہیں اور قاری صاحب بھی کہتے ہیں کہ اصل معنیٰ تو وہی لغت والا ہے مگر مرادی معنیٰ کوئی اور ہے یعنی قاری صاحب بھی تو یہی کہتے ہیں کہ جو کچھ نظر آرہا ہے یہ اصل معنیٰ نہیں مراد کوئی اور ہے۔ اور اصل معنیٰ اسی لیے نہیں کہ اس سے حرمتِ قرآن اور عصمتِ انبیاء باقی نہیں رہتی کوئی خرابی ایسی ضرور واقع ہوتی ہے کہ قاری صاحب مرادی معنیٰ ہی کی طرف زور دیتے ہیں اور اسی کو معتبر سمجھتے ہیں۔

② رحمانی کلام میں انسانی کلام

مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ کا ترجمہ پیش کرکے ڈاکٹر صاحب نے اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ ترجمۂ قرآن میں اپنے الفاظ شامل کرنا بہت بڑی زیادتی بلکہ تحریفِ قرآن ہے۔ سورہ الرحمٰن کی ابتدائی آیات کا ترجمۂ کنز الایمان نقل کرکے آپ فرماتے ہیں:۔

"یہ قرآن پر ایک بڑا ظلم ہے، رحمانی کلام میں انسانی کلام کو ملانا ہے اس قسم کا اضافہ ترجمۂ قرآن میں ایک کھلی تحریف ہے۔"[1]

اس سے قبل آپ نے ایک جگہ یہ بھی فرمایا ہے:۔

---

[1] مطالعۂ بریلویت جلد دوم صہ ١٠٣ ؂

”اپنی طرف سے کوئی الفاظ ڈالنا ہو تو اُسے ( ) بریکٹ میں لکھتے ہیں تاکہ اُسے کسی لفظ کا ترجمہ نہ سمجھا جائے“ [1]

اصل مسئلہ یہ ہے کہ تحریف اس وقت متصور ہو گی جب کوئی لفظ معنًا میں بگاڑ پیدا کر دے اور مطلب و مفہوم اُلٹ ہو جائے۔ بغیر بریکٹ کے اردو الفاظ کا ترجمہ میں زیادہ ہو جانا محض وضاحت سمجھی جاتی ہے، تحریف نہیں۔ اور اگر تحریف ہی ہے تو پھر یہ ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:۔

(الف) وَاسْتَغْفِرْهُ ط سورۃ النصر پارہ ۳۰

ترجمہ محمود الحسن :۔ ”اور گناہ بخشوا اس سے۔“

بتلائیے ”گناہ“ کس قرآنی لفظ کا ترجمہ ہے؟ بقول آپ کے رحمانی کلام میں انسانی کلام کا اضافہ ہو گیا۔ دوسرے یہ بغیر بریکٹ کے ہے، لہٰذا بقول آپ کے کھلی تحریف ہے۔ تیسرے یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ نے تو محض یہ حکم دیا کہ اے میرے محبوب! تم بخشش چاہو۔ مگر محمود الحسن صاحب نے ساتھ لفظ ”گناہ“ لکھ کر اس کی نسبت بھی حضور کی طرف کر دی۔ سورۃ الفتح میں تو ”ذنب“ کا لفظ عربی میں بھی موجود تھا۔ جس سے آپ استدلال کرتے ہیں کہ ذنب کے معنی گناہ کے ہیں۔ یہاں واستغفرہ میں ”گناہ“ کے لفظ کا اضافہ کر کے اسے ذاتِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ کیونکر منسوب کر دیا گیا؟ طبعی تقاضا ہی کہا جا سکتا ہے ورنہ قرآن میں تو یہ لفظ نہ تھا۔

(ب) وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ؕ سورۃ الانشقاق پارہ ۳۰۔

ترجمہ محمود الحسن :۔ ”اور سن لے حکم اپنے رب کا اور وہ آسمان اسی لائق ہے۔“

---

[1] مطالعہ بریلویت جلد دوم صـ۱۰۰ ۔

بتلائیے "آسمان" کس قرآنی لفظ کا ترجمہ ہے۔

(ج) كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۙ۝ سورۃ الانفطار پارہ ۳۰۔

ترجمہ محمود الحسن:۔ "عزت والے عمل لکھنے والے۔"

بتلائیے "عمل" کس قرآنی لفظ کا ترجمہ ہے۔ مشتے نمونہ از خروارے، یہی مثالیں کافی ہیں ورنہ تو دیوبندی تراجم میں بھی ہر صفحے پر ایسے اضافے موجود ہیں۔ تحریف اگر اسی کا نام ہے تو کوئی دیوبندی مترجم بھی اس تحریف سے نہیں بچ سکتا۔

سورۂ الرحمٰن کی ابتدائی آیات کے ترجمہ میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے عشقِ مصطفوی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مفسرین کرام کی تصریحات کی روشنی میں اپنے آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شانِ اقدس کے لیے جو عظیم الشان الفاظ درج کیے ہیں وہ قرآن و حدیث کے نظریئے کے عین مطابق ہیں جنہیں ڈاکٹر صاحب کم فہمی سے تحریف کا نام دے رہے ہیں۔ جن بے چاروں نے خصائص کبریٰ، کنز العمال اور مسند امام احمد کا بھی مطالعہ نہیں کیا وہ بھی امام احمد رضا کے منہ آ لگے (اس بات کا ثبوت بھی انشاء اللہ آگے آ رہا ہے اور ان علم و فضل کے دعویداروں کی قلعی کھلنے والی ہے۔ ذہنی طور پر تیار رہیئے) بہر حال اعلیٰ حضرت کا ترجمہ دیکھیے:

اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝

ترجمہ:۔ "رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا، انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا، ماکان و ما یکون کا بیان انہیں سکھایا۔" [1]

---

[1] قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ انسان سے مراد حضرت رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (کتاب الشفا)

ڈاکٹر صاحب کے پیٹ میں مروڑ اُٹھ کھڑا ہوا کہ ہمارا کام تو نبی کو اپنے جیسا بشر بتانا ہے جس کو اپنے بیٹھ پیچھے کی بھی خبر نہیں ہوتی اور جو یہ بھی نہیں بتا سکتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے۔ یہ احمد رضا نے کیا کہا کہ ماکان و مایکون (جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہونے والا ہے) کا علم قرآن سے ثابت کر دیا۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے دل کی آتش ملاں و بریلویت لکھ کر بجھائی دگرنہ انسانی کلام تو ڈاکٹر صاحب کے اپنے علماء کے تراجم میں بھی شامل ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی بیماری کا اصلی سبب جان چکے ہیں تو آئیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم مبارک کے متعلق اختصاراً دو چار باتیں ملاحظ فرمائیں۔

① وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

(پ۱۴ سورۃ النحل)

ترجمہ:۔ اے محبوب ہم نے جو کتاب آپ پر نازل فرمائی ہے اس میں ہر چیز کا بیان ہے۔

كُلِّ شَيْءٍ عام ہے۔ اس میں تخصیص نہیں لہذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کُل شے کا علم ہوا کیونکہ آپ ہی قرآن کے سب سے زیادہ جاننے والے ہیں البتہ یہ ہر چیز کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہے ذاتی نہیں۔

② عَلَّمَهُ الْبَيَانَ کے تحت شیخ المفسرین صاحب معالم فرماتے ہیں:۔

"یعنی بیان ماکان و مایکون لانہ صلی اللہ علیہ وسلم ینبئ عن خبر الاولین والآخرین وعن یوم الدین"[1]

---

[1] تفسیر معالم التنزیل جز سابع مطبوعہ مصر۔

یعنی بیان ماکان و مایکون جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے سب کا علم آپ کو عطا فرمایا گیا اس لیے کہ آپ اولین و آخرین اور قیامت کے دن کی بھی خبر رکھتے ہیں۔

اس کے علاوہ ماکان و مایکون کے یہی الفاظ سند المفسرین علامہ علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر خازن میں بیان فرماتے ہیں۔ قرآن کریم میں جہاں جہاں یہ آیا ہے کہ ان اشیاء کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں وہاں اللہ تعالیٰ کا ذاتی علم مراد ہے یعنی اپنی ذات سے مخلوق میں سے کوئی فرد بھی کچھ نہیں جان سکتا۔ ذاتی علم غیب صرف اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ جیسا کہ سید سلیمان ندوی نے "سیرۃ النبی" جلد چہارم میں اس کی تصریح کی ہے۔

(۳) مسلم شریف میں ایک حدیث مبارکہ ابوزید یعنی عمر بن اخطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے درج ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھا کر خطبہ ارشاد فرمایا۔ ظہر ہوئی تو منبر سے اُترے۔ نماز پڑھائی۔ اسی طرح کرتے کرتے غروب آفتاب تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ صرف نماز کا وقفہ ہوتا رہا۔ اس خطبہ شریف میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماضی و مستقبل کی خبر دی۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:-

"ثم صعد المنبر حتیٰ غربت الشمس فاخبرنا بما کان وبما هو کائن"[1]

ترجمہ یہ ہے کہ آپ نے پھر منبر پر جلوہ افروز ہو کر خطبہ دیا جو غروب آفتاب تک جاری رہا۔ اس طویل خطبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں (ماکان) جو کچھ پہلے گزر چکا تھا اور (ماهو کائن)

---

[1] مسلم شریف ج ۲ کتاب الفتن واشراط الساعۃ

جو کچھ ہونے والا تھا اس کی بھی خبر دی۔

④ مشکوٰۃ شریف کے باب المعجزات کی ایک حدیث کی شرح میں علامہ مُلّا علی قاری شرح فرماتے ہیں:-

"یخبرکم بما مضی ای بما سبق من خبر الاولین من قبلکم وما ھو کائن بعد کم ای من نبأ الاٰخرین فی الدنیا ومن احوال الاجمعین فی العقبیٰ"۔[1]

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گذشتہ اور آئندہ تم سے پہلوں اور تمہارے بعد والوں کی دنیا اور عقبیٰ کے جمیع احوال کی خبر دیتے ہیں۔ حدیث مشکوٰۃ کی ہے۔ شرح مُلّا علی قاری کی ہے۔ علم ماکان ومایکون ثابت کیا گیا ہے۔

⑤ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (پ ۵ سورۃ النساء ع ۱۳) یعنی اے محبوب تمہیں سکھا دیا اللہ نے جو کچھ آپ نہ جانتے تھے۔ اس آیت کے تحت امام المفسرین ابن جریر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:-

"وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ مِنْ خَبَرِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَ مَا كَانَ وَ مَا هُوَ كَائِنٌ"۔[2]

⑥ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ کے تحت تفسیر عرائس البیان میں ہے:-

"اى عُلُوْمُ عَوَاقِبِ الْخَلْقِ عِلْمِ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ"۔[3]

⑦ تفسیر ابن عباس میں ہے:-

---

[1] مرقاۃ المصابیح جلد ۵ [2] تفسیر ابن جریر [3] تفسیر عرائس البیان۔

(عَلَّمَهُ الْبَيَانَ) اَلهمه الله بیان کل شئی واسماء کل دابۃ تکون علی وجه الارض۔"[1]

⑧ تفسیر جلالین میں ہے:-

عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ من الاحکام والغیب۔

اللہ نے احکام شریعت کا علم بھی اور غیب کا علم بھی دیا۔ اگر صرف "احکام کا علم" مراد ہوتا تو "والغیب" کا اضافہ ہرگز نہ ہوتا۔

⑨ تفسیر حسینی میں ہے:-

"در احادیثِ معراجیہ آمدہ است کہ در زیر عرش قطرہ در حلق من ریختند فَعَلِمْتُ مَا كَانَ وَمَا سَيَكُوْنُ پس دانستم انچہ بود وانچہ خواہد بود"

ترجمہ:- احادیثِ معراجیہ میں آیا ہے کہ عرش سے ایک قطرہ میرے حلق میں ٹپکایا گیا جس کی وجہ سے مجھے ماکان وماسیکون یعنی گذشتہ اور آئندہ کے سب امور کا علم ہو گیا۔

⑩ مشکوٰۃ شریف میں حضرت حُذَیفہؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ وعظ فرمایا اور اُن فتنوں کی خبر دی کہ جو ظاہر ہوں گے۔ آگے آتا ہے:-

"ما ترک شیئاً یکون فی مقامہ ذالک الی قیام الساعۃ الا حدث۔"

ترجمہ:- نہیں چھوڑی کوئی چیز کہ واقع ہونے والی تھی اس مقام میں قیامت تک مگر کہ بیان فرمایا۔

اب جبکہ احادیثِ مبارکہ اور مفسرینِ کرام کی وضاحت سے آیاتِ

---

[1] تفسیر ابن عباس مطبوعہ مصر۔

قرآنی کے تحت روشن ہو گیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو علم ماکان ومایکون حاصل تھا اور مفسرین کرام نے عَلَّمَهُ الْبَيَانَ کے تحت ہی بیان کیا ہے تو اس جگہ اگر امام احمد رضا نے ترجمہ میں یہی مرادی معنیٰ بیان فرما دیئے تو کیا اب اسے تحریف کہا جائے گا؟ اگر معنوی تحریف ہی دیکھنے کا شوق دامن گیر ہے تو تحذیر الناس اٹھا لیجئے تحذیر الناس کے اندر "خاتم النبیّن" کے گھڑے گئے نئے معنیٰ کے متعلق خود نانوتوی صاحب لکھتے ہیں :-

"اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا نقصان آ گیا اور کسی طفل نادان نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا"۔[1]

نانوتوی صاحب کے لفظ "مضمون" کا مطلب کسی لفظ کا معنیٰ ہے۔ یعنی جو معنیٰ میں نے کیا ہے اس معنیٰ کی طرف بزرگانِ دین میں سے کسی کا فہم بھی نہیں گیا۔ ذہن تو اس وقت کسی کا جاتا جب اس لفظ کا کوئی دوسرا معنیٰ ہوتا۔ اسی بات کی تصدیق مولوی خلیل احمد انبیٹھوی سہارنپوری نے اپنی کتاب "المہند" میں کی ہے۔ لکھتے ہیں :-

"ہمارے خیال میں علمائے متقدمین اور اذکیاء متبحرین میں سے کسی کا ذہن اس میدان کے نواح تک بھی نہیں گھوما"۔[2]

یعنی تیرہ سو برس تک کسی عالم، کسی مفسّر، کسی متکلّم، کسی محدّث کسی امام، کسی تابعی اور کسی صحابی کا ذہن اُس معنیٰ کے نواح تک بھی نہیں گھوما جو معنیٰ نانوتوی صاحب کہیں سے نکال کر لے آئے ہیں۔ حتیٰ کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی یہ معنیٰ نہیں بتلائے۔ ظاہر ہے کہ

---

[1] تحذیر الناس صفحہ ۳ (دار الاشاعت کراچی) [2] المہند صفحہ ۵۲ جواب نمبر ۱۹ ۔

اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بتایا ہوتا تو تمام بزرگانِ دین اُسے بھی ظاہر کرتے اور یہ ایسا معنیٰ ہے کہ آئندہ بھی کوئی مسلمان اس کے قریب تک نہیں بھٹکے گا۔

بھئی! ایمان کسے عزیز نہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے جھوٹے وعدۂ نبوت کا اہم سبب (MAIN FACTOR) یہی تحذیر الناس ہے،

(نوٹ) مَاکَانَ وَمَایَکُوْنُ ایک محدود زمانے کے علم کا نام ہے اس سے اللہ تعالیٰ اسے خاص کرنا علمِ خداوندی کو گھٹانا ہے)

② کفایت بمعنی "کافی" ہی نہیں بحث بھی

"غلط ترجمۂ قرآن کی ایک اور مثال" کے عنوان سے ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:-

"فَسَیَکْفِیْکَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○

(پ ۱ ع ۱۶)

ترجمہ:- سو اب کفایت ہے تیری طرف سے ان کو اللہ (شاہ عبد القادر محدث دہلوی) سو اب کافی ہے تیری طرف سے ان کو اللہ (حضرت شیخ الہند) ان تراجم سے یہ بات ہویدا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کو کافی ہے ان سے خود نبٹ لیں گے۔ مگر مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ کو حضور علیہ السلام کی بجائے ان مشرکین کی طرف سے پیش کر دیا۔ "سو اے محبوب عنقریب اللہ ان کی طرف سے تمہیں کفایت کرے گا (احمد رضا خاں)" ؎۱

۱؎ مطالعۂ بریلویت ج ۲ ص ۱۰۶ :

ڈاکٹر صاحب کی عیاری دیکھیے کہ جب کوئی مسئلہ اپنے حق میں کرنا ہوتا ہے تو کتابیں دیکھ دیکھ کر منطق و کلام کی اصطلاحوں کے سہارے ڈھونڈتے ہیں اور جب فریب کاری اور جوڑ توڑ کے کرتب دکھانے منظور ہوتے ہیں تو اردو کے سادہ سے الفاظ "کفایت" کے معنی ایک بھول جاتے ہیں۔ ذرا اٹھائیے اردو لغت اور دیکھیے کفایت کا معنیٰ۔ اس کے معنیٰ "بچت" اور "جزرسی" کے بھی ہیں۔ اور کفایت کرنا بمعنیٰ "بچت کرنا" درج ہے اور یہی محاورہ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے استعمال فرمایا ہے۔ اردو سمجھنے والے جانتے ہیں کہ محاورات میں مختلف الفاظ کے ساتھ ضمیریں بدل جایا کرتی ہیں۔ اب اس "بچت کرنا" کے معنیٰ کو سامنے رکھ کر مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا ترجمہ دیکھیے :۔

"تو اے محبوب عنقریب اللہ ان کی طرف سے تمہیں کفایت (یعنی تمہاری بچت) کرے گا"

جب لفظ "کفایت" کا استعمال کریں گے تو اس کے ساتھ "تمہیں" بھی درست ہے اور "تمہاری" بھی۔ تمہیں کفایت کرے گا یا تمہاری کفایت کرے گا، دونوں درست ہیں۔ "ان کی طرف سے" یعنی دشمنوں کی گزند سے۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ دشمنوں کی گزند سے تمہاری بچت کرے گا یا حفاظت کرے گا اور یہ مطلب ہم نہیں نکال رہے بلکہ الفاظ بھی ظاہراً ہر لحاظ سے درست ہیں۔ "کمالات عزیزی" شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی مشہور و معروف کتاب ہے اس میں بھی لکھا ہے :۔

"دفع شر دشمن" : فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

یہ فقرہ سب چیزوں سے بہت نفع کا ہے دشمنوں کے شر سے کفایت طلب کرنے کو۔[1]

---

[1] کمالات عزیزی صفحہ ۱۲۸ ؎

یعنی دشمنوں کے شر سے بچت و حفاظت طلب کرنے کو، یہی معنیٰ لے کر "کفایت" کا لفظ امام احمد رضا بریلوی نے استعمال کیا ہے، پتہ چلا یہ سب جوڑ توڑ کے کارنامے ہیں ترجمہ میں ہرگز کوئی خرابی نہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ میں "کفایت" کا استعمال ایک اور جگہ دیکھیے :-

"وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ط **ترجمہ** :- اور اللہ نے مسلمانوں کو لڑائی کی کفایت فرمادی۔"[لہ]

جبکہ محمود الحسن صاحب کا ترجمہ :- "اور اپنے اوپر لے لی اللہ نے مسلمانوں کی لڑائی" ہے۔

حاشیہ پر جناب شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں :-

"یعنی مسلمانوں کو عام لڑائی لڑنے کی نوبت نہ آئی" مطلب یہ کہ لڑائی سے بچت ہو گئی۔ اس آیت کریمہ میں بھی مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ نے "کفایت" کو بمعنیٰ "بچت" ہی استعمال کیا ہے لیکن محمود الحسن صاحب کا ترجمہ "مسلمانوں کی لڑائی اللہ نے اپنے اوپر لے لی"، عجیب و غریب ترجمہ ہے مگر ہم لوگ کھینچا تانی کے عادی نہیں مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ نے "کفیٰ" کو کافی کے معنیٰ میں بھی لیا ہے۔

"وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا" (از سورۃ الفتح)

"اور اللہ کافی ہے گواہ۔"

معلوم ہوا کہ انہوں نے یَکْفِیْ اور کَفٰی کے معنیٰ کو سیاق و سباق کے لحاظ سے کہیں "بچت" کیا ہے اور کہیں "کافی"۔ لیجئے اب موضح القرآن سے شاہ عبدالقادر محدث دہلوی کا ترجمہ دیکھیے :-

---

[لہ] پارہ ۲۱ سورہ احزاب آیت ۲۵ ؎

”پھر کفایت کرے گا تجھے اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُن کی بدی سے خدائے تعالیٰ۔“

شاہ عبدالقادر محدث دہلوی اور امام احمد رضا بریلوی کے جملے اوپر تلے ملاحظہ فرمائیے:۔

”پھر کفایت کرے گا تجھے، اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، اُن کی بدی سے خدائے تعالیٰ۔“ (محدث دہلوی)

”اللہ ان کی طرف سے، تمہیں کفایت کرے گا۔“ (امام احمد رضا)

الفاظ کے آگے پیچھے ہونے کے معمولی سے فرق کے ساتھ حرف بحرف ترجمہ ایک جیسا ہے۔ دیکھئے ”اُن کی بدی سے خدائے تعالیٰ“ اور ”اللہ اُن کی طرف سے“ دونوں کا مطلب ایک ہے۔ ”پھر کفایت کرے گا تجھے“ اور ”تمہیں کفایت کرے گا“ دونوں ایک جیسے ہیں۔ مزید وضاحت کے لیے یہ نقشہ ملاحظہ فرمائیے تاکہ صحیح طور پر سمجھ میں آجائے۔ شاہ عبدالقادر کا ترجمہ ترتیب کے ساتھ ہوگا۔

خدا تعالیٰ	اُن کی بدی سے	تجھے کفایت کرے گا	(تفسیر موضح القرآن)
اللہ	اُن کی طرف سے	تمہیں کفایت کرے گا	(کنز الایمان)

ڈاکٹر صاحب! اگر آپ بغلیں جھانکنے لگے ہیں تو کوئی بات نہیں کہ یہی آپ کا مقدر ہے۔ اسی پر شاکر رہیے۔ شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین کے ترجموں سے اخذ کردہ ایک اردو ترجمہ حکیم یٰسین شاہ صاحب مکتبہ دھرم سالہ ضلع کانگڑہ (انڈیا) کا بھی ہے۔ وہ اس کا ترجمہ کرتے ہیں:۔

"اور ان کی طرف سے تجھے اللہ کافی ہے۔"

ویسے اپنے بزرگ شیخ الہند جناب محمود الحسن صاحب کا یہ ترجمہ ملاحظہ فرمائیے :۔

"یٰٓاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ ۙ اے آدمی کس چیز سے بہکا تو اپنے رب کریم پر؟"[1]

جملہ اگر صحیح ترتیب کے ساتھ پڑھا جائے تو اس طرح ہوگا :۔

"اے آدمی تو اپنے رب کریم پر کس چیز سے بہکا۔"

یعنی معاذ اللہ وہ کون سی شے تھی جس نے تجھے رب کریم پر بہکا دیا۔ حالانکہ درست فقرہ یوں ہے :۔

"اے آدمی کس چیز نے تجھے رب کریم سے بہکا دیا" جب کہ "رب کریم پر" کہنے سے بہکنے کی نسبت رب کریم کی طرف ہوگئی جو کہ اللہ تعالیٰ کی شان میں بے ادبی و گستاخی ہے۔ اب مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے :۔

"اے آدمی تجھے کس چیز نے فریب دیا اپنے کرم والے رب سے۔"

مثلاً کوئی کہے کہ "وہ راہِ حق سے بہک گیا" تو مطلب ہوگا کہ حق کو چھوڑ دیا۔ اور کوئی کہے کہ "راہِ حق پر بہک گیا؟" تو مطلب یہ نکل آئے گا کہ راہِ حق پر آجانا بہت بُری بات ہوئی کہ باطل سے بہکا حق کی طرف آگیا۔ آپ کے شیخ الہند نے بھی کہہ دیا کہ کس چیز سے بہکا تو اپنے رب کریم پر۔

ڈاکٹر صاحب! آپ کی دھوکہ بازیوں اور فریبکاریوں

---

[1] سورۃ الانفطار پارہ ۳۰ ۔

کی داستان کہاں تک کوئی بیان کرے ۔ ؎

کہتے ہوئے گزر گئی ہے ساری یہ زندگی
قصّے ترے فریب کے اب تک ہیں ناتمام

(۳) مخاطب حضور[1] مراد امّت

ڈاکٹر صاحب! "حضور کو عامی کے انداز میں بلانے کی غلطی" کے عنوان سے مولانا احمد رضا خاں بریلوی سے یوں بدگمان کرنے کی کوشش کرتے ہیں :۔

"وَاَنِ احْکُمْ بَیْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ (پ ۶ المائدہ ع ۷)

ترجمہ :۔ حکم کر ان میں موافق اس کے جو کہ اتارا اللہ نے اور مت چل ان کی خوشی پر (شیخ الہند)

اے مسلمان اللہ کے اتارے پر حکم کر اور ان کی خواہشوں پر نہ چل ۔ (احمد رضا خاں)

مفتی احمد یار صاحب گجراتی نے نور العرفان حاشیہ کنز الایمان میں تصریح کر دی ہے کہ یہ حکم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا تھا سو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسے عامی انداز سے مخاطب کرنے کی اس بے ادبی کو دوسری آیت میں اس اضافے سے کہ "اے محبوب" کہا ، دھویا نہیں جا سکتا۔"[2]

آپ نے ناحق یہاں مفتی صاحب کے حوالے کا تکلف فرمایا، اپنی بات کو مدلل بنانے کے لیے اس سے زیادہ معتبر و مستند کہ جس کا رد کوئی مسلمان نہیں کر سکتا۔ خود سارا قرآن کریم تھا، اس لیے کہ وَاَنِ احْکُمْ ...... الخ آیت کریمہ ہے اور ظاہر ہے کہ یہ قرآن

---

[1] صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم [2] مطالعہ بریلویت ج ۲ ص ۱۰۷ ؛

ہے اور سارا قرآن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ اُترا ہے اس لیے جو حکم دیا گیا وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو دیا گیا۔ یعنی پہلے یہ حکم اُن تک پہنچا اُس کے بعد اُمت تک۔ بے شمار حکم ایسے ہیں کہ وہاں آپ کی ذاتِ اقدس نہیں بلکہ اُمت کے افراد مراد ہیں۔ یہ آیت کریمہ دیکھئے۔ فَلَا تَكُ فِىْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۚ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ۔[1]

ترجمہ محمود الحسن :۔ "سو تو مت رہ شبہ میں اُس سے بے شک وہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے۔"

حاشیے پہ مولوی شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں :۔

"یہ خطاب ہر شخص کو ہے جو قرآن سُنے یا حضور کو مخاطب بنا کر دوسروں کو سُنانا مقصود ہے۔"

اور ملاحظہ فرمائیے :۔

فَاِنْ كُنْتَ فِىْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ ...... حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝[2]

ترجمہ محمود الحسن :۔ "سو اگر تو ہے شک میں اُس چیز سے کہ اتاری ہم نے تیری طرف تو پوچھ اُن سے جو پڑھتے ہیں .... الخ۔"

حاشیے پر مولوی شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں :۔

"بظاہر یہ خطاب پیغمبر علیہ السلام کو ہے لیکن حقیقت میں آپ کو مخاطب بنا کر دوسروں کو سنانا مقصود ہے۔"

چونکہ اس سے قبل دو سطر یہ آیت کریمہ یعنی وَاِنْ حُكْمُ

---

[1] سورۂ ھود پارہ ۱۲ آیت ۱۷ ؛ [2] سورۂ یونس آیت ۹۴ تا ۹۷ ؛

بَيْنَهُمْ سے پہلے فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ کے الفاظِ مبارکہ ہیں لہٰذا مفتی احمد یار خان علیہ الرحمۃ نے پہلے یہی لکھا کہ اُمّت کے افراد مراد ہیں اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے یہ ترجمہ کیا:۔

"تو ان میں فیصلہ کرو اللہ کے اُتارے سے اور اے سُننے والے ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا۔"

کنز الایمان پڑھنے والے خوب جانتے ہیں کہ پورے قرآن مجید میں جہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے کوئی بات فرمائی گئی ہے وہاں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے "اے محبوب" کے پیارے اور محبت بھرے الفاظ لائے ہیں (جس کا خود ڈاکٹر صاحب نے بھی خطرہ محسوس کرتے ہوئے پیش بندی کے طور پر حوالہ دیا ہے) اور جہاں بظاہر حکم تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہے مگر مراد اُمت ہے وہاں وہ "اے سننے والے"، "اے مسلمان" اور "اے سننے والے کسے باشد" کے الفاظ لاتے ہیں تاکہ پڑھنے والا سمجھ لے کہ یہاں درحقیقت خطاب اُمت کو ہو رہا ہے۔ یہی کنز الایمان کا اسلوب ہے۔ لیکن ڈاکٹر صاحب چونکہ جوڑ توڑ اور فریب کاری کا پسندیدہ کھیل کھیلنے میں مصروف رہے اس لیے سورۂ بقرہ رکوع ۱۴ کی آیت لکھ کر کہتے ہیں:۔

"اب مولانا احمد رضا خاں کا گستاخانہ ترجمہ دیکھئے:۔

"اے سننے والے کسے باشد اگر تو اُن کی خواہشوں کا پیرو ہوا بعد اس کے کہ تجھے علم آچکا...... الخ (احمد رضا خاں) [1]

یہ نہ کہے گا کہ یہاں ڈاکٹر صاحب "کسے باشد" کے معنیٰ سے بے خبر

---

[1] مطالعۂ بریلویت جلد دوم ص ۱۰۸ ÷

تھے اس لیے "گستاخانہ ترجمہ" کہا اور تبصرے میں من مانی کی بلکہ یہ جوڑ توڑ کی کرامت ہے۔ جس ذہن میں دیوبندیت وہابیت گھر کر جائے وہ ایسی واردا توں پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب بھی یہ مکر و حیلہ نہ کرتے تو مذہب ہاتھ سے چلا جاتا۔ "کسے باشد" کا معنیٰ ہے "خواہ کوئی ہو" معلوم ہوا اعلیٰ حضرت نے "کسے باشد" کہہ کر ان الفاظ کی نسبت اُمّت کی طرف کی ہے۔ اگر اعلیٰ حضرت کی مراد آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ گرامی ہوتی تو وہ اے سننے والے کسے باشد ہرگز نہ کہتے اس لیے کہ جب قرآن براہِ راست حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اُتر رہا ہے تو اس تخصیص کی ضرورت ہی کیا تھی۔ ایک اور آیتِ مقدسہ ملاحظہ فرمائیے:

وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِىْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝ [1]

ترجمہ اعلیٰ حضرت:۔ "اور اے سننے والے اللہ کے ساتھ دوسرا خدا نہ ٹھہرا کہ تو جہنّم میں پھینکا جائے گا طعنہ پاتا دھکے کھاتا"!

یہ خطاب چونکہ اُمت کے لیے تھا اس لیے اعلیٰ حضرت نے حسبِ عادت اس مقام پر بھی "اے سننے والے" کہا۔ اس آیت سے قبل جن برائیوں کی روک تھام کا ذکر کیا گیا۔ مولوی شبیر احمد عثمانی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ باتیں اُمّت کی طرف بواسطۂ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھیجی گئیں۔ جو چیز عثمانی صاحب نے تفسیر میں پیش کی وہی چیز اعلیٰ حضرت نے ترجمہ میں پیش فرما دی تاکہ پڑھنے والا اُسی لمحے اصل حقیقت تک

---

[1] سورۂ بنی اسرائیل پ ۱۵ آیت ۳۹ ۔

پہنچ جائے۔ لہٰذا ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا کہ مولانا احمد رضا خاں نے حضور کو عاصی کے انداز میں بلایا ہے دوسری فریب کاریوں کی طرح یہ بھی جوڑ توڑ کی بدترین مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ شرِّ دیوبندیت سے محفوظ و مامون فرمائے۔ وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝

۵ "کفر پایا" بمعنیٰ کفر معلوم ہوگیا

ڈاکٹر صاحب فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ (پ ۳ آل عمران ع ۵) لکھ کر کہتے ہیں:۔

"اب مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ دیکھیے: ۔ اور جب عیسیٰ نے اُن سے کفر پایا بولا کون میرے مددگار ہوتے ہیں اللہ کی طرف"۔ استغفر اللہ العظیم۔ حضرت عیسیٰ نے ایمان ہی ایمان پایا تھا وہ خدا کے پیغمبر تھے کفر انہوں نے ہرگز نہیں پایا۔"[1]

ڈاکٹر صاحب الفاظ "ایمان پانا"، "کفر پانا" کے مقابلہ میں لائے ہیں اور چونکہ خود ڈاکٹر صاحب نے اعلیٰ حضرت کو گستاخ کہنے کے لیے اُن پر الزام عائد کرتے ہوئے اُن کے الفاظ "کفر پانا" کی نسبت کفار کی جانب سے حضرت عیسیٰ کی طرف کی ہے۔ لہٰذا ڈاکٹر صاحب کے "ایمان پانا" کے الفاظ بھی کفار کی جانب سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سمجھے جائیں گے۔ یعنی بقول ڈاکٹر صاحب کے انہوں نے کفار سے کفر نہیں بلکہ ایمان پایا تھا اور یہ بات بجائے خود کفر ہے کہ پیغمبر تو ایمان والے اُمتی سے بھی ایمان نہیں لیتا چہ جائیکہ کفار و مشرکین سے ایمان حاصل کرے۔ یہ تو تھا الزامی جواب، بہرحال ترجمے کو پڑھ کر گمان بھی نہیں گزرتا کہ "کفر پانے" کا یہاں مطلب یہ ہے کہ حضرت

---

[1] مطالعۂ بریلویت ج ۲ ص ۱۱۰ ۔

عیسیٰ علیہ السلام کفار و مشرکین سے کفر کی تعلیم لیتے رہے، مگر دیوبندی ذہن کی عیاری دیکھئے کہ محض "کفر پانے" کے الفاظ لے کر ان کی نسبت پیغمبر خدا کی طرف ان معنوں میں کر دی کہ تعلیماً حضرت عیسیٰ نے کفار سے اپنے لیے کفر حاصل کیا (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) حالانکہ "کفر پایا" کا معنیٰ ہے کفر معلوم کر لیا یا اُن کے کفر کا علم ہو گیا۔ ظاہراً بھی الفاظ کا استعمال درست ہے کیونکہ لفظ "پانا" کے معنیٰ لغت میں "معلوم کر لینا" اور "جان لینا" کے ہیں۔ اسی طرح اس کے معنیٰ "تاڑنا" اور "پہچاننا" کے بھی ہیں۔ "پانا کے معنیٰ مطلق حاصل کرنا ہی نہیں ہوتے مثلاً میں کہتا ہوں کہ "میں نے آپ کا مقصد پا لیا ہے۔" تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہ ہوگا کہ آپ کا مقصد میں نے اپنے لیے حاصل کر لیا ہے یا آپ کا مقصد آپ سے لے لیا ہے۔ کوئی ذی شعور اس طرح نہیں سمجھ سکتا۔ سب جانتے ہیں کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ میں نے آپ کا مقصد معلوم کر لیا ہے یا مجھے آپ کا مقصد پتہ چل گیا ہے۔

مومن کا یہ شعر ملاحظہ فرمائیے: ؎

کل تم جو بزمِ غیر میں آنکھیں چرا گئے
کھوئے گئے ہم ایسے کہ اغیار پا گئے

"اغیار پا گئے" یعنی اغیار کو معلوم ہو گیا۔ یہی معنیٰ اعلیٰ حضرت نے لیا ہے کہ "جب عیسیٰ نے اُن سے کفر پایا" یعنی جب عیسیٰ نے اُن کا کفر معلوم کر لیا۔ مستند اور معتبر شاعر کی زبان سے بھی ثابت ہو گیا اور اردو کی لغات میں بھی یہی ہے کہ "پانا" کے معنی جان لینا، تاڑ لینا، معلوم کر لینا وغیرہ بھی ہیں۔ ظاہراً باطناً جملہ درست ہے۔ دھوکہ دینے والے اپنے انجام کو پیش نظر رکھیں۔

(۶) ڈاکٹر خالد محمود کی طرف سے بدترین گستاخِ رسول ولید بن مغیرہ کا دفاع

تعصب انسانی ذہن کو اس قدر تاریک و تنگ کر دیتا ہے کہ اُس کے سوچنے سمجھنے کی ساری صلاحیتیں مفقود ہو کر رہ جاتی ہیں۔ اپنے پرائے، اچھے بُرے اور حق و باطل کی تمیز مٹ جاتی ہے۔ اگر ایک عاشقِ رسول سے دشمنی اور عداوت کا نتیجہ دیکھنا ہو تو ڈاکٹر خالد محمود کی کتاب مطالعۂ بریلویت جلد دوم کے یہ دو صفحے ضرور ملاحظہ کیجیے جن کی عبارات ہمیش کی جلنے والی ہیں، قلم کی بے راہروی کا نظارہ کرنا ہو یا ذہن کی آوارگی کا تماشا دیکھنا ہو تو ان صفحات کو ضرور پڑھیے جو ڈاکٹر صاحب نے مولانا احمد رضا خاں کی ناحق دشمنی میں بدترین گستاخ رسول ولید بن مغیرہ کے حق میں خوش دلی و خوش عقیدگی سے تحریر فرمائے ہیں۔

ولید بن مغیرہ کا تعارف

اہلِ ایمان جانتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ بدترین کافر و مشرک تھا جو آقائے دوجہاں سرکار رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کو ساحر، مجنون اور نہ جانے کیا کیا بکتا تھا (العیاذ باللہ) مفسرِ قرآن شاہ عبدالقادر محدث دہلوی فرماتے ہیں:۔

"ولید ملعون کہتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو قرآن پڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ میں خدا کا بھیجا ہوا ہوں یہ باتیں دیوانوں کی کرتا ہے سو خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ جھوٹا ہے۔"[1]

---

[1] تفسیر موضح القرآن سورۂ قلم پارہ ۲۹ ۔

ولید بن مغیرہ کی گستاخی پر اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ جو ستّار العیوب ہے، قرآن کی صورت میں وحی نازل فرمائی اور عیب چھپانے کی بجائے اُس کے عیبوں کو ظاہر فرما دیا۔

مودودی صاحب کے مطابق یہ شخص اس قدر گستاخِ رسول اور اپنے دیگر بڑے عیوب کی وجہ سے مشہور تھا کہ اس کا نام لینے کی ضرورت نہ تھی، اس کی یہ صفات سنتے ہی ہر شخص سمجھ سکتا تھا کہ اشارہ کس کی طرف ہے۔

ولید بن مغیرہ کے حق میں مندرجہ ذیل آیاتِ قرآنی ملاحظہ کیجئے جس میں اس سفاک شخص کے عیب سرِ عام بیان کر دیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍۭ بِنَمِيمٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ۝ عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ ۝ أَن كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ ۝

(پ ۲۹ سورۃ القلم)

ترجمہ مودودی صاحب:۔ ہرگز نہ دبو کسی ایسے شخص سے جو بہت قسمیں کھانے والا بے وقعت آدمی ہے، طعنے دیتا ہے، چغلیاں کھاتا پھرتا ہے، بھلائی سے روکتا ہے۔ ظلم و زیادتی میں حد سے گزر جانے والا ہے، سخت بد اعمال ہے، جفاکار ہے اور ان سب عیوب کے ساتھ بد اصل ہے، اس بنا پر کہ وہ بہت مال و اولاد رکھتا ہے"[1]

گستاخیٔ رسول کا انجام دیکھئے کہ نزولِ آیات سے لے کر قیامت تک کروڑوں اربوں انسان اس کے عیبوں کی گنتی ہر لمحے اور ہر وقت

---

[1] تفہیم القرآن جلد ششم:

کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے کیونکہ دنیا میں کہیں نہ کہیں، کسی نہ کسی صورت میں ان آیات کی تلاوت ضرور ہوتی رہتی ہے اور باوجود عیب گننے کے ثواب حاصل کر رہے ہیں اس لیے کہ گستاخ رسول تھا۔ گویا گستاخ رسول کی برائی بیان کرنا قرآنی اصول بھی ہے اور باعثِ ثواب بھی۔

ڈاکٹر صاحب کی ناگواری کا عجیب پہلو

حیرت اس بات پر ہے کہ ولید بن مغیرہ کے حرامی ہونے کی نشاندہی جب قرآن مجید نے کی تو اُس وقت ولید کے ساتھی کفار و مشرکین نے بھی چڑ نہیں کھائی بلکہ خود ولید بن مغیرہ بھی متفکر نہ ہوا اور ماں کی جان کے درپے ہوا کہ میرے اصل اور بداصل ہونے کے بارے میں تو ہی بہتر جانتی ہے۔ چنانچہ ماں نے بھی جان چلے جانے کے خوف سے حقیقت ظاہر کر دی کہ تو واقعی اپنے باپ کا نہیں۔ یعنی ولید نے خود بھی اس عیب کو جھٹلایا نہیں اور انکار نہیں کیا بلکہ صحیح ہی جانا مگر آج ہماری اسلامی ملک پاکستان کے علامہ ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی ہیں کہ جنہیں ولید بن مغیرہ کو حرامی کہنے پر سخت چڑ ہے، اس قدر کہ اگر کوئی اُس کے لیے بداصل یا "اُس کی اصل میں خطا" کے الفاظ تحریر کرے تو ڈاکٹر صاحب کی طبع دیوبندیت پر سخت ناگوار گذرتا ہے۔ ناگواری کا یہ تاثر حیرت انگیز پہلو لیے ہوئے ہے جس پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔

مجھے کہنے دیجئے کہ یہ امام احمد رضا بریلوی کی کھلی کرامت ہے کہ اُن سے دشمنی کرنے والا ولید بن مغیرہ کی حمایت میں لگ گیا۔ آئیے ڈاکٹر صاحب کے اعتراضات ملاحظہ فرمائیے۔ لکھتے ہیں:۔

"قرآن کریم نے اس کے بارے میں کہا: ۔عتل بعد ذلك

زنیم (پ ۲۹ سورہ ن رکوع ۱)

ترجمہ:- "اجڈ ان سب کے پیچھے بدنام" (حضرت شیخ الہند)

"درشت خو اس سب پر طرّہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا" (مولانا احمد رضا خاں)

اصل میں خطا سے مراد یہ ہے کہ وہ حرامی ہے، کسی کی اصل میں خطا ہو بھی تو یہ اُس کا اپنا گناہ نہیں، اس کے ماں باپ کا گناہ ہوتا ہے، یہاں ان بدکرداروں کے اپنے عیب ذکر کیے جا رہے ہیں، کسی کو حرامزادہ کہنا گالی تو ہو سکتا ہے لیکن اسے اس کے کسی قصور کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا۔

قرآن پاک گالی سے یقیناً پاک ہے، اس شخص کے لیے جو کسی قوم میں ویسے ہی آ کر مل جائے، زنیم کا لفظ کتنا مناسب ہے۔ اس کا معنی حرامی یا حرام زادہ ہرگز نہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے **ایک گندا معنیٰ** نکال کر کس گستاخی سے اسے متنِ قرآن کی طرف نسبت کر دیا ہے۔"[1]

ڈاکٹر صاحب ایک عبارت میں زنیم کا نتیجہ نکالتے ہوئے یوں گل افشانی فرماتے ہیں:

"وہ شخص جو کسی اور قوم سے ہو کر کسی دوسری قوم میں شامل ہو جائے، خاندان اور نسب بدلنے والا بھی بے شک زنیم ہے لیکن اسے حرامی نہیں کہا جا سکتا کہ اس کی اصل میں خطا ہے —— مولانا احمد رضا خاں نے یہ نہایت گندا معنیٰ کیا ہے۔ علمائے اسلام جب قادیانیوں کو الزام دیتے ہیں کہ مرزا غلام احمد نے اپنے مخالفین کو گالیاں دی ہیں اور انہیں حرام زادہ کہا ہے، سو ان اخلاق کا آدمی ایک

---

[1] مطالعۂ بریلویت ج دوم ص ۱۳۶ ÷

شریف انسان کیسے سمجھا جا سکتا ہے؟ تو وہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم نے بھی تو ایک شخص (ولید بن مغیرہ) کو حرام زادہ کہا ہے۔ ہم نے بارہا کہا کہ قرآن کریم نے ہرگز کسی شخص کو حرام زادہ نہیں کہا، نہ زنیم کے معنی حرام زادہ کے ہیں، تو وہ جھٹ مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ کنزالایمان پیش کر دیتے ہیں کہ اس میں زنیم کے معنی یہ لکھے گئے ہیں "جس کی اصل میں خطا ہو" سو ہمیں جواباً کہنا پڑتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں بھی تو عہد انگریزی میں دوسرے درجے کے مجدّد ہی تھے نا، اوّل مرزا غلام احمد دوم مولانا احمد رضا خاں ـــــ کاش مولانا احمد رضا خاں کا یہ ترجمہ نہ چھپتا اور مسلمانوں کو قادیانیوں کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑتا۔" [1]

ولید بن مغیرہ کے بھرپور دفاع اور حمایت میں پانچ جملے

① "کسی کی اصل میں خطا ہو بھی تو یہ اُس کا اپنا گناہ نہیں، اس کے ماں باپ کا گناہ ہوتا ہے۔" (ڈاکٹر خالد محمود)

یہ الزام براہِ راست قرآن مجید پر ہے۔ متقدّمین و متاخرین تمام مفسرین و مترجمین کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم میں ولید ہی کو زنیم کہا گیا ہے اور یہ بھی کہ اس کے معنی حرام زادہ کے ہیں۔ کیا اس بات کی خبر (معاذاللہ) خدا تعالیٰ کو نہیں تھی کہ یہ گناہ تو ولید کی ماں کا ہے ولید کا نہیں، پھر بھی بھلا

---

[1] مطالعۂ بریلویت ج ۲ صفحہ ۱۳۷ ؛

قرآنی آیات ولید کے حق میں اُتار کر اسے حرام زادہ کیونکر کہہ رہا ہوں ؟ جناب پی ایچ ڈی کر بیٹھے مگر آج تک یہ پتہ نہ چل سکا کہ قرآن کریم میں ولید کو زنیم کس لیے کہا گیا ہے۔ علماء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ زنیم دراصل اس لیے کہا گیا کہ اصل اور بد اصل کی عادات و خصائل میں قدرتی طور پر بہت فرق پایا جاتا ہے۔ بد اصل فطرتاً درشت خو، طعنے باز، چغلی خور اور جھوٹا ہوتا ہے۔ یعنی برائی کا اثر بچے میں بھی منتقل ہو جاتا ہے اس لیے اس برائی سے بچنے کی تاکید اس لیے بھی ہے کہ جہاں بذاتِ خود بدکاری بہت بڑے عذاب کا باعث ہے وہیں اس کا اثر ناجائز اولاد میں بھی بُرے طریقے سے ظاہر ہوتا ہے۔

② ”کسی کو حرام زادہ کہنا گالی تو ہو سکتا ہے لیکن اسے اس کے کسی قصور کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا۔“ (ڈاکٹر صاحب)

یہ الزام بھی براہِ راست قرآن مجید پر ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ولید ہی کو زنیم کہا ہے اور اسی معنیٰ میں کہا ہے کہ وہ حرام زادہ ہے اور یہ عیب اس لیے ظاہر فرمایا تاکہ دُنیا اس برائی سے رُک جائے اور سمجھ لے کہ زنیم شخص خود بھی ظلم و زیادتی کرنے والا، جفا کار، بداعمال و بدکردار اور سفاک فطرت کا مالک ہوتا ہے یعنی بڑوں کا گناہ تو الگ ہوا جنم لینے والا بچہ بھی اُن کی بُرائی کے اثرات سے محفوظ نہیں رہ سکے گا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے حرامی ہونے کو بھی ظاہر فرما دیا کہ یہ جو بڑھ چڑھ کر میرے پیارے محبوب کی شان میں گستاخیاں کرتا پھرتا ہے یہ دراصل بداصل ہے اور بد اصل اپنی عادات و خصائل کا مالک ہوتا ہے۔ تو جناب ڈاکٹر صاحب! اب اللہ تعالیٰ سے کہیے کہ اُس نے ولید کو زنیم کیونکر کہا جب کہ گناہ اور قصور اُس کی ماں کا تھا۔

③ ”اس شخص کے لیے جو کسی قوم میں ویسے ہی آکر مل جائے، زنیم

کا لفظ کتنا مناسب ہے۔" (ڈاکٹر صاحب)

دل کے کانوں سے صاحبِ بصیرت حضرات سماعت فرمائیں کہ ڈاکٹر صاحب کی عبارت کے یہ الفاظ پکار پکار کر ولید بن مغیرہ کی حمایت کرتے نظر آتے ہیں مگر کیا کیا جائے ڈاکٹر صاحب! جس گستاخ رسول کی حمایت میں آپ کمربستہ ہیں اور اُسے حرام زادہ کہنے پر آپ چڑتے ہیں، تمام مفسرین کرام نے یہ تصریح کردی ہے کہ یہ واقعی حرام زادہ تھا۔ ایک آپ ہیں کہ بڑے میٹھے انداز میں فرماتے ہیں۔ "زنیم کا لفظ کتنا نامناسب ہے" جیسے ولید کی بارگاہ میں عقیدت کے پھول نچھاور کیے جا رہے ہوں۔ آپ کے پرستار آپ کے ان جذبات کی قدر کرسکتے ہیں، آپ کا یہ جذبہ ضلالت ہے کیونکہ وَمَنْ يُضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ۔

④ "اس (زنیم) کے معنی حرامی یا حرام زادہ ہرگز نہیں۔" (ڈاکٹر صاحب)

"ہرگز" کی تاکید مکمل طور پر ولید کے حق میں جاتی ہے یعنی آپ مطلق گوارہ نہیں فرماسکتے کہ کوئی ولید بن مغیرہ کو حرام زادہ کہے جبھی تو فرماتے ہیں "اس کے معنی حرام زادہ ہرگز نہیں۔" مگر کیا کیا جائے کہ جب علمائے اسلام کی تصریحات و تشریحات دیکھتے ہیں تو وہاں آپ کی بات جھوٹ کا پلندہ نظر آتی ہے اور ولید کے بارے میں جس خوش فہمی کا شکار آپ ہیں وہ خوش فہمی دم توڑ دیتی ہے، بہرحال ہم بھی طلب ہیں کہ ہر کسی کو اپنے بزرگوں کے دفاع کا حق حاصل ہے۔

⑤ "مولانا احمد رضا خاں نے ایک گندا معنیٰ نکال کر کس گستاخی سے اسے متنِ قرآن کی طرف نسبت کردیا ہے۔" (ڈاکٹر صاحب)

مولانا احمد رضا خاں نے تو "گستاخی" کر ہی ڈالی، آپ چونکہ

پی۔ ایچ۔ ڈی ہیں، علامہ ہیں اور اپنے اندر علم و فضل کے بحرِ ذخّار سمیٹے بیٹھے ہیں، دیانت و صداقت کے اعلیٰ درجے پر بھی فائز ہیں، روپوں پیسوں کی بھی کمی نہیں لہٰذا آپ مولانا احمد رضا کے مقابلہ میں زنیم کا ایک اچھا سا، خوبصورت اور محترم معنیٰ نکال کر انتہائی ادب و احترام سے ولید بن مغیرہ کی ذات پر چسپاں کر دیجئے، یوں آپ اور آپ کے پرستاروں کے کلیجے میں ٹھنڈ بھی پڑ جائے گی اور احمد رضا سے اس کی گستاخی کا بدلہ بھی ہو جائے گا۔ ایک تیر سے دو شکار کیوں نہیں کر لیتے؟ ویسے اب تک تو آپ زنیم کا باادب و لائقِ احترام معنیٰ نکالنے میں ناکام رہے ہیں البتہ میرے اس مضمون کو پڑھنے کے بعد آپ پھر ایک ناکام سی کوشش کر کے دیکھ لیں۔ ہمتِ مرداں مددِ......؟

اسی طرح میں نے آپ کی کتاب سے جو دوسرا پیرا نقل کیا ہے وہ بھی سارے کا سارا ولید کے تحفظ اور بچاؤ کی کھلی عکاسی کرتا نظر آتا ہے۔ اگر ولید بن مغیرہ کو حرام زادہ کہنے پر امام احمد رضا بریلوی انگریزوں کے ایجنٹ ہو گئے تو آنے والے دنوں کے بعد ڈاکٹر صاحب کس کس کو انگریزوں کا ایجنٹ قرار دیں گے اور کس کس کے سر گستاخ ہونے کی تہمت رکھیں گے۔

خدا کی شان کہ جو اپنی کتاب میں امام احمد رضا کو گستاخ کہنے کے لیے مکمل فریب کاری اور جوڑ توڑ سے کام لیتا رہا وہ خود تمام بزرگانِ دین حتیٰ کہ بارگاہِ خداوندی اور بارگاہِ رسالت کا کتنا بڑا گستاخ نکلا کیونکہ قرآن حضور پہ اُترا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے زنیم کے معنیٰ حرام زادہ کے بتائے اُس کو صحابہ کرام نے سُنا اور تابعین تک پہنچایا اور تابعین کے ذریعے تبع تابعین تک پہنچا اور ایسے ہی ہم تک پہنچا۔ اگر یہ معنیٰ نہ ہوتا تو مترجمین اور مفسرینِ کرام اس کا معنیٰ حرام زادہ

کیوں بتاتے۔ اور ڈاکٹر صاحب کے نزدیک یہ معنیٰ کرنے والا گستاخ ٹھہرا۔ اب خود شمار کر لیجئے کہ ڈاکٹر صاحب کس کس پر گستاخ ہونے کا الزام نہیں رکھ رہے۔ اور کون ہے جو اس تہمتِ بد سے بچ جائے گا۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا۔

زنیم کا معنیٰ حرام زادہ ____ ٹھوس دلائل

ڈاکٹر صاحب نے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے پاکیزہ دامن پر جو کیچڑ اُچھالنے کی باطل کوشش کی ہے، اس سے انہوں نے اپنا دامن گستاخِ رسول سے دوستی کا حق ادا کرتے ہوئے عتاب و عذاب کے انگاروں سے بھر لیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے انجام کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہوئے احقر اب ان دلائل کی طرف متوجہ ہوتا ہے کہ زنیم کے معنی حرام زادہ ہی کے ہیں۔

① ڈپٹی نذیر احمد خاں، جنہیں دیوبندی شمس العلماء کے لقب سے نوازتے ہیں، انہوں نے عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِکَ زَنِیْمٍ کا ترجمہ یہ کیا ہے:-

"اور ان سب (عیوب) کے علاوہ بداصل بھی ہے۔"

بداصل کے معنی حرام زادہ ہی کے ہیں، بقول ڈاکٹر صاحب، مولوی نذیر احمد خاں انگریز کے ایجنٹ اور گستاخِ قرآن ٹھہرے۔

② جماعتِ اسلامی کے بانی مودودی صاحب کا ترجمہ:-

"اور ان سب عیوب کے ساتھ بداصل بھی ہے"

حاشیہ میں مودودی صاحب رقمطراز ہیں:-

"اصل میں لفظ زنیم کا استعمال ہوا ہے، کلامِ عرب میں یہ لفظ اس ولد الزنا کے لیے بولا جاتا ہے جو دراصل ایک خاندان کا فرد نہ ہو مگر اس میں شامل ہو گیا ہو۔" [۱]

مودودی صاحب کے ترجمہ و تشریح سے یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ یونہی آ کر کسی دوسرے خاندان میں ملنے والے کو زنیم نہیں کہتے بلکہ اُسے کہتے ہیں جس کی اصل گناہ و بدی کی وجہ سے تبدیل ہو گئی ہو اور وہ دوسرے خاندان میں شامل ہو گیا ہو۔ بقول ڈاکٹر صاحب یہ بھی انگریزوں کے ایجنٹ اور گستاخِ قرآن ٹھہرے۔

③ مولوی شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:۔

"زنیم" کے معنی بعض سلف کے نزدیک ولد الزنا اور حرام زادے کے ہیں، جس کافر کی نسبت یہ آیتیں نازل ہوئیں، وہ ایسا ہی تھا۔" [۲]

"وہ ایسا ہی تھا" یعنی حرام زادہ ہی تھا۔ عثمانی صاحب کی تصدیق سے متعلق اب ڈاکٹر صاحب کیا فرمائیں گے؟ کیا اب بھی کہیں گے کہ عثمانی صاحب نے ایک گندا معنیٰ نکال کر کس گستاخی سے اسے متنِ قرآن کی طرف نسبت کر دیا ہے؟

میرے خیال میں اب تو وہ کسی قادیانی کے سامنے شرمندہ نہیں ہوں گے۔ کیا عثمانی صاحب بھی عہدِ انگریزی میں دوسرے درجے کے مجدد تھے؟

اُف! ڈاکٹر صاحب نے جسے بدنام کرنا چاہا وہ کتنا ہی نیک خو کیوں نہ ہوا، بدنام کرکے رہے اور جسے عقیدت کا اظہار مقصود تھا وہ کتنا ہی بُرا کیوں نہ تھا، اُس کی بارگاہ میں عقیدت کا نذرانہ ضرور پیش

---

[۱] تفہیم القرآن جلد ششم سورۂ القلم [۲] تفسیر عثمانی سورۂ القلم ÷

کیا۔ ولید بن مغیرہ کے ساتھ اس خوش عقیدگی کے پس پردہ کون سا جذبہ کارفرما رہا۔ یہ ڈاکٹر صاحب ہی بتا سکتے ہیں۔

④ دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا ترجمہ دیکھئے:-

"ان (سب) کے علاوہ حرام زادہ (بھی) ہو۔"

اُمید ہے قارئین کی آنکھیں اب خوب کھلتی جا رہی ہوں گی، کیونکہ ڈاکٹر صاحب کی آنکھیں تو کھلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، وہاں تو خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ والا معاملہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو مولانا احمد رضا خان کے ترجمہ اصلی میں خطا سے چڑ تھی مگر یہاں تو لفظ بھی حرام زادہ استعمال ہوا ہے۔ ڈاکٹر صاحب اب تو آپ قادیانیوں کے سامنے شرمندہ نہیں ہوں گے نا؟ بالفرض ایسی صورتِ حال پیش آ ہی جائے تو قادیانی کے آگے تحذیرالناس رکھ دیا کیجئے، منظر بدل جائے گا، گلے ملتے نظر آئیں گے۔ بجائے شرمندگی کے تفاخر کا احساس پیدا ہوگا۔ اور جہاں تک انگریزوں کا ایجنٹ ہونے کی بات ہے تو یہ ڈاکٹر صاحب ہی وضاحت فرما سکیں گے کہ آپ کے مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب نے تھانوی صاحب کے بارے میں یہ کیوں لرزہ خیز انکشاف فرمایا تھا کہ:

"ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سُنا گیا کہ اُن کو چھ سو روپیہ حکومت (برطانیہ) کی جانب سے دیئے جاتے تھے۔"[1]

⑤ مولوی عبدالماجد دریاآبادی صاحب بھی دیوبندی مذہب میں بلند پایہ درجہ کے مالک ہیں، اُن کا ترجمہ یہ ہے:-

---

[1] مکالمۃ الصدرین صفحہ ۱۶

"اس کے علاوہ بدنسب بھی ہے۔"

بدنسب اُسی شخص کو کہتے ہیں جس کی اصل میں خطا ہو۔ کیا فرماتے ہیں ڈاکٹر صاحب اپنے اس بزرگ دیوبندی کے بارے میں کہ یہ عہد انگریزی میں کون سے درجے کے مجدد تھے؟ یہ ڈپٹی نذیر احمد صاحب، مودودی صاحب، شبیر احمد عثمانی، تھانوی صاحب اور عبدالماجد دریاآبادی کے چھپنے والے ترجموں نے زنیم کا معنیٰ بداصل، بدنسب اور حرام زادہ کرکے قادیانیوں کے سامنے آپ کا سر اونچا کر دیا ہوگا۔

⑥ علامہ حسین واعظ کاشفی فرماتے ہیں:۔

"زَنِیْمٍ ۝ بدمعاش حرام زادہ، جس کا باپ نامعلوم ہو۔ ...... تفسیر زاہدی میں مذکور ہے کہ جب رسول اللہ نے یہ آیت قریش کی مجلس میں ولید کو پڑھ کر سنائی، جس عیب پر آپ پہنچے اس کو اپنے میں پاتا تھا مگر حرام زدگی کو نہیں پاتا تھا اُس نے اپنے جی میں کہا...... میں جانتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹ نہیں کہتے ہیں، جو زنیم کہا اس مہم کو کیسے سر کروں، تلوار کھینچ کر ماں کے پاس چلا آیا، القصہ بہت ڈرا دھمکا کر اقرار لیا تو اس کی ماں نے کہا، تیرا باپ عورت سے بات چیت کی جرأت نہیں کرتا تھا، اُس کے بھتیجے تھے...... مجھ کو رشک آیا، فلاں غلام کو اُجرت پر لے لیا تو اُسی کا لڑکا ہے۔"[1]

⑦ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ قاموس کے حوالے سے فرماتے ہیں:۔

"وہ شخص جو حرامی ہونے میں متہم ہوا۔"[2]

---

[1] تفسیر حسینی جلد دوم صفحہ ۴۳۲۔ مترجم مولانا سید عبدالرحمٰن بخاری سعید اینڈ کمپنی کراچی

[2] تفسیر مظہری جلد ۱۲ صفحہ ۴۴ سعید اینڈ کمپنی ÷

پڑھتا جا شرماتا جا۔

⑧ مولوی محمد نعیم دیوبندی اُستاذ تفسیر دیوبند نے زنیم کا معنیٰ وتشریح یہ کی ہے:-

"اس کے علاوہ حرام زادہ ہو ـــــــــ جو قریش میں یوُنہی منسوب ہو یعنی ولید بن مغیرہ، جس کے باپ نے ۱۸ سال بعد اس کو اپنی طرف منسوب کیا تھا، ابن عباس فرماتے ہیں کہ ہمیں معلوم نہیں کہ اللہ نے جس قدر اس کی برائی کی، کسی اور کی بیان کی ہو لہٰذا یہ عار ہمیشہ کے لیے اس کو لگ گئی۔"[1]

⑨ زیر آیت مذکورہ یعنی عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ کے تحت اس تفسیرِ جلالین کا حاشیہ دیکھئے جو وفاقی وزارتِ تعلیم حکومتِ پاکستان نے ملک کے تمام دینی مدارس کے لیے منظور کی ہے۔ جس پر لکھا ہے "تعلیقاتِ جدیدہ من التفاسیر المعتبرۃ لحل الجلالین" مطبوعہ: ایم وائی پرنٹرز (پ) لمیٹڈ ۱۵۲۸ صغریال راولپنڈی۔

حاشیہ میں لکھا ہے:-

"هُوَ مَنْ يُدْعٰى لِغَيْرِ اَبِيْهِ اِبْنًا لَهٗ وَهُوَ الْمُتَبَنّٰى كَمَا مَرَّ شَرْحُ هٰذَا اللَّفْظِ مِنَ الشَّارِحِ فِيْ سُوْرَةِ الْاَحْزَابِ وَفِيْ رُوْحِ الْبَيَانِ فَالزَّنِيْمُ هُوَ الَّذِيْ تَبَنَّاهُ اَحَدٌ اَيْ اِتَّخَذَهٗ اِبْنًا وَلَيْسَ بِابْنٍ لَهٗ مِنْ نَسَبِهٖ فِي الْحَقِيْقَةِ پس ولید بن مغیرہ پسر خواندہ شد در قریش در اصل از قریش نہ بود یعنی حرام زادہ بود"

⑩ تفسیر ابن کثیر میں ہے:-

---

[1] کمالین شرح جلالین جلد ۷ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان؛

"لغتِ عرب میں زنیم اُسے کہتے ہیں جو کسی قوم کا سمجھا جاتا ہو لیکن دراصل اسی کا نہ ہو، عرب شاعروں نے اسے اسی معنی میں لیا ہے یعنی جس کا نسب صحیح نہ ہو ...... عکرمہ فرماتے ہیں ولد الزنا مراد ہے ...... اسی طرح کے اور بھی بہت سے اقوال ہے لیکن سب کا خلاصہ صرف اسی قدر ہے کہ زنیم وہ شخص ہے جو برائی میں مشہور ہوا ہو اور عموماً ایسے لوگ ادھر ادھر سے ملے ہوئے ہوتے ہیں جن کے صحیح نسب اور حقیقی باپ کا پتہ نہیں ہوتا۔"[1]

⑪ علامہ ابو محمد عبدالحق حقانی دہلوی فرماتے ہیں :-

"سب عیبوں کے بعد زنیم ولد الزنا، حرام کا نطفہ بیشتر اخلاقِ رذیلہ کا سرچشمہ ہوتا ہے۔ ولید کو اٹھارہ برس کے بعد اس کے باپ نے کہا تھا کہ یہ میرے نطفہ سے ہے، حرامی اولاد میں خیر و برکت، شجاعت و حمیّت کم ہوتی ہے۔"[2]

ڈاکٹر صاحب نے جو اعتراض کیا تھا کہ کسی کو حرام زادہ کہنا گالی تو ہو سکتا ہے لیکن اسے اس کے کسی قصور کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا۔ علامہ حقانی نے کیا خوب فرمایا ہے کہ قرآنِ کریم نے اسی لیے اس کا یہ عیب ظاہر فرمایا کہ یہ شخص بداصل و بدنسب ہونے کے باعث خیر و برکت سے محروم اور فطری طور پر بزدل اور بے غیرت تھا۔ گویا جو شخص بداصل ہو اس میں یہ عیوب بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں اور اس کے ضمیر و خمیر ہی میں برائی کے رذیل جراثیم سرایت کر جاتے ہیں۔ کیا فرماتے ہیں ڈاکٹر صاحب علامہ عبدالحق حقانی کے بارے میں؟

---

[1] تفسیر ابن کثیر جلد ۵ مترجم مولانا ابو محمد جونا گڑھی۔ نظر ثانی و حواشی مولانا سید انظر شاہ کشمیری، ادارہ اشاعت ناشرانِ قرآن لمیٹڈ لاہور۔ [2] تفسیر حقانی جلد ۵ میر محمد کتب خانہ کراچی۔

(۱۲) شاہ عبدالقادر محدث دہلوی ترجمہ و تشریح میں فرماتے ہیں:۔

"سوائے ان سب عیبوں کے حرام زادہ ہے یعنی تحقیق نہیں جو اس کا باپ کون ہے۔"[1]

اس کے بعد شاہ صاحب نے تفسیر زاہدی کے حوالے سے وہی عبارت درج فرمائی ہے جس کو میں ۶ نمبر میں بیان کر آیا ہوں یعنی ولید نے جب یہ عیب سنے تو ماں کو ڈرا دھمکا کر اصل بات اگلوالی۔ کیا ڈاکٹر صاحب اب شاہ عبدالقادر صاحب کو بھی عہد انگریزی میں دوسرے درجے کا مجدد کہیں گے؟

(۱۳) امام عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی لکھتے ہیں:۔

"(زنیم) دعی وکان الولید دعیا فی قریش لیس من سنخهم ادعاه أبوه بعد ثمان عشرة سنة من مولده وقیل بغت أمه ولم یعرف حتی نزلت هذه الایة والنطفة إذا خبثت خبث الناشئ منها روی أنه دخل علی أمه وقال إن محمداً وصفنی بعشر صفات وجدت تسعاً فی فأما الزنیم فلا علم لی به فإن اخبرتنی بحقیقة وإلا ضربت عنقك فقالت إن أباك عنین و خفت أن یموت فیصل ماله إلی غیر ولده فدعوت راعیاً إلی نفسی فأنت من ذالك الراعی"۔[2]

اس عبارت کا مطلب بھی وہی ہے جس کو نمبر ۶ میں تفسیر زاہدی کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ ماں نے ولید بن مغیرہ کو بتا دیا کہ تو واقعی حرام زادہ ہے۔ اس عبارت کو سمجھنے کے لیے نمبر ۶ کو دوبارہ پلٹ

---

[1] تفسیر موضح القرآن [2] تفسیر النسفی المسمی بمدارک التنزیل وحقائق التاویل

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

کر ملاحظہ فرمائیں۔

ولید بن مغیرہ کا دفاع کرنے والے کے سامنے انتہائی مضبوط، معتبر اور مستند اختصاراً صرف تیرہ دلائل بلکہ اُس کے سر پر تیرہ پہاڑ رکھ دیئے ہیں جن سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ امام احمد رضا نے وہی معنیٰ کیا ہے جو قرآن کا اصل منشاء ہے۔ بیسیوں دلائل اور بھی دیئے جا سکتے ہیں مگر اختصار ملحوظ ہے۔ وہابیت ویسے بھی گستاخیٔ رسول کی مشہور صفت ہے مگر ڈاکٹر صاحب نے تو اس کی پرورش میں ایک دم دگنا تگنا اضافہ کر دیا ہے۔ خدا معلوم، کہ ڈاکٹر صاحب کو ولید بن مغیرہ سے اس قدر ہمدردی کیوں ہے۔ ان کے اس جھوٹ پر کہ اس کا معنیٰ حرام زادہ ہرگز نہیں، کیا کوئی ان کی گردن سے پکڑ کر پوچھ سکتا ہے کہ یہ جھوٹ آپ نے کیوں بولا، یہ دجل آپ نے کیوں کیا اور اتنی تلبیس سے آپ نے کیوں کام لیا؟ غصے کی آگ سے ڈاکٹر صاحب جل بھن کر رہ گئے کہ احمد رضا خاں نے ولید کے بارے میں یہ کیوں لکھا کہ اس کی اصل میں خطا ہے۔ اور یہ شعلے اتنے بھڑکے کہ جب تک یہ نہ کہہ لیا "کاش مولانا احمد رضا خاں کا یہ ترجمہ نہ چھپتا اور مسلمانوں کو قادیانیوں کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑتا" اُس وقت تک دل کی آگ نہ بجھی۔ اب جو ہم نے تیرہ پہاڑ ان کے سر پر رکھ دیئے ہیں تو کیا کوئی اندازہ کر سکتا ہے کہ یہ آگ کتنی بھڑکی ہو گی۔ البتہ جو الزام ڈاکٹر صاحب نے امام احمد رضا پر عائد کیے تھے وہ سب کے سب ان مذکورہ حضرات پر بھی خود بخود عائد ہو گئے اور ہر کوئی بڑی آسانی سے کہہ سکتا ہے کہ کاش یہ ترجمے اور یہ تفسیریں نہ چھپتیں اور

بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) جلد ۳۔ قدیمی کتب خانہ کراچی ؛

یوں ڈاکٹر خالد محمود صاحب کو شرم سے (اگر ہے) پانی پانی نہ ہونا پڑتا ہے۔ کوئی صاحبِ انصاف دیوبندی جو ڈاکٹر صاحب کے گریبان کو جھنجوڑ کر پوچھے کہ ان تراجم و تفاسیر کے بارے میں آپ کا خیال کیا ہے اور ان کی تصریحات کے باوجود آپ ولید کو حلالی بنانے پر کیوں تلے ہوئے ہیں اور بداصل و بدنسب کہنے پر پانی میں بتاشے کی طرح کیوں گھلے جا رہے ہیں؟

؎ یہ مانا تیرے لب پہ نغمۂ توحید ہے لیکن
تیرے سر میں بسیرا ہے ولیدوں، یزیدوں کا

⑦ الفاظ کا استعمال

امام احمد رضا کو سوچی سمجھی سازش کے تحت بدنام کرنے کے لیے ڈاکٹر صاحب نے ہر ممکن حربہ استعمال کیا ہے صفحہ ۱۷۱ پر لکھا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے ترجمہ کے اندر دیہاتی زبان استعمال کی ہے اور بھدے الفاظ پیش کئے ہیں۔ حالانکہ اہلِ علم جانتے ہیں کہ اپنے اپنے علاقے کی ایک مخصوص بولی ہوتی ہے ایک خاص زبان ہوتی ہے۔ ایک لفظ ایک جگہ بھدا معلوم ہوگا مگر وہی لفظ دوسری جگہ کے رہنے والوں کے لیے مانوس ہوگا۔ البتہ ایسا لفظ نہ ہو کہ جس کا مفہوم کہیں بھی اچھا نہ سمجھا جاتا ہو جیسے وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ میں ضالًّا کے معنی مفتی محمود الحسن صاحب نے "بھٹکتا"[1] کر دیئے ہیں۔ حالانکہ یہ خطاب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے اور آپ کی ذاتِ اقدس کے لیے لفظ "بھٹکتا" کہیں بھی اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ کسی بھی علاقے کا باشندہ "بھٹکتا" کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

---

[1] قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جو شخص (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

کے لیے استعمال میں ہرگز نہ لائے گا۔ جہاں تک بھدے الفاظ کا تعلق ہے تو بطور مشتے نمونہ از خروارے محمود الحسن صاحب کے ترجمے کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے :۔

- اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝ (الکوثر) "بیشک دشمن ہے تیرا وہی رہ گیا پیچھا کٹا۔" (محمود الحسن)

پیچھا کٹا کس قدر بھدا لفظ ہے۔ ترجمے میں لذّت نام کی کوئی شے نہیں رہی۔

اب ذرا امام احمد رضا کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے :۔

"بے شک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے۔" (کنز الایمان)

- وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا (التحریم) اور مریم بیٹی عمران کی جس نے روکے رکھا اپنی شہوت کی جگہ کو۔" (محمود الحسن)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کے لیے ایسی بازاری زبان استعمال کرنے کا حوصلہ کسے ہے۔ اب امام احمد رضا کا ترجمہ دیکھئے :۔

"اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی۔" (کنز الایمان)

- وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ۙ (المومنون پارہ ۱۸ آیت ۵) "اور جو اپنی شہوت کی جگہ کو تھامتے ہیں۔" (محمود الحسن)

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ضال بمعنی گمراہ و بھٹکا کرے وہ کافر ہے۔ ملخصاً کتاب الشفاء جلد دوم صفحہ ۱۰۳؛

تھامنا کا معنی ہے پکڑ لینا۔ دیکھئے کس قدر مضحکہ خیز ترجمہ کیا گیا ہے مگر ڈاکٹر صاحب کو اسی طرح کی زبان پسند ہے اور امام احمد رضا بریلوی کا یہ ترجمہ اُن کے نزدیک ترجمہ ہی نہیں :-

"اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔" (کنز الایمان)

● —— وَاجۡتَنِبُوا الطَّاغُوۡتَ (   ) "اور بچو ہڑدنگے سے۔" (محمود الحسن)

کتنا دیہاتی اور بھدّا لفظ ہے مگر امام احمد رضا فرماتے ہیں: "اور شیطان سے بچو۔" (کنز الایمان)

● —— وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ (پ ۲۸ التحریم) "جن کی چھپٹیاں ہیں آدمی اور پتھر۔" (محمود الحسن)

"جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔" (کنز الایمان)

● —— اَلۡـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنۡكُمۡ وَعَلِمَ اَنَّ فِيۡكُمۡ ضَعۡفًا ط (سورۂ انفال آیت ٦٦)

"اب بوجھ ہلکا کر دیا اللہ نے تم پر سے اور جانا کہ تم میں سستی ہے۔" (محمود الحسن)

یہ آیت کریمہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ "بوجھ" کسی قرآنی لفظ کا ترجمہ نہیں۔ یہ اضافہ ہے اور بغیر بریکٹ کے ہے اور بقول ڈاکٹر صاحب یہ معنوی تحریف ہے۔ دوسرے محمود الحسن صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کہا "تم میں سستی ہے" حالانکہ سستی انسان کے کسی ذاتی عمل کا نتیجہ ہوتی ہے یعنی کسی فعل کے سرانجام دینے میں کسی کمی یا کوتاہی کی بناء پر سستی کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ وہ کسی بھی موقعہ پر (معاذ اللہ) سست یا کاہل ہوئے ہوں۔

اب امام احمد رضا کا ترجمہ دیکھئے۔
"اب اللہ نے تم پر سے تخفیف فرمائی اور اسے علم ہے کہ تم کمزور ہو۔" (کنزالایمان)

لیکن حیرت ہے کہ اپنے چند مخصوص وہابی عقائد کا ردّ دیکھتے ہوئے ڈاکٹر خالد محمود نے ترجمۂ کنزالایمان ہی کا انکار کر دیا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ ترجمۂ قرآن نہیں۔

۸ "پیٹھ توڑنا" محاورہ ہے

مسلسل افکار و صدمات کی وجہ سے انسان جب خود پر بہت بوجھ محسوس کرتا ہے یا بقدرِ ضرورت ظاہری اسباب کی کمی اسے متفکر کر دیتی ہے تو ایسے موقع پر عموماً کہا جاتا ہے کہ فلاں آدمی کی تو کمر ٹوٹ گئی ہے جیسے کسی آدمی کا بیٹا مر جائے تو کہتا ہے آج میری کمر ٹوٹ گئی۔ یہ کہہ کر گویا وہ اپنے صدمے کا اظہار کرتا ہے۔ انگریزی میں بھی اسی طرح ہے۔ (GRIEF HAS BROKEN HIS BACK) غم نے اس کی کمر توڑ دی یا غم نے اسے بوڑھا کر دیا۔

پیٹھ توڑنا یا کمر ٹوٹنا ایک محاورہ ہے جو آلام و تکالیف اور مصائب و شدائد کے اظہار کے لیے بولا جاتا ہے۔ چنانچہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ کا ترجمہ یہ کیا ہے:۔ "اور تم پر سے تمہارا بوجھ اُتار لیا جس نے تمہاری پیٹھ توڑ دی تھی۔"

امام احمد رضا بریلوی کے اس ترجمے کے بارے میں ڈاکٹر صاحب "حضور کی بے ادبی کی ایک اور حرکت" کے عنوان سے لکھتے ہیں:۔
"افسوس خان صاحب نے بہت بے ادبی کا ترجمہ کیا ہے، حضور

کے لیے پیٹھ توڑنے کا لفظ استعمال کرتے ہوئے انہیں ایمانی حیا مانع نہ آئی“[1]

میں نے کہیں پڑھا تھا کہ سپارٹا کی یونانی ریاست میں سب سے اچھے ”وارداتیے“ کو بڑے انعام واکرام سے نوازا جاتا تھا۔ اگر اس وقت بھی کوئی کیٹی وہاں یا کہیں اور ہو تو میں اُس کی توجہ ڈاکٹر صاحب کی تالیف مطالعۂ بریلویت کی طرف مبذول کراتا ہوں FIRST PRIZE کہیں نہیں گیا ——— جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ پیٹھ توڑنا یا کمر توڑنا ایک محاورہ ہے اور معنوی طور پر اس میں کسی بھی محترم انسان کی کوئی بے ادبی نہیں نکلتی اگر اس پر بول دیا جائے۔ خود ڈاکٹر صاحب کے پیشوا اور حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کا ترجمہ دیکھئے! -

”اور ہم نے آپ پر سے آپ کا وہ بوجھ اُتار دیا جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی۔“

اب کیا فرماتے ہیں ڈاکٹر صاحب کہ یہ بارگاہِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بے ادبی کی حرکت ہے یا نہیں اور کمر توڑنے کے لفظ استعمال کرتے ہوئے تھانوی صاحب کو ایمانی حیا مانع ہوئی تھی یا نہیں؟ آگے چلئے۔

ڈاکٹر صاحب کے ایک اور بزرگ شمس العلماء مولوی نذیر احمد خاں دہلوی نے یہ ترجمہ کیا: -

”اور (اس کے علاوہ بوجھ) جس نے تمہاری کمر توڑ رکھی تھی تم پر سے اُتار دیا۔“

کیا فرماتے ہیں ڈاکٹر صاحب! حضور کی بے ادبی کی حرکت ہے یا

---

[1] مطالعہ بریلویت ج دوم صفحہ ۱۹۲

نہیں اور کمر توڑنے کا لفظ استعمال کرتے ہوئے آپ کے مسلّمہ مقتدا مولوی نذیر احمد صاحب کو ایمانی حیا مانع ہوئی تھی یا نہیں ؟

ڈاکٹر صاحب کے ایک اور بزرگ ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کا ترجمہ دیکھئے :-

" اور تم پر سے وہ بھاری بوجھ اُتار دیا جو تمہاری کمر توڑے ڈال رہا تھا ۔"

فرمائیے جناب ! حضور کی بے ادبی کی ایک اور حرکت ہے یا نہیں اور کمر توڑنے کا لفظ استعمال کرتے ہوئے آپ کے اس بزرگ کو ایمانی حیا مانع ہوئی یا نہیں ؟

علامہ عبدالحق حقانی دہلوی فرماتے ہیں :-

" اور کیا ہم آپ سے آپ کا وہ بوجھ نہیں اُتار دیا کہ جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی ۔"

آگے تفسیر میں فرماتے ہیں :-

" چونکہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حوصلہ بہت ہی بڑا تھا اور خصوصاً اس سبب سے کہ شرح صدر ہو چکا تھا تو آپ کے عزائم کی کیا انتہا ۔ اور مکہ میں اس وقت تک آپ کے پاس اس کے سرانجام کے اسباب نہ تھے ، نہ آپ کے قویٰ و جوارح اس کا تحمل کر سکتے تھے ۔ یہ تھا وہ بھاری بوجھ کہ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ توڑ رکھی تھی ۔"[1]

کیا ڈاکٹر صاحب علامہ حقانی پر بھی حضور کی بے ادبی کا بہتان رکھیں گے ؟

---

[1] تفسیر حقانی جلد ۵ سورۂ الم نشرح ؛

اب ذرا شاہ عبد القادر محدث دہلوی کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:۔

"اور اُتار رکھا تھا تجھ سے بوجھ تیرا، جس نے کڑکائی پیٹھ تیری۔" (تفسیر موضح القرآن)

لفظ "کڑکائی" میں تو اور بھی شدت پائی جاتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب آپ کے الفاظ حضرت شاہ صاحب محدث دہلوی کے لیے بھی ہیں یا ان کو صرف امام احمد رضا ہی کے لیے مخصوص سمجھا جائے گا؟

اب اہل انصاف کو دعوتِ فکر ہے کہ وہ سوچیں اور خوب غور کریں کہ اگر ڈاکٹر خالد محمود ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی کا اعتراض بجا ہوتا تو وہ صرف امام احمد رضا کے ترجمہ پر اعتراض نہ کرتے بلکہ ساتھ اپنے پیشواؤں کی بھی خبر لیتے۔ کیا ہم اسے منافقانہ رویہ نہ کہیں گے؟ کیا یہ تنقید کا دوہرا معیار نہیں؟

کیا تعصب کی اس سے بڑھ کر بھی کوئی مثال مل سکتی ہے؟

مذکورۃ الصدر تمام حضرات ڈاکٹر صاحب کے لیے انتہائی محترم ومکرم ہیں مگر ڈاکٹر صاحب کی منافقانہ پالیسی اور ان کی فریب کاریوں کی وجہ سے وہ حضرات بھی ڈاکٹر صاحب کی عبارت کے نشانے پر آگئے۔ معلوم ہوا یہ سب محض دھوکہ اور فریب ہے۔ امام احمد رضا اس ناحق الزام سے بری ہیں، اُن کا دامن صاف ہے، دیوبندیوں کی یہ چالبازیاں فقط اس لیے ہیں کہ امام احمد رضا نے ان پر ٹھوس دلائل قائم کر کے ان کو گستاخِ رسول ثابت فرمایا۔ علمائے حرمین شریفین سے تصدیق کروائی۔ پاک وہند کے سینکڑوں علمائے حق نے بھی تائید کر دی اور وہی گرفت اب تک دیوبندیوں کے دل کا کانٹا بن کے رہ گئی ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَار۔

⑨ بغیر غوث کے زمین و آسمان

مطالعۂ بریلویت کے صفحہ ۱۸۱ سے ۲۱۰ تک جوڑ توڑ کی برکت سے ایسی ایسی واہیات عبارات لکھی گئی ہیں کہ ڈاکٹر صاحب کی پی-ایچ-ڈی کی ڈگری دیکھ کر بے ساختہ یہ آیتِ کریمہ یاد آگئی ہے :-

كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا ط

ایسے علم کے زور پر جو جہالت ڈاکٹر صاحب پھیلا رہے ہیں یہ انہی کا حصہ ہے اور وہ بانگِ دہل کہہ سکتے ہیں ——

ہیچو ما دیگرے نیست ۔

ڈاکٹر صاحب "حضرت (عبدالقادر جیلانی) کا خدا پر رعب" کے عنوان سے امام احمد رضا پر ناحق تہمت رکھتے ہوئے کہتے ہیں :

"بریلوی عقائد کے مطابق حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس قدر اونچے جا چکے تھے کہ خدا بھی اُن کے حکم سے چلتا تھا، حضرت شیخ عالمِ بشری میں تو بہت بعد میں آئے لیکن ان کے عقیدے میں ان کا وجود زمین و آسمان کے بننے سے پہلے بھی قائم تھا، مولانا احمد رضا خاں فرماتے ہیں :- "بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے"۔[1]

ڈاکٹر صاحب جوڑ توڑ کے زور پر یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ غوث سے مراد مطلق حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ہیں۔ حالانکہ امام احمد رضا بریلوی نے یہ فرمایا ہے کہ ہر زمانے میں غوث کا ہونا ضروری ہے

---

[1] مطالعۂ بریلویت ج ۲ صفحہ ۲۳۲-۲۳۳ ؛

اور بغیر کسی غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے۔ یہ بات بھی حسب عادت انہوں نے مخبرِ صادق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حدیث مبارکہ کے تحت کی ہے۔ حدیث ملاحظہ فرمائیے:

طبرانی میں بسندِ صحیح حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ابدال میری اُمت میں تیس ہیں، انہیں سے زمین قائم ہے، انہیں کے سبب مینہ اُترتا ہے۔ انہیں کے باعث تمہیں مدد ملتی ہے۔

چونکہ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب ختم اللہ علیٰ قلوبہم وعلیٰ سمعہم وعلیٰ ابصارہم کے مرحلے میں پہنچ چکے ہیں، اس لیے اُن سے کیا گلہ۔ بے چاروں نے احادیث کی کتابیں پڑھیں ہوں تو کچھ سمجھیں۔ دیوبندی شاید میری اس بات کو محض طنز و تعصب کے کھاتے میں ڈال دیں مگر ان شاء اللہ العزیز مزید آگے ٹھوس دلائل سے ثابت کر دوں گا کہ ان کے بڑے بڑے عالم احادیث کی کتب سے بے بہرہ ہیں۔ البتہ میرے ان دلائل کے بعد بھی کوئی دیوبندیت سے چمٹا رہتا ہے تو اپنا انجام خود سوچ لے۔ ہمارا کام ہے اتمام حجت کرنا، سو پوری کر دی ہے۔

عین ممکن ہے ڈاکٹر صاحب اس حدیثِ مبارکہ پر بھی اعتراض دھر ماریں لہٰذا اُن کے سامنے حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ کی عبارت رکھی جاتی ہے اور عبارت بھی ان کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کے قلم سے نکلی ہوئی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے، لکھتے ہیں:۔

"(حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے) فرمایا کہ کوئی جگہ اولیاء اللہ سے خالی نہیں ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وان من قریۃ الا خلا فیھا نذیر۔

حرم مکہ مکرمہ میں نماز پنجگانہ میں تین سو ساٹھ اولیاء اللہ شریک ہوتے ہیں اور جب اولیاء اللہ باقی نہ رہیں گے قیامت واقع ہو گی، اولیاء اللہ دعائمِ عالم کے ہیں یعنی ستون۔" [1]

اس پر تھانوی صاحب نے جو حاشیہ چڑھایا ہے وہ میری جانب سے بطور تبصرہ کافی ہے۔ تھانوی صاحب فرماتے ہیں:-

"کیونکہ ان (اولیاء اللہ) کے باقی نہ رہنے سے پھر مومن بھی نہ رہیں گے اور مومنین کے باقی نہ رہنے پر قیامت آجانا احادیث میں وارد ہے۔" [2]

غوث، قطب اور ابدال ہی اولیاء اللہ ہیں، بقول تھانوی صاحب ان کے باقی نہ رہنے پر زمین و آسمان بھی قائم نہ رہیں گے کیونکہ یہ ستون ہیں، ستون گئے تو ساری عمارت گئی اور تھانوی صاحب کے مطابق یہ بات احادیث یعنی کئی حدیثوں سے ثابت ہے لہٰذا ڈاکٹر صاحب کا اعتراض اب امام احمد رضا پر نہیں بلکہ سید الکونین محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مطہرہ و مقدسہ پر ہوگیا — اِنَّمَا بَغْیُکُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ (تمہاری بغاوت کا نتیجہ تمہیں پر ہے)

خوشگوار پہلو

ڈاکٹر صاحب نے چونکہ اسے خود ہی بریلوی عقیدہ قرار دیا ہے لہٰذا ثابت ہوگیا کہ اصلی سچے اور کھرے اہلِ سنت و جماعت بریلوی ہی ہیں جن کا عقیدہ بحمد اللہ تعالیٰ قرآن و حدیث کے عین مطابق ہے۔ فللہ الحمد ۔

دشمنِ جاں نے مرے حق میں گواہی دیدی
اعتبار آتا بھلا کس کو جو میں خود کہتا

---

[1] امداد المشتاق صفحہ ۶۶ مصنفہ تھانوی صاحب [2] امداد المشتاق صفحہ ۶۶

حضرت جُنید بغدادی والے قصّے پر اعتراض کا دندان شکن جواب

ڈاکٹر صاحب "حضرت جنید بغدادی کو خدا پر فضیلت دینا" کے عنوان سے امام احمد رضا پر یوں اعتراض کرتے ہیں :۔

"ایک دفعہ حضرت جنید بغدادی دریائے دجلہ کو زمین کی طرح پار رہے تھے اور اللہ اللہ کہہ رہے تھے، آپ کو دیکھ کر ایک اور شخص نے اسی طرح دریا پار کرنے کی استدعا کی، اس پر مولانا احمد رضا خان لکھتے ہیں کہ :۔

"فرمایا یا جنید یا جنید کہتا چلا آ۔ اس نے یہی کیا اور دریا پر زمین کی طرح چلنے لگا۔ جب بیچ دریا کے پہنچا، شیطان لعین نے دل میں وسوسہ ڈالا کہ حضرت خود تو یا اللہ کہیں اور مجھ سے یا جنید کہلواتے ہیں، میں بھی یا اللہ کیوں نہ کہوں۔ اس نے یا اللہ کہا اور ساتھ ہی غوطہ کھایا، پکارا حضرت میں چلا، فرمایا وہی کہہ یا جنید یا جنید، جب کہا دریا سے پار ہوا" (ملفوظات حصہ اول ص۱۱۷) [1]

ڈاکٹر صاحب نے فریب کاری کی آستینوں میں عبارت کا جو آخری حصہ ہضم کر دیا وہ یہ ہے :۔

"(اس شخص نے) عرض کی حضرت یہ کیا بات تھی آپ اللہ کہیں تو

---

[1] مطالعۂ بریلویت ج ۲ صفحہ ۲۴۱ ؛

پار ہوں اور میں کہوں تو غوطہ کھاؤں۔ فرمایا ارے نادان! ابھی تو جنید تک پہنچا نہیں، اللہ تک رسائی کی ہوس ہے۔"

"شیطان لعین نے دل میں وسوسہ ڈالا" کا مطلب ہے کہ شیطان اُس شخص کو اپنے مرشد سے بدگمان کرنا چاہتا تھا اور اُس کی حکم عدولی کروانا چاہتا تھا اور اہلِ ایمان جانتے ہیں کہ مرشد کے بغیر تو بات بنتی ہی نہیں۔ مرشد کے بارے میں اولیائے کرام نے اتنا عارفانہ کلام لکھا ہے کہ کئی کتابیں بن جائیں۔ گنجائش نہیں ورنہ بہت ساری مثالیں دیتا۔

یا جنید یا جنید کہلوانے کا مطلب یہ تھا کہ مرشد اپنے مرید کی تربیت آہستہ آہستہ کرتے ہیں، پہلے اللہ والوں تک پہنچاتے ہیں، اللہ والوں کی پہچان کراتے ہیں، پھر اللہ تک پہنچاتے ہیں۔ اس طرح مرید کے بھٹکنے کا ڈر نہیں رہتا۔ ڈاکٹر اقبال فرماتے ہیں ؎

اگر کوئی شعیب آئے میسر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

مطلب یہ کہ بغیر مرشد کے اللہ تک پہنچنا محال ہے۔ بغیر اللہ والوں کے اگر مخلوق اللہ تک پہنچ سکتی تو اللہ تعالیٰ کو پھر انبیائے کرام علیہم السلام مبعوث فرمانے کی کیا ضرورت تھی۔ صحابہ کرام کی ضرورت کیا تھی، اولیاء اللہ کی ضرورت کیا تھی۔ رہا یہ اعتراض کہ "یا اللہ" کہنے سے منع کیا اور "یا جنید" کہلوایا تو یہ شرک ہرگز نہیں۔ یہ اولیائے کرام کے پوشیدہ راز ہیں، خفیہ اسرار ہیں، یہ کئی حکمتوں پر مبنی باتیں ہوتی ہیں، تربیت کا ایک حصہ ہوتی ہیں، مرید کا امتحان مقصود ہوتا ہے، اُس کے ظرف کے مطابق اسے چلایا جاتا ہے۔

مثلاً حضرت جنید تو اللہ اللہ کر کے دریا پار کر لیتے تھے، ڈاکٹر صاحب کبھی آپ بھی اللہ اللہ کر کے دریائے راوی میں قدم رکھنا۔ لاش برآمد نہ ہوئی تو کہنا۔ وجہ کیا ہے کہ جنید گزر جائیں اور ڈاکٹر صاحب ڈوب

جائیں۔ یہی کہ جنید جس مقام پر تھے ڈاکٹر صاحب اس مقام پر نہیں۔ اور اُس مقام تک پہنچنے کے لیے کسی مرشد کا دامن تھامنا پڑتا ہے اور پھر مرشد تو ہر قسم کا امتحان لیتے ہیں، پہلے مرید کا یقین اور اعتماد دیکھتے ہیں۔ جس قسم کا اعتراض ڈاکٹر صاحب نے کیا ہے اس طرح تو کوئی ولی، قطب، غوث اور ابدال نہیں بچ سکتا۔ ایسے بے شمار واقعات سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔

"خدا پر فضیلت" کا اعتراض قطعی بے جا ہے کیونکہ عبارت کے آخری حصے کے یہ الفاظ کہ

"ابھی تو جنید تک پہنچا نہیں، اللہ تک رسائی کی ہوس ہے"۔

اس اعتراض کا زبردست رد ہیں۔ ان الفاظ میں اللہ ہی کی فضیلت تسلیم کی جا رہی ہے۔

دوسرے یہ کہ یہ واقعہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کا وضع کردہ نہیں بلکہ انہوں نے اسے کتاب "حدیقہ ندیہ شرح طریقۂ محمدیہ" سے نقل فرمایا ہے جیسا کہ ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت میں درج اس واقعہ کے شروع میں انہوں نے لکھا ہے:۔

"۔۔ حدیقہ ندیہ میں ہے ......"

اس کتاب کے مؤلف امام عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ معروف اولیائے کرام سے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے (آپ کے لیے) کہ آپ کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے اپنی کتاب "جمال الاولیاء" کے صفحہ ۵ پر اس کتاب کا نام لکھ کر اس کے مؤلف کو "۔۔ ی عارف باللہ شیخ عبدالغنی نابلسی" لکھا ہے۔ "جمال الاولیا" میں تھانوی صاحب نے ۴۴ کتب اور ان کے مؤلفین کے نام لکھے ہیں جن میں "شرح طریقۂ محمدیہ" اور اس کے مؤلف بھی شامل ہیں۔ آخر میں

وہ لکھتے ہیں :-

"غرض یہ چالیس سے کچھ زائد کتابیں ہیں جن کی نقل بھروسہ کی نقل ہے اور پھر ان کے مؤلفین بھی ایسے ایسے اکابر اولیاء اور بڑے بڑے علماء ہیں کہ آفاقِ عالم میں ان کے مقبول ہونے پر اتفاق ہو چکا ہے[1]"

لہٰذا ڈاکٹر صاحب کا یہ اعتراض عارف باللہ علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ پر ہوا کہ (معاذ اللہ) انہوں نے حضرت جُنَید کو خدا پر فضیلت دے دی اور وہ علامہ نابلسی جو بقول تھانوی صاحب اولیاء میں سے ہیں اور آفاقِ عالم میں مقبول بھی ہیں۔

تھانوی صاحب کہیں کہ ان کتابوں کی نقل بھروسہ کی نقل ہے، امام احمد رضا نے وہیں سے قصہ نقل فرمایا تو ڈاکٹر صاحب نے اعتراض جڑ دیا۔ گویا کہ تھانوی صاحب کے قول کو رد کر دکھایا۔

تھانوی صاحب ڈاکٹر صاحب کے روحانی مرشد ہیں۔ مرشد کہے کہ ان پر بھروسہ کرو۔ مرید کہے نہیں نہیں، یہ لائق اعتبار نہیں، اس میں تو اللہ کی شان میں گستاخیاں ہیں۔ بتائیے ایسا مرید کسی کنارے لگ سکتا ہے (یہ علیحدہ بات ہے کہ مرشد بھی ڈوبے ہوئے ہیں)

"مطالعۂ بریلویت" جلد دوم کے مطالعہ سے ہر قاری آسانی سے اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ یہ لوگ نہ شانِ خداوندی کو دیکھتے ہیں نہ شانِ رسالت کو، نہ قرآن کریم پر اعتراض سے چوکتے ہیں اور نہ اولیائے کرام پر الزام و بہتان دھرنے سے باز آتے ہیں، جس سے دشمنی ہو جائے اسے پورا کرنے کے لیے یہ لوگ کسی قسم کے تقدس کا خیال نہیں رکھتے بلکہ اپنے ناپاک عقائد اور لادول

---

[1] جمال الاولیاء صفحہ ۵

کی خاطر سب کو پامال کرتے چلے جاتے ہیں۔

کہتے ہیں جوتوں کو اُن کے گھر تک پہنچانا چاہیے۔ یہ سعادت مجھے اکثر حاصل ہوتی رہتی ہے، یہاں بھی اللہ کریم مجھے اس سعادت سے سرفراز فرما رہا ہے۔ فللہ الحمد۔ ملاحظہ فرمائیے :-

"اللہ اللہ" نہیں "آہ آہ" کرو

دیوبندیوں کے جامع المجددین اور حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کی زبانی یہ واقعہ ملاحظہ فرمائیے :-

"ایک دن حضرت شاہ حاجی امام الدین رحمۃ اللہ علیہ علیل ہوئے اور آہ آہ کرنے لگے۔ حضرت مفتی الٰہی بخش صاحب برادر حاجی صاحب کہ نسبت ارادت بھی حاجی صاحب سے رکھتے تھے، عیادت کو آئے اور کہا۔ آہ آہ کیوں کرتے ہو اللہ اللہ کرو۔ انہوں نے کچھ خیال نہ کیا اور آہ میں مشغول رہے۔ ایک دن اتفاقاً حضرت مفتی صاحب بھی اسی درد میں مبتلا ہوئے اور اللہ اللہ کرنے لگے اور آہ منہ سے نہ نکالا۔ حضرت شاہ صاحب نے تشریف لا کر فرمایا کہ جب تک آہ نہ کرو گے صحت نہ ہوگی۔

چنانچہ یہی ہوا کہ مرض ترقی کرتا گیا، کسی طرح تخفیف نہ ہوئی۔ بالآخر مفتی صاحب نے آہ کرنا شروع کیا اور صحت حاصل ہوگئی۔ یہ مقام عبودیت تھا اور تذلل و عبدیت محبوب کو محبوب ہے اور اس میں رضا و تسلیم بھی مقصود ہے اور اللہ اللہ مقام الوہیت ہے۔"[1]

اس پر اعتراضات کی بوچھاڑ کی جاسکتی ہے مگر مقام عبودیت اور تذلل و عبدیت کی جو تاویل اس واقعہ میں کرلی گئی، اگر سیدی و

---

[1] امداد المشتاق صفحہ ۵۰ واقعہ نمبر ۴۳ ۔

بالفرض علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ کے واقعہ میں بھی تسلیم کر لی جاتی اور کہا جاتا کہ مقامِ اُلوہیت سے پہلے مقامِ محمودیت کو سمجھنا ضروری ہے تو علامہ نابلسی کی ذات پر کچھ اعتراض باقی نہ رہتا۔ مگر جن کا کام ہی قرآنی آیات، احادیثِ مبارکہ اور عباراتِ اولیاءِ کرام میں جوڑ توڑ کرنا ہو اور طرّہ یہ کہ مہارت بھی پیدائشی طور پر حاصل ہو تو وہ کوئی دوسرا کام کیسے کریں؟

آپ کی ساری تاویلیں تو فقط اپنے گھر کے خالص دیوبندی بزرگوں کے لیے ہی مخصوص ہیں۔ بتائیے آپ کو اللہ پر فضیلت حاصل ہوئی یا نہیں؟ آپ کے یہی حکیم الامّت دوسری جگہ فرماتے ہیں:-

”میں نے طالب علمی کے زمانہ میں کسی کتاب میں دیکھا کہ ایک پیر نے مرید سے پوچھا کہ تم خدا کو جانتے ہو۔ مرید نے کہا میں خدا کو کیا جانوں میں تو تم کو جانوں۔ مجھ کو اس پر بڑا غصہ آیا کہ بڑا ہی جاہل اور ایمان سے دُور تھا۔

میں نے یہ قصہ (اپنے اُستاد) مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی سے عرض کیا کہ حضرت ایسے بھی جاہل ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ کیا تم خدا کو جانتے ہو۔ تب میری آنکھیں کھلیں۔ فرمایا کہ یہاں کسی اللہ والے ہی کو پہچان لے یہ ہی بڑی نعمت ہے۔“ [1]

یہی بات تھی حضرت جنید والے قصہ میں کہ شیطان مرید کو اپنے پیر سے دُور کرنا چاہتا تھا، حضرت جنید اللہ والے تھے، انہیں معلوم تھا کہ مرید میری بات مانتا رہا تو انشاء اللہ دین و دُنیا میں فلاح پائے گا مگر شیطان (دیوبندیوں کی طرح) بڑے خوبصورت طریقے سے مرید کو گمراہ کرنا چاہتا

---

[1] الافاضات الیومیہ جلد۳ صفحہ ۲۹۲

تھا لہٰذا حضرت جنید نے فرمایا کہ ارے نادان چیلے جنید کو بھولے پھر اللہ تک رسائی کی ہوس کرنا جیسے تھانوی صاحب کے استاد نے اُن سے کہا کہ اللہ والوں کی پہچان ہی اللہ کی پہچان ہے۔

قصہ تھا حدیقہ ندیہ کا، بیان فرمایا علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ نے اور واقعہ پیش آیا تھا حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کے ساتھ اور ہمارے ڈاکٹر صاحب نے اعتراض امام احمد رضا پہ جڑ دیا۔ اور پھر خوب اچھے طریقے سے جھوٹ گھڑ کر عنوان دے دیا "حضرت جنید بغدادی کو خدا پر فضیلت دینا" اللہ تعالیٰ نے اسی لیے فرمایا ہے :-

هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ۝ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيْمٍ۔

کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اُترتے ہیں، اُن پر اُترتے ہیں جو جھوٹ گھڑتے ہیں، گنہگار ہوتے ہیں (الشعراء)

⑪ اللہ تعالیٰ کا مشورہ طلب کرنا

"اللہ تعالیٰ انجام سے باخبر نہیں، مشورے طلب کرتا ہے" کا عنوان دے کر شہنشاہِ جوڑ توڑ فرماتے ہیں :-

"مولانا احمد رضا خاں کے عقیدے پر افسوس، وہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضور سے مشورہ کر کے چلتا ہے"[1]

جھوٹے پر محمد بن عبدالوہاب نجدی کی لی جانے والی آتی جاتی سانسوں کا دوگنا لعنت۔ "اَلْاَمْنُ وَالْعُلٰی" (یعنی اعلیٰحضرت کی کتاب) میں یہ الفاظ کہیں بھی درج نہیں کہ اللہ تعالیٰ انجام سے باخبر نہیں اور حضور سے مشورہ کر کے چلتا ہے۔ وَيْلٌ لِّكُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيْمٍ (دیکھاد

---

[1] مطالعہ بریلویت ج ۲ صفحہ ۲۶۳ ؛

ہو اس پر جو جھوٹ گھڑنے والا گنہگار ہے (الجاتیہ)۔ اس کے بعد لکھتے ہیں:—

”بے شک میرے رب نے میری اُمّت کے بارے میں مجھ سے مشورہ طلب کیا (الامن والعلیٰ ص۸۵)“[1]

محض اتنا ٹکڑا نقل کرنے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے دل کی آگ یوں بجھائی:—

”حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات کیسے کہہ سکتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے مشورہ کرتا ہے؟

افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے اس بات کو حدیث بنا کر پیش کیا ہے، اور اس پر امام احمد (۱۳/۲ ص) اور ابن عساکر (۱/۵ ص) کا حوالہ دیا اور ابن حذیفہ صحابی کو اس کا راوی بنایا، افسوس کہ ہمیں صحابہ میں ابن حذیفہ نام کے کوئی صحابی نہیں ملے۔ نہ مسند احمد میں حضرت حذیفہ کی یہ روایت ملی ہے، نہ تاریخ ابن عساکر میں کہیں یہ ملا کہ اللہ تعالیٰ انجام سے باخبر نہیں، حضور سے مشورے طلب کرتا ہے (معاذ اللہ)

اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ بات کسی تصوّر میں نہیں آسکتی کہ وہ کسی سے مشورے لینے کا محتاج ہو مگر افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے یہ روایت وضع کر کے (یعنی خود گھڑ کے) اس بحث میں اللہ تعالیٰ کے لیے تین بار مشورہ کا لفظ لکھا ——— معلوم ہوتا ہے تین دفعہ لکھنے سے مولانا نے شاید عیسائیوں کو خوش کرنا ہو کہ مسلمان بھی تثلیث کے قائل ہو گئے (یعنی مسلمان وحدانیت کی تین شاخوں باپ[۱] (اللہ) بیٹا[۲] (حضرت عیسیٰ) اور روح[۳] القدس کے قائل ہو گئے)“[2]

---

[1] ایضاً صفحہ ۲۶۳ :

[2] ایضاً جلد ۲ صفحہ ۲۶۳ ؞

اب جگر تھام کے بیٹھو مری باری آئی

جہالت و ضلالت کا یہ مظاہرہ آج ڈاکٹر صاحب ہی نے نہیں فرمایا بلکہ برسوں پہلے مدرسہ خیر المدارس ملتان کے نامور دیوبندی علماء بھی فرما چکے ہیں۔ کسی وقت مدرسہ خیر المدارس ملتان سے ماہنامہ "الصدیق" بڑے زور و شور سے شائع کیا جاتا رہا اور یہ رسالہ دل کھول کر علمائے اہلِ سُنّت کے خلاف زہر اُگلتا رہا۔ تینتیس چونتیس سال قبل الصدیق ماہ ذوالحجہ ۱۳۷۸ھ میں بھی یہ الزام امام احمد رضا کے سر رکھا گیا کہ احمد رضا کی اس پیش کردہ حدیث کا کہیں نام و نشان نہیں۔ اُسے دیکھ کر یقیناً کئی دیگر علمائے دیوبند نے بھی اسے اپنی تحریروں تقریروں میں پیش کیا ہوگا جو کہ ہماری نظروں سے نہ گزر سکے ہوں گے۔ آج دیوبندیوں کے ایک اور علامہ صاحب نے یہی بہتان پھر دہرا دیا ہے۔ یہ اعتراض جب ماہنامہ الصدیق ملتان میں شائع ہوا تو اسی وقت غزالیٔ دوراں علامہ سیّد احمد سعید کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس اعتراض کا مدلّل جواب ماہنامہ "السعید" ملتان شمارہ دسمبر ۱۹۵۹ء میں پیش فرما دیا جو "الاھدا" کے نام سے شائع ہوا پھر یہی علمی مقالہ "مقالاتِ کاظمی" حصہ دوم میں شائع ہوا۔ یہی مقالہ ۱۹۹۱ء میں ادارہ معارف نعمانیہ ۳۲۳۔ شاد باغ لاہور کی جانب سے "الاھدا" کے نام سے ہی ہزاروں کی تعداد میں شائع ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے اس دور میں جو اعتراض جڑ دیا، ممکن ہے کل کلاں کوئی اور علامہ پھر اعتراض دھر مارے۔

اس اعتراض سے متعلق دو ہی باتیں ہو سکتی ہیں۔ پہلی بات یہ کہ ماشاء اللہ ساری دیوبندی برادری ہی اس حدیث سے ناواقف نکلی۔ جس میں دیوبندی مؤرخ، مفکر اور محقق علامہ خالد محمود صاحب بھی اللہ کے "فضل و کرم" سے شامل ہیں۔ سب نے اپنے اپنے مطالعے کی وسعت، کتب احادیث سے وابستگی اور دیانت و صداقت کا بھرپور احساس بھی دلادیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ باوجود حدیث پڑھنے کے یا کم از کم علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ کے جواب اور احادیث کی کتب کی نشاندہی کے بعد حوالہ ملاحظہ کر کے بھی اگر یہ لوگ اعتراض کر رہے ہیں تو ان کے اندر کا رسول دشمنی کا وائرس بڑا طاقتور ہے۔ "وائرس" اس لیے کہا ہے کہ ہر جراثیم جو بیماری پیدا کرتا ہے اس کا علاج موجود ہے مگر دنیا کے تمام ڈاکٹر اس پہ متفق ہیں کہ "وائرس" لاعلاج ہے۔ بس ان اعتراض کرنے والوں کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی کا جو وائرس موجود ہے۔ اب اس کا کوئی علاج نہیں۔ انہوں نے کل بھی اعتراض کیا تھا، آج بھی کیا ہے اور کل پھر بھی کریں گے۔ رسول دشمنی کا وائرس اپنا کام دکھاتا رہے گا۔

ان لوگوں کی نظروں سے ماہنامہ "السعید" ضرور گزرا ہوگا، اگر وہ نہیں تو "مقالاتِ کاظمی" کتاب پڑھی ہوگی بلکہ نجی محفلوں میں علامہ کاظمی کے جواب پر تبصرے ہوئے ہوں گے، ایک دوسرے کو اس جواب سے آگاہ کیا گیا ہوگا۔ نشاندہی ہو جانے پر کتابوں کی شان بین ہوئی ہوگی اور سب بغلیں جھانک کر رہ گئے ہوں گے۔ اگر یہ بھی نہیں تو ادارہ معارف نعمانیہ کا الگ شائع کردہ "الاھدا" ضرور نظروں تلے آیا ہوگا۔ المختصر یہ کہ یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی جو اعتراض کر رہے ہیں تو پتہ چلا کہ بارگاہِ رسالت کی بے ادبی بے حرمتی

ان لوگوں کا محبوب مشغلہ ہے۔

آج علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ ہم میں موجود نہیں۔ بغرضِ ایصالِ ثواب اور ان کی روح مبارک کو خوش کرنے کے لیے ڈاکٹر خالد محمود صاحب کے اعتراض کے جواب میں احقر اُن کے مضمون "الاصدا" ہی سے کچھ عبارت نقل کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ کا جواب ملاحظہ فرمائیے:۔

جواب:۔ بدعقیدگی اور گمراہی کی اصل بنیاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جلّ مجدہٗ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے افعالِ مقدسہ کا قیاس اپنے افعال پر کر لیا جائے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ یاد رکھیے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ہم اپنے مشوروں کے متعلق اگر یہ کلیہ تسلیم کر لیں کہ ہمارا مشورہ طلب کرنا غلطی کا احتمال دُور کرنے کے لیے احتیاج اور عاجزی کی بناء پر ہوتا ہے تو ممکن ہے کہ کسی حد تک اسے صحیح کہا جا سکے لیکن اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورہ کو بھی اس کلیہ میں شامل کرنا باطل محض ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ معاذ اللہ، اللہ و رسول ہماری مانند ہیں۔ غلطی کا احتمال دُور کرنا بھی حاجت ہے اور عاجزی بھی احتیاج کو مستلزم ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے محتاج نہیں۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دونوں غنی، بے پرواہ اور احتیاج سے پاک ہیں جیسا کہ عنقریب دلائل کی روشنی میں واضح کیا جائے گا۔

ایک صحیح اور واقعی حدیث کو جو کتب احادیث میں موجود ہیں اور معترض علم حدیث سے ناواقف ہونے کی وجہ سے اسے معلوم

کرنے سے قاصر رہا محض اپنی رائے ناقص پر اعتماد کر کے جھوٹی حدیث کہہ دیا بلکہ اپنے زعم باطل کی بناء پر یہ دعوی کر دیا کہ اس حدیث کا کہیں ذکر نہیں، بدترین جہالت و ضلالت کا مظاہرہ ہے۔ دیکھئے یہ مبارک حدیث مسند امام احمد جلد پنجم و کنز العمال جلد ششم اور خصائص کبریٰ جلد دوم تینوں کتابوں میں موجود ہے۔

ان ربی استشارنی فی اُمتی ماذا افعل بهم فقلت ما شئت یارب هم خلقك وعبادك فاستشارنی الثانیة فقلت له كذالك فاستشارنی الثالثة فقلت له كذالك فقال تعالی انی لن اخزیك فی اُمتك یا احمد وبشرنی ان اوّل من یدخل الجنة معی من اُمتی سبعون الفا لیس علیهم حساب ثم ارسل الی ادع تجب وسل تعط فقلت لرسوله او معطی ربی سؤلی قال ما ارسل الیك الا لیعطیك۔ الحدیث۔

(حم (احمد) و ابن عساکر عن حذیفہؓ)

کنز العمال جلد ششم صفحہ ۱۱۲ حدیث ۱۷۳۵ و خصائص کبریٰ جلد دوم صفحہ ۲۱۰ اخراج احمد و ابوبکر الشافعی فی الغیلانیات و ابو نعیم و ابن عساکر عن حُذَیفہؓ بن الیمان و مسند امام احمد جلد ۵ مطبوعہ مصر صفحہ ۳۹۳۔

ترجمہ:۔ بے شک میرے رب کریم نے میری اُمّت کے بارے میں مجھ سے مشورہ طلب کیا کہ میں ان کے ساتھ کیا کروں؟ میں عرض کیا۔ اے میرے رب جو کچھ تُو چاہے وہی کر، وہ تیری مخلوق اور تیرے بندے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دوبارہ مجھ سے مشورہ لیا

میں نے وہی جواب دیا۔ اس نے تیسری دفعہ مجھ سے مشورہ طلب فرمایا میں نے پھر وہی عرض کیا۔ پھر میرے ربّ کریم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بے شک میں تیری اُمّت کے معاملہ میں تجھے ہرگز رسوا نہ کروں گا اور مجھے بشارت دی کہ میرے ستر ہزار اُمّتی سب جنتیوں سے پہلے میری ہمراہی میں داخل جنّت ہوں گے۔ ان میں سے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے جن سے حساب تک نہ لیا جائے گا۔ پھر میرے ربّ نے قاصد بھیجا کہ میرے حبیب تو دُعا کر تیری دُعا قبول کی جائے گی اور مانگ تجھے دیا جائے گا۔ میں نے اپنے ربّ کریم کے قاصد سے کہا کہ کیا میرا ربّ میری ہر مانگی ہوئی چیز دے گا؟ تو اس قاصد (فرشتہ) نے عرض کی کہ حضور اسی لئے تو ربّ تعالیٰ نے آپ کو پیغام بھیجا ہے کہ آپ جو کچھ بھی مانگیں آپ کو عطا فرمائے۔

آگے یہ حدیث مبارک طویل ہے۔ جس میں حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور اپنی اُمّت مکرمہ کے بہت سے فضائل ومحامد بیان فرمائے۔ ہم نے قدرِ ضرورت پر اکتفا کیا ہے۔

معترض کا قول تو یہ تھا کہ اس جھوٹی حدیث کا کہیں ذکر ہی نہیں لیکن بحمدہٖ تعالیٰ ہم نے ثابت کر دیا کہ مسند امام احمد و کنز العمال اور خصائص کبریٰ میں یہ حدیث موجود ہے۔ کنز العمال میں تو اس کی تخریج صرف امام احمد اور امام ابن عساکر کی طرف منسوب ہے، لیکن خصائص کبریٰ میں ان کے علاوہ ابو بکر شافعی (امام بزار) اور ابو نعیم کی طرف بھی اس حدیث کی تخریج کو منسوب کیا ہے۔ وللہ الحجۃ السامیہ۔

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملّت رحمۃ اللہ علیہ نے الامن والعلیٰ

میں مسند امام احمد کا نام نہیں لکھا۔ صرف اتنا تحریر فرمایا:۔

الامام احمد وابن عساکر عن حذیفۃ

(الامن والعلیٰ صفحہ ۱۲۳ مطبوعہ مطبع اہل سنت وجماعت بریلی)

اور الفاظ حدیث کنز العمال جلد ششم سے نقل فرمائے اور کتاب کا حوالہ نہیں دیا تاکہ ان منکرین ومخالفین کے ادعائے علم وفضل کی حقیقت آشکارا ہو۔

الحمد للہ! اہل علم نے دیکھ لیا کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد ملت قدس سرہ العزیز علم وفضل کا وہ بحرِ ذخار ہیں جس کے ساحل تک بھی منکرین کی رسائی نہیں۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللہ۔

رہا ابن حذیفہ کا معاملہ تو یہ ایک حقیقتِ ثابتہ ہے کہ کنز العمال اور خصائص کبریٰ اور مسند امام احمد تینوں میں عن حذیفۃ موجود ہے نیز الامن والعلیٰ شائع کردہ نوری کتب خانہ لاہور کے صفحہ ۱۲۳ پر عن حذیفۃ موجود ہے۔ البتہ صابر الیکٹرک پریس کی مطبوعہ کے صفحہ ۸۵ پر کاتب کی غلطی سے عن کی بجائے ابن لکھا گیا جسے کوئی معمولی سمجھ والا انسان بھی مصنف کی طرف منسوب نہیں کر سکتا مگر جو شخص تعصب وعناد کے جوش میں ایک ایسی عظیم وجلیل حدیث کو نہیں مانتا جو کتب احادیث میں موجود ہے تو وہ اس حقیقتِ ثابتہ کو کیونکر تسلیم کرنے لگا ہے۔[1]

خصوصی توجہ چاہتا ہوں

علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ کی نشاندہی پر اس احقر نے خصوصی تگ ودو کی اور ایک بہت بڑی معروف لائبریری سے

---

[1] مقالاتِ کاظمی حصہ دوم صفحہ ۳۱۰ تا ۳۱۲ ÷

رابطہ قائم کیا۔ وہاں سے علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی ”خصائص کبریٰ“ اور شیخ علاؤ الدین علی المتقی رحمۃ اللہ علیہ کی ”کنز العمال“ نکلوائی۔ اور چند مشکل مراحل سے گزرنے کے بعد ان کتابوں کے صفحاتِ مذکورہ حدیث کے فوٹوسٹیٹ کروائے۔ پھر ”خصائص کبریٰ“ اردو کو بھی تلاش کیا اور مذکورہ حدیث کے صفحات کے فوٹوسٹیٹ کروا لیے۔ عربی کی یہ کتب اور وہ بھی پرانے نسخے چونکہ چند ایک بڑی لائبریریوں ہی سے دستیاب ہیں، عام کتب خانوں یا لائبریریوں سے نہیں ملتے اس لیے بندۂ ناچیز نے یہ تھوڑی سی محنت اور بھاگ دوڑ کر کے یہ فوٹوسٹیٹ حاصل کر لیے تاکہ ہمارے اہل سنت بھائی اپنی آنکھوں سے ان کتب میں درج حدیث مبارکہ کا دیدار کر کے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں۔

اب جبکہ مضمون کے ساتھ محض حوالے نہیں بلکہ اصل کتب کے فوٹوسٹیٹ بھی دے دیئے گئے ہیں تو قارئین سے صرف اتنی گزارش ہے کہ وہ سوچیں اور غور کریں کہ کیا دیو بندی بریلوی جھگڑا، کوئی جھگڑا نہیں؟ کیا دیو بندیوں کو جو ہم گستاخِ رسول کہتے ہیں تو غلط کہتے ہیں؟ ڈاکٹر خالد محمود صاحب کے شریر اور گستاخ قلم کا حملہ اگر مولانا احمد رضا خاں پر ہوتا تو عفو و درگزر اور مصالحت کی بہت سی راہیں نکل سکتی تھیں مگر اب یہ حملہ اور ان عبارات کی ضرب براہِ راست رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و حرمت پر پڑتی ہے۔ اب ڈاکٹر صاحب کے گستاخ قلم کا حملہ کسی بریلوی پر نہیں بلکہ خاص رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ محترم پر ہے۔

ڈاکٹر صاحب کے قلم کا نشانہ احمد رضا کی ذات نہیں بلکہ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عفت و عصمت بن گئی اور جس نے

اللہ تعالیٰ کے اس پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اذیت پہنچائی اُس کا فیصلہ جو بھی ہوگا وہیں سے ہوگا جہاں سے اس مقدس ہستی کو باعثِ تخلیقِ کائنات اور رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اور وہ فیصلہ تو کبھی کا قرآن میں سنایا جاچکا ہے۔

دیکھیئے ڈاکٹر صاحب نے جو فرمایا ہے :۔

"مشورہ طلب وہ کرتا ہے جسے انجام کی خبر نہ ہو۔"[۱]

چونکہ حدیثِ مبارکہ میں "استشارنی" کا لفظ تین بار آیا ہے تو ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تین بار مشورہ ہوا۔ اب جب خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے تین بار مشورہ کیا ہے تو اب ڈاکٹر صاحب کے عقیدے کے مطابق اللہ تعالیٰ کو انجام کی خبر نہ تھی کیونکہ وہ خود تو کہہ رہے ہیں کہ مشورہ طلب وہ کرتا ہے جسے انجام کی خبر نہ ہو۔ اس صورت میں ڈاکٹر صاحب اللہ تعالیٰ کے گستاخ ٹھہرے اور اگر اُن کا عقیدہ یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ انجام سے باخبر ہوتا ہے تو پھر حدیث کا انکار کرنا پڑے گا۔ اس لیے انجام سے باخبری کا عقیدہ اسی وقت درست سمجھا جائے گا جب وہ مشورہ طلب کرنے والی حدیث کا انکار کریں گے۔ کیونکہ اُن کے عقیدے کے مطابق مشورہ طلب کرنے والا تو انجام سے بے خبر ہوتا ہے لہٰذا اس دوسری صورت میں وہ گستاخِ رسول اور منکرِ حدیث ٹھہرے یعنی اللہ تعالیٰ کو باخبر مانیں تو مشورے والی حدیث کا انکار لازم آئے

---

[۱] مطالعۂ بریلویت دوم ص ۲۶۳ [۲] دراصل دیوبندیوں کا عقیدہ بھی یہی ہے اور اس عبارت کو ان کے دھرم پنڈت جناب مولوی حسین علی واں بھچروی نے اپنی بلغۃ الحیران میں یوں لکھا ہے

گا اور مشورے والی حدیث مانیں گے تو اُن کے اپنے قول کے مطابق اللہ کو انجام سے بے خبر ماننا پڑے گا ؎

مجنوں ہے گرفتارِ بلا دونوں طرح سے
وہ صحبتِ لیلیٰ ہو کہ ہو فرقتِ لیلیٰ

ڈاکٹر صاحب ایک اور جگہ فرماتے ہیں :۔

"مولانا احمد رضا خاں کے عقیدے پر افسوس، وہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضور سے مشورہ کر کے چلتا ہے۔"[1]

ایک تو ڈاکٹر صاحب نے سراسر یہ جھوٹ بولا کہ مولانا احمد رضا خاں نے لکھا ہے کہ "اللہ تعالیٰ حضور سے مشورہ کر کے چلتا ہے" الامن والعلیٰ میں اس کا نام و نشان بھی نہیں۔ وہاں تو صرف حدیث کا ترجمہ لکھا گیا ہے کہ "تب تک میرے رب نے میری اُمت کے باب میں مجھ سے مشورہ طلب فرمایا۔" اللہ تعالیٰ مشورہ کر کے چلتا ہے، کے الفاظ نہ ہیں اور نہ وہ عاشقِ رسول لکھ سکتا تھا۔ لہٰذا ڈاکٹر صاحب اوّل درجے کے کذاب ٹھہرے اور کذاب کے لیے قرآنی فیصلہ لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ ہے۔

دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ کے مشورہ کرنے کے عقیدے پر ڈاکٹر صاحب نے افسوس کا اظہار کیا ہے گویا یہ غیر اسلامی عقیدہ ہے۔ جب یہ حدیث سے ثابت ہے تو یہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عقیدہ ٹھہرا، جب حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے تو یہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عقیدہ ٹھہرا، جب علمائے اسلام نے اسے اپنی اپنی حدیث کی کتب

---

[1] مطالعۂ بریلویت دوم ص ۲۶۳ ؎

میں درج فرمایا تو یہ ان بزرگانِ دین اور تمام سلف صالحین کا عقیدہ ٹھہرا۔ لہٰذا ڈاکٹر صاحب کا اظہارِ تاسف امام احمد رضا کے عقیدے پر نہ رہا بلکہ یہ اظہارِ تاسف منصبِ رسالت، مقامِ صحابہ اور شانِ اولیاء پر ہوگیا اور ڈاکٹر صاحب ان سب کے گستاخ ٹھہرے۔ پھر ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں:۔

"افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے اس بات کو حدیث بنا کر پیش کیا ہے اور اس پر امام احمد رضا اور ابن عساکر کا حوالہ دیا اور ابن حذیفہ صحابی کو اس کا راوی بنایا۔"[1]

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے یہ حدیث خود گھڑ لی، غلط حوالے دیئے بلکہ جھوٹے اور یونہی جھوٹ موٹ صحابی کو راوی بنا ڈالا۔ اب جبکہ کتب احادیث کے فوٹوسٹیٹ بھی پیش کئے جارہے ہیں تو امام احمد سچا ثابت ہوئے اور ڈاکٹر خالد محمود جھوٹے اور جھوٹے کے متعلق قرآنی وعید یہ ہے لعنۃ اللہ علی الکٰذبین۔

پھر ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں:۔

"نہ مسند احمد میں حضرت حذیفہ کی یہ روایت ملی ہے۔"

یا تو ڈاکٹر صاحب آنکھیں نہیں رکھتے، رکھتے ہیں تو نگاہ کا فرق ہوگا اور جیسا کہ بظاہر اُن کی نگاہ بھی درست ہے تو ثابت ہوا کہ انہوں نے تلاش ہی نہیں کی اور جھوٹ لکھ دیا کہ مسندِ احمد میں یہ حدیث نہیں جھوٹ کی وہی قرآنی سزا جو اوپر درج کی جاچکی ہے۔ اور اگر دیکھ لی تھی مگر قصداً لکھ مارا کہ روایت نہیں ملی تب بھی جھوٹے اور جھوٹے

---

[1] مطالعۂ بریلویت جلد دوم صفحہ ۲۶۴ [2] فوٹوسٹیٹ صفحہ نمبر پر دیکھیں۔

کی قرآنی سزا ہے لعنۃ اللہ علی الکذبین۔ ؎

دوگونہ رنج و عذاب است جانِ مجنوں را
بلائے صحبتِ لیلیٰ و فرقتِ لیلیٰ

پھر ڈاکٹر صاحب نے لکھا:۔

"مگر افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے یہ روایت وضع کر کے اس بحث میں اللہ تعالیٰ کے لیے تین بار مشورہ کا لفظ لکھا۔"

ایک تو ڈاکٹر صاحب نے یہ جھوٹ بولا کہ یہ روایت وضع کردہ ہے جھوٹے پر خدا کی لعنت،

دوسرے امام احمد رضا پر تہمت اور بہتان باندھا۔ اس جرم کی سزا الگ ہوگی۔

پھر ڈاکٹر صاحب نے فرمایا:۔

"معلوم ہوتا ہے تین دفعہ لکھنے سے مولانا نے شاید عیسائیوں کو خوش کرنا ہو کہ مسلمان بھی تثلیث کے قائل ہوگئے۔"

اس گستاخی کی ضرب بھی امام احمد رضا کی ذات پر نہ ہوئی بلکہ امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و حرمت پر جا پڑی۔ چونکہ تین دفعہ خود سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے لہٰذا یہ طنز اب اُن کی ذاتِ اقدس کے لیے بھی ہوگئی۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ و نعوذ باللہ من شرورِ انفسنا) کوئی کام اگر تین بار کہا جائے تو کیا اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ عیسائی خوش ہوں؟ اگر یہی بات ہے تو پھر آپ مغرب کی نماز میں فرض کی کتنی رکعت پڑھتے ہیں۔ تین پڑھیں گے تو لوگ سمجھیں گے کہ "مطالعۂ بریلویت" کے مطابق عیسائیوں کو خوش کر رہے ہیں اور اگر دو یا چار پڑھیں گے تو اسلام کے منکر ہونگے۔ آپ کے لیے دونوں

طرح عذاب ہے۔ پھر رکوع اور سجدے میں تین تین بار ہی سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم اور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھا جاتا ہے، کیا سارے مسلمان عیسائیوں کو خوش کرنے کے لیے تین تین بار پڑھتے ہیں۔ نکاح میں عورت و مرد سے تین تین بار ہی ایجاب وقبول کرایا جاتا ہے، کیا سارے علمائے کرام و مشائخ عظام جو نکاح منعقد کرنے کا دینی فریضہ انجام دیتے ہیں، عیسائیوں کو خوش کرنے کے لیے تین تین بار کرتے ہیں؟ عشاء کی نماز میں تین وتر پڑھے جاتے ہیں، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نمازوں میں تین تین بار اللہ اکبر کہہ کر رفع یدین کیا جاتا ہے، کیا اہل اسلام عیسائیوں کو خوش کرنے کے لیے ایسا کرتے ہیں؟ حجاج کرام تین بار شیطان کو کنکریاں مارتے ہیں تو کیا یہ سب کچھ عیسائیوں کو خوش کرنا مقصود ہوتا ہے؟ لیکن کہاں تک بیان کرتا رہوں۔ آپ کو تو نہ خدا کا خوف ہے اور نہ اپنے نبی کی لاج۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو آپ کے شر سے محفوظ رکھے۔

ایک بات ہر دیوبندی چھوٹے بڑے کے لبوں سے چپکی رہتی ہے کہ یہ بریلوی قرآن و حدیث کو کیا جانیں۔ یہ تو محض گیارھویں کھانے والے اور مُردوں کے کفن اُتارنے والے ہیں۔ ہمارے علماء نے تو کتابوں کے ڈھیر لگا دیئے ہیں۔ فلاں حدیث کی شرح لکھی ہے، فُلاں کا حاشیہ لکھا ہے۔

مگر ان علماء و فضلاء کے ان دعووں کا حال یہ نکلا کہ بے چاروں نے ابھی تک خصائص کبریٰ، کنز العمال اور مسند احمد تک نہیں پڑھی۔ پڑھی ہوتی تو یہ کیوں کہتے کہ یہ حدیث احمد رضا نے خود گھڑ لی۔ احادیث کی ان کتب کے فوٹو سٹیٹ جب ڈاکٹر صاحب کی نظروں سے گزریں گے تو اُن کی ندامت و خجالت اور جھینپنے کا انداز کیا ہو گا، اس کا تصوّر خود ہی کر لیجئے گا۔ سچ ہے۔

ع جسے چاہے خدا ذلیل کرے

رہی بات اللہ تعالیٰ کے مشورہ لینے کی تو علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ نے تفسیر روح المعانی، ابن جریر، تفسیر کبیر، تفسیر نیشاپوری، عرائس البیان، مدارک، سراج منیر، روح البیان، تفسیر جمل، بیضاوی، تفسیر کشاف اور مفردات راغب کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مشورہ لینا احتیاج و عاجزی کی بناء پر نہیں بلکہ حکمتوں پر مبنی ہوتا ہے۔ خوفِ طوالت سے یہ عنوان چھوڑا جا رہا ہے، جس نے تسلی کرنی ہو وہ علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ کا مضمون "الاھدا" مقالاتِ کاظمی حصہ دوم میں خود ملاحظہ کر لے۔

نوٹ:- اس وقت میرے پاس اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی کتاب "الامن والعلیٰ" کا جو نسخہ ہے، یہ "کامیاب دار التبلیغ ۳۸ اُردو بازار لاہور" کا شائع کردہ ہے۔ یہ حدیث اس کے صفحہ ۱۰۷، ۱۰۸ پر درج ہے اور اس کے آخر میں بھی "عن حذیفۃ" ہے ابن حذیفۃ نہیں۔ اور مکرر عرض کرتا ہوں کہ آخر میں خصائص کبریٰ اور کنز العمال وغیرہ کے فوٹو سٹیٹ ضرور ملاحظہ فرمائیے۔

(۱۲) تحتِ قدرت نہ ہونا

"اللہ تعالیٰ کی قدرت کو کھلا چیلنج" کے عنوان اور الزام و بہتان سے ڈاکٹر صاحب رقمطراز ہیں:-

"اسلام کا قطعی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پہ قادر ہے — ان اللہ علیٰ کل شئی قدیر۔

جو چیزیں اس کی مشیت میں ہوئیں اور جو چیزیں مشیت میں مقدر نہ ہوئیں ان پر بھی وہ قادر ہے، کوئی چیز جو ممتنع بالذات نہیں، اُس کی قدرت سے خارج نہیں۔ حضور اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور

ممکن بالذات۔ سو یہ بات کہ آپ جیسی کوئی اور مخلوق ہو، یہ ممکن بالذات ہوگا، ممتنع بالذات نہیں۔ ورنہ حضور کا دائرہ امکان میں آنا کسی طرح سمجھ میں نہ آسکے گا۔ ہاں یہ بات دلائل قطعیہ سے ثابت ہے کہ حضور کی نظیر ہرگز نہ ہوگی۔ ان دلائل قطعیہ کی وجہ سے حضور کی نظیر محال ہے اور حضور کے بعد کسی کو نبوت ملے یہ بھی ممکن نہیں مگر یہ بات کہ اب خدا کی قدرت میں ہی نہیں کہ ایسا کر سکے، اس کی قدرت کو کھلا چیلنج دینا ہے۔ نہ کرنے اور نہ کر سکنے میں بڑا فرق ہے افسوس کہ مولانا **احمد رضا خاں** نے بڑی بے باکی سے **خدا کی قدرت کو چیلنج کیا:-**

"حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نظیر محال بالذات ہے، تحتِ قدرت ہی نہیں، ہو ہی نہیں سکتا (ملفوظات حصہ سوم صفحہ ۵۹)"[1]

ڈاکٹر صاحب جب قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ پر بھی ہاتھ صاف کر چکے ہیں اور انہیں آڑ بنا کر امام احمد رضا پر اتہام بازی کا مشغلہ جاری رکھا ہے تو امام احمد رضا کی عبارات پر وہ کیونکر کوئی انصاف کر سکتے ہیں۔ اور جب منصوبہ ہی بدنام کرنے اور سازش ہی الزام دھرنے کی ہو تو اچھی سے اچھی شے کو بھی حیلہ اور مکر کے فن سے بگاڑا جا سکتا ہے۔ یہ موضوع اچھی خاصی طوالت کا متقاضی ہے مگر میں انشاء اللہ اختصاراً ہی چند عبارات پیش کروں گا۔ اہلِ انصاف فیصلہ خود کر لیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ علیٰ کل شئی قدیر ہے۔ جو اس پہ ایمان نہ رکھے اور جھٹلائے وہ شخص ہرگز مسلمان نہیں رہتا۔ دیکھنا فقط یہ ہے کہ "شئے" کسے کہتے ہیں۔ علامہ ابو محمد عبدالحق حقانی فرماتے ہیں:—

---

[1] مطالعہ بریلویت ج ۲ صفحہ ۲۶۴، ۲۶۵؎

شے کے لفظ میں علماء نے بہت کلام کیا ہے، بعض کہتے ہیں، لفظ کے لحاظ سے شے ممکن کو کہتے ہیں جس سے واجب اور ممتنع خارج ہیں۔ اس لیے اُس کو (اللہ تعالیٰ کو) اپنی ذات پر قادر مان کر یہ خیال کرنا کہ وہ اپنے آپ کو یا اپنی صفات کو نیست کر سکتا ہے غلط خیال ہے۔ کس لیے، کہ وہ اپنی اور اس کی صفات واجب ہیں، ممکن نہیں اور ممکن نہیں تو شے کا اطلاق بھی ان پر جائز نہیں اسی طرح محالاتِ عقلیہ بھی کہ اپنے جیسا دوسرا پیدا کر سکتا ہے وغیرہ قدرت کے تحت میں نہیں، اس لیے کہ ان میں مقدور ہونے کی صلاحیت ہی نہیں۔ اُس کی قدرت میں کوئی قصور نہیں،، [1]

امام الوہابیہ مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی اور علامہ فضل حق خیرآبادی کے درمیان یہی نزاع کھڑا ہوا تھا۔ علامہ خیرآبادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر ہو ہی نہیں سکتی۔ جب کہ مخالف کا موقف تھا کہ ہو سکتی ہے البتہ ہو کر وجود میں نہ آئے گی۔ یعنی وہابیہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر کے قائل ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے بھی لکھا ہے کہ

،، سو یہ بات کہ آپ جیسی کوئی اور مخلوق ہو، یہ ممکن بالذات ہوگا،،

اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی دوسرے محمد کا وجود ممکن ہو سکتا ہے البتہ وہ ممکن وجود میں نہ آئے گا جیسا کہ وہ لکھتے ہیں کہ "حضور کی نظیر ہرگز نہ ہو گی" مراد یہ کہ ہو تو سکتی ہے مگر ہو گی نہیں۔ اب ایک بار پھر سے علامہ حقانی کی عبارات پڑھ لیجئے۔ اس عبارت سے واضح ہے کہ جن میں مقدور ہونے کی صلاحیت ہی نہیں وہ تحتِ قدرت بھی نہیں۔ اور اس طرح

---

[1] تفسیر حقانی پارہ ۲۹ سورۃ الملک ؛

اللہ تعالیٰ کی قدرت میں کوئی فرق بھی نہیں آتا۔ اگر کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنے جیسا دوسرا پیدا نہیں کر سکتا تو کیا کوئی مسلمان یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت گھٹ گئی۔ اس لیے نہیں گھٹتی کہ اُس جیسا دوسرے کا پیدا ہونا مقدور ہی نہیں لہٰذا تحتِ قدرت بھی نہیں۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا دوسرا پیدا ہونا مقدور ہی نہیں یا بقول علامہ حقانی، مقدور ہونے کی صلاحیت ہی نہیں لہٰذا تحتِ قدرت بھی نہیں اور اس طرح اللہ کی قدرت ہرگز نہیں گھٹ جاتی۔ یہی بات امام احمد رضا کہہ رہے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر ممکن ہی نہیں یا نظیر میں مقدور کی صلاحیت ہی نہیں تو یہ تحتِ قدرت بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ بھی لاشریک اور محمد مصطفیٰ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام بھی لاشریک نہ کوئی دوسرا خدا ہو سکتا ہے نہ کوئی دوسرا محمد ہو سکتا ہے (جل جلالہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ العالی فرماتے ہیں:

”علامہ فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے امتناع النظیر میں بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ممکن ہیں اور مخلوق ہیں، لیکن عظمت و جلالت کے جس بلند ترین مقام پر اللہ تعالیٰ کی عطا سے فائز ہیں اس مقام پر ایک ہی شخص فائز ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا تو ابتداءً اس مقام پر کسی دوسرے نبی کو فائز کر دیتا لیکن جب اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس مقام پر فائز کر دیا تو دوسرا شخص اس مقام پر فائز ہو ہی نہیں سکتا“ [1]

---

[1] مکتوب محررہ ۵ ۱۴ ستمبر ۹۳ء

دیکھئے علامہ حقانی فرماتے ہیں :۔

”ممکن نہیں تو شئے کا اطلاق بھی ان پر جائز نہیں۔“

اور جب شئے کے دائرہ سے نکل گئی تو ممکن نہ رہی، مطلق شئے ہی نہ رہی، جب شئے نہ رہی تو تحتِ قدرت بھی نہ رہی اور اسے اللہ تعالیٰ کے علیٰ کل شئی قدیر ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ تو علامہ فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے جب فرمادیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود ممکن ہیں اور مخلوق ہیں مگر اب کوئی ان جیسا دوسرا ممکن نہیں۔ ان کی نظیر ممکن نہیں ”دوسرا شخص اس مقام پر فائز ہو ہی نہیں سکتا۔“ جب نظیر ممکن نہیں تو شئے کے زمرے سے خارج ہوگئی اور وہ نظیر جب شئے ہی نہ رہی تو تحتِ قدرت بھی نہ رہی اور اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت میں کچھ فرق نہ پڑا۔

حضرت علامہ شرف قادری مدظلہٗ مزید فرماتے ہیں :۔

”علامہ بوصیری فرماتے ہیں ؎

مُنَزَّہٌ عَنْ شَرِیْکٍ فِیْ مَحَاسِنِہٖ
فَجَوْھَرُ الْحُسْنِ فِیْہِ غَیْرُ مُنْقَسِمٖ

جوہرِ حُسن غیر منقسم ہے تو دو آدمی اس میں کیسے شریک ہو سکتے ہیں؟ اشکال تب ہوتا کہ اللہ تعالیٰ ایک نظیر کو پیدا کر دیتا اور دوسری نظیر کے بارے میں کہا جاتا کہ وہ ممتنع ہے۔

مخالفین کا یہ مغالطہ ہے کہ جب ایک شئے ممکن ہے تو اس کی نظیر بھی ممکن ہونی چاہیے۔

مخالفین کا یہ قاعدہ یوں بھی ٹوٹ جاتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ممکن بالذات ہی نہیں موجود بالفعل بھی ہیں اُن کے قاعدے کے مطابق نظیر کو بھی موجود بالفعل ہونا چاہیے حالانکہ وہ بھی مانتے ہیں

کہ نظیر ممتنع بالغیر ہے، ایسا کیوں ہے؟ اصل میں یہ تصوّر ہی غلط ہے کہ جب ایک شئے ممکن ہے تو اس کی نظیر بھی ممکن ہوگی، ممکن جب ناقابلِ تقسیم مقام پر فائز ہو تو اس جگہ دوسرا فائز ہو ہی نہیں سکتا۔ آپ غور کریں کہ خاتم النبیین ہونے میں دو آدمی شریک ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موجود اور اس وصف کے ساتھ موصوف ہوتے ہوئے کون آپ کی نظیر ہو سکتا ہے؟ جب نظیر ہو ہی نہیں سکتی تو تحت القدرت کیسے ہوگی؟" ۱؎

خود امام احمد رضا بریلوی امام بوصیری علیہ الرحمۃ کا شعر مذکورہ بالا مُنَزَّہٌ عَنْ شَرِیْکٍ...... الخ لکھ کر فرماتے ہیں:۔

"حضور اپنے تمام فضائل و محاسن میں شریک سے پاک ہیں، جو ہر حسن آپ میں غیر منقسم ہے، اہلِ سُنّت کی اصطلاح میں جوہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کی تقسیم محال ہے۔" ۲؎

اگر نظیر "ممکن" ہوتی تو "شئے" کے زمرے میں آتی۔ جب نظیر ہے نہیں، ہو ہی نہیں سکتی اور نہ اس نظیر میں مقدور ہونے کی صلاحیت ہے تو ممکن نہ رہی، ممکن نہ رہی تو شئے نہ رہی، جب شئے نہ رہی تو تحتِ قدرت بھی نہ رہی۔ اور تحتِ قدرت نہ رہی تو امام احمد رضا بریلوی کا یہ فرمانا کہ تحتِ قدرت ہی نہیں، قدرتِ خداوندی کو ہرگز چیلنج نہ ہوا۔ ڈاکٹر صاحب کا امام احمد رضا پر اُن کے حسبِ عادت و ذوق محض شرمناک اتہام ہے۔ یہ گستاخیاں و بے باکیاں مولوی اسمٰعیل دہلوی اور اُن کے متبعین ہی کا حصہ ہیں جو بے ساختہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک آن میں کروڑوں محمد پیدا کر سکتا ہے یعنی کروڑوں

۱؎ مکتوب محررہ ۱۴ ستمبر ۹۳ء ۲؎ ملفوظات حصہ سوم صفحہ ۲۲ ؛

خاتم النبیین ممکن ہیں (استغفر اللہ ثم استغفر اللہ)
کسی دوسرے کو خاتم النبیین بالفعل مان لیا جائے جیسے قادیانی مان رہے ہیں یا محض دوسرے خاتم النبیین کا امکان تسلیم کر لیا جائے، اور یہ امکان چاہے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت مانا جائے یا کسی اور ذریعے سے، امکان تو مان لیا، جب امکان مان لیا گیا تو یہ عقیدہ ہو گیا کہ دوسرا خاتم النبیین ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ شرِ دیوبندیت سے پناہ دے۔ آمین۔

نظیرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قدرتِ الٰہیہ سے کچھ تعلق نہیں

شاید قارئین کچھ تشنگی محسوس کر رہے ہوں۔ اور اس موضوع پر رعایتِ لفظی کسی ذہنی خلجان کا باعث بن رہی ہو، گو اہلِ حق کے لیے اتنا ہی کافی وشافی ہے۔ اس موضوع پر چند ایک مزید معروضات پیشِ خدمت ہیں۔ مطالعہ فرمائیے اور قلب و نگاہ کو لذتِ ایمانی سے آشنا کیجئے۔ اللہ تعالیٰ جلّ مجدہٗ فرماتا ہے :۔

إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ بیشک اللہ تعالیٰ کُل شے پر قادر ہے۔

یہ وہ آیتِ کریمہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ کی بے پناہ قدرت کا اثبات ہوتا ہے۔ یہ آیتِ کریمہ قرآن مجید فرقانِ حمید کا ایک چیلنج بھی ہے۔ وہ چیلنج کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا وَّ یَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا۔
قرآن مجید کا اعجاز یہ ہے کہ بہت سے لوگ قرآنِ مجید میں اپنی

ذاتی رائے دہی سے نہ صرف خود گمراہ ہوئے بلکہ گمراہ گر بھی ہوئے۔ اس لیے کہ قرآن مجید کے اندر تفسیر بالرائے کا مطلب خدا سے بے خوف و نڈر ہونے کا نام ہے اور جو خدا کے خوف اور ڈر سے بے نیاز ہو گیا۔ وہ متقی نہ رہا بلکہ ظالم ٹھہرا اور ہدایت متقین کے لیے ہے یعنی هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ جبکہ ظالموں کے لیے خسارا ہے وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا۔ قرآن کریم متقین کے لیے ہدایت اور ظالموں کے لیے خسارہ ہے۔

لہذا جس نے قرآن کریم کی کسی بھی آیت کریمہ پر تفسیر بالرائے کی جرأت کی وہ گمراہ بھی ہے اور گمراہ گر بھی۔ تو مذکورہ آیت کریمہ ان اللہ علیٰ کل شئی قدیر بھی اسی معجزانہ کلام سے ہے تو لازم ہے کہ اس آیت مبارکہ سے استدلال کرنے والے بہت سے آئمہ کرام ہدایت یافتہ ہوں اور بہت سے نام نہاد علماء گمراہ و گمراہ گر۔ بانی دارالعلوم دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی حدیث کے حوالے سے لکھتے ہیں:۔

"مَنْ فَسَّرَ الْقُرْآنَ بِرَأْيِهٖ فَقَدْ كَفَرَ۔"

(جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کی بس کافر ہو گیا)[1]

آئیے اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہدایت یافتہ آئمہ کرام نے اس آیت ان اللہ علیٰ کل شئی قدیر سے کیا مراد لیا اور گروہِ مضلین نے کیا مراد لیا۔ آیت کریمہ میں تین لفظ قابلِ توجہ ہیں:۔

① کل ② شئی ③ قدیر

---

[1] تحذیر الناس صفحہ ۴۷ دارالاشاعت کراچی۔

کُل :۔ لفظ "کل" اہلِ علم کے نزدیک بعض اوقات جزء پر بھی مستعمل ہوا ہے جیسے ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی کُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا (پ ۳ البقرہ ۲۶۰)

ترجمہ :۔ پھر ڈال ہر پہاڑ پر اُن کا ایک ایک ٹکڑا یعنی جب سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب سے عرض کی کہ تو مردے کیسے زندہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ چار پرندے لے کر ان کے ٹکڑے کر کے تمام پہاڑوں پر رکھ دے۔ تو کیا یہاں "کُلِّ جَبَلٍ" سے مراد روئے زمین کے تمام پہاڑ ہیں ؟ حالانکہ ایسا نہیں۔ دراصل "کل" کا معنی "مجموعۂ جزء" ہے اور اسی مجموعۂ جزء کو تمام اور کُل کہتے ہیں۔

امام راغب اصفہانی "مفرداتِ راغب" صفحہ ۳۰۷ طبع کراچی (عربی) امام فخرالدین رازی "تفسیر کبیر" ج ۱ صفحہ ۳۵، علامہ جلال الدین سیوطی "الاتقان" ج ۲ صفحہ ۹۶ اور امام نسفی "عقائد النسفی" صفحہ ۱۰ میں فرماتے ہیں کہ لفظ کل کسی شے کے اجزاء کو یکجا کرنے پر بولا جاتا ہے اور لفظ کل کا اطلاق جزء پر جائز ہے اور اسم میں لفظ جزء کا اطلاق کُل پر جائز ہے۔

حاصلِ کلام یہ کہ لغوی طور پر لفظ کل مشترط ہے اور اجزاء کا مجموعہ ہے اور جب کوئی کلمہ لفظ "کُل" قدرت اور شے کے ساتھ مقید ہو کر ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف منسوب ہوگا تو اس کا مطلب ہوگا کہ تمام ممکنات کے مجموعہ کو کُل کہتے ہیں اور محالات اس کلمہ "کل" سے علیحدہ ہوں گے۔

قدرت :۔ قدرتِ خداوندی بھی ممکنات کو محیط ہے نہ کہ محالات کو۔ اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ نے جس چیز کو اس کے مخصوص انداز میں

پیدا فرمادیا تو اب اس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ محال غیر مقدور ہے، واجب اور محال ہرگز زیرِ قدرت نہیں۔ اہلِ علم تو جانتے ہی ہیں کہ محالات و واجبات غیر مقدور ہوتے ہیں مگر عوام کو شبہ ہو سکتا ہے کہ خداوندِ قدوس کی ذاتِ بابرکات کے آگے کیا محال ہے کہ جس پر قدرت نہیں۔ جواباً اتمامِ حجت کے طور پر محال کی تشریح بانیٔ دارالعلوم دیوبند مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کے حوالے سے کی جاتی ہے، لکھتے ہیں: -

"محال ہونے کی بجز اس کے اور کوئی صورت نہیں کہ وہ دو چیزیں کہ جو دو چیزیں آپس میں ایسی مخالفت رکھتی ہوں کہ وہ دونوں ایک وقت میں ایک شے میں مجتمع ہو سکیں اور نہ دونوں سے وہ شے ایک وقت میں خالی ہو سکے۔ جیسے ہونا، نہ ہونا کہ یہ دونوں ایک وقت میں ایک شے میں اکٹھے ہو سکیں اور نہ یہ ہو سکے کہ کوئی شے ان دونوں سے ایک وقت میں خالی ہو۔ ایسی دو چیزوں کا یا تو ایک جگہ ایک وقت میں مجتمع ہونا محال ہے، یا ایک شے کا ایک وقت میں ان دونوں سے خالی ہونا محال ہے، سوا اس کے اور کوئی صورت محال کی نہیں اور شاید اس میں کوئی نیم ملّا تامل کر سکے۔ سو ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے، تجربہ کیجے، خدا نے چاہا تو ہر محال کا انجام انہیں دونوں پر آٹھہرے گا۔"[1]

منقولہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ محال دراصل دو ضدین کو کہتے ہیں اور بقول نانوتوی صاحب اس کا انکاری نیم ملّا۔ اور نیم ملّا خطرہ ایمان۔ واجب اور محال ہرگز زیرِ قدرت نہیں۔ اس کی تفصیل دیکھنی ہو تو "مفرداتِ راغب الاصفہانی" صفحہ ۳۔

---

[1] تقریرِ دلپذیر صفحہ ۳۸، ۳۹ طبع ملتان۔

طبع کراتشی، المسامرۃ ج ۲ صفحہ ۲۲۹ طبع کراتشی عربی از امام کمال الدین بن الہمام، المسامرۃ شرح المسایرۃ ج ۲ صفحہ ۲۲۹، مفاتیح الغیب بمعروف تفسیر کبیر ج ۳ صفحہ ۳۲۷، موقف شرح مقاصد، کنز الفوائد (بحوالہ سبحان السبوح صفحہ ۷) لباب التاویل فی معانی التنزیل بمعروف خازن مع تفسیر معالم التنزیل ج ۴ صفحہ ۲۲۶ مطبوعہ مصر، تفسیر الکشاف ج ۳ صفحہ ۷ مطبوعہ بیروت، تفسیر الصاوی علی جلالین ج ۳ صفحہ ۷۳ مطبوعہ مصر وغیرہ میں ملاحظہ فرمائی جاسکتی ہے۔

خود ساختہ علامہ خالد محمود صاحب نے بھی لکھا ہے:۔

”ہاں یہ بات دلائل قطعیہ سے ثابت ہے کہ حضور کی نظیر ہرگز نہ ہوگی۔ ان دلائل قطعیہ کی وجہ سے حضور کی نظیر محال ہے اور حضور کے بعد کسی کو نبوت ملے یہ بھی ممکن نہیں ہے“[1]

”یہ بھی ممکن نہیں“ یعنی اس کا امکان ہی نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت ملے تو خود ساختہ علامہ جی! جب آپ نظیر مان رہے ہیں تو کیا ایک دوسرا خاتم النبیین نہیں مان رہے؟ کیا آپ نے اس امکان کو تسلیم نہیں کرلیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبی ہوسکتا ہے؟ اگر نہیں ہوسکتا تو آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر (برابر کا) کیوں مانتے ہیں۔ جب آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر کے امکان کو تحتِ قدرت کے حوالے سے تسلیم کرلیا تو آپ یہ کیوں لکھتے ہیں کہ ”حضور کے بعد کسی کو نبوت ملے یہ بھی ممکن نہیں“۔؟

جب ایک چیز محال ہے تو وہ ”تحتِ قدرت“ کے ذریعے ممکن

---

[1] مطالعہ بریلویت جلد ۲ صفحہ ۲۶۴؎

کیسے ہو جائے گی ۔ دوسرا خدا محال ہے تو کیا یہ بھی "تحتِ قدرت" کے ذریعے ممکن ہو جائے گا۔ کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اطلاق محال پر بھی ہے ؟

جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظیر محال ہے تو آئمہ کرام کی تصریحات کے مطابق محال غیر مقدور ہے اور محال ہرگز زیرِ قدرت نہیں یا بقول امام احمد رضا بریلوی تحتِ قدرت نہیں۔ جب تحتِ قدرت نہیں تو "قدرتِ خداوندی کو چیلنج" دینے کا شرمناک الزام کیسا؟ دوسرے یہ کہ جب محال زیرِ قدرت ہے ہی نہیں تو پھر ڈاکٹر صاحب نے "حضور کی نظیر محال ہے" لکھ کر اس کے متضاد یہ کیوں لکھا :۔

"مگر یہ بات کہ اب خدا کی قدرت میں ہی نہیں کہ ایسا کر سکے، اس کی قدرت کو کھلا چیلنج دینا ہے ۔"[1]

اے بندۂ نجد! جب خود مان لیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر محال ہے تو محال کی طرف پہنچانے والا کوئی امر کس طرح ممکن ہو جائے گا وہ بھی تو محال ہی ہو گا۔

امام رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :۔

"محال کی طرف پہنچانے والا امر (یعنی امکان وغیرہ) بھی محال ہے ۔"[2]

مثلاً پھر غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے۔ دوسرا خدا ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ محال ہے کہ دوسرا خدا ہو، تو امام رازی علیہ الرحمۃ کی تصریح کے مطابق اب ہر وہ امکان جو کسی دوسرے

---

[1] مطالعۂ بریلویت جلد ۲ صفحہ ۲۶۵ [2] تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۱۳۹ ۔

خدا تک پہنچائے، وہ بھی محال ہے۔ جب خدا تعالیٰ کی نظیر ہی محال ہے تو اس نظیر تک پہنچانے والا کوئی امر کس طرح ممکن ہو سکتا ہے۔ اسی طرح جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر محال ہے تو اب اُس نظیر تک پہنچانے والا ہر امکان بھی محال ہے اور محال تحتِ قدرت نہیں۔ لہٰذا یہ قدرتِ خداوندی کو ہرگز چیلنج نہیں بلکہ ڈاکٹر صاحب کا کھُلا افتراء ہے۔

ڈاکٹر صاحب! خوب ذہن نشین کر لیجئے کہ جب آپ نے یہ کہا کہ ——— مگر یہ بات کہ اب خدا کی قدرت میں ہی نہیں کہ ایسا کر سکے ——— آپ نے قدرتِ خداوندی کی راہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر کو تسلیم کر لیا۔ "خدا ایسا کر سکتا ہے" اور "نظیر ہو سکتی ہے"، دونوں میں کوئی معنوی فرق نہیں۔ دونوں میں مکمل یکسانیت ہے اور دونوں کا مفہوم و مطلب ایک ہے۔

اگر نظیرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اثبات کیا جائے (گو کسی بھی بہانے سے) تو وہ نظیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے ہوگا یا بعد میں؟

اگر پہلے ہو تو محال ہے کہ نظیر کا اطلاق ہی نہیں ہوتا، اگر بعد میں ہو تو ماننا پڑے گا کہ (معاذ اللہ) آپ اس قابل نہ تھے کہ دوسرے کی ضرورت کو مقدور رکھا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوّل المخلوق ہیں تو گویا نظیر بھی اوّل المخلوق ہوگا، اگر نہ ہوا تو نظیر کیسی؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں، آپ کی نظیر بھی خاتم الانبیاء ہوگا تو خاتم کی تنک کہاں جائے گی؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین آخری دین ہے اور لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ط کے مصداق تمام ادیان پر غالب،

تو دوسرا مفروض یا مقدور کیسا دین لائے گا۔ اگر اسی دین کا پیرو ہو تو نظیر نہیں، اگر نیا دین لایا تو یہ دین آخری دین نہ رہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین ناسخِ ادیانِ سابقہ ہے تو دوسرا مفروض اس دین کو (معاذ اللہ) ناسخ کرے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے بڑھ کر شفاعت فرمانے والے، سب سے پہلے جنت میں جانے والے اور لواء الحمد آپ کے دستِ اقدس میں ہوگا، تمام امت کو سنبھالے ہوئے ہوں گے تو دوسرا مفروض یا مقدور کیا کرے گا؟ یہ چند ایک مختصر اعتقادی مفسدات ہیں ورنہ ان کی فہرست طویل ہے۔ ان دلائل سے بھی ثابت ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر محال ہے اور محال مقدور نہیں ہوتا اور اس کی طرف پہنچانے والا ہر امر (قدرتِ خداوندی کا امکان وغیرہ) بھی محال ہوتا ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

عین ممکن ہے کوئی نیم ملّا کہہ ڈالے کہ ہم نظیرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بالفعل موجود نہیں مانتے اور نہ عقیدہ ہے کہ آئندہ یہ نظیر کبھی بالفعل موجود ہو، جو آپ ایسے دلائل دینے بیٹھ گئے ہیں بلکہ ہم تو خود کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر محال ہے البتہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس پر قدرت رکھتا ہے، وہ قادر ہے، عاجز نہیں وہ نظیر پیدا کرتا نہیں لیکن کر سکتا ہے کیونکہ علیٰ کل شئی قدیر ہے۔ (خالد محمود صاحب نے یہی لکھا ہے)

الجواب:۔ دیکھ لیا! نظیر کو محال بھی مانا اور علیٰ کل شئی قدیر کے بہانے سے ممکن بھی مان لیا۔ محال تو ممکن کی ضد ہے۔ دونوں کا مجتمع ہونا کسی طرح ممکن نہیں۔ کیا کوئی ایسا محال ہے جو کسی طریقہ سے کسی وقت ممکن ہو جائے۔

دوسرے یہ بات ذہن میں رکھئے کہ ذاتِ باری تعالیٰ اور ذاتِ نبوی

علیہ التحیۃ والثناء سے متعلق امکانی پیوندکاری قابلِ گرفت ہے۔ مثلاً یہ بات اللہ تعالیٰ کی قدرت سے خارج نہیں کہ اب وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظیر نہ بنا سکے۔ تو گویا قدرتِ خداوندی کی راہ سے آپ امکانِ نظیر کے قائل ہو گئے۔ جب آپ نظیر کے قائل ہو گئے تو بدیہی بات ہے کہ نظیر میں وہ تمام صفات بھی موجود ہوں گی جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں موجود ہیں۔ پھر تو آپ نے نظیر کو بھی خاتم النبیین تسلیم کر لیا۔ گو بالفعل کسی کو آپ نے نامزد نہیں کیا کہ فلاں نظیر ہے مگر یہ کہہ کر کہ "اللہ تعالیٰ کر سکتا ہے" تسلیم تو کر لیا کہ خاتم النبیین دوسرا ہو سکتا ہے، دل میں اس کا امکان تو مان لیا۔ جب "ہو سکتا ہے" کہہ کر آپ نے امکان مان لیا تو آپ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے ڈھکے چھپے نہیں صریح منکر ٹھہرے "خاتم النبیین" میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اسی طرح کوئی شریک نہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کی الوہیت و ربوبیت میں اُس کا کوئی شریک نہیں۔ قدرتِ الٰہیہ کے بہانے دوسرے خاتم النبیین کے امکان کا عقیدہ ختمِ نبوت کا صریح انکار ہے، اور خصائصِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی مکمل نفی کا بھرپور اظہار ہے۔ نعوذ باللہ من شرورِ انفسنا۔

مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی صاحب جو کہتے ہیں کہ خدا ایک آن میں کروڑوں محمد پیدا کر ڈالے (گویا کروڑوں خاتم النبیین پیدا کر ڈالے) ایسے عقیدہ سے توبہ کرنی چاہیے۔ قیامت میں قرآن کا بتایا ہوا عقیدہ کام آئے گا، "تقویۃ الایمان" کا بتایا ہوا نہیں۔ قارئین کو بتاتا چلوں کہ "امکان" کا معنیٰ ہے عدم اور وجود کا مساوی ہونا یعنی کسی چیز کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہو تو امکانِ نظیرِ مصطفیٰ کے دیوبندی عقیدے کا مطلب یہ ہوا کہ نظیر موجود ہو تب بھی ایمان سلامت اور نہ ہو تب بھی۔ یا کوئی دوسرا

خاتم النبیین ہو تو پھر بھی ایمان سلامت اور نہ ہو پھر بھی ایمان سلامت، دوسرا خاتم النبیین ہونا، نہ ہونا ان کے لیے برابر ہے۔

کھلا تضاد:۔ ڈاکٹر صاحب ایک ہی عبارت میں ایک جگہ نظیر کو ممکن مانتے ہیں، پھر دوسری جگہ محال۔ پہلے کہتے ہیں:۔

"سو یہ بات کہ آپ جیسی کوئی اور مخلوق ہو یہ ممکن بالذات ہوگا"

یہاں نظیر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ممکن مان لیا۔ لیکن ایک ہی سطر بعد اس کے برعکس کہتے ہیں:۔

"ان دلائل قطعیہ کی وجہ سے حضور کی نظیر محال ہے۔"

یہاں نظیر کو محال کہہ دیا۔ اب تو علامہ صاحب کا علم ہی یہ گرہ کھول سکتا ہے کہ جو چیز ممکن تھی وہ محال کیسے ہو گئی؟ اور جو چیز محال ہو وہ پھر ممکن کیسے ہو جائے گی؟ ممکن ہے کہ علامہ صاحب کہہ دیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں داخل ہے۔ لیکن یہ بھی تو دیکھنا پڑے گا کہ محال قدرت کے دائرے میں آتا بھی ہے یا نہیں۔ تو اس کے لیے آپ کو واپس اپنے گھر لیے چلتے ہیں۔

معتبر و مستند دیوبندی عالم مولوی سرفراز گکھڑوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"یہ ٹھیک ہے کہ قدرت کا تعلق ممکن سے ہے نہ کہ واجب اور محال سے۔"[1]

اب تو علامہ جی کا یہ حیلہ اور سوال بھی دم توڑ گیا کہ "کیا اللہ تعالیٰ اس پر قادر نہیں؟" یا "کیا اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کر سکتا؟"۔ جب "کر سکنے" اور "قدرت" کا تعلق ممکن سے ہے محال سے نہیں اور علامہ جی خود کہتے ہیں کہ "حضور کی نظیر محال ہے" تو اب انہوں نے جو لکھا ہے کہ "آپ جیسی

---

[1] تنقید متین صفحہ ۱۳۷ ؛

کوئی اور مخلوق ہو یہ ممکن بالذات ہوگا۔" یہ قطعی طور پر غلط اور اپنے ہی عقیدے کا کھلا تضاد ثابت ہوگیا۔ ممکن بالذات کا مطلب ہی یہ ہے کہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی دوسری مخلوق ہو سکتی ہے۔ جب ہو سکتی ہے تو محال کیسے ہوگئی؟ دیوبندیوں کے عقیدے کا یہ تضاد یہیں تک محدود نہیں بلکہ ایں خانہ ہمہ آفتاب است۔ ان کے تمام عقائد ایسے ہی تضادات کا مجموعہ ہیں۔

اب امام احمد رضا کی صداقت ان دو علاموں سے ثابت ہوگئی کہ خالد محمود صاحب کہتے ہیں "حضور کی نظیر محال ہے" اور جناب سرفراز گکھڑوی صاحب فرماتے ہیں۔ "قدرت کا تعلق ممکن سے ہے نہ کہ واجب اور محال سے" نتیجہ یہ نکلا کہ جو چیز محال ہو وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت نہیں۔ اور امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز نے بھی یہی فرمایا کہ "تحت قدرت ہی نہیں" لہٰذا اُن پر الزام تراشی کرنا اپنے نامۂ اعمال میں سیئات کا اضافہ کرنا ہے۔

دراصل بات یہ ہے کہ مولوی محمد قاسم نانوتوی اور مولوی اسماعیل دہلوی کے ماننے والے عجیب مشکل میں مبتلا ہیں۔ نانوتوی صاحب تحذیر الناس میں کروڑوں خاتم فرض کرکے فضیلتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مانتے ہیں ورنہ نہیں۔ اور مولوی اسماعیل صاحب کروڑوں نظیریں مان کر قدرتِ خداوندی کے قائل ہیں۔ لہٰذا ان لوگوں نے یہ دروازہ ضرور کھلا رکھا ہے تاکہ مذہب نانوتوی و دہلوی پر کسی قسم کی کوئی ضرب نہ پڑنے پائے۔ ایک اور دلیل محال یعنی تحتِ قدرت نہ ہونے کے بارے میں ملاحظہ فرمائیے:۔

مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی آیت لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (پ ۱۷، سورۂ انبیاء آیت ۲۲)[1] کے تحت لکھتے ہیں:۔

---

[1] ترجمہ: اگر ہوتے ان دونوں میں اور معبود سوائے اللہ کے تو دونوں خراب ہو جاتے۔

"ضروری ہے کہ خدا کی ذات ہر قسم کے عیوب ونقائص سے پاک ہو، نہ وہ کسی حیثیت سے ناقص ہو نہ بیکار، نہ عاجز ہو نہ مغلوب، نہ کسی دوسرے سے دبے نہ کوئی اُس کے کام میں روک ٹوک کر سکے۔ اب اگر فرض کیجئے آسمان وزمین میں دو خدا ہوں تو دونوں اسی شان کے ہوں گے۔ اُس وقت دیکھنا یہ ہے کہ عالم کی تخلیق اور علویات وسفلیات (کمال وزوال) کی تدبیر دونوں کے کلّی اتفاق سے ہوتی ہے یا گاہ بگاہ باہم اختلاف بھی ہو جاتا ہے۔ اتفاق کی صورت میں دو احتمال ہیں۔ یا تو اکیلے ایک سے کام نہیں چل سکتا تھا اس لیے دونوں نے مل کر انتظام کیا۔ تو معلوم ہوا کہ دونوں میں سے ایک بھی کامل قدرت والا نہیں اور اگر تنہا ایک سارے عالم کا کامل طور پر سرانجام کر سکتا تھا تو دوسرا بیکار ٹھہرا۔ حالانکہ خدا کا وجود اسی لیے ماننا پڑا ہے کہ اُس کے مانے بدون (مانے بغیر) چارہ ہی نہیں ہو سکتا اور اگر اختلاف کی صورت فرض کریں تو لامحالہ مقابلہ میں یا ایک مغلوب ہو کر اپنے ارادہ اور تجویز کو چھوڑ بیٹھے گا، وہ خدا نہ رہا اور یا دونوں بالکل مساوی ومتوازی طاقت سے ایک دوسرے کے خلاف اپنے ارادہ اور تجویز کو عمل میں لانا چاہیں گے۔ اوّل تو (معاذ اللہ) خداؤں کی اس رسہ کشی میں سرے سے کوئی چیز موجود ہی نہ ہو سکے گی اور موجود چیز پر زور آزمائی ہونے لگی تو اس کش مکش میں ٹوٹ پھوٹ کر برابر ہو جائے گی۔ یہاں سے یہ نتیجہ نکلا کہ اگر آسمان وزمین میں دو خدا ہوتے تو آسمان وزمین کا یہ نظام کبھی کا درہم برہم ہو جاتا ورنہ ایک خدا کا بیکار یا ناقص وعاجز ہونا لازم آتا ہے جو خلافِ مفروض ہے (یعنی خلافِ واجب ہے یا دوسرا خدا فرض کرنا بھی صحیح نہیں۔)"[1]

---

[1] تفسیر عثمانی سورۂ انبیاء آیت ۲۲ ÷

اس عبارت سے چند امور ثابت ہوئے۔

① دوسرا خدا ہونا محال بالذات ہے۔

② دوسرے خدا کا تصور باعثِ فساد ہے۔

③ دوسرا خدا مان لینے سے جمع الضدین (دو ضدوں کا ایک ساتھ ہونا) لازم ہوں گی۔

④ محال عقلی ہے۔

⑤ حتیٰ کہ دوسرا خدا فرض کرنا بھی باعثِ جرم ہے۔

جس طرح دوسرا خدا فرض بھی نہیں کیا جا سکتا کہ اس سے کئی اعتقادی مفاسد لازم آتے ہیں اسی طرح نظیرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مفروض تک ماننا بھی باعثِ فسادِ اعتقادی ہے۔

یہاں میں ایک اور بات کرنا چاہوں گا کہ علمائے دیو بند کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسی دوسری مخلوق پیدا کرنے پر قادر ہے۔ اگر وہ بعد میں پیدا کر سکتا ہے تو علمائے دیو بند کا یہ عقیدہ بھی ہوا کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری دورِ حیات میں بھی آپ جیسی دوسری مخلوق پیدا کرنے پر قادر ہے۔ ظاہر ہے بقول علمائے دیو بند جو خدا بعد میں پیدا کر سکتا ہے وہ پہلے پیدا کرنے سے کس طرح عاجز ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری زمانہ میں بھی دوسرا محمد ہو سکتا تھا اور یہ قدرتِ خداوندی سے خارج نہیں۔ لہٰذا اب ایک ہی زمانہ میں دو خاتم النبیین کا ہونا قدرتِ خداوندی کے حوالے سے دیو بندی عقیدہ ٹھہرا۔ لیجئے مولوی شبیر احمد عثمانی صاحب کی عبارت کی طرز پر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ کی نظیر پہ گفتگو کریں تو عبارت کچھ یوں ہو گی:

ضروری ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات ہر قسم کے عیوب و نقائص سے پاک بنائی گئی ہو، نہ وہ کسی حیثیت سے ناقص ہو نہ بیکار، نہ کسی مخلوق سے عاجز اور نہ مخلوق سے مغلوب، نہ کوئی اور اوّل الخلق ہو اور نہ کوئی خاتم النبیّین ——— اب اگر فرض کیجئے کہ آسمان و زمین میں دو خاتم النبیّین ہوں تو دونوں اسی شان کے ہوں گے۔ دونوں کا مرتبہ ایک جیسا ہوگا اور دونوں ایک ہی صفات کے حامل ہوں گے۔ اس وقت دیکھنا یہ ہے کہ عالم کی ہدایت و تبلیغ کا کام دونوں کے اتفاق سے چلتا ہے یا گاہ بگاہ اختلاف بھی ہو جاتا ہے۔ اتفاق کی صورت میں دو احتمال ہیں۔ یا تو اکیلے ایک خاتم النبیّین سے کام نہیں چل سکتا تھا اس لیے دونوں نے مل کر انتظام کیا۔ تو معلوم ہوا کہ دونوں میں سے ایک بھی کامل ختم نبوّت کی عظمتوں کا مالک نہیں (معاذ اللہ) یوں دونوں کی حیثیت ناقص ہو گئی (معاذ اللہ) اور اگر تنہا ایک سارے عالم کا ایک ہی خاتم النبیّین یہ کام سر انجام دے سکتا تھا تو دوسرا بیکار ٹھہرا۔ حالانکہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خاتم النبیّین اسی لیے مانا جا رہا ہے کہ اس کے مانے بغیر چارہ ہی نہیں ہو سکتا اور اگر اختلاف کی صورت فرض کریں تو لا محالہ مقابلہ میں یا ایک مغلوب ہو کر اپنے ارادہ اور تجویز کو چھوڑ بیٹھے گا وہ خاتم النبیّین نہ رہا اور یہ دونوں بالکل مساوی و متوازی طاقت سے ایک دوسرے کے خلاف اپنے ارادہ اور تجویز کو عمل میں لانا چاہیں گے۔ اوّل تو (معاذ اللہ) ان دونوں کے اس اختلاف سے ہدایت و تبلیغ کا کام سرے سے ہی ٹھپ ہو جائے گا اور اگر کچھ ہوگا بھی تو وہ بھی نامکمل اور ادھورا رہ جائے گا۔ یہاں سے یہ نتیجہ نکلا کہ اگر آسمان و زمین میں دو خاتم النبیّین ہوتے تو ہدایت و تبلیغ کا

نظام درہم برہم ہو جاتا ورنہ ایک خاتم النبیین کا بیکار یا ناقص ہونا لازم آتا ہے جو خلافِ مفروض ہے۔

یہاں بھی بعینہٖ وہی امور ثابت ہوئے کہ:۔

① دوسرا خاتم النبیین ہونا محال بالذات ہے (جبکہ ڈاکٹر صاحب تحتِ قدرت کی راہ سے ممکن مانتے ہیں)

② دوسرے خاتم النبیین کا تصور باعثِ فساد ہے۔

③ دوسرا خاتم النبیین مان لینے سے جمع الضدین لازم ہوں گی۔

④ محال عقلی ہے۔

⑤ حتیٰ کہ دوسرا خاتم النبیین فرض کرنا بھی باعثِ جرم ہے۔

دراصل جب ہم کہتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ کر سکتا ہے" یا "پیدا کرنے پہ قادر ہے" تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ شے جس کے بارے میں گفتگو ہو رہی ہے وہ ممکن ہے محال نہیں۔ اگر نظیر کے بارے میں کوئی یہ کہے گا کہ "اللہ تعالیٰ کر سکتا ہے" تو معنی یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تمام صفاتِ مقدسہ اور دیگر کمالات و محاسن اور خصائص و فضائل کسی دوسرے شخص میں ممکن ہیں۔ اس صورت میں عقیدۂ ختمِ نبوت کا انکار اور عقیدۂ کذبِ الٰہی لازم آیا کہ ایک تو کسی دوسرے انسان کو خاتم النبیین ہونے کے امکان کو مانا اور دوسرے آیۂ کریمہ و خاتم النبیین کو سچ نہ جانا۔ اور اگر کوئی "علامہ" یہ کہہ ڈالے کہ ہم دیوبندی نظیرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو محال جانتے ہیں تو پھر آپ قدرتِ خداوندی کو چیلنج کرنے والے ہوئے۔ اس لیے کہ دوسرے لفظوں میں خدا ایسا نہیں کر سکتا۔ تیسری صورت یہ ہے کہ آپ محال کو تحتِ قدرت ثابت کریں کہ محال قدرتِ خداوندی سے خارج نہیں، اور اگر بے بس ہیں اور واقعی بے بس ہیں تو پھر یہ اصلاحی عقیدہ تسلیم کر

لیں کہ نظیرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تعلق قدرتِ الٰہیہ سے ہرگز نہیں۔ البتہ یہ بار بار کہنا کوئی اچھی بات نہیں کہ "خدا ایسا نہیں کر سکتا" یہ ذوقِ سلیم پر گراں گزرتا ہے۔ یوں کہنا مناسب ہے کہ نظیرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہرگز ممکن نہیں اور قدرتِ خداوندی سے اس کا کچھ تعلق نہیں۔ بالفاظِ دیگر نظیرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم محال ہے اور محال تحتِ قدرت نہیں۔ کیونکہ دیوبندی مذہب کے علامہ خالد محمود صاحب محال کو بھی تحتِ قدرت ہی سمجھتے ہیں اس لیے وہ کسی دوسرے خدا کے ہونے کے بھی قائل ہوں گے کہ وہ بھی محال سے ہے اور اگر نہیں تو پھر قدرتِ خداوندی کو چیلنج کرنے والے ہوئے۔ اس چیلنج کے بارے میں آپ فرماتے ہیں:۔

"قدرتِ خداوندی کو چیلنج کرنا اگر کفر نہیں تو کون سا ایمان ہے"[لہ]

بتائیے ڈاکٹر صاحب! کون سی راہ اختیار کریں گے۔ نظیر کو محال مانا تو قدرتِ خداوندی کو چیلنج کرنے والے ہوئے، یہ بھی کفر۔ اور نظیر کو محال نہ مانا بلکہ ممکن مانا تو آپ ختمِ نبوت کے منکر اور کذبِ الٰہیہ کے قائل ٹھہرے اور یہ بھی کفر ؎

دوگونہ رنج و عذاب است جانِ مجنوں را
بلائے صحبتِ لیلیٰ و فرقتِ لیلیٰ

نیا پینترا:۔ علامہ صاحب اس مقام پر ایک نیا پینترا بدل سکتے ہیں۔ وہ یہ کہ محال بالذات تو صرف خدا تعالیٰ کی نظیر کو جانتے ہیں جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظیر کو ممکن بالذات کہتے ہیں اور ظاہر ہے ممکن پر قدرت ہے محال پر نہیں لہٰذا قدرتِ خداوندی کو چیلنج نہ ہوا۔ اس نئے پینترے کا جواب ملاحظہ فرمائیے:۔

[لہ] مطالعۂ بریلویت ج ۲ صفحہ ۲۶۶ ؛

پہلے علمائے اسلام کے حوالہ سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ نظیرِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم محال بالذات ہے جس میں کسی ایچ پیچ کی ضرورت نہیں۔ پھر تحت القدرت یا امکانی صورت سے تاویل بیکار ہے۔ اس لیے کہ تحت القدرۃ بھی ایک امکانی امر ہے اور بقول امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ "محال کی طرف پہنچانے والا امر بھی محال ہے۔"

مولوی اسماعیل دہلوی نے جو لکھا ہے کہ "اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کُن سے چاہے تو کروڑوں نبی و ولی و جن و فرشتے، جبریل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے ـــــ"
(تقویۃ الایمان)

مگر امام المفسرین علامہ فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:-
"کُنْ فَیَکُوْنُ میں کُنْ سے مراد ممکنات پر قدرت ہے۔"[1]

اور پھر اہلِ علم سے مخفی نہیں کہ خداوندِ قدوس کی قدرتِ کاملہ کی تین اقسام ہیں اور انہیں کو مخالفین بھی تسلیم کرتے ہیں۔ مخالفین کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن لکھتے ہیں:-

"امر سوئم قابلِ لحاظ یہ ہے کہ آئمہ نقل (محدثین و مفسرین و فقہائ) و علماء عقل (متکلمین) کے نزدیک جملہ صفاتِ باری کی تین قسمیں ہیں۔"[2]

بہرحال صفاتِ باری یا قدرتِ خداوندی کی اقسام ثلٰثہ کی مختصر تشریح یوں ہے:-

① خدا تعالیٰ نے خبر دی کہ میں نے فلاں چیز کے بنانے کا ارادہ کیا ہے۔
② اپنے ارادے سے ہمیں مطلع نہیں فرمایا۔
③ ہمیں خبر دی کہ ہم فلاں چیز کے بنانے کا ارادہ نہیں رکھتا۔

---

[1] تفسیر کبیر جلد اوّل صفحہ ۱۳۲ [2] الجہد المقل جلد اوّل صفحہ ۱۸

ان اقسامِ ثلاثہ کی تشریحات سے قبل یہ اصول یاد رکھیں کہ قدرتِ خداوندی، ارادۂ خداوندی کا دوسرا نام ہے۔ اب ملاحظہ فرمائیے اقسامِ ثلاثہ کی توجیہات :۔

قدرت کی پہلی قسم

جس چیز کی ہمیں خبر دی کہ فلاں ارادہ رکھتا ہوں مثلاً یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ۔ جس کو چاہے ہدایت سے نواز دے اور جس سے چاہے گمراہی کے مہیب اندھیروں میں پھینک دے، وہ اس پر کامل قدرت رکھتا ہے اور یہ امر ممکن ہے اور اس کی قدرت میں قیل و قال کرنے والا بے شک قدرتِ خداوندی کو چیلنج کرنے والا ہے۔ (آیت کریمہ منقولہ میں کلمہ "یشآء" مضارع کا صیغہ ہے مگر جب ذاتِ باری کی طرف مضاف ہوگا تو ازلی ابدی ارادہ پر مشتمل ہوگا کیونکہ خداوندِ قدوس زمان و مکان سے پاک ہے)

قدرت کی دوسری قسم

چیزوں کا ارادہ تو فرما چکا مگر ہمیں ان کا علم نہیں اور اس بارے میں ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ بے شک وہ تمام (ممکنات) پر قادر ہے۔ لفظ "کل" اور "قدیر" پر تو بحث ہو چکی۔ اب لفظ شے کی طرف توجہ فرمائیے۔ علامہ ابو محمد عبدالحق حقانی کا حوالہ گزر چکا ہے۔ پھر ملاحظہ فرمائیں :۔

"شے کے لفظ میں علماء نے بہت کلام کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں لغت کے لحاظ سے شے ممکن کو کہتے ہیں جس سے واجب اور ممتنع خارج ہیں۔ اس لیے اُس کو اپنی ذات پر قادر مان کر یہ خیال کرنا کہ وہ اپنے آپ کو یا اپنی صفات کو یا اپنی نیست کر سکتا ہے، غلط خیال ہے۔ کس لیے، کہ وہ اور اس کی صفات واجب ہیں۔ ممکن نہیں۔ اور ممکن نہیں تو شے کا اطلاق بھی ان پر جائز نہیں۔ اسی طرح محالاتِ عقلیہ بھی کہ اپنے جیسا دوسرا پیدا

کر سکتا ہے وغیرہ قدرت کے تحت میں نہیں اس لیے کہ ان میں مقدور ہونے کی صلاحیت ہی نہیں۔ اُس کی قدرت میں کوئی قصور نہیں ''۔[۱]
نیز یہ کہ لفظ ''شی'' بھی مقید ہے۔ تفسیر جلالین میں ہے :۔

(انّ اللّٰہ علٰی کل شیئٍ) شاءہٗ (قدیر)''

یعنی ''شیئ'' کے معنی چاہنا، ارادہ کرنا۔ مطلب یہ ہوگا کہ اُس نے ازل سے جس کا ارادہ کیا، جس کو چاہا اس پر قدرت ہے۔ تو اب خود ساختہ علّامہ صاحب بتائیں کہ اللہ ربّ العزّت نے (معاذ اللہ) دو مصطفٰے یا کروڑوں مصطفٰے اور خاتم النبییّن ازل سے چاہے تھے یا ایک؟ اسی طرح عارف باللہ احمد الصّاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔

''ان الشیئُ ھوالموجود یعنی بے شک شے وہ ہے جو موجود ہو''۔[۲]

مخالفین بتائیں کیا نظیرِ مصطفوی علیہ التحیۃ والثناء ازل سے موجود تھی؟ جو اسے ''شے'' کے تقاضے پر پرکھا جا سکے۔ اور پھر یہی محقق علامہ صاوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :۔

''الارادۃ لاتعلق إلا بالممکن فکذا القدرۃ فخرجت ذات اللّٰہ وصفاتہٗ فلا تعلق بھما للقدرۃ یعنی ارادہ کا تعلق صرف ممکن سے ہے پس جیسا کہ اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ کی ذات اور اس کی صفات قدرت سے خارج ہیں، پس ان کا قدرت کے ساتھ تعلق نہیں''[۳]

معلوم ہوا کہ ممکنات پر قدرتِ کاملہ ہے، اور محالات پر ''قدرت

---

[۱] تفسیر حقانی پارہ ۲۹ سورۃ الملک [۲] الصاوی علی جلالین جلد اوّل صفحہ ۱۲ مطبوعہ مصر قدیم نسخہ [۳] ایضاً جلد اوّل صفحہ ۱۳

نہیں" کا مطلب یہ ہے کہ ان کا قدرت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں جس سے معاذ اللہ عجز کا شائبہ تک بھی ہو۔

امام المحققین القاضی ناصر الدین ابی سعید عبد اللہ ابن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی علیہ الرحمۃ لفظ شئ کی تحقیق میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

"ای شئ وجوده وماشاء الله وجوده فهو موجود فى الجملة وعليه قوله تعالى إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝ الله خالق كل شئ فهما على عمومهما بلا مثنوية والمعتزلة لما قالوا الشئ ما يصح ان يوجد وهو يعم الواجب الممكن او ما يصح ان يعلم ويخبر عنه ويعم الممتنع ايضا لزمهما التخصيص فى الموضعين بدليل العقل۔

یعنی شی یہ ہے، جس کا وجود اللہ نے چاہا ہو اور اللہ تعالیٰ جس چیز کو پیدا کرنا چاہے وہ تین زمانوں میں کسی زمانہ میں موجود پائی جاتی ہے اس لیے اللہ رب العزت فرماتا ہے ان اللہ علیٰ کل شئ قدیر۔ اللہ خالق ہے کل شئے کا۔ اور اسی معنی پر "شی" کا لفظ اپنے عموم پر رہتا ہے (بخلاف) معتزلہ کے، انہوں نے شی کا معنی کیا۔ جس کا ہونا صحیح ہو، اور یہ واجب کو بھی شامل ہے یا انہوں نے اس کا معنی کیا۔ جس کا جاننا صحیح ہو اور یہ ممتنع کو بھی شامل ہے۔ پس دونوں آیتوں میں معتزلہ کو شی میں ممکن کے ساتھ تخصیص کرنا پڑی۔" [1]

اسی تفسیر بیضاوی کے محشی علامہ ابی الفضل القرشی الصدیقی الخطیب المشہور بالکازرونی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مذکورہ بالا تحقیق

---

[1] تفسیر بیضاوی ج ۱ صفحہ ۱۰۲ مطبوعہ مصر؛

کی تائید فرمائی۔ ان مذکورہ ٹھوس دلائل و حوالہ جات سے مسلکِ اہل سنت بریلوی کی مکمل تائید ہوتی ہے۔ امام المتکلمین ابو الفضل محمد بن محمد بن محمد بمعروف برہان الحنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"والمعدوم لیس بشئ معدوم کوئی چیز نہیں۔"[1]

یعنی غیر موجود "شے" نہیں۔ جو شے ہے وہ موجود ہے، معدوم نہیں۔ علامہ تفتازانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:۔

"المعدوم لیس بشئ ان ارید بالشئ الثابت المتحقق علی ما ذھب الیہ المحققون من ان الشیئیۃ تساوق الوجود والثبوت والعدم یرادف النفی فھذا حکم ضروری لم ینازع فیہ الا معتزلۃ۔ یعنی معدوم کوئی چیز نہیں اگر شے سے ثابت و متحقق کا ارادہ کیا جائے جیسا کہ محققین کا مذہب ہے۔ شیئیۃ (یعنی نفس شی) وجود و ثبوت و ملازم ہے اور عدم نفی کے مترادف یہ حکم بدیہی ضروری ہے بلکہ حکم اولیٰ اس میں کسی کو نزاع نہیں سوائے معتزلہ کے۔"[2]

مسلکِ مذکورہ بالا بقول علامہ تفتازانی محققین کا ہے۔ جماعتِ محققین یعنی اشاعرہ، ماتریدیہ، حنابلہ اور حکما کا یہی مسلک منقول ہے حتیٰ کہ معتزلہ میں ابو الحسین بصری، ابو الہذیل علاف اور کعبی کا بھی یہی مسلک ہے۔ ان کے علاوہ بقیہ معتزلہ اس مسلکِ مبارکہ سے الگ ہیں اور علمائے دیوبند نے بھی انہیں معتزلہ کا مسلک اپنایا ہے جو جماعتِ محققین سے الگ ہیں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ، جنہیں دیوبندیوں کے معتبر مولوی

---

[1] عقائد النسفیہ صفحہ ۱

[2] شرح العقائد صفحہ ۱۷ عربی مطبوعہ کراچی ؛

سرفراز گکھڑوی نے ''تنقیدِ متین'' اور ''تبرید النواظر'' میں بیہقی کو ثقہ مانا ہے، تحریر فرماتے ہیں:-

''یعنی شیٔ بمعنی مشیٔ (ہے) مشیٔ سے مراد وہ چیز جس کا وجود مطلوب ہو۔ اس استعمال کے موافق لفظ شیٔ ممکن ہی کو شامل ہوگا۔[1] **ثابت ہوا کہ** جو شے ہے وہ ممکن ہے۔ اور کلِّ شیٔ قدیر سے تمام ممکنات پر قدرت کا ہونا ہے۔

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ لفظ شے کی تحقیق میں فرماتے ہیں:-

''المشیۃ فی الاصل ایجاد الشیٔ واصابتہ وان کان قد یستعمل فی التعارف موضع الارادۃ فالمشیۃ من اللہ تعالٰی ھی الایجاد ومن الناس ھی الاصابۃ قال والمشیۃ من اللہ تقتضی وجود الشیٔ ولذلک ما شآء اللہ کان ومالم یشا لم یکن۔

ترجمہ: مشیئت کے اصل معنی کسی چیز کی ایجاد یا کسی چیز کو پالینے کے ہیں۔ اگرچہ عرف میں مشیئت ارادہ کی جگہ استعمال ہوتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی مشیئت کے معنی اشیاء کو موجود کرنے کے ہیں اور لوگوں کی مشیت کے معنی کسی چیز کو پالینے کے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کا کسی چیز کو چاہنا چونکہ اس کے وجود کو مقتضی ہوتا ہے اسی بنا پر کہا جاتا ہے جو اللہ چاہے وہی ہوتا ہے اور جو نہ چاہے نہیں ہوتا۔''[2]

نوٹ:- یہ حوالہ ''مفردات'' سے لیا گیا ہے۔ اس کتاب کے

---

[1] تفسیر مظہری جلد اوّل صفحہ، ۵ [2] المفردات صفحہ ۳۷۳ طبع کراچی۔

نوٹ:- مولوی سرفراز گکھڑوی نے ''تنقیدِ متین'' صفحہ ۲۰ پر شرح العقائد کو مستند کتاب شمار کیا ہے اور صفحہ ۱۲۳ پر علامہ تفتازانی کو امام عقائد لکھا ہے۔

متعلق مفتی محمد شفیع دیوبندی مصنّف معارف القرآن لکھتے ہیں :۔

"یہ کتاب امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ کی وہ عجیب تصنیف ہے کہ اپنی نظیر نہیں رکھتی، خاص کر قرآن کے لغات کو نہایت عجیب انداز سے بیان فرمایا ہے۔ شیخ جلال الدین سیوطی نے اتقان میں فرمایا ہے کہ لغاتِ قرآن میں اس سے بہتر کتاب آج تک تصنیف نہیں ہوئی۔"[1]

اس میں جو امام راغب نے فرمایا ہے کہ "جو نہ چاہے نہیں ہوتا" تو اللہ تعالیٰ نے ازل سے صرف ایک ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چاہا جس کا ثبوت آیت کریمہ مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ہے، دوسرا چاہا ہی نہیں۔ جب دوسرا نہیں چاہا تو اب نظیر کا امکان بھی باقی نہ رہا (چاہے یہ امکان قدرت خداوندی کی راہ سے کیوں نہ ہو۔) اس لیے کہ مشیت اور ارادہ، قدرت ہی کا دوسرا نام ہے اور جو چیز چاہی نہیں گئی، اس کا تعلق بھی قدرت سے نہ رہا۔ لہٰذا نظیر کو ممکن بالذات ملنے والا ختمِ نبوت کا منکر اور کذبِ الٰہیہ کا قائل ٹھہرا۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کی تفسیر مستند مفسرینِ قرآن کے حوالوں سے آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ ثابت ہوا کہ اس آیت کریمہ سے یہی اللہ تعالیٰ کی مراد ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی اس کی تفسیر یہی فرمائی جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ہوتے ہوئے امت کے معتبر افراد اور مستند ہستیوں کی وساطت سے آج ہم تک پہنچی۔ اس کے علاوہ جو تفسیر ہوگی وہ اپنی رائے سے ہوگی ۔۔۔۔۔

---

[1] ختمِ نبوت حصہ اوّل صفحہ ۶۶ ؛

دورِ حاضر کے متعصب معتبر دیوبندی مولوی محمد سرفراز خان گکھڑوی لکھتے ہیں: ـــ

"ترجمہ و تفسیر وہی معتبر ہے جو اللہ تعالیٰ کی مراد ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک مستند مفسرین کرام نے اس کو بیان کیا ہے۔"[1]

کاش کہ خود ساختہ علامہ خالد محمود صاحب دیوبندی ان اللہ علیٰ کل شیٔ قدیر نقل کرنے کے بعد اپنے گرو (گکھڑوی) کے اصول پر قائم رہ کر چند عباراتِ مفسرین کرام ہی نقل فرما دیتے، مگر وہ جانتے تھے کہ اگر یہ غلطی کی تو اپنے مذہب دیوبند کا بیڑہ غرق ہو جائے گا۔

اب علامہ ڈاکٹر صاحب ہی بتائیں کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر (معاذ اللہ) تین زمانوں میں سے ماضی اور حال میں کہیں پائی گئی ہے۔ یا وہ آئندہ تقویۃ الایمان اور تحذیر الناس کی برکتوں سے مالا مال ہو کر کسی نئے قادیانی کے انتظار میں ہیں۔ کل "تحذیر الناس" کے بل بوتے پر اور اس کی کفریہ عبارات کو بنیاد بنا کر مرزا غلام احمد قادیانی نے دعوائے نبوت کھینچ مارا، آج اگر آپ کی کتاب "مطالعہ بریلویت" پڑھ کر کوئی نظیرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دعویٰ کر بیٹھے تو آپ کے پاس پھر کون سے ایسے مانع دلائل موجود ہیں جو اس کی راہ روک سکیں۔ زیادہ سے زیادہ آپ یہی کہہ سکیں گے کہ "حضور کی نظیر محال ہے" مگر وہ شاطر آدمی جواباً اگر یہ کہہ دے کہ اے دیوبندیو! کیا اللہ تعالیٰ اس پر قادر نہیں کہ مجھے نظیرِ مصطفیٰ بنا دے؟ (معاذ اللہ) بتلائیے

---

[1] تنقیدِ متین صفحہ ۲۲ ؎

آپ اُسے کیا جواب دیں گے ؟ پھر بھی یہی کہیں گے کہ خدا نظیر بنانے پر قادر ہے مگر بنائے گا نہیں۔ وہ پوچھ بیٹھے خدا کے ارادوں کا تمہیں کیسے پتہ چل گیا ؟ وہ خالق و قادر ہے، علیٰ کل شیءٍ قدیر ہے، کیا تم خدا سے بھی بڑھ گئے ہو جو اس کے ارادوں کو بھی جان لیا ہے، کیا تم خدا سے بھی علم میں بڑھ گئے ہو ؟ اور کہے کہ اے دیوبندیو! تم نے خود جو لکھا ہے کہ قادر خدا قادر ہے وہ ایسا کر سکتا ہے۔ جب کر سکتا ہے تو بس ٹھیک ہے، اُس نے ایسا کر دیا ہے، کیا اب تم اللہ تعالیٰ کی قدرت کا بھی انکار کرنے لگ گئے ہو ؟

اس کی راہ روکنے کے لیے یہی راستہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظیر کو محال بالذات مانا جائے۔ اور علمائے اسلام کی عبارات سے بتایا جائے کہ بے شک اللہ تعالیٰ علیٰ کل شیءٍ قدیر ہے مگر نظیر کا تعلق قدرتِ خداوندی سے ہرگز نہیں۔ جب تک علمائے اہل سنت کی تصریحات کے مطابق محال بالذات والا عقیدہ نہ اپنایا جائے گا کوئی دیوبندی کسی کاذب مدعی نظیرِ مصطفیٰ کی راہ نہیں روک سکتا بلکہ ان حالات میں یہ طبقہ اس کا ممد و معاون ثابت ہوگا۔

بہرحال یہ ڈاکٹر صاحب سے پوچھ رہا تھا کیا کسی زمانہ میں نظیرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پائی گئی ہے یا آئندہ پائی جائے گی ؟ اور کیا خدا تعالیٰ نے کہیں نظیرِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی خبر دی ہے ؟ اور شیءٌ تو موجود کو کہتے ہیں، کیا نظیر موجود ہے ؟ کیا اللہ ربّ العزت نے آپ کی نظیر چاہی ہے ؟ شرح العقائد کے حوالے سے گزرا کہ شیءٌ کو وجود اور ثبوت لازم ہے، کیا نظیرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وجود و ثبوت علمائے دیوبند پیش کر سکتے ہیں ؟

امام صاوی کے حوالے سے گزرا شیءٌ موجود کو کہتے ہیں کیا نظیر موجود ہے یا ہوگی ؟ مفرداتِ راغب کے حوالے سے گزرا مشیتِ خداوندی یہ ہے کہ

شئ موجود ہو یا اس کے معنی موجود کرنے کے ہیں کیا خدا تعالیٰ نے کسی وقت نظیرِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو موجود کیا ہے یا آئندہ کرے گا؟ "مفرداتِ راغب" جس کی تعریف میں مفتی محمد شفیع دیوبندی بے حد رطب اللسان ہیں، اُس میں یہ ہے کہ مشیئت یہ ہے کہ شے موجود ہو یا اس کے معنی موجود کرنے کے ہیں۔ تو ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا

"جو چیزیں اس کی مشیت میں ہوئیں ان پر بھی اور جو چیزیں مشیّت میں مقدر نہ ہوئیں ان پر بھی وہ قادر ہے"۔[1]

کا مطلب یہ ہوگا کہ نظیر کا تعلق قدرتِ الٰہیہ سے ہے، چاہے یا نہ چاہے، جب قدرت سے تعلق ہوا تو نظیر محال نہ رہی، محال نہ رہی تو ممکن ہوئی۔ اور ممکن کا تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں پایا جانا ضروری ہُوا۔ بتائیے وہ زمانہ کون سا ہوگا؟

اس قدر ٹھوس حوالہ جات کے باوجود نظیرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تحتِ قدرت کہہ کر قدرت سے تعلق پیدا کرنا یعنی عقیدۂ امکانِ نظیر رکھنا کھُلی بداعتقادی نہیں تو اور کیا ہے۔ ان اللہ علیٰ کل شئ قدیر کی تفسیر اپنی رائے سے نہیں تو اور کیا ہے۔ الغرض عباراتِ اہلِ سُنّت سے جو کچھ بیان ہوا اس کا حاصل یہ ہے کہ شئ، جس کو اللہ ربّ العزت کی قدرت میں داخل کریں گے وہ فی الحقیقت موجود ہوگی یا موجود کی جائے گی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظیر چونکہ کسی زمانے میں بھی ممکن نہیں لہٰذا یہ قدرتِ خداوندی سے خارج ہوئی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ ممکنات پر ہے، اب جو یہ خودساختہ علاّمہ صاحب امکانِ نظیر پیدا کر رہے ہیں یہ

---

[1] مطالعۂ بریلویت جلد دوم صفحہ ۲۶۳ ؛

کہہ کر کہ "سو یہ بات کہ آپ جیسی کوئی اور مخلوق ہو یہ ممکن بالذات ہوگا۔" آیت کریمہ وخاتم النبیین کی معنوی تحریف کا واضح ثبوت ہے، یہ بیان تھا قدرت کی دوسری قسم کا۔ اب قدرت کی تیسری قسم کا بیان ملاحظہ فرمائیے۔

قدرت کی تیسری قسم

جس کے بارے میں اللہ رب العزت نے خبر دی کہ میں فلاں چیز کو بنانے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ تو اب اس کے خلاف ہرگز نہ ہوگا۔ اور اسی چیز میں ہی دراصل امتناع النظیر ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط[1]

نہیں ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ لیکن آپ اللہ کے رسول اور تمام انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں۔ (ترجمہ مفتی محمد شفیع دیوبندی)

یعنی اللہ رب العزت کی قدرت، مشیت و ارادہ تو یہی تھا جو اس نے ظاہر فرما دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا آپ ہی خاتم الانبیاء ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مزید ارشاد فرمایا:۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَاۨ الَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ[2]

آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں جس کے لیے آسمانوں اور زمین کا ملک ہے (ترجمہ

---

[1] سورۃ الاحزاب پارہ ۲۲ آیت ۴۰ [2] سورۃ الاعراف پارہ ۹ آیت ۱۵۸

مفتی محمد شفیع دیوبندی)

نیز ارشادِ گرامی ہے :۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا۔[1] ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام انسانوں کی طرف بشیر اور نذیر بناکر۔

اس مذکورہ آیتِ کریمہ کی شرح میں مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی لکھتے ہیں :۔

"ان دونوں آیتوں اور ان کی امثال اور چند آیتوں میں بھی صاف اعلان فرمادیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے تمام انسانوں کے لیے رسول ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا ان انسانوں سے صرف وہ انسان مراد ہیں جو آپ کے زمانۂ مبارک میں تھے یا آئندہ آنے والی نسلیں بھی اُن میں شامل ہیں۔ پہلی صورت میں تو یہ لازم آتا ہے کہ صرف صحابہ ہی کے رسول ہیں، اور بس' اور آپ کی رسالت و نبوت صرف صحابہ میں ختم ہوگئی، اور یہ ایک ایسا گستاخانہ کلمہ ہے کہ کوئی مسلمان اس کو گوارا نہیں کرسکتا"۔[2]

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :۔

"وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ۝ ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر رحمت بناکر تمام عالم والوں کے لیے"۔ (ترجمہ مفتی محمد شفیع دیوبندی)

"عالمین" کے بارے میں یہی مفتی صاحب رقمطراز ہیں :۔

---

[1] سورۂ سبا پارہ ۲۲ آیت ۲۸ ۔

[2] ختم نبوت حصہ اوّل صفحہ ۷۷ ، ۷۸ ادارۃ المعارف کراچی ۔

"جس طرح کہ باتفاق دنیا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ میں عالمین سے تمام عالم بلا کسی تخصیص کے مراد ہیں اسی طرح اس جگہ بھی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں۔"[۱]

جناب علامہ صاحب! اپنے مفتی صاحب کی عبارات پڑھ کر بتائیے کہ جب ارادہ و مشیتِ خداوندی یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علاوہ آپ جیسے کسی اور کی ضرورت نہیں تو پھر نظیر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر قدرت کی پیوندکاری تحریف نہیں تو اور کیا ہے۔ گویا آپ سو فیصد اس پر یقین نہیں رکھتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خاتم النبیین ہیں، اور تمام انسانوں کے لیے رسول ہیں، اور تمام عالمین کے لیے رحمت ہیں بلکہ نناوے فی صد یقین رکھ کر ایک فی صد اس کا بھی امکان مانتے ہیں کہ کوئی دوسرا بھی خاتم النبیین ہو سکتا ہے، کوئی دوسرا بھی تمام انسانوں کے لیے رسول ہو سکتا ہے اور کوئی دوسرا بھی تمام عالمین کے لیے رحمت ہو سکتا ہے۔

خوب یاد رکھیے اور خوب ذہن نشین کر لیجیے کہ "اللہ تعالیٰ ایسا کر سکتا ہے" کا مطلب یہ ہے کہ دوسرا خاتم النبیین ہو سکتا ہے، کوئی دوسرا بھی تمام انسانوں کے لیے رسول ہو سکتا ہے اور کوئی دوسرا بھی تمام عالمین کے لیے رحمت ہو سکتا ہے۔ آپ حضرات دیوبند ایک امکانِ نظیر کو تسلیم کر کے بہ رضا و رغبت یہ سب مفاسد تسلیم کیے بیٹھے ہیں۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ ایسے بُرے عقیدے سے تمام مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

اصول :- ① ایک ہے خدا کی قدرت۔

---

[۱] ختم نبوت حصہ اوّل صفحہ ۷۸۔

② اور ایک ہے خدا تعالیٰ کا قانون۔

قدرت یہی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پیدا فرما دیا اور مبعوث فرما دیا ______ قانون یہ ہے کہ آپ جیسا اور کوئی نہ ہو۔ (دلائل گزر چکے ہیں) اب اگر نظیر یہ قدرت مانی جائے تو خلافِ قانون ہوگا اور قانونِ خداوندی میں یعنی وعدۂ خداوندی میں خلف لازم آئے گا۔ اور اگر خلف لازم آئے تو کیا ہوتا ہے، ملاحظہ فرمائیے:۔

دیو بندیوں کے قطب الارشاد، قطب الاقطاب و قطب العالم مولوی رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں:۔

"بَدا وعدے میں نہیں ہو سکتا کہ مختلف وعدہ اور کذب حق تعالیٰ ثابت ہوتا ہے اور حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ"[1]

بَدا اہلِ تشیع کا عقیدہ ہے۔ بَدا ہے کیا۔ اس کے متعلق قاضی مظہر حسین دیوبندی آف چکوال کے والدِ مکرم حضرت مولانا محمد کرم الدین صاحب دبیر (جنہوں نے "الصوارم الہندیہ" کتاب میں چند عباراتِ دیوبندیہ پر کفر کا فتویٰ دیا ہے) فرماتے ہیں:۔

"رہی یہ بات کہ بدا کیا چیز ہے۔ سو اس کے متعلق کتبِ لغت کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ کتب لغت میں لکھا ہے بَدَاءَ لَہٗ اَیْ ظَھَرَ لَہٗ مَا لَمْ یَظْھَرْ (فلاں شخص کو بدا ہوا یعنی وہ چیز معلوم ہوئی جو پہلے معلوم نہ تھی)"[2]

وعدۂ خداوندی، قانونِ خداوندی ہے، جب اس نے قرآن کریم میں صاف صاف فرما دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی خاتم النبیین ہیں اور آپ ہی تمام عالمین کے رسول اور رحمت ہیں۔ اس منصب کا

---

[1] ہدایۃ الشیعہ صفحہ ۵۴۷ ملحق تالیفاتِ رشیدیہ [2] آفتاب ہدایت صفحہ ۱۷۸

کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا تو اب یہ کہنا ”سو یہ بات کہ آپ جیسی کوئی اور مخلوق ہو یہ ممکن بالذات ہوگا“ یعنی دوسرا خاتم النبیین ہوسکتا ہے یا بالفاظِ دیگر امکانِ نظیر کو تسلیم کرلینا درحقیقت تخلف وعدۂ الٰہیہ اور کذبِ حق تعالیٰ کو ثابت کرنا ہے اور عقیدۂ بداء کا قائل ہوکر قرآنی آیتوں کو صاف جھٹلانا ہے۔

معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر محال ہے اور محال کا قدرتِ خداوندی سے کوئی تعلق نہیں البتہ مسلک اہلِ سنت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر تھا کہ تمام مخلوق سے جس کو چاہتا خاتم النبیین بنا دیتا۔ وہ اس بات پہ قادر تھا مگر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالتہ یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس نے منصبِ نبوت پہ کس کو فائز کرنا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادہ ومشیت وعلم کے مطابق اس منصبِ ختمِ نبوت کا تاج حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرما دیا۔ تو یہ قانون مکمل ہوگیا۔ اب اس کے خلاف دراصل اپنے قانون کے خلاف ہے اور یہ بتایا جاچکا ہے کہ نظیر کا وقوع مانا جائے یا کسی بھی امر سے نظیر کا امکان مانا جائے، دونوں باتیں ایک ہی زمرے میں آئیں گی. یعنی نظیر کی مکمل نفی نہیں کی گئی بلکہ قدرتِ خداوندی کے تحت اس کا ہونا بھی مان لیا گیا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خاتم النبیین بنا چکا اور خاتم النبیین بنانے کا ارادہ ازل سے فرما چکا کہ خاتم الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سیدنا محمد مصطفےٰ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام بن حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ہوں اب اگر مولوی اسماعیل دہلوی اور اس کے ماننے والوں کے مطابق (معاذ اللہ) کروڑوں محمد (یعنی خاتم النبیین) بنانے پر اللہ تعالیٰ کی قدرت مانی جائے تو ماننا پڑے گا کہ

(معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ ازل سے ہی دو مختلف ارادے رکھتا تھا کہ کروڑوں خاتم النبیین ایک دوسرے کا مقابلہ کر سکیں اور ایک دوسرے کی شریعت کو منسوخ کریں وغیرہ وغیرہ۔ دیوبندی کہتے ہیں وہ قادر ہے، ایسا کر سکتا ہے، "کر سکتا ہے" کا مطلب ہی یہی ہے کہ یہ اس کے ارادے میں تھا، یا اُس نے چاہا۔ تو کیا نظیرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے ارادے میں تھا یا نظیر کو اُس نے چاہا؟ اسی لیے ہم اہل سنت وجماعت کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر محال بالذات ہے جبکہ علامہ ڈاکٹر صاحب اس کو ممکن بتلاتے ہیں گویا امکانِ نظیر کے قائل ہیں۔

مولوی محمد قاسم نانوتوی بانیٔ دارالعلوم دیوبند ایک ہندو کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"محال اگر بوسیلۂ قدرت ظہور میں نہیں آتا تو قدرتِ خداوندی کا اور اُس کی قادریت کا قصور نہیں ہوتا، محال میں مقدوریت نہیں ہوتی۔" [1]

آسان مطلب یہ ہے کہ جو چیز محال ہے وہ اگر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بھی وجود میں نہیں آتی تو اس میں اللہ تعالیٰ کی قادریت کا کوئی قصور نہیں۔

نانوتوی صاحب کہتے ہیں کہ محال کا وجود و ظہور میں نہ آنا قدرتِ خداوندی کو کم نہیں کرتا۔ جب ڈاکٹر خالد محمود صاحب خود بھی اسے محال مانتے ہیں یعنی کہتے ہیں:۔

"ان دلائل قطعیہ کی وجہ سے حضور کی نظیر محال ہے۔" [2]

---

[1] انتصار الاسلام صفحہ ۱۱ طبع دیوبند [2] مطالعۂ بریلویت ج ۲ صفحہ ۲۶۴

تو پھر بقول نانوتوی صاحب یہ محال ظہور میں نہ آئے تو اس میں قدرتِ خداوندی کا کیا قصور یا امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز لکھیں کہ "تحتِ قدرت ہی نہیں" تو بتائیے ڈاکٹر صاحب! قدرتِ خداوندی کو چیلنج کیسا؟ ڈاکٹر صاحب جیسے پچاس علامے اور بھی بیٹھ جائیں تو قیامت تک ان شاء اللہ العزیز اس کا جواب نہیں دے سکتے۔ امام احمد رضا بریلوی پہ آپ کا الزام آپ لوگوں کے شدید تعصب اور جہالت وضلالت کے باعث کھلا افتراء ثابت ہوا۔

بانیٔ دار العلوم دیوبند نانوتوی صاحب کی مزید سنیے:۔

"سو پنڈت جی کے اس اعتراض سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان کو ہنوز اس فرق کی خبر نہیں۔ موتِ خداوندی مقدور نہیں کیونکہ محال ہے، مگر اس سے خدا کی قدرت میں کیا فرق اور نقصان آگیا اور جو اس کو قادر مطلق نہیں کہتے۔"[1]

مذہب دیوبندیہ کے قاسم العلوم والخیرات اور حجۃ الاسلام والمسلمین کے منقولہ بالا حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ نانوتوی صاحب مذکورہ امور کو تحت القدرۃ تسلیم نہیں کرتے نیز اس کی توضیح یہ کرتے ہیں کہ ان پر قدرت کا اطلاق ہی نہیں ہوتا۔ یہی ہم کہتے ہیں کہ نظیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محال ہے اور محال پر قدرت کا اطلاق وتعلق نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے جب اس پر قدرت کا اطلاق وتعلق ہی نہیں تو پھر "قدرتِ خداوندی کو چیلنج" کے آوازے کسنا صریح جہالت ہے —۔

نوٹ:۔ جس طرح ڈاکٹر خالد محمود صاحب نظیر کو محال بھی

---

[1] انتصار الاسلام صفحہ ۱۲۔

مانتے ہیں اور ممکن بھی۔ اسی طرح یہ تضاد ان کے ہر مولوی کی عبارتوں میں ملے گا۔ خود نانوتوی صاحب نے یہاں محال لکھا اور تحذیر الناس میں بے شمار خاتم النبیین تسلیم کر ڈالے اور لکھا کہ: "اگر بعد زمانۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔"

ان تضادات سے ان کی کتب بھری پڑی ہیں۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

سلف صالحین پر الزام تراشی

ڈاکٹر صاحب چونکہ ابن عبدالوہاب نجدی کے پیرو ہیں جو بقول حسین احمد ٹانڈوی مصنف "شہاب ثاقب" "سلف صالحین کی شان میں گستاخیاں کیا کرتا تھا اس لیے ڈاکٹر صاحب بھی سنت نجدی کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی روا نہیں رکھتے۔ لکھتے ہیں :-

"وہ کوئی چیز جو ممتنع بالذات نہیں، اس کی قدرت سے خارج نہیں۔ حضور اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور ممکن بالذات۔ سو یہ بات کہ آپ جیسی کوئی اور مخلوق ہو، یہ ممکن بالذات ہوگا ممتنع بالذات نہیں ورنہ حضور کا دائرۂ امکان میں آنا کسی طرح سمجھ میں نہ آسکے گا۔"[1]

ڈاکٹر صاحب کا مطلب یہ ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مخلوق ہیں اور موجود ہیں تو آپ جیسی کوئی اور مخلوق کس طرح اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ایک بنا سکتا ہے تو دوسرا کیوں نہیں بنا سکتا۔

(ک) جواب کے لیے اس موضوع پر لکھی گئی ابتدائی سطور کو دوبارہ

---

[1] مطالعۂ بریلویت ج ۴ صفحہ ۲۶۴

بغور پڑھ لیجئے۔ مختصراً عرض ہے کہ یہ تصور ہی غلط ہے کہ جب ایک شے ممکن ہے تو اس کی نظیر کس لیے محال ہے اور وہ کیونکر ممکن نہ ہو گی۔ ممکن جب ناقابلِ تقسیم مقام پر فائز ہو تو اس جگہ دوسرا فائز ہو ہی نہیں سکتا۔ نہ وقوعاً نہ امکاناً۔ مثلاً ایک خاتم النبیین کا ہونا ممکن تھا۔ اب اس ممکن میں کیا کوئی دوسرا شریک ہو سکتا ہے؟ اگر علامہ صاحب کہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا کر سکتا ہے، کرتا نہیں۔" تو "کر سکتا ہے" سے مطلب یہ ہو گا کہ وہ اپنے ہی وعدے کے خلاف کر سکتا ہے اور اس کا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ اور لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ کہنا غلط ہے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) کیونکہ دوسرے خاتم النبیین کا امکان پہلے سے موجود واقع خاتم النبیین کو جھٹلانے کے مترادف ہے اور ایسا عقیدہ کذبِ الٰہیہ کو مستلزم ہے۔ بات یہاں بھی قدرت اور قانون کی ہے۔ قدرت یہی تھی کہ آپ کو پیدا اور مبعوث فرما دیا۔ قانون یہ بنا دیا کہ آپ جیسا دوسرا کوئی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اب اس کے خلاف ہرگز نہیں کرے گا، دوسرے لفظوں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظیر محال ہے، ممکن کہنا قانونِ خداوندی کا انکار کرنا ہے۔ جب قانون بن گیا کہ آپ جیسی کوئی دوسری مخلوق نہ ہو تو پھر آپ جیسی دوسری مخلوق یعنی نظیر کے امکان کو تسلیم کرنا آیاتِ کریمہ سے کھلم کھلا بغاوت ہے۔

★ **یاد رکھیے!** کہ اگر ممکن ہے تو پھر ممکن کا کسی نہ کسی زمانے میں پایا جانا ضروری ہے یا پھر کسی ایسی ممکن شے کی نشاندہی کیجئے جو ممکن بھی ہو اور کسی زمانہ میں پائی بھی نہ جائے گی۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ ۝

(ب) ڈاکٹر صاحب اپنے حلقے میں نہ صرف علامہ بلکہ مؤرخ و متکلم اور مناظر بھی مانے جاتے ہیں۔ اس عبارت میں ڈاکٹر صاحب نے تسلیم فرمایا کہ ممتنع بالذات تحت القدرۃ نہیں ہوتا اور جملہ اہل سنت وجماعت یعنی تمام مفسرین کرام وغیرہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظیر کو محال بالذات مانتے ہیں جو کہ تحتِ قدرت نہیں تو قدرتِ خداوندی کو چیلنج کیا؟

(ج) ڈاکٹر صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ اہل سنت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظیر ممتنع بالذات مانتے ہیں اور اسی پر انہوں نے بحث بھی کی ہے کہ ممتنع بالذات دائرۂ امکان سے باہر ہے۔ لہٰذا حضور کو جب تک ممکن بالذات نہ مانا جائے اُن پر مخلوق کا اطلاق نہیں ہوگا۔

لامحالہ ان کے خود ساختہ اصول وقواعد بھی اسی جانب ہوں گے کہ جو چیز دائرہ امکان میں نہیں وہ دائرہ وجوب میں ہوگی۔ اب سلف صالحین پر الزام تراشی یہ ہوئی کہ تمام مفسرین کرام اہل سنت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظیر کو ممتنع بالذات مانتے ہیں جیسا کہ سابقہ سطور میں ٹھوس دلائل سے ثابت کیا جا چکا ہے تو علامہ صاحب کے ان فرضی اصول وقواعد کے مطابق لازم آئے گا کہ یہ سلف صالحین (معاذ اللہ) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو واجب الوجود مانتے ہیں۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔

ختمِ نبوت کا انکار

ممکن ہے ڈاکٹر صاحب کہہ دیں کہ ہم حضور کی نظیر کو جو محال کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وقوع محال ہے امکان محال نہیں۔ جواباً گزارش ہے کہ اس طرح بھی ختمِ نبوت کا انکار لازم آتا ہے ڈاکٹر صاحب کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائیے:۔

"یہ بات دلائل قطعیہ سے ثابت ہے کہ حضور کی نظیر ہرگز نہ ہوگی،"

ان دلائل قطعیہ کی وجہ سے حضور کی نظیر محال ہے اور حضور کے بعد کسی کو نبوت ملے یہ بھی ممکن نہیں۔ مگر یہ بات کہ اب خدا کی قدرت میں ہی نہیں کہ ایسا کر سکے، اس کی قدرت کو کھلا چیلنج دینا ہے، نہ کرنے اور نہ کر سکنے میں بڑا فرق ہے۔“[1]

میں آپ کو بہت خوبصورت نکتے پہ پہنچانا چاہتا ہوں، شاید اچھی طرح نہ سمجھا سکوں، خود سمجھنے کی کوشش فرمائیے گا۔ ڈاکٹر صاحب اگر نظیر کے وقوع کو محال جانتے ہیں امکان کو نہیں تو صد مبارک باد ہو کہ ڈاکٹر صاحب اس عبارت میں نظیرِ مصطفےٰ کے امکان کو بھی محال مان چکے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔ ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے:۔

”حضور کے بعد کسی کو نبوت ملے یہ بھی ممکن نہیں۔“

یعنی یہ امکان محال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کوئی اور نبی ہو۔ جب کسی دوسرے کا نبی ہونا اب محال ہے تو نظیر بھی تو نبی ہی ہوگا۔ نبی نہ ہو تو نظیر کیا۔ لہٰذا نظیر کا امکان بھی باقی نہ رہا۔ نظیر میں نبوت کا پایا جانا یقینی امر ہے اور جب آپ کے بعد نبوت کا امکان بھی محال ہے تو بدیہی بات ہے کہ نظیر کا امکان بھی محال ہے۔ سو جناب علامہ صاحب نے یہاں نظیرِ مصطفےٰ کے وقوع ہی کو نہیں بلکہ امکان کو بھی محال مان لیا۔ جب دونوں طرح سے محال مان لیا اور مکمل محال مان لیا تو اب اس کا تعلق قدرتِ الٰہیہ سے بھی نہ رہا۔ اور ان کا امام احمد رضا پر یہ الزام افترا ہوا کہ انہوں نے قدرتِ خداوندی کو چیلنج کیا ہے۔ امام احمد رضا کا یہ کہنا کہ ”تحتِ قدرت ہی نہیں“ کا معنیٰ ہی یہ ہے کہ اس کا قدرتِ الٰہیہ سے کوئی تعلق نہیں۔ یہی مطلب ”نہ کر سکنے“ کا سمجھ لیجئے۔ گویا ایسا کہنا نہیں

---

[1] مطالعۂ بریلویت جلد دوم صفحہ ۲۶۵ ؛

چاہیے کہ وجدان پہ گراں گزرتا ہے یعنی یوں نہ کہا جائے کہ "اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرسکتا۔" بلکہ اس طرح کہنا زیادہ مناسب ہے کہ اس کا تعلق قدرتِ خداوندی سے نہیں یا تحتِ قدرت نہیں [1]

اب ڈاکٹر صاحب ایک طرف کہتے ہیں :۔ "حضور کی نظیر محال ہے" دوسری جانب کہتے ہیں :۔ "مگر یہ بات کہ اب خدا کی قدرت میں ہی نہیں کہ ایسا کرسکے۔"

تو انہوں نے یہ تسلیم کرلیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قدرت کا اطلاق محالات پر بھی ہوتا ہے (جبکہ جماعتِ محققین اس کے خلاف ہے) ڈاکٹر صاحب کے اس عقیدہ سے ختمِ نبوت کے انکار کے علاوہ یہ فساد بھی لازم آیا کہ اللہ تعالیٰ کا دوسرے خدا کو پیدا کرنا بھی اُس کی قدرت کے تحت ہے، قدرت سے خارج نہیں۔ یعنی نظیرِ خدا بھی ممکن ہے کیونکہ جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر کو محال مانتے ہیں اور محال مان کر تحتِ قدرت بھی مانتے ہیں تو نظیرِ خدا بھی محال و ممتنع ہے اور ڈاکٹر صاحب کے قاعدے کے مطابق اس محال پر بھی کہا جائے گا :۔ "مگر یہ بات کہ اب خدا کی قدرت میں ہی نہیں کہ ایسا کرسکے اُس کی قدرت کو کھلا چیلنج ہے۔" (۲۶۵) اور یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ ایک محال کو تحتِ قدرت مانا جائے اور دوسرے محال کو قدرت سے خارج کر دیا جائے۔ تو اس طرح نظیرِ خدا پر بھی اللہ تعالیٰ کو قادر ماننا پڑے گا۔ (معاذ اللہ)

ختمِ نبوت کا انکار یوں ہوا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر ممکن ہے تو پھر یہ ارادۂ خداوندی ہوا جس کا تفسیر صاوی

---

[1] ممکن ہے کوئی اجہل یہ کہہ دے کہ ایسا عقیدہ ہی کیوں رکھا (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

کے مطابق کسی نہ کسی زمانے میں پایا جانا ضروری ہے اور ارادہ کا تعلق ممکن سے ہے جیسا کہ علامہ صاوی کی عبارت گزر چکی ہے اور مشیتِ خداوندی کے معنی امام راغب کے مطابق اشیاء کو موجود کرنے کے ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ قدرتِ خداوندی، ارادۂ خداوندی ہے اس کا تعلق ممکنات سے ہے۔ جب ڈاکٹر صاحب کے عقیدے کے مطابق اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی دوسری مخلوق پیدا کرنے پر قادر ہے تو ثابت ہوا کہ اس ذریعہ و وسیلہ سے آپ کی نظیر ممکن ہے۔ جب نظیر ممکن ہے تو یہ بات محتاج دلیل ہی نہ رہی کہ دوسرا خاتم النبیین ممکن ہے (ورنہ نظیر نہیں) جب دوسرا خاتم النبیین مان لیا (تحتِ قدرت ماننا دوسرا خاتم النبیین ماننا ہی تو ہے) تو صریحاً ختمِ نبوت کا انکار لازم ہے اس لیے کہ پھر نظیر خاتم ہوگا حضور نہیں۔

نوٹ:۔ جب وہ خاتم ہوا تو نظیر نہ رہا بلکہ درجہ میں بڑھ گیا۔ اس کی بحث انشاء اللہ آگے آئے گی۔

آیاتِ کریمہ سے استدلال

ڈاکٹر صاحب نے اپنی علمیت کا سکہ بٹھانے کے لیے اپنی بات کی تائید میں دو آیاتِ کریمہ سے بھی استدلال کیا ہے۔ لکھتے ہیں:۔

"وہ اگر چاہتا ـــــ تو حضور کو وحی کی دولت دے کر کیا پھر

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) جائے جو وجدان پر گراں گزرے تو جواب یہ ہے کہ متکلمین نے کتبِ عقائد میں تصریح فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خالقِ کل شئی تو کہا جائے مگر خالقِ کلاب والخنازیر نہ کہا جائے۔ حالانکہ وہ ان کا بھی خالق ہے اور سب کا عقیدہ بھی ہے۔

اسی بناء پر یہاں یہ فقرہ لکھا گیا۔

اسے آپ سے سلب کرنے پر قادر نہ تھا۔ گو اُس نے ایسا نہ چاہا کہ یہ اُس کی شان کے لائق نہ تھا لیکن سوال یہ ہے کہ یہ اس کی قدرت کے تحت تھا یا نہیں؟ قرآن کریم اس موضوع پر واضح روشنی ڈالتا ہے:۔

وَلَئِن شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهِ عَلَيْنَا وَكِيلًا ۝ إِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ ۚ إِنَّ فَضْلَهُ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيرًا ۝ (پ ۱۵ بنی اسرائیل آیت ۸۷)

ترجمہ:۔ ”اور اگر ہم چاہیں تو جس قدر آپ پر وحی بھیجی ہے سب واپس لے لیں۔ پھر اسے لینے کے لیے آپ کو ہمارے مقابلے میں کوئی حمایتی نہ ملے مگر یہ آپ کے رب کی رحمت ہے بے شک آپ پر اس کا بڑا فضل ہے۔“

یعنی یہ کہ خدا نے ایسا نہ کیا یہ اس کی رحمت ہے نہ یہ نہ سمجھا کہ یہ اُس کے تحتِ قدرت ہی نہیں یہ بات کہ وہ آپ کو وحی سے محروم کر دے۔ یہ بات اس کی مشیئت ہی نہ تھی۔ لیکن اس میں کوئی مسلمان شک نہیں کر سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں اسے تحت القدرت بتلایا ہے۔“[1]

الجواب:۔ پہلے یہ بات ذہن میں رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہر صفت قدیم ہے۔ اُس کی قدرت، اُس کا ارادہ، اُس کی مشیئت اور اُس کا چاہنا سب قدیم ہیں۔ ایسا نہیں کہ کوئی صفت پہلے موجود نہیں تھی بعد میں پیدا ہو گئی۔

ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں:۔ ”وہ اگر چاہتا“ اور جو آیت کریمہ کا

---

[1] مطالعہ بریلویت ج دوم صفحہ ۲۶۵، ۲۶۶۔

ترجمہ کیا اُس میں بھی یہی لکھا :-

• "اور اگر ہم چاہیں" مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اگر اس طرح چاہتا۔ ایسا ہرگز نہیں کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے نہیں چاہا اور اب وہ اس کو اپنے ارادہ میں شامل فرمالے گا بلکہ اُس نے ایسا چاہا ہی نہیں۔ اُس نے ایسا ارادہ ہی نہیں فرمایا۔ جب ارادہ اور چاہنا پایا جائے گا تو پھر اُن چیزوں کا تعلق بھی قدرتِ الٰہیہ سے ہوگا۔ لیکن جب ارادہ اور چاہنا نہیں پایا جائے گا تو پھر وہ ممکنات سے خارج ہوں گی۔ وہ محالات کا قدرت الٰہیہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے ایسا کیوں نہ چاہا۔ اس کے بارے میں ڈاکٹر صاحب خود کہتے ہیں :- "کہ یہ اُس کی شان کے لائق ہی نہ تھا"

جنابِ علامہ صاحب! جو بات اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہ ہو۔ اُس میں لازماً کوئی نقص ہوگا، کوئی عیب ہوگا۔ جبھی تو وہ اُس کی شان کے لائق نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت اُس کی صفت ہے۔ "کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ" اُس کی صفت ہے۔ اب اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے وحی سلب کرنا تحتِ قدرت ہے تو معلوم ہوا کہ اس کا تعلق قدرتِ الٰہیہ سے پایا جاتا ہے۔ اور جس کا تعلق قدرت سے پایا جائے وہ اُس کی شان کے لائق ٹھہری۔ یا پھر ایسا بھی نہیں کہ ایک بات پہلے تو اُس کی شان کے لائق نہ تھی وہ اب لائق ہو جائے یہ بھی ممکن نہیں۔ جو پہلے شان کے لائق نہ تھی وہ اب بھی نہیں اور نہ آئندہ ہوگی۔

ڈاکٹر صاحب کی اپنی ہی عبارت میں اب تو ایک عجیب تضاد ثابت ہوگیا۔ مثلاً جھوٹ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں کیونکہ جھوٹ عیب ہے اور اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے۔ اب اگر اسے تحتِ

قدرت مانا جائے (اور یہ دیوبندیوں کا عقیدہ ڈنکے کی چوٹ پہ ہے) تو تحتِ قدرت ماننے سے اس جھوٹ کا تعلق قدرت سے پایا جانا ضروری ہے۔ جب تعلق پیدا ہوگیا تو پھر یہ جھوٹ (معاذ اللہ) اُس کی صفت میں دخل ہوکر اُس کی شان کے لائق ہوگیا۔ ڈاکٹر صاحب یہاں خوب پھنسے ہیں کہ ایک بات کا تعلق اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بھی بتاتے ہیں اور یہی کہتے ہیں کہ یہ اُس کی شان کے لائق بھی نہیں۔ بھلے آدمی جو بات اُس کی شان کے لائق نہیں اُس کا تعلق بھی پھر اُس کی قدرت سے رہا۔ جیسے موت ہے کہ یہ نہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے چاہی اور نہ اُس کی شان کے لائق۔ تو بقول مولوی محمد قاسم نانوتوی :-

"موتِ خداوندی مقدور نہیں کیونکہ محال ہے مگر اس سے خدا کی قادریت میں کیا فرق اور نقصان آگیا جو اس کو قادرِ مطلق نہیں کہتے۔" [1]

تو جی سلب کرنا اگر اس کی شان کے لائق نہیں تو پھر اس کا تعلق بھی قدرت سے نہ رہا۔ اور اس سے خدا کی قادریت میں بھی کچھ فرق اور نقصان نہ آیا۔ ڈاکٹر صاحب اگر کہیں کہ موت کو ہم ممتنع بالذات مانتے ہیں تو بندہ بھی بار بار عرض کرچکا ہے کہ تمام علمائے اسلام یعنی سلف صالحین نظیرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ممتنع بالذات ہی مانتے ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ ڈاکٹر صاحب کے نزدیک ہر معیوب بات جو کہ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں، فی الواقع اُس کا تعلق بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے پایا جانا ضروری ہے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) تو ڈاکٹر صاحب نے جس کو تحت القدرت بتایا وہ تو اس کی شان کے لائق ہی نہیں لہٰذا اصل گستاخ تو آپ ٹھہرے۔

---

[1] انتصار الاسلام صفحہ ۱۲ مطبوعہ دیوبند

اب ڈاکٹر صاحب کی خود ساختہ تفسیر سے باہر نکل آیئے اس لیے کہ اُن کے اپنے بزرگ مفتی محمد شفیع دیو بندی لکھتے ہیں :-

"آج جو شخص کسی آیت کی تفسیر معلوم کرنا چاہے اس کے لیے نہایت سہل اور سلامتی کا راستہ یہ ہے کہ وہ سلف صالحین، صحابہ و تابعین کی تفاسیر کو اپنے قدوہ بنا کر ان کی اختیار کردہ تفسیر کو قرآن کی مراد سمجھے اور جو کوئی معنی جمہور صحابہ و تابعین اور اسلاف اُمت کے خلاف سمجھ میں آئیں ان کو اپنی غلط فہمی اور قصورِ علم کا نتیجہ سمجھے۔"[1]

چنانچہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :-

"آخر زمانے میں ایک سرخ ہوا چلے گی، شام کی طرف سے یہ اُٹھے گی، اُس وقت قرآن کے ورقوں سے اور حفاظ کے دلوں سے قرآن سلب ہو جائے گا۔ ایک حرف بھی باقی نہیں رہے گا پھر آپ نے اسی آیت یعنی وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَا.... الخ کی تلاوت کی۔"[2]

معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل کی آیت کریمہ نمبر ۸۶، ۸۷ کا مطلب محض یہی ہے کہ قرب قیامت یہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ اپنی طرف اُٹھا لے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سلب وحی کا یہاں کوئی تصور نہیں اس لیے کہ خدا تعالیٰ کی قدرت و مشیت چاہنے پر مبنی ہے اور اُس نے چاہا کیا ہے۔ وہ خود فرماتا ہے۔ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ یعنی میری رحمت ہے کہ میں نے وحی کو آپ سے سلب نہیں فرمایا — اور یہ رحمت مقامِ مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی واضح دلیل ہے کہ وحی

---

[1] ختم نبوۃ جلد اوّل ص۲۳ مطبوعہ دیو بند صفحہ ۳۴ مطبوعہ کراچی۔

[2] تفسیر ابن کثیر ج ۳ صفحہ ۶۲ عربی مطبوعہ مصر۔

آپ سے سلب کرنے کی بجائے اس اُمت سے اُٹھا لی جائے۔ مگر کم فہموں نے اس آیت کریمہ کو اپنے مقام سے ہٹا کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے جفاکاری کا ثبوت دے ڈالا۔

ڈاکٹر صاحب اگر اپنے شمس العلماء مولوی نذیر احمد دہلوی کے صرف ترجمہ پر ہی نظر کر لیتے تو اس آیتِ کریمہ سے سلبِ وحی کا استدلال ہرگز نہ کرتے۔ مولوی نذیر احمد کا لفظ بہ لفظ ترجمہ یہ ہے :-

" اور (اے پیغمبر) اگر ہم چاہیں تو جو (قرآن) ہم نے تمہاری طرف وحی کے ذریعے سے بھیجا ہے اس کو (دُنیا کے پردے سے) اُٹھا لے جائیں "۔

دیکھ لیا! آپ کے شمس العلماء نے بھی سلبِ وحی کی نسبت دُنیا کی طرف کی۔ مگر آپ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور شان دکھلانے کے لیے شانِ رسالت میں گستاخی کو اپنے اوپر لازم قرار دے ڈالا ہے۔

★ خیر وہ کیا شانِ توحید میں نکھار پیدا کر سکیں گے جن کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے اور وہ تمام افعال قبیحہ پر قدرت رکھتا ہے۔ اس سے متعلق ایک مضمون "ضیاء القاسمی دیوبندی کا پُرفریب چیلنج قبول" کے عنوان سے بندہ انہیں صفحات پر جون ۱۹۹۳ء میں شائع کروا چکا ہے۔ دیوبندی آج تک مہر بلب ہیں۔

مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی کے مطابق سہل اور سلامتی کے راستے کو اختیار کرتے ہوئے صاحب معالم التنزیل کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل کی ان آیات سے متعلق کہ یہ کس طرح سلب ہوگا، فرماتے ہیں :-

" قیل المراد محوہ من المصاحف واذہاب ما فی الصدور۔ وقال عبداللہ بن مسعود اقرأ القرآن قبل ان یرفع فانہ لا تقوم الساعۃ حتی یرفع قیل ہذہ المصاحف ترفع فکیف بما فی صدور الناس۔

ترجمہ: (صاحب معالم التنزیل الامام الھمام الحافظ محیی السنۃ ابن محمد الحسین بن مسعود البغوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ) سلب کرنے (یا لے جانے سے) مراد اوراق سے لے جانا ہے اور لوگوں کے سینوں سے (اور اس پر دلیل یہ ہے کہ) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں پڑھو قرآن، اس سے قبل کہ وہ رفع ہو جائے (یعنی اُٹھ جائے) کیونکہ قیامت نہیں برپا ہو گی یہاں تک کہ رفع ہو جائے قرآن مصاحف سے۔ جب مصاحف سے رفع ہو جائے گا تو پھر سینوں میں کیسے رہے گا۔" [۱]

ڈاکٹر صاحب مزید فرماتے ہیں:۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت عالمگیر ہے، ہر خطہ و علاقہ اور ہر شہر و قریہ کو شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نہ چاہا کہ اب ہر ہر قریہ میں علیحدہ علیحدہ نبی آئے۔ اُس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنایا۔ اب آپ کے بعد کسی نبی کے پیدا ہونے کی ضرورت نہیں۔ لیکن ذرا یہ بھی سوچیے کہ اللہ رب العزت اپنی ان چاہی چیزوں پر قادر ہے یا نہیں؟ جو چیزیں اس کی مشیت میں نہیں ان پر اُسے قدرت ہے یا نہیں؟ اس سوال کا جواب قرآن کریم میں یہ ملتا ہے:۔

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ۝

(پ ۱۹ سورۃ الفرقان آیت ۵۱)

ترجمہ: "اور اگر ہم چاہتے تو ہر ہر بستی میں ایک ایک ڈرانے والا بھیجتے ـــــ" [۲]

اس آیت کریمہ میں تین لفظ قابل غور ہیں:۔

---

[۱] تفسیر معالم التنزیل مطبع یحییٰ صافی [۲] مطالعہ بریلویت ج ۲ ص ۲۶۲

① لَوْ (اگر)
② شِئْنَا (چاہنا)
③ نذیرا (ڈرانے والا)

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں :-

”لو قیل ہو لامتناع الشئ لامتناع غیرہ ویضمن معنی الشرط۔ یعنی کہا گیا ہے کہ یہ امتناع الشئ لامتناع غیرہ کے لیے آتا ہے (یعنی ایک چیز کا دوسری کے امتناع کے سبب ناممکن ہونا) اور معنی شرط کو مُتَضَمِّن (شامل) ہوتا ہے۔“[1]

معلوم ہوا کہ لفظ لَوْ شرطیہ ہے اور معنی منفی کے پیدا کر رہا ہے اور لفظ شِئْنَا واضح ہے۔ جس سے احسن طور پر روشن ہو گیا کہ نہ تو خدا تعالیٰ نے ایسا چاہا اور نہ کیا۔ قدرت کا تعلق تو چاہنے کو مستلزم ہے (جیسا کہ سابقہ اوراق میں دلائل نقل کیے گئے ہیں) جب اللہ ربّ العزت اپنے اس چاہنے کی نفی خود فرما رہا ہے تو اس کا اُس کی قدرت کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ ہاں قدرت کے ساتھ تعلق تھا اگر وہ ازل سے چاہتا مگر اُس نے نہ چاہا اور اپنے قانون سے ہمیں مطلع فرما دیا اور یہ قدرت کی وہ قسم ہے جو سابقہ سطور میں تیسرے نمبر پر بیان ہوئی ہے یعنی ”ہمیں خبر دی کہ میں فلاں چیز کے بنانے کا ارادہ نہیں رکھتا۔“ اور ان تین اقسام قدرت کو مولوی محمود الحسن صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے جو تفسیر کبیر سے امام رازی علیہ الرحمۃ کا حوالہ نقل کیا ہے اُس کا بھی مطلب یہی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ازل سے چاہتا تو اس پر قادر تھا کہ وہ ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیجتا مگر اس نے

---

[1] المفردات جلد ۲ صفحہ ۳۷۳ ؛

ایسا نہ چاہا اور ڈاکٹر صاحب کے خود نقل کردہ الفاظ بھی یہ ہیں :۔

"لفظ اگر بتلا رہا ہے کہ وہ ذاتِ پاک ایسا ہرگز نہ کرے گی۔"

جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت، اس کا ارادہ اور اس کا چاہنا، یہ سب ایک ہی مفہوم ادا کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی ان چاہی چیزوں پر بھی قدرت حاصل ہے۔ یعنی اس نے یہ نہ چاہا کہ دوسرا کوئی اور خاتم النبیین ہو مگر وہ یہ نہ چاہ کر بھی (معاذ اللہ) اپنا قانون بدل کر اس کے خلاف کر سکتا ہے۔ اور کوئی دوسرا خاتم النبیین پیدا فرما کر ان اللہ لا یخلف المیعاد اور لا تبدیل لکلمٰت اللہ کے خلاف کر سکتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں قدرت خداوندی کی راہ سے دوسرے خاتم النبیین کا عقیدہ ثابت ہو رہا ہے۔ اسی کو عقیدۂ امکانِ نظیر کہا جاتا ہے اور تمام علمائے دیوبند اس کے قائل ہیں۔ اور یہیں سے علمائے دیوبند یہ استدلال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ یعنی کذب تحت قدرت باری تعالیٰ ہے (فتاوی رشیدیہ وغیرہ)

اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا محال ہے تو اس محال کی طرف پہنچانے والا کوئی امر کیونکر محال نہ ہوگا۔ یہ تو جمع الضدین ہے کہ

(الف) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا محال ہے۔

(ب) البتہ یہ بات تحتِ قدرت ہے کہ وہ ہر بستی میں ایک ایک نبی بھیج دے۔

یہ ا، ب ایک ہی جملہ ہے اور اس ایک جملے میں سخت تضاد واقع ہو رہا ہے۔ پہلے حصہ میں یہ عقیدہ پایا جاتا ہے۔

① آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا محال یعنی ناممکن ہے۔ (اور دوسرے حصے میں یہ عقیدہ پایا جاتا ہے۔)

⑪ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا ممکن ہے (تحتِ قدرت کا یہی معنیٰ ہے)

جُملے کا دوسرا حصّہ مان لینے سے پہلے حصّہ کی خود بخود نفی ہو جاتی ہے اور ختمِ نبوّت کا انکار ضرور لازم آتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب محال پر بھی قدرتِ خداوندی کا اطلاق کرتے ہیں یعنی "حضور کی نظیر محال ہے" لکھ کر بھی اسے تحتِ قدرت بتلاتے ہیں۔

ایک استفسار

ڈاکٹر صاحب نے جو دو آیاتِ کریمہ سے استدلال کیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو وہ اب بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف بھیجی گئی وحی سلب کر لے۔ یہ امکانِ سلب وحی کا عقیدہ ہوا۔ یا یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیج دیتا۔ یہ بقول علامہ صاحب امکانِ نظیر کا عقیدہ ہوا کہ وہ اب بھی، آج بھی اور آئندہ بھی کوئی نبی بھیجنے پر قادر ہے۔ یعنی بھیج سکتا ہے بھیجا نہیں ـــــ

ڈاکٹر صاحب کا کہنا یہ بھی ہے کہ اُن چاہی چیزوں کو بھی جو اُس کی مشیّت و ارادے میں نہیں اُن پر بھی وہ قادر ہے۔ اب ڈاکٹر صاحب قرآن کریم کی یہ آیتِ مقدسہ ملاحظہ فرمائیں اور پھر جواب مرحمت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ" (زمر پ ۲۳)

ترجمہ:۔ اگر خدا کسی کو اپنی فرزندی میں لینا چاہتا تو اپنی مخلوقات میں سے جس کو چاہتا پسند کرتا" (مولوی نذیر احمد خاں)

بتلائیے اللہ تعالیٰ کا کوئی بیٹا ہونا ممکن ہے یا محال؟
بتلائیے کیا اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ مخلوق میں سے کسی کو پسند کرکے

اپنا بیٹا بنا لے ؟

بتائیے جب اللہ تعالیٰ نے نہیں چاہا کہ وہ کسی کو اپنی فرزندی میں لے تو کیا اب وہ مخلوق میں سے کسی کو اپنا بیٹا بنانے پر قادر ہے ؟

آپ کا جواب تو آپ کے قاعدے اور قانون کے مطابق یہ ہونا چاہیئے کہ :۔

اگر اُس نے نہیں بھی چاہا تب بھی وہ مخلوق میں سے کسی کو اپنا بیٹا بنانے پر قادر ہے۔ جب قادر ہے تو اس قدرت کا تعلق ممکن سے ہے یعنی آپ کا عقیدہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہو سکتا ہے۔ یہاں امکانِ نظیرِ مصطفےٰ کی طرح امکان ابن اللہ کا عقیدہ نکل آیا۔ اُس کی مشیت میں بقول آپ کے اگر نہیں بھی اور اس نے نہیں بھی چاہا تب بھی اُس کا بیٹا ہو سکتا ہے۔ یہاں آپ نے لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ کا انکار کر دیا۔ نہ صرف انکار بلکہ اللہ تعالیٰ کو بھی (معاذ اللہ) کاذب ٹھہرایا۔

پہلی صورت :۔ اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنانا اُس کی مشیت میں ہے (مشیت میں ہے تو پھر بنانا لازم لہٰذا قائل دائرہ ایمان سے خارج)

دوسری صورت :۔ اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنانا اُس کی مشیت میں نہیں مگر بنا سکتا ہے (لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ کا انکار ہو گیا لہٰذا قائل دائرہ ایمان سے خارج)

آپ نے سورۂ بنی اسرائیل آیت ۸۷ اور سورۂ الفرقان آیت ۵۱ سے جو استدلال کیا ہے وہ اسی لیے کیا ہے کہ ان کو بھی تحتِ قدرت مانا جائے۔ ذرا اپنے جملے ملاحظہ فرمائیے جو آپ نے خود ہی ترجمہ کیے ہیں :۔

① اور اگر ہم چاہیں تو جس قدر آپ پر وحی بھیجی ہے سب واپس لے لیں۔ (سلبِ وحی تحتِ قدرت)

⑪ اور اگر ہم چاہتے تو ہر ہر بستی میں ایک ایک ڈرانے والا بھیجتے (نئے نبی کا آنا تحتِ قدرت)

اب اس احقر کی طرف سے پیش کردہ اس آیتِ کریمہ کے بارے میں کیا خیال ہے :-

⑫ اگر خدا کسی کو اپنی فرزندی میں لینا چاہتا تو اپنی مخلوقات میں سے جس کو چاہتا پسند کرتا (بیٹا ـــ تحتِ قدرت)

یہ آپ کا عقیدہ ہوا یا نہ؟ اگر آپ تحتِ قدرت نہیں مانیں گے تو اپنے قول کے مطابق قدرتِ خداوندی کو چیلنج کرنے والے ہوئے! اس کے بارے میں آپ خود فرماتے ہیں :-

"قدرتِ خداوندی کو چیلنج کرنا اگر کفر نہیں تو کون سا ایمان ہے[1]۔"

اور اگر تحتِ قدرت مانتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہونا ممکنات سے ہوا۔ جس کا ظہور و وجود کسی نہ کسی زمانے میں ہونا ضرور ہے، یوں بھی دائرۂ ایمان سے خارج ـــ لہذا ؎

دو گونہ رنج و عذاب است جانِ مجنوں را
بلائے صحبتِ لیلیٰ و فرقتِ لیلیٰ

طرفہ تماشا ڈاکٹر صاحب نے امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ پر الزام تراشی کرتے ہوئے عنوان دیا ہے۔

"اللہ تعالیٰ کی قدرت کو کھلا چیلنج"

اور خود فتویٰ بھی دیا ہے کہ "یہ کفر نہیں تو کون سا ایمان ہے۔"

گویا ڈاکٹر صاحب اعلیٰ حضرت کی تکفیر کے قائل ہیں (معاذ اللہ)

---

[1] مطالعہ بریلویت ج دوم صفحہ ۲۹۲

جبکہ یہی خود ساختہ علامہ صاحب لکھتے ہیں :۔
"ہم اس مفتری (امام احمد رضا بریلوی) کو کافر نہیں کہتے۔"[1]
"تقدیس الوکیل" مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی وہ معرکۃ الآرا کتاب ہے جس پر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ اور دیگر علمائے حرمین شریفین اور علمائے ہند کی بھی تصدیقات ہیں۔ اس میں مولانا غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :۔

"علامۃ العلماء قطب الاولیاء امام تورپشتی نے اپنی کتاب "معتمد فی المعتقد" میں قائل امکان مثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکفیر کی ہے۔"[2]

معلوم ہوا کہ دیوبندی جن کو اپنا اکابر تسلیم کرتے ہیں وہ نظیرِ مصطفوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قائل کو کافر کہتے ہیں۔

علامہ فضلِ حق خیرآبادی کا ردِّ امکانِ نظیر

مجاہدِ آزادی، امام حکمت و کلام علامہ محمد فضل حق خیرآبادی قدس سرہٗ العزیز نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب "تحقیق الفتویٰ" میں عقیدۂ امکانِ نظیرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بھرپور ردّ فرمایا ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ العالی نے فرمایا ہے۔ امکانِ نظیر کا مطلب بیان کرتے ہوئے

---

[1] مطالعۂ بریلویت جلد اوّل صفحہ ۲۷۸ مطبوعہ لاہور۔
[2] تقدیس الوکیل مطبوعہ قصور طبع ۱۳۱۳ھ

امامِ حکمت فرماتے ہیں :۔

"قائل کی مراد وہ فرد ہے جو اس ذاتِ اقدس کے ساتھ ماہیّت (یعنی حقیقت و اصل) اور ان تمام اوصافِ کاملہ میں شریک ہو جو اس ذاتِ قدسی صفات، سرورِ کائنات، مفخرِ ممکنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں موجود ہیں۔"[۱]

امتناعِ نظیر (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثل اور نظیر ہونے) سے متعلق آپ فرماتے ہیں :۔

"اس (امکانِ نظیر کے) قائل کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ حضور سیّد کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام کمالات میں برابر کروڑوں اشخاص سے تکوین (یعنی پیدا ہونے) کا تعلق صحیح ہے۔

جو شخص اردو زبان سے تھوڑی سی واقفیت رکھتا ہے، اس عبارت سے اس معنی کے متبادر (فوراً کسی معنی کی طرف انتقالِ ذہن) ہونے میں شک نہیں کرے گا۔ حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ ستودہ صفات سے تمام اوصاف و کمالات میں برابری رکھنے والے ایک شخص سے بھی تکوین کے تعلق کا صحیح ہونا باطل ہے کیونکہ ایسا ایک شخص بھی موجود ہوا تو نصِ قرآنی کا کذب لازم آئے گا اور اللہ تعالیٰ کا کذب محال بالذات ہے اور جسے محال بالذات لازم ہو اس سے تکوین کا تعلق صحیح نہیں ہوتا (منطقی انداز میں) اس قیاس (اقترانی حملی) کی ترتیب یوں ہوگی :

① کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کا موجود ہونا محال بالذات کو مستلزم ہے۔

② اور جو محال بالذات کو مستلزم ہو اس سے تکوین کا تعلق

---

[۱] تحقیق الفتویٰ صفحہ ۱۵۲

صحیح نہیں ہے یا (بصورتِ قیاس استثنائی اتصالی) کہا جائے۔

اگر کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر سے تکوین کا تعلق صحیح ہوتا تو اللہ تعالیٰ کا کذب بھی صحیح ہوتا لیکن تالی (اللہ تعالیٰ کا کذب) باطل ہے لہٰذا مقدم (کمالات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر سے تکوین کے تعلق کا صحیح ہونا) بھی باطل ہوگا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کا موجود ہونا کذبِ الٰہی کو مستلزم ہے۔ اس کا بیان یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر نبی کے سوا اور کوئی شخص نہیں ہو سکتا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد (نئے) نبی کے موجود ہونے سے نصِ قرآنی کا کذب لازم آتا ہے اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتم جمیع انبیاء ہونا نصِ قرآنی سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیّٖن لہٰذا اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کا تکوین کے تحت داخل ہونا صحیح ہو تو اس نصِ صریح کا کذب صحیح ہو جائے گا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ عن ذالک۔"[1]

علامہ محمد فضل خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ منطقی انداز سے عقیدۂ نظیرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا رد فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :-

صغریٰ کا بیان دو طریقے سے ہے

طریق اول :- یہ قضیہ سالبہ کلیہ دائمہ صادق ہے۔ کسی وقت کوئی ممکن ذاتی کمالات میں سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مساوی نہیں ہے (یہ اصل قضیہ ہے)

---

[1] تحقیق الفتویٰ صفحہ ۱۵۵، ۱۵۶ ؛

لہٰذا اس کا عکس ضرور صادق آئے گا۔

اوصاف وکمالات میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی مساوی کسی وقت ممکن ذاتی نہیں ہے (یہ عکس ہے) اصل قضیہ کے صدق کا بیان یہ ہے کہ اگر ہمارا یہ قول :۔

"کسی وقت کوئی ممکن ذات، کمالات میں سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مساوی نہیں ہے۔"

صادق نہ ہو تو اس کی نقیض ضرور صادق ہوگی کیونکہ ارتفاع نقیضین محال ہے اور اس کی نقیض موجبہ جزئیہ مطلقہ عامہ ہے اور وہ یہ ہے :۔

"بعض ممکن ذاتی، سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بالفعل تین زمانوں (ماضی مستقبل حال) میں سے ایک زمانے میں مساوی ہیں۔"

اور یہ مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ ہر مسلمان کے نزدیک باطل ہے (لہٰذا اصل صادق ہوا) اور جب اصل صادق ہوا تو اس کا عکس یقیناً صادق ہوگا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مساوی، ممکن ذاتی نہیں ہے۔ اب دو ہی صورتیں ہیں کہ وہ مساوی واجب بالذات ہو۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ یا ممتنع بالذات ہو۔ پہلی صورت بالبداہۃ باطل ہے۔ لہٰذا متعین ہوگیا کہ وہ مساوی ممتنع بالذات ہے اور یہی ہمارا مطلوب ہے۔

طریق ثانی :۔ یہ کہنا کہ تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر شخص کا وجود ممکن ہے، اجتماع نقیضین کے امکان کو تسلیم کرنا ہے اور وہ تو باطل ہے (لہٰذا اس مساوی کا امکان بھی باطل ہے)" [1] تحقیق الفتویٰ صفحہ ۱۶۴، ۱۶۵)

نوٹ :- اجتماعِ نقیضین کا مطلب ہے کہ دو مخالف چیزوں کا ایک جگہ جمع ہونا۔ مثلاً دن اور رات کا جمع ہونا، اجتماعِ نقیضین ہے۔ نظیرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تحتِ قدرت کہنا اجتماعِ نقیضین کے امکان کو تسلیم کرنا ہے۔ دلیل یہ ہے کہ وہ نظیر یعنی وہ شخص یا خاتم الانبیاء ہوگا یا خاتم الانبیاء نہیں ہوگا۔ دونوں صورتوں میں وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر نہیں ہوگا۔ پہلی صورت میں وہ (معاذ اللہ) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ جائے گا کیونکہ لامحالہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انبیاء کے زمرے میں داخل ہوں گے جن کا وہ خاتم ہوگا۔ اس طرح وہ درجہ میں بلند ہوگیا۔ دوسری صورت میں وہ خاتم الانبیاء نہیں ہے تو چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں لہٰذا وہ مرتبہ میں کم ہوگیا اور نظیر نہ رہا۔ دونوں صورتوں میں مساوات فرض کرنے کے باوجود اس کا مساوی نہ ہونا لازم آیا۔ ثابت ہوا کہ جمیع کمالات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر شخص کا موجود ہونا اس امر کو مستلزم ہے کہ وہ شخص تمام کمالات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر نہ ہو۔ لہٰذا واضح ہوگیا کہ تمام کمالات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر شخص کا قول کرنا یا اس برابر کا قدرتِ خداوندی سے تعلق جوڑنا اجتماعِ نقیضین کے امکان کا قول کرنا ہے اور وہ تو محال بالذات ہے۔ پس نظیرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محال بالذات ہے۔ جب محال بالذات ہوا تو اس کا قدرتِ خداوندی سے بھی کوئی تعلق نہ رہا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا تعلق ممکنات سے ہے محالات سے نہیں۔ اسی طرح تمام کمالات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر شخص کا وجود اس کے عدم کو مستلزم ہے اور جس کا وجود اس کے عدم کو مستلزم ہو وہ محال بالذات ہے۔ (ملخصاً)

تحقیق الفتویٰ صفحہ ۱۶۶)

امکانِ نظیر کے ہر شبے کا جواب علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ نے بھرپور طریقے سے دیا ہے لہٰذا مزید تفصیل جاننے کے مشتاقین ان کی کتاب "تحقیق الفتویٰ" اور "امتناع النظیر" سے رجوع فرمائیں۔

ممکنہ حد تک تو ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب کو مسئلہ سمجھا دیا گیا ہے مگر جن کا کام ہی شانِ خداوندی اور شانِ رسالت کی گستاخی، بے باکی اور دریدہ دہنی ہو وہ بھلا کس طرح اسے قبولیت کا درجہ عطا کرے گا۔ لہٰذا انہیں مفت مشورہ یہ ہے کہ وہ قلم سے صفحۂ قرطاس پر گستاخیوں اور دریدہ دہنیوں کا کانٹے بکھیرنے کی بجائے اُسے ازار بند ڈالنے کا کام لیا کریں تاکہ قلم کی حرمت سلامت رہ جائے۔

(۱۳) جوڑ توڑ اور فریب کاری کا نقطۂ عروج

چونکہ ڈاکٹر صاحب نے جھوٹ اور فریب کو مرکز مان کر "مطالعۂ بریلویت" ترتیب دی ہے اس لیے وہ ہر طرف سے گھوم پھر کر واپس اپنے محور کی طرف لوٹ آتے ہیں۔ جی تو چاہتا ہے کہ سطر سطر کا پول کھولا جائے مگر یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں۔ جو کچھ بطور نمونہ پیش کیا گیا حق و باطل میں امتیاز کے لیے کافی ہے اور نہ ماننے والوں کے لیے دفتر کے دفتر بیکار ہیں۔ ہمارا کام منوانا نہیں محض حق کو ظاہر کر دینا ہے۔ ہم رُوسیاہ ہیں، گناہگار ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول محمد عربی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اُمتی ہیں اور فقط انہیں کی اطاعت کرنے والے ہیں۔ وہی ہمارا مرکز و محور ہیں اور انہیں

کی شفاعت کے اُمیدوار ہیں۔ لہٰذا آیت فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا۔ [۱] پڑھ کر دل کو تسلّی دے لیتے ہیں۔ ہماری سچائیوں کو کوئی مانے یا نہ مانے، اُس کا اپنا ایمان۔ ہم نے وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ پہ عمل کرنا ہے۔ وَمَا تَوْفِيْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

بہرحال جب دماغ میں خنّاس گھس جائے تو دل کی گلیاں تاریک ہو جاتی ہیں، نیّت میں فتور آ جاتا ہے اور قلم ایسی گستاخیوں پر اُتر آتا ہے کہ کسی مقدّس ہستی کی حُرمت بچنے نہیں پاتی۔ اُسی گستاخ قلم سے جناب ڈاکٹر صاحب "فیضِ صحبت سے نبی بننے کا تصوّر" کا عنوان دے کر فرماتے ہیں:۔

"مولانا احمد رضا خاں ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

"قریب تھا کہ یہ ساری کی ساری اُمّت نبی ہو جائے۔"

جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

(فتاویٰ افریقہ صفحہ ۱۳۲)

اعلیٰ حضرت نے یہ نہ سوچا کہ اگر ساری کی ساری اُمّت نبی ہو جائے تو ان نبیوں کے لیے پھر آخر اُمّتیں کہاں سے آئیں گی، اگر نبی ہی نبی دُنیا میں ہوں اور اُمّت کوئی نہ ہو تو پھر اس عنصری دنیا اور فرشتوں کی دُنیا میں کیا فرق رہے گا۔ افسوس کہ خاں صاحب نے کچھ نہ سوچا اور حضور کے فیضِ صحبت سے بننے کا ابہام پیدا کر دیا۔ مرزا غلام احمد نے بھی تو اپنی نبوّت کی اساس اسی پر کھڑی کی تھی۔" [۲]

---

[۱] الکہف: ۶ [۲] مطالعۂ بریلویت ج ۲ صفحہ ۳۱۳

ڈاکٹر صاحب! آپ بھول رہے ہیں۔ مرزا غلام احمد نے اپنی نبوت کی اساس "تحذیر الناس" پر کھڑی کی تھی جس کے مصنف مولوی محمد قاسم نانوتوی بانیٔ مدرسہ دیوبند ہیں۔ آپ نے بغیر ثبوت کے بات کی ہے اور میں ٹھوس دلائل پیش کر سکتا ہوں۔ خود مرزائیوں کی کتب میں لکھا ہے کہ خاتم النبیین کا جو معنیٰ نانوتوی صاحب نے کیا ہے، ہم اُسی کو تسلیم کرتے ہیں اور اس عقیدہ میں نانوتوی صاحب ہمارے امام ہیں۔ حوالے ضرورت ہوں تو پیش کئے جا سکتے ہیں۔

جس جوڑ توڑ اور فریب کاری کا ثبوت آپ نے امام احمد رضا کے اس حوالہ میں دیا ہے یہ شاید فریب کاری اور آپ کی دھوکہ بازیوں کا نقطۂ عروج ہے اور دجل و تلبیس کی دُنیا میں اس کی نظیر مشکل سے ملے گی۔ جب دل و دماغ اور نوکِ قلم پر شیطنت کا مکمل پہرہ ہو تو پھر ایسی ہی وارداتیں سرزد ہوتی ہیں۔ ان فریب کاریوں کی خلش اہلِ ایمان کو مدتوں محسوس ہوتی رہے گی۔

دیکھئے امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ نے "فتاویٰ افریقہ" میں آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک حدیث پاک درج کی۔ ملاحظہ فرمائیے۔

امام احمد و ابن ماجہ و ابو داؤد طیالسی و ابو یعلی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

انه لم یکن نبی الا له دعوة قد تنجزها فی الدنیا وانی قد احتبأت دعوتی شفاعة لامتی وانا سید ولد آدم یوم القیٰمة ولا فخر وانا اول من تنشق عنه الارض ولا فخر وبیدی لواء الحمد

ولا فخر آدم فمن دونہ تحت لوائی ولا فخر (ثم ساق حدیث الشفاعة الی ان قال) فاذا اراد اللہ ان یصدع بین خلقہ نادی منادٍ این احمد وامتہ فنحن الآخرون الاولون نحن آخر الامم واول من یحاسب فتفرج لنا الامم عن طریقنا فنمضی غرا محجلین من اثر الطہور فیقول الامم کادت ہذہ الامة ان تکون انبیاء کلہا الحدیث یعنی ہر نبی کے واسطے ایک دُعا تھی کہ وہ دُنیا میں کر چکا اور میں نے اپنی دُعا روزِ قیامت کے لیے چُھپا رکھی ہے وہ شفاعت ہے میری اُمّت کے واسطے اور میں قیامت میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور کچھ فخر مقصود نہیں اور اوّل میں مرقدِ اطہر سے اُٹھوں گا اور کچھ فخر مقصود نہیں اور میرے ہی ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا اور کچھ افتخار نہیں۔ آدم اور ان کے بعد جتنے ہیں سب میرے زیرِ نشان ہوں گے اور کچھ تفاخر نہیں۔ جب اللہ تعالٰی خلق میں فیصلہ کرنا چاہے گا۔ ایک منادی پکارے گا کہاں ہیں احمد اور ان کی اُمّت۔ تو ہمیں آخر ہیں اور ہمیں اوّل ہیں۔ ہم سب اُمّتوں سے زمانے میں پیچھے اور حساب میں پہلے۔ تمام اُمّتیں ہمارے لیے راستہ دیں گی، ہم چلیں گے، اثرِ وضو سے درخشندہ رُخ و تابندہ اعضاء، سب اُمّتیں کہیں گی قریب تھا کہ یہ اُمّت تو ساری کی ساری انبیاء ہو جائے۔ ؎

جمالِ ہم نشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم[1]

---

[1] فتاوی افریقہ صفحہ ۱۳۲

نوٹ: ۔ فتاویٰ افریقہ صفحہ ۱۳۲ کا فوٹو سٹیٹ بھی مضمون کے آخر میں دیا جا رہا ہے ملاحظہ فرما لیجئے۔ پہلی بات یہ کہ ڈاکٹر صاحب نے جو عبارت کا ایک ٹکڑا لیا ہے وہ دراصل پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارک ہے۔ چونکہ ڈاکٹر صاحب کا نشانہ درحقیقت عظمتِ مصطفےٰ ہے اس لیے امام احمد رضا کی تو محض آڑ ہے۔ یعنی کہوں بیٹی کو اور سناؤں بہو کو۔ بلا تشبیہ ڈاکٹر صاحب کے گستاخ قلم کا رُخ درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ پاک کی طرف ہے۔ اس لیے ڈاکٹر صاحب نے اپنے اس محبوب مشغلہ کا دل کھول کر مظاہرہ کیا ہے۔

بہرکیف یہ حدیث پاک کے الفاظ ہیں اور سند ساتھ موجود ہے۔

دوسری بات یہ کہ یہ بات روزِ محشر کی ہے اس موجودہ دُنیا کی نہیں جبکہ ڈاکٹر صاحب اپنی ملتِ دیوبند کو یہ احساس دلا رہے ہیں کہ اگر اتنے نبی ہو جائے تو پھر اس عنصری دُنیا اور فرشتوں کی دُنیا میں کچھ فرق نہ آئے گا اور یہ کہ اتنی اُمتیں پھر کہاں سے آئیں گی۔ دیکھا! دماغ میں گھُسے ہوئے خنّاس کا تماشہ، کیسے کھیل کھلا تا ہے۔

تیسری بات یہ کہ "فیضِ صُحبت سے نبی بننے کے تصوّر" کی بات اس حدیثِ پاک میں کہیں بھی نہیں۔ چونکہ "فیضِ صحبت سے نبی بننے کے تصوّر" کا عقیدہ کفر ہے اس لیے یہ بات جب جوڑ توڑ کی عنایت سے ڈاکٹر صاحب نے حدیث سے نکال لی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ یہ عقیدہ حضور کا بتا رہے ہیں اور ایسا عقیدہ حضور کی طرف نسبت کرنا کھُلا کُفر ہے۔ استغفر اللہ ثم استغفر اللہ۔

چوتھی بات یہ کہ "قریب تھا کہ یہ اُمّت تو ساری کی ساری انبیاء ہو جائے" یہ بات احمد رضا نہیں کہہ رہے بلکہ میدانِ حشر میں دیگر

اُمتیں اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اثرِ وضو سے درخشندہ وتابندہ اعضاء کو دیکھ کر کہیں گی۔ بات اگلی دُنیا کی تھی، ڈاکٹر صاحب نے اِس دُنیا کی بنا دی، کہنے والی سابقہ اُمتیں ہیں، ڈاکٹر صاحب نے امام احمد رضا کے ذمہ لگا دی۔ بتلائیے دشمنی احمد رضا سے ہوئی یا اللہ اور اُس کے رسول سے ہوئی۔ بس خوفِ خدا سے بے پرواہ ہو کر قرآن وحدیث کو بگاڑتے چلے آرہے ہیں، بے ادبی، بے حرمتی، گستاخی، تضحیک کی جا رہی ہے مگر کچھ شرم نہیں۔

؎ بے حیا باش وہرچہ خواہی کن

ڈاکٹر صاحب نے جو آخر میں فرمایا ہے کہ "مرزا غلام احمد نے بھی تو اپنی نبوت کی اساس اسی پر کھڑی کی تھی"۔ چونکہ ڈاکٹر صاحب جس اساس پر مرزا کی نبوت کھڑی کر رہے ہیں وہ تو حدیثِ پاک میں موجود ہی نہیں یعنی "فیضِ صحبت سے نبی بننے کا تصور"۔ اس لیے جھوٹے پر ہزار ہزار لعنت۔ اور معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ اگر ڈاکٹر صاحب سچے ہیں تو پھر یہ حدیثِ پاک کے الفاظ ہوئے جس پر مرزا غلام احمد نے نبوت کی بنیاد رکھی اس لحاظ سے پھر ڈاکٹر صاحب کے عقیدے کے مطابق مرزا سچا ٹھہرا۔ اور یہ بھی کفر۔ اگر ڈاکٹر صاحب زور دیتے ہیں کہ میری بات سچی ہے تو مرزا غلط نہیں ہو سکتا کہ اُس نے حدیث پر عمل کیا ہے، یہ بھی کفر ہے۔ اور اگر حدیث کو دیکھا جائے تو ڈاکٹر صاحب غلط کہ حدیث میں کہیں بھی یہ الفاظ نہیں اور نہ ایسا عقیدہ بیان کیا گیا ہے، یہ ڈاکٹر صاحب کا براہِ راست ذاتِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بہتان ہوا۔ اور یہ بھی کفر ہے۔

مجنون ہے گرفتارِ بلا دونوں طرح سے
وہ صحبتِ لیلیٰ ہو کہ ہو فرقتِ لیلیٰ

بتلائیے کہ حوالہ لیتے وقت کیا ڈاکٹر صاحب کی پورے صفحے پر نظر نہیں تھی؟ کیا انہیں حدیث پاک کے الفاظ مع سند دکھائی نہیں دے رہے تھے؟ مگر ڈاکٹر صاحب چونکہ خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ وَعَلٰٓی اَبْصَارِهِمْ کا عملی نمونہ بن چکے تھے اس لیے سب کچھ سامنے ہوتے ہوئے بھی انہیں کچھ نظر نہیں آسکا۔ جس شخص کی ہمدردیاں ولید بن مغیرہ کے ساتھ ہوں وہ امام احمد رضا سے عداوت و دشمنی نہیں تو کیا دوستی رکھے گا؟

منشیات کا دھندہ کرنے والوں میں ایسے ظالم، بے ایمان اور شقی القلب بھی ہیں جو قرآن و حدیث کے صفحات کاٹ کر اندر سے خالی کرکے چرس، افیم اور ہیروئن وغیرہ بھر لیتے ہیں۔ کئی ایسے لوگ پکڑے جاچکے ہیں اور ان کا ذکر اخبارات میں آچکا ہے۔ یعنی تقدس و پاکیزگی کی آڑ میں مکروہ کاروبار کرتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب بھی علامہ کہلاتے ہیں، قرآن و حدیث کے عالم فاضل بنتے ہیں مگر جو مکروہ رویہ انہوں نے قرآن و حدیث کی آڑ میں اپنایا ہے یہ صرف ان کی علمی و دینی شخصیت کا بھانڈا پھوڑنے کے لیے کافی ہے۔ جب ٹھوس دلائل سے صفحے کے صفحے بھر دیئے ہیں اور ساتھ اصل کتب کے فوٹو سٹیٹ بھی دے دیئے ہیں تو اب میری عبارت پڑھ کر ناک بھوں چڑھانے والے بھی اپنے انجام پر ایک نظر ضرور کر لیں۔ "مطالعۂ بریلویت" کو سینے سے لگا کر رکھنے والو! توبہ کر لو۔ ابھی وقت ہے ——

؏ پھر نہ مانیں گے قیامت کو اگر مان گیا

⑭③ اکابرینِ دیوبند کے باغی

ڈاکٹر صاحب "مطالعۂ بریلویت" جلد دوم کے آخری صفحات میں عوام الناس کو اہل سنّت وجماعت سے کیوں متنفر کرتے ہیں کہ بریلوی مکہ کی باجماعت نمازوں اور مسجد الحرام کی نمازِ جمعہ سے محروم واپس لوٹتے ہیں اور لکھتے ہیں :-

"یہ برطانوی استبداد کا کڑوا پھل ہے جو قوم کو چکھنا پڑا اور دیکھتے دیکھتے بریلوی مذہب مکہ و مدینہ کی ان گستاخیوں سے ترتیب پاگیا ـــــ"[1]

جواباً عرض ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منوّرہ مقدس مقامات ہیں، اُن کی بے حُرمتی کرنے والا ہرگز مسلمان نہیں ہو سکتا۔ رہا معاملہ وہاں کے رہنے والوں کا، جو اس وقت سعودی خاندان کے افراد وغیرہ ہیں، تو ان سے کسی مسئلے میں اختلاف کرنے سے کسی بنیادی عقیدے پر زد نہیں پڑتی اور نہ اسلام ہی ہاتھ سے جاتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب! جب دارالعلوم دیوبند کے معتبر عالم اور آپ کے فخر المحدثین مولوی خلیل احمد انبیٹھوی سہارنپوری نے "المہند" لکھ کر نجدیوں کو خارجی قرار دیا اور دیگر علمائے دیوبند یعنی آپ کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی، شیخ الہند مولوی محمود الحسن، شیخ الاسلام مولوی حسین احمد مصنف شہاب ثاقب، شیخ الحدیث

---

[1] مطالعۂ بریلویت ج ۲ صفحہ ۳۹۵ ؛

مولوی انور شاہ کشمیری (فیض الباری)، مفتی کفایت اللہ سہارنپوری، عاشق الٰہی میرٹھی، قاری محمد طیب، مفتی محمد شفیع دیوبندی، مفتی ظفر احمد عثمانی، مولوی عبد الحق اکوڑہ خٹک، مفتی جمیل احمد تھانوی (بقید حیات) لاہور، سید حامد میاں لاہور، مولوی عبد الستار تونسوی، محمد سرفراز گکھڑوی اور قاضی عبد اللطیف جہلمی وغیرہ بیشمار علمائے دیوبند نے "المہند" کی بھرپور تصدیق فرمادی، تو اب جو دیوبندی وہاں جاکر اُن کے پیچھے نمازیں پڑھتے ہیں تو یہ اپنے اکابرین کے باغی ہوئے۔ کیونکہ خود دیوبند کے نامور علماء جو کہ دیوبندیت کے ستون ہیں اور جن کے دم خم سے یہ عمارت قائم ہے اگر وہی کہتے ہیں کہ محمد بن عبد الوہاب نجدی کا گروہ خارجیوں کا گروہ تھا (خارجیوں کے متعلق مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ خارجی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کافر کہتے ہیں (فتاویٰ رشیدیہ)

محمد بن عبد الوہاب نجدی فاسق و فاجر، ظالم و خونخوار اور باغی و سرکش تھا، محمد بن عبد الوہاب نجدی نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر حملہ کیا، ہزاروں مسلمانوں کو تہہ تیغ کیا، اُن کے قتل کو (قرآنی آیات سے بغاوت کرتے ہوئے) مباح سمجھا، اُن کے اموال کو خوب لوٹا اور حلال جانا اور علمائے دیوبند نے مزید لکھا کہ محمد بن عبد الوہاب نجدی اپنے سوا کسی کو مسلمان نہیں سمجھتا تھا جو اُس کے عقیدے کا نہ ہو، اور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے رہنے والوں کو کافر و مشرک قرار دیتا تھا (کفر کا حکم ایک طرف ضرور لوٹتا ہے۔ حدیث)

اور لکھا کہ یہ وہابی کہتے ہیں کہ بعد از وفات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے کہ ہم اسے کتے کو دفع کر سکتے ہیں اور سرور کائنات سے اب یہ بھی

نہیں کر سکتے۔ نقل کفر کفر نباشد (شہاب ثاقب)۔

آپ لوگ اپنے اکابرین سے باغی ہو کر ایسے لوگوں کے پیچھے نمازیں پڑھتے ہیں تو سو بار پڑھیں۔ اختلافات کی یہ عبارات "المہند" اور "شہاب ثاقب" میں موجود ہیں یا نہیں۔ اور زندہ و مردہ معتبر مذکورہ علمائے دیوبند کی تصدیق بھی "المہند" پر ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اب کیا فرماتے ہیں ڈاکٹر صاحب کہ علمائے دیوبند کا یہ اختلاف برطانیہ میں رہنے والے کسی انگریز سے تھا یا عرب شریف کے رہنے والے ایک عربی سے، جب آپ کے علمائے دیوبند عرب شریف کے رہنے والوں سے اختلاف کر کے آپ کے نزدیک سچے پکے مسلمان کے مسلمان ہیں تو بریلویوں کا اختلاف انہیں کیونکر اسلام سے خارج کر دے گا۔ اور شہاب ثاقب میں مولوی حسین احمد ٹانڈوی المعروف مدنی صاحب نے وہابیہ کی طرف کفریہ عقیدہ جو منسوب کیا ہے یعنی بعد از وفات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اپنی لاٹھی کو زیادہ نفع مند ہونے کا وہابیہ عقیدہ درج کرنے سے پہلے دوبارہ معاذ اللہ اور نقل کفر کفر نباشد تحریر کیا ہے۔ اگر یہ کفریہ عقیدہ نہ ہوتا تو نقل کفر کفر نباشد کیوں لکھتے۔ اور اگر کچھ لوگ محمد بن عبدالوہاب نجدی کو اپنا مقتداء و پیشوا قرار دیں تو وہ یہ بتائیں کہ جب محمد بن عبدالوہاب نجدی مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوا تو وہاں وہ کس کو تہہ تیغ کرتا رہا۔ اور یہ تو اس کے ماننے والے بھی اقرار کرتے ہیں کہ اُس نے ہزاروں باشندگان مکہ و مدینہ کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اگر وہ کفار تھے تو اس علاقہ پر ان کا قبضہ ثابت ہوا اور اگر مسلمان تھے تو محمد بن عبدالوہاب نجدی انہیں قتل کر کے قرآنی آیت وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا

فِيهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيمًا ۝ [1] کی سزا کا مستحق ٹھہرا۔ چہ جائیکہ اُسے مقتدا و پیشوا مانا جائے۔

ڈاکٹر صاحب! آپ دونوں طرح سے گئے، نہ مسجد کے رہے نہ مے خانے کے ــــ یہ تو آپ کا انتہائی منافقانہ رویہ ہے کہ ایک طرف نجدیوں سے اتنا شدید اختلاف اور دوسری طرف بہ خاطر مال و ریال پکا گٹھ جوڑ۔

دیوبندی شیخ الاسلام مدنی صاحب نے شہاب ثاقب میں نجدیوں کے رد میں چھبیس صفحے سیاہ کر دیئے ہیں اور جی بھر کر انہیں برا بھلا کہا ہے، دل میں خبیثیہ لکھ لکھ کر قلم کی نوک گھسا دی ہے، "المہند" میں اُسے خارجیوں کا گروہ کہا گیا مگر اِدھر اُن شیخ الاسلاموں وغیرہ کے متبعین آج اُسی نجدی اور اُس کے پیروکاروں کے گیت گاتے پھرتے ہیں۔

مولوی ضیاء الرحمٰن فاروقی سرپرست سپاہ صحابہ موجودہ سعودی عرب کے مذہبی لٹریچر اور نصابِ تعلیم سے متعلق لکھتے ہیں:-

"شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب آج عرب کے ماتھے کا جھومر اور گمراہی کی تاریک راہوں میں تعلیم و تربیت کا ستارہ ہے، ان کی کتابیں سعودی عرب کے نصابِ تعلیم کی زینت ہیں۔" [2]

سعودی عرب کے رہنے والے تمام لوگ نجدی ہرگز نہیں۔ اُن میں

---

[1] (ترجمہ) جس کسی نے قتل کیا مسلمان کو جان بوجھ کر تو اس کی سزا جہنم ہے، پڑا رہے اس میں، اللہ کا اس پر غضب ہوا اور اس کو لعنت کی اور اس کے واسطے بڑا عذاب تیار کیا (پ ۵ سورۃ النساء آیت ۹۳)

[2] فیصل اک روشن ستارہ صفحہ ۱۰۴ ؛

حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی وغیرہ بھی ہیں۔ ہم بریلوی علمائے دیوبند کی المہند کے اُس حصے کی تصدیق کرتے ہیں جس میں نجدیوں کی خبر لی گئی ہے لہٰذا ہم نجدیوں کے خلاف ہیں، تمام اہلِ حجاز کے نہیں۔

سرپرست سپاہِ صحابہ ضیاء الرحمٰن فاروقی صاحب کی سند دیوبندیوں کے لیے معتبر حیثیت رکھتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ سعودی عرب میں محمد بن عبدالوہاب نجدی کے افکار و خیالات کی ترقی ہو رہی ہے اور اُسی کی کتابیں سرکاری طور پر نصابِ تعلیم میں شامل ہیں تو ڈاکٹر صاحب بتائیے کہ جب آپ کے بزرگ تمام اصاغر و اکابر "المہند" میں علامہ شامی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے اس قدر شدید و کثیر الزام عائد کر رہے ہیں تو پھر ایسے بدعقیدہ شخص کے متبعین کے پیچھے کون سی دلیل شرعی سے نماز ہو جاتی ہے؟

بخدا آج اس سعودی خاندان کی حکومت اگر ختم ہو جائے اور اس کی بجائے وہی پہلے والے اہلِ سنّت و جماعت سربراہ ہو جائیں تو آپ اُن کے قدموں پر گر کر کہیں گے کہ جلالۃ الملک! حضور والا! ہم تو محمد بن عبدالوہاب نجدی کو فاسق و فاجر، ظالم و سرکش اور باغی و خونخوار کہتے چلے آئے ہیں۔ یہ دیکھیے ہماری "المہند"، نصف صدی سے زیادہ عرصہ کی گواہ ہے اور یہ دیکھیے ہمارے پاکستان کے کامل ولی سرکارِ گولڑہ شریف حضرت سیّد پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "سیفِ چشتیائی"، جو پہلی بار مرزا غلام احمد قادیانی کے جواب میں ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی۔ اس میں حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں:-

"پس اگر ان پیش گوئیوں کو خارج میں مطابق کر کے دیکھا جائے تو مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی اور حمدان بن قرمط اور محمد بن عبدالوہاب کے بعد یہی قادیانی صاحب ہیں جنھوں نے اپنے

کو نبی سمجھا۔[1]

یعنی دیو بندیوں نے آنے والے خطرات کے پیش نظر پہلے سے ہی "پیش بندی" کر رکھی ہے کہ دونوں طرح سے اپنا کام چلتا رہے۔ یاد رہے کہ دیو بندی حضرات قبلہ پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ کا بے حد احترام کرتے ہیں مگر یہ صرف ظاہری احترام ہے جو دھوکہ ہے، فریب ہے۔ اُن کے عقائد کو نہیں مانتے۔ بالکل اسی طرح جیسے مولوی رشید احمد گنگوہی نے اپنے مرید مولوی صادق الیقین سے کہا تھا کہ میاں! تم ہمارے مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے ملنے تو جا رہے ہو مگر اُن کے افعال و اعمال دیکھ کر اُن کے نہ ہو جانا کہ زمین و آسمان کا فرق ہے (تذکرۃ الرشید)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور پیر مہر علی شاہ گیارہویں شریف کو ماننے والے، یہ مُریدین اُسے حرام کہنے والے وہ میلاد و قیام کے عاشق، یہ اُسے بدعت قرار دینے والے، وہ نجدیوں کے خلاف، یہ نجدیوں کی جُوتیوں میں پانی پینے والے، وہ عطائی عِلمِ غیب، استمداد واستعانت اور زیارتِ قبور کے قائل، یہ ان عقائد کو شرک سے تعبیر کرنے والے، مرشدین اور مریدین کا کہیں اتفاق نہیں مگر پوچھیے تو آداب والقاب کے ڈھیر لگا دیں گے۔ کیسی چالاکیاں ہیں اور کیا چال بازیاں ہیں!

تو بات ہو رہی تھی ڈاکٹر صاحب کی اُس عبارت کی جو انہوں نے

---

[1] سیف چشتیائی صفحہ ۹۷۔

ضروری نوٹ:- ۱۹۸۱ء کی شائع کردہ "سیف چشتیائی" میں محمد بن عبدالوہاب کا نام خارج کر دیا گیا ہے۔ جس کی وضاحت اسی ایڈیشن کے آخر "اصلاح نامہ" میں کی گئی ہے:

سُنّی بریلویوں کے خلاف لکھی ہے کہ یہ لوگ وہاں جا کر اُن کے پیچھے نمازیں نہیں پڑھتے۔ نمازیں اس لیے نہیں پڑھتے کہ وہاں محمد بن عبدالوہاب نجدی کی کتابوں کی تعلیم ہے۔ اور اس شیخ نجدی کی کتابوں سے متعلق سیّد پیر مہر علی شاہ گولڑہ شریف کے سوانح نگار لکھتے ہیں :۔

"محمد بن عبدالوہاب کا جو رسالہ علمائے مکّہ کی طرف بطورِ دعوت و حجّت بھیجا گیا تھا اُس میں تحریر تھا کہ :۔

"جو شخص نبی کو اپنا ولی اور شفیع سمجھتا ہے وہ اور ابوجہل شرک میں برابر ہیں، جو شخص اپنی حاجت کے وقت یا محمد کہتا ہے اگرچہ ان کے متعلق سب باتوں میں بندۂ عاجز ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو تو بھی مشرک ہو جاتا ہے۔ اور تجھے ان باتوں میں ہمارا شیخ ابن تیمیہ بس ہے۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ محمد کی قبر اور مشاہد اور مساجد اور آثار کی طرف سفر کر کے جانا شرکِ اکبر ہے۔"

اسی رسالہ میں مزید تحریر ہے :۔

"اَمَّا السّٰبِقُوْنَ فَاللّٰتُ وَالسُّوَاعُ وَالعُزّٰی وَاَمَّا اللَّاحِقُوْنَ مُحَمَّدٌ وَعَلِیٌّ وَعَبْدُ الْقَادِرِ — (معاذ اللہ) پہلے بُت لات اور سُواع اور عزّٰی تھے اور پچھلے بُت محمّد اور علی اور عبد القادر ہیں۔" [1]

چند سطور بعد لکھا ہے :۔

"پس عرب معاصرین نے کچھ غلط نہیں کہا تھا کہ ابن عبدالوہاب نے علم کی کسی صنف میں بھی تکمیل نہیں کی تھی اور طالب علمی کے ایام میں

---

[1] مہرِ مُنیر صفحہ ۲۶۲ ؎

محض مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی (جھوٹے مدعی نبوت) کے سوانحات ہی پڑھتا رہتا تھا۔"[1]

بتائیے! گولڑہ شریف والوں کا آپ حکم کیوں نہیں مانتے۔ انہیں رحمۃ اللہ علیہ بھی کہتے ہیں اور تمام عقائد میں اُن سے اختلاف بھی کرتے ہیں کہ جو وجہ نزاع بنے ہوئے ہیں۔ یہ دو رنگی کس لیے اور کیونکر ہے ــــ؟

تو ڈاکٹر صاحب! اب بتائیے آپ نے بھی حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کو بطریق ادب و احترام اپنی اس کتاب کے صفحہ ۲۴۴ پر بطورِ سند پیش کیا ہے۔ ان کے خیالات آپ نے ملاحظہ فرما لیے اور نجدی شیخ کا عقیدہ بھی آپ نے پڑھ لیا۔ کیا ایسے بدعقیدہ شخص کے متبعین کے پیچھے شرعاً نماز جائز ہے؟ آپ تو پڑھ ہی لیں گے اور پڑھتے بھی ہیں کیونکہ آپ کے مولوی رشید احمد گنگوہی کے مطابق شیخ نجدی عمدہ عقائد کا مالک تھا۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

ایک خبیث عقیدہ تو آپ نے سوانح پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ میں پڑھ لیا کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو اس زمانے کے بُت کہا (العیاذ باللہ تعالیٰ) اور اس کے باقی عقائد پڑھنے ہوں تو "گنبدِ خضرا" از مولانا محمد معراج الاسلام اور "تاریخ نجد و حجاز" از مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ملاحظہ فرما لیجئے۔ رہی بات اُن حجاج کرام کی جو وہاں جا کر نجدی آئمہ کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور اگر آپ سوال کریں کہ اُن کی نماز پھر کیسے ہو جاتی ہے تو اس کے لیے علامہ احمد سعید کاظمی علیہ الرحمۃ کے مضمون "بدعقیدہ

---

[1] مہر منیر صفحہ ۲۶۲، ۲۶۳ ؛

امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم" کی طرف رجوع کیا جائے جو کہ "مقالاتِ کاظمی" حصہ سوم صفحہ ۳۱۸ پر موجود ہے۔ انشاء اللہ العزیز تسلی ہو جائے گی۔

شورش کاشمیری کے تاثرات

وہ دیوبندی علماء و مقرر جو سنّی بریلویوں کے خلاف ہمہ وقت زہر اُگلنے میں مصروف رہتے ہیں، اپنی تقریر میں وزن پیدا کرنے کے لیے شورش کاشمیری دیوبندی کے اشعار ضرور پڑھتے ہیں جو انہوں نے ہمارے خلاف لکھے ہیں۔ یہ اشعار سُن کر دیوبندی بڑے اُچھل کُود کرتے ہیں۔ حالانکہ شاعر گھر کا ہو تو پھر اُچھل کُود چہ معنی دارد۔ بہرحال شورش کاشمیری نے شاہ فیصل کے دورِ حکومت میں ۱۹۶۹ء میں سعودی عرب میں چودہ دن گزارے اور ان تاثرات کو اپنی مشہور کتاب "شب جائے کہ من بودم" میں لکھ دیا۔ شورش کاشمیری مسلکِ دیوبند کے معروف نقیب ہونے کے ساتھ ساتھ مشہور اہلِ قلم اور صحافیوں میں شمار ہوتے تھے۔ مآثر و مشاہد اس طرح بیان کرتے ہیں :-

سعودی حکومت نے عہدِ رسالت کے آثار، صحابہ کرام کے مظاہر اور اہلِ بیت کے شواہد اس طرح مٹا دیئے ہیں کہ جو چیزیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر محفوظ کرنی چاہیے تھیں، وہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر محو کر دی گئی ہیں۔ کہیں کوئی قبر یا نشان نہیں، لوگ بتلاتے اور ہم مان لیتے ہیں۔ حکومت کے نزدیک ان آثار و نقوش اور مظاہر و مقابر کا باقی رکھنا بدعت ہے۔ عقیدہ توحید کے منافی ہے، سنّتِ رسول کے خلاف ہے، لیکن عصرِ حاضر کی ہر جدّت، جدّہ ہی میں نہیں پورے حجاز میں موجود ہے بلکہ بڑھ کر پھیل رہی ہے۔ کیا قرآن و سنّت کا اطلاق

اس پر نہیں ہوتا؟ شاہ فیصل کی تصویریں ہوٹلوں میں لٹک رہی ہیں انہیں حکومت نے خود چھپایا ہے، ایئر پورٹ پر اُترتے ہی شاہ فیصل کی تصویر پر نظر پڑتی ہے، قہوہ خانوں اور ریستورانوں میں ان تصویروں کی بہتات ہے لیکن اس میں کوئی بدعت نہیں۔ بدعت اسلاف کی یادیں بنانے اور باقی رکھنے میں ہے۔"[1]

ڈاکٹر خالد محمود صاحب! آپ نے برطانوی استبداد کے کڑوے پھل کا ذکر کیا تھا، ذرا شورش صاحب کی بھی سُنیے:-

"آل سعود کی حکومت یورپ کی ہر چیز سے متمتع ہو رہی ہے، حتیٰ کہ طبیعت نوجوان رکھنے کا یہ سامان یہاں موجود ہے...... لیکن ہم تاریخ کی اس دولت سے جو سرورِ کونین کے سوانح و افکار پر روشنی ڈالتی ہے اور عظیم المرتبت صحابہ کے حالات و کوائف سے آگاہ کرتی ہے، ایک ایسا برتاؤ کر رہے ہیں کہ اس پر اغماض و استبداد (چشم پوشی اور ظلم و قہر) دونوں کا اطلاق ہوتا ہے۔"[2]

مزید لکھتے ہیں:-

"حضرت خدیجہ کی قبر پر نگاہ کی، اُمّ المومنین کا مزار ___؟ میں کانپ اُٹھا۔ میرا دل دھک کرنے لگا۔ مسلمانوں نے اپنی بیویوں کے تاج محل بنا ڈالے، لیکن جس عورت کو پیغمبرِ آخر الزمان کی پہلی شریکِ حیات ہونے کا شرف حاصل ہوا، جو فاطمۃ الزہراء کی ماں تھیں، وہ ایک قبرِ ویران میں پڑی ہیں، میں اپنے تئیں ضبط نہ کر سکا، آنکھوں میں بدلیاں آ گئیں۔ میں نے کہا...... کیا خدیجۃ الکبریٰ مکی زندگی نہیں گزار رہیں۔ حضور کو بعثت سے پہلے گیارہ سال ستایا گیا، اُمّ المومنین

---

[1] شب جائے کہ من بودم صفحہ ۲۳ ملخصاً۔ [2] ایضاً صفحہ ۶۸۔

کو اب ستایا جا رہا ہے ...... جو لوگ اس کا نام قرآن و سنّت رکھتے ہیں، وہ خود کس منہ سے تاج شاہی پہنتے ہیں، اونچے اونچے محل بناتے ہیں، محمد عربی کی دولت سمیٹتے اور اس کا نام خزانہ شاہی رکھتے ہیں۔ جس ذاتِ اقدس کے صدقہ میں عزتیں پائی ہیں، اس کے آثارِ اقدس کی یہ بے حرمتی! یہ قرآن و سنّت نہیں، اہانت اور صریح اہانت ہے۔"[1]

آثار و مقابر کی تباہی و بربادی اور خستہ حالی کا جو نقشہ اور جن الفاظ میں شورش کاشمیری نے پیش کیا ہے، ایک مسلمان کا کلیجہ اُسے پڑھ کر منہ کو آنے لگتا ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

"جنت البقیع ان گیارہ میں سے نو کی آخری آرامگاہ ہے لیکن حکمرانوں کی شرعی خشونت (عداوت و نفرت) کا شکار، رسول اللہ کے اہل بیت، رسول کی اولادیں، رسول کے ساتھی، رسول کے جانثار، رسول کے جانشین، رسول کے فدائی حتیٰ کہ رسول کو گود میں کھلانے والی حلیمہ سعدیہ یہاں اس طرح لیٹی ہوئی ہیں، جس طرح گمنام ادیبوں کے ادھورے مسوّدوں پر عبارتیں، قلم کی کتر بیونت سے دم توڑ دیتی ہیں .... آہ حمزہ کا رونے والا کوئی نہیں! ہندہ نے تو حمزہ کا کلیجہ چبایا تھا، لیکن انہوں نے حمزہ کی قبر چبا ڈالی ہے۔"[2]

شورش کاشمیری نے آثار و مقابر کے ساتھ سعودی حکمرانوں کے وحشیانہ سلوک پر زبردست احتجاج کیا ہے۔ شورش واپس پاکستان آتا ہے، جنت البقیع میں مزارات کی ویرانی و خستگی اُس کے دل کا خون نچوڑے ہوئے ہے، مگر سرکارِ رسالت مآب صلی اللہ

---

[1] شب جائے کہ من بودم صفحہ ۱۷۱، ۱۷۲ [2] ایضاً صفحہ ۱۶۱ تا ۱۶۹ ملخصاً۔

علیہ وآلہٖ وسلم کے جگر کے ٹکڑے سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے مزار کی بے حرمتی اُسے سراپا درد بنائے ہوئے ہے، اُس کے ذہن میں غم و اندوہ کے طوفان ہیں، روح افسردگی کی بھٹی میں جل رہی ہے۔ آخر اُس کا یہ درد اور یہ غم و اندوہ روشنائی کی صورت میں قلم سے ٹپکنے لگتا ہے اور صفحۂ قرطاس پر بکھر کر فریاد کرنے لگتا ہے:۔

فاطمۃ الزہراء کے مزار پر

جنت البقیع میں مزارات کی حالت حد درجہ ناگفتہ بہ ہے، پہلو میں فلک بوس عمارات کھڑی کی جا رہی ہیں اور بہت سی قد آور عمارتیں کھڑی ہو چکی ہیں۔ جس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بھر پکا مکان نہ بنایا، اس کے نام لیوا بنگلوں اور محلوں میں رہ رہے ہیں لیکن جنت البقیع ہی ایک ایسی جگہ ہے، جہاں قبروں کو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی "ہدایت" پر یارانِ نجد نے عبرت کے نوشتے بنا رکھے ہیں، گویا اسلاف کی قبروں پر "سُنتِ نبوی" نافذ ہے لیکن خود زندہ قبریں سنگِ مرمر کے محلوں میں رہ رہی ہیں۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزارِ اقدس پر میرے اشکبار دل کی، جو حالت ہوئی، عرض کرنا مشکل ہے، ایک ویرانہ میں ماں پڑی سوتی ہیں، ذرا ہٹ کے امام حسن، امام زین العابدین، امام جعفر صادق اور امام باقر آرام کر رہے ہیں۔ ان کی جڑواں قبروں کے روبرو حضور کے چچا حضرت عباس ابن عبدالمطلب کی قبر ہے۔

ذیل کے اشعار اسی حاضری کی یادگار رہیں۔ — شورش کاشمیری۔

اس سانحے سے گنبدِ خضریٰ ہے پُر ملال — لختِ دلِ رسول کی تربت ہے خستہ حال
دل میں کھٹک گیا کہ نظر میں سمٹ گیا — اس جنت البقیع کی تنظیم کا خیال
طیبہ میں بھی ہے آلِ پیمبر پہ ابتلا — اس ابتلا سے خاطرِ کونین ہے نڈھال

سوئے ہوئے ہیں ماں کی لحد کے آس پاس
پورِ خلیل، سبطِ پیمبر، علی کے لال
اُڑتی ہے دُھول مرقدِ آلِ رسول پر
ہوتا ہے دیکھتے ہی طبیعت کو اختلال
افتادگانِ خواب ہیں آلِ ابو تراب
اب تک وہی ہے گردشِ دوراں کی چال ڈھال
فرزند ہی رُلا ہے پیمبر کے دین میں
لیکن حرام تجھ پہ ہے مقابر کی دیکھ بھال
اسلام اپنے مولد و منشا میں اجنبی
تیرا غضب کہاں ہے خداوندِ ذوالجلال
توندیں بڑھی ہوئی ہیں غریبوں کے خون سے
محلوں کی آب و تاب ہے حکام پر حلال
جس کی نگاہ میں بنتِ نبی کی حیا نہ ہو
اُس شخص کا نوشتۂ تقدیر ہے زوال
پھٹتی ہے پو، تو صبح بھی آتی ہے بالضرور
پھرتے ہیں روز و شب تو پلٹتے ہیں ماہ و سال
کب تک رہے گی آلِ پیمبر لُٹی پِٹی
کب تک رہیں گے جعفر و باقر گرفتہ حال
از بسکہ ہوں غلام غلامانِ اہلبیت
ہر لحظہ ان کی ذات پہ قربان جان و مال
کیا یونہی خاک اُڑے گی مزاراتِ قدس پر
فیصل کی سلطنت سے ہے شورش مرا سوال [۱]

جن نجدیوں کے عقائد پر علمائے دیوبند بھی برس رہے ہیں اور عقیدہ لکھنے سے قبل نقل کفر کفر نباشد کے الفاظ لاتے ہیں اور مقدس مقامات اور مزارات کی ویرانیوں اور بربادیوں سے متعلق سراپا فریاد بن کر کہتے ہیں کہ اے خداوندِ کریم! تیرا غضب اور قہر کہاں ہے جو سعودی حکمرانوں پر نہیں پڑ رہا اور اُس کے زوال کی دُعا کرتے ہیں کہ ان لوگوں کی نگاہ میں بنتِ نبی کی حیا تک نہیں۔ اور آج جو امریکیوں کو انہوں نے اپنے سر کا تاج بنا رکھا ہے، یہودی عیسائیوں سے المدد المدد پکار رہے ہیں۔ بے دینوں سے دوستی دیارانہ گانٹھ رکھا ہے۔ گھر میں بُلا کر شراب و شباب کی اجازت دے رکھی ہے۔ سؤر کا گوشت منگوایا جا رہا ہے، یہودی عورتیں ننگ دھڑنگ

---

[۱] ہفت روزہ چٹان لاہور بابت ۹ مارچ ۱۹۷۰ء

دندناتی پھرتی ہیں، ساری دولت یہودیوں کے قبضہ میں دے رکھی ہے، شخصی حکومت قائم ہے، عیش و عشرت کے جام لنڈھائے جارہے ہیں، ستر ستر عورتیں گھر میں بٹھا رکھی ہیں طلاقوں پہ طلاقیں دے دے کر نوجوان لڑکیوں کو زندہ درگور کیا جارہا ہے، لہو و لعب اور کھیل تماشوں میں زندگی بسر کی جارہی ہے، آثار و مقابر پہلے سے زیادہ ویران کردیئے گئے ہیں، جنت البقیع کو کھنڈر بنا دیا گیا ہے جبکہ اپنے محلات میلوں پھیلتے چلے جارہے ہیں، بقول شورش کاشمیری ۱۹۶۹ء میں اگر اسلام اپنے مولد و منشا یعنی مکہ اور مدینہ میں اجنبی تھا تو آج چوبیس سال بعد اُس کی حالت کیا ہوگی۔ جن کے عقائد و اعمال کا یہ حال ہو کیا ایسے آئمہ کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے؟

دیوبندیت کے متوالوں سے گزارش ہے کہ وہ المہند اور شہاب ثاقب اُٹھا کر ڈاکٹر خالد محمود صاحب کے آگے رکھیں اور اُن کے مندرجات پڑھ کر پوچھیں کہ اس نجدی شیخ کے پیروکاروں کے پیچھے شرعاً نماز ہوسکتی ہے؟

اور ہاں اپنے علماء کو یہ ضرور بتانا کہ "شہاب ثاقب" کے مصنف تک تو شیخ نجدی سے متعلق معلومات صحیح نہیں پہنچ سکیں اور جو کچھ کسی نے خبر دی، اُس کے خلاف لکھ ڈالا لیکن یہ اور درجنوں معتبر و مستند دیوبندی مُصَدِّقِینِ اَلْمُہَنَّد کس "جھٹکے" میں مارے گئے۔

نتیجہ:- اگر آپ کے بزرگوں کو سچا مانا جائے تو آپ جھوٹے ٹھہرے جو نجدیوں کے پاؤں دھو دھو کر پی رہے ہیں اور اگر نجدیوں کے عقائد کو برحق مانا جائے تو آپ کے بزرگ جھوٹے، جنہوں نے کفریہ عقیدے اُن کی طرف منسوب کئے۔ آپ تو اپنے بزرگوں سے بھی مخلص نہیں۔ کچھ مانتے ہیں اور کچھ نہیں مانتے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مالی

فائدے کی خاطر اپنے بزرگوں کے خلاف کھلی بغاوت کر کے نجدیوں کے چرنوں پہ سر ٹیک دیئے۔

پورا دین نہ مکّہ میں نہ مدینہ میں

آپ کے حکیم الاُمّت مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں :-

" (حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے) فرمایا کہ ایک بزرگ نے لکھا ہے کہ ایک ایسا زمانہ آوے گا کہ نیک لوگ مکّے سے چلے جاویں گے، یہ وہی زمانہ ہے، اس زمانہ میں پورا دین نہ مکّہ میں ہے نہ مدینہ میں۔ اس زمانہ میں دیندار وہ ہے کہ پہاڑ پر جاکر معروفِ ذکرِ الٰہی ہو،" لہ

یہی بات بالفرض امام احمد رضا لکھتے تو آپ کی مطالعۂ بریلویت میں ایک اور عنوان کا اضافہ ہوتا۔ "پہاڑوں کو مکّے مدینے پر فضیلت" اور تبصرہ فرماتے کہ احمد رضا کے دل میں اگر مکّہ معظمہ کی قدر و منزلت ہوتی تو یہ نہ لکھتے کہ نیک لوگ مکّہ سے چلے جاویں گے اور خدا جانے کن کن الزامات کی بوچھاڑ کی جاتی۔ اب فرمان حضرت حاجی صاحب کا' تشہیر کرنے والے حکیم الاُمّت تھانوی صاحب، ہے کوئی انصاف پسند دیوبندی جو ڈاکٹر صاحب کی گردن کو اوپر سے پکڑ کر اس عبارت کی وضاحت طلب کرے کہ دینداری کی لذّت مکّہ میں رہ کر ہے یا دُور پہاڑوں پر ؟

دار العلوم دیوبند کی کعبۃ اللّٰہ سے افضلیت

(حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

مسجد دارالعلوم دیوبند کی نورانیت اور تقدس کا حرم کعبہ کے ساتھ موازنہ کرتے ہوئے "مبشرات" کا مصنف لکھتا ہے:۔

"مکہ معظمہ کے مشہور مجاور (خادم) بزرگ جس کا نام محب الدین تھا، دارالعلوم (دیوبند) میں جب تشریف لائے تھے تو یہاں کی جماعت (نماز) میں شریک ہو کر اپنی کشفی احساس یہ ظاہر کرتے تھے کہ جس کیفیت کی یافت (فائدہ اور آمد) یہاں کی جماعت میں ہوتی ہے اب تو حرم کی جماعت میں بھی اس کیفیت کو نہیں پاتا۔" [1]

جناب یہ ہے برطانوی استبداد کا کڑوا پھل جو ساری سُنیت کو چکھنا پڑ رہا ہے اور دیکھتے دیکھتے دیوبندی مذہب مکہ و مدینہ کی ایسی ہی گستاخیوں سے ترتیب پا گیا ہے کوئی صاحب انصاف دیوبندی جو ڈاکٹر صاحب کا کان پکڑ کر پوچھے کہ "اب تو حرم کی جماعت میں بھی اس کیفیت کو نہیں پاتا۔" کا مطلب کیا ہے اور بیت اللہ سے زیادہ لذت و یافت دارالعلوم دیوبند میں کس طرح آ گئی؟

حرم پاک میں علیحدہ جماعت

آج ہمیں بڑے دھوم دھڑکے سے کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ "امام کعبہ" کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے مگر بے چاروں کو اپنے گھر کی خبر نہیں۔ ساری دُنیا اس حقیقت سے باخبر ہے کہ سعودی نجدی خاندان سے قبل وہاں اہل سُنت وجماعت کا دَور دورہ تھا، جن کا عقیدہ آج کے بریلویوں کی طرح تھا اور جن کو محمد بن عبدالوہاب نے سعودی خاندان سے مل کر مشرک قرار دے کر صفحہ ہستی سے اُڑانے کی کوششیں

(حاشیہ صفحہ سابقہ) [1] امداد المشتاق صفحہ ۸۵ مکتبہ اسلامیہ بلال گنج لاہور۔

(حاشیہ صفحہ موجودہ) [1] مبشرات دارالعلوم صفحہ ۳۲

کرتا رہا اگرچہ وہ اپنے اس ناپاک مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا سوائے اقتدار حاصل کرنے کے۔ اُسی دَور میں امام الوہابیہ ہند مولوی اسماعیل دہلوی اور اُن کے مُرشد سید احمد صاحب بریلوی وہابیت کے رنگ میں رنگے رنگائے بغرضِ حج مکہ پہنچے۔ جب وہاں پہنچے تو اپنی جماعت الگ کرانے لگے۔ اُن سے متعلق دیوبندیوں کے معتبر عالم مولوی سید ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں:۔

”مشورہ سے طے پایا کہ جب تک لوگ حرم میں تراویح پڑھیں، آپ یہاں لوگوں کا قرآن سُنیں۔ شور بند ہونے کے بعد مطاف میں اپنی جماعت علیحدہ کی جاتی تھی“[1]

اسی طرح معروف دیوبندی مؤرخ غلام رسول مہر بھی لکھتے ہیں کہ سید صاحب نے اپنے مریدوں کو حکم دیا:۔

”جب دوسرے لوگ فارغ ہو جائیں تو اپنی جماعت کھڑی ہو[2]“

ڈاکٹر صاحب! وہ دوسرے لوگ کون تھے۔ مسلمان تھے یا کافر؟ (معاذ اللہ) مسلمان تھے تو آپ کے امام الوہابیہ نے اُن کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھی اور اگر معاذ اللہ مشرک تھے تو پھر اُن کا قبضہ ثابت ہوا۔

حرم کا مؤذن مردود

جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ سعودی حکومت سے پہلے وہاں اہلِ سُنّت کا دَور دَورہ تھا اس لیے سید احمد صاحب کے ایک مرید مولوی عبدالحی نیوتنوی جو کہ کم علم مگر تیز مزاج تھے، حرمِ پاک میں پڑھے جانے والے درود و سلام سے بہت چڑتے تھے۔ مولانا عبدالفتاح گلشن آبادی لکھتے ہیں:۔

---

[1] سیرت سید احمد شہید صفحہ ۲۶۶ بحوالہ ”دنیائے اسلام کے اسباب وزوال“ [2] سید احمد شہید صہ ۲۲۳

"صبح کی اذان کے اوّل حرم محترم کے اطراف کے میناروں پر مؤذن چڑھ کر درود اور سلام بآواز بلند پڑھتے ہیں، (مولوی عبدالحق) اس کو بدعت (یعنی مردود) کہتے ہیں۔"[1]

اہلِ حرمین بدعتی

سید احمد نے پنجتار سے روانگی کے وقت اپنی ازواج کے بارے میں وصیت کی کہ اگر میں مارا گیا تو تم حرمین شریفین چلی جانا۔

پھر فرماتے ہیں:-

"وہی سرزمین ہے جہاں دین خلل سے محفوظ رہے گا اگرچہ بدعات سے وہ ملک بھی خالی نہیں۔"[2]

ڈاکٹر صاحب سے خاص سوال

آپ نے اپنی کتاب مطالعہ بریلویت جلد دوم میں لکھا ہے:-

"وہ کون سے مسلمان ہیں جو حرمین شریفین کے علماء پر طعن کریں اور ان کے عقائد قرآن و حدیث کے خلاف تصور کریں۔"[3]

آپ کا یہ کلیہ صرف سعودی خاندان کے حکومتی دور کے لیے مخصوص ہے یا اس کا اطلاق ہر زمانے کے علمائے حرمین کے لیے ہے۔ اگر سعودی خاندان کے حکومتی دور تک ہی مخصوص ہے تو آپ کا یہ عقیدہ ہو گیا کہ اس سے قبل یا بعد کے کسی زمانے میں قرآن و حدیث کے خلاف بھی عقائد رکھنے والے علماء موجود تھے یا ہو سکتے ہیں، یوں آپ ہمارے مؤقف کے

---

[1] تحفہ محمدیہ صفحہ ۱۱۸ بحوالہ حقائق تحریک بالاکوٹ ص۶۲۔

[2] سید احمد شہید صفحہ ۳۰۷ از غلام رسول مہر۔

[3] مطالعہ بریلویت ج ۲ صفحہ ۳۹۵

ساتھ متفق نظر آتے ہیں اور آپ کا ہم پر مذکورہ بالا اعتراض قطعی بیجا ہے۔ اور اگر آپ کے اس کلیے کا اطلاق ہر زمانہ کے علمائے حرمین کے لیے ہے تو پھر بھی آپ کی اس دلیل کی بساط اُلٹ گئی، اس لیے کہ آپ کے "مرشدِ برحق" اور مصلح و مقتدا محمد بن عبد الوہاب نجدی نے علمائے حرمین طیبین پر نہ صرف طعن کیا بلکہ مشرک سمجھ کر سینکڑوں علماء کی گردنیں اُڑا دیں اور اُن کے ہزاروں معتقدین کے خون کی ندیاں بہا کر صحرائے عرب کو رنگین بنا دیا۔ اب آپ اپنی عبارت پھر سے ایک بار پڑھیں اور بتائیں کہ شیخ نجدی نے سعودی امراء سے مل کر علمائے حرمین کو کس لیے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اگر علمائے حرمین پر صرف طعن کرنے والے مسلمان نہیں تو علمائے حرمین کو مشرک سمجھ کر قتل کرنے والے اور اُن قاتلین کو اپنا مقتداء و پیشوا ماننے والے کس طرح توحید کے ٹھیکیدار بن سکتے ہیں۔

اور اب تو آپ خود بھی اعتراض کے قابل نہیں ہے کہ بریلوی "امام کعبہ" کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے کیونکہ آپ نہ صرف اپنے اکابرین کے باغی ہیں بلکہ اپنی تحریروں کے بھی باغی ہیں۔ دیکھیے اوپر کی اپنی عبارت کہ

"وہ کون سے مسلمان ہیں جو حرمین شریفین کے علماء پر طعن کریں"۔

اگر محمد بن عبد الوہاب نجدی علمائے حرمین کو تہہ تیغ نہ کرتا اور موجودہ سعودی خاندان اور سرکاری آئمہ بقول فاروقی صاحب شیخ نجدی کے پیرو نہ ہوتے تو ہم بریلوی ضرور نماز پڑھتے۔ چونکہ انہوں نے یہ کام کیا ہے اس لیے ہم آپ کی زبان میں کہہ سکتے ہیں کہ

"وہ کون سے مسلمان ہیں جو سینکڑوں علمائے حرمین کے عقائد کو مشرکانہ سمجھ کر اُن کے خون سے اپنے ہاتھ رنگ لیں"

کیا ایسے لوگوں یا ایسے لوگوں کے ماننے والوں کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے۔ اب تو آپ کی اپنی عبارت کے مطابق شیخ نجدی اسلام سے گیا اور اس کے متبعین کا بیڑا بھی آپ نے غرق کر دیا۔ کیونکہ اس کا علمائے حرمین کو شہید کرنا آپ کی اپنی کتابوں سے ثابت ہے۔ آپ تو اپنی عبارت کے بھی مخالف ٹھہرے کہ وہاں جا کر اُن کے پیچھے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں جو اس قاتل کے اوّل درجے کے پیروکار ہیں۔ بنا بریں اگر محض طعن کرنے پر ہم گستاخ ہوئے تو آپ مکہ مدینہ کے بدرجۂ اولیٰ گستاخ ہوئے۔

کعبہ حقیقی بیت اللہ نہیں

یہی عنوان ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۴۰۲ پر ہمارے خلاف دیا ہے، فرماتے ہیں:-

"بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ کعبہ شریف حقیقی بیت اللہ نہیں، مولوی محمد یار صاحب لکھتے ہیں:- "بیت اللہ شریف دو ہیں ایک مجازی اور دوسرا حقیقی، بیت اللہ شریف مجازی تو کعبہ شریف ہے اور بیت اللہ حقیقی انسانِ کامل، اس لیے فرمایا کہ مجاز حقیقت سے رخصت ہو رہا ہے۔"

(شرح دیوانِ فرید صـ۳)

ڈاکٹر صاحب نے اس پر مزید تبصرہ نہیں فرمایا البتہ آگے دو چار عنوان کعبے کی ضد سے اور دے کر ایسے ایسے جھوٹ کے پلندے گھڑے ہیں کہ ایک دینی سوجھ بوجھ رکھنے والا انسان قرآنی آیت لعنۃ اللہ علی الکذبین پڑھے بغیر نہیں رہ سکتا۔ رہا مولانا محمد یار صاحب کا یہ کہنا کہ کعبہ حقیقی بیت اللہ نہیں، یہ بس تھوڑی سی سمجھنے کی بات ہے۔ جب حضور

---

[1] مطالعۂ بریلویت ج ۲ صفحہ ۴۰۲

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم ہوا کہ رُخِ انور بیت المقدس کی طرف کر کے نماز پڑھیں تو سولہ سترہ ماہ تک بیت المقدس قبلہ رہا۔ عین اس وقت اگر کوئی حضور کا طریقہ چھوڑ کر مکہ میں بیت اللہ کی طرف مُنہ کرتا تو اسلام سے خارج ہو جاتا۔ پھر جب بیت المقدس سے ہٹا کر دوبارہ بیت اللہ کی طرف مُنہ کرنے کا حکم دورانِ نماز آگیا تو تمام صحابہ کرام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پھر گئے۔ اب صورتحال یہ بن گئی کہ چند لمحے قبل جو بیت المقدس قبلہ اور ایمان کی علامت تھا، اب اگر کوئی اُدھر مُنہ کر کے نماز پڑھتا تو اسلام سے فوراً نکل جاتا۔

معلوم ہوا کہ قبلہ سمتوں کا نام نہیں بلکہ اصل قبلہ تو خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل واکمل اپنی ذات ہے۔ حقیقی قبلہ تو میرے آقا محمد مصطفٰے علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی محترم ذات ہے۔ مولانا محمد یار صاحب کا یہی مطلب تھا کہ ہدایت تو انسان سے ہی ملتی ہے، ورنہ کعبۃ اللہ تو اس وقت بھی موجود تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام اسی لیے مبعوث فرمائے کہ وہ لوگوں کو گمراہی سے نکالیں اور انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد اولیائے کرام یہ فریضہ سر انجام دے رہے ہیں۔ گویا کعبے کا احترام بھی کسی کامل انسان کی رہنمائی ہی سے پیدا ہوتا ہے۔

گھر کی شہادت

میری فطرتِ ثانیہ ہے کہ مخالف کو شکست و مبہوت کرنے کے لیے دلیل بفضلِ خدا اُس کے گھر سے لاتا ہوں اور دلیل بھی ایسی کہ مخالف صُمٌّ بُکمٌ کی عملی تصویر بن جائے۔ دیوبندیوں کے جامع المجددین اور حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب بھی حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ کے مُرید ہیں۔ مگر پیر کا ہر رنگ اور ہے مرید کا رنگ اور۔ بہرحال تھانوی صاحب اپنے پیر حضرت حاجی صاحب سے متعلق بیان کرتے ہیں:۔

"(حاجی صاحب نے) ارشاد فرمایا کہ شریف (شریف مکہ) یا اور کوئی حاکم میرا کیا کر سکتے ہیں، بہت سے بہت اتنا کر سکتے ہیں کہ مکہ معظمہ سے مجھ کو جلاوطن کر دیں۔ سو یاد رکھو کہ میں جہاں بیٹھ جاؤں گا، میرا وہی مکہ اور وہی مدینہ ہے اور حقیقت مکہ کی فلاں مقام ہے، اس ظاہری مکہ اور مدینہ پر کچھ موقوف نہیں۔ یہاں تک تو حضرت صاحب کو جوش تھا، پھر سنبھل کر ارشاد فرمایا کہ البتہ جو لوگ جامع ہیں وہ حقیقت کے ساتھ صورت کی بھی رعایت رکھتے ہیں اور ظاہری مکہ و مدینہ کو بھی نہیں چھوڑتے ہیں۔"

ڈاکٹر صاحب! اگر آپ اوندھے منہ گر جانے سے بچ ہی نکلے ہیں تو پیشانی سے عرقِ ندامت پونچھ کر اپنے حکیم الامت تھانوی صاحب کی عبارت بار بار پڑھیں، بار بار پڑھیں اور "پڑھتا جا، شرماتا جا" یہی عبارت تھانوی صاحب کی بجائے کسی سُنی عالم کے قلم سے نکلی ہوتی تو آپ طعن و تشنیع کے تیروں سے اُس کا جگر چھلنی کر دیتے اور خدا جانے کیسے کیسے تبصرے چھانٹ کر لاتے۔ اب جبکہ یہ "سانحہ" گھر میں رونما ہو چکا ہے تو دیکھئے ڈاکٹر صاحب کس طرح تحفظ فرماتے ہیں۔ ہاں یہ خیال رکھئے گا کہ جوش کے بعد ہوش آنے پر بھی، جبکہ حاجی صاحب سنبھل چکے تھے، اُس وقت بھی فرماتے ہیں کہ جامع لوگ حقیقت کے ساتھ صورت کی بھی رعایت رکھتے ہیں۔ ثابت ہوا کعبۃ اللہ کی حقیقت اور ہے، اور ظاہری صورت اور۔ مگر آپ مخاطب ہیں تو اب یہی آیت کریمہ تلاوت کی جا سکتی ہے اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِی الْعُمْیَ وَمَنْ كَانَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ٥

چھوٹے میاں سبحان اللہ

بڑے میاں نے دھوکے، دجل، فریب، تلبیس اور جوڑ توڑ کی جو

(حاشیہ بر صفحۂ آئندہ)

کاری گری اور جو کارنامے دکھائے وہ تو آپ ملاحظہ کر چکے، اب ایک ایسی کاریگری ذرا چھوٹے میاں کی بھی دیکھتے جائیے۔ "مطالعہ بریلویت" کے مرتب فاضل جامعہ رشیدیہ ساہیوال، جناب حافظ محمد اسلم صاحب ہیں جنہوں نے ڈنکاسٹر (انگلینڈ) کو اپنا مسکن بنا رکھا ہے۔ وہ کتاب کے شروع کے صفحات میں لکھتے ہیں:-

"اگر کوئی صاحب اس کا جواب لکھنا چاہیں تو وہ اس کتاب کو متن بنا کر ساتھ ساتھ جواب تحریر فرمائیں۔ کتاب ہذا کے لفظ لفظ کو سامنے لائے بغیر اس کا جواب ناکافی اور ناقابلِ اعتناء سمجھا جائے گا[1]"

حافظ صاحب کا یہی اعلان و انتباہ اگر کوئی قادیانی، رافضی، عیسائی، پرویزی، غیر مقلد وغیرہ ان پر پلٹ دے تو کیا حافظ صاحب کے بزرگوں کی لکھی گئی تمام کتب (مذکورہ مذاہب کے خلاف) ناکافی و بے کار سمجھی جائیں گی؟ اس کا مطلب ہے کہ مذکورہ مذاہب کے رد میں لکھی گئی تمام کتب پر لکیر پھیر کر رد کر دیا جائے اور قابلِ اعتناء نہ جانا جائے۔ پھر تو دنیا کی کوئی بھی کتاب جو کسی کتاب کے جواب میں کسی مسلمان عالم نے لکھی ہو، قابلِ اعتبار نہیں رہے گی۔ حافظ صاحب سے گزارش ہے کہ وہ اپنا اعلان و انتباہ واپس لے لیں ورنہ اس اصول اور ضابطے کے مطابق وہ اپنا بھٹہ خود بٹھا لیں گے۔ دیندار مصنفین کا وطیرہ یہ رہا ہے کہ جواب دیتے وقت مخالف کی وہی عبارت لیتے ہیں جو اُن کے مدعا کو پوری کرتی ہو۔ پوری کتاب کی کتاب کبھی نقل نہیں کی گئی۔ آپ لوگوں کی عبارات لیتے وقت کس نے کوئی دھوکہ کیا ہو تو آگاہ فرمائیے۔

(حاشیہ صفحہ سابقہ) [1] کرامات امدادیہ صفحہ ۱۹، ۲۰ مکتبہ فرقان گوالمنڈی لاہور

(حاشیہ صفحہ موجودہ) [1] مطالعہ بریلویت ج ۲ صفحہ ۱۲ ÷

عربوں کی برطانوی حمایت

جناب عبداللطیف صدیقی اپنے مضمون "فلسطین کا مسئلہ" میں رقمطراز ہیں:-

"چونکہ عربوں نے ترکوں سے بغاوت کر دی تھی، اس شکست سے دنیا میں اسلامی سلطنت کے حصے بخرے ہو گئے۔ تاریخ نے ریکارڈ کیا ہے کہ عربوں کی بغاوت ہر لحاظ سے غیر اسلامی تھی اور اس بغاوت کے نتیجے میں آسمان کی اس نیلی چھت کے نیچے اسلامیوں کی خوب رسوائی ہوئی اور اس ٹریجڈی کے سب سے بڑے فعال ایکٹر عرب تھے، اور اقبال اس پر خون کے آنسو رویا ؎

متاعِ قافلۂ ما حجازیاں بردند
مگر زباں نکشائی کہ یار ما عربیست

یعنی ہمارے قافلہ کا مال متاع حجازیوں نے لوٹ لیا لیکن ہم زبان نہیں کھول سکتے کہ ہم اپنے دین کے لیے جس کے نام لیوا ہیں وہ عرب تھا۔

اگر عرب بغاوت نہ کرتے تو ترک جس فارم میں (انگریزوں کے خلاف) میدانِ عمل میں آچکے تھے انہیں شکست نہ ہو سکتی تھی۔ اس کا ایک خطرناک نتیجہ یہ نکلا کہ ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ اور بھی مضبوط ہو گیا اور دس کروڑ مسلمان محکومی کی زنجیروں میں جکڑے گئے اور اس سے نوآبادی نظام ایسا مضبوط ہو گیا کہ انگریزوں کی سلطنت پر سورج نے غروب ہونا چھوڑ دیا۔ ہندوستان کی محکومی کے ساتھ مصر بھی محکوم افرنگ اور دوسرے چھوٹے بڑے اسلامی ممالک بھی انگریز کے زیرِ نگیں ہو گئے اس سے اہلِ اسلام کے ساتھ جو سلوک ہوا وہ ؎

قصہ ہے دردناک بھی اور دلخراش بھی
آئے کہاں سے دل کہ دیا جائے اس کو طول

سارا ہی مشرق انگریزی استبداد (یعنی ظلم و قہر) کے زیر اثر ہو گیا۔"[1]

یاد رہے کہ پہلی جنگ عظیم میں ترکی برطانیہ کے خلاف تھا اور حجاز وغیرہ یہ سب ترکوں کے قبضے میں تھے۔ سعودی خاندان جو مذہباً محمد بن عبدالوہاب نجدی کا پیرو تھا کئی بار حجاز کو قبضہ لینے کی کوشش کر چکا تھا۔ چونکہ سعودی قبیلہ مذہباً ترکوں سے شدید اختلاف رکھتا تھا اس لیے وہ ترکوں سے بغاوت کر کے برطانیہ کی حمایت میں لگ گیا کہ انگریز انہیں بادشاہ بنانے کا لالچ دے چکا تھا۔ اسی تناظر میں جناب عبداللطیف سیٹھی اپنے مضمون میں آگے چل کر لکھتے ہیں:-

"برطانوی امپریلزم کی حمایت کر کے عربوں نے اسلام کی بے حرمتی کر دی، جسے محسوس کیا گیا اور اس کے نتائج ملت اسلامیہ کے حق میں بالخصوص خطرناک نکلے، اگرچہ عربوں کی چند راجدھانیاں قائم ہو گئیں ...... بعد میں جو کچھ عربوں کے ساتھ سلوک ہوا وہ سب کچھ ان کے ساتھ ہونا ہی تھا کیونکہ اسلام کی تعلیمات کی پرواہ نہ کی گئی صرف عرب ازم پہ زور دیا گیا اور عرب، غیر عرب کی تمیز فساد آدمیت ہے اس لیے اسلام میں ممنوع ہے۔ اس کے بعد ان چھوٹی چھوٹی راجدھانیوں میں قیصر و کسریٰ طرز کی بادشاہتیں اور سلطانیاں قائم ہو گئیں لیکن اسلام غریب الدیار ہو گیا۔"[2]

اس دردناک پس منظر کی جھلک فلسطین میں بھی محسوس کی گئی۔ مضمون کے مصنف نے مرحوم مفتیٔ اعظم فلسطین حضرت امین الحسینی کی کتاب سے ایک اقتباس پیش کیا ہے، ملاحظہ فرمائیے:-

"عربوں نے کسی معاملہ پہ بھی سیاسی تدبر کا ثبوت نہ دیا۔ ان کی اکثریت استعمار کی آلہ کار بن گئی تھی اور استعمار نے یہودی موقف کی دامے درمے سخنے مدد کی اور قدرت کی طرف سے اس طرح عربوں کو سزا ملی کہ فلسطین ان کے ہاتھوں

---

[1] روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ایڈیشن مورخہ ۱ نومبر ۹۳ء [2] ایضاً

سے نکل گیا اور یہودی جن پر خدا کی پھٹکار پڑی ہوئی تھی انہیں موقعہ مل گیا اور اسلام کے سب سے بڑے دینی مرکز پر قابض ہو گئے اور پھر طاقت پکڑتے چلے گئے اور پھر ایک سپر طاقت کی امداد لینے میں کامیاب ہو گئے اور اب وہ اس قدر کامیاب ہیں کہ عربوں کو ملیامیٹ کر دینے کے لیے وہ ہر لحاظ سے مسلح ہیں اور ان کے مقابلہ میں عرب تو ناخواندہ اور ہر لحاظ سے پسماندہ لوگ ہیں۔ تیل کی دولت تعیش میں صرف کرنے میں دنیا کی سب قوموں کے عیش و عشرت کے ریکارڈ مات کر رہے ہیں۔"[1]

یہ ہے محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تعلیمات کا اثر اور نتیجہ جو بقول ضیاء الرحمٰن فاروقی صاحب سعودی عرب کے ماتھے کا جھومر بنا ہوا ہے۔

اختتام:۔ ڈاکٹر خالد محمود صاحب! آپ کو جوڑ توڑ کی اس بھیانک کالونی پر پلنے والے کرائے کے ٹٹوؤں کی قسم! اگر آپ کو سچائی کا دعویٰ ہے تو مرد میدان بنیے، مطالعہ بریلویت جلد دوم سے متعلق جو کچھ میں نے لکھا ہے، اسے غلط ثابت کر دکھائیے یا جو ہاتھ آپ کی معاونت میں آیات و احادیث سے برسرپیکار رہے ہیں، انہیں پھر سے آواز دے کے بلا لیجئے۔ ہے کوئی آپ علاموں میں ایسا مائی کا لال کہ جو کچھ میں نے اپنے اس مضمون میں پیش کیا ہے اس کی تغلیط میں قلم اٹھا سکے یا کسی حوالہ میں جوڑ توڑ ثابت کر سکے، ہے کسی میں جرأت؟ انشاء اللہ العزیز یہ جرأت کسی میں نہیں ؎

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے ٭ یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

---

[1] روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی۔ ملی ایڈیشن مورخہ ۱۸ نومبر ۹۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

سے قطع تعلق

از قلم : مناظر اسلام حضرت علامہ محمد عبدالرشید قادری رضوی سمندری

درسِ قرآن

خدا جل جلالہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گستاخوں سے قطع تعلق کی تاکید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ـــــ

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا
اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ
اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ
وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ
عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ
اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝[1]

ترجمہ: تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے

---

[1] سورہ مجادلہ آخری آیت ؎

والے ہوں یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں ان میں ہمیشہ رہیں۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ یہ اللہ کی جماعت ہے سنتا ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے[1]

صحابہ کرام علیہم الرضوان کی زندگی اس آیت کی جیتی جاگتی تفسیر ہے جو کبھی بدل نہیں سکتی۔ ابو عبیدہ ابن جراح نے اُحد میں اپنے باپ جراح کو، حضرت علی مرتضیٰ نے بدر میں عتبہ ابن ربیعہ کو قتل کیا، حضرت عمرؓ نے اپنے ماموں عاص ابن ہشام کو، مصعب ابن عمیرؓ نے اپنے بھائی عبداللہ ابن عمیر کو بدر میں قتل کیا، ابوبکر صدیقؓ نے اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کو پکارا کہ آؤ باپ بیٹے کے دو ہاتھ ہو جائیں۔ مگر حضور نے منع کیا بعد میں عبدالرحمٰن ایمان لے آئے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) (نور العرفان)

گستاخوں کو چھوڑنے والے کو سات انعامات

پہلا انعام :- اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ۔ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے قلم قدرت کے ساتھ ایمان لکھ دیا۔

دوسرا انعام :- وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی۔

---

[1] کنزالایمان ؛

تیسرا انعام :- وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنتوں میں داخل کرے گا جن میں نہریں بہتی ہیں ہمیشہ ان میں رہیں گے۔

چوتھا انعام :- رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمْ۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا ـــــ۔

پانچواں انعام :- وَرَضُوْا عَنْهُ۔ وہ بھی اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے ـــــ۔

چھٹا انعام :- اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی جماعت ہے ـــــ۔

ساتواں انعام :- اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ خبردار! سُن لو اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔

گستاخوں سے دوستی کرنے والے کو سات دُرّے

پہلا دُرّہ :- اس کے دل میں ایمان نہیں لکھا جائے گا۔

دوسرا دُرّہ :- اس کی رب تعالیٰ امداد نہیں فرمائے گا۔

تیسرا دُرّہ :- وہ جنتوں میں کبھی نہیں جا سکتا۔

چوتھا دُرّہ :- اس پر اللہ تعالیٰ کا قہر و غضب ہو گا۔

پانچواں دُرّہ :- وہ اللہ تعالیٰ سے راضی نہیں ہوں گے۔

چھٹا دُرّہ :- وہ شیطان کا ٹولہ ہے۔

ساتواں دُرّہ :- وہ شیطان کا ٹولہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ (اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۖۚ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝[1]

ترجمہ:۔ اے ایمان والو غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ۔ وہ تمہاری برائی میں کمی نہیں کرتے۔ ان کی آرزو ہے جتنی ایذا تمہیں پہنچے۔ بیر (دشمنی) ان کی باتوں سے جھلک اٹھا اور وہ جو سینے میں چھپائے ہیں اور بڑا ہے۔ ہم نے نشانیاں تمہیں کھول کر سنادیں اگر تمہیں عقل ہو[2]۔

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمَا ۟ۙ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۝[3]۔

ترجمہ:۔ خوشخبری دو منافقوں کو کہ ان کے لیے دردناک عذاب ہے وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کیا ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں تو عزت تو ساری اللہ کے لیے ہے[4]۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ[5]

---

[1] پ ۴ ع ۳ [2] کنزالایمان [3] پ ۵ ع ۱۷

[4] کنزالایمان [5] پ ۳ ع ۱۱

ترجمہ: مسلمان کافروں کو اپنا دوست نہ بنالیں مسلمانوں کے سوا اور جو ایسا کرے گا اسے اللہ سے کچھ علاقہ نہ رہا[1]

کافروں سے اتحاد کرنیوالے بحکم قرآن کافر ہیں[2]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ـــــ

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ[3]۔

ترجمہ: اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہے[4]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ
مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ؕ[5]

ترجمہ: اے ایمان والو! جہاد کرو ان کافروں سے جو تمہارے قریب ہیں اور چاہیے کہ وہ تم میں سختی پائیں[6]

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ
وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ
وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝[7]

ترجمہ: اے غیب بتانے والے (نبی) کافروں پر اور منافقوں پر جہاد کرو اور ان پر سختی فرماؤ اور ان کا ٹھکانا

---

[1] کنزالایمان۔ [2] رسائل رضویہ ج ۲ ص ۱۵۲۔
[3] پ ۶ ع ۱۲۔ [4] کنزالایمان۔ [5] پ ۱۱ ع ۵۔
[6] کنزالایمان۔ [7] پ ۲۱ ع ۲۰ ۔

جہنم ہے اور کیا ہی برا انجام [1]

وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ
بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ [2]

ترجمہ :- اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو [3]

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا
فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ لا [4]

ترجمہ :- اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ چھوئے گی [5]

وما علینا الا البلاغ المبین۔

---

[1] کنزالایمان ـــــ [2] پ ۷ ع ۱۴ ـــــ
[3] کنزالایمان ـــــ [4] پ ۱۲ ع ۱۰ ـــــ
[5] کنزالایمان ـــــ

درسِ حدیث

از: جناب مناظرِ اسلام حضرت مولانا محمد عبد الرشید قادری رضوی صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیارے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:—

① إذا رأيتم صاحب بدعةٍ فاكفهروا في وجهه فإن الله يبغض كل مبتدعٍ [1]

ترجمہ: جب تم کسی بدمذہب کو دیکھو تو اس کے سامنے ترش روئی سے پیش آؤ اس لیے کہ خدا تعالیٰ ہر بدمذہب کو دشمن رکھتا ہے —

② لا يقبل الله لصاحب بدعةٍ صومًا ولا صلاةً ولا صدقةً ولا حجًا ولا عمرةً ولا جهادًا ولا صرفًا ولا عدلاً يخرج من الإسلام كما تخرج الشعرة من العجين [2]

ترجمہ: خدائے تعالیٰ کسی بدمذہب کا نہ روزہ قبول کرتا ہے نہ نماز، نہ زکوٰۃ، نہ حج، نہ عمرہ، نہ جہاد اور نہ کوئی نفل نہ فرض۔ بدمذہب دینِ اسلام سے ایسا نکل جاتا ہے جیسا کہ گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکل جاتا ہے۔

---

[1] ابن عساکر [2] ابن ماجہ

③ اھل البدع کلاب اھل النار۔ عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ [1]

ترجمہ:- بدمذہب دوزخ والوں کے کتے ہیں۔

④ من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام۔ [2]

ترجمہ: جس نے کسی بدمذہب کی عزت کی تو اس نے اسلام کے ڈھانے پر مدد کی۔

⑤ اذا مدح الفاسق غضب الرب واھتز لذلک العرش۔ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ [3]

ترجمہ: جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے رب غضب فرماتا ہے اور عرش الٰہی ہل جاتا ہے

WWW.NAFSEISLAM.COM
"THE NATURAL PHILOSOPHY OF AHLE SUNNAT WAL JAMAAT"

⑥ نَھَی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اَنْ یُصَافِحَ المشرکون او یکنوا او یرحبُ بھم۔ (عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی ابو نعیم حلیۃ الاولیا)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ مشرکوں سے مصافحہ کیا جائے یا انہیں کنیت سے ذکر کریں یا آتے وقت مرحبا کہیں۔

⑦ اِیَّاکُمْ وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم [4]

---

[1] دار قطنی [2] مشکوٰۃ

[3] بیہقی [4] مشکوٰۃ

ترجمہ:۔ ان (وہابیہ دیوبندیہ) سے دُور رہو اور انہیں اپنے سے دُور رکھو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

⑧ ان مرضوا فلا تعودوهم وان ماتوا فلا تشهدوهم وان لقيتموهم فلا تسلموا عليهم ولا تجالسوهم ولا تشاربوهم ولا تواكلوهم ولا تناكحوهم ولا تصلوا عليهم ولا تصلوا معهم۔ عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه۔ [1]

ترجمہ:۔ بدمذہب اگر بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو اگر مرجائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو۔ ان سے ملاقات ہو تو انہیں سلام نہ کرو۔ ان کے پاس نہ بیٹھو۔ ان کے ساتھ پانی نہ پیو۔ ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ۔ ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو۔ ان کی جنازہ کی نماز نہ پڑھو اور ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔

فتویٰ:۔ لَوْ سَلَّمَ علی الذمی تبجیلاً یکفر لان تبجیل الکافر کفر۔ [2]

ترجمہ:۔ اگر ذمی کو تعظیماً سلام کرے کافر ہو جائے گا کہ کافر کی تعظیم کفر ہے۔

ذمی نرم درجے کا کافر ہے تو اس کی تعظیم کرنے والا کافر ہے تو جو ہزار درجے کے سخت کافر ہوں ان کی تعظیم کیونکر

---

[1] مسلم [2] فتاویٰ ظہیریہ۔ اشباہ والنظائر۔ تنویر الابصار۔ درمختار

WWW.NAFSEISLAM.COM

کُفر نہ ہو گی ـــــ ۔

فتویٰ :۔ لو قال لمجوسی یا استاذ تبجیلاً کَفَرَ (فتاویٰ امام ظہیر الدین۔ اشباہ درمختار)

ترجمہ :۔ اگر مجوسی کو بطور تعظیم استاذ کہے کافر ہو جائے گا۔

وما علینا الا البلاغ المبین۔

فیضان مدینہ پبلیکیشنز کی
اہم پیشکش

سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت و نورانیت

تالیف : محمد نعیم اللہ خان قادری
بی ایس سی ۔ بی ایڈ
ایم اے اردو ۔ پنجابی ۔ تاریخ

چھپ کر منظر عام پر آ گئی ہے

ناشر: فیضان مدینہ پبلیکیشنز جامع مسجد عمر روڈ کاموکے

WWW.NAFSEISLAM.COM
"THE MAIN ... AHLE SUNNAT WAL JAMAAT"

فیضان مدینہ پبلیکیشنز کی لاجواب کتب

- شرک کی حقیقت
- غیر مقلدین کو دعوت انصاف (اول) (مطبوعہ)
- غیر مقلدین کو دعوت انصاف (دوم) (مطبوعہ)
- غیر مقلدین کو دعوت انصاف (سوم) (مطبوعہ)
- غیر مقلدین کو دعوت انصاف (چہارم) مطبوعہ
- مجموعہ تصانیف حضرت علامہ محمد اسماعیل نقشبندی علیہ الرحمۃ
- دیوبند کا نیا دین
- سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت و نورانیت
- دیوبندیوں سے لاجواب سوالات
- مجموعہ رسائل مفتی محمد شفیع جماعتی رحمۃ اللہ علیہ

WWW.NAFSEISLAM.COM
THE [illegible]
OF AHLESUNNAT WAL JAMAAT

ناشر: فیضان مدینہ پبلیکیشنز جامع مسجد عمر روڈ کاموکی